سلسلۃ تاریخ الخلفاء الراشدین ۳

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم

شمیم احمد خلیل السلفی

عبدالمعین بن عبدالوہاب مدنی

AL-FURQAN TRUST

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

سلسلة تاریخ الخلفاء الراشدین از ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی کی پاکستان میں اشاعت کے لیے جملہ حقوق بحق الفرقان ٹرسٹ تحریری طور پر لیے جا چکے ہیں، لہٰذا اس کو الیکٹرک میڈیا، فوٹو کاپی، مائیکرو فلم یا کسی بھی ذریعے سے چھاپنا غیر قانونی ہو گا۔ خلاف ورزی کی صورت میں پبلشر قانونی کارروائی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم

شمیم احمد خلیل السلفی — عبد المعین بن عبد الوہاب مدنی

سعودی عرب

دار العلوم الندیه للنشر والتوزیع

س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦

فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جده

معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المكتب الرئيسي الرياض، حي الفيصلة

هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مکتبه دار الفرقان، الرياض

هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبه بيت السلام، الرياض

هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37321865

مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37244973

دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37361505

ملنے کے پتے

اسلام آباد ■ دار النور: 0321-5336844 ■ السعود اسلامک بکس: 051-32261356 ■ تجلیات طیبہ: 051-35535168 ■ الحرم (اسلامک بکس) 0300-322-4814274

کراچی ■ فضلی بکس: 021-32212991 ■ علمی کتاب گھر: 021-32628939

سیالکوٹ ■ مکتبہ رحمانیہ: 052-34591911

فیصل آباد ■ مکتبہ اسلامیہ: 041-32631204 ■ مکتبہ اہل حدیث: 041-32629292

الفرقان ٹرسٹ AL-FURQAN TRUST

Marfat.com

فہرست مضامین

- عرضِ ناشر 27
- مقدمہ 29

پہلی فصل.....سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں

(۱)......نام ونسب، کنیت، اوصاف، خاندان اور زمانۂ جاہلیت کی زندگی 39

- نام ونسب، کنیت اور القاب 41
- پیدائش اور جسمانی اوصاف 41
- خاندان 42
- زمانہ جاہلیت کی زندگی 43

(۲)......قبولِ اسلام اور ہجرت 49

- قبول اسلام 49
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ 51
- اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر پہنچنا اور بھائی کے سامنے ان کا ثابت قدم رہنا 51
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اور قبول اسلام 53
- دعوت الی اللہ کے لیے جم جانا اور اس کے لیے مشکلات برداشت کرنا 55
- سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا اسلامی دعوت پر اثر 57
- اسلام لانے کی تاریخ اور قبولِ اسلام کے وقت مسلمانوں کی تعداد 58
- ہجرت 59

دوسری فصل.....سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرآنی اور نبوی تربیت

(۱)......سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی 67

- اللہ، کائنات، زندگی، جنت، جہنم اور قضاء وقدر کے بارے میں آپ کا تصور 67
- قرآنِ کریم کی موافقت، اسباب نزول پر خصوصی توجہ، اور بعض آیتوں کی تفسیر 74

(۱) قرآنِ کریم کی موافقت 74

(۲) منافقین پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی موافقت 75

(۳) بدری قیدیوں کے بارے میں موافقت 76

(۴) استئذان (اجازت طلبی) کے بارے میں موافقت 77
❁ حرمت شراب کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دعا 78
❁ اسباب نزول پر آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصی توجہ 78
❁ آپ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض آیتوں کے بارے میں پوچھنا 80
❁ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بعض آیتوں کی تفسیر کرنا اور تعلیق لگانا 82
(۲)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت 85
❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ جہاد میں 90
ا۔غزوۂ بدر 90
۲۔غزوۂ احد، بنو مصطلق اور خندق 93
۳۔صلح حدیبیہ اور ہوازن و غزوۂ خیبر 96
۴۔فتح مکہ اور غزوۂ حنین و تبوک 100
❁ مدنی زندگی میں آپ رضی اللہ عنہ کے مواقف 106
ا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرنے والے کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں 107
۲۔آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق ہونا 108
۳۔صحابہ کو ایک ہی منبع شریعت کے تابع کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش 110
۴۔کائنات کی تخلیق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی 110
۵۔آباء واجداد کی قسم کھانے سے ممانعت اور توکل علی اللہ پر ابھارنا 110
۶۔اللہ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول مان کر میں راضی ہوں 111
۷۔نہیں میرے لیے خاص نہیں، نہ تیرے لیے باعث مسرت ہے 111
۸۔اپنے صدقہ کو واپس لینے والے کا حکم 112
۹۔آپ رضی اللہ عنہ کے صدقات و اوقاف 112
۱۰۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو تحفۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 113
۱۱۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمت افزائی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو بشارت 114
۱۲۔بدعت ایجاد کرنے سے آپ کا ڈرانا 115
۱۳۔تمہارے پاس جو مال آئے اسے قبول کرلو بشرطیکہ تم نے اسے مانگا نہ ہو 115
۱۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا 116

Marfat.com

۱۵۔ میں اس وقت کو جانتا ہوں جب آپ ﷺ اس (باغ) میں تشریف لے گئے 116
۱۶۔ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ ﷺ سے شادی 117
❁ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں موقف 117
❁ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب 120
۱۔ آپ رضی اللہ عنہ کا علم اور دین وایمان 120
۲۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت اور شیطان کا آپ سے خوف کھانا 122
۳۔ آپ اس امت کے الہام یافتہ ہیں 124
۴۔ میں نے ایسی نابغۂ روزگار شخصیت نہ دیکھی جو آپ جیسی تیز طرار ہو 125
۵۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اور جنت میں محل کے لیے آپ کو بشارت نبوی ﷺ 126
۶۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابوبکر صدیق کے بعد عمر آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں.. 126
۷۔ عمر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت 127
❁ رسول اللہ ﷺ کی وفات اور مرض الموت کے متعلق سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف 128
❁ وفات رسول اللہ ﷺ کے دن آپ کا موقف 131
(۳)...... سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی میں 133
❁ سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ کا موقف اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت 133
❁ مانعین زکوٰۃ سے جہاد اور لشکر اسامہ کی روانگی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کی گفت وشنید 134
❁ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور یمن سے معاذ رضی اللہ عنہ کی واپسی 136
❁ سچی فراست اور بحرین کے لیے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی نامزدگی پر آپ کی رائے 136
۱۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور یمن سے معاذ رضی اللہ عنہ کی واپسی 136
۲۔ ابومسلم خولانی کے بارے میں آپ کی سچی فراست 137
۳۔ بحرین کے لیے ابان بن سعید کی نامزدگی پر آپ کی رائے 137
❁ مسلمان مقتولین کی دیت کی عدم قبولیت کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے 138
۱۔ مرتدین کے خلاف جنگ میں مسلمان مقتولین کی دیت 138
۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو مخصوص زمین دینے پر آپ کا اعتراض 148
❁ قرآنِ کریم کو جمع کرنا 140

Marfat.com

تیسری فصل..... خلافت کے لیے نامزدگی، نظام حکومت کے اصول اور معاشرتی زندگی

(۱)......ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کرنا 145
❁ خلافت کے لیے نامزدگی 145
❁ استحقاق خلافت پر شرعی نصوص کے واضح اشارے 151
❁ خلافت فاروقی (رضی اللہ عنہ) پر اجماع صحابہ 157
❁ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ 160
❁ شورائیت 167
❁ عدل ومساوات 172
❁ آزادیاں 181
۱۔مذہبی عقیدہ کی آزادی 183
۲۔آمد ورفت اور صبح وشام چلنے پھرنے کی آزادی 186
۳۔حق امن، رہائش گاہ کی حرمت اور ملکیت کی آزادی 189
۴۔آزادئ رائے 193
۵۔کتابیہ عورتوں سے شادی کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے 197
❁ خلیفہ کے اخراجات، ہجری تاریخ کا آغاز اور ''امیر المومنین'' کا لقب 201
❁ ہجری تاریخ کا آغاز 203
❁ امیر المومنین کا لقب 205
(۲)......سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ، عائلی ومعاشرتی زندگی اور اہل بیت کا احترام 207
❁ اوصافِ حمیدہ 207
۱۔خشیت الٰہی اور محاسبۂ نفس 207
۲۔زہد 211
۳۔ورع 215
۴۔تواضع 217
۵۔بردباری 219
❁ عائلی زندگی 221
۱۔رفاہ عامہ کی ملکیت 221
۲۔جنگ جلولاء کے موقع پر مال فے خریدنے پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا محاسبہ 222

Marfat.com

۳۔قرابت داری نفع خوری کا سبب نہیں بن سکتی 222
۴۔وظیفہ تقسیم کرنے میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا 223
۵۔ ایک مہینہ تک تم پر خرچ کیا ہے 223
۶۔اے معیقیب اسے لے لو اور بیت المال میں رکھ دو 224
۷۔عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ اور مشک 224
۸۔بیوی کو عطا کیے گئے ہدیہ کی مخالفت 225
۹۔ملکۂ روم کی طرف سے آپ کی بیوی امّ کلثوم کو ہدیہ 225
۱۰۔امّ سلیط زیادہ حقدار ہیں 226
۱۱۔تم اپنے باپ کو دھوکہ دیتی ہو اور قرابت داروں کی خیر خواہ بنتی ہو 226
۱۲۔تم چاہتے ہو کہ ایک خائن حاکم کی شکل میں اللہ سے ملوں 226
❀ اہل بیت کا احترام ومحبت 228
❀ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خبر گیری 228
❀ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد 229
❀ بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مال فے کے بارے میں عباس وعلی رضی اللہ عنہما کا باہمی نزاع 232
❀ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عبداللہ کا احترام 234
(۳)......عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی اور نظامِ احتساب کا اہتمام 237
❀ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی 237
۱۔سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور خواتین کی خبر گیری 237
۲۔رعایا کے بہترین کارناموں کا لحاظ 243
۳۔معاشرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ، اور لوگوں کی ضروریات کی تکمیل 251
۴۔معاشرہ کی بعض عظیم شخصیتوں کی تربیت 255
❀ معاشرہ میں بعض بے جا تصرفات پر پابندی 256
❀ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کی قربان گاہ 256
❀ اب تمہیں جو مانگنا ہو مانگو 257
❀ یہ چال چھوڑ دو 257
❀ ہمارے دین کا گلا نہ گھونٹو 257
❀ رعایا کی صحت وتندرستی پر آپ کی خصوصی توجہ 257

Marfat.com

❀ ایک شراب نوش کو فاروقی نصیحت 258
❀ مخصوص مجلسوں کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے 259
❀ فاروقی نظام احتساب یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر 260
❀ دریائے نیل کی دلہن 262
❀ تو ایک پتھر ہے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے 263
❀ بیعت رضوان والے درخت کو کاٹنا 264
❀ دانیال علیہ السلام کی قبر 264
❀ کیا تم اپنے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو سجدہ گاہ بنانا چاہتے ہو؟ 264
❀ میں لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اصل کارساز اللہ ہی ہے 264
❀ حقیقت میں اللہ پر بھروسہ کرنے والے کسان ہوتے ہیں 265
❀ سن لو! ہم اقتدا اور اتباع کرتے ہیں، بدعت نہیں ایجاد کرتے 265
❀ عبادات کا اہتمام 267
❀ صلوٰۃ (نماز) 267
❀ تراویح 271
❀ زکوٰۃ، حج اور رمضان 273
❀ تجارت اور بازاروں کا اہتمام 275
❀ عمر رضی اللہ عنہ نے خرید وفروخت میں تاجروں کے لیے حلال وحرام کی معرفت لازم کردی 278
❀ لوگوں کو محنت کا حکم دینا اور کمائی پر ابھارنا 279
❀ اہم مسلم شخصیات کی تجارت سے کنارہ کشی پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خوف 280
❀ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پہرے داری اور راتوں کا گشت 281
❀ شیر خوار بچوں کو جلدی دودھ چھڑانے کی ممانعت 281
❀ فوجیوں کے لیے ان کی بیویوں سے جدائی کی مدت مقرر کرنا 282
❀ مجاہدین کی عزتوں کی حفاظت 284
❀ کیا تم قیامت کے دن میری طرف سے میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ 288
❀ اے امیر المومنین! اپنے ساتھی کو لڑکے کی خوش خبری دیجیے 290
❀ اللہ کی قسم! میں ایسی نہیں ہوں کہ مجلس میں اس کی بات مانوں 291
❀ جانوروں سے شفقت اور رحم دلی 292

❀ کیا اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ لادتے ہو جسے اٹھانے کی وہ طاقت نہیں رکھتا؟ 292
❀ کیا تم نہیں جانتے کہ اس کا بھی تم پر حق ہے؟ 292
❀ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ صدقہ کے اونٹوں کا علاج کرتے تھے 293
❀ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری کرنے کے لیے تو نے ایک چوپائے کو عذاب دے دیا 293
❀ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے یہاں میری باز پرس نہ ہو 293
❁ عہد فاروقی میں زلزلہ 294
(۴)......عمر رضی اللہ عنہ کا علم، علماء اور مبلغین اسلام پر خصوصی توجہ 295
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم سے شغف 295
۱۔ حدیث قبول کرنے میں احتیاط، علمی مذاکرہ، اور نامعلوم مسائل کے بارے میں استفسار 296
۲۔ طلب علم پر رغبت دلانے والے فاروقی اقوال 298
۳۔ مدینہ میں اپنی رعایا کی تعلیم و رہنمائی کی کوشش 299
❀ خطبہ فاروقی اور حکمت و اسرار کی باتیں 301
❀ لوگوں کے ظاہر کو دیکھنا اور باطن کو چھوڑنا 301
❀ بعض بخل نفاق کا حصہ ہیں 301
❀ میں چاہتا ہوں کہ برابر سرابر چھوٹ جاؤں نہ مجھے کچھ ملے اور نہ میرا مواخذہ ہو 302
❀ آپ کے حکیمانہ اقوال جو لوگوں میں ضرب المثل بن گئے 302
❀ جس نے اپنا راز راز رکھا، بھلائی اس کے ہاتھ میں رہی 303
❀ جس نے خود کو مقام تہمت پر کھڑا کیا وہ اپنے ساتھ بدظنی کرنے لگا 303
❀ اگر تمہارے بھائی کی زبان سے تمہارے حق میں بری بات نکل گئی 303
❀ زیادہ قسمیں نہ کھاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دے 303
❀ جس نے تمہارے حق میں برا کیا اسے اسی طرح برا بدلہ نہ دو 304
❀ سچے بھائیوں کو دوست بناؤ 304
❁ عمر رضی اللہ عنہ کا مدینۃ النبی کو فقہ و فتاویٰ کا مرکز بنانا 305
۱۔ مکی درس گاہ 310
۲۔ مدنی درس گاہ 313
۳۔ بصری درس گاہ 314
۴۔ کوفی درس گاہ 319

Marfat.com

۵۔شامی درس گاہ 322
۶۔مصری درس گاہ 328
❊ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور شعر وشعراء 332
۱۔سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا شاعرانہ ذوق 333
۲۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حطیئہ وزبرقان بن بدر 337
۳۔شعر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پختہ ارادہ کو نرمی اور شفقت میں بدل دیتا ہے 342
۴۔عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت ناقد ادب عربی 349
❊ عربی زبان کا لحن سے پاک ہونا 351
❊ مانوس الفاظ کا استعمال، اور بھونڈے بھدے کلمات نیز تعقید سے کلام کا پاک ہونا 352
❊ کلام کا واضح اور عام فہم ہونا 352
❊ معانی کے حساب سے الفاظ ہوں 353
❊ لفظ کا حسن وجمال مناسب مقام پر استعمال کرنے میں پنہاں ہے 353
❊ کلام کی بہترین ترتیب وتقسیم 354
(۵)......نو آبادیاتی تعمیر وترقی اور بحران کا حل نو آبادیاتی تعمیر وترقی 358
❊ سڑکوں اور خشکی وسمندری وسائل نقل وحمل کا اہتمام 359
❊ سرحدوں پر شہروں کی تعمیر فوجی اور تمدنی مراکز کے طور پر 361
❊ شہر بصرہ 363
❊ شہر کوفہ 365
❊ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اندیشہ کہ کہیں مسلمان عیش وعشرت کے دلدادہ نہ ہوجائیں 368
❊ فرمان فاروقی کہ ''ان عمارتوں میں بھلائی ہے جو تمہیں حد اعتدال میں رکھیں'' 370
❊ فرمان فاروقی ''سنت کو لازم پکڑو یقیناً تمہیں حکومت ملے گی'' کی مختصر توضیح 370
❊ شہر فسطاط 373
❊ لیبیا کا شہر ''سرت'' 375
❊ مفتوحہ شہروں میں فوجی چھاؤنیاں 375
❊ ملک شام کی فوجی چھاؤنیاں 376
❊ دمشق کی فوجی چھاؤنی 376
❊ حمص کی فوجی چھاؤنی 376

❁ قنسرین کی فوجی چھاؤنی 376
❁ فلسطین کی فوجی چھاؤنی 376
❁ اردن کی فوجی چھاؤنی 376
❁ اقتصادی بحران (عام الرمادۃ) 377
۱: آپ رضی اللہ عنہ نے خود کو دوسروں کے لیے نمونہ بنا کر پیش کیا 377
۲: ''عام الرمادہ'' میں پناہ گزینوں کا کیمپ 380
۳: صوبوں کے گورنروں سے تعاون کا مطالبہ 382
۴: اللہ تعالیٰ سے مدد طلبی وفریاد رسی اور نماز استسقاء 385
۵: قحط سالی کے موقع پر شرعی حد کے نفاذ پر پابندی 389
۶: عام الرمادہ میں ادائیگی زکوٰۃ میں تاخیر کا جواز 390
❁ طاعون 390
۱۔ حجاز وشام کی سرحد ''سرغ'' سے عمر رضی اللہ عنہ کا واپس لوٹنا 391
۲۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات 392
۳۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات 395
۴۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شام روانگی اور وہاں کے معاملات کو منظم کرنا 397
۵۔ طاعون زدہ زمین میں جانے اور نکلنے کا حکم 399

چوتھی فصل...... وزارت خزانہ ووزارت عدل اور عہد فاروقی میں ان کی ترقی

(۱)...... وزارتِ خزانہ 403
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملکی آمدنی کے ذرائع 403
۱۔ زکوٰۃ 405
۲۔ جزیہ 407
تغلب کے نصاریٰ سے عمر رضی اللہ عنہ کا دوگنا صدقہ وصول کرنا 412
۳۔ خراج (لگان) 415
کیا خراجی زمین کے بارے میں فاروقی موقف سنت کے خلاف تھا؟ 420
خراجی زمین کی عدم تقسیم کے پیچھے بلند مقاصد 426
۴۔ عشور (کسٹم آمدنی) 429
۵۔ فے اور مالِ غنیمت 433

Marfat.com

❀ اسلامی بیت المال اور دواوین (رجسٹر و دفاتر) کا انتظام 434
❀ عہد فاروقی کے ملکی اخراجات 439
۱۔ زکوٰۃ کے اخراجات 440
۲۔ جزیہ، خراج (لگان) اور عشور (کسٹم) کے اخراجات 443
۳۔ اموالِ غنیمت کے مصارف (مدات) 447
۴۔ ملک کی اقتصادی ترقی سے متعلق چند فاروقی اقدامات 449
❀ اسلامی سکے کا اجرا 449
❀ زرعی ترقی کے لیے جاگیر مقرر کرنا 450
(۲)...... وزارتِ عدل 452
❀ قاضیوں کے نام سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے چند اہم خطوط 455
❀ قاضیوں کی تقرری، ان کی تنخواہیں اور عدالتی دائرۂ کار 458
۱۔ قاضیوں کی تقرری 458
۲۔ قاضیوں کی تنخواہیں 458
۳۔ قاضیوں کا عدالتی دائرۂ کار 459
❀ قاضی کے اوصاف اور اس کے فرائض 460
❀ قاضی کے اوصاف 460
❀ شرعی احکام کا علم 460
❀ تقویٰ 460
❀ لوگوں کی دولت سے بے رغبتی 460
❀ ذہانت و دور اندیشی 460
❀ معتدل سختی و متعدل نرمی 461
❀ شخصی قوت و دبدبہ 461
❀ صاحب ثروت اور اعلیٰ حسب و نسب والا ہونا 462
❀ قاضی کے فرائض 462
۱۔ اخلاص وللّٰہیت 462
۲۔ معاملہ کی مکمل تحقیق 462

Marfat.com

۳۔ اسلامی شریعت کا فیصلہ 463
۴۔ پیچیدہ و مشکل معاملات میں مشورہ طلبی 463
۵۔ فریقین کے ساتھ یکساں برتاؤ 463
۶۔ کمزور کی ہمت افزائی 464
۷۔ پردیسی کے دعویٰ پر فوری عدالتی کارروائی یا اس کے قیام وطعام کا انتظام کرنا 464
۸۔ کشادہ دل اور متحمل مزاج ہونا 464
۹۔ ہر اس چیز سے اجتناب جو قاضی (کی حق گوئی) پر اثر انداز ہو 465
۱۰۔ ظاہری دلائل وقرائن کا اعتبار 465
۱۱۔ طرفین میں مصالحت کی کوشش 466
۱۲۔ حق کی طرف پلٹنا 466
۱۳۔ فردِ جرم ثابت ہونے تک متہم کی تہمت سے براءت 468
۱۴۔ نص شرعی کے مقابلے میں اجتہاد کا عدم جواز 468
۱۵۔ قاضیوں کا خود کو قضاء کے فیصلے کے تابع کرنا 468
❁ عدالتی احکامات کے مصادر 469
❁ قاضی کن دلائل پر اعتماد کرے گا 472
۱۔ اقرار 472
۲۔ گواہی 472
۳۔ قسم 473
۴۔ اثبات نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسی 474
۵۔ قرائن 474
۶۔ قاضی کا علم 474
❁ چند جرائم وبدعنوانیوں کے بارے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قانونی سزائیں 476
۱۔ حکومت کی جعلی مہر بنوالینا 476
۲۔ ایک آدمی کوفہ میں اسلامی بیت المال سے چوری کرتا ہے 476
۳۔ عام الرمادہ (قحط سالی کے سال) میں چوری کی سزا کا حکم 476
۴۔ پاگل زانیہ عورت 477
۵۔ ایک ذمی نے مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا 477

Marfat.com

۶۔ کچھ عورتیں زنا پر مجبور کی گئیں 477
۷۔ حرمت زنا سے عدم واقفیت کا حکم 478
۸۔ ایک عورت نے عدت کے ایام میں شادی کر لی 478
۹۔ منکوحہ نے خفیہ طریقے سے دوسرے آدمی سے شادی رچائی 478
۱۰۔ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ''زنا'' کے معاملہ میں متہم ہونا 478
۱۱۔ اس عورت کا حکم جس نے شادی کے لیے خود کو اپنے غلام کے حوالے کیا 478
۱۲۔ ایک عورت اپنے شوہر پر اپنی لونڈی سے زنا کی تہمت لگاتی ہے 479
۱۳۔ طنز و اشارہ میں تہمت لگانے پر حد تہمت کا نفاذ 479
۱۴۔ عزت پر ڈاکہ ڈالنے والے یہودی کا خون مباح ہے 479
۱۵۔ محرماتِ الٰہیہ کا تقدس چاک کرنے والے مقتول کی کبھی دیت نہیں دی جائے گی 480
۱۶۔ اگر اس میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا 481
۱۷۔ جادوگر کی سزا قتل ہے 481
۱۸۔ اپنی اولاد کے قاتل اور ذمی کے مسلمان قاتل کا کیا حکم ہے؟ 482
۱۹۔ دیت اور قسامہ ایک ساتھ 482
۲۰۔ اے اللہ! میں نہ حاضر تھا، نہ حکم دیا، نہ راضی ہوں اور نہ واقعہ سن کر خوش ہوں 482
۲۱۔ شراب نوشی کی حد اسّی (۸۰) کوڑے مقرر کرنا 483
۲۲۔ شراب کی دکان نذرِ آتش کر دینا 483
۲۳۔ پاک دامن مسلمان خاتون کی طرح اس کا نکاح کر دو 484
۲۴۔ ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اسے میراث سے محروم کر دیتا ہے 484
۲۵۔ حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت 485
❁ شخصی ملکیت پر پابندیاں لگانا تاکہ اس کے استعمال میں بے راہ روی نہ ہو 486
❁ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین شمار کیا 488
❁ نکاح متعہ کی حرمت 491
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی چند فقہی ترجیحات 493

پانچویں فصل..... گورنران ریاست کے ساتھ فاروقی طرز عمل

(ا)..... ملک کی ریاستیں (صوبے) 499
❁ مکہ مکرمہ 499

Marfat.com

❁ مدینہ نبویہ 500
❁ طائف 500
❁ یمن 501
❁ بحرین 502
❁ مصر 504
❁ شام اور اس کی ریاستیں 506
❁ عراق اور فارس کی ریاستیں 508
❁ بصرہ 509
❁ کوفہ 511
❁ مدائن 513
❁ آذربائیجان 514
(۲)...... دور فاروقی میں گورنران ریاست کی تقرری 516
❁ گورنران ریاست کی تقرری کا فاروقی معیار اور اس کی لازمی شرطیں 516
۱۔ قوت وطاقت اور امانت داری 516
۲۔ تقرری میں علم کی اہمیت 517
۳۔ تجربہ کاری اور بصیرت 517
۴۔ دیہاتی اور شہری 518
۵۔ رعایا پر شفقت ومہربانی 518
۶۔ اپنے قرابت داروں میں سے کسی کو حاکم نہ بنانا 519
۷۔ طالب عہدہ کو عہدہ نہ دینا 520
۸۔ گورنروں کو تجارت کرنے کی ممانعت 520
۹۔ افسران کی تقرری کے وقت ان کی جائیداد کی پڑتال 520
۱۰۔ افسران کی تقرری کے وقت چند شرائط کی پابندی کا معاہدہ 520
۱۱۔ والیان ریاست کے انتخاب اور ان کی تقرری کے لیے مشورہ 521
۱۲۔ گورنروں کی تقرری سے پہلے ان کا امتحان لینا 521
۱۳۔ مقامی لوگوں کو گورنر بنانا 522
۱۴۔ قرارداد خلافت 522

Marfat.com

۱۵۔ مسلمانوں کے معاملات میں نصاریٰ سے عدم تعاون 523
❁ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنران ریاست کی چند اہم صفات وخصوصیات 523
۱۔ زہد 523
۲۔ تواضع 524
۳۔ ورع 525
۴۔ سابق گورنروں کا احترام 525
❁ گورنروں کے حقوق 526
۱۔ غیر معصیت کے کاموں میں گورنروں کی اطاعت 526
۲۔ گورنروں کے لیے خیر خواہی 527
۳۔ والیان ریاست تک سچی خبریں پہنچانا 527
۴۔ گورنر کے موقف کی تائید کرنا 527
۵۔ امیر کو اجتہاد کا مکمل اختیار ہے 527
۶۔ معزولی کے بعد ان کی عزت واحترام 528
۷۔ ان کے مادی حقوق 528
۸۔ عمال اور گورنروں کی بیماری کے وقت ان کا علاج کرانا 530
❁ گورنر اوران کی ذمہ داریاں 531
۱۔ اقامت دین 531
۲۔ رعایا کے لیے امن وسکون کو یقینی بنانا 534
۳۔ جہاد فی سبیل اللہ 534
۴۔ عوام کو معاشی خوشحالی فراہم کرنے کی جدوجہد 537
۵۔ افسران وملازمین کی تقرری 538
۶۔ ذمیوں کے حقوق کی رعایت 539
۷۔ دانشوران قوم سے مشورہ طلبی اوران کی عزت وتوقیر 539
۸۔ ریاست کے تعمیراتی منصوبوں پر توجہ 539
۹۔ باشندگان ریاست کے معاشرتی احول وظروف کی رعایت 540
۱۰۔ عربی اور غیر عربی میں عدم امتیاز 540
❁ شعبہ ترجمہ اور گورنران کے اوقات عمل 541

Marfat.com

❁ شعبہ ترجمہ 541
❁ گورنران کے اوقات عمل 542
(۳)......والیان ریاست کی نگرانی اور ان کا فاروقی محاسبہ 543
❁ والیان ریاست کی نگرانی 543
۱۔ والیان ریاست دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں 544
۲۔والیان ریاست سے وفود بھیجنے کا مطالبہ 544
۳۔ڈاک خانے کے خطوط و رسائل 545
۴۔محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مفتش عام (انسپکٹر جنرل) کی حیثیت سے 545
۵۔حج کا موسم 545
۶۔اسلامی ریاستوں کا تحقیقاتی دورہ 546
۷۔سرکاری دستاویزات اور فائلوں کی حفاظت 547
❁ والیان ریاست کے بارے میں رعایا کی شکایتیں 548
۱۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف اہل کوفہ کی شکایت 548
۲۔مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں 551
۳۔بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں 553
۴۔سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے خلاف حمص والوں کی شکایت 554
۵۔رعایا کے ایک فرد کے ساتھ حقارت واستہزاء کی وجہ سے گورنر کی معزولی 555
❁ عہد فاروقی میں والیان ریاست کو دی جانے والی سزاؤں کی نوعیت 556
۱۔غلطی کرنے کی صورت میں امراء و گورنران سے بدلہ دلانا 556
۲۔غلطی کرنے کی صورت میں والی کو معزول کرنا 556
۳۔والیان ریاست کے گھروں کے کچھ حصوں کو گرا دینا 557
۴۔تادیبی کارروائی میں مارنا پیٹنا 558
۵۔عہدۂ گورنری سے ہٹا کر بکری کا چرواہا بنا دینا 558
۶۔والیان ریاست کا مال تقسیم کر لینا 559
۷۔زبانی اور تحریری ڈانٹ پھٹکار 560
❁ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا واقعہ 561
۱۔پہلی معزولی 562

Marfat.com

۲۔دوسری معزولی 566
۳۔خالد کی معزولی کے اسباب کا اجمالی بیان وبعض فوائد 568
۴۔خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات اور بستر مرگ پر فاروقی عظمت کا اعتراف 572

چھٹی فصل ...... عہد فاروقی میں عراق ومشرق کی فتوحات

(۱)...... عراق ومشرق کی فتوحات کا دوسرا مرحلہ 577
❁ ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کی امارت میں عراق کی جنگ 577
❁ نمارق، سقاطیہ اور باروسما کے معرکے 579
۱۔معرکہ نمارق ۱۳ ہجری 579
۲۔کسکر میں معرکہ سقاطیہ 580
۳۔معرکہ باروسما ۱۳ ہجری 582
❁ معرکہ جسر ۱۳ ہجری 583
❁ معرکہ جسر کے اہم دروس وعبر اور فوائد 586
❁ سچا خواب 586
❁ دو غلطیاں ہزیمت کا سبب بنیں 586
❁ میدانی قیادت کی اہمیت 587
❁ مثنی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں عزم وحوصلے کی روح پھونکتے ہیں 587
❁ مخلص مسلمان جب بھی کسی مصیبت میں واقع ہوئے 587
❁ ہزیمت کی خبر سننے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کا موقف 588
❁ معرکۂ بویب ۱۳ ہجری 589
۱۔معرکہ ختم ہونے کے بعد جنگی کانفرنس 591
۲۔واپسی کا راستہ کاٹ دینے پر مثنی رضی اللہ عنہ کی ندامت 592
۳۔مثنی رضی اللہ عنہ کو فوجی نفسیات کا علم ہونا 593
۴۔مجاہدین کی عورتوں کا قابل تحسین موقف 595
۵۔شکست خوردہ فوجی دستوں کو کھدیڑنا 596
❁ بازاروں پر چھاپہ مار حملے 596
❁ اسلامی فتوحات پر ایرانیوں کا ردعمل 601
❁ مثنی رضی اللہ عنہ کے نام فاروقی مشورے اور ہدایات 602

Marfat.com

(۲)......معرکہ قادسیہ 604
❁ جنگ عراق کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت 605
۱۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت 606
۲۔دوسری وصیت 606
۳۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خطبہ 608
۴۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عراق میں اور مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات 609
۵۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عراق روانگی اور عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت 611
۶۔ارتداد سے سچی توبہ کرنے والوں سے استعانت 614
۷۔امیر المومنین کی طرف سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط 615
۸۔سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں فتح ونصرت کے معنوی اسباب 616
۹۔سعد رضی اللہ عنہ کا قادسیہ کے جغرافیائی محل وقوع اور وہاں کی حالت سے امیر المومنین کو آگاہ کرنا 617
❁ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام شاہان مناظرہ کے لیے اسلامی وفد روانہ کرنے کا فاروقی حکم 619
❁ رستم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وفد بھیجتے ہیں 622
❁ جنگ کی تیاری 625
❁ اذان سن کر رستم کی گھبراہٹ 628
❁ اسلامی لشکر کا حوصلہ بلند کرنا 629
۱۔یوم ارماث 631
۲ یوم اغواث 637
۳۔یوم عماس 648
۴۔یوم القادسیہ 654
جنگ قادسیہ کے دروس، مواعظ اور فوائد 658
۱۔معرکہ قادسیہ کی تاریخ اور مستقبل کی فتوحات میں اس کی تاثیر 658
۲۔فتح قادسیہ کے بعد فاروقی خطبہ 659
۳۔مسلمانوں کے نزدیک وفاداری اور عدل پروری میں کوئی رخصت نہیں 659
۴۔ معرکہ قادسیہ میں ملنے والے خمس کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین میں لوٹا دیا 662
۵۔سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زہرہ بن حویہ کا اعتماد بحال کرلاتے ہیں 662
۶۔موذن کی شہادت اور اذان دینے کے لیے مسلمانوں کا باہمی مسابقہ 663

Marfat.com

۷۔ معرکہ قادسیہ میں مسلمانوں کی عسکری و فوجی حکمت عملی 663
۸۔ معرکہ قادسیہ کی مناسبت سے چند اشعار 666
❁ آیئے! اب عبرت کی نگاہوں سے فتح مدائن کا مطالعہ کریں 672
۱۔ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ الٰہی تائید و مدد 672
۲۔ مظلم ساباط میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری اور آیت قرآنی کی تلاوت 673
۳۔ دریائے دجلہ عبور کرنے سے متعلق سعد رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج کا باہمی مشورہ 674
۴۔ دریائے دجلہ کو عبور کرنا اور فتح مدائن 675
۵۔ مسلمان دریا عبور کرتے ہیں 677
۶۔ مسلمانوں کی امانت داریوں کے چند بے نظیر نمونے 678
❁ معرکۂ جلولاء 681
الف: ہماری فوج نے اپنے کارناموں سے ہماری زبانیں کھول دی ہیں 682
ب: جلولاء کے مال غنیمت سے متعلق سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف 683
❁ فتح رامہرمز 684
❁ فتح تستر 684
❁ نماز کے مقابلے مجھے دنیا اور اس کی کوئی چیز پسند نہیں 686
❁ براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو عظمت و شرف کا تمغہ 686
❁ امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کے درمیان گفتگو 687
❁ جندی سابور کی فتح 689
❁ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور شہر کسکر 689
(۳)...... معرکہ نہاوند (فتح الفتوح) 690
❁ پہلا دستہ 692
❁ دوسرا دستہ 692
❁ تیسرا دستہ 692
❁ سپہ سالار کی شہادت کے وقت دیگر قائدین کی نامزدگی 693
الف: جنگ شروع کرنے سے پہلے معائنہ کاروں کا وفد بھیجنا 694
ب: دشمن کو بھٹکانے کی جنگی حکمت عملی 694
ج: حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتخاب 695

Marfat.com

(۴)......مشرق میں فتوحات کے دروازے کھل جانا 696
❁ ہمدان پر دوسری فتح ۲۲ھ میں 696
❁ فتح رَے ۲۲ھ 697
❁ قومیس اور جرجان کی فتح ۲۲ھ 697
❁ فتح آذربیجان ۲۲ھ 698
❁ فتح باب ۲۲ھ 698
❁ ترکوں سے پہلا معرکہ 699
❁ معرکۂ خراسان ۲۲ھ 699
❁ فتح اصطخر ۲۳ھ 703
❁ ''فسا'' اور ''دارابجرد'' کی فتح ۲۳ ہجری 703
❁ فتح کرمان وسجستان ۲۳ ہجری 704
❁ فتح مکران ۲۳ ہجری 704
❁ کردوں سے جنگ 704
(۵)......فتوحات عراق و مشرق سے مستنبط ہونے والے دروس و عبر اور فوائد 706
❁ مجاہدین اسلام کے دلوں میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ کی تاثیر 706
❁ جہاد فی سبیل اللہ کے بعض مفید نتائج 710
❁ فتوحات عراق و بلاد مشرق میں اللہ کی سنتوں کا ظہور 711
۱۔اسباب ووسائل کا استعمال 711
۲۔تدافع (ایک گروہ کے ذریعے سے دوسرے گروہ کو ہٹانے) کا قانون الٰہی 711
۳۔ابتلا و آزمائش کا قانون الٰہی 712
۴۔ظلم اور ظالموں کے بارے میں قانون الٰہی 712
۵۔خوشحالوں اور عیش پرستوں کے بارے میں قانون الٰہی 713
۶۔سرکشی اور سرکشوں کے بارے میں قانون الٰہی 714
۷۔بتدریج اعمال کی انجام دہی کا قانون الٰہی 714
۸۔افکار و اخلاق میں تبدیلی برپا کرنے کی سنت الٰہی 715
۹۔گناہوں اور بداعمالیوں کے بارے میں سنت الٰہی 715

Marfat.com

ساتویں فصل...... فتوحات شام، مصر اور لیبیا

(ا)......فتوحات شام 719
❁ خالد بن ولید اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو 720
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما کے مشترکہ خط کا جواب 721
❁ فتح دمشق 722
ا۔ طرفین کی فوجیں 724
۲۔ دمشق کا محل وقوع اور ماحول 725
۳۔ رفتار جنگ 726
❁ فتح دمشق کے اہم دروس وعبر اور فوائد 728
❁ فتح دمشق بذریعہ صلح یا جنگ؟ 728
❁ فتح دمشق کا تاریخی تعین 728
❁ بعض جنگی اصولوں کا عملی نفاذ 729
❁ فتح دمشق سے متعلق بعض اشعار 729
❁ فتح دمشق کے بعد 730
❁ معرکہ ''فحل'' 730
❁ جنگ فحل کے موقع پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شعری کلام 732
❁ فتح بیسان وطبریہ 734
❁ معرکہ حمص ۱۵ ہجری 734
❁ معرکہ قنسرین ۱۵ ہجری 735
❁ معرکہ قیساریہ ۱۵ ہجری 735
❁ بیت المقدس کی فتح ۱۶ ہجری 736
ا۔ مشاغلہ (الجھانا) 737
۲۔ استسلام (خود سپردگی) 738
۳۔ بیت المقدس کا محاصرہ کس نے کیا؟ روایات کا اختلاف اور تحقیق کا نتیجہ 739
۴۔ معاہدہ نامہ 741
❁ اہم دروس وعبر اور فوائد 742
الف: واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا فدائی موقف 742

۹۲۶۷۸

ب: معرکہ فحل سے کچھ پہلے رومیوں کے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سفارت 742
ج: فتح قیساریہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا موقف 744
د: معرکہ مرج الصفر میں ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا 745
ھ: شاہ روم قیصر کا الوداعی سلام، شام والوں کے نام 746
و: اللہ نے تمھیں اسلام کے ذریعے سے عزت دی ہے 746
ز: شام پہنچنے کے بعد باب جابیہ پر خطبہ 747
ح: اے ابوعبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے بدل دیا 747
ط: معاہدۂ بیت المقدس سے متعلق چند باتیں 748
ی: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا 749
❁ فتح جزیرہ ۱۷ ہجری 753
(۲)..... فتوحات مصر ولیبیا 754
❁ اسلامی فتوحات کا رخ مصر کی جانب 755
۱۔ فتح فرما 755
۲۔ فتح بلبیس 757
۳۔ معرکہ ام دنین 759
۴۔ معرکہ قلعہ بابلیون 760
(۳)..... فتح مصر کے اہم دروس وعبر اور فوائد 767
❁ عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کی سفارت 767
❁ فتوحات مصر میں جنگی فنون 772
۱۔ نفسیاتی جنگ 772
۲۔ کمین گاہوں سے اچانک حملہ کرنا 773
۳۔ محاصرہ کے دوران اچانک حملہ کرنا 773
۴۔ محاصرہ کو صبر واستقامت کے ساتھ طول دینا 774
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فتح کی بشارت 774
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایفائے عہد 776
❁ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما 777
❁ امیر المومنین کے لیے مصر میں رہائش گاہ 778

Marfat.com

❁ کیا اسکندریہ کا کتب خانہ مسلمانوں نے نذر آتش کیا؟ 778
❁ پادری بنیامین سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ملاقات 780
(۴)...... دور فاروقی کی فتوحات کے اہم دروس وعبر اور فوائد 782
❁ اسلامی فتح کا مزاج 782
❁ فوجی قائدین کے انتخاب کا فاروقی منشور 784
۱۔ قائد تقویٰ شعار، عبادت گزار، اور شرعی احکامات کا عالم ہو 784
۲۔ قائد متحمل مزاج ہو جلد باز نہ ہو 784
۳۔ قائد جرأت مند، بہادر اور تیر انداز ہو 784
۴۔ قائد دور اندیش، ذہین اور تجربہ کار ہو 785
۵۔ قائد ہوشیار و ماہر ہو، اسے جنگی بصیرت حاصل ہو 785
۶۔ جذبہ عمل کا اعتبار 785
❁ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خطوط میں اللہ تعالیٰ، قائدین لشکر اور فوجیوں کے حقوق کا ذکر 786
❁ اللہ تعالیٰ کے حقوق 786
۱۔ دشمن کے مقابلے میں صبر وثبات کا مظاہرہ کرنا 786
۲۔ جنگ کا مقصد مذہب اسلام کی نصرت وسربلندی 787
۳۔ امانت داری برتنا 787
۴۔ دین الٰہی کی تائید میں غیر جانب داری 788
❁ قائد کے حقوق 788
۱۔ امیر کی اطاعت 788
۲۔ تمام تر معاملات کو امیر کے فیصلہ پر چھوڑ دینا 788
۳۔ امیر کے حکم کی فرمانبرداری کرنے میں جلدی کرنا 789
۴۔ مال غنیمت تقسیم ہوتے وقت امیر کی تقسیم پر راضی رہنا 790
❁ فوجیوں کے حقوق 790
۱۔ جائزہ لینا اور خبر گیری کرنا 791
۲۔ فوجوں کو لے کر چلنے میں نرمی کرنا 791
۳۔ کوچ کے وقت فوج سے ملنا 792
۴۔ جنگ کے دوران ان کی غلطی نظر انداز کرنا 792

Marfat.com

۵۔اقامت اور کوچ کے وقت فوج پر پہرہ دار مقرر کرنا 794
۶۔فوج اتارنے کے لیے مناسب جگہ کا انتخاب 795
۷۔فوج کے لیے سامان رسد اور گھوڑے کے لیے چارہ کا انتظام 796
۸۔فوجوں کو جنگ پر ابھارنا 796
۹۔ثواب الٰہی اور شہادت کی فضیلت بیان کرنا 797
۱۰۔حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دینا 797
۱۱۔تجارت وزراعت جیسی تمام مصروفیات سے انہیں الگ رکھنا 798
❁ ملکی سرحدوں کی حفاظت کا اہتمام 798
❁ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بین الاقوامی تعلقات 804
❁ فاروقی فتوحات کے چند اہم نتائج 805
(۵)......سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام 807
❁ فتنوں سے متعلق سیّدنا عمر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو 807
۱۔۲۳ھ میں زندگی کے آخری حج سے واپسی پر دعا 809
۲۔شوق شہادت 809
۳۔عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ کا خواب 810
۴۔سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے متعلق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا خواب 810
۵۔مدینہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری خطبہ جمعہ 811
۶۔زخمی ہونے سے قبل عمر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات 811
۷۔مدینہ میں جنگی غلاموں کی رہائش پر فاروقی پابندی 811
❁ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جدید قیادت کے لیے مجلس شوریٰ 812
❁ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت 812
❁ اپنے بعد انتخاب خلیفہ کے لیے جدت طرازی 814
الف: مجلس شوریٰ کے اراکین اور ان کے نام 816
ب: خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ 816
ج: انتخاب اور مشاورت کی مدت 816
د: خلیفہ کے انتخاب کے لیے کتنے ووٹ کافی ہیں 816
ھ: اختلاف کے وقت فیصل کون ہو؟ 817

Marfat.com

و: پاک طینت وتقویٰ شعار جماعت کے ذریعے سے انتخابی کارروائی کی نگرانی 817
❁ اپنے بعد کے خلیفہ کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت 818
ا۔ مذہبی پہلو 820
۲۔ سیاسی پہلو 821
۳۔ فوجی پہلو 821
۴۔ مالی واقتصادی پہلو 822
۵۔ معاشرتی پہلو 822
❁ زندگی کے آخری لمحات 823
ا۔ تاریخ وفات اور زندگی کے سال 824
۲۔ غسل، نماز جنازہ اور تدفین 825
۳۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ 825
۴۔ تدفین 826
۵۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ 826
۶۔ مسلمانوں پر آپ کی شہادت کا اثر 827
❁ اہم دروس وعبر اور فوائد 828
ا۔ کافروں کے دلوں میں مومنوں کے خلاف عداوت وحسد کی آگ سے آگاہی 828
۲۔ عاجزی وفروتنی اور خوف وخشیت الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف 829
۳۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایثار 831
۴۔ بستر مرگ پر بھی بھلائی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے رہے 832
۵۔ منہ پر تعریف کرنے کا جواز بشرطیکہ موصوف کے فتنے میں واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو 833
۶۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بارے میں کعب احبار کے موقف کی حقیقت 833
۷۔ صحابہ اور اسلام کی طرف سے مدح ومنقبت اور تعزیتی کلمات 838
۸۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی دور حاضر کے علماء وادباء کی زبانی 840
۹۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض مستشرقین کے اقوال 843
۱۰۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات پر مرثیہ کے چند اشعار 844
❁ مراجع ومصادر 847

عرضِ ناشر

خوب گورے چٹے، سرخی مائل رنگ ۔ دونوں رخسار، ناک اور دونوں آنکھیں نہایت خوبصورت ۔ دونوں پاؤں اور ہتھیلیاں موٹی، گوشت سے بھرے ہوئے اعضاء، دراز قامت اور مضبوط جسم کے مالک ۔ سر کے آگے کے بال گرے ہوئے، قدوقامت اتنی لمبی گویا کہ گھوڑے پر سوار ہوں، سخت طاقتور، بہادر۔مہندی کا خضاب لگاتے، مونچھیں دونوں طرف بڑھی رہتیں، جب چلتے تو تیز چلتے اور جب بولتے تو تیز آواز سے بولتے اور مارتے تو کاری ضرب لگاتے۔

یہ تھے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ...... جنہوں نے اپنی زندگی کا لمبا عرصہ زمانۂ جاہلیت میں گزارا اور قریش کے اپنے ہم عمروں کے ساتھ پلے بڑھے، آپ اس اعتبار سے ان سے ممتاز تھے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پڑھنا سیکھ لیا تھا اور ایسے لوگ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔

آپ نے بچپن ہی سے ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا، اور سختی و تنگی کے ماحول میں جوان ہوئے، ایسی سختی کہ عیش و عشرت اور مالداری کی کسی علامت کو جانا ہی نہیں، آپ کے باپ خطاب سختی سے آپ کو چراگاہ کی طرف اونٹ چرانے کے لیے بھیجتے تھے۔ بلاشبہ اسلام لانے سے پہلے مکے کی زندگی میں جناب عمر رضی اللہ عنہ کے اس پیشے (گلہ بانی) سے جڑے رہنے نے ان کو قوت تحمل و برداشت، بہادری اور سخت گیری جیسی صفات کا مالک بنادیا۔

لیکن جب اسلام قبول کیا، اس کی خوبی وحقیقت کو پہچان لیا، ہدایت و گمراہی، ایمان و کفر اور حق و باطل کے درمیان حقیقی فرق سے واقف ہوگئے تو نقشہ ہی اُلٹ گیا۔ایسی روشن زندگی گزاری کہ جس کی شرافت، بزرگی، اخلاص، جہاد اور دعوت الی اللہ کا معمولی حصہ بھی دوسری قوموں کی تمام تاریخ نہیں سمیٹ سکی۔

آپ نے نظام حکومت کی اساسیات مثلاً شورائیت، عدل و انصاف، لوگوں میں مساوات اور آزادی فکر ونظر کو واضح کیا۔آپ کی خاندانی زندگی، اہل بیت کا خصوصی احترام اور منصب خلافت پر فائز ہوجانے کے بعد معاشرہ کی خواتین کی دیکھ بھال، اپنی رعایا کے صلحاء و مصلحین کی حفاظت، لوگوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے اہتمام اور سماج کے سرکردہ افراد کی تربیت، بعض نامناسب اور بے جا تصرفات پر نکیر، صحت عامہ اور نظام احتساب کا اہتمام، تجارت اور بازاروں کی اصلاح، نیز معاشرہ میں شریعت کے اہم مقاصد کے لازمی وجود کی طرف آپ کی خاص توجہ، مثلاً توحید کی مکمل حمایت، بدعتوں اور گمراہیوں کا سد باب، امور عبادت کا اہتمام اور مجاہدین کی عزت و ناموس کی مکمل حفاظت، آپ کی اہم صفات وخصوصیات ہیں۔

Marfat.com

اس کتاب میں آپ کے دور کی آبادیاتی ترقی اور وقتی بحران سے نمٹنے کا تذکرہ ہے۔ گزرگاہوں اور خشکی و سمندری وسائل، نقل اور سڑکوں اور راستوں نیز فوجی چھاؤنیوں اور تمدنی مراکز کے قیام کے سلسلہ میں آپ کے شدت اہتمام کا ذکر ہے۔ اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ آپ کے زمانے میں بصرہ، کوفہ، فسطاط اور سیرت جیسے بڑے بڑے شہر کیسے آباد ہوئے؟ مالیاتی اور عدالتی نظام کی ترقی، ملکی آمدنی کے ذرائع، بیت المال کا قیام، مردم شماری کے دفاتر کی تیاری نیز اسلامی مملکت کے کون سے اخراجات تھے اور خراج کی زمینیں، سکوں کی ایجاد میں آپ کا کردار۔ ''قحط سالی'' کے بحران سے نمٹنے کے لیے آپ نے کون سا اسلوب اختیار کیا اور کیسے آپ نے خود کو لوگوں کے سامنے ایک نمونہ کی شکل مین پیش کیا۔ اس سال پناہ گزینوں کے لیے آپ نے کیسے خیمے تیار کرائے، اللہ تعالیٰ سے اور پھر مختلف صوبوں سے کیسے مدد طلب کی، نماز استسقاء کا اہتمام اور اس سال کے بعض فقہی اجتہادات، مثلاً چوری پر حد نافذ نہ کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کو قبول کر لینا وغیرہ مباحث کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

آج ہمیں اللہ رب العزت نے اس جلیل القدر ہستی پر کتاب شائع کرنے کی سعادت بخشی جس کے علمی کارناموں نے مدینہ کو فقہ وفتاویٰ کا مرکز اور ایسا مدرسہ بنا دیا جس سے علماء، مبلغین، گورنر اور قاضی حضرات فارغ ہوئے اور دوسرے شہروں کی علمی درسگاہیں مثلاً مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر کے مدارس بھی فیض یاب ہوئے۔

یہ کتاب سلسلہ تاریخ الخلفاء الراشدین کی سب سے اہم کڑی ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اُٹھنے والے سوالات کے جوابات ہیں۔ اگر آج ہم مسلمان پھر سے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کو اپنا لیں تو دُنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جو ہمیں غلام بنا سکے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنا دے، اُس کے خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرنے والا بنا دے۔

اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر لے۔

ابو ساریہ عبدالجلیل

جدہ، سعودی عرب

Marfat.com

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝١٠٢ ﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝١ ﴾ (النساء: ۱)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝٧٠ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝٧١ ﴾

(الاحزاب: ۷۰۔۷۱)

اما بعد!

یہ کتاب جس کا نام "**الفاروق عمر بن الخطاب شخصیته وعصره**" ہے، اس کی تالیف میں سب سے بڑا فضل و احسان اللہ تعالیٰ کا ہے، پھر ان علماء، افاضل اور مبلغین کا جنھوں نے خلفائے راشدین کی سیرت اور ان کے ادوار پر خامہ فرسائی کے لیے میری ہمت افزائی کی، یہاں تک کہ ایک عالم نے مجھ سے کہا: ''موجودہ دور کے مسلمانوں اور خلفائے راشدین کے دور میں ایک لمبا فاصلہ ہوگیا ہے، اوّلیات (پہلے و بعد) کی ترتیب اور تقدیم و تاخیر میں بگاڑ واقع ہوگیا ہے۔ بہت سے مسلمان بھائی خلفائے راشدین کی سیرت و کارناموں کے مقابلہ میں دوسرے علماء، مصلحین اور مبلغین کی سیرت و کارناموں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ خلفائے راشدین کا دور سیاسی، تربیتی، نشریاتی، اخلاقی، اقتصادی، فکری، جہادی اور فقہی ہر اعتبار سے دوسروں سے بے نیاز ہے اور اس کی ہمیں ضرورت ہے، ہم اس بات کے محتاج ہیں کہ اسلامی مملکت کے اداروں کا ہمیں علم ہو اور یہ کہ وہ ادارے زمانے کے دوش بدوش کیسے چلتے رہے، مثلاً عدلیہ کا نظام، مالیات کا نظام، خلافت کا نظام، ملکی دفاع کا نظام، امراء

اور گورنروں کی تعیین کا نظام اور جب امت مسلمہ نے روم و فارس کی تہذیبوں کے ساتھ بود و باش اختیار کی تو اس زمانے میں جو اجتہادات پیش ہوئے اور اسلامی فتوحات کا مزاج کیا تھا؟ ان تمام باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

دراصل اس کتاب کی تالیف کا میں نے ایک ذہنی خاکہ تیار کیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے وجود کا جامہ پہنانا چاہا اور پھر اس نے مجھے توفیق دی، میرے لیے معاملات کو آسان کر دیا اور مشکلات کو دور کر دیا اور میری مدد فرمائی کہ میرے لیے موضوع سے متعلق مراجع و مصادر میسر آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے جس نے میری ایسی مدد فرمائی۔

خلفائے راشدین کے دور کی تاریخ عبرت و موعظت سے لبریز ہے اور مراجع و مصادر کی کتابوں میں خواہ وہ تاریخی ہوں، فقہی ہوں، ادبی ہوں، یا حدیث، تفسیر، تراجم اور جرح و تعدیل کی کتابیں ہوں سب میں درس و عبر کے موتی بکھیرے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی طاقت و کوشش کے مطابق ان کتابوں کو کھنگالا ہے اور دوران تالیف مجھے کئی طرح کی ان تاریخی روایات سے سابقہ پڑا جن کی تہ تک پہنچنا اور اس کی حقیقت کا جاننا معروف و متداول تاریخی کتابوں میں بہرحال ایک مشکل چیز ہے۔ اسی لیے میں نے ان روایتوں کو اکٹھا کیا، پھر ترتیب دیا، اصل حوالہ جات سے موازنہ کیا اور پھر تحقیق و تنقیح کے میزان پر اسے تولا۔ اس طرح پہلی کتاب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منظر عام پر آئی جس کا نام میں نے "**ابوبکر الصدیق شخصیته وعصره**"[1] رکھا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب عربی کتب خانوں اور عالمی کتابی میلوں و نمائشوں میں خوب پھیلی، بہت سے قارئین، مبلغین، علماء اور طلبہ و عوام کے ہاتھوں میں پہنچی، انھوں نے اپنے تاثرات سے مجھے نوازا اور اس طرح میری ہمت افزائی کی کہ میں خلفائے راشدین کے دور کا یہ تحقیقی سفر جاری رکھوں اور اس دور کی خصوصیات کو خوب وضاحت کے ساتھ امت مسلمہ کے سامنے اس انداز میں پیش کروں جو آج کے دور کے موافق ہو۔

خلفائے راشدین کے دور کی تاریخ درس و عبرت سے بھری پڑی ہے۔ اگر اس تاریخ کو ضعیف و موضوع روایات، مستشرقین اور ان کے دم چھلوں یعنی سیکولرازم کے پرستاروں اور روافض وغیرہ کے نظریات سے ہٹ کر ہم اس کو بحسن و خوبی پیش کر لے گئے اور اس میں اہل سنت کے طریقۂ عمل پر اعتماد کیا تو گویا اہل سنت کے نقطۂ نظر سے اس کو پیش کرنے میں ہم کو کامیابی مل جائے گی اور ان پاکباز شخصیتوں کی زندگی اور ان کے دور کی خوبیوں کو ہم اچھی طرح پہچان لیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰﴾ (التوبة: ۱۰۰)

[1] اللہ کے فضل سے ادارہ کی طرف سے اس کا اردو ترجمہ "ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ﴾ (الفتح: ۲۹)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدہ کر رہے ہیں۔''

اور ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خَیْرُ أُمَّتِیْ الْقَرْنُ الَّذِیْ بُعِثْتُ فِیْهِمْ .)) ❶

''میری امت کا بہترین دور وہ صدی ہے جس میں میں بھیجا گیا ہوں۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جسے کسی طریقہ کی تلاش ہو وہ اپنے سے پہلے وفات پانے والوں (صحابہ) کے طریقہ پر چلے۔ کیوں کہ زندہ فتنوں سے محفوظ نہیں ہے۔ وہ (جن کے طریقے پر چلنا چاہیے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ اس امت کے سب سے افضل افراد (لوگ) تھے، اس امت میں دل کے سب سے نیک، علم میں سب سے پختہ، تکلّفات سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب کیا تھا، پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو، ان کے دین اور اخلاق کو اپنے لیے حرز جان بناؤ، اس لیے کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔'' ❷

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلامی احکامات پر عمل کر دکھایا اور اس کو پوری روئے زمین پر عام کیا، ان کا دور سب سے بہترین دور تھا۔ انہوں نے امت محمدیہ کو قرآن کی تعلیم دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور آثار کو ان تک پہنچایا، گویا ان کی تاریخ وہ دفینہ ہے جس نے امت کے فکری، ثقافتی، علمی اور جہادی خزانوں، اسلامی فتوحات کی تحریکوں اور دیگر قوموں کے ساتھ ان کے معاملات اور رواداریوں کو محفوظ کر رکھا ہے۔ آپ اس عظیم المرتبت تاریخ کی تاریخ ساز جولانیوں میں محسوس کریں گے کہ کوئی چیز ہے جو صحیح رخ اور ہدایت کی طرف ان کی زندگی کا سفر جاری رکھنے والوں میں ان کی معاون ہے اور اس دور کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ محسوس کریں گے کہ اس کا

❶ صحیح مسلم ٤/ ٢٥٣٤.

❷ شرح السنة / البغوی (١/ ٢١٤-٢١٥)

Marfat.com

پیغام کیا تھا اور انسانوں کو اس کی اس بستی میں اس کا کیا کردار رہا۔ اس دور کی تاریخ سے آپ وہ ذوق پائیں گے جو روح کو غذا دے گا، دلوں کی صفائی کرے گا، عقل وفہم کو روشن اور ہمتوں کو صیقل کرے گا۔

وہ دور نتائج اور نصیحتوں کو پیش کرتا ہے، عبرتوں کو آسان کرتا ہے اور افکار میں پختگی لاتا ہے، مبلغین، علماء، مشائخ اور امت کے دیگر افراد اس تاریخ میں حکمت کی وہ باتیں پائیں گے جو نبوت کے طرز پر نئی مسلمان نسل کو تیار کرنے اور ان کی تربیت کرنے پر کافی معاون ثابت ہوں گی اور پھر سب کے سب خلافت راشدہ کے نشانِ راہ اور اس کے قائدین اور نوجوانوں کی صفات وخصوصیات اور اس کے زوال کے اسباب کو جان لیں گے۔ آپ کے ہاتھوں میں خلفائے راشدین کی سیرت طیبہ سے متعلق یہ دوسری کتاب ہے جو سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حیات وکارناموں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ میں سب سے افضل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رغبت دلائی ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم ان کے طریقوں کی پیروی کریں اور ان کے راستہ پر چلیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ .)) ❶

''میری اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

پس سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ انبیاء ومرسلین اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد نیکوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان دونوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ .))❷

''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا۔''

((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ ، مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ .)) ❸

''تم سے پہلے کی تمام امتوں میں الہام یافتہ شخصیتیں ہوتی تھیں، پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔''

بے شمار احادیث اور مشہور روایات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وارد ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((رَأَيْتُ كَأَنِّيْ أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيْبٍ فَجَاءَ أَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ نَزْعًا ضَعِيْفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرُلَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَسْقَى فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا ، فَلَمْ

❶ سنن ابی داؤد: ٤/ ٢٠١ ، الترمذی: ٥/ ٤٤ حسن صحیح . ❷ صحیح سنن الترمذی/ البانی (٣/ ٢٠٠)

❸ البخاری: ٣٦٨٩ ، مسلم: ٢٣٩٨ .

Marfat.com

أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرِيَهٗ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا الْعَطَنَ .)) ❶

''میں نے (خواب میں) دیکھا کہ ایک کنویں پر پڑے ہوئے ڈول سے پانی کھینچ رہا ہوں۔ پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول (پانی) ناتوانی کے ساتھ نکالے، اللہ ان کی بخشش کرے، پھر عمر بن خطاب آئے اور انہوں نے پانی کھینچا تو وہ ڈول بھر کر بڑا ہوگیا۔ میں نے ایسا زبردست کام کرنے والا نہیں دیکھا، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہوگئے اور اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر آرام کی جگہ میں بٹھایا۔''

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مردوں میں سے (کون ہے)؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: عمر بن خطاب۔ پھر آپ نے اور لوگوں کا بھی نام لیا۔ ❷

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی اسلامی تاریخ میں ایک درخشندہ اور تابندہ باب ہے جو ہر تاریخ سے افضل اور برتر ہے۔ ایسی روشن زندگی کہ جس کی شرافت، بزرگی، اخلاص، جہاد اور دعوت الی اللہ کا معمولی حصہ بھی دوسری تمام قوموں کی تاریخ نہیں سمیٹ سکی۔ اسی لیے میں نے آپ کی سیرت اور آپ کے دور کی خصوصیات کو مصادر و مراجع میں خوب تلاش کیا اور اسے نادر علمی ذخیروں سے ڈھونڈ نکالا، اس کی ترتیب وتنسیق کی اور پھر اس کی تحقیق و تجزیہ کیا، تاکہ یہ چیز کتابی شکل میں دعاۃ و مبلغین، خطباء و مقررین، علماء و سیاسی قائدین، دانشوروں، فوجی کمانڈروں، حکمرانوں حتیٰ کہ طلبہ اور عوام کے ہاتھوں میں موجود ہو تاکہ وہ اس سے اپنی زندگی میں فائدہ اٹھائیں اور اپنی منصوبہ بندی اور عزائم میں اسے سامنے رکھیں، اس طرح اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں عزت سے نوازے۔

میں نے آپ کی حیاتِ مبارکہ کو بچپن سے لے کر شہادت پانے تک تحریر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے نسب، خاندان، زمانہ جاہلیت کی زندگی، اسلامی زندگی، ہجرت، آپ کی زندگی پر قرآن کی تاثیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی وابستگی و مصاحبت نیز نبوی تربیت کے نتیجے میں آپ کی عظیم اسلامی شخصیت کے نکھرنے کا ذکر کیا۔

غزوات اور مدنی معاشرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے رجحانات اور مخصوص نقطۂ نظر پر گفتگو کی ہے اور آپ کے منصب خلافت پر فائز ہونے کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ آپ کے نظام حکومت کی اساسیات مثلاً شورائیت، عدل و انصاف، لوگوں میں مساوات اور آزادی فکر ونظر کو واضح کیا ہے۔ آپ کی اہم صفات وخصوصیات، آپ کی خاندانی زندگی، اہل بیت کا خصوصی احترام اور منصب خلافت پر فائز ہوجانے کے بعد آپ کی معاشرتی زندگی مثلاً معاشرہ کی خواتین کی دیکھ بھال، اپنی رعایا کے صلحاء و مصلحین کی حفاظت،

❶ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۳۹۳ .
❷ الإحسان في صحيح ابن حبان: ۱۵/ ۳۰۹ .

لوگوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے اہتمام اور سماج کے سرکردہ افراد کی تربیت، بعض نامناسب اور بے جا تصرفات پر نکیر، صحت عامہ اور نظام احتساب کا اہتمام، تجارت اور بازاروں کی اصلاح، نیز معاشرہ میں شریعت کے اہم مقاصد کے لازمی وجود کی طرف آپ کی خاص توجہ، مثلاً توحید کی مکمل حمایت، بدعتوں اور گمراہیوں کا سد باب، امور عبادت کا اہتمام اور مجاہدین کی عزت و ناموس کی مکمل حفاظت وغیرہ تمام چیزوں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔

میں نے آپ کے اہتمام علم اور مدینہ میں اپنی رعایا کی تعلیم اور صحیح رہنمائی کے بارے میں گفتگو کی ہے نیز یہ کہ آپ نے مدینہ کو فقہ و فتاویٰ کا مرکز اور ایسا مدرسہ بنا دیا جس سے علماء، مبلغین، گورنر اور قاضی حضرات فارغ ہوئے اور دوسرے شہروں کی علمی درسگاہوں مثلاً مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر کے مدارس میں آپ کے نمایاں کردار و نقوش کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متخصص علماء پر مشتمل ایک علمی گروہ تیار کیا اور اسے شہروں میں بھیجا۔ فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ امراء اور قائدین (کمانڈروں) کو حکم دیا کہ وہ مفتوحہ علاقوں میں مساجد قائم کرتے جائیں تاکہ وہ دعوت، تعلیم، تربیت اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی نشر و اشاعت کا مرکز بن جائیں۔ مسجدیں ہی اسلام کی اوّلین علمی درسگاہیں تھیں، وہیں سے علمائے صحابہ بخوشی مسلمان ہونے والی جماعت کو دین سکھانے جاتے تھے، آپ کے دور خلافت میں تقریباً ۱۲ ہزار مسجدوں میں نماز جمعہ ادا کی جاتی تھی۔ ان علمی مراکز کا قیام ان عسکری مراکز کے بعد ہوا جنہوں نے عراق، ایران، شام، مصر اور مغرب کے شہروں کو فتح کیا، ان علمی، فقہی اور دعوتی مراکز کی قیادت ان ہاتھوں میں تھی جن کی تربیت مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان باصلاحیت افراد سے فائدہ اٹھایا، ان کی بہترین رہنمائی کی اور مناسب مقام پر ان کو استعمال کیا، پھر ان صلاحیتوں نے ایسی علمی اور فقہی تحریک والی جماعت تیار کی جو فتوحات کے درپے تھی۔

میں نے اس کتاب میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شعر و شعراء سے لگاؤ کا ذکر کیا ہے، آپ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ شعر سننے اور اس کی اصلاح کے شوقین تھے اور خود ان میں سب سے زیادہ شعر کہنے والے بھی تھے۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو اس پر کوئی شعر ضرور کہتے۔ آپ کو ادبی تنقید میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کے پاس کچھ ایسے ادبی معیار تھے کہ جب کسی شعری نص کو دوسری نص پر ترجیح یا کسی شاعر کو کسی شاعر پر مقدم کرنا ہوتا تو ان خوبیوں کو معیار بناتے، کہ عربی زبان میں عربیت کا نکھار ہو، الفاظ عام فہم ہوں، کلمات میں ربط ہو، عبارت میں پیچیدگی نہ ہو، کلام بالکل واضح ہو، بقدر ضرورت ہی الفاظ کا استعمال ہو، نیز یہ کہ صحیح جگہ پر الفاظ کے استعمال ہی میں اس کی خوبصورتی ہے۔

آپ شعراء کو ہجو کہنے یا ہر وہ کلام جو اسلامی شریعت کے مزاج کے خلاف ہو اس سے منع کرتے تھے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کی سرزنش کے لیے کئی طریقے اپناتے تھے، مثلاً یہ کہ آپ نے حطیئہ سے اس کا وہ

Marfat.com

کلام تین ہزار درہم میں خرید لیا جو مسلمانوں کی ہتک عزت پر مشتمل تھا۔ یہاں تک کہ وہ شاعر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

وأخذت أطراف الكلام فلم تدع شتمًا يضر ولا مديحًا ينفع

''آپ نے (میرے شاعرانہ) کلام کی نوک پلک تک کو خرید لیا، آپ نے تکلیف دینے والی کوئی گالی نہیں چھوڑی اور نہ کوئی مدح سرائی کہ جو کسی کو نفع پہنچائے۔''

ومنعتني عرض البخيل فلم يخف شتمي فأصبح آمنا لا يفزع

''آپ نے مجھ سے بخیل کی عزت کو محفوظ کر لیا، لہٰذا اب اسے میری ہجو کا کوئی خوف نہیں وہ تو اب بڑے امن میں ہے، ذرا بھی گھبراتا نہیں۔''

اسی طرح اس کتاب میں میں نے آپ کے دور کی آبادیاتی ترقی اور وقتی بحران سے نمٹنے کا تذکرہ کیا ہے۔ گزرگاہوں اور خشکی و سمندری وسائل، نقل اور سڑکوں اور راستوں نیز فوجی چھاؤنیوں اور تمدنی مراکز کے قیام کے سلسلہ میں آپ کے شدت اہتمام کو ذکر کیا ہے۔ میں نے اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ آپ کے زمانے میں بصرہ، کوفہ، فسطاط اور سیرت جیسے بڑے بڑے شہر کیسے آباد ہوئے اور جب آپ نے ان شہروں کو بسایا تو کن عسکری اور اقتصادی پہلوؤں کو مدنظر رکھا، ''عام الرمادۃ'' [1] میں ''قحط سالی'' کے بحران سے نمٹنے کے لیے آپ نے کون سا اسلوب اختیار کیا اور کیسے آپ نے خود کو لوگوں کے سامنے ایک نمونہ کی شکل میں پیش کیا۔ اس سال پناہ گزینوں کے لیے آپ نے کیسے خیمے تیار کرائے، اللہ تعالیٰ سے اور پھر مختلف صوبوں سے کیسے مدد طلب کی، نماز استسقاء کا اہتمام اور اس سال کے بعض فقہی اجتہادات، مثلاً چوری پر حد نافذ نہ کرنا اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کو قبول کر لینا وغیرہ مباحث کو میں نے حتی الامکان واضح کیا ہے۔

اس سال کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس میں شام کے اندر طاعون کی بیماری پھیلی اور اس وبا کے متعلق آپ کا کیا نظریہ تھا جس کی زد میں آ کر شام میں اسلامی فوج کے کبار جرنیل صحابہ وفات پا گئے۔ اس بیماری کی وجہ سے بیس ہزار سے زائد صحابہ جاں بحق ہوئے، پیمانے گڈمڈ ہو گئے، میراثیں ضائع ہو گئیں، ان حالات میں آپ شام گئے، وہاں آپ نے لوگوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور موسم سرما و گرما کے وظیفوں کی تحدید فرمائی، شام کی سرحدوں اور فوجی چھاؤنیوں کو محفوظ کیا، گورنروں کو متعین کیا، جرنیلوں، فوجیوں اور عوام کو ذمہ داریاں سونپیں، فوت شدگان کا مال ان کے ورثاء میں تقسیم کیا۔

میں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ مالیاتی اور عدالتی نظام کو ترقی دینے میں آپ کا کتنا اہم کردار ہے اور یہ کہ آپ کے دور میں ملکی آمدنی کے ذرائع کیا تھے، مثلاً زکوٰۃ، جزیہ، خراج، عشر، فے، مال غنیمت وغیرہ۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے بیت المال قائم کیا اور مردم شماری وغیرہ کے دفتر تیار کروائے، نیز یہ کہ آپ کے دور میں

[1] قحط کا یہ سال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ۱۸ ہجری میں آیا تھا اور اس میں بہت ہلاکت اور تباہی ہوئی تھی۔

Marfat.com

اسلامی مملکت کے کون سے اخراجات تھے اور خراج کی زمینیں آپ کا اجتہاد اور اسلامی نقود (سکوں) کی ایجاد میں آپ کا کیا کردار رہا، وغیرہ وغیرہ۔ عدالتی نظام کو ترقی دینے میں آپ کا کتنا عظیم کردار ہے۔ قاضیوں اور ججوں کے پاس آپ نے کون سے اہم خطوط بھیجے، قاضیوں کو کہاں اور کیسے متعین کیا، ان کے درجات اور اوصاف کے ساتھ ان کی ذمہ داریاں کیا ہوں، منصفانہ احکامات میں کن بنیادوں اور کن دلائل پر اعتماد کیا جائے، ان تمام گوشوں کو میں نے خوب واضح کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ عدالتی نظام میں آپ کا کیا اجتہاد رہا، مثلاً اگر کوئی شخص ملک اور اسٹیٹ کی جعلی مہریں بنوالے یا بیت المال سے چوری کرلے، یا ایک آدمی زنا کی حرمت سے ناواقف ہے اور زنا کر بیٹھا یا اس طرح کے دیگر فقہی اور عدالتی احکامات ہیں تو ان میں آپ نے کیسے اجتہاد کیا۔

گورنروں کے ساتھ برتاؤ اور تعامل میں فاروقی فقہ کو بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ آپ کے دور میں اسلامی مملکت میں کتنی ریاستیں بنیں، کون کہاں کا گورنر ہوا، گورنروں کی تقرری میں آپ کے اصول وضوابط اور شرائط کیا تھیں، آپ کے گورنروں کی کیا صفات تھیں، ان کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں کیا تھیں، آپ نے گورنروں کا کیسے احتساب ونگرانی کی، گورنروں کے بارے میں عوام کی شکایتوں سے متعلق آپ کا کیا برتاؤ رہا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آپ کے معزول کیے جانے کا واقعہ بیان کیا اور پہلی ودوسری معزولی کو واضح کیا۔ معزولی کے اسباب کیا تھے، ان کی آخری معزولی کی خبر سن کر اسلامی معاشرہ نے اس فیصلہ پر کیا رخ اختیار کیا اور معزولی کی قرارداد پاکر خود سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کس اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا اور بستر مرگ پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے کیا کہا، ان تمام چیزوں کو میں نے ضبط کیا ہے۔

آپ کے دور کی فتوحات، مثلاً فتح عراق، ایران، شام، مصر اور لیبیا وغیرہ کی تاریخی حیثیت میں نے واضح کی ہے، ان فتوحات میں درس وعبرت کی باتوں اور فوائد والٰہی سنن کا تذکرہ کیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کے جرنیلوں کے درمیان جن خطوط کا تبادلہ ہوا اس پر بھی روشنی ڈالی ہے اور پھر اس کی روشنی میں قوموں کی قیادت، مملکتوں کے قیام، معاشروں کی تربیت، قائدین کی صحیح رہنمائی اور جنگی فنون کے اصول وضوابط کو مرتب کیا ہے۔

آپ کی طرف سے گورنروں کو بھیجے جانے والے خطوط کو سامنے رکھ کر اللہ کے حقوق کی نشاندہی کی ہے، جیسے دشمن کے غالب آجانے پر صبر سے کام لیں، جہاد کا مقصد صرف اللہ کے دین کی تائید ہو، امانت داری کا پورا پاس ولحاظ ہو، اللہ کے دین کی مدد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو اور جرنیلوں وگورنروں کے حقوق کی بھی نشاندہی کی ہے، جیسے ان پر اپنے حکام کی اطاعت اور ان کی تابع داری ضروری ہے، نیز فوجیوں کے حقوق ہیں، وہ یہ کہ ایک ایک کرکے ان کی خبر گیری کرنا، ان کی ضرورتوں کو محسوس کرنا، ان کے ساتھ نرمی کرنا اور ان کو پامردی کے ساتھ جنگ پر ابھارنا......الخ۔

میں نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ آپ کا سلاطین وملوک کے ساتھ کیسا تعلق تھا، آپ کے دور کی فتوحات کے کیا نتائج رہے، نیز یہ کہ آپ کی زندگی کے آخری ایام کیسے تھے اور آپ نے اپنی موت کی قربت کو کیسے بھانپ لیا

Marfat.com

تھا، جس کے لیے آپ ہمہ تن تیار تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد سے شہادت کا درجہ پانے تک آپ کے دل میں یہ جذبہ (اللہ کی ملاقات کا) موجزن تھا۔

اس کتاب میں میں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام کو کیسے سمجھا اور لوگوں کے ساتھ کس طرح زندگی گزارتے رہے اور اپنے دور خلافت میں آپ نے تمام تر معاملات کے دھارے میں کیسے اسے موثر بنایا۔ میں نے آپ کی شخصیت کو سیاسی، عسکری، اداری اور عدالتی جیسے متعدد گوشوں سے نکھارنے کی کوشش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ جب آپ رعایا کی حیثیت سے تھے اس وقت کی آپ کی معاشرتی زندگی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت سنبھالنے کے بعد کی معاشرتی زندگی دونوں میں آپ کیسے رہے۔ آپ کے اس سنہری دور کو واضح کرنے پر میں نے زور دیا ہے جس میں مالیاتی، عدالتی، اداری اور عسکری نظاموں کو ترقی ملی۔

یہ کتاب عظمت فاروق کی ایک دلیل ہے، جو ہر پڑھنے والے کو احساس دلاتی ہے کہ آپ ایمان، علم، فکر، گفتگو، اخلاق اور نقوش کے پہاڑ تھے۔ آپ نے عظمت و برتری کو ہر طرف سے سمیٹ لیا تھا اور یہ عظمت آپ کو گہری بصیرت، اسلام کو عملاً کر دکھانے، اللہ کے ساتھ مکمل تعلق رکھنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کے نتیجے میں آپ کو میسر آئی تھی۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان اماموں میں سے ہیں جنہوں نے لوگوں کے لیے نشانِ راہ متعین کیا اور جن کے اقوال وافعال پر اس دنیا میں عمل کرتے ہوئے لوگ فخر محسوس کرتے ہیں۔ درحقیقت آپ کی سیرت ایمان کے طاقتور سرچشموں میں سے ایک ہے اور صحیح اسلامی جذبہ کی علامت اور اس دین کی صحیح سمجھ کے لیے ایک منارہ ہے۔ امت مسلمہ کو ان باصلاحیت ہستیوں کو پڑھنے کی سخت ضرورت ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرتے ہیں اور سراپا بلند کردار کا نمونہ ہیں۔ یہ بلند ہستیاں قربانیاں پیش کر کے ان بلند معانی و کردار کو زندہ کرتے ہیں جسے لوگ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ بے شک خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی تاریخ ہر دور میں امت مسلمہ کے لیے ایک یادگار ہے، اس سے فائدہ اٹھانا اسی طرح ممکن ہے کہ ان بزرگوں کے طرز زندگی کو سامنے رکھیں اور ان سرکردہ شخصیتوں کے پاک نظریات کو امت کے افراد میں موجودہ دور کے احوال وظروف میں عملاً ثابت کر دکھائیں، تاکہ کسی کا یہ خیال نہ ہو کہ یہ نظریات اور دروس وعبرت کی باتیں صرف اس زمانے کے موافق تھیں، اب دوبارہ اس پر عمل کرنے کے لیے اسی طرح کا زندہ ماحول وجود میں لانا ضروری ہے۔ حالانکہ حقیقت وواقعہ اس بات پر گواہ ہے کہ جب جب ایمانی قوت میں حرارت رہی اور اللہ کی طرف بڑھنے (شہادت کا درجہ پانے) کا جذبہ موجزن رہا اور مسلمان اللہ کی طرف پیش رفت کرنے پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اپنے اولیاء اور پیاروں کی مدد کی ضمانت لی اور زندگی کے ناخوشگوار ماحول کو ان کے موافق کر دیا۔

میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت، کارناموں اور آپ کے دور کی تحقیق میں اپنی وسعت کے مطابق محنت کی ہے، غلطیوں سے پاکی اور لغزشوں کے عدم امکان کا میرا دعویٰ نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور

Marfat.com

رضا مندی مطلوب ہے۔ مجھے اس سے ثواب کی اُمید ہے اور وہی میرا مددگار ہے۔ اس کے نام بہترین ہیں اور وہ دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اس طرح میں اس کتاب کی تالیف سے بروز بدھ صبح سات بج کر پانچ منٹ پر بتاریخ ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۲۰۰۱ء فارغ ہوا۔ اوّل و آخر ہمیشہ صرف اللہ ہی کا فضل و کرم ہے، اس سے دعا ہے کہ اس عمل کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور کتاب سے استفادہ کرنے کے لیے اپنے بندوں کے سینوں کو کشادہ کردے، اپنے احسان، کرم اور سخاوت سے اس میں برکت عطا فرمائے۔ اس کا فرمان ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②﴾ (فاطر: ۲)

''اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کردے سو اس کے بعد اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

اس مقدمہ کے آخر میں خشیت وانابت سے لبریز دل کے ساتھ اللہ عزوجل کے سامنے اس کے فضل و کرم کا اعتراف کرتے ہوئے کھڑا ہوں، وہ کرم نواز، معین اور توفیق دینے والا ہے۔ اوّل و آخر اس کے جو بھی مجھ پر احسانات ہیں میں اس پر اس کا شکر گزار ہوں اور اس سے دعا گو ہوں کہ الٰہی میرے عمل کو خالص اپنی رضامندی کے ذریعے سے اور اپنے بندوں کے حق میں نفع بخش بنا، ہر حرف کے بدلے جسے میں نے تحریر کیا ہے ثواب عطا کردے اور اسے میری نیکیوں کے میزان میں رکھ دے اور میرے ان تمام بھائیوں کو اجر سے نواز دے جنھوں نے میری اس ادنیٰ کوشش کو منزل تک پہنچانے میں اپنی بھرپور مدد کی ہے۔ میری ہر اس مسلمان بھائی سے درخواست ہے جو اس کتاب کو پڑھے کہ اس بندۂ عاجز کو دعاؤں میں نہ بھولے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲﴾ (النمل: ۱۹)

''اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔''

سبحانك اللہ وبحمدك أشهد أن لا اله الا أنت أستغفرك وأتوب اليك
وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

الفقير الى عفو ربه ومغفرته

علی محمد محمد الصلابی

Marfat.com

پہلی فصل

عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں

- نام ونسب، کنیت، اوصاف، خاندان اور زمانہ جاہلیت کی زندگی
- قبولِ اسلام اور ہجرت

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

نام ونسب، کنیت، اوصاف، خاندان اور زمانہ جاہلیت کی زندگی

نام ونسب، کنیت اور القاب:

آپ کا نام ونسب یہ ہے:

''عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی ❶ بن غالب القرشی العدوی۔'' ❷

آپ کا نسب کعب بن لوی بن غالب ❸ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کی کنیت ابوحفص ❹ ہے۔ آپ کا لقب فاروق ہے۔ ❺ اس لیے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں جب اسلام ظاہر کیا تو اس کے ذریعے سے اللہ نے کفر اور ایمان کے درمیان کھلی جدائی کر دی۔ ❻

پیدائش اور جسمانی اوصاف:

عمر رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ (۱۳) سال بعد پیدا ہوئے۔ ❼ آپ کے جسمانی اوصاف یہ تھے کہ آپ خوب گورے چٹے، سرخی مائل رنگ کے تھے۔ دونوں رخسار، ناک اور دونوں آنکھیں نہایت خوبصورت تھیں۔ دونوں پاؤں اور ہتھیلیاں موٹی تھیں، گوشت سے بھرے ہوئے اعضاء، دراز قامت اور مضبوط جسم کے مالک تھے، سر کے آگے کے بال گرے ہوئے تھے، قدوقامت کے اتنے لمبے گویا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوں، سخت طاقتور تھے، کمزور اور بزدل نہ تھے، ❽ مہندی کا خضاب لگاتے تھے، مونچھیں دونوں طرف بڑھی رہتی تھیں، ❾ جب چلتے

---

❶ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۲۶۵، محض الصواب، ابن عبد الهادی: ۱/ ۱۳۱.

❷ محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب: ۱/ ۱۳۱.

❸ محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب: ۱/ ۱۳۱.

❹ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۱۵.

❺ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۱۵.

❻ صحیح التوثیق فی سیرة و حیاة الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۱۵.

❼ تاریخ الخلفاء، السیوطی، ص: ۱۳۳. ❽ الخلیفة الفاروق عمر بن الخطاب، العانی، ص: ۱۵.

❾ اگر آپ کسی معاملہ میں غصہ ہو جاتے یا رنجیدہ ہوتے تو انہیں بل دیتے تھے۔

تو تیز چلتے اور جب بولتے تو تیز آواز سے بولتے اور مارتے تو کاری ضرب لگاتے۔ ❶

خاندان:

آپ کے والد خطاب بن نفیل ہیں۔ آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ ان لوگوں میں سے تھے جن کے پاس قریش کے لوگ فیصلہ لے کر آتے تھے۔ ❷ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ابوجہل کی بہن تھیں۔ ❸ لیکن اکثر مورخین کے نزدیک وہ ہاشم یعنی ابوجہل بن ہشام کے چچا کی لڑکی ہیں۔ ❹

آپ کی بیویوں، لڑکوں اور لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے زمانۂ جاہلیت میں زینب بنت مظعون یعنی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن سے شادی کی، اس سے عبداللہ، عبدالرحمٰن کلاں اور حفصہ کی ولادت ہوئی۔

اور ملیکہ بنت جرول سے شادی کی، اس سے صرف ایک لڑکا عبید اللہ پیدا ہوا۔ آپ نے اس کو جنگ بندی کے دوران طلاق دے دی اور اس سے ابوجہم بن حذیفہ نے شادی کر لی۔

اور قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے شادی کی، اسے بھی طلاق دے دی، پھر اس سے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے شادی کر لی۔

اور اُمّ حکیم بنت حارث بن ہشام سے اس وقت شادی کی جب کہ ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو شام میں شہید کر دیا گیا۔ ❺ اس سے فاطمہ کی پیدائش ہوئی۔ پھر آپ نے اسے بھی طلاق دے دی اور ایک قول بھی ہے کہ آپ نے طلاق نہیں دی۔ ❻

نیز آپ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح ❼ سے شادی کی جس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔

اور آپ نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے شادی کی، آپ سے پہلے وہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ❽ جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو ان سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے لڑکے عیاض کی ماں ہیں۔ واللہ اعلم

آپ نے اُمّ کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو شادی کا پیغام جب کہ وہ چھوٹی تھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے بھیجا۔ اُمّ کلثوم نے کہا: میں ان سے شادی نہیں کروں گی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم امیر المومنین سے شادی کرنے سے گریز کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! سخت مزاج ہیں اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں خبر دی تو انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان کے ارادے سے روک دیا اور اُمّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی

❶ تهذيب الأسماء: ٢/ ١٤، النووي- أوليات الفاروق، القرشي، ص: ٢٤.
❷ نسب قريش، زبيري ص: ٣٤٧. ❸ أوليات الفاروق السياسة، ص: ٢٢.
❹ أوليات الفاروق السياسة، ص: ٢٢. ❺ البداية والنهاية: ٧/ ١٤٤. ❻ البداية والنهاية: ٧/ ١٤٤.
❼ ترتيب و تهذيب البداية والنهاية، خلافة عمر: السلمي، ص: ٧.
❽ ترتيب و تهذيب البداية والنهاية، خلافة عمر: السلمي، ص: ٧.

Marfat.com

طرف رہنمائی کی جو فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی تھیں اور آپ نے فرمایا: آپ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہونے کی وجہ سے شادی کرلو، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا، علی رضی اللہ عنہ نے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی کردی اور عمر رضی اللہ عنہ نے اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو ۴۰ ہزار مہر ادا کیا، ان سے زید اور رقیہ کی ولادت ہوئی۔ ❶

اسی طرح آپ نے لُھَیَہ نامی ایک یمنی عورت سے شادی کی، اس سے عبدالرحمٰن اصغر کی ولادت ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ منجھلے عبدالرحمٰن تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ یہ آپ کی بیوی نہ تھیں بلکہ اُمّ ولد تھیں۔ ❷

مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ کی ماتحتی میں فکیہہ نامی ام ولد تھی اور اس سے زینب کی ولادت ہوئی تھی۔ واقدی کے مطابق آپ کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹی بچی تھی۔ ❸ اس طرح مجموعی طور پر آپ کے کل تیرہ اولادیں ہوئیں:

''زید اکبر، زید اصغر، عاصم، عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر، عبدالرحمٰن اوسط، عبدالرحمٰن اصغر، عبیداللہ، عیاض، حفصہ، رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔''

آپ کی بیویاں جن سے آپ نے زمانۂ جاہلیت یا اسلام میں شادی کی، پھران کو طلاق دے دی جو آپ کی عصمت میں وفات تک رہیں ان کی مجموعی تعداد سات ہے۔ ❹

آپ کثرت اولاد اور امت محمدیہ میں اضافہ کی نیت سے شادیاں کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

((ما آتي النساء للشهوة ولولا الولد ما باليت ألا أرى امرأة بعيني .)) ❺

''میں صرف شہوت بجھانے کی نیت سے عورتوں کے پاس نہیں آتا، اگر اولاد کا معاملہ نہ ہوتا تو مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پروانہ ہوتی کہ اپنی آنکھوں سے کسی عورت کو دیکھوں۔''

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

((اني لأكره نفسي على الجماع رجاء أن يخرج الله مني نسمة تسبحه وتذكره .)) ❻

''میں خود کو جماع کرنے پر اس لیے مجبور کرتا ہوں کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ میرے نطفہ سے ایسی اولاد عطا کردے جو اس کی تسبیح کرے اور اس کو یاد کرے۔''

زمانۂ جاہلیت کی زندگی:

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا لمبا عرصہ زمانۂ جاہلیت میں گزارا اور قریش کے اپنے ہم عمروں کے ساتھ پلے بڑھے، آپ اس اعتبار سے ان سے ممتاز تھے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پڑھنا سیکھ لیا تھا اور ایسے

❶ الكامل في التاريخ: ٢/ ٢١٢ .
❷ تاريخ الامم والملوك ، طبري: ٥/ ١٩١ .
❸ تاريخ الامم والملوك ، طبري: ٥/ ١٩٢ .
❹ البداية والنهاية: ٧/ ١٤٤ .
❺ الشيخان أبوبكر و عمر ، بروايت بلاذري ، تحقيق د: إحسان صدقي ص: ٢٢٧ .
❻ فرائد الكلام للخلفاء الكرام ، قاسم عاشور ، ص: ١١٢ .

Marfat.com

لوگ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔ ❶

آپ نے بچپن ہی سے ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا، اور سختی و تنگی کے ماحول میں جوان ہوئے، ایسی سختی کہ عیش و عشرت اور مالداری کی کسی علامت کو جانا ہی نہیں، آپ کے باپ خطاب سختی سے آپ کو چراگاہ کی طرف اونٹ چرانے کے لیے بھیجتے تھے۔ باپ کی اس سختی نے آپ کی ذات پر برا اثر چھوڑا، آپ اسے اپنی زندگی بھر یاد کرتے رہے۔ عبدالرحمن بن حاطب اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''میں ضجنان ❷ میں عمر بن خطاب کے ساتھ تھا، آپ نے مجھ سے کہا: میں اسی جگہ خطاب کے اونٹوں کو چراتا تھا، وہ بہت سخت تھے، میں کبھی اونٹ چراتا اور کبھی لکڑیاں چننے چلا جاتا۔'' ❸

چونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ مرحلہ سختی کا تھا اس لیے آپ اکثر اسے ذکر کیا کرتے تھے۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا، جب ضجنان پہنچے تو کہا: "لا إله إلا الله العلي العظيم" جسے جو چاہتا ہے، دیتا ہے، میں اسی وادی میں اونی قمیص پہن کر خطاب کے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا، وہ بہت سخت تھے، جب میں کام کرتا تو میرے پیچھے لگے رہتے، اگر کوتاہی کرتا تو مارتے، میری حالت ایسی ہو گئی کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں رہا۔ پھر آپ نے مثال بیان کی:

لا شئی مما تری تبقی بشاشته
یبقی الإله ویردی المال والولد

''جو کچھ تم دیکھ رہے ہو کسی کی بھی رونق باقی رہنے والی نہیں ہے، صرف اللہ باقی رہے گا اور مال و اولاد ختم ہو جائیں گے۔''

لم تغن عن هرمز یومًا خزائنه
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا

''اس (موت کے) دن ہرمز کو اس کے خزانوں نے کوئی فائدہ نہیں دیا اور قوم عاد نے ہمیشہ آباد رہنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ نہ رہی۔''

ولا سلیمان إذ تجری الریاح له
والانس والجن فیما بینها یرد

''اور نہ سلیمان علیہ السلام زندہ رہے جن کے لیے ہوائیں مسخر تھیں اور انسان و جنات ان کے تابع تھے۔''

---

❶ الادارة الاسلامية فی عهد عمر بن الخطاب، فاروق مجدلاوی ص: ۹۰۔
❷ مکہ سے ایک منزل (تقریباً ۱۲ میل) کی دوری پر ایک پہاڑ ہے اور ایک قول کے مطابق ۲۵ کلومیٹر کی دوری پر ایک پہاڑ ہے۔
❸ تاریخ ابن عساکر: ۵۲/ ۲۶۸، طبقات ابن سعد: ۳/ ۲۲۶، ڈاکٹر عاطف لماضہ نے اس روایت کے صحیح الاسناد ہونے کی توثیق کی ہے۔

Marfat.com

أين الملوك التى كانت نواهلها
من كل أوب إليها راكب يفد

''کہاں گئے وہ بادشاہ جن کے چشموں سے ہر طرف سے آنے والا قافلہ سیراب ہوتا تھا۔''

حوضا هنالك مورود بلا كذب
لابد من ورده يوما كما وردوا ❶

''وہ (موت) ایسا حوض ہے جس پر یقیناً ہر کسی کو ایک نہ ایک دن آنا ہے، جیسے کہ وہ لوگ اس پر پہنچے۔''

آپ صرف اپنے باپ کے اونٹوں کو نہیں چراتے تھے بلکہ بنی مخزوم سے تعلق رکھنے والی اپنی خالاؤں کے اونٹ بھی چراتے، اس بات کا ذکر عمر رضی اللہ عنہ نے خود اس وقت کیا جب کہ امیر المومنین ہوتے ہوئے ایک دن آپ کو خیال آیا کہ میں امیر المومنین بن گیا ہوں، اب مجھ سے افضل کون ہے؟ تو ایک دن آپ اپنے نفس کا غرور توڑنے کے لیے مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ عمر بکریوں کا ایک چرواہا تھا، بنی مخزوم سے تعلق رکھنے والی اپنی خالاؤں کے اونٹوں کو چراتا تھا۔

محمد بن عمر مخزومی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے "الصلاة جامعة" کی منادی کروائی، جب لوگ جمع ہو گئے اور سب نے ''اللہ اکبر'' کہا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا، پھر گویا ہوئے: اے لوگو! میں نے خود کو اس حالت میں پایا ہے کہ بنی مخزوم کی اپنی خالاؤں کے جانوروں کو چرایا ہے، وہ مجھے مٹھی بھر کھجور یا کشمش دے دیتی تھیں اور اسی پر اپنا دن گزارتا، اور وہ دن بھی کیا کرتے تھے۔ پھر آپ منبر سے نیچے اتر گئے۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ صرف خود کو ذلیل کیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! تیرا برا ہو، سن! میں تنہائی میں تھا تو میرے نفس نے مجھ کو بڑائی کا احساس دلایا، کہا کہ تو امیر المومنین ہے، تجھ سے افضل کون ہے۔ تو میں نے چاہا کہ اس نفس کو اس کی حیثیت سمجھا دوں۔

اور ایک روایت میں ہے:

''میں نے اپنے جی میں کچھ (بڑائی) محسوس کی تو میں نے چاہا کہ اسے اسی سے روند ڈالوں۔'' ❷

بلاشبہ اسلام لانے سے پہلے مکہ کی زندگی میں عمر رضی اللہ عنہ کے اس پیشے (گلہ بانی) سے جڑے رہنے نے ان کو

❶ الفاروق مع النبی، د: عاطف لماضة، ص:٥ . آپ نے تاریخ ابن عساکر :٥٢/ ٢٦٩ کے حوالہ سے اسے نقل کیا ہے۔
❷ الطبقات الکبری، ابن سعد:٣/ ٢٩٣ ، اس روایت کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

قوت تحمل و برداشت، بہادری اور سخت گیری جیسی صفات کا مالک بنادیا۔ زمانۂ جاہلیت میں آپ کی پوری زندگی ایسی نہ تھی کہ صرف بکریاں چرانے میں گزری ہو [1] بلکہ شروع جوانی میں مختلف جسمانی ورزش میں مہارت حاصل کی، کشتی لڑنے، گھوڑ سواری کرنے اور گھوڑ دوڑ میں خوب مشق کی، شعر و شاعری میں دلچسپی لی اور اس میں کمال حاصل کیا۔ [2]

آپ اپنی قوم کی تاریخ اور ان کے حالات میں دلچسپی لیتے، عرب کی بڑی تجارتی منڈیوں مثلاً عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز کے بازاروں میں حاضر ہونے کے حریص ہوتے، اس سے آپ نے تجارت، عرب کی تاریخ اور قبیلوں میں ہونے والے جھگڑوں، ان کے تفاخر اور منافرت کے واقعات کے بارے میں بہت کچھ جانا۔ اس لیے کہ وہ واقعات و حوادث ادبی میراث کے طور پر تمام قبیلوں اور ان کے سرداروں کے درمیان پیش کیے جاتے تھے اور بڑے بڑے ادباء و ناقدین انہیں حفظ و تحریر میں لاتے تھے۔ اسی چیز نے عربی تاریخ کا دائرہ وسیع اور ہمیشہ کے لیے اسے زندہ رکھا، جس پر کبھی بھول کا پردہ نہ پڑا۔ بسا اوقات حادثات کی چنگاریاں اڑیں اور لڑائی کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔ بذات خود صرف عکاظ چار لڑائیوں کا براہ راست سبب بنا، جنہیں حروب فجار [3] کہا جاتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ تجارت میں مشغول ہوئے اور اس سے خوب فائدہ اٹھایا، اسی تجارت نے ان کو مکہ کے مالداروں میں شامل کر دیا۔ تجارت کی غرض سے آپ نے جن شہروں کی زیارت کی وہاں سے متعدد معلومات حاصل کیں۔ موسم گرما میں شام اور سرما میں یمن کا سفر کیا [4] اور جاہلیت کی مکی زندگی میں اپنا نمایاں مقام بنالیا اور بڑے زور شور کے ساتھ اس کے معاملات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کے بزرگ اجداد کی تاریخ نے آپ کی ہمت افزائی کی، آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ قریش کے ان لوگوں میں سے تھے جن کے پاس لوگ فیصلے لے کر آتے تھے۔ [5] جب کہ آپ کے بڑے دادا کعب بن لؤی عربوں میں بلند مقام و مرتبہ والے اور صاحب حیثیت تھے۔ مؤرخین نے آپ کی تاریخ وفات عام الفیل [6] بتائی ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اہم مقام اپنے آبا و اجداد سے وراثت میں پایا تھا۔ اسی مقام و مرتبہ نے ان کو تجربہ، عقلمندی اور عربوں کی تاریخ کی معرفت سے نوازا۔ جب کہ آپ کی دانش مندی اور ذہانت کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ عرب کے لوگ اپنے جھگڑوں کو ختم کرانے کے لیے آپ ہی کے پاس آتے۔ ابن سعد فرماتے ہیں:

---

1. الفاروق مع النبی ص:٦ .
2. التاريخ الاسلامی العالم، علی حسن ابراهيم، ص:٢٢٦، الادارة الاسلامية فی عهد عمر بن الخطاب، ص:٩٠ .
3. عمر بن الخطاب، حياته، علمه، ادبه. د: علی احمد الخطيب، ص:١٥٣ .
4. عمر بن الخطاب، د: محمد احمد ابوالنصر، ص:١٧ .
5. الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب، د: العانی، ص:١٦ .
6. تاريخ خليفة بن خياط، ص:١/ ٧، بحواله د: العانی ص:١٦ .

''عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے عربوں میں ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے تھے۔'' ❶

آپ صاحب حکمت ودانش، بلیغ، عمدہ رائے والے، طاقتور، بردبار، شریف، دلیل میں پختہ اور گفتگو میں واضح الکلام تھے۔ان خوبیوں نے آپ کو اس لائق بنا دیا کہ آپ دوسرے قبائل سے فخر ومباہات یا نفرت وتحقیر میں قریش کی جانب سے سفیر قرار پائے۔ ❷

ابن الجوزی کا بیان ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذمہ سفارت کا منصب تھا۔ اگر قریش اور دیگر قبائل میں لڑائی چھڑ جاتی تو وہ آپ کو سفیر بنا کر بھیجتے۔ یا ان (قریش) کو اگر کوئی نفرت دلانے والا نفرت دلاتا، یا فخر کرنے والا فخر کرتا تو قریش آپ کو نفرت دلانے اور فخر ومباہات جتانے کے لیے اپنا سفیر بنا کر بھیجتے، اور آپ سے وہ سب خوش رہتے۔ ❸

قریش کی جو بھی رسم ورواج، عبادتیں اور نظام زندگی ہوتا اس کی طرف سے آپ دفاع کرتے، آپ دل کے ایسے مخلص تھے کہ جس بات پر یقین کر لیتے اس کی طرف سے دفاع کرنے میں جان کھپا دیتے۔ یقین کی بنیاد پر دفاع کرنے والی اسی طبیعت ومزاج کی سختی کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی دعوت کے بالکل ابتدائی مرحلے میں اس کی جم کر مخالفت کی، اور انہیں خوف محسوس ہوا کہ کہیں یہ دین مکی نظام کی چولیں نہ ہلا دے، جو بہت ہی مستحکم ہے۔ اور جس نے مکہ کو عربوں میں ایک خاص مقام دیا ہے۔ اس مکہ میں وہ گھر ہے جس کی زیارت کے لیے لوگ آتے ہیں۔ اور پھر قریش کو اسی نے دیگر عربوں میں ایک نمایاں حیثیت دی ہے۔ اسی وجہ سے مکہ روحانی ومادی دولت سے مالا مال ہے۔ اور یہی مکہ کی روز افزوں ترقی اور اس کے سرداروں کی مال داری کا اصل سبب ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سردارانِ مکہ نے دین اسلام کی بہت مخالفت کی، اور اس پر ایمان لانے والے کمزور لوگوں کو بہت ستایا، ان کمزوروں پر ظلم ڈھانے میں عمر رضی اللہ عنہ انتہائی سخت تھے۔ ❹

آپ زمانۂ جاہلیت میں ایک لونڈی کے اسلام قبول کر لینے پر اس کو اتنا مارتے رہے کہ آپ کے ہاتھ تھک گئے، کوڑا ہاتھوں سے گر گیا، تھک کر آپ رک گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا، اور آپ نے انہیں لونڈی کو مارتے دیکھا، تو اس کو آپ سے خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ ❺

عمر رضی اللہ عنہ جاہلیت میں پلے بڑھے، اور ٹھیٹھ جاہلیت کی زندگی گزاری اور اس کی حقیقت ورسم ورواج سے بخوبی آشنا ہوئے، اور پوری قوت کے ساتھ اس کی طرف سے دفاع کیا۔ لیکن جب اسلام قبول کیا، اس کی خوبی

❶ الخلیفة الفاروق، د/ العانی ص: ١٦

❷ الخلیفة الفاروق د/ العانی ص:١٦

❸ مناقب عمر، ص: ١١

❹ الفاروق عمر، عبدالرحمن الشرقاوی، ص: ٨

❺ الفاروق عمر، عبدالرحمن الشرقاوی، ص: ٨

Marfat.com

وحقیقت کو پہچان لیا، ہدایت وگمراہی، ایمان وکفر اور حق وباطل کے درمیان حقیقی فرق سے واقف ہو گئے تو ایک بہت اہم بات کہی:

((انما تنقض عری الاسلام عروۃ عروۃ اذا نشأ فی الاسلام من لا یعرف الجاهلیة .)) ❶

''جب اسلام میں ایسے لوگ پروان چڑھنے لگیں جو جاہلیت سے ناواقف ہوں تو اسلام کی ایک ایک جڑ ٹوٹتی چلی جائے گی۔''

❶ الفتاوی: ۱۵/ ۳٦، فرائد الکلام للخلفاء الکرام، ص: ۱٤٤

Marfat.com

(۲)

قبولِ اسلام اور ہجرت

قبول اسلام:

سب سے پہلے آپ کے دل پر نور کی کرنیں اس وقت پڑیں جب آپ نے دیکھا کہ قریش کی عورتیں آپ اور آپ جیسے دیگر لوگوں کی بدسلوکیوں سے تنگ آ کر اپنا ملک چھوڑ کر دور دوسرے ملک میں جا رہی ہیں۔ اس وقت آپ کا دل نرم پڑ گیا اور ضمیر نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے ان پر اظہار غم کیا اور ان کو ایسا بہترین کلام سنایا کہ جسے سننے کی وہ آپ سے کبھی امید نہیں رکھتی تھیں۔ ❶

امّ عبداللہ بنت حنتمہ کا بیان ہے: جب ہم ہجرت حبشہ کے لیے کوچ کر رہی تھیں تو عمر آئے اور میرے پاس کھڑے ہو گئے۔ ہمیں ان کی بہت سی اذیتوں اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، انہوں نے مجھ سے کہا: اے امّ عبداللہ! کیا کوچ کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم، ہم ضرور اللہ کی زمین میں ہجرت کریں گی۔ تم لوگوں نے ہم کو تکلیف دی ہے، ستایا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ آپ لوگوں کا ساتھی ہو۔ میں نے اس وقت آپ کی طرف سے ایسی رقت و نرمی دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ جب عامر بن ربیعہ تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر گئے ہوئے تھے، اور میں نے ان سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: لگتا ہے کہ تم عمر کے اسلام کی امید رکھتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: وہ اس وقت تک اسلام نہیں لا سکتے جب تک خطاب کا گدھا اسلام نہ لے آئے۔ (یعنی یہ ناممکن ہے۔) ❷

عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عزم و یقین کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، اور احساس کیا کہ ان کا سینہ تنگ ہے۔ اس نئے دین کے ماننے والے اتنی زبردست مشکلات و مصائب کا سامنا کر رہے ہیں پھر بھی وہ اس پر جمے ہوئے ہیں۔ آخر اس ناقابل تسخیر قوت کا راز کیا ہے؟ آپ غمگین ہوئے اور دل کو ایک چرکا لگا۔ ❸ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے آپ اسلام لے آئے، دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپ کے قبول اسلام کا بنیادی سبب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی:

---

❶ اخبار عمر، الطنطاویات، ص: ۱۲

❷ سیرت ابن ہشام: ۱/ ۲۱٦، فضائل الصحابة/ احمد بن حنبل: ۱/ ۳٤۱

❸ الفاروق عمر، ص: ۹

Marfat.com

((اللهم أعز الاسلام بأحب الرجلين إليك: بأبی جهل بن هشام أو بعمر بن الخطاب .))

''اے اللہ ابوجہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کر دے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کے نزدیک ان دونوں میں سے عمر زیادہ پسندیدہ تھے۔'' ❶

اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کے قبولِ اسلام کے لیے اسباب مہیا کیے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: میں نے عمر کو اگر کبھی کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میرے خیال میں یہ ایسے ہوگا'' تو وہ ان کے خیال کے مطابق ہی ہوا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے سامنے سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گمان نے خطا کی یا یہ شخص اپنے دور جاہلیت کے دین پر اب بھی قائم ہے، یا ان کے کاہنوں میں سے رہا ہے۔ آدمی کو میرے پاس بلاؤ، اس کو بلایا گیا۔ آپ نے اس سے وہی (گمان والی) بات دہرائی۔ اس پر اس نے کہا: میں نے تو آج کے دن کا سا معاملہ کبھی نہیں دیکھا جو کسی مسلمان کو پیش آیا ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے اپنے بارے میں ضرور بتاؤ۔

اس آدمی نے کہا: میں زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ: تمہاری جنّیہ نے تمہیں کون سی تعجب خیز خبر دی؟

آدمی: ایک دن جب میں بازار میں تھا، وہ میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا: کیا تم نے جنوں کو، آسمان سے اوندھے منہ لوٹائے جانے کے بعد ان کی مایوسی اور خوف سے اونٹنیوں اور ان کے پالان سے چمٹ جانے کو نہیں دیکھا؟

عمر رضی اللہ عنہ: ......سچ ہے، میں ان کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا، ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس کو ذبح کیا۔ اس نے زور کی چیخ ماری، ایسی چیخ کہ اس سے تیز آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی، وہ کہہ رہا تھا: اے دشمن! معاملہ کامیابی کا ہے۔ آدمی فصیح اللسان ہے، وہ کہتا ہے: ''لا الٰہ الا اللہ'' پھر میں کھڑا ہوگیا، اور کچھ ہی لمحہ ٹھہرے تھے کہ کہا گیا: یہ نبی ہیں۔ ❷

آپ کے قبول اسلام کے بارے میں بہت سی روایتیں وارد ہیں، لیکن فن حدیث کے معیار کے مطابق ان کی اسناد کی تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر صحیح نہیں ہیں۔ ❸ تاہم سیرت وتاریخ کی کتابوں میں

---

❶ صحیح السنن الترمذی/ البانی، حدیث نمبر: ۲۹۰۷ ۔ الجامع الترمذی، حدیث نمبر:۳۶۸۲ .

❷ البخاری، حدیث نمبر: ۳۸۶٦

❸ صحیح التوثیق فی سیرة وحیاة الفاروق، ص:۲۳ مصنف نے ان تمام روایتوں کو ذکر کیا ہے جن میں آپ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر ہے اور ان کی تخریج کرنے کے ساتھ ساتھ اسناد پر حکم بھی لگایا ہے۔

Marfat.com

مذکور روایات کے مطابق آپ کے قبولِ اسلام اور اس کے اعلان کو درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ:

قریش کے لوگ اکٹھے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں مشورہ کیا، انہوں نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کون قتل کرے گا؟ عمر بن خطاب نے کہا: میں یہ کام کروں گا۔ انہوں نے کہا: اے عمر! تمہی اس کے لیے موزوں ہو۔

وہ سخت گرمی کے دن میں، ٹھیک دوپہر کے وقت گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کرنے کے لیے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ابوبکر، علی اور حمزہ رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں رہ گئے تھے اور حبشہ ہجرت نہیں کی تھی۔ قریش نے عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی صفا پہاڑی کے نیچے دار ارقم میں جمع ہیں۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ النحام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، تو انہوں نے کہا: اے عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا: میں اس صابی (بدمذہب) کے پاس جا رہا ہوں جس نے قریش کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے، اس کے دیدہ وروں کو بے وقوف کہا ہے، ان کے دین میں عیب لگایا اور ان کے معبودوں کو گالی دی ہے، تا کہ اسے قتل کر دوں۔

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! تم کتنے غلط راستے پر چل رہے ہو، اللہ کی قسم تم کو خود تمہاری ذات نے دھوکہ دیا ہے، تم انتہا پسندی کے شکار ہو گئے ہو اور بنو عدی کو برباد کرنا چاہتے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو گے اور بنو عبد مناف تم کو زمین پر آزاد چھوڑ دیں گے؟

اس طرح دونوں آپس میں بحث کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ تو بھی صابی (بدمذہب) ہو گیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو تجھ ہی سے شروع کروں گا۔

جب نعیم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ باز آنے والے نہیں تو کہا: میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ تمہارے خاندان اور تمہارے بہنوئی کے گھر والے بھی مسلمان ہو چکے ہیں اور جس گمراہی پر تم ہو اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو پوچھا کہ وہ کون کون ہیں؟

انہوں نے کہا: تمہارے بہنوئی و چچیرے بھائی اور تمہاری بہن۔ [1]

اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر پہنچنا اور ان کا بھائی کے سامنے ثابت قدم رہنا:

عمر بن خطاب نے جب سنا کہ ان کی بہن اور بہنوئی اسلام لے آئے ہیں تو آپ کو سخت غصہ آیا اور ان کے پاس پہنچے۔ جب گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: ابن خطاب۔ وہ لوگ اپنے ہاتھوں

---

[1] سیرۃ ابن ہشام: ۱/ ۳۴۳ سنداً منقطع ہے۔ طبقات ابن سعد: ۳/ ۲۶۷، بروایت قاسم بن عثمان البصری عن انس۔ اور قاسم ضعیف ہیں، فضائل الصحابۃ/ احمد بن حنبل کی تحقیق میں وصی اللہ نے ان روایات کی تحقیق کی ہے۔

Marfat.com

میں لیے قرآن پڑھ رہے تھے۔ جب عمر کے آنے کا احساس ہوا تو جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کو اسی حالت میں بھول کر چھپنے لگے۔ جب آپ داخل ہوئے اور آپ کی بہن نے آپ کو دیکھا تو چہرہ سے غصے کو بھانپ لیا، جلدی سے صحیفہ کو اپنی ران کے نیچے چھپا لیا۔ آپ نے کہا: ابھی مبہم اور پست آواز جو میں نے تمہارے پاس سنی یہ کون سی بات تھی۔ درحقیقت وہ لوگ سورہ ''طٰہٰ'' کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: ہماری آپس کی بات کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے کہا: شاید کہ تم دونوں صابی (بدمذہب) ہو گئے ہو۔ ان کے بہنوئی نے کہا: تمہاری کیا رائے ہے اگر حق تمہارے دین کے علاوہ دوسری جگہ ہو۔ اتنے میں عمر (رضی اللہ عنہ) اپنے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ پر چڑھ دوڑے اور ان کی داڑھی کو پکڑ لیا۔ پھر دونوں نے اٹھا پٹک کی۔ عمر رضی اللہ عنہ سخت طاقتور تھے۔ آپ نے سعید کو زمین پر پٹخ دیا اور خوب روندا، پھر ان کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں آپ کی بہن آ گئیں اور آپ کو اپنے شوہر سے دور کرنے لگیں۔ آپ نے ان کو تھپڑ رسید کیا جس سے ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا۔ بہن نے غصہ کی حالت میں کہا: اے اللہ کے دشمن! کیا تو مجھے اس لیے مار رہا ہے کہ میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتی ہوں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: جو تجھے کرنا ہے کر لے۔

((أشهد أن لا إله الا الله وأن محمدا رسول الله .))

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔''

تیری مرضی کے خلاف ہم اسلام لا چکے ہیں۔

جب عمر نے ان سے یہ باتیں سنیں تو شرمندہ ہوئے اور ان کے شوہر کے سینے سے اتر گئے اور بیٹھ گئے، پھر کہا: تمہارے پاس جو صحیفہ ہے مجھے دو، میں اسے پڑھوں گا۔ آپ کی بہن نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گی۔ آپ نے کہا: تمہاری بربادی ہو! تمہاری بات نے میرے دل کو متاثر کیا ہے۔ مجھے صحیفہ دو، میں اسے دیکھ تو لوں، میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ اس میں خیانت نہیں کروں گا۔ تو اسے جہاں چاہے محفوظ رکھ لینا۔ انہوں نے کہا: تم ناپاک ہو اور ﴿ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾ (البقرة : ٧٩) ''اسے صرف پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔'' جاؤ غسل کر دیا وضو کر لو۔

آپ غسل کرنے گئے، پھر اپنی بہن کے پاس لوٹ کر آئے۔ انہوں نے آپ کو صحیفہ دیا۔ جس میں ''طٰہٰ'' اور دوسری سورتیں تھیں۔ آپ نے اس میں دیکھا: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ جب الرحمٰن الرحیم پر پہنچے تو کانپ اٹھے، صحیفہ ہاتھ سے گر گیا، پھر خود کو سنبھالا، اور اس میں پڑھا:

﴿ طٰهٰ ① مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ② اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ③ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ④ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ

Marfat.com

فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۞ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۞﴾ (طٰه: ۱-۸)

''طٰہٰ۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے، بلکہ اس کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمان کو پیدا کیا ہے۔ جو رحمٰن ہے عرش پر قائم ہے۔ جس کی ملکیت آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان اور (کرۂ خاک) کے نیچے ہر ایک چیز پر ہے۔ اگر تو اونچی بات کہے تو وہ ہر ایک پوشیدہ بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بہترین نام اسی کے ہیں۔''

یہ آیتیں آپ کے دل پر بہت اثر انداز ہوئیں۔ آپ نے کہا: کیا قریش اسی سے بھاگتے ہیں؟ پھر جب اللہ کے اس فرمان تک پہنچے:

﴿اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۞ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ۞ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۞﴾ (طٰه: ۱۴-۱۶)

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں۔ پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو۔ پس اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو، پس تو ہلاک ہو جائے گا۔''

اس کے بعد آپ نے کہا: جو ایسی بات کہہ رہا ہو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے۔ مجھے بتاؤ محمد کہاں ہیں؟ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا اور قبول اسلام:

جب خباب رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو گھر سے نکلے۔ وہ چھپے ہوئے تھے۔ اور کہا: اے عمر! خوش ہو جاؤ، مجھے امید ہے کہ آپ کے حق میں بروز سوموار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے:

((اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.)) [2]

---

[1] فضائل الصحابة/ احمد بن حنبل: ۱/ ۳۴۴

[2] عمر بن خطاب، الطنطاويات، ص: ۱۱۷، ترمذی، مناقب: ۳۶۸۱.

Marfat.com

''اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ بہتر ہو اس کے ذریعے سے اسلام کو غالب کر دے۔''

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بتاؤ۔ جب انہوں نے بات کی سچائی کا اعتبار کر لیا تو کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی کے نیچے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار سنبھالی، گردن میں لٹکا لی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی طرف چل نکلے۔ وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، جب انہوں نے آپ (رضی اللہ عنہ) کی آواز سنی تو خوفزدہ ہو گئے اور کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہ کی، کیوں کہ انہیں جناب عمر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت عداوت معلوم تھی۔ جب حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ خوفزدہ ہیں تو کہا: کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: عمر بن خطاب ہیں۔ آپ نے کہا: عمر بن خطاب ہیں؟ دروازہ کھول دو۔ اگر اللہ نے اس کے لیے بھلائی چاہی تو وہ اسلام لے آئے گا، اور اگر اس کے علاوہ اس کا ارادہ ہے تو اس کا قتل کرنا ہمارے لیے آسان ہو جائے گا۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا، سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے آدمی نے آپ (عمر) کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا، یہاں تک کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ ❶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے اور انہی کی چادر سے ان کی کمر کو پکڑ لیا، پھر تیزی سے کھینچا اور کہا:

((ما جاء بك يا ابن الخطاب؟ والله ما أرى أن تنتهي حتى ينزل الله بك قارعة.))

''اے خطاب کے بیٹے! تمہارا کیسے آنا ہوا؟ اللہ کی قسم میں تم کو تمہارے ارادے سے باز آنے والا نہیں پاتا یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ مصیبت ڈال دے۔''

عمر (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس اللہ، اس کے رسول، اور اللہ کی طرف سے آپ جو لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جو دار ارقم میں موجود تھے جان لیا کہ عمر اسلام لے آئے۔ پھر صحابہ اِدھر اُدھر چلے گئے۔ حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ جب عمر بھی اسلام لے آئے تو انہوں نے کافی قوت محسوس کی، اور انہیں لگا کہ اب یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہیں پہنچنے دیں گے۔ اور دیگر صحابہ بھی ان دونوں کے ذریعے سے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیں گے۔ ❷

---

❶ اخبار عمر، الطنطاويات، ص: ۱۸

❷ فضائل الصحابة/ امام احمد بن حنبل: ۱/ ۳٤٤

Marfat.com

دعوت الی اللہ کے لیے جم جانا اور اس کے لیے مشکلات برداشت کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مکمل خلوص وللہیت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور پوری طاقت کے ساتھ اسلام کے استحکام کے لیے کام کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا زندہ یا مردہ دونوں حالتوں میں ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ إِنَّکُمْ عَلَی الْحَقِّ إِنْ مُتُّمْ وَإِنْ حَیِیْتُمْ.))

''ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم حق پر ہو خواہ تم وفات پا جاؤ یا تم باحیات رہو۔''

آپ نے کہا: پھر چھپنا کیوں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، آپ ضرور بالضرور کھلے عام نکلیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ علانیہ دعوت کا وقت آ گیا ہے، اور اسلامی دعوت اتنی طاقتور ہو چکی ہے کہ خود اپنا دفاع کر سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت کی اجازت مل گئی، آپ صحابہ کی دو صفوں کے درمیان نکلے۔ ایک میں عمر تھے اور دوسرے میں حمزہ۔ وہ گرد آلود ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، جب قریش نے (آپ کے ساتھ عمر اور حمزہ رضی اللہ عنہما کو) دیکھا تو انہیں اس قدر تکلیف ہوئی کہ اتنی تکلیف کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو ''فاروق'' کا لقب دیا۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کو قوت بخشی، آپ بہت نڈر آدمی تھے، اس بات کی بالکل پروا نہ کرتے تھے کہ میرے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ آپ اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے ذریعے سے دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے۔ ❷

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مشرکین قریش کو چیلنج کیا، ان سے لڑائی کی، یہاں تک کہ کعبہ میں خود ❸ اور آپ کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے نماز پڑھی۔

سیّدنا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اسلامی دعوت کے دشمنوں کو ہر ممکن تکلیف دینے کے خواہش مند تھے، آپ اس سلسلے میں اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

''میں کسی مسلمان کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا، میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا۔ وہ اپنی قوم میں معزز

---

❶ حلیة الأولیاء: ۱/ ۴۰۔ صفة الصفوة: ۱/ ۱۰۳۔ ۱۰۴

❷ الخلیفة الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۲۶۔ ۲۷

❸ الریاض النضرة/ تالیف، محب الطبری: ۱/ ۲۵۷

Marfat.com

آدمی تھے۔ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: خطاب کا بیٹا۔ وہ میرے پاس آئے، میں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں صابی (دین بدل دینے والا) بن چکا ہوں۔ انہوں نے کہا: تم ایسا کر گزرے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: ایسا نہ کرو۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ انہوں نے پھر کہا: ایسا نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ پھر قریش کے سرداروں میں سے دوسرے آدمی کے پاس گیا، اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا: کون؟ میں نے کہا: خطاب کا بیٹا۔ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں صابی (دین بدل دینے والا) بن چکا ہوں۔ انہوں نے کہا: تم ایسا کر گزرے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا: ایسا نہ کرو، پھر وہ گھر میں داخل ہوگئے اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

پھر ایک آدمی نے مجھ سے کہا: کیا تم اپنا اسلام عام کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: جب لوگ ''حجر'' میں بیٹھیں تو تم جمیل بن معمر جمحی کے پاس جاؤ اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر اس سے کہو کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں صابی بن گیا ہوں؟ چنانچہ جب لوگ حجر میں بیٹھے تو میں نے ایسا ہی کیا، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تیز آواز سے اعلان کیا: خطاب کا بیٹا صابی (بے دین) ہوگیا ہے۔ لوگ مجھ پر پھر پڑے، وہ مجھ کو مارتے اور میں ان کو مارتا۔'' [1]

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو قریش آپ کے اسلام کو نہ جان سکے۔ آپ نے کہا: مکہ والوں میں کون ایسا آدمی ہے جو باتوں کو خوب پھیلاتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی۔ آپ اس کے پاس گئے اور میں آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ میں اس وقت چھوٹا لڑکا تھا اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ آپ اس کے پاس آئے اور کہا: اے جمیل میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ اللہ کی قسم آپ نے ابھی دوسرا کلمہ کہا بھی نہ تھا کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے بھاگا۔ عمر اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد کے پیچھے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو تیز آواز سے چیخا: اے قریش کے لوگو! اور وہ لوگ کعبہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ بے شک عمر بن خطاب صابی (بے دین) ہوگیا اور جناب عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے تھے اور کہتے تھے: اس نے جھوٹ کہا ہے، بلکہ میں اسلام لے آیا ہوں اور گواہی دی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول

[1] شرح المواهب: ۱/ ۳۲۰۔ أخبار عمر/ الطنطاويات، ص: ۱۹

Marfat.com

ہیں۔ لوگ آپ پر چڑھ دوڑے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ربیعہ پر چھلانگ لگائی اس کو پٹخ دیا اور مارنے لگے اور اپنی دونوں انگلیوں کو اس کی دونوں آنکھوں میں دھنسا دیا، عتبہ چیخنے لگا، لوگ اس سے دور ہٹ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، جوں ہی ان میں سے کوئی آپ کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو اسے کوئی بزرگ جو اس کے قریب ہوتا پکڑ لیتا۔ اس طرح لوگ آپ (رضی اللہ عنہ) سے دور ہٹ گئے۔ پھر آپ ان مجلسوں میں بھی گئے جہاں کفر کی حالت میں اکٹھا ہوتے تھے۔ وہاں آپ نے ایمان کا اعلان کیا۔ ❶ آپ برابر ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا (یعنی دوپہر کا وقت ہوگیا)۔ عمر رضی اللہ عنہ تھک کر بیٹھ گئے۔ وہ سب آپ کے سر پر آ گئے۔ آپ نے کہا: جو تمہاری سمجھ میں آئے کرلو، اللہ کی قسم! اگر ہم تین سو آدمی ہوتے تو تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دیتے یا ہم اسے تمہارے لیے چھوڑ دیتے۔ ❷

اسی دوران میں زرق برق ریشمی قمیص میں ملبوس ایک آدمی آیا اور کہا: کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: خطاب کا بیٹا صابی ہوگیا ہے۔ اس نے کہا: اسے چھوڑ دو، اس نے اپنے لیے دین اختیار کیا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ بنو عدی تم کو اپنا آدمی سونپ دیں گے؟ (ان کا ہجوم) ایک کپڑے کے مانند تھا جو آپ سے اتر گیا۔ میں نے آپ سے مدینہ میں کہا: اے ابا جان! وہ کون آدمی تھا جس نے اس دن آپ سے لوگوں کو ہٹایا تھا؟ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔ ❸

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا اسلامی دعوت پر اثر:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سے جناب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہم کافروں پر برابر بھاری رہے، ہمیں یاد ہے کہ ہم میں خانہ کعبہ کے طواف اور اس میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ تھی یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے۔ جب وہ اسلام لے آئے تو آپ نے ان سے لڑائی کی، یہاں تک کہ وہ ہمیں چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ پھر ہم نے نماز پڑھی اور طواف کیا۔ ❹

نیز آپ کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ایک فتح اور آپ کی ہجرت ایک مدد اور خلافت ایک رحمت تھی۔ ہمیں یاد ہے کہ ہم خانہ کعبہ میں نماز اور اس کے طواف کی طاقت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے

---

❶ الرياض النظرة، ص: ۳۱۹

❷ یہ مجلس ہماری ہوتی یا تمہاری۔

❸ فضائل الصحابة / أحمد بن حنبل: ۱/ ۳٤٦ اس کی سند حسن ہے۔

❹ فضائل الصحابة / أحمد بن حنبل: ۱/ ۳٤٤ اس کی سند حسن ہے۔

Marfat.com

آئے۔ جب آپ اسلام لے آئے تو ہم نے ان سے لڑائی کی، یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہم نماز پڑھنے لگے۔ ❶

صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو اسلام کو غلبہ حاصل ہوگیا، علی الاعلان اس کی طرف دعوت دی گئی، ہم خانہ کعبہ کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے، ہم نے اس کا طواف کیا اور جس نے ہم پر سختی کی ہم نے اس سے بدلہ لیا۔ ❷ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی شاعر کا یہ قول سچ ہے:

أعني به الفاروق فرق عنوة
بالسيف بين الكفر والإيمان

''میری مراد فاروق سے ہے جنہوں نے کفر وایمان کے درمیان تلوار کی قوت سے فرق واضح کردیا۔''

هو أظهر الإسلام بعد خفائه
ومحا الظلام وباح بالكتمان ❸

''انہوں نے پوشیدگی کے بعد اسلام کو ظاہر کیا اور تاریکیوں کو ختم کردیا اور پوشیدگی کو دور کیا۔''

اسلام لانے کی تاریخ اور قبولِ اسلام کے وقت مسلمانوں کی تعداد:

عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال، ۲۷ سال کی عمر میں ذی الحجہ ❹ کے مہینے میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد اسلام قبول کیا۔ ❺ اس وقت مسلمانوں کی کل تعداد انتالیس (۳۹) تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انتالیس (۳۹) آدمی تھے۔ میں نے چالیس (۴۰) کی تعداد پوری کردی۔ پس اللہ نے اپنے دین اسلام کو غلبہ عطا کیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ مسلمان مردوں کی تعداد ۴۰ یا ۴۰ سے کچھ زیادہ تھی اور گیارہ (۱۱) عورتیں تھیں لیکن عمر رضی اللہ عنہ سب کو نہیں پہچانتے تھے کیوں کہ اکثر لوگ جو اسلام لا چکے تھے وہ مشرکین کے خوف سے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کرتے تھے، خصوصاً عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے، اس لیے کہ آپ ان کے خلاف بہت سخت تھے۔

اور اسی طرح انہوں نے مردوں کی تعداد (۴۰) پوری کرنے کا ذکر کیا اور عورتوں کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ وہ کمزور ہوتی ہیں اور ان کے ذکر میں کوئی اعزاز کی بات نہیں۔ ❻

---

❶ الشيخان أبوبكر وعمر بروايت بلاذری، ص: ۱۴۱ ❷ الطبقات الكبریٰ: ۳/ ۲۶۹ ـ صفة الصفوة: ۱/ ۲۷۴
❸ نونية القحطانی، ص:۲۲ ❹ تاريخ الخلفاء، ص: ۱۳۷
❺ اخبار عمر، الطنطاويات، ص: ۲۲ ❹ اخبار عمر، الطنطاويات، ص: ۲۲

Marfat.com

ہجرت:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو علی الاعلان ہجرت کا عزم کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: میرے علم کے مطابق عمر بن خطاب کے علاوہ تمام مہاجرین نے چھپ چھپ کر ہجرت کی لیکن جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا عزم کیا تو تلوار کو گردن میں لٹکایا اور ترکش کو کندھے پر رکھا، ہاتھ میں تیر پکڑے اور لاٹھی لے کر نکل پڑے۔ ❶ کعبہ کی طرف گئے، قریش اس کے صحن میں بیٹھے تھے، بہت اطمینان سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم پر آئے اور اطمینان سے نماز پڑھی، پھر ایک ایک کر کے تمام حلقوں سے گزرے اور ان سے کہا: چہرے برباد ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کی عزت کو خاک میں ملا دے گا۔ جس کی یہ خواہش ہو کہ اس کی ماں اسے گم پائے اس کی اولاد اس پر ماتم کرے یا اس کی عورت بیوہ ہو جائے تو وہ اس وادی کے پیچھے مجھ سے ملاقات کرے۔ علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آپ کے ساتھ صرف کمزوروں کی ایک جماعت ساتھ رہی، آپ نے ان کو سکھایا، ان کی رہنمائی کی، اور رضائے الٰہی کے لیے آگے بڑھتے گئے۔ ❷

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ تشریف لائے، آپ کے ساتھ آپ کے خاندان اور گھر کے لوگ تھے۔ آپ کے بھائی زید بن خطاب تھے اور سراقہ بن معتمر کے دونوں لڑکے عمرو اور عبداللہ بھی تھے۔ نیز آپ کے داماد خنیس بن حذافہ سہمی اور چچا زاد بھائی سعید بن زید تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ (جنت کی بشارت پانے والے دس افراد) میں سے ایک ہیں۔ واقد بن عبداللہ تمیمی تھے جو ان کے حلیف تھے۔ خولی بن ابی خولی، مالک بن ابی خولی جو بنو عجل اور بنو بکر کی طرف سے ان کے حلیف تھے، یہ لوگ بھی تھے اور ایاس، خالد، عاقل اور عامر نیز بنو سعد بن لیث کی طرف سے جو لوگ ان کے حلیف تھے وہ سب تھے۔ یہ تمام لوگ قبا میں بنو عمرو بن عوف کے قبیلہ میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے پاس اترے۔ ❸

براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے، وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ پھر بلال، سعد اور عمار بن یاسر آئے، پھر بیس (۲۰) صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں عمر بن خطاب آئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے مدینہ والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہونے سے بڑھ کر کسی چیز پر خوش ہوتے نہیں دیکھا۔ ❹

---

❶ صحیح التوثیق فی سیرۃ الفاروق، ص: ۳۰ یہ خبر قابل اعتبار ہے۔
❷ صحیح التوثیق فی سیرۃ الفاروق، ص: ۳۰ یہ خبر قابل اعتبار ہے۔
❸ فتح الباری: ۷/ ۲۶۱۔ بحوالہ صحیح التوثیق، ص: ۳۱
❹ صحیح البخاری: ۳۹۲۵

Marfat.com

اس طرح سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اقوال وافعال سے اپنے دین وعقیدہ کی خدمت میں برابر لگے رہے۔ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرتے، مسلمانان مکہ میں سے جو وہاں سے ہجرت کرنا چاہتا آپ اس کے لیے مددگار اور سند اجازت ہوتے، یہاں تک کہ آپ خود اور آپ کے ساتھ اقرباء اور حلفاء وہاں سے نکل آئے۔ آپ نے اپنے ان تمام ساتھیوں کی بھرپور مدد کی جو ہجرت کرنا چاہتے تھے، لیکن ان کے بارے میں دشمنوں کی طرف سے ابتلاء وآزمائش کا اندیشہ تھا۔ ❶ آپ اس واقعہ کی تفصیل خود اس طرح بتاتے ہیں:

جب میں اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص بن وائل سہمی نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے وادی سَرِف ❷ کی اونچائی پر اَضاءۃ بنی غفار ❸ کے باغ میں ان سے ملنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے آپس میں طے کیا کہ جو صبح صبح وہاں نہ پہنچے وہ گویا گرفتار ہو گیا، اس کے دونوں ساتھیوں کو چاہیے کہ آگے بڑھ جائیں۔ آپ کہتے ہیں: میں اور عیاش بن ابی ربیعہ صبح سویرے باغ پہنچ گئے اور ہشام گرفتار کر لیے گئے۔ ان پر ہر آزمائش آئی، وہ فتنے میں گرفتار ہو گئے۔ ❹ جب ہم مدینہ پہنچے تو ''قباء'' میں بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ ادھر ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام عیاش بن ابی ربیعہ کی تلاش میں نکلے، وہ ان کے چچا زاد نیز ماں شریک بھائی تھے، وہ دونوں مدینہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ ان دونوں نے آپ (عیاش بن ابی ربیعہ) سے بات کی اور کہا: تمہاری ماں نے نذر مان لی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لیں گی سر میں کنگھی نہیں کریں گی، اور نہ دھوپ سے ہٹیں گی۔ چنانچہ ماں کے لیے آپ کا دل نرم پڑ گیا۔ میں نے ان سے کہا: عیاش خبردار! بے شک اللہ کی قسم یہ لوگ تمہیں آزمائش میں ڈال کر تمہارے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تمہاری ماں کو جوئیں تکلیف دیں گی تو وہ کنگھی کرے گی، اور اگر مکہ کی گرمی اس کو تکلیف دے گی تو سایہ میں جائے گی۔ آپ نے کہا: میں اپنی ماں کی قسم پوری کروں گا اور وہاں میرا کچھ مال بھی ہے اسے بھی لے آؤں گا۔

جناب عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، تم میرا آدھا مال لے لو، لیکن ان دونوں کے ساتھ نہ جاؤ۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی اور جانے پر مصر

❶ صحيح التوثيق فی سيرة و حياة الفاروق عمر بن الخطاب: ۳۱

❷ مکہ کی وادیوں میں سے ایک متوسط لمبائی چوڑائی والی وادی ہے۔

❸ مکہ سے دس میل کی دوری پر واقع ہے۔

❹ الهجرة النبوية المباركة/ عبدالرحمٰن عبدالبر، ص: ۱۲۹

Marfat.com

رہے۔ جب ان کا اصرار برقرار رہا تو میں نے کہا: سنو! جب تم جو کرنا چاہتے ہو وہی کرو گے تو میری یہ اونٹنی لے لو، یہ اچھی نسل کی فرماں بردار اونٹنی ہے۔ اس پر سوار ہو جاؤ اور اگر ان لوگوں کی طرف سے تم کو بدعہدی کا شک گزرے تو بھاگ نکلو۔ چنانچہ وہ اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چل پڑے۔ کچھ راستہ طے ہونے کے بعد ابوجہل نے کہا: اے بھائی! میری اونٹنی تھک گئی ہے، کیا تم مجھے اپنے پیچھے نہیں بٹھا لو گے؟ انہوں نے کہا: ضرور۔ پھر آپ نے اونٹنی بٹھائی، اور اس نے بھی اپنی اونٹنی بٹھائی تا کہ وہ اس پر بیٹھ جائے۔ جب وہ زمین پر اترے تو انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کو باندھ دیا، اور مکہ لے گئے۔ پھر آپ کو آزمایا اور آپ فتنے میں گرفتار ہو گئے۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: پھر ہم کہا کرتے تھے جس نے خود کو فتنے میں ڈالا اللہ تعالیٰ اس سے فدیہ، سفارش اور توبہ قبول کرنے والا نہیں ہے۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو پہچانا پھر مصائب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کفر کی طرف لوٹ گئے۔ یہ باتیں وہ لوگ خود بھی اپنے بارے میں کہتے تھے، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں اور ہماری باتوں نیز ان کی اپنی باتوں کے بارے میں کہا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵﴾

(الزمر: ۵۳۔۵۵)

"(میری جانب سے کہہ دو کہ) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش والا بڑی رحمت والا ہے۔ تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان آیتوں کو اپنے ہاتھوں سے صحیفہ میں لکھا اور اسے ہشام بن عاص

❶ السيرة النبوية الصحيحة: ١/ ٢٠٥

Marfat.com

کے پاس بھیج دیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میرے پاس وہ صحیفہ آیا تو میں اس کو ''ذی طویٰ'' ❶ میں پڑھنے لگا۔ اسے لے کر نیچے وادی میں جاتا اور اوپر آتا، لیکن اسے سمجھ نہیں پاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے دعا کی: اے اللہ مجھے اس آیت کا مطلب سمجھا دے۔ پھر اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ آیتیں ہمارے اور جو کچھ ہم خود اپنے بارے میں کہتے تھے اور جو کچھ لوگ ہمارے بارے میں کہتے تھے، اس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ (رضی اللہ عنہ) کا کہنا ہے کہ میں اپنی سواری کی طرف پلٹا، اس پر سوار ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا اس وقت آپ مدینہ میں تھے۔ ❷

یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے اور اپنے دونوں ساتھیوں یعنی عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ کے لیے جب کہ ان میں سے ہر ایک الگ الگ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، ہجرت کی منصوبہ بندی کی تھی کہ جس مقام پر ان کے آپس میں ملنے کا وعدہ تھا وہ مکہ سے دور، حرم سے باہر اور مدینہ کے راستہ پر تھا۔ نیز وقت اور جگہ کی اتنی منظم انداز میں تحدید کی تھی کہ اگر ان سے کوئی ایک گرفتار کرلیا جائے تو بقیہ دونوں سفر شروع کر دیں اس کا انتظار نہ کریں، کیوں کہ وہ گرفتار ہو چکا ہے، اور ان کے اندازے کے مطابق ایسا ہوا بھی۔ ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ گرفتار کرلیے گئے۔ جب کہ عمر اور عیاش رضی اللہ عنہما نے سفر ہجرت جاری رکھا۔ اس طرح یہ منصوبہ بندی پوری طرح کامیاب ہوگئی اور وہ دونوں صحیح سالم مدینہ پہنچ گئے۔ ❸

مگر قریش نے مہاجرین کا پیچھا کرنے کی ٹھان رکھی تھی، اسی لیے انہوں نے ایک مضبوط منصوبہ تیار کیا۔ اور ابوجہل اور حارث نے جو عیاش کے ماں شریک بھائی تھے، اسے پورا کرنے کی ذمہ داری لی۔ اسی قرابت نے عیاش کو ان دونوں کی طرف سے مطمئن کر رکھا تھا، خصوصاً اس وجہ سے کہ معاملہ ان کی ماں سے متعلق تھا۔ اور ابوجہل نے عیاش کی اپنی ماں کے ساتھ رحمت وشفقت کو دیکھتے ہوئے یہ سازش گھڑی تھی، اور یہ شفقت اس وقت کھل کر سامنے آگئی جب آپ ان کے ساتھ لوٹنے پر تیار ہوگئے۔

اسی طرح اس واقعہ سے عمر رضی اللہ عنہ کا امن عامہ سے متعلق بلند و بالا شعور بھی کھل کر سامنے آتا ہے بایں طور کہ عیاش رضی اللہ عنہ کے اچک لیے جانے ❹ کے بارے میں آپ کی دانائی و دوراندیشی سچ ثابت ہوئی۔

اسی طرح اخوت و بھائی چارگی کا وہ عظیم معیار بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی اسلام نے بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ

---

❶ مکہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔
❷ الهجرة النبوية المباركة، ص: ۱۳۱
❸ التربية القيادية: ۲/ ۱۵۹
❹ السيرة النبوية عرض وقائع وتحليل احداث/ الصلابی، ص: ۵۱۲

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے اسلام کی حفاظت اور مکہ لوٹ جانے کے بعد مشرکین کی سخت آزمائش میں واقع ہونے کے خوف کے پیش نظر اپنی نصف جائیداد کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ لیکن عیاش رضی اللہ عنہ پر اپنی ماں کی محبت اور قسم پورا کرنے کا جذبہ غالب ہے۔ اسی لیے انہوں نے ٹھان لی کہ وہ مکہ جائیں گے اور اپنی ماں کی قسم پوری کریں گے۔ اور وہاں جوان کا مال ہے اسے لے کر واپس آئیں گے۔ ان کی پاک دامنی اس بات سے انکار کرتی تھی کہ اپنے بھائی عمر کی جائیداد لے لیں، اور مکہ میں ان کا اپنا مال باقی رہے جس کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس سے بلند تھی۔ گویا کہ آپ اس برے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جس سے مکہ لوٹنے کے بعد عیاش دوچار ہونے والے تھے۔ اور جب آپ ان کو مطمئن کرنے سے عاجز آ گئے تو اپنی بہترین نسل والی فرماں بردار اونٹنی دے دی۔ پھر آگے چل کر عیاش کے ساتھ وہی کچھ ہوا جس بے وفائی کی مشرکین کی طرف سے عمر رضی اللہ عنہ نے توقع کی تھی۔ ❶

مسلمانوں میں یہ بات عام ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جو آزمائے گئے اور جاہلی سماج میں زندگی گزارنی شروع کر دی، ان کے بارے میں کسی سفارش اور فدیہ کو قبول نہیں کرے گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

(الزمر: ۵۳)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔''

جوں ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں فوراً سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دونوں قلبی بھائیوں یعنی عیاش اور ہشام رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ دونوں کفرستان کو چھوڑنے میں دوبارہ اپنی نئی کوشش شروع کریں۔

کتنی عظیم خوبی تھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اندر، اپنے بھائی عیاش کے ساتھ پوری کوشش کی اور مدینہ نہ چھوڑنے کے لیے ان کو اپنی نصف جائداد دینے کی پیش کش بھی کی، ان کو خطرہ کی حالت میں بھاگ نکلنے کے لیے اپنی اونٹنی بھی دی، ان تمام چیزوں کے باوجود اپنے بھائی کو گالی گلوچ نہ کیا، نہ ان سے قطع تعلق کیا کہ انہوں نے مخالفت کی تھی، اور آپ کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور آپ کے مشورہ کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ بس آپ پر صرف اپنے بھائی کے متعلق محبت اور وفاداری کا احساس غالب تھا۔ اسی وجہ سے جوں ہی مذکورہ آیت

❶ التربية القيادية: ۲/ ۱۶۰

Marfat.com

نازل ہوئی فوراً اسے مکہ میں رہنے والے اپنے دونوں بھائیوں اور دیگر کمزور مسلمانوں کے پاس بھیجنے میں جلدی کی تاکہ اسلامی چھاؤنی میں جلد از جلد شامل ہونے کی نئی کوشش شروع کر دیں۔ ❶

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سچائی کے وزیر بن کر رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات (بھائی چارگی) کا رشتہ کیا۔ ❷ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اور عتبان بن مالک ❸ اور ایک قول کے مطابق آپ اور معاذ بن عفراء ❹ کے درمیان مواخات قائم کی۔

علامہ ابن عبدالہادی نے ان تمام روایتوں کو یکجا کر کے یہ تعلیق تحریر کی ہے:

''ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اوقات میں ان سب کے ساتھ آپ کی مواخات قائم کی تھیں، اور متعدد اوقات میں آپ اور ان تمام لوگوں کے درمیان مواخات قائم کرنا ناممکن نہیں ہے۔'' ❺

---

❶ التربیة القیادیة: ٢ / ١٦

❷ مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب/ ابن الجوزی، ص:٣١

❸ طبقات ابن سعد: ٣/ ٢٧٢

❹ مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب/ ابن الجوزی، ص: ٣١

❺ محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب: ١/ ١٨٤

Marfat.com

دوسری فصل

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرآنی اور نبوی تربیت

- عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت
- عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی میں

Marfat.com

(۱)

عمر رضی اللہ عنہ کی قرآنی زندگی

اللہ، کائنات، زندگی، جنت، جہنم اور قضاء وقدر کے بارے میں آپ کا تصور:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کی جس تربیتی نظام میں پرورش ہوئی وہ قرآنی نظام تھا۔ جو اللہ ربّ العالمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ کسی نظام حیات کو سیکھنے کا وہی ایک مصدر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے حریص تھے کہ نظام زندگی کو سیکھنے کا فقط ایک ہی سرچشمہ ہو اور یہ کہ قرآنِ مجید ہی طریقۂ کار اور طرز فکر کا ایسا بنیادی محور ومرکز ہو جس پر مسلم فرد، اسلامی خاندان اور جماعت تربیت پا سکیں۔ چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جن آیات کریمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نفس نفیس سنا تھا آپ کی اسلامی شخصیت سازی میں ان کا نمایاں اثر رہا، ان آیات نے آپ کے دل کو پاک وصاف اور روح کا تزکیہ کیا، اور اس طرح آپ اپنے نیک ارادوں، کردار سازی، اعلیٰ مقاصد، پاک جذبات اور اخلاقی قدروں کے ذریعے سے ایک نئے انسان کی شکل میں نمودار ہوئے۔ [1]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کے ذریعے سے پہچان لیا کہ حقیقی معبود کون ہے کہ صرف اسی کی عبادت واجب ہے، معاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی عظیم آیات سے عمر رضی اللہ عنہ کی روح کی آبیاری بھی کرتے رہتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ یہ کوشش بھی رہتی کہ آپ کے صحابہ اپنے حقیقی ربّ اور بندوں پر اس کے حقوق کے بارے میں صحیح تصور پر تربیت پائیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی واقف تھے کہ جب روحیں صاف شفاف ہو جائیں گی اور فطرت کی درستگی ہو جائے گی تو یہی سچا تصور یقین اور تصدیق کو دل میں جاگزیں کر دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ، کائنات، زندگی، جنت اور جہنم، قضاء وقدر، انسان کی حقیقت اور شیطان سے اس کی جنگ کے بارے میں آپ کا نظریہ قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہو گیا۔

- اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر قسم کے عیوب ونقائص سے پاک ہے، اور ان اوصاف کاملہ سے متصف ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی ذات یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ لڑکا۔
- اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور اس کا مالک ومدبر ہے:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

[1] السيرة النبوية / الصلابي: ١/ ١٤٥

Marfat.com

الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾

(الاعراف: ٥٤)

''بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات میں تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی، ظاہر ہوں یا پوشیدہ:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾﴾

(النحل: ٥٣)

''اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ انسان کی ظاہری باتیں یا سربستہ راز اس سے پوشیدہ ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے انسانوں کے تمام اعمال کو تحریر کروا رہا ہے، ایسی کتاب میں تحریر ہو رہا ہے جو نہ چھوٹے عمل کو چھوڑے گی اور نہ بڑے عمل کو۔ وہ کتاب مناسب موقع اور مناسب وقت پر کھل کر سامنے آئے گی:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾﴾ (ق: ١٨)

''وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔''

''(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان چیزوں سے آزماتا ہے جو ان کی مرضی اور پسند کے خلاف ہوتی ہیں تاکہ لوگوں کی حقیقت سامنے آ جائے اور یہ واضح ہو جائے کہ ان میں کون شخص اللہ کی قضا و قدر سے راضی ہے، اور ظاہر و باطن میں اس کے سامنے سرنگوں ہے، تاکہ وہ خلافت، امامت اور سیاست کے لائق ہو جائے۔ اور کون شخص ہے جو اللہ کی قضاء وقدر سے خفا اور ناراض ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ کسی ذمہ داری کا اہل نہیں ہے۔

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ

Marfat.com

الْغَفُوْرُ ۝ ﴾ (الملك: ۲)

''وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''

❀ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو توفیق دیتا ہے اور تائید ونصرت عطا کرتا ہے جو اس کی پناہ چاہتا ہے، اس کا سہارا لیتا ہے اور امر ونہی کے بارے میں جو احکامات ہیں ان پر پورا اترتا ہے:

﴿إِنَّ وَلِيِّۦَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۹۶)

''یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔''

❀ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی کی وحدانیت کا اعتراف واقرار کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں:

﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (الزمر: ٦٦)

''بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔''

❀ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس عبودیت وبندگی اور توحید کے مضمون کی مکمل حد بندی کر دی ہے۔[1]

کائنات کے بارے میں آپ کا نظریہ قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝﴾

(فصلت: ۹-۱۲)

''آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی، سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے، اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں (رہنے والوں کی) غذا بھی تجویز کر دی۔ (صرف) چار دن میں ضرورت مندوں کے لیے یکساں طور پر۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (سا) تھا، پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی خوشی آؤ یا ناخوشی سے،

[1] منهج الرسول في غرس الروح الجهادية، ص: ١٠ تا ١٦

Marfat.com

دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔ پس دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب احکام کی وحی بھیج دی، اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی۔ یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے۔''

یہ زندگی خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو بہر حال اس کا انجام زوال ہے، اس کے مال و متاع کتنے ہی زیادہ گراں قدر کیوں نہ ہوں بہر حال وہ حقیر اور کمتر ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتّٰى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَا ۙ أَتٰهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾﴾ (یونس: ٢٤)

''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہو گئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔''

جنت کے بارے میں آپ کا نظریہ ان آیتوں پر قائم تھا جو اس کی صفات کو بتاتی ہیں۔ اس طرح آپ کی زندگی کا حال ان پاکیزہ نفوس کی طرح تھا جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾﴾ (السجدہ: ١٦-١٧)

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

جہنم کے بارے میں بھی آپ کا تصور قرآنی آیات ہی پر قائم تھا، اور یہی تصور آپ کو آپ کی زندگی میں شریعت الٰہیہ سے کسی بھی انحراف سے روکتا تھا۔ چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والا

شخص یہ بخوبی محسوس کرے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کامیاب ملاقات کے اسباب پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے، اور اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے کس قدر خائف رہتے تھے۔ آپ اپنے دور خلافت میں ایک رات مدینہ میں پاسبانی کے لیے نکلے، ایک مسلمان آدمی کے گھر سے آپ کا گزر ہوا، آپ نے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے پایا، آپ رک کر اس کی قراءت سننے لگے، وہ پڑھ رہا تھا:

﴿وَ الطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾﴾

(الطور: ۱۔۷)

''قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی، جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے، اور آباد گھر کی اور اونچی چھت کی، اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی، بے شک آپ کے ربّ کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے۔''

آپ نے یہ سن کر کہا: قسم؛ کعبہ کے ربّ کی قسم یہ برحق ہے۔ پھر آپ اپنے گدھے سے اتر گئے، تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر اپنے گھر واپس آئے، پھر ایک مہینہ بیمار رہے، لوگ آپ کی عیادت کو آتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ آپ کی بیماری کا سبب کیا ہے۔ [1]

آپ نے قضاء وقدر کا مفہوم بھی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے سیکھا، آپ کے دل میں اس کا مفہوم راسخ ہو گیا، اور اس کے درجات کو کتاب الٰہی سے آپ نے بخوبی سمجھ لیا، پس آپ کامل یقین رکھتے تھے کہ اللہ ہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے:

﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾﴾

(یونس: ٦١)

''اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو لکھ دیا ہے جو ہونے والی ہے:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾﴾ (فاطر: ٤٤)

---

[1] الرقة والبكاء / عبداللہ بن احمد المقدسی، ص: ١٦٦

Marfat.com

''اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔''

اور یہ کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾﴾ (الانعام: ١٠٢)

''یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔''

قضا وقدر کا حقیقی معنی ومفہوم، اور اس پر پختہ عقیدہ کی وجہ سے آپ کی زندگی میں نفع بخش اور نہایت مفید نتائج ظاہر ہوئے جسے آپ ان شاء اللہ اس کتاب میں جابجا ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ نے قرآن کے ذریعے سے اپنے اور دیگر بنی نوع انسان کے وجود کی حقیقت کو جانا اور یہ معرفت حاصل کی کہ انسان کی بس دو ہی بنیادیں ہیں جہاں سے وہ وجود میں آیا: پہلی بنیاد سے مراد مٹی سے اس کی پہلی خلقت ہے، جب کہ اللہ نے اسے سنوارا اور اس میں روح پھونکی۔ اور دوسری بنیاد سے مراد نطفہ سے انسان کا وجود میں آنا ہے۔ [1] ارشادِ ربانی ہے:

﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾﴾ (السجدة: ٧-٩)

''جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔''

آپ نے پہچان لیا کہ اس انسان کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے وجود بخشا، اسے بہترین صورت اور معتدل قد و قامت سے مکرم ومحترم بنایا۔ اسے عقل، گویائی اور اچھے برے کی تمیز کا ملکہ عطا فرمایا، زمین اور آسمان کی چیزوں کو اس کے لیے مسخر کردیا، اسے اپنی دیگر مخلوقات پر فضیلت وبرتری سے نوازا، اس کے لیے اپنے رسولوں کو مبعوث فرما کر اسے سرفراز کیا، اور انسان کی عزت وتکریم کا سب سے اعلیٰ وافضل مظہر اس نے یہ عطا کیا کہ اسے ہی اپنی محبت اور رضا مندی کے لیے منتخب کیا، جو صرف اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی سے میسر آسکتی ہے، جس نے لوگوں کو مذہب اسلام کی دعوت دی تاکہ سارے انسان دنیا میں پاک اور بہترین زندگی گزار سکیں اور آخرت میں

[1] اصول التربية / النحلاوي، ص: ٣١۔

ہمیشگی والی نعمتوں سے مالا مال ہوں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾﴾ (النحل: ۹۷)

''جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شیطان اور انسان کے درمیان حقیقی معرکہ آرائی کو بھی پہچان لیا، اور جان گئے کہ یہی وہ دشمن ہے جو انسان پر آگے پیچھے دائیں اور بائیں سے حملہ آور ہوتا ہے، اسے گناہ کا وسوسہ دلاتا ہے، خفتہ شہوتوں کو ابھارتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے دشمن ابلیس پر ظفریابی کے لیے اللہ سے مدد مانگتے رہے اور اپنی زندگی میں اس پر غالب بھی رہے، جیسا کہ آپ کی سیرت سے یہ چیز ظاہر ہے۔

قرآنِ کریم میں آدم علیہ السلام اور شیطان کے درمیان پیش آنے والے واقعہ سے یہ بات بخوبی جانی جاسکتی ہے کہ آدم علیہ السلام ہی سے انسانوں کا آغاز ہے اور اسلام کا حقیقی جوہر یہ ہے کہ اللہ ذات واحد کی مطلقاً عبادت کی جائے، نیز یہ کہ انسان غلطیوں اور گناہوں کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی لغزش سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مسلمان کو اپنے رب پر بھروسہ کرنا بے حد ضروری ہے، اور یہ کہ مومن کی زندگی میں توبہ واستغفار کی بڑی اہمیت ہے۔ اسے حسد اور تکبر سے بچنا چاہیے۔ نیز یہ کہ صحابہ کے ساتھ اور ان کے بارے میں بہترین انداز میں گفتگو کرنے کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾﴾ (الاسراء: ۵۳)

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں، کیوں کہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔''

آپ نے اپنے رفقاء اور ساتھیوں کی عبادات کے ذریعے سے روحانی تربیت ان کی قلبی تطہیر اور ان کو قرآن کی روشنی میں متعین کیے ہوئے اخلاق کریمہ کا عادی بنانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تربیت کو اختیار کیا۔

اللہ جل شانہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اسلام کے ذریعے سے عزت عطا فرمائی، وہ اسلام جس نے آپ کے سامنے صاف اور صحیح عقیدہ پیش کیا، پھر اس عقیدہ نے آپ کے پہلے عقیدہ کو پیچھے چھوڑ دیا، اور آپ کے دل میں اسے فنا کے گھاٹ اتار دیا، اس طرح بت پرستی کے ستون منہدم ہوگئے، کسی بت کے لیے قربت کا تصور نہ رہا، اللہ کی بیٹیاں ہونے کا عقیدہ نہ رہا، جنات اور اللہ کے درمیان کوئی رشتہ نہ بچا، کوئی کہانت محفوظ نہ رہی جو معاشرہ

Marfat.com

کے راستوں کی حد بندی کرتی، اور اسے بدشگونی وفال بازی کے چٹیل میدانوں میں سرگرداں رکھتی۔ اور نہ موت کے بعد عدم محض کا تصور باقی رہا۔ ❶ یہ تمام چیزیں ختم ہوگئیں اور اس کی جگہ صرف اللہ واحد پر ایمان لانے کا عقیدہ تھا، جو اس کے ساتھ شرک، اس کے لیے اولاد، کہانت اور دنیوی زندگی کے بعد عدم محض کے تصور سے بالکل پاک وصاف تھا۔ ایسا اس لیے ہوا تاکہ اس آخرت پر ایمان مکمل ہوجائے، جہاں آکر جزا کے ایک نظام کے تحت انسان کا عمل ختم ہوجاتا ہے۔ جاہلیت کا وہ کھلواڑ ختم ہوا جس میں دنیوی زندگی کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے، اور روز جزاء کے مالک کے سامنے کسی جواب دہی کا کوئی تصور نہ تھا، اس بے مقصد اور غیر معقول عقیدہ کو آخرت کے دن پر ایمان، اور روز جزاء میں جواب دہی کی ذمہ داری نے پیچھے دھکیل دیا۔ اس طرح عمر رضی اللہ عنہ مکمل طور پر دین اسلام میں داخل ہوگئے، اللہ اور اس کے رسول آپ کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوگئے، اور اس کامل تصور سے عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کہ گویا آپ اسے دیکھ رہے ہوں۔ ❷ عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی تعلیمات کے مطابق تربیت پائی، اور اللہ تعالیٰ کے بے کراں فیضان وتوفیق کامل کی وجہ سے قرآنی زندگی کے ساتھ اسلامی شریعت وآداب اور تاریخ وحکمت کی باتیں سیکھتے رہے، جس کا آپ کے دل ودماغ اور نفس وروح پر اثر رہا۔ اور اس زندگی کے اثرات ونتائج بھی آپ کے اعضاء وجوارح پر نمایاں رہے۔ درحقیقت توفیق الٰہی کے بعد ان اثرات وکردار کا اہم سبب یہ تھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ ❸

قرآنِ کریم کی موافقت، اسباب نزول پر خصوصی توجہ، اور بعض آیتوں کی تفسیر:

(۱) قرآنِ کریم کی موافقت:

عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نامانوس عمل کو صادر ہوتا دیکھتے تو پوچھ لیتے، مکمل صداقت اور صاف گوئی کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کرتے، آپ کے کمال دانائی اور قرآنِ کریم کے مقاصد پر عبور ونکتہ فہمی کی یہ اہم دلیل ہے کہ بعض مواقع پر آپ کے نظریہ اور رائے کی تائید کے موافق قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کی تین چیزوں میں موافقت کی...... یا (یہ الفاظ ہیں) میں نے اپنے ربّ کی تین چیزوں میں موافقت کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول اگر آپ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو بہتر ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نازل کردیا۔ اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک اور بد سبھی لوگ آتے ہیں، لہٰذا اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے تو بہتر ہوتا۔ تو اللہ نے پردہ سے متعلق آیات نازل فرمادیں۔ اور مجھے خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کی سرزنش کی ہے تو میں ان کے پاس گیا اور کہا: اگر تم اپنی حرکت سے باز آجاؤ (تو بہتر ہے) ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو

❶ عمر بن الخطاب، علی الخطیب، ص: ٥١ . ❷ عمر بن الخطاب، حیاته، علمه، ادبه، ص: ٥٢ .

❸ عمر بن الخطاب، حیاته، علمه، ادبه، ص: ٥٢ .

Marfat.com

تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ میں آپ کی ایک بیوی کے پاس آیا، تو اس نے کہا: اے عمر! کیا رسول اللہ ﷺ میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ اپنی بیویوں کو سمجھائیں، یہاں تک کہ آپ انہیں سمجھا رہے ہیں؟ ❶ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵﴾ (التحریم: ٥)

''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔''

(۲) منافقین پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی موافقت:

عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بلایا گیا، آپ تشریف لے گئے، جب آپ نے نماز پڑھانے کی نیت کی تو میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھیں گے؟ جس نے فلاں موقع پر ایسا ایسا کہا تھا اور فلاں وقت ایسا ایسا کہا تھا؟ میں اس کے برے کردار کو گنواتا رہا اور رسول اللہ ﷺ مسکراتے رہے، یہاں تک کہ جب میں نے آپ سے بہت کہہ ڈالا تو آپ نے فرمایا:

((أَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَر إِنِّيْ خُيِّرتُ فَاخْتَرْتُ .))

''اے عمر! مجھ سے پیچھے ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے (مناسب عمل) اختیار کیا۔''

مجھ سے کہا گیا:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۸۰﴾

(التوبة: ٨٠)

''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

((فَلَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ إِنْ زِدتُّ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَلَهٗ زِدتُّ .))

یعنی ''اگر میں جانتا کہ میرے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے پر وہ بخش دیا جائے گا تو میں اور

---

❶ صحيح بخاری، كتاب التفسير، حديث:٤٢١٣ .

Marfat.com

زیادہ استغفار کرتا۔"

پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اور اس کے پیچھے اس کی قبر تک گئے یہاں تک کہ اس کی تدفین سے فارغ ہو گئے۔ یہ منظر اور پھر آپ کے سامنے اپنی جرأت دیکھ کر میں خود تعجب میں پڑ گیا۔ (حالاں کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں) اللہ کی قسم! ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (التوبة: ٨٤)

"ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی، نہ اس کی قبر پر گئے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی۔ ❶

(۳) بدری قیدیوں کے بارے میں موافقت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: جب غزوۂ بدر ہوا اور اللہ نے مشرکوں کو شکست دے دی۔ ان کے ستر آدمی قتل کر دیے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میری رائے ہے کہ فلاں آدمی، جو آپ کا قریبی تھا، کو میرے حوالے کر دیجیے، میں اس کی گردن ماروں، اور عقیل کو علی کے حوالے کر دیجیے، وہ اس کی گردن ماریں اور فلاں کو حمزہ کے حوالے کر دیجیے وہ اس کی گردن ماریں، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے لیے کوئی محبت اور رواداری نہیں ہے۔ یہ لوگ تو کفار کے لیڈر اور سردار ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری رائے کو پسند نہیں کیا، اور ان سے فدیہ لے لیا۔ دوسرے دن میں علی الصبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ اور ابوبکر دونوں بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں؟ اگر میں وجہ جان سکوں تو میں بھی روؤں، اور اگر رو نہ سکا تو آپ دونوں کو روتے دیکھ کر رونے کی کوشش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِيْ عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنَ الْفِدَاءِ ، وَلَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُكُمْ أَدْنٰى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ .))

یعنی "اس وجہ سے کہ تمہارے ساتھیوں نے مجھے فدیہ لینے کا مشورہ دیا، تمہارا عذاب میرے سامنے (قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس درخت سے بھی قریب کر کے دکھایا گیا۔"

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲٤٠٠۔ اخبار عمر، الطنطاویات، ص: ۳۸۰۔ ۳۸۱

Marfat.com

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾﴾ (الانفال: ٦٧-٦٨)

''پیغمبر کو نہیں چاہیے کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک ملک میں (کافروں کو) خوب قتل نہ کرے تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تم کو) آخرت (کا ثواب دینا) چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکم والا۔ اگر اللہ تعالیٰ آگے سے ایک بات نہ لکھ چکا ہوتا تو تم نے جو (مال قیدیوں سے) لیا اس (قصور) میں تم پر بڑا عذاب اترتا۔''

پھر آئندہ سال اُحد میں ان مسلمانوں میں سے ستر شہید ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے میدان چھوڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعی دانت ٹوٹ گئے، خود آپ کے سر میں دھنس گئی، آپ کے چہرہ سے خون بہتا رہا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾﴾ (آلِ عمران: ١٦٥) ❶

''(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دوگنی پہنچا چکے تو یہ کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(٤) استئذان (اجازت طلبی) کے بارے میں موافقت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری بچے کو دوپہر کے وقت عمر بن خطاب کو بلانے کے لیے بھیجا، وہ آپ کے پاس آیا، آپ سو رہے تھے اور جسم کا کچھ حصہ بے پردہ تھا۔ تو آپ نے دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ حَرِّمِ الدُّخُوْلَ عَلَيْنَا فِيْ وَقْتِ نَوْمِنَا.))

''اے اللہ! ہمارے سونے کے وقت میں کسی کی آمد کو حرام کر دے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اجازت طلبی کے بارے میں امر و نہی کے احکامات نازل فرما دیں۔ ❷

پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ

❶ مسند أحمد، حدیث نمبر: ٢٢١۔ علامہ احمد شاکر نے اس کی تصحیح کی ہے، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ١٧٦٣

❷ الریاض النضرة، ص: ٣٣٢۔ اس کی سند ضعیف ہے، واقدی نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

الظَّهِيۡرَةِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ﴾ (النور: ۵۸) ❶

''ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے: نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔''

❀ حرمت شراب کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی دعا:

جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَيۡسِرِ ﴾ (البقرة: ۲۱۹)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔''

تو عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا .))

''اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم بیان فرما۔''

تو سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡتُمۡ سُكٰرٰى ﴾ (النساء: ۴۳)

''اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑی کرتے تو منادی اعلان کر دیتا کہ کوئی بدمست نماز کے قریب نہ آئے، پھر عمر رضی اللہ عنہ بلائے گئے اور آپ کے سامنے یہ آیت ﴿فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ﴾ (المائدہ: ۹۱) (کیا تم اب بھی باز نہیں آ ؤ گے) تلاوت کی گئی، تو آپ نے کہا: ہم باز آگئے، ہم باز آگئے۔ ❷

اس طرح بتدریج شراب کی حرمت ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ﴾ (المائدہ: ۹۱) میں استفہام انکاری سے عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا کہ اس سے حرمت مراد ہے، اس لیے کہ عمومی ممانعت کے مقابلہ میں استفہام انکاری کے ذریعے سے کسی چیز کی ممانعت حرمت کے لیے زیادہ ٹھوس اور قوی ہے۔ پس پیش نظر آیت کے الفاظ، ان کی ترکیب اور انداز بیان میں دہشت آمیز دھمکی ہے جو حرمت کے باب میں سورج کی طرح واضح ہے۔ ❸

❀ اسبابِ نزول پر آپ کی خصوصی توجہ:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبولِ اسلام اور وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل پورا قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، ❹ اسلام

❶ الفتاویٰ: ۲۸/ ۱۰

❷ مسند احمد کی احادیث کی تخریج میں اس حدیث نمبر (۳۷۸) کی احمد شاکر نے تصحیح کی ہے۔

❸ شهيد المحراب، التلمساني، ص: ۱۰۱ ۔

❹ الاتقان فی علوم القرآن، السيوطی (۱/ ۷۲).

Marfat.com

لانے سے پہلی آیات کو چھوڑ کر بعد کے تمام اسباب نزول آپ کو حفظ تھے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ قرآن کے اسباب نزول کے بہت بڑے عالم تھے خاص طور سے اپنی اسلامی زندگی میں تو یہ مبالغہ کی بات نہ ہوگی۔ دراصل براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (قرآن) سیکھنے کے لیے بکثرت آپ کے ساتھ رہنا، اور فوت شدہ شرعی احکامات کو حفظ کرنا بھی اس کی اہم وجوہات میں سے ہیں، کیوں کہ آپ آغاز نزول ہی میں اسباب نزول اور حفظ قرآن کا اہتمام کرتے تھے۔ مزید برآں حوادث واقع ہوتے رہتے جس سے یہ چیز اور بھی آسان ہوجاتی۔ ❶

خود عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کئی آیات نازل ہوئیں، ان میں سے بعض کے مکی اور بعض کے مدنی ہونے پر اتفاق ہے۔ بلکہ بعض آیتوں کی زبان و مکان نزول کی صحیح معرفت عمر رضی اللہ عنہ ہی پر منحصر تھی۔ آپ نے آیت کریمہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

(المائدۃ: ۳) (آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام مکمل کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا) کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں اس دن کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول ہوا اور اس وقت کے بارے میں جانتا ہوں جس وقت اس کا نزول ہوا، وہ جمعہ کا دن اور عرفہ کی شام کا وقت تھا۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تنہا یا کسی دوسرے کے ساتھ بھی براہِ راست بعض آیتوں کے نزول کا سبب بنے، انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾﴾

(التوبۃ: ۱۹-۲۲)

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ علی الخطیب، ص: ۹۰، ۹۱، ۹۲

❷ اس روایت کی سند صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔ الموسوعۃ الحدیثیۃ، مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۸۸

ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اسلام لانے کے بعد میں اگر صرف مسجد حرام کی تعمیر کروں اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے مزید کسی (عمل) کی ضرورت نہیں ہے، تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ان تمام سے افضل ہے۔ (یہ سن کر) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تم اپنی آوازیں بلند نہ کرو، جب نماز ختم ہو جائے گی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھ لوں گا، چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ (مذکورہ) آیت نازل فرمائی۔ اور ان کے سامنے واضح کر دیا کہ مسجد حرام کی دیکھ بھال، حج، عمرہ، طواف اور حاجیوں کو پانی پلانے کے مقابلہ میں ایمان اور جہاد افضل ہیں۔ اسی لیے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک رات رباط یعنی پہرہ دوں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ شب قدر میں حجر اسود کے پاس قیام کروں۔ ❶

❀ آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض آیتوں کے بارے میں پوچھنا:

عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض آیتوں کے بارے میں بذاتِ خود پوچھتے تھے اور کبھی کبھار اگر کسی صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتے ہوئے سنتے تو اسے یاد کر لیتے اور طالبانِ علم نبوت میں سے جسے چاہتے اسے سکھاتے۔ چنانچہ یعلیٰ بن امیہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اللہ کے فرمان: ﴿ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ (النساء: ۱۰۱) ''تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر ستائیں گے'' کا کیا مطلب ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو امن و سکون عطا کر دیا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: جس بات سے تمہیں تعجب ہے میں نے بھی اس پر تعجب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا:

((صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ.)) ❷

''یہ ایک صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے، لہٰذا تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ (الاعراف: ۱۷۲)

''اور جب آپ کے ربّ نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔''

❶ الفتاویٰ: ۲۸/ ۱۰ ❷ اس کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔ دیکھیے: مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۷۵

Marfat.com

تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تھا، تو آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِينِهِ وَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُونَ .))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، پھر آپ کی پیٹھ پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور اس سے ایک ذریت نکالی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل جنت والے اعمال کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو اس سے ایک ذریت نکالی، اللہ نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ جہنمیوں والے اعمال کریں گے۔''

ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلُهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ بِهِ النَّارِ .)) [1]

''بے شک اللہ عزوجل جب بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں والا کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں والے کاموں میں سے کسی کام پر وفات پاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے، اور جب بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جہنمیوں والا کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جہنمیوں کے کاموں میں سے کسی کام پر وفات پاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔''

اور جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾﴾ (القمر: ٤٥)

''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔''

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سا لشکر شکست کھائے گا؟ کون سا لشکر غالب آئے گا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ بدر میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ڈھال سے بچاؤ کر رہے تھے اور پڑھ رہے تھے: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾﴾ (القمر: ٤٥) اس دن میں نے اس آیت کی تفسیر کو جان لیا۔ [2]

---

[1] مسند أحمد، الموسوعة الحديثية، حديث نمبر: ٣١١ [2] تفسير ابن كثير: ٤/ ٢٦٦

Marfat.com

❀ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا بعض آیات کی تفسیر کرنا اور تعلیق لگانا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی تفسیر بالرائے کو باعث گناہ سمجھتے تھے، اسی لیے جب آپ سے اللہ تعالیٰ کے کلام: "وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا" کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اس سے مراد ہوائیں ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تفسیر کرتے ہوئے نہ سنتا تو میں ایسا نہ کہتا۔ آپ سے کہا گیا: "فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا" کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد بادل ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفسیر کرتے ہوئے نہ سنتا تو ایسا نہ کہتا۔ اور کہا گیا: "فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا" تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد کشتیاں ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفسیر کرتے ہوئے نہ سنا ہوتا تو ایسا نہ کہتا۔ اور کہا گیا: "فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا" سے کیا مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد فرشتے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر نہ سنی ہوتی تو ایسا نہ کہتا۔ ❶

آیات کی تفسیر میں آپ کا ایک خاص منہج اور انداز تھا۔ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تفسیر پاتے تو اسے لے لیتے اور وہی افضل ہوتا، جیسا کہ اس کی مثال ابھی ہمارے سامنے سے گزری اور جب بعض صحابہ کے پاس جن سے تفسیر کے علم ہونے کا امکان ہوتا جیسے کہ ابن عباس، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور معاذ رضی اللہ عنہم وغیرہ کے پاس تفسیر نہ پاتے، مثال کے طور پر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم کے صحابہ سے کہا کہ یہ آیت کریمہ:

﴿اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۶۶﴾

(البقرة: ۲۶۶)

"کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں ہر قسم کے کچھ نہ کچھ پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آپہنچے اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اسے ایک بگولا آپہنچے، جس میں ایک آگ ہو تو وہ بالکل جل جائے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سوچو۔"

کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ صحابہ نے کہا: اللہ اعلم۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوگئے اور کہا: تم کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امیر المومنین! اس آیت کے بارے میں میرے دل میں کچھ بات ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! اپنی بات کہو اور اپنے آپ کو کم تر نہ سمجھو۔ ابن عباس نے فرمایا: ایک عمل کی مثال دی گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کون سا عمل؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی بھی نیک عمل۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس مال دار آدمی کی مثال ہے جو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کا عمل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے شیطان بھیجتا ہے، پھر وہ گناہ والے اعمال کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے سارے اعمال برباد کر دیے جاتے ہیں۔ ❷

❶ اخبار عمر ابن الخطاب، الطنطاویات، ص: ۳۰۸ نقلا عن الریاض النظرة ❷ فتح الباری: ۸/ ۴۹

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں عمل مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے آل و اولاد کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے باغ کا بہت محتاج ہوتا ہے، اسی طرح جب وہ قبر سے اٹھایا جائے گا تو اپنے عمل کا بہت ہی محتاج ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! تم نے صحیح کہا۔ ❶

آپ نے بعض آیات پر تعلیقات لگائیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝١٥٦ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝١٥٧ ﴾

(البقرة: ۱۵۶-۱۵۷)

''وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

اس آیت کے بارے میں آپ نے فرمایا: کیا ہی بہتر ہیں دونوں عدل اور کیا ہی بہتر بلندی۔ ❷

آپ دونوں عدل سے نماز اور رحمت اور بلندی سے ہدایت مراد لے رہے تھے۔ ❸ آپ نے ایک قاری کو پڑھتے ہوئے سنا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝٦ ﴾ (الانفطار: ٦)

''اے انسان! تجھے اپنے ربّ کریم سے کس چیز نے بہکایا۔''

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''الجهل'' یعنی جہالت نے۔ ❹

آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝٧ ﴾ (التكوير: ٧) ''اور جب جانیں (جسموں سے) ملائی جائیں گی'' کی تفسیر اس طرح کی: فاجر فاجر کے ساتھ ہوگا، اور برابرے کے ساتھ۔ ❺

اور اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ (التحريم: ٨) ''تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو'' کی تفسیر اس طرح کی ہے: یعنی انسان ایسی توبہ کرے کہ پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے تو یہی توبہ مکمل اور ضروری ہے۔ ❻

---

❶ الخلافة الراشدة والدولة الأموية، د/ يحيى اليحيى: ٣٠٥

❷ المستدرك / الحاكم: ٢/ ٢٧٠

❸ الخلافة الراشدة والدولة الاموية، ص: ٣٠٥

❹ تفسير ابن كثير: ٤/ ٥١٣

❺ الفتاوىٰ: ٧/ ٤٤

❻ الفتاوىٰ: ١١/ ٣٨٢

Marfat.com

ایک دن آپ ایک راہب کے گھر کے پاس سے گزرے، اس کو ''اے راہب'' کہہ کر پکارا۔ راہب جھانکنے لگا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھنے لگے اور رونے لگے۔ آپ سے کہا گیا: امیر المومنین! اس کی وجہ سے آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ کی کتاب میں اس کا یہ فرمان یاد آ گیا: ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝﴾ (الغاشية: ٣-٤) ''محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔'' انہی آیتوں نے مجھے رلایا ہے۔ ❶

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ﴾ (النساء: ٥١) میں ''جبت'' کی تفسیر جادو سے اور ''طاغوت'' کی تفسیر شیطان سے کی ہے۔ ❷

❶ تفسير ابن كثير: ٤/ ٥٣٧.

❷ تفسير ابن كثير: ٤/ ٥٢٤.

Marfat.com

(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ باشندگان مکہ کے ان افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے اَن پڑھ معاشرہ میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بچپن ہی سے آپ کو علم سے والہانہ لگاؤ تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ ان منتخب افراد میں سے ہو جائیں جنہوں نے اپنی اُمیت (ناخواندگی) کو مٹا دیا، نفوس کو مہذب بنا لیا اور مختلف عوامل واسباب کی وجہ سے زمانۂ رسالت میں ایک اونچا مقام حاصل کرلیا۔ ان عوامل میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ آپ پڑھنے لکھنے پر خصوصی توجہ دیتے اور اس وقت اس کی بڑی اہمیت تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنا لکھنا اور ابتدائی تعلیم حرب بن امیہ یعنی ابوسفیان کے والد سے حاصل کی۔ ❶

پڑھنے لکھنے کی اسی خصوصیت نے آپ کو اس قابل بنا دیا کہ اس وقت آپ قوم کی تہذیب وثقافت سے آراستہ ہوجائیں۔ اگرچہ ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو نکھارنے، صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، کردار کو نمایاں کرنے اور نفس کو مہذب بنانے کا سب سے بڑا محرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت اور تعلیم گاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہونا تھا۔ بایں طور کہ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں عوالی ...... مدینۃ النبی سے متصل علاقہ ...... میں قیام پذیر ہوئے تو وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔ عوالی کا یہ علاقہ موجودہ دور میں مسجد نبوی سے متصل ہے۔ کیوں کہ آبادی بڑھ گئی ہے اور شہر مدینہ کا دائرہ وسیع ہوگیا ہے، اور گردوپیش کے علاقوں کو شامل ہوگیا ہے۔ غرض یہ کہ اسی علاقہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے خود کو منظم کیا اور علوم ومعارف سیکھنے کے لیے پوری انسانیت کے معلم وہادی کے سامنے تعلیم گاہ نبوت میں زانوئے تلمذ تہ کرنے کے حریص ہوئے۔ ایسا ہادی اور معلم جسے اس کے ربّ نے تعلیم وتربیت دی تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ سے قرآن، حدیث یا کسی معاملہ، واقعہ اور ارشاد ورہنمائی سے متعلق کوئی بھی نبوی تعلیم کا پند نہیں چھوٹتا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں اور بنو امیہ بن زید کا میرا ایک انصاری پڑوسی، ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے تھے، ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں آتا۔ جب میں آتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں لاتا، اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ ❷ یہ روایت ہمیں اس شرعی چشمۂ فیضان کی خبر دیتی ہے جس سے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے علم، تربیت اور ثقافت کی آبیاری کی، یعنی وہ چشمہ ہدایت اللہ عزوجل کی کتاب ہے، جو واقعات

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أحمد أبوالنصر، ص: ۸۷. ❷ عمر بن الخطاب، د/ محمد أحمد أبوالنصر، ص: ۸۷

Marfat.com

وحوادث کے مطابق تدریجاً رفتہ رفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے صحابہ کو پڑھ کر سناتے تھے، انہوں نے اس کے معانی کو یاد کیا، فہم وبصیرت میں گیرائی سے کام لیا اور اس کی بنیادی تعلیمات سے متاثر ہوئے۔ پس اس فہم وبصیرت کا ان کی ذات، دل ودماغ اور روح پر گہرا اثر تھا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو تعلیم وتربیت کے میدان میں قرآنی منہج وفکر سے ہم آہنگ ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ اور آپ کے حیات وکارناموں کو پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس صاف وشفاف الٰہی فیضان پر تھوڑی دیر ٹھہر کر غور کرے جس نے صلاحیتوں کو نمو بخشی، عبقری ہستیوں کو نکھارا اور قوم کی ثقافت کو ترقی عطا کی، اس الٰہی فیضان سے میری مراد قرآنِ مجید ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد ہی سے حفظ قرآن اور اس کے معانی ومفاہیم پر غور وتدبر کرنے کے حریص تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہتے، جو آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتیں انہیں آپ سیکھ لیتے، اس طرح آپ نے تمام آیتوں اور سورتوں کو حفظ کرلیا۔ آپ کو بعض آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائیں اور آپ ان آیتوں کو قراءت نبوی کی روایت پر ہی پڑھنے کے حریص رہے۔ [1]

آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ بعض آیتوں کے نزول کے فوراً بعد سب سے پہلے ان آیات کو آپ ہی نے سنا، اپنے محفوظات (یادداشت) کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھنے کی کوشش کی۔

خلاصہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی منہج پر تربیت پائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مربی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر رضی اللہ عنہ کی اوّل ملاقات ہی قرآنی تربیت کا آغاز ہے۔ اس ملاقات کے بعد آپ کی زندگی میں بالکل انوکھی تبدیلی ہوئی اور یکا یک ہدایت سے سرفراز ہوئے، تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکل آئے، ایمان کو گلے لگایا اور کفر کو روند دیا۔ اپنے نئے دین اور آسان عقیدہ کے لیے اس راستہ کی تمام مشقتوں اور مشکلات کو برداشت کرنے کے عادی ہوگئے۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی آپ کے اسلام لانے کا اصل محرک تھی، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں جاذبیت اور دوسروں پر اثر انداز ہونے کی قوت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں کے سامنے بنایا تھا اور عظمت سے ہمیشہ محبت کی جاتی ہے، لوگ اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور پسندیدگی ومحبت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس سے چمٹ جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ عظمتوں کے ساتھ ایک بڑی عظمت یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول اور اس کی طرف سے وحی کے حامل اور لوگوں تک اسے پہنچانے والے ہیں۔ مردِ مومن کے وجدان وشعور کو آپ کی طرف مائل کرنے میں اس کا بڑا گہرا اثر ہے۔

وہ صرف آپ کی ذات کی بنیاد پر آپ سے محبت نہیں کرتا، جس طرح کہ دیگر اکابرین سے محبت کی جاتی

[1] عمر بن الخطاب، د/ محمد أحمد أبو النصر، ص: ۸۸

Marfat.com

ہے، بلکہ ساتھ ہی اس ربانی فیض کا تصور بھی کارفرما ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے آپ کی ذات کو شامل ہے۔ پس وہ آپ کے ساتھ الٰہی وحی کی موجودگی میں فیضانِ الٰہی سے مستفید ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں عظیم انسان اور عظیم رسول اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ پھر آخر میں دونوں اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ جس کی ابتدا اور انتہا کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ ایک گہری محبت ہوتی ہے جو رسول بشر، یا بشر رسول کو شامل ہوتی ہے اور اللہ کی محبت اس کے رسول کی محبت سے مربوط ہوتی ہے، اور وہ دونوں محبتیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں، پھر وہی دونوں محبتیں اس مومن کے تمام تر احساسات وجذبات کی بنیاد اور شعور وکردار کی تمام حرکتوں کا محور قرار پاتی ہیں۔

یہی محبت جس نے صحابہ کے پہلے ہراول دستے کو متحرک کیا، یہی اسلامی تربیت کی کنجی، نقطۂ ارتکاز اور محور ہے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتربیت کی برکت سے صحابہ کرام کو اعلیٰ ایمانی کردار میسر آیا، اس تزکیہ وتربیت کے بارے میں سید قطب فرماتے ہیں:

''وہ تزکیہ نفس تھا، ان خامیوں کی تطہیر تھی جن کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گرفت کرتے تھے۔ ضمیر وشعور، اور عمل وکردار کی تطہیر تھی، ازدواجی اور اجتماعی زندگی کی تطہیر تھی، وہ ایسی تطہیر وتربیت تھی جس کی وجہ سے انسانی نفوس مشرکانہ عقائد کی پستیوں سے عقیدہ توحید کی بلندیوں، باطل تصورات سے صحیح عقائد اور پیچیدہ خرافات سے واضح یقین تک پہنچتے ہیں۔ اخلاقی بے راہ روی کی نجاستوں سے نکل کر ایمانی اخلاق اور سود ورشوت کی آلائشوں سے بچ کر پاک کمائی کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ یہ وہ تزکیہ وتربیت ہے جو فرد، جماعت اور انفرادی واجتماعی زندگی کو شامل ہے۔ ایسا تزکیہ وتربیت جو انسان اور اس کے خیالات وتصورات کو دنیا کی ہر چیز یہاں تک کہ خود اس کی ذات اور حیات کو بھلا کر اسے نور کے اس افق تک پہنچا دیتی ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنے ربّ سے مل جاتا ہے اور مکرم ومعزز فرشتوں سے معاملہ کرتا ہے۔'' ❷

جناب عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف تلمذ حاصل کیا، آپ سے قرآن کریم، سنت نبوی، احکام تلاوت اور تزکیہ نفس کے اسباق سیکھے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ

---

❶ منهج التربية الإسلامية/ محمد قطب، ص: ٣٤، ٣٥

❷ فی ظلال القرآن: ٦/ ٣٥٦٥ رب سے مل جانا اور ملأ اعلیٰ سے معاملہ کرنا خالص صوفیانہ شاعری ہے جو حلول اور وحدت الوجود کا باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برائی وفساد سے محفوظ رکھے۔ آمین (مترجم)

Marfat.com

مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ (آلِ عمران: ١٦٤)

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

آپ اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غوطہ زن رہنے کے بہت حریص تھے، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی حالت میں ہوں یا امن کی حالت میں۔ اس طرح عمر رضی اللہ عنہ سنت نبویہ مطہرہ کے بارے میں وسیع علم اور گہری معرفت کے مالک بن گئے۔ یہ معرفت آپ کی شخصیت اور تفقہ کو پروان چڑھانے میں کافی اثر انداز ہوئی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، آپ سے اسلامی شریعت کو سنا اور یاد کیا، جب مجلس نبوت میں تشریف لے جاتے تو مجلس ختم ہونے تک وہاں موجود رہتے۔ آپ کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ جو بات بھی دل میں کھٹکے، یا اسے پریشان کرے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیں۔ ❶ آپ نے علم، تربیت اور دین عظیم یعنی اسلام کے مقاصد کی معرفت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اٹھایا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی خصوصی نگہداشت کی، انہیں اپنا فیض پہنچایا اور ان کے لیے علم کی گواہی دی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ يَعْنِي اللَّبَنَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِي فِي ظُفْرِي أَوْفِي أَلْجِفَارِيْ۔ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ۔ قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْعِلْمَ۔)) ❷

''میں نے خواب میں دودھ پیا، اتنا پیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ (اس کی) تروتازگی میرے ناخن یا ناخنوں کے نیچے سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے پیالہ عمر کو دے دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی کیا تاویل ہے؟ آپ نے فرمایا: علم۔''

حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہاں علم سے مراد قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں پر سیاست کرنے کا علم ہے۔ ❸

درحقیقت یہ معرفت اسی کو حاصل ہوسکتی ہے جو قرآنِ کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے کے معاون اسباب ووسائل پر گہری نظر رکھتا ہو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان وادب کے سمجھنے کا قوی ملکہ ہو، اس کے اسلوب کی معرفت پر مہارت ہو، بلکہ ہر وہ تجربہ اور علم جو شریعت فہمی کے لیے معاون ثابت ہو اسے حاصل کیا جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان تمام خصوصیات کے مالک تھے۔ ❹

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص:٩١

❷ صحيح البخاری، حدیث نمبر: ٣٦٨١

❸ فتح الباری: ٧/ ٣٦

❹ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص:٩٣

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان والہانہ لگاؤ تھا اور استاد وشاگرد کے درمیان منفرد نوعیت کی علمی فضا تیار کرنے میں ایسے ہی لگاؤ کا اہم کردار ہوتا ہے اور پھر نئی نئی معلومات کی وجہ سے علمی و ثقافتی نتائج کی خوبیاں وبھلائیاں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ رہے اور خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اور آپ کی دعوت کی نشر واشاعت کے راستہ میں قربان کرنے کے لیے تیار رہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ)) ❶

"تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک میری جان کے علاوہ بقیہ تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! (ایمان مکمل) نہیں، یہاں تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: اب آپ میری جان سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب (ایمان مکمل ہوا) اے عمر۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَنْسَانَا يَا أُخَيَّ دُعَائِكَ.)) ❸ "اے میرے بھائی! اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولنا۔" تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے نہیں پسند کیا کہ دنیا کی کوئی چیز میرے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان - اے میرے بھائی! - سے زیادہ پسندیدہ ہو۔" ❹

یہ بلند اور پاکیزہ محبت ہی تھی جس کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور جنگی فنون میں تجربہ، مہارت اور فہم وبصیرت نیز انسانوں کی طبیعت اور احساسات کی گہری معرفت نے اس محبت میں چار چاند لگا دیے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اور آپ کے ساتھ کثرت گفتگو نے عمر رضی اللہ عنہ کو فصاحت وبلاغت، کلام میں روانی اور بات کرنے میں مختلف اسلوب عطا کیے۔ ❺

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر: ١٥

❷ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٦٦٣٢

❸ سنن أبي داود/ الصلوٰة، حديث نمبر: ١٤٩٨، سنن ترمذي/ الدعوات، حديث نمبر: ٣٥٦٢۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سنن ابن ماجه/ المناسك: ٢٨٩٤ بروایت عمرؓ، اور محدث عصر حاضر شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مترجم)

❹ سنن أبي داود/ الصلاة، حديث نمبر: ١٤٩٨۔ سنن ترمذي/ الدعوات، حديث نمبر: ٣٥٦٢

❺ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٩٤

Marfat.com

آئندہ مباحث میں ہم ان شاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جہاد میں آپ کے نظریات وکردار اور مدینہ کی زندگی میں بارگاہِ نبوت میں آپ کی معاشرتی زندگی کے چند خصائص ذکر کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ جہاد میں:

علماء کا اتفاق ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بدر، احد اور تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور کبھی غائب نہیں ہوئے۔ ❶

۱: غزوۂ بدر:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ سے قبل صحابہ سے مشورہ کیا تو سب سے پہلے ابوبکر بولے اور بہتر بات کہی اور کافروں سے جنگ کا مشورہ دیا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے اور بہتر بات کہی اور کافروں سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ ❷ غزوۂ بدر میں مسلمانوں میں سے سب سے پہلے مہجع ❸ کی شہادت ہوئی، جو عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ ❹

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عقیدہ (توحید) کے مقابلے میں رشتہ وقرابت کو دیوار پر مارتے ہوئے اپنے ماموں عاص بن ہشام ❺ کو قتل کیا اور اپنے اس فکر وعقیدہ کی تائید میں اس عمل کو باعث فخر سمجھتے تھے، معرکہ بدر ختم ہونے کے بعد آپ نے مشرکین کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس واقعہ میں عبرت وموعظت کی عظیم باتیں ہیں، جنہیں میں نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویۃ، عرض وقائع وتحلیل احداث" ❻ میں ذکر کیا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس قیدیوں میں پکڑ کر لائے گئے تو آپ کی خواہش تھی کہ وہ ہدایت قبول کرلیں، چنانچہ کہا: اے عباس! اسلام لے آؤ۔ اللہ کی قسم، تمہارا اسلام لانا میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور مجھے یہ خواہش اس وجہ سے ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں تمہارا ایمان لانا ہی پسندیدہ ہے۔ ❼

ان قیدیوں میں قریش کا ماہر خطیب سہیل بن عمرو بھی تھا۔ آپ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے

❶ مناقب أمیر المومنین عمر ابن الخطاب/ ابن الجوزی، ص:۸۹

❷ الفاروق مع النبی، د/ عاطف لماضة، ص: ۳۲

❸ الطبقات/ ابن سعد: ۳/ ۳۹۱، ۳۹۲ سند منقطع ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

❹ السیرۃ النبویۃ/ ابن هشام: ۲/ ۳۸۲۔ صحیح التوثیق، ص:۱۸۷

❺ الخلافة والخلفاء الراشدین/ البهنساوی، ص:۱۵٤

❻ اس کتاب کا اردو ترجمہ عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ)

❼ البدایة والنهایة: ۳/ ۲۹۸

Marfat.com

اجازت دیجیے کہ سہیل بن عمرو کے اگلے دو دانت اکھاڑ لوں تا کہ اس کی زبان باہر لٹک جائے اور آپ کے خلاف کبھی کہیں بھی تقریر نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا أُمَثِّلُ بِهِ فَيُمَثِّلُ اللّٰهُ بِيْ وَإِنْ كُنْتُ نَبِيًّا ، وَأَنْ عَسَى أَنْ يَّقُوْمَ مَقَامًا لَا تُذَمَّهُ .)) ❶

''میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا کہ اللہ تعالیٰ میرا مثلہ کر دے، اگر چہ میں نبی ہوں۔ امید ہے کہ (آئندہ) وہ کسی ایسے مقام پر کھڑا ہو جہاں تم اس کی مذمت نہ کر سکو۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ مکہ کے کچھ لوگ اسلام سے پھر جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ان سے مکہ کے گورنر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کافی ہراساں تھے، یہاں تک کہ چھپ گئے۔ اس وقت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر وفات نبوی ﷺ کا ذکر کیا، اور فرمایا: ''یہ چیز تو اسلام کی طاقت میں اضافہ کرنے والی ہے، جس نے ہمیں شک میں ڈالا ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔'' پھر لوگ اپنے خیالات سے باز آ گئے۔ ❷

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی جسے آپ ﷺ سے اس وقت سنا تھا جب آپ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کے مقتولین سے مخاطب تھے۔ پس انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے، ہم نے ایک دوسرے کو چاند دکھایا، میری نگاہ تیز تھی۔ میں نے چاند پہلے دیکھ لیا اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: کیا آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اپنے بستر پر لیٹے ہوئے میں ابھی اسے دیکھ لوں گا۔ پھر آپ بدر والوں کے بارے میں ہمیں بتانے لگے۔ کہا: کل ہمیں رسول اللہ ﷺ ان (مشرکین) کی ہزیمت گاہ دکھا رہے تھے۔ آپ کہتے تھے کہ ان شاء اللہ کل اس مقام پر فلاں چت ہوگا اور اس مقام پر فلاں چت ہوگا۔ پھر وہ (جن کے نام لیے تھے) ان مقامات پر گرتے گئے۔ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! وہ اس مقام سے ذرہ برابر نہ ہٹے، وہاں مارے جا رہے تھے، پھر آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا اور وہ کنویں میں ڈال دیے گئے۔ آپ ان کے پاس گئے اور کہا: اے فلاں! اے فلاں! کیا جس چیز کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا تم نے اسے حق پایا؟ میں نے اس چیز کو حق پایا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ان لوگوں سے بات کر رہے ہیں جو مردہ ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو میں ان سے کہتا ہوں اسے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ❸

---

❶ البداية والنهاية: ٣/ ٣١١

❷ التاريخ الإسلامي/ الحميدي: ٤/ ١٨١

❸ مسند أحمد، حديث نمبر: ١٨٢، الموسوعة الحديثية۔ اس کی سند صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔

Marfat.com

جب عمیر بن وہب اسلام لانے سے پہلے اور غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی غرض سے مدینہ آئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں غزوہ بدر کے بارے میں بات کر رہے تھے، اور وہ لوگ اپنے بارے میں اللہ کے اعزاز و اکرام اور جو کچھ ان کے دشمنوں کے بارے میں اس نے انہیں دکھایا تھا اس کا ذکر کر رہے تھے۔ اچانک عمر رضی اللہ عنہ کی نظر عمیر بن وہب پر اس وقت پڑی جب کہ وہ مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے تلوار لٹکائے اپنی اونٹنی کو بٹھا رہا تھا۔ آپ نے آواز لگائی: یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، یہ کسی بری نیت ہی سے آیا ہے، اسی نے ہمیں نبرد آزمائی پر اُبھارا ہے اور بدر کے دن مشرکوں سے مقابلہ کے لیے اکٹھا کیا ہے۔ پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے، جو تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، اس کی تلوار کے پٹکے سے اس کی گردن لپیٹ دی اور اسے قید کر لیا اور وہاں موجود انصار سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور وہاں بیٹھو، اور اس خبیث کے شر سے آپ کو آگاہ کرو، کیوں کہ اس سے ہمیشہ خطرہ ہے۔ پھر آپ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ عمر اس کی تلوار کے پٹکے سے اس کی گردن کو باندھے ہوئے لا رہے ہیں تو کہا: اے عمر اسے چھوڑ دو، اور اے عمیر تم قریب آؤ، وہ قریب آیا اور کہا: صبح بخیر۔ اس کلمہ کے ذریعے سے اہل جاہلیت ایک دوسرے کو تحیہ پیش کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٌ مِنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ، بِالسَّلَامِ، تَحِيَّةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ.)) [1]

''اے عمیر! اللہ نے ہمیں تمہارے تحیہ سے بہتر تحیہ یعنی السلام علیکم کے ذریعے سے اعزاز بخشا ہے، یہ جنت والوں کا تحیہ ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمیر! تم کس مقصد سے آئے تھے؟ اس نے کہا: قیدی کو آزاد کرانے کی نیت سے آیا تھا، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ اس پر احسان کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہاری گردن میں تلوار کیوں لٹک رہی ہے؟ اس نے کہا: اللہ ان تلواروں کا برا کرے، ان سے ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سچ سچ بتاؤ تم کس نیت سے آئے تھے؟ اس نے کہا: میں اسی (مذکورہ) مقصد سے آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اور صفوان بن امیہ حِجْر میں بیٹھے تھے، ان سرداران قریش کے بارے میں تمہاری گفتگو ہوئی جو قلیب بدر میں ڈال دیے گئے، پھر تم نے کہا کہ اگر میں مقروض نہ ہوتا اور بال بچے نہ ہوتے تو میں جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ نے تمہارے قرض اور بال بچوں کی ذمہ داری اس پر شرط پر قبول کر لی کہ تم مجھے قتل کر دو، اللہ تمہاری نیت سے واقف ہے۔ عمیر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اے اللہ کے رسول! آپ جو آسمانی خبریں ہمیں سناتے تھے اور جو آپ پر وحی

[1] صحیح السیرة النبویة/ علی محمد محمد الصلابی، ص: ۲۵۹

Marfat.com

نازل ہوتی تھی ہم اسے جھٹلاتے تھے۔ اور (آپ نے جو کہا) یہ ایسا معاملہ جسے میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کی قسم، اللہ نے آپ کو جو خبر دی میں اسے بخوبی جان گیا، پس شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی، اور یہاں لایا۔ پھر آپ نے کلمۂ شہادت کا اقرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَقِّهُوْا أَخَاكُمْ فِيْ دِيْنِهِ وَعَلِّمُوْهُ الْقُرْآنَ وَأَطْلِقُوْا أَسِيْرَهُ .))

''اپنے بھائی کو دین سکھاؤ، قرآن پڑھاؤ، اور اسے قید سے آزاد کر دو۔''

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ❶

اس واقعہ سے حفاظت وسلامتی کے بارے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایسا بلند احساس ظاہر ہوتا ہے جس میں آپ منفرد تھے۔ آپ عمیر بن وہب کی آمد دیکھ کر چونک گئے اور خبردار کیا اور علی الاعلان کہا کہ یہ شیطان ہے، کسی بری نیت سے آیا ہے، کیوں کہ آپ کے سامنے اس کے ماضی کے ریکارڈ موجود ومعلوم تھے، وہ مکہ میں مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا، اسی نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں سے جنگ لڑنے پر (کافروں کو) ابھارا تھا اور مسلمانوں کی تیاریوں کے بارے میں اس نے خود معلومات فراہم کی تھیں، اسی لیے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے اسباب کو فوراً اختیار کیا اور ایک طرف خود عمیر کی تلوار کے پٹکے کو سختی سے پکڑ لیا جو اس کی گردن سے بندھا ہوا تھا۔ اس طرح اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہونے کی نیت سے اس کی تلوار کو استعمال میں لانے کے ممکنہ خطرات کو بے کار کر دیا، اور دوسری طرف دیگر صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ونگرانی پر لگا دیا۔ ❷

۲۔ غزوۂ احد، بنو مصطلق اور خندق:

بلند ہمت رہنا اور ذلت ورسوائی کی موت کو نہ برداشت کرنا اگرچہ شکست کی علامتیں صاف ہی کیوں نہ ہوں، فاروق رضی اللہ عنہ کے خاص مجاہدانہ اوصاف میں سے ہیں، جیسا کہ دوسرے بڑے اسلامی معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک ہوئے، یعنی غزوۂ احد میں پیش آیا۔

لڑائی جب اختتام کو پہنچ رہی تھی، ابوسفیان کھڑا ہوا اور کہا: کیا محمد زندہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: تم جواب نہ دو۔ اس نے پھر کہا: کیا مسلمانوں میں ابن ابی قحافہ زندہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جواب نہ دو۔ اس نے کہا: کیا مسلمانوں میں ابن خطاب زندہ ہے؟ پھر اس نے خود ہی کہا: یہ سب قتل کر دیے گئے، اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ نے تیری رسوائی کا سارا سامان باقی رکھا ہے۔ سفیان نے کہا: "أعل هبل" ہبل کی جے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ صحيح السيرة النبوية/ علي محمد الصلابي، ص: ٦٠

❷ السيرة النبوية، عرض وقائع وتحليل أحداث/ الصلابي، ص: ٨٦٨

Marfat.com

فرمایا: تم اسے جواب دو۔ صحابہ نے کہا: ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو: ((اَللّٰهُ أَعْلٰى وَأَجَلّ)) اللہ سب سے بلند و بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ((إِنَّ لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ.)) ہمارے لیے ''عزیٰ'' ہے، اور تمہارے لیے ''عزیٰ'' نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جواب دو۔ صحابہ نے کہا: ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو ((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ)) اللہ ہمارا مالک و مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور جنگ مثل ڈول ہے۔ تم لاشوں کو مثلہ کیا ہوا پاؤ گے اس کا میں نے حکم نہیں دیا ہے، تم مجھے برا بھلا مت کہنا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم تم برابر نہیں، ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے مقتول جہنم میں ہوں گے۔ ❷ تو ابوسفیان نے کہا: اے عمر میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، وہ اب بھی تمہاری بات سن رہے ہیں۔ اس نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور نیک ہو۔ ابن قمئہ نے لوگوں سے کہا ہے کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے۔ ❸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ابوسفیان کا پوچھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مشرکین دیگر مسلمانوں کے مقابلے میں ان افراد کو زیادہ اہمیت دیتے تھے، وہ جانتے تھے کہ یہی لوگ اسلام کے اصل محافظ ہیں، انہی کی وجہ سے اسلامی عمارت، اسلامی مملکت، اور اسلامی نظام کے ستون قائم ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان افراد کی موت کے بعد پھر دوبارہ اسلام قائم نہ ہو سکے گا۔ شروع میں ابوسفیان کی تحقیر کے لیے اس کا جواب دینے سے خاموشی اختیار کی گئی، لیکن جب وہ خوشی سے بدمست ہو گیا اور غرور سے بھر گیا تب صحابہ نے اسے حقیقت حال سے خبردار کیا اور مکمل پامردی سے اس کا جواب دیا۔ ❹

غزوہ بنو مصطلق میں بھی فاروق رضی اللہ عنہ کا منفرد موقف تھا۔ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہم مجاہدین میں سے تھے، ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماری، انصاری نے کہا: اے انصار! مدد کے لیے آؤ، اور مہاجر نے کہا: اے مہاجرو! مدد کے لیے آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن کر فرمایا: ''دَعُوْهَا فَإِنَّهَا منتنة'' اسے چھوڑ دو، یہ ناپاک بدبودار ہے۔ جب عبداللہ بن ابی نے اس واقعہ کو سنا تو کہا: کیا واقعی مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ سن لو! اللہ کی قسم، اگر ہم مدینہ واپس گئے تو باعزت لوگ ذلیلوں کو یقیناً نکال دیں گے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو تاکہ لوگ یہ

❶ صحیح البخاری/ المغازی، حدیث نمبر: ٤٠٤٣، السيرة النبوية الصحيحة: ٢/ ٣٩٢

❷ السيرة النبوية الصحيحة: ٢/ ٣٩٢

❸ صحيح التوثيق فى سيرة وحياة الفاروق، ص: ١٨٩

❹ السيرة النبوية الصحيحة: ٢/ ٣٩٢.

Marfat.com

نہ کہیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ عباد بن بشر کو حکم دیں کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جب لوگ کہنے لگیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے تب کیا کرو گے؟ نہیں، بلکہ لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دو اور یہ ایسی گھڑی تھی کہ عموماً اس وقت اللہ کے رسول کوچ نہ کرتے تھے۔ پھر لوگوں نے کوچ کیا۔ ❷

اس طرح سے نبوی رہنمائی اور مواقف سے عمر رضی اللہ عنہ نے مصالح اور مفاسد میں تمیز کی فہم وبصیرت پائی، جیسے کہ یہ فہم وبصیرت اس فرمان نبوی سے بالکل واضح ہے:

((فَكَيْفَ يَا عُمَرُ إِذَا تَحَدَّثَ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ .)) ❸

''اے عمر جب لوگ کہنے لگیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے تب کیا کرو گے؟''

اس نبوی رہنمائی میں سیاسی شہرت کی مکمل حفاظت اور قوم کو داخلی انتشار سے محفوظ رکھنے کی حکمت نمایاں ہے۔ نیز ان دونوں شہرتوں میں بڑا فرق ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہ کی شدید محبت کا ذکر خیر کریں اور خود اپنے قائد اعظم ابوسفیان کی زبانی اس کی تائید اس طرح کریں کہ میں نے کسی کو کسی سے اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمد کے صحابہ محمد سے محبت کرتے ہیں ❹ اور دوسری طرف یہ پروپیگنڈہ ہو کہ محمد اپنے صحابہ کو قتل کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کو عام کرنے کے لیے بڑی سازشوں کی ضرورت تھی، جو مدینہ میں مسلمانوں کی داخلی صف میں دشمنوں کی شمولیت کی شکل میں پوری ہوسکتی تھی، کیوں کہ وہ اس سے بالکل مایوس ہوگئے تھے کہ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ لگاؤ اور عظیم قربانیوں کے سامنے ہم کچھ کرسکیں۔ ❺

غزوہ خندق کے بارے میں جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے سورج ڈوبتے ڈوبتے نماز پڑھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور میں نے، اللہ کی قسم! ابھی پڑھی ہی نہیں۔ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''بطحان'' ❻ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا اور سورج

❶ السيرة النبوية الصحيحة: ٢/ ٤٠٩
❷ السيرة النبوية / ابن هشام: ٣/ ٣١٩
❸ السيرة النبوية الصحيحة: ٢/ ٤٠٩
❹ التربية القيادية: ٣/ ٤٦٣
❺ التربية القيادية: ٣/ ٤٦٣
❻ مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے۔

Marfat.com

غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد مغرب پڑھی۔ ❶

۳: صلح حدیبیہ اور ھوازن و غزوہ خیبر:

صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجنے کے لیے بلایا تا کہ وہ اشراف قریش کو اپنی آمد کا مقصد بتا دیں۔ تو آپ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے بارے میں قریش سے خطرہ ہے، اور مکہ میں بنو عدی بن کعب کا کوئی فرد بھی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے، نیز قریش سے میری عداوت اور ان کے لیے میری سختی سے بھی آپ واقف ہیں۔ لہٰذا میں آپ کو ایسا آدمی بتاتا ہوں جو ان کے نزدیک مجھ سے زیادہ باعزت ہے۔ وہ عثمان بن عفان ہیں۔ آپ ﷺ نے عثمان بن عفان کو بلایا، اور انہیں ابوسفیان و دیگر اشراف قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہماری آمد کا مقصد جنگ کرنا نہیں ہے، بلکہ ہم خانہ کعبہ (بیت اللہ) کی زیارت اور اس کی تقدیس و تعظیم کرنے آئے ہیں۔ ❷

جب صلح نامہ کے معاہدہ پر اتفاق ہو گیا اور صرف اس کی قرار دادوں کو لکھنا باقی رہا تو مسلمانوں میں اس معاہدہ سے متعلق سخت مخالفت ہوئی۔ خاص طور سے ان دو قرار دادوں پر سخت اعتراض تھا جن میں ایک کے بموجب نبی ﷺ کو ان مسلمانوں کو واپس لوٹانا ضروری تھا جو آپ ﷺ کے پاس آ کر پناہ لیں، جب کہ قریش کے لیے ان افراد کا لوٹانا ضروری نہ تھا جو مرتد ہو کر ان کی پناہ لیں اور دوسرے کے بموجب اس سے مکہ میں داخل نہ ہوں اور حدیبیہ ہی سے مدینہ واپس لوٹ جائیں۔

ان قرار دادوں پر سب سے مخالف اور اس کے بڑے معترض عمر بن خطاب، قبیلہ اوس کے سردار اسید بن حضیر اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہ تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس معاہدہ کی علانیہ مخالفت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، مسلمان ہو۔ انہوں نے کہا: کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کے بارے میں کیوں یہ گھٹیا شرط مان رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ❸

اور ایک روایت میں ہے:

((أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ لَنْ أُخَالِفَ أَمْرَهُ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِيْ .)) ❹

"میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس کے حکم کی خلاف ورزی ہرگز نہ کروں گا اور وہ مجھے ہرگز

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٥٩٦ .

❷ السيرة النبوية/ ابن هشام: ٢/ ٢٢٨ ۔ أخبار عمر، ص: ٣٤

❸ من معين السيرة/ الشامي، ص: ٣٣٣

❹ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٣١٨٢ ۔ تاريخ الطبري: ٢/ ٦٣٤

ضائع نہ کرے گا۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ ہم سے کہتے نہ تھے کہ ہم خانہ کعبہ (بیت اللہ) جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے، لیکن کیا میں نے کہا تھا کہ اسی سال؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں ابوبکر کے پاس آیا اور ان سے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، مسلمان ہیں۔ میں نے کہا: کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، ایسے ہی ہے۔ میں نے فرمایا: پھر کیوں ہم اپنے دین میں رسوائی برداشت کریں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اعتراض اور مخالفت سے باز آنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے جو حکم دیا ہے وہی حق ہے، ہم حکم الٰہی کی مخالفت ہرگز نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔ ❶

ابوجندل رضی اللہ عنہ کے دردناک اور دل دوز واقعہ کے بعد صحابہ نے دوبارہ صلح پر اعتراض کیا اور وہ ایک وفد کی شکل میں، جس میں عمر بن خطاب بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفعات پر نظر ثانی اور دوبارہ صلح کا مطالبہ لے کر گئے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت، صبر، بردباری اور قوت دلیل کے ذریعے سے صلح کی عظمت سے صحابہ کو مطمئن کر دیا اور بتایا کہ یہ صلح مسلمانوں کے مفاد میں ہے اور یہ ان کے لیے مدد ہے۔ ❷

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ ابوجندل جیسے کمزوروں کے لیے عنقریب کوئی کشادگی اور راستہ نکالے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ اس واقعہ میں عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بدنیتی سے) پاک اعتراض ومخالفت کا احترام کرنا سیکھا، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے دور خلافت میں مصالح عامہ کے لیے بہترین رائے دینے پر صحابہ کو ہمت دلاتے تھے۔ ❸ اسلامی معاشرہ میں آزادی رائے کا احترام ہے، اسلامی معاشرہ میں ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے، اگرچہ یہ رائے کسی حاکم یا خلیفہ کے موقف پر نقد و اعتراض ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمان فرد کا یہ حق ہے کہ وہ مکمل امن وامان کے ماحول میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرے، وہاں کوئی دہشت اور جبر نہیں ہوتا جو فکر و آزادی کو دبا دے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث ومباحثہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی رائے یا نقطۂ نظر میں صدر مملکت سے حجت ومعارضہ کرنا ایسا جرم نہیں ہے جو باعث سزا ہو اور معترض کو جیل کی تاریکیوں میں دھکیل دینے کا باعث بنے۔ ❹

❶ السيرة النبوية/ ابن هشام: ٣/ ٣٤٦

❷ صلح الحديبية/ محمد أحمد باشميل، ص: ٢٧٠

❸ القيادة العسكرية فى عهد رسول الله ﷺ، ص: ٤٩٥

❹ غزوة الحديبية/ أبوفارس، ص: ١٣٤ـ ١٣٥

Marfat.com

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو کچھ ہوا اس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا موقف کسی شک اور تردد پر مبنی نہ تھا، کیوں کہ اسلام کی تائید ونصرت میں آپ کی قوت وشجاعت مشہور ہے، بلکہ آپ کو حقیقت حال کی وضاحت اور کافروں کی ذلت مطلوب تھی۔ ❶ اور جب صلح کی حکمت آپ کے سامنے واضح ہوگئی تو حدیبیہ کے موقع پر اپنے نظریہ پر شرم سار ہوئے اور فرمایا: میں نے اس دن جو کیا اور کہا تھا اس کے خوف سے برابر صدقہ کرتا ہوں، نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا ہوں اور غلام آزاد کرتا ہوں، اس امید پر کہ یہ باعث خیر بن جائیں۔ ❷

اور شعبان ۷ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو تیس (۳۰) آدمیوں کا قائد بنا کر وادئ "تُـربَة" ❸ سے ہوتے ہوئے قبیلہ ہوازن کی پشت پر حملہ آور ہونے کو کہا۔ یہ وادی مکہ سے چار مراحل کی دوری پر "فلا" کے کنارے سے ہو کر گزرتی ہے، چنانچہ آپ اپنے ساتھ بنو ہلال کے ایک رہنما کو لے کر نکلے۔ ❹

آپ رات میں چلتے اور دن میں چھپے رہتے، لیکن ہوازن والوں کو خبر مل گئی اور وہ سب بھاگ نکلے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان کے گھروں تک گئے، لیکن کسی کو نہ پایا، پھر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ ❺

ایک روایت میں ہے کہ ہلالی رہنما نے کہا: "کیا آپ دوسرے محاذ یعنی "خَـثْـعَـم" سے محاذ آرائی کا ارادہ نہیں رکھتے، جن کو آپ نے پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ان کے شہر بھی قحط زدہ ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سے محاذ آرائی کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے "تربہ" سے ہو کر ہوازن سے جنگ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ ❻

اس سریہ سے ہمارے سامنے تین عسکری نتائج سامنے آتے ہیں:

۱: عمر رضی اللہ عنہ قیادت کے اہل تھے، اگر آپ کے اندر اس کی صلاحیت نہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مسلمانوں کے کسی ایسے سریہ کی قیادت نہ سونپتے جو بے حد پر خطر علاقہ اور قوی ترین وغیرت مند عربی قبیلہ کی ملکیت تھی۔

۲: عمر رضی اللہ عنہ جو دن میں چھپے رہتے اور رات میں چلتے تھے، اچانک حملہ آور ہونے کے اصول سے بخوبی واقف تھے جو علی الاطلاق جنگی اصولوں میں سے اہم ترین اصول ہے، آپ کی یہی جنگی سیاست آپ کے دشمنوں کو چونکا دیتی اور اسے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی، اور اس طرح مختصر سی فوج کے ساتھ

---

❶ صحیح التوثیق فی سیرة وحیاة الفاروق، ص:۱۹۱

❷ مختصر منهاج القاصدین، ص:۲۹۳، فرائد الکلام للخلفاء، ص:۱۳۹

❸ حجاز کے مشرق میں یہ وادی واقع ہے اور نجد کے بالائی حصہ سے اس میں پانی گرتا ہے۔

❹ هلال بن عامر بن صعصعة بن معاویة بن بکر بن هوازن۔

❺ الطبقات/ ابن سعد: ۳/ ۲۷۲

❻ السیرة النبویة/ ابن هشام: ۲/ ۲۲۸۔ أخبار عمر، ص: ۳۴

مشرکوں کی بڑی فوج پر آپ غالب آتے۔

۳: عمر رضی اللہ عنہ اپنے قائد اعلیٰ (چیف کمانڈر) کے احکامات کو حرف بہ حرف، پوری روحانیت و معنویت کے ساتھ نافذ کرتے تھے، اس سے ذرّہ برابر نہ ہٹتے تھے اور یہی چیز ہر دور میں اور ہر جگہ عسکری اور فوجی نظام کی روح رہی ہے۔ [1]

اور غزوہ خیبر کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کا محاصرہ کیا تو فوجی قیادت کا جھنڈا عمر بن خطاب کو دیا۔ آپ کے ساتھ مل کر کچھ لوگوں نے اہل خیبر سے مقابلہ کیا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی پیچھے ہٹ گئے اور لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَأُعْطِيَنَّ اللِّوَاءَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ .))

''کل جھنڈا میں ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔''

چنانچہ دوسرے دن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مجلس میں آگے آگے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں، آپ نے ان کی آنکھ پر اپنا لعاب دہن لگا دیا اور جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا۔ پھر آپ کے ساتھ مل کر کچھ لوگوں نے اہل خیبر سے مقابلہ کیا۔ دوسری طرف سے ''مرحب'' ان رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے آیا:

قد علمت خيبر أني مرحب
آطعن أحيانا وحينا اضرب

''خیبر والے جانتے ہیں کہ میرا نام مرحب ہے، کبھی میں نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی تلوار زنی۔''

شاك السلاح بطل مجرب
إذا الليوث اقبلت تلهب

''ہتھیار سے لیس، تجربہ کار بہادر ہوں، جب شیر آگے آجاتے ہیں بھڑ اٹھتے ہیں۔''

پھر وہ اور علی رضی اللہ عنہ گتھم گتھا ہو گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ تلوار اس کے خود کو کاٹتی ہوئی اس کے سر میں گھس گئی اور کیمپ کے سبھی فوجیوں نے اس کی مار کی آواز سنی، پھر دشمن کا کوئی بھی آدمی علی رضی اللہ عنہ کے مقابل میں نہ آیا یہاں تک کہ اللہ نے آپ اور مسلمانوں کے لیے خیبر فتح کر دیا۔

غزوۂ خیبر ہی کے موقع پر جب صحابہ کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں شہید ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] الفاروق القائد/ شیت خطاب، ص: ۱۱۷۔ ۱۱۸

Marfat.com

((كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا ، أَوْعَبَاءَةٍ .))

"ہرگز نہیں، میں نے اسے چادر یا عباء کی چوری کی وجہ سے جہنم میں دیکھا ہے۔"

پھر آپ نے فرمایا:

((يَابْنَ الْخَطَّابِ! اِذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ .))

"اے ابن خطاب! جاؤ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں نکلا اور اعلان کیا: سن لو! جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔ ❶

۴: فتح مکہ اور غزوہ حنین وتبوک:

جب قریش نے بدعہدی کر کے حدیبیہ کی صلح توڑ دی تو مدینہ کی طرف سے متوقع خطرات سے ڈر گئے اور ابوسفیان کو صلح کی بحالی اور مدت صلح میں اضافہ کے مقصد سے مدینہ روانہ کیا، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں داخل ہوا لیکن مقصد میں کامیاب نہ ہوا، پھر وہاں سے نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ سے ہم کلام ہوا۔ لیکن آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات کرنے کے لیے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں بات نہیں کروں گا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے گفتگو کی، آپ نے کہا: کیا میں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دوں؟ اللہ کی قسم، اگر میں صرف چھوٹی چیونٹیوں کو تم سے جہاد کرنے کے لیے اپنا معاون پاؤں گا تو بھی جہاد کروں گا۔ ❷

چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے لیے تیاریاں مکمل کر لیں تو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کو ایک خط لکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کشی کی اطلاع انہیں دے دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اس خط کے بارے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا اور آپ نے اس کوشش کو آغاز ہی میں ختم دیا۔ آپ نے علی اور مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا، انہوں نے مدینہ سے بارہ میل کی دوری پر روضۂ خاخ کے پاس خط لے جانے والی عورت کو گرفتار کر لیا اور ڈرایا دھمکایا کہ اگر وہ خط نہیں دیتی تو اس کی تلاشی لیں گے، اس نے انہیں وہ خط دے دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے لیے حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں، میں قریش کا حلیف تھا، میں قریش میں سے نہیں ہوں اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے وہاں (مکہ میں) رشتے دار ہیں، جس کی وجہ سے ان کے مال اور اہل وعیال محفوظ ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ جب وہاں ان سے میرا کوئی خاندانی رشتہ نہیں تو میں اس طرح ان کو اپنا معاون بنا لوں تاکہ میرے قرابت

---

❶ اس کی سند حسن ہے، اس کے رجال شیخین کے رجال ہیں۔ الموسوعة الذهبية، مسند احمد، ۱/ ۳۰، حدیث: ۲۰۳.

❷ السيرة النبوية، ابن هشام: ۲/ ۲٦٥۔ أخبار عمر، ص: ۳۷

داروں کا خیال رکھیں، میں نے اپنے دین سے ارتداد یا اسلام لانے کے بعد کفر سے رضامندی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ .)) اس نے تم سے سچ سچ بات بتائی۔ عمر نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهُ اَطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا ، قَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ .)) ❶

''انہوں نے بدر میں شرکت کی ہے، تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ بدر میں شرکت کرنے والوں سے مطلع ہے، اور ان کے بارے میں فرمایا ہے: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان حاطب کے بارے میں جو گفتگو ہوئی اس سے مندرجہ ذیل عبرت وموعظت کی باتیں سامنے آتی ہیں:

❀ جاسوس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کی اجازت مانگی، لیکن آپ ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے منع نہیں کیا، بلکہ ان کے بدری ہونے کی وجہ سے ان پر سزا نافذ کرنے سے منع کیا۔

❀ دین کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی سختی: دین کے بارے میں آپ کی سختی اس وقت نمایاں ہوتی ہے جب کہ آپ نے حاطب کی گردن زدنی کی اجازت مانگی۔

❀ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ایمان باطل نہیں ہوتا: حاطب رضی اللہ عنہ کا عمل یعنی جاسوسی گناہ کبیرہ تھا۔ اس کے باوجود انہیں مومن مانا گیا۔

❀ عمر رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی ﷺ میں حاطب رضی اللہ عنہ پر اصطلاحی معنوں میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں منافقت کا حکم لگایا تھا کیوں کہ نفاق کا اصطلاحی معنی ہے اسلام کو ظاہر کرنا اور کفر کو دل میں پوشیدہ رکھنا۔ عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ حاطب کے ظاہر و باطن میں مخالفت ہے، کیوں کہ انہوں نے جو خط بھیجا ہے وہ اس ایمان کے خلاف ہے جس کے راستہ میں جہاد کرنے اور قربانی دینے کے لیے نکلے ہیں۔ ❷

❀ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے انکار سے بہت متاثر ہوئے، چنانچہ کچھ دیر پہلے سخت غصہ تھے اور حاطب پر سخت ترین سزا کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے تھے چند ہی لمحوں میں خشیت الٰہی سے رونے لگے، اور کہا: ''اَللّٰـهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ'' یعنی اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ اچانک اس تبدیلی کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے غصہ ہوئے تھے، لیکن جب معلوم ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کا سبب کچھ اور ہے تو ان کے مجاہدانہ کارنامے کے احترام میں اور اپنے ساتھی محمد ﷺ کے حسن

---

❶ صحيح البخاري/ المغازي، حديث نمبر: ٤٢٧٤

❷ السيرة النبوية/ ابوفارس، ص: ٤٠٤

Marfat.com

سلوک کو دیکھتے ہوئے ان کی غلطی سے چشم پوشی کر لی اور آپ کی بات مان گئے۔ ❶

جب رسول اللہ ﷺ مر الظہران پہنچے اور ابوسفیان کو اپنے بارے میں خطرہ لاحق ہوا، رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ آپ ﷺ سے امان طلب کر لے، تو اس نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے ابوسفیان! تیری بربادی ہو، دیکھ! رسول اللہ ﷺ لوگوں میں موجود ہیں۔ ہائے! قریش کی بری صبح۔ اس نے کہا: تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں، پھر بچاؤ کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم، اگر وہ تم کو گرفتار کر لیں گے تو یقیناً تمہاری گردن مار دیں گے، اس خچر کے پیچھے سوار ہو جاؤ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں اور تمہارے لیے آپ ﷺ سے امان مانگ لوں گا۔ پھر وہ میرے پیچھے سوار ہو گیا اور اس کے دونوں ساتھی واپس ہو گئے۔ میں اس کو لے کر آیا، میں جب جب کسی مسلمان کے الاؤ کے قریب سے گزرتا تو پوچھتے کہ یہ کون ہے؟ لیکن جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خچر کو دیکھتے اور میں اس پر سوار ہوتا تو کہتے: آپ ﷺ کے خچر پر آپ کے چچا ہیں یہاں تک کہ جب میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے الاؤ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ وہ میری طرف کھڑے ہو گئے اور جب خچر پر پیچھے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا: یہ ابوسفیان، اللہ کا دشمن! اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بلا کسی عہد وارادہ کے تجھ پر قابو عطا کیا، پھر وہ تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگا اور عمر بھی آپ ﷺ کے پاس آ گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ ابوسفیان ہے، بغیر ہمارے کسی عہد وارادہ کے اللہ نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا ہے۔ مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن مار دوں۔ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے پناہ دے دی ہے لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ اپنی بات پر بضد رہے تو میں نے کہا: اے عمر! ذرا ٹھہرو، اللہ کی قسم اگر اس کا تعلق بنو عدی سے ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے، تم ایسا اس لیے کہہ رہے ہو کہ جانتے ہو کہ یہ بنو عبد مناف کا ایک فرد ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عباس ذرا ٹھہریے! اللہ کی قسم، جب آپ نے اسلام قبول کیا تھا اس دن اگر خطاب بھی اسلام لاتے تو آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک زیادہ محبوب تھا، اور میری یہ پسندیدگی صرف اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک خطاب کے مسلمان ہونے کے مقابلے میں، اگر وہ اسلام لاتے، آپ کا اسلام لانا زیادہ محبوب تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذْهَبْ بِهِ يَا عَبَّاسُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَأْتِنِي بِهِ.)) ❷

"اے عباس! اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ جب صبح ہو تو انہیں لے کر آنا۔"

یہ ہے فاروقی موقف؛ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کا دشمن مسلمانوں کی فوج کے پاس سے ایسی حالت

---

❶ التاريخ الإسلامي: ۷/ ۱۷۶، ۱۷۷

❷ السيرة النبوية، ص: ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰

میں گزر رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور ڈرتے ہوئے رسوائی کی حالت میں خود کو ظاہر کرتا ہے، عمر رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں جہاد اور اس کی رضامندی کی خاطر اللہ کے اس دشمن کی گردن ماردیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کو خیر سے نوازنا چاہا اور ان کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیا اور ان کی جان وخون کو محفوظ کردیا۔ [1]

غزوہ حنین میں مشرکین نے اسلامی لشکر پر اچانک حملہ کردیا اور لوگ تیزی سے پیچھے کی طرف پلٹ گئے، کوئی کسی کی پروانہ کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

((أَيْنَ أَيُّهَا النَّاسُ؟ هَلُمَّ إِلَيَّ ، أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ .))

''اے لوگو! تم کہاں بھاگ رہے ہو؟ میری طرف آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔''

لیکن کسی نے آپ کی بات نہ سنی، اونٹ ایک دوسرے پر گر رہے تھے، اکثر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مہاجرین، انصار اور آپ کے اہل بیت کے چند لوگ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہے۔ مہاجرین میں سے ابوبکر اور عمر اور اہل بیت میں سے علی بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب، ان کے لڑکے فضل بن عباس، ابوسفیان بن حارث، ان کے لڑکے، اور ربیعہ بن حارث وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ [2]

اس غزوہ میں فاروقی موقف کو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''غزوہ حنین کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب معرکہ شروع ہوا تو فتح کی پہلی بالی مسلمانوں کے حق میں آئی، میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی ایک مسلمان کو زیر کیے ہے۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار سے وار کیا، جس سے اس کا بازو کٹ گیا، وہ میری طرف پلٹا اور مجھے اتنا سخت دبوچ لیا جیسے کہ میں مرجاؤں گا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: اللہ کا یہی حکم ہے۔ پھر سب دوبارہ واپس آئے۔'' [3]

اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کی منظر کشی اس طرح کی ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝٢٥﴾

(التوبة: ٢٥)

---

[1] الفاروق مع النبی، د/ عاطف لماضة، ص: ٤٢

[2] السيرة النبوية/ ابن هشام: ٢/ ٢٨٩۔ أخبار عمر، ص: ٤١

[3] صحيح البخاري، حديث نمبر: ٤٠٦٦۔ ٤٠٦٧

Marfat.com

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا، بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔''

پھر ایسے وقت میں جب کہ مسلمان ہزیمت کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور اپنے محبوب بندوں کی مدد فرمائی۔ یہ تائید اس وقت ملی جب کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ لوٹ کر گئے، اور آپ کے پاس جمع ہوئے، پھر اللہ نے اپنی فوج پر اپنی رحمت اور مدد نازل کی:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶﴾ (التوبة: ٢٦)

''پھر اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے، اور کافروں کو پوری سزا دی، اور ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔''

معرکہ حنین کے بعد مسلمان مدینہ لوٹے، جب وہ ''جعرانہ'' ❶ سے گزر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں سے (مالِ غنیمت کی) چاندی پکڑتے اور لوگوں میں تقسیم کرتے، اسی دوران ایک آدمی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے محمد! انصاف سے کام لیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری بربادی ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟ اگر میں نے عدل سے کام نہ لیا تو میں خسارے میں ہوا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے، اس منافق کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا:

((مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي ، إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ .)) ❷

''اللہ کی پناہ، خوف ہے کہ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں، بے شک یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق ❸ سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے ایسے ہی خارج ہوں گے جیسے کہ تیر کمان سے۔''

اس واقعہ سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کی عظمت ومنقبت جلوہ گر ہے، بایں طور کہ جب آپ کے سامنے شرعی محرمات کی تحقیر وبے حرمتی کی گئی تو آپ قطعاً برداشت نہ کرسکے، اُس خارجی نے مقام نبوت ورسالت پر جوں ہی حملہ کیا آپ فوراً یہ کہتے ہوئے سامنے آئے: ''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی

❶ مکہ کے شمال مشرق میں ننانوے (۹۹) کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

❷ صحیح مسلم حدیث نمبر: ١٠٦٣ ۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٣١٣٨

❸ اس کے دو مطلب بتائے گئے ہیں: (۱) ان کی تلاوت صرف زبان تک محدود ہے، دل سے اسے قبول نہیں کرتے نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ (۲) نہ ان کا عمل ہی قبول ہے نہ تلاوت ہی۔ (مترجم)

Marfat.com

گردن ماردوں۔'' عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہی ردّعمل ان تمام لوگوں کے ساتھ ہوتا تھا جو نبوت و رسالت کے تقدس کی بے حرمتی کرنا چاہتے تھے۔ ❶

جعرانہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا عینی مشاہدہ کیا ......کی رغبت پر لبیک کہا۔ صفوان بن یعلی کا بیان ہے کہ یعلی رضی اللہ عنہ کہتے تھے:

''کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھتا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔'' ❷

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے، آپ کے اوپر کپڑے کا سائبان تھا، آپ کے ساتھ اس میں آپ کے دوسرے ساتھی بھی تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا، وہ ایک جبہ میں ملبوس تھا جو کہ خوشبو سے تر تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر کسی آدمی نے اس جبہ میں عمرہ کا احرام باندھا ہو جو خوشبو سے بھیگا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی رضی اللہ عنہ کو ہاتھوں سے اشارہ کیا اور کہا: آؤ، یعلی آئے، دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہے، کچھ دیر تک آپ سے خراٹے جیسی آواز سنائی دیتی رہی، پھر آپ سے وہ کیفیت ختم ہوگئی، اور آپ نے کہا:

((أَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.)) ❸

''خوشبو کو تین مرتبہ دھو دو اور جبہ اتار پھینکو، اپنے عمرہ میں ویسا ہی کرو جیسا حج میں کرتے ہو۔''

اور غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنا نصف مال اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا اور جب لوگوں کو شدت کی بھوک لگی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ لوگوں کے لیے برکت کی دعا کریں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک ❹ میں لوگ سخت بھوک سے دوچار ہوئے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی اونٹنیوں کو ذبح کر دیں، انہیں کھائیں اور چربی استعمال کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کرلو۔ عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو سواریوں کی کمی ہو جائے گی، بلکہ ان سے کہیے کہ وہ اپنا باقی ماندہ توشہ لے کر آپ کے پاس آئیں، چنانچہ کوئی مٹھی بھر مکئی، کوئی کھجور، کوئی روٹی کا ٹکڑا لے کر آیا، اس طرح دسترخوان پر کچھ کھانا جمع ہوگیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی، اور فرمایا: ((خُذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِكُمْ)) ''اپنے برتنوں میں لے جاؤ'' وہ اپنے برتنوں میں لے جانے لگے اور مجاہدین کا کوئی برتن ایسا نہ رہا جس کو انہوں نے نہ بھرا ہو۔ انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور اس سے کچھ بچ بھی گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ صحيح التوثيق في سيرة وحياة الفاروق، ص: ٢٠٠

❷ محض الصواب في فضائل امير المومنين عمر بن الخطاب: ٢/ ٤٠٨

❸ صحيح البخاري: ٤٣٢٩ - صحيح مسلم: ١١٨٠

❹ وادی القریٰ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام تبوک ہے۔

Marfat.com

((أَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍ فَيُحجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ .)) ❶

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نہیں ہے کوئی بندہ جو اس بات کا اقرار کرتے ہوئے اللہ سے ملے کہ وہ اس (ملاقات) میں شک نہ کرتا ہو، تو اسے جنت میں جانے سے روک دیا جائے۔''

یہ چند فاروقی مواقف ہیں جنھیں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو عبرت وموعظت اور دینی وفقہی مسائل پیش آئے انھیں آپ نے اچھی طرح سمجھا اور شریعت الٰہی کی روشنی میں لوگوں کی قیادت ورہنمائی کے لیے یہی چیز آپ کے لیے زادِ راہ بنی۔

مدنی زندگی میں آپ کے مواقف:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے بہت حریص تھے، جب مجلس نبوی میں شریک ہوتے تو اختتام مجلس تک وہاں سے نہ اٹھتے۔ مدینہ کے ابتدائی دور میں خطبہ کے دوران جب ایک تجارتی قافلہ غلہ لے کر آیا اور اکثر لوگ غلہ لینے کے لیے مسجد سے نکل پڑے تو آپ اس وقت ان چند لوگوں میں سے تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور مسجد سے باہر نہ نکلے۔ ❷

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروس ومواعظ کے حلقوں میں تازہ دم ہو کر بیٹھتے تھے، پیچیدہ مسائل کی وضاحت چاہتے، مفہوم پوچھتے اور خاص وعام تمام مسائل وحالات میں آپ سے سوالات کرتے رہتے۔ ❸

اسی وجہ سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سو انتالیس (۵۳۹) احادیث روایت کی ہیں۔ ❹ اور ایک روایت کے مطابق پانچ سو سینتیس (۵۳۷) احادیث۔ ❺ ان میں چھبیس (۲۶) احادیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ جب کہ انتالیس (۳۹) احادیث روایت کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ اور اکیس (۲۱) امام مسلم رحمہ اللہ منفرد ہیں۔ ❻ اور بقیہ حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں ہیں۔ ❼

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کے روایت کرنے کی توفیق دی جن کا ایمان، اسلام، احسان، قضاء وقدر

---

❶ صحيح مسلم، الايمان، حديث نمبر: ۲۷
❷ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۸۶۳، الاحسان فى تقريب صحيح ابن حبان: ۱۵/ ۳۰۰
❸ عمر بن الخطاب، د/ على الخطيب، ص: ۱۰۸
❹ تاريخ الخلفاء، السيوطى، ص: ۱۳۳
❺ عمر بن الخطاب، د/ على الخطيب، ص: ۱۰۹
❻ دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين: ۱/ ۴۰
❼ عمر بن الخطاب، د/ على الخطيب، ص: ۱۰۹

Marfat.com

اور علم، ذکر، دعا، طہارت، نماز، جنائز، زکوۃ، صدقات، روزے، حج نیز نکاح، طلاق، نسب، فرائض، وصایا، معاشرت، معاملات، حدود، لباس، کھانے پینے، ذبائح اور اسی طرح اخلاق، زہد وتقویٰ، فضائل، قیامت، فتنے، خلافت، امارت اور قضاء وحکم وغیرہ میں پہلا مقام ہے۔ مختلف اسلامی علوم میں ان احادیث کا اپنا بلند مقام ہے، اور آج تک اسلامی علوم کی ترقی میں یہ احادیث پیش پیش ہیں۔ [1] لہٰذا اب ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی تعلیمی، تربیتی اور معاشرتی زندگی سے متعلق آپ کے بعض موافقت ونظریات ذکر کریں گے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرنے والے کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک مرتبہ وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص سفید کپڑے میں ملبوس نہایت خوبصورت چہرے اور بالوں والا پیدل چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، حاضرین نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہم اسے پہچانتے نہیں اور یہ مسافر بھی نہیں ہے۔

پھر اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آ سکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔ وہ آیا اور اپنے گھٹنوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے پاس اور اپنے دونوں ہاتھوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانوں پر رکھا اور کہا: اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ .))

"اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔"

اس نے کہا: ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ كُلِّهِ .))

"یہ کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، جنت اور جہنم پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے پر اور پوری تقدیر پر ایمان لاؤ۔"

اس نے کہا: احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ .))

"تم اللہ کے لیے عمل (صالح) اس تصور سے کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، پس اگر (یہ نہ ہو کہ) تم

[1] عمر بن الخطاب، د/ علی الخطیب، ص: ۱۱۲

Marfat.com

اسے دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھتا ہے۔''

اس نے کہا: قیامت کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا الْمَسْئُوْلَ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ .))

''جس سے پوچھا گیا ہے وہ اس سلسلے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''

اس نے کہا: اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

((إِذَا الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ الْعَالَةُ رِعَاءُ الشَّاءِ تَطَاوَلُوْا فِي الْبُنْيَانِ وَوَلَدَتِ الْإِمَاءُ أَرْبَابَهُنَّ .)) ❶

''جب ننگے جسم، ننگے پاؤں والے، فقیر ونادار اور بکریوں کے چرواہے بلند عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں اور لونڈیاں اپنے مالک کو جننے لگیں۔''

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ صحابہ نے اسے تلاش کیا لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آپ دو یا تین دن ٹھہرے رہے، پھر فرمایا:

((يَاابْنَ الْخَطَّابِ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ عَنْ كَذَا وَكَذَا؟))

''اے ابن خطاب! ایسا ایسا پوچھنے والا کون تھا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذَاكَ جِبْرِيْلَ جَاءَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ .)) ❷

''وہ جبریل تھے تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام، ایمان اور احسان کے معانی ومطالب کو سوال و جواب کے انداز میں سب سے افضل فرشتے اور افضل ترین رسول سے سیکھا۔

۲۔ آپ کی رائے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے موافق ہونا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اس جماعت میں ہمارے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ گئے اور واپس آنے میں تاخیر کی، ہم خوف زدہ ہوئے کہ کہیں آپ کو ہماری غیر موجودگی میں کوئی نقصان نہ پہنچا دے، ہم گھبرائے، اور تلاش کے لیے

❶ احمد شاکر کی تحقیق سے مطبوعہ نسخہ میں "رباتهن" ہے۔
❷ اس کی سند صحیح ہے، اور شیخین کی شرط پر ہے۔ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۸۵ کاش مولف یہاں صحیحین میں وارد الفاظ کو نقل کر دیتے۔ (مترجم)

اٹھ کھڑے ہوئے، سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل گیا اور بنونجار انصاری کے باغ کے پاس آیا، میں اس کے چاروں طرف گھوما لیکن اس کا کوئی دروازہ نہیں پایا، لیکن ایک نالی نظر آئی جو باہر کے کنویں سے باغ کے بیچ میں جا رہی تھی۔ میں نے داخل ہونے کے لیے خود کو لومڑی کی طرح سمیٹ لیا اور اندر داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ؟ میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَمَا شَأْنُكَ؟" "کیا بات ہے؟" میں نے کہا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پھر آپ اچانک اٹھ گئے اور واپس آنے میں تاخیر کی، تو ہم ڈر گئے کہ مبادا کہیں آپ ہم لوگوں کی عدم موجودگی میں غائب نہ کر دیے جائیں۔ ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا۔ میں اس باغ کے پاس آیا، اور لومڑی کی طرح خود کو سمیٹ کر یہاں پہنچا ہوں اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ!...... اور مجھے اپنے دونوں جوتے دیے...... ((اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ ، فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ .))...... "میرے ان دونوں جوتوں کو لے جاؤ اور اس باغ کے پیچھے جو شخص بھی ایسا ملے کہ دل کی سچائی سے یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، تو اسے جنت کی بشارت دے دو۔" چنانچہ میری ملاقات سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ دونوں جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: یہ دونوں جوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ آپ نے اسے دے کر مجھے بھیجا ہے کہ ایسے جس آدمی سے ملو جو دل کی سچائی سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اسے میں جنت کی بشارت دے دوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر مارا اور میں سرین کے بل گر گیا اور انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! لوٹ جاؤ۔ میں لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور عمر بھی میرے پیچھے ہی آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَالَكَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟))...... "اے ابو ہریرہ! تم کو کیا ہو گیا ہے؟" میں نے کہا: میں عمر سے ملا اور جو بات کہہ کر آپ نے بھیجا تھا میں نے انہیں وہ بات بتائی [1] تو انہوں نے میرے سینے پر اتنے زور سے مارا کہ میں پیچھے کے بل گر پڑا، اور انہوں نے کہا: لوٹ جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يا عمر ما حملك على ما فعلت؟ "اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟" انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنے دونوں جوتے دے کر ابو ہریرہ کو بھیجا ہے کہ وہ ایسے جس آدمی سے بھی ملیں جو دل کی سچائی سے گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اسے جنت کی بشارت دے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ آپ نے کہا: ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر اسی پر بھروسا نہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں، آپ ان کو عمل کرنے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَخَلِّهِمْ" یعنی تب انہیں چھوڑ دو۔ [2]

---

[1] محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب (۱/ ۲۵۸).

[2] صحیح مسلم، الایمان، حدیث نمبر: ۳۱

Marfat.com

۳۔ صحابہ کو ایک ہی منبع شریعت کے تابع کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک ورق دیکھا تو فرمایا:

((أَمُتَهَوِّكُوْنَ يَا بْنَ الْخَطَّابِ! لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً ، لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِيْ))

''اے ابن خطاب! کیا تم (اسلام کے بارے میں) تردد میں ہو، میں اسے صاف شفاف شریعت کی شکل میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری ہی اتباع ضروری ہوتی۔''

اور ایک روایت میں ہے:

((إِنْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ .)) ❶

''اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور تم ان کی اتباع کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔''

۴۔ کائنات کی تخلیق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی:

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور کائنات کی تخلیق کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے بتایا کہ ''یہاں تک کہ جنتی اپنے ٹھکانے پر اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر چلے جائیں گے۔'' کسی نے اسے یاد کر لیا اور کسی نے اسے بھلا دیا۔ ❷ یہ حدیث اس ضمن میں آتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے کائنات کے فنا ہونے اور اللہ سے جا ملنے کا مفہوم سمجھا۔

۵۔ آباو اجداد کی قسم کھانے سے ممانعت اور توکل علی اللہ پر ابھارنا:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَاءِ كُمْ .))

''اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے کہ تم اپنے آباو اجداد کی قسم کھاؤ۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے سنا اس کے بعد سے ایسی قسم نہیں کھائی، حتیٰ کہ قصداً یا بھول کر بھی اس پر زبان نہ کھولی۔ ❶

---

❶ مسند أحمد، بروایت جابر: ۳/ ۳۸۷۔ الفتاویٰ: ۱۱/ ۲۳۲

❷ صحیح البخاری، بدء الخلق، حدیث نمبر: ۳۱۹۲

❸ اس کی سند صحیح ہے اور بخاری کی شرط پر ہے۔ مسند أحمد حدیث نمبر: ۱۲۲۔ الموسوعة الحديثية۔

Marfat.com

اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا.)) ❶

"اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اسی طرح روزی دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے، وہ خالی پیٹ صبح کو نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس ہوتے ہیں۔"

۶۔ اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول مان کر میں راضی ہوں:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جسے آپ نے ناپسند کیا، جب اس پر اصرار کیا گیا تو آپ غصے ہوگئے اور لوگوں سے فرمایا: سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ "تم مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو" ایک آدمی نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: حذافہ۔ دوسرا کھڑا ہوا، اس نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ شیبہ کے غلام سالم ہیں۔ ❷

جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے پر غصہ کی علامت دیکھی تو کہا: اے اللہ کے رسول ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ دو زانو بیٹھ گئے اور کہا: ہم اللہ کو ربّ مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر خوش ہیں۔ پھر آپ خاموش ہوگئے۔ ❹

۷۔ نہیں میرے لیے خاص نہیں، نہ تیرے لیے باعث مسرت ہے اور نہ دوسروں ہی کے لیے، بلکہ یہ سب کے لیے ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس ایک عورت کچھ خریدنے آئی، میں اسے اپنے خاص کمرے میں لے گیا اور جماع کے علاوہ سب کچھ کیا۔ آپ نے فرمایا: تیری بربادی ہو شاید اس کا خاوند جہاد پر گیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابوبکر کے پاس جا کر سوال کرو، اس شخص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر سوال کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید اس کا شوہر جہاد پر گیا ہے؟ اس نے وہی کہا جو عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ پھر اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ مسئلہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کا شوہر جہاد پر گیا ہے؟ اور قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾﴾ (هود: ١١٤)

❶ مسند أحمد، حديث نمبر: ٢٠٥ الموسوعة الحديثية۔ اس کی سند قوی ہے۔

❷ سعد بن سالم، شیبہ بن ربیعہ کے غلام ہیں اور صحابی ہیں۔ محض الصواب: ٢/ ٧٠٠

❸ صحيح البخاری، حديث نمبر: ٩٢۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٣٦٠

❹ صحيح البخاری، حديث نمبر: ٩٣۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٣٥٩

Marfat.com

''دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کر اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

پھر اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میرے لیے یہ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لیے عام ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور کہا: نہیں، تیرے لیے خاص نہیں، تب تو نہ تیرے لیے یہ مسرت کی بات ہے اور نہ دوسروں ہی کے لیے بلکہ یہ سب کے لیے ہے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمر نے سچ کہا۔ ❶

۸۔ اپنے صدقہ کو واپس لینے والے کا حکم:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں دے دیا، لیکن اسے اس کے مالک نے ضائع و برباد کر دیا، میں نے اسے خریدنا چاہا اور سوچا کہ وہ اسے سستی قیمت پر فروخت کر دے گا۔ میں رک گیا اور کہا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تم اسے نہ خریدو اگرچہ وہ ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے، کیوں کہ جو اپنے صدقہ کو واپس لیتا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو قے کر کے پھر اسے چاٹتا ہے۔ ❷

۹۔ آپ کے صدقات و اوقاف:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی میں ''ثمغ'' نامی اراضی اللہ کے راستے میں وقف کر دی، اس میں کھجور کے درخت تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا مال ملا ہے جو میرے نزدیک سب سے نفیس مال ہے اور میں اس کو صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَصَدَّقَ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ.))

''اس کے اصل کو وقف کر دو، نہ اسے فروخت کیا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے، نہ اس میں وراثت جاری کی جائے۔ البتہ اس کا پھل خرچ کیا جائے گا۔''

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے وقف کر دیا۔ آپ کا یہ صدقہ اللہ کے راستے میں، گردن آزاد کرانے میں، مسکینوں، مہمانوں، مسافروں اور قرابت داروں میں خرچ ہوتا رہا۔ جو اس کا نگراں ہو اس کے لیے اس میں سے معروف طریقہ سے کھانے یا اپنے دوست کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے مال دار بنانا مقصود نہ ہو۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین حاصل ہوئی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

❶ مسند أحمد: ٤/ ٤١ حدیث نمبر: ٢٢٠٦ اس کی سند ضعیف ہے اور یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔
❷ مسند احمد، حدیث نمبر: ٢٨١ اس کی سند صحیح ہے، اور شیخین کی شرط پر ہے۔
❸ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، حدیث نمبر: ٢٧٦٤.

Marfat.com

ہوئے اور عرض کی: مجھے زمین حاصل ہوئی ہے، اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا، اس سلسلے میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا .))

''اگر تم چاہو تو اس کے اصل (زمین) کو روک لو اور اس (پھل وغیرہ) کو صدقہ کر دو۔''

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو وقف کر دیا اور فرمایا: اس کے اصل کو فروخت نہ کیا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس کا وارث بنایا جائے گا، وہ فقراء، قرابت داروں، غلاموں کی آزادی اور اللہ کے راستے میں مہمانوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ جو اس کا نگراں ہو اس کا معروف طریقے سے اس میں سے کھانا یا اپنے دوست کو کھلانا جائز ہے بشرطیکہ اسے مال دار بنانا مقصود نہ ہو۔'' ❶

یہ ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ شاندار موقف جس میں آپ کی فضیلت، بھلائی وخیر کے کاموں میں آگے بڑھ نکلنے کی شدید خواہش اور اخروی زندگی پر دنیا کی فانی زندگی کو قربان کر دینے کی پوری کوشش نمایاں ہے۔

۱۰۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو تحفہ نبوی:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ریشم کا ایک جوڑا پہنے دیکھا، آپ اس جوڑے کو لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ اسے خرید لیں اور وفود کے استقبال کے وقت اسے پہن لیا کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ .))...... ''ریشم کا کپڑا وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں......'' پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد ...... آپ ﷺ نے آپ کے پاس ایک جوڑا ہدیہ بھیجا، آپ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ نے مجھے یہ جوڑا بھیجا ہے، حالاں کہ آپ نے اس جیسے جوڑے، یا تیمی کے جوڑے کے بارے میں دوسری بات کہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اسے اس لیے بھیجا ہے تاکہ تم اس کے ذریعے سے (بیچ کر) مال کما لو۔ آپ نے وہ جوڑا اپنے ایک بھائی کو دے دیا جو مکہ میں تھا اور اسلام نہیں لایا تھا۔ ❷

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو تحفہ نبوی پیش کیے جانے کی تفصیل یہ ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک جوان اور اڑیل اونٹ پر سوار تھا، وہ میرے اشارے کو نہ مانتا اور قوم سے آگے بڑھ جاتا، عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹتے اور پیچھے کر دیتے۔ نبی ﷺ نے عمر سے فرمایا: ''بِعْنِيهِ'' اسے مجھے فروخت کر دو۔ آپ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ کا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح البخاری، الوصایا، حدیث نمبر: ۲۷۳۷.

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۶۸

Marfat.com

اسے مجھے فروخت کر دو۔ چنانچہ آپؓ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ تمہارے لیے ہے جس طرح چاہو اسے استعمال کرو۔ ❶

اا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہمت افزائی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بشارت:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ .))

''درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے، اور یہی مسلمان کی مثال ہے۔ بتاؤ یہ کون سا درخت ہے؟''

لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن میں شرم سے نہ بولا۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس درخت کے بارے میں ہمیں بتا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے اپنا خیال اپنے والد کو بتایا تو انہوں نے کہا: تمہارا اسے بتا دینا میرے نزدیک اس بات سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ میرے پاس ایسا ایسا (قیمتی سرمایہ) ہوتا۔'' ❷

عمر رضی اللہ عنہ کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دینے کا واقعہ یوں ہے: عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں رات دیر تک گفتگو کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے، ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی قراءت سننے لگے۔ قریب تھا کہ ہم اسے پہچان لیتے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَطْبًا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْهُ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ .))

''جو قرآن کو تر و تازہ پڑھنا چاہے جس طرح کہ اس کا نزول ہوا، تو وہ اسے ابن ام عبد کی قراءت پر پڑھے۔''

پھر وہ آدمی بیٹھ کر دعائیں کرنے لگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے فرمانے لگے:

((سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ .))

''تو مانگ لے تجھے دیا جائے گا، تو مانگ لے تجھے دیا جائے گا۔''

عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سوچا، اللہ کی قسم میں صبح سویرے اس کے پاس جاؤں گا اور اسے خوشخبری دوں گا

---

❶ صحیح البخاری، البیوع، حدیث نمبر: ٢١١٥.

❷ صحیح البخاری، العلم، حدیث نمبر: ١٣١

Marfat.com

جب میں خوش خبری دینے گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مجھ سے پہلے حاضر ہیں اور اسے بشارت دے چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب کبھی میں نے ان سے کسی خیر میں مقابلہ کیا تو وہ اس میں مجھ سے آگے ہی رہے۔ ❶

۱۲۔ بدعت ایجاد کرنے سے آپ کا ڈرانا:

مسور بن مخرمہ ❷ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے، ان دونوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو اس وقت سورۂ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا جب آپ باحیات تھے۔ میں نے ان کی قراءت کو سنا، وہ اسے کئی حروف (لہجوں) میں پڑھ رہے تھے۔ ان (لہجوں) میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ نماز ہی میں ان پر چڑھ دوڑوں، لیکن انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر دیا۔ میں نے ان کا گریبان پکڑ لیا اور کہا: میں نے ابھی تم کو جو سورۃ پڑھتے سنا ہے اسے تم کو کس نے پڑھایا ہے؟ انہوں نے کہا: اس کو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے۔ میں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، بے شک مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے یہی سورۃ پڑھائی ہے جسے تم کو پڑھتے سنا ہے۔ میں انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کو سورۂ فرقان کی تلاوت ان حروف میں کرتے ہوئے سنا ہے جنہیں آپ نے مجھے نہیں پڑھایا ہے۔ حالاں کہ آپ نے مجھے بھی سورۂ فرقان پڑھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ہشام! اسے پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے اسی قراءت پر اسے پڑھا جس پر میں نے سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((هٰكَذَا أُنْزِلَتْ.)) اسی طرح اس کا نزول ہوا ہے۔ پھر آپ نے کہا: اے عمر تم پڑھو! میں نے اس طرح پڑھا جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح اس کا نزول ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

((إِنَّ الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.)) ❸

"بے شک قرآن سات حروف (لہجوں) پر نازل ہوا ہے، پس جو ان میں سے تمہیں میسر آئے پڑھو۔"

۱۳۔ تمہارے پاس جو مال آئے اسے قبول کرلو بشرطیکہ تم نے اسے مانگا نہ ہو اور نہ اس کی لالچ کی ہو:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیات سے نوازتے اور میں آپ سے کہتا: آپ اسے اس شخص کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ اس کا ضرورت مند ہو۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھے کچھ مال دیا تو میں نے کہا: جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دے دیجیے۔

❶ مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۷۵، الموسوعة الحدیثیة۔ اس کی سند صحیح ہے۔

❷ باپ، بیٹے دونوں صحابی ہیں۔ مسور کی وفات ۶۴ھ میں ہوئی۔

❸ صحیح البخاري، فضائل القرآن، حدیث نمبر: ٤٧٥٤۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۱۸

Marfat.com

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُذْهُ وَمَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ ، وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ .)) ❶

''اسے لے لو اور اس طرح کا جو مال تمہیں ملے اسے لے لو بشرطیکہ تم نے اس کا لالچ نہ کیا ہو اور اسے مانگا نہ ہو۔ اور جو ایسا نہ ہو اس کے پیچھے جان مت کھپاؤ۔''

۱۴۔ رسول اللہ ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمانا:

اللہ کے رسول ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک سفید کپڑا دیکھا...... اور ایک روایت میں ہے کہ قمیص دیکھی...... آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ کپڑا نیا ہے یا دھلا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: دھلا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَعِشْ حَمِيْدًا وَمُتْ شَهِيْدًا .)) ❷

''نیا کپڑا پہنو، اور قابل تعریف زندگی گذارو، اور شہادت کی موت مرو۔''

۱۵۔ میں اس وقت کو جانتا ہوں جب آپ ﷺ اس (باغ) میں تشریف لے گئے تا کہ اس میں برکت کی دعا کریں:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد فوت ہو گئے اور ایک یہودی کا تیس (۳۰) وسق کھجور ان پر قرض باقی تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہودی سے مہلت مانگی، لیکن اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی تا کہ آپ ﷺ ان کے لیے یہودی سے سفارش کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ یہودی کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ قرض کے عوض وہ ان کی کھجور کے پھلوں کو لے لے، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ کھجور کے باغ میں داخل ہوئے اور اس میں گھومے، پھر جابر سے فرمایا:

((جُدَّ لَهُ ، فَأَوْفِ لَهُ الَّذِيْ لَهُ .))

''اس کا حصہ لگاؤ اور اس کا پورا (قرض) اسے دے دو۔''

جب آپ ﷺ وہاں سے لوٹ آئے تو آپ نے اس کا حصہ لگایا اور اسے پورا تیس (۳۰) وسق دے دیا نیز سترہ (۱۷) وسق مزید کھجور بچ گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واقعہ کی خبر دینے آئے تو آپ ﷺ کو عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ کو کھجوریں بچ جانے کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحيح مسلم، الزكاة، حديث نمبر: ١٠٤٥

❷ سلسلة الأحاديث الصحيحة- حسن: ٣٥٢- صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ١٢٣٤

((أَخْبِرْ بِذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ .))

''یہ خبر ابن خطاب کو بتا دو۔''

چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے وہ وقت معلوم ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں چلے تھے تا کہ اس میں برکت کی دعا کریں۔ ❶

۱۶۔ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی:

عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حفصہ بنت عمر کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی کی مدینہ میں وفات ہوگئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، تو میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے حفصہ بنت عمر کی شادی کی پیش کش کی۔ میں نے کہا: اگر آپ راضی ہوں تو میں حفصہ کی آپ سے شادی کر دوں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ذرا اپنے معاملہ میں غور کرلوں۔ چنانچہ پھر آپ کچھ دنوں ٹھہرے رہے۔ ایک دن ان کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ پھر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: اگر آپ راضی ہوں تو میں حفصہ بنت عمر کی آپ سے شادی کر دوں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ میں عثمان بن عفان کے مقابلے میں ان سے بہت غصے ہوا۔ پھر میں کچھ روز ٹھہرا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو شادی کا پیغام دیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا نکاح کر دیا۔ پھر مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا: جب تم نے مجھے حفصہ کی شادی کے لیے پیش کش کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا تو شاید تم مجھ پر خفا ہو گئے تھے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری پیش کش کو ٹھکرانے سے مجھے اس کے علاوہ کسی چیز نے نہیں روکا تھا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا تذکرہ کیا ہے۔ درحقیقت میں آپ کا راز کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کو چھوڑ دیتے تو میں اسے قبول کر لیتا۔ ❷

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں موقف فاروقی

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اس بات کا برابر خواہش مند رہا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

﴿إِنْ تَتُوبَآ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (التحریم: ٤)

''(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں۔''

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاستقراض، حدیث نمبر: ٢٢٦٦

❷ صحیح البخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ٥١٢٢۔ عمر بن الخطاب، محمد رشید، ص: ٢٣

Marfat.com

یہاں تک کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور میں نے بھی آپ کے ساتھ حج کیا۔ جب ہم راستے پر چل رہے تھے تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ راستے سے تھوڑا سا ہٹے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا لے کر راستے سے کنارے ہوا، آپ نے قضائے حاجت کی، پھر میرے پاس آئے، میں نے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالا اور آپ نے وضو کیا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کون سی دو بیویاں ہیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

﴿إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (التحریم: ٤)

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس تم پر تعجب ہے...... زہری کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! انہوں نے جو پوچھا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا، تاہم اسے آپ نے چھپایا نہیں ...... فرمایا: وہ حفصہ اور عائشہ ہیں۔ پھر آپ تفصیل بتانے لگے اور کہا: ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، لیکن جب مدینہ آئے تو ایسے لوگوں کو پایا کہ ان پر ان کی عورتیں غالب ہوتی ہیں۔ پھر ہماری عورتیں بھی ان کی دیکھا دیکھی وہی کام کرنے لگیں۔ آپ فرماتے ہیں: میرا گھر عوالی میں بنوامیہ بن زید کے قبیلہ میں تھا، میں ایک دن اپنی بیوی پر غصے ہوا تو وہ مجھ سے بحث وتکرار کرنے لگی، میں نے اسے ڈانٹا کہ تم مجھ سے بحث وتکرار کرتی ہو۔ اس نے کہا: میں آپ سے بحث وتکرار کرتی ہوں تو آپ مجھ کو ڈانٹ رہے ہیں، حالاں کہ اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ سے بحث وتکرار کرلیتی ہیں اور ان میں سے بعض تو دن بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات بھی نہیں کرتیں۔

آپ کا بیان ہے کہ میں چلا اور حفصہ کے پاس پہنچا اور کہا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث وتکرار کرلیتی ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اور کیا تم دن بھر آپ سے بات بھی نہیں کرتی ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا ہے وہ سخت خسارے اور نقصان میں ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے مامون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے اس پر اللہ کا غضب نازل ہوجائے اور وہ ہلاک ہوجائے؟ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث ومباحثہ مت کرنا اور نہ آپ سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا، جو تمہیں ضرورت ہو وہ مجھ سے مانگو اور تمہیں یہ چیز دھوکے میں نہ ڈال دے کہ عائشہ تمہارے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں اور ان کا درجہ بلند ہے۔

آپ فرماتے ہیں: میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم اپنی اپنی باری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں آتا۔ وہ میرے پاس وحی وغیرہ کی خبریں لاتا اور میں بھی اسی طرح کرتا۔ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ غسانی اپنے گھوڑوں کو نعل لگا رہے ہیں تاکہ ہم سے جنگ کریں، ایک دن میرا (انصاری) ساتھی شام کے وقت میرے پاس آیا اور میرا دروازہ کھٹکھٹایا، پھر مجھے آواز دی، میں اس کی طرف گیا، اس نے کہا: ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا! میں نے کہا: وہ کیا؟ کیا غسانیوں نے حملہ کردیا؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑا اور پیچیدہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ میں نے کہا: حفصہ بہت خسارے اور

Marfat.com

بربادی میں ہوئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے، یہاں تک کہ جب میں نے صبح کی نماز پڑھی تو اپنے اوپر اپنے کپڑوں کو باندھا، پھر حفصہ کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا: کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم، ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کمرے میں الگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کالے رنگ کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر کے لیے اجازت مانگو، غلام اندر داخل ہوا، پھر نکل کر میرے پاس آیا اور کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بارے میں ذکر کیا لیکن آپ خاموش رہے۔ میں وہاں سے لوٹا اور منبر کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک جماعت موجود ہے، اس میں بعض لوگ رو رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر وہاں بیٹھا، لیکن دوبارہ مجھ پر وہ فکر غالب آئی جس میں ڈوبا ہوا تھا اور میں غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت مانگو، وہ اندر داخل ہوا، پھر نکل کر باہر میرے پاس آیا اور کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بارے میں ذکر کیا لیکن آپ خاموش رہے۔ پھر میں جا کر منبر کے پاس بیٹھ گیا، وہی فکر دامن گیر ہوئی جس میں ڈوبا ہوا تھا، اس لیے پھر اس غلام کے پاس پہنچا اور کہا: عمر کے لیے اجازت مانگو، وہ اندر گیا، پھر واپس باہر آ کر کہا: میں نے آپ کا ذکر کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ پھر میں مڑ کر جانے لگا، اتنے میں غلام نے مجھے پکارا، اور کہا: اندر تشریف لے جائیں آپ کو اجازت مل گئی ہے۔ میں اندر داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ رسی کی بٹی ہوئی چٹائی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور اس کے نشانات آپ کے پہلوؤں پر نمایاں تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: اللہ اکبر، بھلا ہوتا کہ آپ ہم کو دیکھتے اے اللہ کے رسول! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، جب ہم مدینہ آئے تو ان لوگوں کو دیکھا کہ جن پر ان کی عورتیں غالب ہیں۔ پھر ہماری عورتیں بھی ان کی دیکھا دیکھی ویسا ہی کرنے لگیں۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر غصے ہوا، وہ مجھ سے بحث ومباحثہ کرنے لگی، میں نے اسے ڈانٹا کہ مجھ سے بحث کرتی ہے تو اس نے کہا: میں آپ سے بحث ومباحثہ کرتی ہوں تو آپ مجھے کیوں ڈانٹتے ہیں؟ حالاں کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ سے بحث ومباحثہ کرلیتی ہیں اور ان میں ایسی بھی ہیں جو دن بھر آپ سے گفتگو نہیں کرتیں۔ میں نے کہا: جس نے ایسا کیا وہ سخت نقصان اور خسارے میں ہے۔ کیا ان میں سے کوئی خود کو اس بات سے محفوظ پاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے اس پر اللہ کا غضب نازل ہوجائے اور وہ ہلاک ہوجائے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پھر میں حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ دھوکا مت کھاؤ تمہاری پڑوسن (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا) تمہارے مقابلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں اور ان کا درجہ بلند ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسکرانے لگے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ سے کچھ دیر انسیت حاصل کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ پھر میں بیٹھ گیا اور گھر میں نگاہ

Marfat.com

دوڑائی، اللہ کی قسم! اس میں مجھے تین چمڑوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کریں کہ آپ کی امت پر کشادگی کر دے جس طرح فارس و روم والوں پر دولت کی بہتات کی گئی ہے، حالاں کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہو بیٹھے اور فرمایا:

((أَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عجلت لَهُمْ طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا .))

''اے ابن خطاب! کیا تم شک میں ہو؟ وہ ایسی قوم ہے کہ اس کے لیے اس کی کشادگی و مرغوبات کو دنیوی زندگی میں جلدی دیا گیا ہے۔''

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری بخشش کے لیے دعا کر دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (بیویوں) پر سخت غصہ کی وجہ سے قسم کھالی تھی کہ ان کے پاس ایک مہینہ تک نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔ ❶

مدنی معاشرہ میں فاروقی زندگی سے متعلق یہاں مذکورہ احوال وکوائف کو جمع کرنے کی اللہ نے توفیق دی، حالاں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے بلند مقام حاصل کیا جس سے آپ کی فضیلت، دین، اور علم میں نکھار آ گیا اور اس موضوع کو ہم آئندہ تفصیل سے بیان کر رہے ہیں۔

آپ کے فضائل و مناقب

بے شک امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فضل ومنقبت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ہیں۔ آپ انبیاء ومرسلین اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام انسانوں میں بلا قید وشرط سب سے افضل ہیں۔ آپ کی افضلیت سے متعلق مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے اور یہی فرقۂ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ ❷

آپ کے فضائل ومناقب کے بارے میں بہت سی احادیث اور اخبار وارد ہیں، انہی میں سے بعض یہ ہیں:

ا: آپ کا علم اور دین وایمان:

آپ کے ایمانی مقام ومرتبہ کے بارے میں عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ مسند أحمد، حديث نمبر: ٢٢٢۔ الموسوعة الحديثية۔ اس کی سند شیخین کی شرط کے مطابق ہے۔

❷ عقیدہ اهل السنة والجماعة فی الصحابة الكرام۔ د/ ناصر بن علی عائض حسن الشيخ: ١/ ٢٤٣

Marfat.com

((لَا ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ، حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَّفْسِكَ .))

''نہیں (تم مومن نہیں ہوسکتے)، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہوجاؤں۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب ایسے ہی ہے۔ اللہ کی قسم آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْآنَ يَا عُمَرُ .))

''اب (تمہارا ایمان مکمل ہوا) اے عمر!'' [1]

آپ کے علم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ - يَعْنِي اللَّبَنَ - حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَى الرِّيِّ يَجْرِيْ فِيْ ظُفُرِيْ ......أَوْ فِيْ أَظْفَارِيْ...... ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ .))

''میں سو رہا تھا تو میں نے (خواب میں) دودھ نوش کیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اس کی تراوٹ میرے ناخن ...... یا ناخنوں ...... میں جاری ہے، پھر میں نے وہ (دودھ) عمر کو دیا۔''

صحابہ نے پوچھا: آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''العلم'' یعنی (دودھ سے) علم مراد ہے۔ [2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی تعبیر علم سے اس لیے کی کہ نفع رسانی کی کثرت اور تعمیر ونمو کا سبب ہونے میں دونوں مشترک ہیں۔ پس دودھ جسمانی غذا کے لیے اور علم روحانی غذا کے لیے ہے۔ اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت نمایاں طور پر جھلک رہی ہے۔ دراصل خواب کی حقیقت یہ ہے کہ اسے ظاہر پر محمول نہ کیا جائے اور انبیاء علیہم السلام کا خواب اگرچہ وحی کا ایک حصہ ہے تاہم اس میں بھی بعض کو ظاہر پر محمول کیا جاتا ہے اور بعض کی تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ مذکورہ حدیث میں علم سے مراد لوگوں کے ساتھ آپ کی وہ شرعی سیاست و تدبیر ہے جو اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہوتی تھی اور آپ کو یہ خصوصیت اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کی مدت خلافت طویل رہی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کی اطاعت پر لوگ زیادہ متفق تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت مختصر رہی اور اس میں فتوحات کی کثرت نہیں ہوئی جو اختلافات کے نمایاں ہونے کا ایک اہم سبب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس مدت میں لوگوں کے ساتھ طویل معاشرت کے باعث ان میں اس طرح سیاست کرتے رہے کہ کسی نے آپ کی مخالفت نہ کی اور جب عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوگیا تو اختلاف آراء واقوال کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور آپ کی

---

[1] الصحیح المسند فی فضائل الصحابة، ص:٦٦

[2] فتح الباری: ٧/ ٤٦

Marfat.com

فرمانروائی کو تسلیم کرنے کے لیے عوام کا وہ اتفاق سامنے نہ آیا جو عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ہوا تھا۔ پھر یہیں سے فتنوں کا آغاز ہوا، یہاں تک کہ معاملہ آپ کی شہادت تک جا پہنچا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے لیکن اختلافات سنگین سے سنگین تر اور فتنے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔

اور جہاں تک آپ کی دینداری کا تعلق ہے سو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَمَرَّ عُمَرُو ابْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ .))

''میں سویا ہوا تھا، میں نے (خواب) دیکھا کہ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے اور ان کے جسموں پر قمیصیں تھیں، اس میں بعض کی قمیص سینے تک اور بعض کی اس سے کم ہے، اور عمر بن خطاب گزرے تو ان کے جسم پر (لمبی) قمیص تھی جسے وہ گھسیٹ رہے تھے۔''

صحابہ نے عرض کیا: آپ اس کی کیا تعبیر کرتے ہیں اے اللہ کے رسول؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلدِّيْنَ .)) (یعنی قمیص سے مراد دین ہے) [1]

۲: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت اور شیطان کا آپ سے خوف کھانا:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہونے کی ایسے وقت میں اجازت مانگی جب کہ قریش کی چند عورتیں آپ سے بات کر رہی تھیں اور آپ کی آواز سے اونچی آواز کے ساتھ آپ سے کثرت (نان ونفقہ) کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور جلدی جلدی پردہ کرنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی، آپ اندر داخل ہوئے اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں۔ آپ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کے دانتوں کو ہنسائے (ماجرا کیا ہے؟)، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ كُنَّ عِنْدِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ .))

''مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا وہ سب میرے پاس تھیں اور جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو جلدی سے پردہ میں ہو گئیں۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ تو اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ آپ سے ڈریں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اپنی جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی؟ عورتوں نے جواب دیا: ہاں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں زیادہ سخت اور غصے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۹۰

Marfat.com

نے فرمایا:

((اِيهًا يَاابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ .)) ❶

"کیا خوب اے ابن خطاب! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کبھی کسی راستے پر چلتے ہوئے شیطان کی تم سے ملاقات ہو جائے تو وہ راستے بدل کر دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے۔"

اس حدیث میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت مصاحبت کی وجہ سے ہمیشہ آپ کی رائے درست ہوتی تھی اور شیطان آپ کو بہکانے کا کوئی راستہ نہ پاتا تھا۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان کا کوئی داؤ آپ پر کارگر نہ ہوتا تھا، اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ آپ غلطیوں سے معصوم تھے، کیوں کہ حدیث میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ شیطان آپ کے راستے سے راہِ فرار اختیار کر لیتا تھا کہ مبادا آپ سے ملاقات نہ ہو جائے اور اس کا راہِ فرار اختیار کر لینا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ وہ اپنی قدرت بھر آپ کو وسوسہ میں نہ ڈالتا رہا ہو۔

لیکن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث کا مفہوم موافق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ آپ کو وسوسہ میں بھی نہیں ڈال سکتا تھا کیوں کہ جب وہ آپ کے راستے سے راہِ فرار اختیار کرتا تھا تو یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ آپ کے قریب بھی نہ آ سکے کہ آپ کو وسوسہ میں ڈال دے، لہٰذا ممکن ہے کہ آپ شیطان کی چالوں سے محفوظ کر دیے گئے ہوں؟

لیکن یاد رہنا چاہیے کہ اس ممکنہ صورت حال سے بھی آپ کے لیے عصمت ثابت نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عصمت واجب ہے، جب کہ دوسرے کے لیے صرف ممکن ہے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَلْقٰى عُمَرَ مُنْذُ أَسْلَمَ إِلَّا فَرَّ لِوَجْهِهِ .))

"عمر رضی اللہ عنہ جب سے مسلمان ہوئے (اس وقت سے وہ یعنی شیطان) جب بھی آپ سے ملا تو چہرہ پھیر کر بھاگا۔"

پس یہ حدیث دینی امور میں آپ کی سختی اور خالص حق و کامل سچائی کے لیے آپ کی مسلسل محنت پر دلالت کرتی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کا قول ہے:

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۸۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۹۶

❷ عقيدة أهل السنة والجماعة: ۱/ ۳۴۸

Marfat.com

''یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے، حقیقت میں شیطان جب آپ کو دیکھتا تو بھاگتا تھا۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول ہے:

''یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث بطور ضرب المثل ہو اور عمر رضی اللہ عنہ نے شیطان کے راستہ کو چھوڑ کر درستگی کا راستہ اپنا لیا ہے، یعنی جو چیزیں شیطان کو پسند ہیں آپ نے ان کی مخالفت کی ہو۔''

حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ دونوں اقوال میں پہلا قول راجح ہے۔ ❶

۳: آپ اس امت کے الہام یافتہ ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ .)) ❷

''تم سے پہلے کی امتوں میں الہام یافتہ افراد ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔''

اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت ومنقبت کا واضح بیان ہے۔ البتہ حدیث میں وارد لفظ ''مُحَدَّثٌ'' سے کیا مراد ہے، اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض کا کہنا ہے: الہام یافتہ شخص مراد ہے۔

بعض کا کہنا ہے: وہ شخص مراد ہے جس کی زبان سے بلا قصد و ارادہ درست رائے کا اظہار ہو۔

اور بعض کا کہنا ہے: ہم کلام ہونا مراد ہے یعنی آپ سے فرشتے ہم کلام ہوئے لیکن نبوت نہیں عطا کی گئی۔

اور بعض کا کہنا ہے: اس سے بصیرت و دُور اندیشی مراد ہے۔ ❸

حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خاص طور سے اس صفت سے متصف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دورِ نبوی ﷺ کے بعد بھی آپ کی کئی باتیں اصابت رائے پر مبنی رہیں۔ ❹

اور اس مقام پر یہ واضح رہے کہ دیگر صحابہ کو چھوڑ کر آپ کا اس عظیم شرف ومنزلت سے مشرف ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ ❺

علامہ ابن القیم ﷺ فرماتے ہیں: تم یہ گمان نہ کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت

❶ فتح الباري: ۷/ ۴۷۔۴۸۔ شرح النووي: ۱۵/ ۱۶۵۔ ۱۶۷

❷ صحيح البخاري، حديث نمبر: ۳۶۸۹۔ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۳۹۸

❸ فتح الباري: ۷/ ۵۰۔ شرح النووي: ۱۵/ ۱۶۶

❹ فتح الباري: ۷/ ۵۱

❺ عقيدة أهل السنة والجماعة: ۱/ ۲۵۱

Marfat.com

کی دلیل ہے بلکہ یہ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہم مناقب وفضائل میں سے ہے کہ حوض نبوت سے آپ کی مکمل سیرابی اور چشمہ رسالت سے براہِ راست فیض یابی کی وجہ سے الہام وغیرہ سے مستغنی رہے۔ لہٰذا اس مقام پر غور کرو اور سوچو اور اچھی طرح سوچو اور اس میں اللہ کے حکیم وخبیر ہونے پر شہادت دینے والی عظیم حکمتوں پر پھر غور کرو۔ ❶

۴: میں نے ایسی نابغہ روزگار شخصیت نہ دیکھی جو آپ جیسی ذہین وفطین ہو:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((رَأَيْتُ كَأَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ فَنَزَعَ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَسْقَى فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرْيَهُ حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوا الْعَطَنَ .)) ❷

''میں نے خواب دیکھا کہ ایک کنویں پر ایک ڈول سے پانی کھینچ رہا ہوں، پھر ابوبکر آئے انہوں نے ایک یا دو ڈول ناتوانی کے ساتھ کھینچے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ پھر عمر بن خطاب آئے انہوں نے پانی کھینچنا شروع کیا تو وہ ڈول جرسہ (بڑے ڈول) میں بدل گیا۔ میں نے آپ جیسا شہ زور پہلوان نہیں دیکھا جو آپ جیسا غیر معمولی اوصاف کا حامل ہو، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا۔''

اس حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ((فَجَاءَ عُمَرُ فَاسْتَسْقَى فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا)) یعنی ''عمر بن خطاب آئے انہوں نے پانی کھینچنا شروع کیا تو وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا'' سے آپ کی فضیلت بالکل واضح ہے۔ حدیث میں وارد لفظ ''اِسْتَحَالَتْ'' کا معنی ہے کہ وہ ڈول چھوٹا تھا لیکن اس وقت بڑا ہو گیا، اور ''عَبْقَرِيٌّ'' کا معنی سردار، یا وہ شخص جو اپنی خصوصیات میں منفرد ہو۔ اور ''ضَرَبُوا الْعَطَنَ'' کا مطلب ہے کہ انہوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا، پھر ان کے آرام کرنے کی جگہ میں لے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب میں ان تمام (حوادث وواقعات) کی مثال موجود ہے جو خلافت صدیقی وخلافت فاروقی میں واقع ہوئے۔ نیز ان دونوں کی سیرت کی خوبیاں، نقوش اور لوگوں کی نفع رسانی کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافت صدیقی میں مرتدین سے قتال ہوا اور آپ نے ان کی ہوا اکھاڑ دی، اسلام کی شعائیں منور ہوئیں حالاں کہ آپ کی مدت خلافت مختصر رہی۔ یعنی دو سال اور کچھ مہینے۔ لیکن اللہ نے اس مختصر سی مدت میں برکت عطا فرمائی اور اسلام کو بہت فائدہ ہوا۔

اور جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا، آپ کے دورِ خلافت میں

---

❶ مفتاح دار السعادة: ۱/ ۲۵۵

❷ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۳۹۳

Marfat.com

اسلامی حدود کا دائرہ وسیع ہوا اور لوگوں کے لیے آپ نے ایسے فرامین جاری کیے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس طرح خلافت فاروقی کی مدت طویل ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچا، آپ نے شہروں کو آباد کیا، ہر محکمہ کے الگ دفاتر تیار کرائے اور فتوحات و مال غنیمت کی کثرت ہوئی۔

ارشادِ نبوی ﷺ ((فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرْيَهُ .)) کا معنی ہے کہ میں نے ایسا کوئی سردار نہیں دیکھا جو آپ جیسا کام کرتا ہو اور آپ جیسا پختہ عزم ہو۔ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "ضَرَبُوا الْعَطَنَ" کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ خصوصیت صرف خلافت فاروقی کو حاصل ہے۔ اور کچھ لوگوں نے کہا: خلافت فاروقی اور خلافت صدیقی دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ دونوں کی بالغ نظری، حسن تدبیر اور مسلمانوں کے مفاد و مصلحت کی مکمل رعایت ہی سے یہ چیز وجود میں آئی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو پست کیا اور مسلمانوں کو متحد کر کے ان میں الفت و محبت پیدا کی، فتوحات کا آغاز کیا اور معاملات کا راستہ ہموار کیا اور پھر ان کوششوں کے ثمرات و نتائج دور فاروقی میں سامنے آئے۔ ❶

۵: عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اور جنت میں محل کے لیے آپ کو بشارت نبوی ﷺ:

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ۔ امْرَأَةِ أَبِيْ طَلْحَةَ۔ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: هٰذَا بِلَالٌ۔ وَرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهِ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ: لِمَنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: لِعُمَرَ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ .)) ❷

"میں نے دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا، اچانک میرے سامنے رمیصاء ابوطلحہ کی بیوی نظر آئی اور میں نے ایک آواز سنی تو پوچھا: یہ کون ہے؟ اس (فرشتے) نے کہا: یہ بلال ہیں۔ وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے آنگن میں ایک عورت تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ اس (فرشتے) نے کہا: یہ عمر کا ہے۔ میں اس میں داخل ہونا چاہتا تھا تاکہ اسے دیکھ لوں، لیکن (اے عمر) تیری غیرت مجھے یاد آ گئی۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأُ إِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ۔ فَقُلْتُ:

---

❶ شرح النووی لصحیح مسلم: ۱۵/ ۱۶۱۔ ۱۶۲

❷ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۹، ۶۶۲۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۹۴

Marfat.com

لِمَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا.))

''میں سویا ہوا تھا میں نے خود کو جنت میں دیکھا، میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک محل کے ایک کونے میں وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ انہوں (فرشتوں) نے جواب دیا: عمر کا، پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی اور میں واپس لوٹ آیا۔''

عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ پر غیرت کھاؤں گا؟ ❶

مذکورہ دونوں حدیثیں آپ کی فضیلت پر اس اعتبار سے بالکل واضح ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں آپ کا ایک محل دیکھنے کی بشارت دی اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے بلند مقام ہونے پر واضح دلیل ہے۔ ❷

۶: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابوبکر صدیق کے بعد عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: ((أَبُوْهَا.)) ان کے باپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ)۔ میں نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ((ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.)) پھر عمر بن خطاب۔ پھر آپ نے دیگر افراد کو شمار کیا۔ ❸

۷۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا، ایک آدمی آیا، اس نے دروازہ کھولنے کی اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ.))...... ''کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دے دو'' میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا، دیکھا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں فرمان رسول کی بشارت دی، انہوں نے اللہ کی تعریف کی۔ پھر ایک آدمی آیا، اس نے دروازہ کھولنے کی اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ.))...... ''(دروازہ) کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو'' میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا، دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں فرمان رسول کی بشارت دی۔ انہوں نے اللہ کی تعریف کی۔ پھر ایک آدمی نے (دروازہ) کھولنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ.))...... ''ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انہیں ان آزمائشوں پر جنت کی بشارت دے دو جو انہیں پہنچیں گی۔'' دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں فرمانِ رسول کی بشارت دی م انہوں نے اللہ کی

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۹۵

❷ عقیدة اهل السنة والجماعة فی الصحابة: ۱/ ۲۴۵

❸ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۵/ ۳۰۹۔ صحیح البخاری، باب غزوة ذات السلاسل حدیث نمبر: ۴۱۰۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۸۴

Marfat.com

تعریف کی پھر کہا: "اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ" یعنی اللہ ہی مددگار ہے۔ ❶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مرض الموت کے متعلق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا موقف:

ا: عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو بلال آپ کے پاس آئے اور نماز کے لیے بلانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مُرُوْا مَنْ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ .))

"کہہ دو کوئی لوگوں کو نماز پڑھا دے۔"

عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نکلا، لوگوں میں عمر نظر آئے اور ابوبکر غائب تھے۔ میں نے کہا: اے عمر! اٹھیے اور لوگوں کو نماز پڑھایے۔ چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور جب اللہ اکبر کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز سن لی...... عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَأَيْنَ أَبُوْبَكْرٍ؟ يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ ، يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ .))

"ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس کا انکار کرتے ہیں، اللہ اور مسلمان اس کا انکار کرتے ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا، آپ اس وقت آئے جب کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو وہ نماز پڑھا چکے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

عبداللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: تیرا برا ہو! اے ابن زمعہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟ اللہ کی قسم جب تم نے مجھے (امامت کا) حکم دیا تھا تو میں نے یہی گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں لوگوں کو نماز نہ پڑھاتا۔ عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے، میں نے کہا: اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا، لیکن جب میں نے ابوبکر کو نہیں دیکھا تو حاضرین میں آپ ہی کو امامت کا زیادہ حق دار سمجھا۔ ❷

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (مرض الموت میں) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھی تو آپ نے فرمایا:

((اِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ .))

"مجھے سامان کتابت دو، میں تمہارے لیے (ایک تحریر) لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوسکو۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول سخت تکلیف سے دوچار ہیں، ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے! پھر وہ سب اختلاف کر بیٹھے اور بہت شور شرابہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، حدیث نمبر: ۳۶۹۳.

❷ سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ٤٦٦٠۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

((قُوْمُوْا عَنِّیْ وَلَا یَنْبَغِیْ عِنْدِیْ التَّنَازُعُ .))

''میرے پاس سے چلے جاؤ، میرے پاس جھگڑنا ٹھیک نہیں ہے۔''

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے نکل گئے: سب سے بڑی مصیبت یہ ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے اور لکھنے کے درمیان حائل ہوئی۔ ❶

علماء نے اس حدیث پر خوب سیر حاصل بحث کی ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس حدیث پر طویل بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں: تم جان لو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ سے اور اس بات سے معصوم ہیں کہ اپنی بیماری یا تندرستی کے ایام میں شرعی احکام میں کچھ ردو بدل کیا ہو اور اس بات سے بھی معصوم ہیں کہ جن چیزوں کے بیان کا آپ کو حکم دیا گیا تھا یا جن احکام کی تبلیغ آپ پر واجب تھی ان میں سے کسی کو آپ نے چھوڑ دیا ہو۔

البتہ آپ جسمانی امراض و عوارض سے معصوم نہ تھے اور اس سے آپ کے مقام نبوت میں کوئی فرق اور آپ کی لائی ہوئی شریعت میں کوئی بگاڑ لازم نہیں آتا، یہاں تک کہ آپ کو جادو کر دیا گیا، آپ خیال کرتے کہ آپ نے یہ کر لیا ہے حالاں کہ اسے نہیں کیے ہوتے، تاہم ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی بات صادر نہ ہوئی جو ثابت شدہ شرعی احکام کے خلاف ہو۔ جب آپ نے یہ بات جان لی تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحریر نامہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا اس سے کیا مراد ہے، اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ خلافت کے لیے کسی کو نامزد کر دیں تاکہ اس کے بارے میں کوئی فتنہ اور جھگڑا نہ ہو۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے شروع میں یہ مصلحت سمجھی یا شاید وحی کا نزول ہوا ہو کہ اسلام کے اہم احکامات کو اختصار کے ساتھ ایک کتاب میں تحریر کر دیں تاکہ بعد میں ان میں نزاع نہ ہو۔ پھر آپ نے مصلحت اس میں سمجھی کہ اسے چھوڑ دیا جائے یا دوسری صورت میں اگر وحی کی گئی تو پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا اور درمیان میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بولنے کے سلسلے میں شارحین علماء حدیث متفق ہیں کہ برموقع آپ کی گویائی آپ کی دینی بصیرت، عظیم فضیلت اور بالغ نظری کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ آپ نے خوف محسوس کیا کہ مبادا آپ ایسی باتیں لکھ دیں جنہیں وہ نہ کر سکیں اور پھر اس پر سزا کے مستحق ہوں، کیوں کہ وہ منصوص چیز ہوگی، اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔ بہت بہتر ہوا کہ آپ نے کہا:

((حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ))

''ہمارے لیے کتاب الٰہی کافی ہے۔''

❶ صحیح البخاری، العلم، حدیث نمبر: ١١٤

اور یہ بات اس فرمان الٰہی کے پیش نظر کہی:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی۔''

اور یہ ارشادِ الٰہی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدة: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔''

آپ کو معلوم تھا کہ اللہ نے اپنا دین مکمل کر دیا ہے اور اس طرح امت کی گمراہی کا خطرہ آپ کو نہ رہا، دراصل عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں آرام دینا چاہتے تھے۔

اس طرح عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور آپ کی تائید کرنے والوں سے زیادہ فقاہت اور دینی بصیرت کے مالک نکلے۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو اس بات پر محمول کرنا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں غلط گمان کیا ہوگا یا کوئی ایسی نامناسب بات سوچی ہوگی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے مناسب نہیں، بہر حال یہ جائز نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قرب وفات کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں شدت ہوگئی اور آپ کو سخت بے چینی لاحق ہوئی تو آپ ڈرے کہ کہیں آپ ایسی بات نہ کہہ دیں جسے مریض جان کنی کے عالم میں غیر ارادی طور پر کہہ دیتا ہے اور پھر منافقوں کو دین میں اعتراض کرنے کا موقع مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر پختگی سے حکم نہیں لگاتے تھے آپ کے صحابہ اس سلسلے میں آپ سے استفسار کرتے تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اختلاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان صلح نامہ سے متعلق صحابہ نے آپ سے استفسار کیا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حتمی طور پر کسی چیز کا حکم دیتے تھے تو اس سلسلے میں کوئی آپ سے استفسار نہ کرتا تھا۔ [1]

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ((أَهَجَرَ.)) یعنی ہمزۂ استفہام کے ساتھ ((أَهَجَرَ.)) وارد ہے۔ اور ''هَجَرَ، يَهْجُرُ'' والی روایت کے مقابلے میں وہی زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ ''هَجَرُ'' کا معنی ''ہذی'' یعنی ہذیان بکنا (لغو اور بے مقصد بات بولنا) اور اس معنی میں ''هجر'' کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے۔ گویا یہ استفہام انکاری تھا اُن لوگوں کے ردّ میں جنھوں نے کہا تھا: ''مت لکھو'' لہٰذا اس کا مطلب ہوا کہ آپ کے قول کو نہ چھوڑو اور اسے اس آدمی کی بات کی طرح نہ بنا دو جو اپنی بات میں ہذیان بکتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چھوڑنے کے لائق نہیں کیوں کہ آپ ہذیان سے پاک ہیں۔

---

[1] صحيح السيرة النبوية، ص: ۷۵۰ بحواله شرح النووی علی صحيح مسلم: ۱۱/ ۹۰.

اور عمر رضی اللہ عنہ کے قول "حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ" میں دراصل ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے آپ سے بحث کی تھی نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تردید۔ ❶

علی طنطاوی رحمہ اللہ نے مذکورہ واقعہ پر حاشیہ لکھا ہے کہ میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی صحبت کی وجہ سے چوں کہ اس بات کے عادی ہوگئے تھے کہ آپ کے سامنے اپنی رائے ظاہر کردیتے اور جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں اس بات کی اجازت ہے اور آپ مزید خوش ہوتے ہیں اور پچھلے مباحث میں یہ بات گزر بھی چکی ہے کہ آپ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورے اور تجاویز پیش کرتے اور بعض امور کا مطالبہ کرتے اور بعض معاملات کو پوچھتے، پھر اگر وہ تجویز یا مطالبہ درست ہوتا تو آپ کو اس کی اجازت دے دیتے اور غلطیوں سے منع کردیتے۔ چنانچہ جب آپ نے فرمایا: ((اِئْتُونِیْ أَكْتُبَ لَكُمْ كِتَابًا .)) ...... "میرے پاس آؤ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں" تو آپ نے اپنی عادت کے مطابق تجویز پیش کی کہ (بہتر ہوگا) صرف کتاب الٰہی پر اکتفا کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خاموش رہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کتاب لکھوانا ہی چاہتے تو عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش کردیتے اور جو چاہتے کر گزرتے۔ ❷

۲۔ وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دن آپ کا موقف:

جب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو بڑا واویلا مچ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مسلمانوں کے لیے اور خاص طور سے ابن خطاب کے لیے ایک بڑا صدمہ تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس صورت حال کی تفصیل ہمیں اس طرح بتاتے ہیں: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: کچھ منافق لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، حالاں کہ آپ مرے نہیں ہیں، وہ تو اپنے رب کے پاس گئے ہیں جیسے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کی نگاہوں سے چالیس (۴۰) رات تک غائب تھے اور پھر واپس لوٹے جب کہ کہا جانے لگا تھا کہ وہ مرگئے۔ اللہ کی قسم اللہ کے رسول بھی اسی طرح واپس ہوں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تھے اور ضرور ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے ہیں۔ ❸

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ مسجد نبوی کے دروازے پر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے بات کررہے تھے ...... آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، گھر کے ایک کنارے آپ کے جسم پر چادر ڈالی ہوئی تھی، آپ آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو کھولا، پھر آپ کو بوسہ دیا، اور بولے: آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ نے جس موت کو آپ پر

---

❶ شرح النووی: ۱۱/ ۹۰، فصل الخطاب فی موافق الاصحاب، الغرسی، ص: ۴۱

❷ اخبار عمر، ص: ۴۶ ❸ السیرۃ النبویۃ، ابن ابی شھبۃ: ۲/ ۵۹۴

Marfat.com

لکھ دیا تھا آپ اس سے گزر گئے، اب اس کے بعد آپ کو کبھی موت لاحق نہ ہوگی۔ راوی کہتے ہیں: پھر آپ نے چادر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر لوٹا دیا، باہر نکلے اور عمر رضی اللہ عنہ بولتے جا رہے تھے، تو کہا: اے عمر! ذرا ٹھہرو، خاموش ہو جاؤ! آپ نے خاموش ہونے سے انکار کیا، جب ابوبکر نے دیکھا کہ وہ چپ نہیں ہو رہے ہے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور جب لوگوں نے آپ کی آواز سنی تو عمر کو چھوڑ دیا اور آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! جو محمد کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے کہ) محمد فوت ہو گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے کہ) اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَ فَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴﴾ (آلِ عمران: ۱٤٤)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا شہید ہو جائیں تو تم (اسلام سے) اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں کے بل تو ہرگز وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، عنقریب اللہ تعالیٰ کا شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم؛ گویا کہ لوگوں نے جانا ہی نہ تھا کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے یہاں تک کہ اس دن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی۔ لوگوں نے اس آیت کو ابوبکر سے سیکھا اور اب یہ ان کی زبانوں پر تھی۔ ابوہریرہ کا بیان ہے کہ: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اللہ کی، جب میں نے ابوبکر کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو قریب تھا کہ زمین پر گر جاؤں اور میں نے یقین کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ [1]

[1] البخاری، الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲٤۲

Marfat.com

(۳)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی میں

سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ کا موقف اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت:

نبی ﷺ کی وفات کے بعد انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ پھر ان کے پاس ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے بولنا شروع کیا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خاموش کردیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اللہ کی قسم میں نے اس موقع پر کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتا تھا جو مجھے بہت پسند تھیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو نہ جانتے ہوں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور خوب فصیح وبلیغ تقریر کی، تقریر میں کہا: ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہوگے۔ خباب بن منذر نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ایسا ہرگز نہ ہونے دیں گے، ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، لیکن ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہوگے۔ وہ (مہاجرین) عرب کے بہترین گھرانے کے لوگ ہیں، حسب ونسب میں اعلیٰ درجہ کے عربی ہیں، تم عمر یا ابوعبیدہ سے بیعت کرلو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ آپ ہم سے بہتر، ہمارے بڑے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہم میں سب سے زیادہ محبوب رہے ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے آپ (ابوبکر) کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی اور دوسرے لوگوں نے بھی آپ سے بیعت کی۔ ❶

(ہم دعا گو ہیں کہ) اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ سے خوش ہو اور دوسروں کو بھی ان سے خوش کرے، کیوں کہ جب سقیفۂ بنی ساعدہ میں ہنگامہ ہوگیا، آپس میں بحث شروع ہوگئی تو عمر رضی اللہ عنہ اختلاف سے ڈر گئے اور سب سے خطرناک بات جس سے آپ خائف تھے کہ کہیں کسی انصاری کے ہاتھ پر بیعت شروع نہ ہوجائے اور پھر ایک بڑا فتنہ رونما ہوجائے۔ کیوں کہ کسی انصاری کے لیے بیعت کا آغاز ہوجانے کے بعد پھر دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا آسان نہیں ہے، لہٰذا آپ نے فتنے کو بھانپتے ہوئے اسے فوراً بجھانے میں جلدی کی ❷ اور انصار سے کہا:

''اے انصار! کیا تم جانتے نہیں ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو لوگوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا؟ پھر تم میں سے کس کو گوارا ہے کہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟''

---

❶ مسند أحمد: ۱/ ۲۱۳، علامہ احمد شاکر نے اس کی سند کی تصحیح کی ہے۔

❷ الحکمة فی الدعوة الی اللہ، سعید القحطانی، ص:۲۲۶۔

Marfat.com

انصار نے کہا: ہم ابوبکر سے آگے بڑھنے پر اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ❶ پھر آپ خود آگے بڑھے اور ابوبکر سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیے، انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا، عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے بیعت کی۔ ❷

منگل کا دن تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے وعظ کیا، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

''اے لوگو! میں نے تم سے کل ایک بات کہی تھی جو ہوگئی، نہ اسے قرآن میں پایا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہنے کا مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ لیکن میں خود سوچتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معاملے کی کوئی تدبیر کریں گے اور ہم میں سب سے آخر میں اٹھائے جائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان وہ قرآن باقی رکھا ہے جس کے ذریعے سے اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت دی۔ پس اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑتے ہو تو تم کو بھی اسی طرح ہدایت دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ تمہارے سب سے بہتر فرد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مصاحب اور یار غار یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ٹھہرا دیا ہے، لہٰذا اٹھو اور بیعت کرو۔''

پھر سقیفہ والی بیعت کے بعد یہاں لوگوں نے آپ سے عام بیعت کی۔ ❸

جناب عمر رضی اللہ عنہ برابر تائید کرتے اور تقویت دیتے رہے اور لوگوں کو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر ابھارتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اختلاف وانتشار اور فتنہ سے بچا کر ایک امام پر متفق کر دیا۔ درحقیقت اس اہم موقع پر لوگوں کو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر متفق کرنے میں آپ نے جو کردار ادا کیا اور پر از حکمت جو موقف اختیار کیا وہ بہت عظیم ہے اور آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ ❹

آپ ڈر رہے تھے کہ مسلمانوں کی اجتماعیت منتشر ہو جائے گی اور فتنوں کے شعلے بھڑک اٹھیں گے اس لیے آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر کے ان شراروں کو بجھانے میں جلدی کی اور عوام کو بھی بیعت عامہ پر ابھارا، گویا آپ کا یہ عمل مسلمانوں کو اس بڑے حادثہ سے نجات دینے کا سبب بن گیا جو ان کو اپنی لپیٹ میں لے لینے والا تھا، اگر توفیق الٰہی کے بعد آپ کی دور اندیشی اور بالغ نظری نہ ہوتی۔ ❺

---

❶ محض الصواب فی فضائل أمیر المومنین عمر بن الخطاب: ۱/ ۲۸۰

❷ صحیح البخاری، فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۳۶۶۸

❸ البدایة والنهایة: ٦/ ۳۰۵۔ ۳۰٦ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

❹ الحکمة فی الدعوة الی الله، ص: ۲۲۷

❺ الخلفاء الراشدون، عبدالوهاب النجار، ص: ۱۲۳

مانعین زکوٰۃ سے جہاد اور لشکر اسامہ کی روانگی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کی گفت وشنید:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے کچھ مرتد ہوگئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے، جب کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ .)) ❶

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرلیں یعنی اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں اور جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کرلیا، اس نے مجھ سے اپنے جان ومال کو محفوظ کرلیا، مگر اس کلمہ کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔"

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی، جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور بالضرور جنگ لڑوں گا، کیوں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر انہوں نے اونٹنی کا ایک سال سے چھوٹا سا بچہ مجھے نہ دیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیتے تھے تو اس کی عدم ادائیگی پر ان سے جنگ لڑوں گا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم جب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا سینہ جنگ کے لیے کھول دیا ہے تو میں نے یقین کرلیا کہ آپ کی رائے برحق ہے۔ ❷

وفات نبوی کے بعد جب بعض صحابہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ملکی حالات کے درست ہونے تک لشکر اسامہ کو نہ روانہ کریں اور عمر بن خطاب نے مقام جرف سے مجاہدین کے معسکر سے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ آپ لوگوں کو لے کر مدینہ واپس لوٹ جانے کی اجازت دے دیں اور یہ دلیل دی کہ ہمارے ساتھ بہت سے کبار صحابہ ہیں، میں خلیفہ رسول، ازواج مطہرات اور مسلمانوں کے بارے میں اس بات سے مامون نہیں ہوں کہ انہیں مشرکین اچک لیں۔ ❸

لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کی مخالفت کی اور اس بات پر بضد رہے کہ شام کی طرف فوج کشی جاری رہے گی، حالات وظروف اور نتائج جیسے بھی سامنے آئیں۔

❶ صحيح البخاري، استتابة المرتدين والمعاندين، حديث نمبر: ٦٩٢٤ .

❷ صحيح البخاري ، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم: ٦٩٢٥ .

❸ الكامل، ابن الاثير: ٢/ ٢٢٦ .

Marfat.com

اس موقع پر انصار نے مطالبہ کیا کہ لشکر کا امیر ایسا شخص ہونا چاہیے جو اسامہ سے زیادہ عمر کا ہو اور اس موضوع پر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کے لیے انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انصار امارت کے لیے اسامہ سے زیادہ عمر کا آدمی چاہتے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، یہ سن کر آپ کود پڑے اور عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا: اے ابن خطاب! تمہاری ماں تم کو گم پائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امیر بنایا اور تم مجھ سے کہتے ہو کہ اسے ہٹا دوں۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس گئے، انہوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری مائیں تم کو گم پائیں، چلو، خلیفۂ رسول سے مجھے جو کچھ بھی سننا پڑا تمہاری وجہ سے۔ ❷

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور یمن سے معاذ رضی اللہ عنہ کی واپسی، ابومسلم خولانی رحمہ اللہ کے بارے میں آپ کی سچی فراست اور بحرین کے لیے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی نامزدگی پر آپ کی رائے:

۱: عمر رضی اللہ عنہ اور یمن سے معاذ رضی اللہ عنہ کی واپسی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں ٹھہرے رہے، وہاں آپ کی اہم دعوتی کوششیں رہیں، اسی طرح مرتدین کے خلاف جہاد میں بھی آپ نے حصہ لیا، لیکن وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مدینہ چلے آئے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس آدمی کو بلا بھیجیے اور اس کی ضرورت بھر کی چیزیں اس کے پاس رہنے دیجیے بقیہ لے لیجیے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھیجا تھا تاکہ اس کی کمی پوری کردیں، اگر وہ خود مجھے کچھ نہیں دیتے تو میں ان سے لینے والا نہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میری رائے سے متفق نہیں ہیں اور آپ اپنی رائے صحیح سمجھتے ہیں تو خود ہی معاذ کے پاس انہیں راضی کرنے کے لیے گئے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری (ضرورت کی) کمی پوری کرنے کے لیے بھیجا تھا، میں کچھ بھی واپس نہیں دوں گا۔

دراصل عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس لیے نہیں گئے تھے کہ وہ معاذ پر ظلم کریں بلکہ وہ معاذ اور دوسرے مسلمانوں کے لیے خیر چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف معاذ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو ٹھکرا دیا اور عمر کو بتایا کہ وہ معاذ پر حاکم نہیں ہیں۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ بخوشی واپس لوٹ آئے اس لیے کہ آپ نصیحت کی ذمہ داری کو پورا کر چکے تھے۔

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٦.

❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٦

لیکن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو ٹھکرانے کے بعد پھر غور کیا اور آپ کے پاس یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئے کہ میں آپ کی بات مانتا ہوں اور آپ نے مجھے جو حکم دیا ہے میں اسے کروں گا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں گہرے پانی میں ہوں اور ڈر رہے کہ کہیں ڈوب نہ جاؤں، تو اے عمر! آپ نے مجھے اس سے بچا لیا۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی پورا واقعہ ذکر کیا اور ان سے قسم کھائی کہ آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کچھ نہیں لوں گا، وہ سب تم کو میں نے بطور عطیہ دے دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس وقت ہوا جب انہوں نے اپنی بات چھوڑ دی اور دل سے راضی ہو گئے۔ ❶

ایک اور روایت میں ہے کہ ابوبکرؓ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: اپنا حساب چکا لوں، تو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا دو حساب (چکاؤں) ایک اللہ تعالیٰ کا حساب اور دوسرا تمہارا حساب؟ اللہ کی قسم!

۲: ابومسلم خولانی کے بارے میں آپ کی سچی فراست:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فراست سے نوازے گئے تھے، دور حاضر میں اس کا وجود نادر ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا، اس نے ابومسلم خولانی کو بلایا اور خوب آگ جلائی پھر اس میں ابومسلم کو ڈال دیا، لیکن ان کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اسود عنسی سے کہا گیا کہ اگر تم نے اس کو اپنے پاس سے نہیں بھگایا تو تمہارے ماننے والے تم پر بگڑ جائیں گے۔ اس نے ابومسلم کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ وہ مدینہ آئے اور اپنی سواری کو بٹھایا، مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ (عمر رضی اللہ عنہ) نے انہیں دیکھ لیا، ان کی طرف بڑھے اور پوچھا: آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟ انہوں نے کہا: یمن سے۔ آپ نے پوچھا: اس آدمی کا کیا ہوا جس کو جھوٹے (نبی) نے آگ میں ڈلوا دیا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ وہ عبداللہ بن ثوب ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: "اللھم نعم" ہاں، یقیناً میں ہی ہوں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگا لیا اور رونے لگے۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان بٹھایا اور کہا: ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے مجھے موت نہیں دی، یہاں تک کہ میں نے امت محمدیہ میں اس فرد کو دیکھ لیا جس کے ساتھ اسی طرح کیا گیا جس طرح ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ❷

۳: بحرین کے لیے ابان بن سعید کی نامزدگی پر آپ کی رائے:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امراء (گورنروں) کی تقرری میں شورائیت کا طرز عمل اختیار کیا تھا، چنانچہ

---

❶ شهيد المحراب، ص: ٦٩ نقلاً عن الاستيعاب: ٣/ ٣٣٨.

❷ سير أعلام النبلاء: ٤/ ٨٩۔ أصحاب الرسول: ١/ ١٣٧

روایتوں میں ہے کہ آپ نے ان ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ بحرین کا گورنر کسے بنائیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو بھیج دیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کا امیر بنا چکے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان لوگوں کے قبول اسلام اور اطاعت وفرماں برداری کی خبر سنا چکے ہیں، [1] وہ اسے پہچانتے ہیں اور وہ انہیں پہچانتا ہے، ان کی سرزمین سے اچھی واقفیت رکھتا ہے آپ کی مراد تھی کہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ امیر ہوجائیں۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور کہا: میں ابان بن سعید بن عاص کو اس کے لیے مجبور کرتا ہوں کیوں کہ وہ ان کے حلیف ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو مجبور کرنے سے عمر رضی اللہ عنہ کو منع کیا اور کہا: میں ایسے آدمی کو مجبور نہیں کرنا چاہتا جو کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی ماتحتی میں کام نہیں کروں گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ [2]

مسلمان مقتولین کی دیت کی عدم قبولیت کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو مخصوص زمین دینے پر آپ کا اعتراض:

۱: مرتدین کے خلاف جنگ میں مسلمان مقتولین کی دیت کی عدم قبولیت پر آپ کی رائے:

اسد اور غطفان کی طرف سے بزاخہ کی قیادت میں ایک وفد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور صلح کا مطالبہ کرنے لگا، آپ نے ان کو تباہ کن جنگ اور رسوائی پر مبنی صلح کی ادائیگی کے درمیان اختیار دیا۔ انہوں نے کہا: تباہ کن جنگ تو دیکھ لی لیکن رسوائی پر مبنی صلح کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم سے تمہارے مویشیوں اور کھیتیوں کو چھین لیا جائے گا اور تمہارا جو مال ہم کو ملے گا اسے ہم مال غنیمت سمجھیں گے اور تم ہمارا جو مال پاؤ گے اسے واپس کردو گے، ہمارے مقتولین کی تم دیت دو گے اور تمہارے مقتولین جہنم رسید ہوں گے اور تم ان لوگوں کا پیچھا چھوڑ دو گے جو اونٹوں کی دموں کے پیچھے چلتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ، خلیفہ رسول اور مہاجرین کوئی ایسی چیز دیکھ لیں کہ تم کو معذور سمجھنے لگیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وفد کے سامنے جو بات کہی تھی اسے جب عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو وہ کھڑے ہوگئے اور کہا: آپ نے جو بات کہی ٹھیک ہے لیکن ہم بھی آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ نے تباہ کن جنگ اور رسوا کن صلح کی جو بات کہی وہ بہت اچھی بات کہی اور یہ کہ جو تمہارا مال ہم کو ملے گا اسے ہم مالِ غنیمت سمجھیں گے اور ہمارا جو مال تم کو ملے گا سو اس کے بارے میں بھی آپ نے بہت اچھا کہا لیکن آپ نے ہمارے مقتولین کی دیت لینے اور ان کے مقتولین کے جہنم رسید ہونے کی جو بات کہی ہے تو اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ

---

[1] كنز العمال: ٥/ ٦٢٠، حديث نمبر: ١٤٠٩٣

[2] المقيود الواردة على سلطة الدولة، عبدالله الكيلانى، ص: ١٦٩

Marfat.com

ہمارے مقتولین نے جنگ لڑی اور اللہ کے راستے میں شہید کردیے گئے اس کا اجر ان کو اللہ تعالیٰ دے گا، ان کی کوئی دیت نہیں۔ پھر لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی بات کی موافقت کی۔ ❶

۲: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو جاگیر دیے جانے پر سیّدنا عمر کا اعتراض:

عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے خلیفۂ رسول! ہمارے پاس بنجر زمین ہے اس میں سبزی وغیرہ کوئی فائدہ مند چیز نہیں پیدا ہوتی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں یہ زمین دے دیں تاکہ ہم اس میں کھیتی کریں شاید کہ اللہ تعالیٰ کچھ دنوں بعد اسے کار آمد بنا دے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ ان دونوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اگر حقیقت میں زمین بنجر ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں؟ لوگوں نے مشورہ دیا: ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کو مطلوبہ زمین دے دی جائے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اُسے بعد میں کار آمد بنا دے۔ آپ نے وہ (مطلوبہ) زمین ان دونوں کو دے دی اور اسے ان دونوں کے نام لکھ دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر گواہ بنانا چاہا۔ وہ اس وقت وہاں نہ تھے۔ وہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کو گواہی کے لیے تلاش کرنے چلے گئے، اور آپ سے اس حالت میں ملے کہ آپ اپنے اونٹ کو تارکول لگا رہے تھے، انہوں نے کہا: اس دفتر میں جو لکھا ہے اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گواہ بنانے کے لیے کہا ہے۔ ہم اسے پڑھ کر آپ کو سنا دیں یا آپ خود پڑھ لیں؟ آپ نے فرمایا: میں جس حالت میں ہوں تم دیکھ رہے ہو، اگر چاہو تو تم ہی پڑھ کر سنا دو اور اگر چاہو تو انتظار کرو یہاں تک کہ میں فارغ ہو جاؤں، پھر تمہارے سامنے پڑھتا ہوں۔ ان دونوں نے کہا: بلکہ ہم ہی پڑھتے ہیں، پھر انہوں نے پڑھ کر سنایا۔ جب آپ نے تحریر سنی تو وہ (تحریر) ان کے ہاتھوں سے لے لی اور اسے اپنے لب مبارک سے مٹا دیا۔ وہ دونوں غصے ہوگئے اور آپؓ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تمہاری دلجوئی کرتے تھے جب کہ اسلام کمزور تھا اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو معزز کر دیا ہے، جاؤ اور محنت کرو۔ اگر تم دونوں نے مراعات لیں تو اللہ تمہاری رعایت نہ کرے۔ وہ دونوں غصے کی حالت میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ہم نہیں جانتے کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلکہ وہی ہیں اگر وہ (خلیفہ بننا) چاہتے۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوگئے اور کہا: جو زمین جاگیر میں آپ نے ان دونوں کو دی ہے اس کے بارے میں بتایئے کہ یہ خاص آپ کی زمین ہے یا تمام مسلمانوں کی؟ آپ نے جواب دیا تمام مسلمانوں کی زمین

❶ أخبار عمر، ص:۳۶۲ بحواله الرياض النضرة۔ نيل الأوطار: ۸/ ۲۲

Marfat.com

ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر یہ زمین ان دونوں کے لیے خاص کیوں کر دی؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لوگ جو میرے اردگرد ہیں ان سے مشورہ لیا اور انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے مشورہ لیا تو سارے مسلمانوں کو بھی مشورہ اور اظہار رضامندی کا حق ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کہا تھا کہ آپ اس خلافت کے لیے مجھ سے زیادہ قوی ہیں لیکن آپ مجھ پر غالب آ گئے۔ ❶

بلاشبہ یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی مملکت کا نظام شورائیت پر قائم تھا، یہ واقعہ ہمارے سامنے واضح دلیل ہے کہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چھوٹی بڑی چیز سے متعلق کس طرح مسلمانوں سے مشورہ لینے کے حریص تھے اور اپنے بھائیوں کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرتے تھے۔ ❷

بے شک مذکورہ واقعہ ہمارے لیے ٹھوس دلیل ہے کہ خلیفہ رسول مسلمانوں کے تمام تر معاملات میں مشورہ کو مقدم رکھتے تھے بلکہ اپنی رائے سے پیچھے ہٹ جاتے تھے، جب کہ ان کا کتنا اونچا مقام تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ حلال وحرام کی معرفت کے ساتھ احکام الٰہیہ سے مربوط حقیقی شورائیت کی یہ سچی تصویر ہے، یہ رنگ وروغن کی ہوئی وہ شورائیت نہیں ہے جو دستور ساز مجالس کے خیموں میں رچی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں آج تک امت مسلمہ نے تلخیاں، مظالم اور بربادی کے سوا کچھ نہ پایا۔ ❸

قرآنِ کریم کو جمع کرنا:

جنگ یمامہ میں مسلمان شہداء میں ان شہیدوں کی تعداد زیادہ تھی جو قرآن کے حافظ تھے، اس کے نتیجے میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور اسے چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینوں سے لے کر یکجا کیا گیا۔ ❹

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ عظیم کام بزرگ صحابی زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو سونپا، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا، آپ کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، ابوبکر نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ کے موقع پر بہت سارے قراء وحفاظ شہید کر دیے گئے اور مجھے خوف ہے

---

❶ محض الصواب في فضائل أمير المومنين عمر بن الخطاب: ١/ ٢٦٢

❷ استخلاف أبي بكر الصديق، جمال عبدالهادي، ص: ١٦٦-١٦٧

❸ استخلاف أبي بكر الصديق، جمال عبدالهادي، ص: ١٦٦-١٦٧

❹ حروب الردة وبناء الدولة الإسلامية، أحمد سعيد، ص: ١٤٥

Marfat.com

کہ دوسری جگہوں میں بھی کہیں حفاظ قرآن شہید ہوتے تو قرآن کریم کا بیشتر حصہ کہیں ضائع نہ ہو جائے، لہٰذا میرے خیال میں آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دیں۔ تو میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے یقین دلایا کہ اللہ کی قسم! یہ عمل بہت بہتر ہوگا اور برابر مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے کو بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے عمر کا سینہ کھولا تھا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایک نوجوان اور عقلمند آدمی ہو، ہمیں تم پر کوئی شک نہیں، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے، لہٰذا قرآن کو ڈھونڈو اور اسے یکجا کرو۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا قرآن کا جمع کرنا مجھ پر بھاری پڑا۔ [1]

جمع قرآن کے اس واقعہ سے چند نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱: مرتدین کے خلاف جنگ میں بہت سے حفاظ قرآن کی شہادت کو دیکھتے ہوئے قرآن ضائع ہو جانے کے خطرے اور اندیشے کے نتیجہ میں قرآن کریم کو یکجا کیا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت حفاظ و علماء، اسلام اور مسلمانوں کی قوت، اپنے افکار و کردار اور تلوار کے ذریعے سے بلند کرنے کے لیے عملی اور مجاہدانہ قدم اٹھانے میں جلدی کرتے تھے۔ اس طرح وہ امت مسلمہ کے چیدہ افراد تھے لوگوں کی اصلاح کے لیے برپا کیے گئے تھے، بعد میں آنے والے ہر فرد کے لیے ان کی پیروی لائق تحسین ہے۔

۲: مصلحت مرسلہ [2] کے پیش نظر قرآن کو یکجا کیا گیا، اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفت وشنید کو میں دلیل نہیں بناتا جب کہ ابوبکر نے عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ہم کیسے وہ کام کریں جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم، یہ عمل بہتر ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: اللہ کی قسم یہ عمل بہت بہتر ہے اور اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہے اور بالکل یہی جواب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو بھی اس وقت دیا جب انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا سوال ان سے کیا تھا۔ بہرحال جس روایت میں ''مصلحت'' کا لفظ آیا ہے وہ صحیح ہو یا نہ ہو تاہم سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں ''خیر'' کا لفظ استعمال کرنا مصلحت ہی کا معنی دیتا ہے۔ اور جمع قرآن میں مسلمانوں کے لیے مصلحت ہے۔ چنانچہ شروع شروع

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٤٩٨٦

[2] ایسا وصف کہ جس پر شارع نے نہ اعتبار کی مہر ثبت کی ہو اور نہ الغاء وتردید کی ہو، بلکہ وہ مصلحت ومنفعت کے تئیں بے قید ہو۔ (مذکرة أصول الفقه/ الشنقیطی)

Marfat.com

میں مصلحت مرسلہ کے تحت قرآن جمع کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس پر صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا، جب کہ تمام لوگوں نے صراحتاً یا ضمناً اس کی تائید کی۔ یہاں یہ واقعہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو لوگ مصلحت مرسلہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک (یہ اُصول) اجماع کے لیے دلیل بن سکتا ہے۔ جیسے کہ اصول فقہ میں یہ چیز ثابت ہے۔

۳: اس واقعہ سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کس قدر پرسکون ماحول میں وہ اجتہاد کرتے تھے جس میں محبت واحترام کا پہلو غالب ہوتا تھا، اس نکتہ تک پہنچنا ان کا مقصد ہوتا تھا کہ جو تمام مسلمانوں کے فائدہ مند ہو۔ وہ صحیح مشورہ کو فوراً تسلیم کر لیتے اور دوسروں کو مطمئن کرنے کے بعد ان کو شرح صدر ہو جاتا تھا اور جب کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اس پر ہونے والے اعتراض کا رد کرتے، جیسے کہ ان کی شروع ہی سے یہی رائے تھی اور اسی اخلاص وروحانیت کی بنا پر بہت سے اجتہادی مسائل میں ان کا اجماع منعقد ہوا۔ [1]

---

[1] الاجتهاد فی الفقه الإسلامی، عبدالسلام السليمانی، ص:۱۲۷

Marfat.com

تیسری فصل

خلافت کے لیے نامزدگی، نظام حکومت کے اصول اور معاشرتی زندگی

- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کرنا اور آپ کی نظام حکومت کے اصول
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ، عائلی ومعاشرتی زندگی اور اہل بیت کا احترام
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی اور احتساب کا اہتمام
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا علم، علماء اور مبلغین اسلام پر خصوصی توجہ
- نوآبادیاتی ترقی اور مدت خلافت میں مختلف بحرانی حالات سے نمٹنا

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

سیدّنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کرنا اور آپ کے نظام حکومت کے اصول

خلافت کے لیے نامزدگی:

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری میں اضافہ ہوگیا تو آپ نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور کہا: میری جو حالت ہے جسے تم دیکھ رہے ہو میں قریب الموت ہوں۔ اللہ نے میری بیعت سے متعلق تمہاری قسموں کو پورا کر دیا، تم سے میرے عقد بیعت کو کھول دیا اور تمہارا معاملہ تمہارے حوالے کر دیا، لہٰذا تم جسے پسند کرو اپنا امیر منتخب کرلو، اس لیے کہ اگر تم میری زندگی ہی میں اپنا امیر بنالو تو یہ زیادہ مناسب ہے، ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم اختلاف کرلو۔ ❶ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا، ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ اس ذمہ داری سے خود کو دُور رکھے اور جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس کا اہل ہو اسے یہ کام سونپ دیا جائے۔ چنانچہ بالآخر وہ سب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے خلیفہ رسول! ہماری رائے وہی ہوگی جو آپ کی رائے ہوگی۔ آپ نے فرمایا: تو مجھے موقع دو تاکہ میں اللہ، اس کے دین اور اس کے بندوں کے بارے میں غور کرلوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: عمر بن خطاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اس کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگرچہ میں جانتا ہوں، پھر بھی؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ اس معاملے میں آپ کی رائے سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔

پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: عمر بن خطاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: آپ ان کے بارے میں زیادہ واقف ہیں، آپ نے فرمایا: بات واضح کرو، اے ابوعبداللہ! عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے علم کے مطابق ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا کوئی جواب نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، قسم اللہ کی اگر میں عمر کو خلافت کے لیے نامزد نہ کرتا تو تم سے تجاوز نہ کرتا یعنی تمہیں خلافت کے لیے نامزد کرتا۔

پھر آپ نے اسید بن حضیر کو بلایا اور ان سے بھی اسی طرح کی بات کہی، تو اسیدؓ نے کہا: آپ کے بعد میں

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۱۸۔ تاريخ الطبری: ٤/ ۲۳۸

Marfat.com

ان کو سب سے بہتر جانتا ہوں، خوشی کے موقع پر خوش ہوتے ہیں اور ناراضگی کے موقع پر ناراض ہوتے ہیں، ان کا باطن ظاہر سے زیادہ بہتر ہے، اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے ان سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے۔ اسی طرح آپ نے سعید بن زید اور متعدد انصار و مہاجرین سے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ کیا، طلحہ بن عبید اللہ کے علاوہ تقریباً سب کی رائے یکساں تھی۔ طلحہ آپ کی سخت گیری سے ڈرتے تھے اور اسی لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: عمر کی سخت مزاجی کو جاننے کے باوجود ان کو ہمارا خلیفہ نامزد کرنے کے بارے میں جب آپ سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو، کیا مجھے اللہ سے خوف دلاتے ہو؟ وہ شخص رسوا ہوا جو تمہارے معاملے میں ظلم کی راہ اپنائے۔ میں کہوں گا: اے اللہ ان پر میں نے تیرے سب سے بہتر بندے کو خلیفہ مقرر کیا۔ ❶ پھر آپ نے لوگوں کو عمر رضی اللہ عنہ کی سختی کا سبب بتایا اور فرمایا: وہ اس لیے سخت تھے کہ مجھے جانتے تھے کہ میں نرم طبیعت کا ہوں۔ اگر خلافت کا معاملہ ان کو سونپ دیا جائے گا تو نرم پڑ جائیں گے اور بہت سی سختیوں کو چھوڑ دیں گے۔ ❷

پھر آپ نے ایک عہد نامہ لکھا جسے امرائے لشکر کے ذریعے سے مدینہ میں اور انصار میں پڑھ کر سنایا گیا، وہ عہد نامہ یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوبکر بن ابوقحافہ کی طرف سے یہ عہد نامہ ہے جسے اپنی دنیوی زندگی کے آخری وقت میں دنیا چھوڑتے ہوئے اور اخروی زندگی کے آغاز میں اس میں داخل ہوتے ہوئے لکھا ہے، جس وقت کافر ایمان لاتا ہے، فاجر یقین اور جھوٹا تصدیق کرنے لگتا ہے، میں نے اللہ، اس کے رسول، اس کے دین، اپنی ذات اور تمہارے لیے خیر خواہی سے متعلق فروگزاشت نہیں کی ہے۔ پس اگر انہوں نے عدل وانصاف سے کام لیا تو یہی میرا گمان اور میرا علم ہے اور اگر اس سے ہٹ گئے تو ہر انسان کو اس کی کمائی کا بدلہ ملے گا۔ میں نے خیر کی نیت کی ہے غیب کو نہیں جانتا۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

''اور عنقریب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔''

خلافت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی امت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آخری خیر خواہی تھی۔ چوں کہ آپ نے لنگڑی دنیا کی آمد اور اپنی قوم کی قدیم فاقہ کشی کو پہچان لیا تھا اس لیے آپ کو خوف تھا کہ جب وہ اسے دیکھیں تو مبادا اس کی رنگینیوں کے تابع نہ ہو جائیں، پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگے کیوں کہ یہی وہ چیز تھی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خوف دلایا تھا۔ ❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

❶ الکامل، ابن الأثیر: ٢/ ٧٩۔ التاریخ الإسلامی، محمود شاکر، ص: ١٠١

❷ الکامل، ابن الأثیر: ٢/ ٧٩۔ ❸ تاریخ الإسلام، عهد الخلفاء، ذهبی، ص:٦٦۔١١٧، ابوبکر رجل الدولة، ص: ٩٩

Marfat.com

((فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ .)) ❶

''اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں فقیری سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کردی جائے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کردی گئی تھی اور تم اسے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگو، جس طرح انہوں نے مقابلہ کیا، پھر دنیا تمہیں ہلاک کردے جس طرح انہیں ہلاک کردیا۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امت کی بیماری کی بہترین تشخیص کرلی تھی، اس لیے آپ نے اُمت کے لیے بہترین اور کامیاب دوا کا انتظام کردیا۔ عمر رضی اللہ عنہ ایک بلند پہاڑ تھے کہ جب دنیا آپ کو دیکھتی مایوس ہوجاتی اور پیٹھ پھیر کر بھاگتی۔ یہ آپ کی شخصیت تھی جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((إِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ .))❷

''بہت خوب اے ابن خطاب! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر شیطان راستہ چلتے تم سے مل جاتا ہے تو (راہ بدل کر) تمہارے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلنے لگتا ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ یہ امت جن بڑے بڑے حوادث سے دوچار ہوئی ان کا ظہور عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا، لہٰذا ان کمر توڑ حوادث کا بعد میں واقع ہونا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراست، اور عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تیارہ کردہ مجوزہ عہد نامہ کی سچائی پر ایک قوی دلیل بن سکتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تین آدمیوں میں کافی فراست پائی جاتی ہے:

۱: موسیٰ علیہ السلام کی صاحبزادی، جس نے کہا تھا: اس (آدمی) کو نوکر رکھ لیجیے، بے شک آپ کا بہترین مزدور وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

۲: عزیز مصر، جب اس نے اپنی بیوی سے یوسف علیہ السلام سے متعلق کہا: اس کو عزت واحترام سے رکھو، امید ہے کہ وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا لڑکا بنالیں۔

۳: ابوبکر رضی اللہ عنہ، جب کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری، الجزیة والموادعة، حدیث نمبر: ۳۱۵۸

❷ صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی، حدیث نمبر: ۳۶۸۳.

❸ مجمع الزوائد: ۱۰/ ۲۶۸ سنداً یہ حدیث صحیح ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ امت کی ایک مضبوط دیوار تھے جو امت اور فتنوں کے درمیان بند کی طرح حائل تھے۔ ❶

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عزائم کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو لگی، آپ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھتے ہی ان کے عزائم کو بھانپ لیا، پھر انہیں سمجھایا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ماننے سے انکار کر دیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو تلوار کی دھمکی دی، پھر عمر کے سامنے بات قبول کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔ ❷

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ باہوش وحواس اور پوری ذمہ داری کے ساتھ لوگوں کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بطورِ خلیفہ نامزدگی سے آگاہ کر دیں تاکہ کوئی پیچیدگی اور شک وشبہ نہ رہ جائے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا میں جس کو تمہارا خلیفہ بنا رہا ہوں اس سے تم راضی ہو؟ بے شک میں نے مشورہ لینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی قرابت دار کو خلافت سونپی ہے۔ میں نے تم پر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا ان کی باتوں کو سنو اور اطاعت کرو۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ ❸

پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کرنے لگے، اس سے مناجات کیں اور دل کے رازوں کو اس کے سامنے کھول دیا، آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تیرے نبی کے حکم کے بغیر میں نے عمر کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اس سے میرا اصل مقصد لوگوں کی اصلاح ہی ہے۔ میں ان کے فتنے میں مبتلا ہو جانے سے خائف ہوں اور پوری محنت سے، ان سے رائے اور مشورہ لے کر، پھر ان میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ خیر خواہی کے خواہش مند شخص کو ان پر مقرر کیا ہے، اللہ تیرا حکم (موت) مجھ پر آ پہنچا ہے، لہٰذا تو اس امت کو میرا بہتر جانشین عطا کر دے کیوں کہ وہ سب تیرے بندے ہیں۔ ❹

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عہد نامہ خلافت پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں اور لوگوں سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت لے لیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مزید تصدیق کی نیز کسی منفی ردّ عمل کے ظاہر ہونے سے پہلے حکم کی تعمیل کر دی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: کیا اس عہد نامے میں جس کا نام ہے، تم اس کی بیعت کرنے کو تیار ہو؟ سب نے کہا: ہاں، سب نے اس کا اقرار کیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ ❺

چنانچہ جب عثمان رضی اللہ عنہ عہد نامہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو سب اس پر راضی ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کی۔ ❻

---

❶ أبوبكر رجل الدولة، ص: ١٠٠

❷ مآثر الأنافة: ١/ ٤٩ ❸ تاريخ الطبرى: ٤/ ٢٤٨

❹ طبقات ابن سعد: ٣/ ١٩٩۔ تاريخ المدينة، ابن شهبة: ٢/ ٦٦٥۔ ٦٦٩

❺ طبقات ابن سعد: ٣/ ٢٠٠

❻ دراسات فى عهد النبوة والخلافة الراشدة، الشجاع، ص: ٢٧٢

Marfat.com

اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر تنہائی میں گئے اور ہر چیز کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آپ کو بہت ساری نصیحتیں کیں اور پھر دین اسلام کی راہ میں اپنی ہر ممکن طاقت لگانے اور کوشش کرنے کے بعد ہر قسم کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ❶

آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیتیں کی تھیں:

"اے عمر! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ کے لیے کچھ کام صرف دن کے ہیں جنہیں وہ رات میں قبول نہیں کرتا، اور کچھ کام رات کے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ فریضہ کی ادائیگی نہ کی جائے۔ قیامت کے دن ترازو میں جن لوگوں کے نامہ اعمال بھاری ہوں گے وہ محض ان کے اتباع حق کی وجہ سے ہوں گے، کل وہ پلڑے یقیناً بھاری ہوں گے، اور جن لوگوں کے نامہ اعمال ہلکے ہوں گے وہ محض ان کے اتباع باطل کی بنیاد پر ہوں گے، کل وہ پلڑے یقیناً ہلکے ہوں گے۔ اللہ نے جنت والوں کا ذکر کیا تو ان کے اچھے اعمال کے حوالے سے یاد کیا اور ان کی گستاخیوں کو درگزر کر دیا۔ پس جب میں ان کا ذکر کرتا ہوں تو ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے نہ مل سکوں اور اللہ تعالیٰ نے جب جہنم والوں کا ذکر کیا تو ان کا ذکر ان کے برے اعمال کے حوالے سے کیا اور اپنی بھلائیوں کو ان پر بند کر دیا۔ پس جب میں ان کا ذکر کرتا ہوں تو میں امید لگاتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ نہ رہوں۔ بندہ کو خوف و رغبت کی زندگی گزارنی چاہیے۔ اللہ سے بے جا امیدیں نہ باندھے اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اگر تم نے میری وصیت کو محفوظ کیا تو موت کے علاوہ کوئی بھی گمشدہ تیرے نزدیک مبغوض نہ ہوگا۔ اور تو اس کو عاجز نہ کر پائے گا۔" ❷

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے فوراً بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ❸

اس مقام پر ایک محقق یہ محسوس کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیے جانے کو اس وقت تک شرعی حیثیت حاصل نہ ہوئی جب تک کہ اکثریت کی رضامندی حاصل نہ ہوگئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ میرے بعد وہ کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے لیے تلاش کر لیں تو لوگوں نے معاملہ آپ پر چھوڑ دیا اور کہا کہ ہماری وہی رائے ہوگی جو آپ کی رائے ہوگی۔ ❹

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہم ترین صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد ہی عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا تھا، انفرادی طور

❶ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، الشجاع، ص: ۲۷۲
❷ صفة الصفوة: ۱/ ۲٦٤_ ۲٦٥
❸ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، الشجاع، ص: ۲۷۲
❹ القيود الواردة على سلطة الدولة فی الاسلام، ص:۱۷۲

Marfat.com

پر ہر ایک سے پوچھا اور جب عمر رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے کا رجحان محسوس کیا تو عمر رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح امت مسلمہ کی اہم ترین شخصیتوں سے رائے اور مشورہ لینے اور صحیح نقطہ نظر کی تلاش و جستجو کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا، اور اس نامزدگی کی شرعی حیثیت اس وقت تک مفقود رہی جب تک کہ امت مسلمہ نے اسے قبول نہ کیا۔ کیوں کہ حاکم وقت کو منتخب کرنا امت کا حق ہے۔ خلیفہ زیادہ سے زیادہ امت کی طرف سے وکالت کر سکتا ہے۔ لہٰذا اصل حق داروں کی رضامندی ضروری ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی لیے امت مسلمہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: کیا میں تم پر جس کو خلیفہ بناؤں تم اس پر راضی ہو؟ کیوں کہ اللہ کی قسم میں نے لوگوں سے مشورہ کرنے میں ادنیٰ کوتاہی بھی نہیں کی ہے اور نہ کسی قرابت دار کو تم پر حاکم بنایا ہے۔ بلکہ میں نے عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ تو تم ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ ❶

آپ کا یہ کہنا کہ "کیا میں تم پر جس کو خلیفہ بناؤں تم اس پر راضی ہو؟" اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ انتخاب خلافت کا معاملہ امت کا حق ہے، اور یہ چیز اس اُمت کے ساتھ خاص ہے۔ ❷ بلاشبہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل حل وعقد کے مشوروں اور ان کے ارادوں کے اتفاق سے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انتخاب خلیفہ کی ذمہ داری سونپ دی اور آپ کو اس معاملے میں اپنا نائب مقرر کر دیا۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا اور خلیفہ متعین کر دیا۔ پھر اس تعیین کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے اس کا اقرار کیا، اسے قبول کیا اور اس پر اظہار رضامندی کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امت کے اصحاب حل وعقد ہی اس امت کے ممبران پارلیمنٹ ہیں۔ اس طرح گویا سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مقرر کیا جانا شورائیت کے صحیح ترین اور عادلانہ اسلوب کے بالکل موافق تھا۔ ❸

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جو لائحہ عمل اختیار کیا وہ کسی بھی صورت میں شورائیت کے منافی نہیں ہے، اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ منتخب کرنے میں جو کارروائی کی گئی وہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بحیثیت خلیفہ منتخب کرنے میں نہ کی گئی تھی۔ ❹

بہرحال خلافت فاروقی شورائیت اور اتفاق رائے سے منعقد ہوئی، نیز تاریخ اس بات پر خاموش ہے کہ آپ کی خلافت کے بارے میں کوئی اختلاف واقع ہوا ہو، یا آپ کی طویل مدت خلافت میں کسی نے آپ کی خلافت کے خلاف بغاوت کی ہو۔ بلکہ آپ کی خلافت اور مدت خلافت میں آپ کی اطاعت پر اجماع تھا اور سب ایک وحدت کی شکل میں تھے۔ ❺

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٤٨ ❷ القیود الواردة علی سلطة الدولة فی الإسلام، ص:١٧٢

❸ أبوبكر الصديق، علی الطنطاوی، ص: ٢٣٧

❹ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، ص: ٢٧٢

❺ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، ص: ٢٧٢

Marfat.com

استحقاق خلافت پر شرعی نصوص کے واضح اشارے:

❁ قرآنِ مجید میں سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے صحیح ہونے اور ان کی اطاعت کے وجوب پر واضح دلیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعراب (بدویوں) کے بارے میں اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا﴾ (التوبة: ۸۳)

''پس اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، پھر وہ تجھ سے (جنگ کے لیے) نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دے تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۂ ''براءۃ'' جس میں یہ حکم کا نزول ہوا ہے وہ غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی، [1] اس سورۃ میں ایسے تین افراد کا تذکرہ ہے جو اس غزوہ میں شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے تھے جن کی معذرت قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، اس غزوۂ تبوک کے بعد اپنی وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ﴾

(الفتح: ۱۵)

''عنقریب پیچھے چھوڑ دیے جانے والے لوگ کہیں گے جب تم کچھ غنیمتوں کی طرف چلو گے، تاکہ انھیں لے لو، ہمیں چھوڑو کہ ہم تمھارے ساتھ چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ کہہ دے تم ہمارے ساتھ کبھی نہیں جاؤ گے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے کہہ دیا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح اشارہ موجود ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد اہل عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہیں کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کرنے کی ممانعت کے پیچھے ہی فرمایا:

﴿قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾﴾ (الفتح: ۱۶)

[1] الدر المنثور فی التفسیر المأثور، السیوطی: ٤/ ١١٩، ١٢٢.

Marfat.com

''بدویوں میں سے پیچھے چھوڑے جانے والوں سے کہہ دے عنقریب تم ایک سخت لڑنے والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے، تم ان سے لڑو گے، یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمھیں اچھا اجر دے گا اور اگر پھر جاؤ گے، جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تو وہ تمھیں سزا دے گا، دردناک سزا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ پیچھے رہنے والوں کو جنگجو قوم سے جنگ کرنے کے لیے، جس میں ان سے لڑائی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، نبی کے علاوہ دوسرا شخص بلائے گا اور اس شخص کی دعوت پر اطاعت کرنے والوں سے اللہ نے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی دھمکی دی۔ ❶

ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان بدویوں کو جنگجو قوم سے قتال کرنے یا انہیں مسلمان بنانے کی طرف سیّدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی دوسرے نے دعوت نہ دی۔ چنانچہ مرتدین عرب مثلاً بنو حنیفہ، طلیحہ، سجاح اور اسود عنسی کے پیروکاروں اور روم و فارس کے لوگوں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا، خاص طور پر روم اور فارس والوں سے قتال کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیار کیا، مزید برآں عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں روم، فارس اور ترک والوں سے لڑنے کی دعوت دی۔ ❷

لہٰذا مذکورہ قرآنی صراحت کے پیش نظر سیّدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی اطاعت لازمی ہے اور جب ان کی اطاعت لازم ہے تو ان کی امامت و خلافت بھی صحیح ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ❸

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((رَأَيْتُ كَأَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْذَنُوبَيْنِ فَنَزَعَ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللّٰهُ يَغْفِرْلَهُ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَسْقَى فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَعَبْقَرِيًّا يَفْرِيْ فَرْيَهُ حَتَّى رَوِيَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا الْعَطَنَ .)) ❹

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنویں پر، اس سے (پانی کا) ڈول کھینچ رہا ہوں، پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے کمزوری سے ایک یا دو ڈول کھینچے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ پھر عمر آئے انہوں نے کھینچا تو وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا، میں نے آپ جیسا شہ زور پہلوان نہیں دیکھا جو آپ جیسا زور آور ہو، یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اونٹوں کو خوب پانی پلایا (انہیں آرام کی جگہ میں بٹھایا)۔''

❶ عقيدة اهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام: ٢/ ٦٣٤

❷ الاعتقاد للبيهقى، ص:١٧٣

❸ الفصل فى الملل والأهواء والنحل: ٤/ ١٠٩، ١١٠.

❹ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٣٩٣

Marfat.com

اس حدیث میں ضمناً شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی واضح اشارہ ہے، نیز اس بات پر بھی دلالت ہے کہ آپ کے زمانے میں فتوحات کی کثرت ہوگی اور اسلام غالب ہوگا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خواب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں واقع ہونے والے واقعات، ان کی حسن سیرت، نقوش کی پائیداری اور لوگوں تک نفع رسانی کی واضح دلیل ہے اور یہ سارے عادات وکمالات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کا نتیجہ ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس معاملہ کے اصل ذمہ دار تھے، آپ نے اسے کماحقہ ادا کیا، جیسا کہ دین کے بنیادی اصولوں کو مقرر کیا، اس کے احکامات کو وسعت دی، اس کے اصول اور فروع کو واضح کیا اور لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة: ۳)

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے جا ملے تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو سال اور کچھ مہینے، یعنی ''ایک ڈول یا دو ڈول'' کھینچے، ایک یا دو کا شک راوی کی جانب سے ہے، دراصل دو ڈول والی بات صحیح ہے، کیوں کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے۔ ❶

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت میں مرتدین اسلام سے جنگ ہوئی، آپ نے اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور اسلام کی فتوحات کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کیا۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مدت خلافت کی طوالت، اسلامی شہروں کی وسعت اور اموال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے اپنی رعایا کے لیے ایسے احکامات مقرر کیے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس طرح گویا یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت، اس کی صحت وکمال صفت اور مسلمانوں کی نفع رسانی جیسے اہم امور پر مشتمل ہے۔ ❷

❁ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا:

((إِنِّیْ لَا أَدْرِیْ مَا قَدْرُ بَقَائِیْ فِیْكُمْ فَقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ . وَأَشَارَ إِلٰی أَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ . وَتَمَسَّكُوْا بِهَدْیِ عَمَّارٍ ، وَمَا حَدَّثَكُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْهُ .)) ❸

''میں نہیں جانتا کہ کب تک تم میں میں باقی ہوں، تو تم میرے بعد دو آدمیوں کی پیروی کرنا، اور

❶ عقيدة أهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام: ۲/ ٦٣٥

❷ عقيدة أهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام: ۲/ ٦٣٥

❸ سلسلة الاحاديث الصحيحة ، البانی: ۳/ ۲۳۳ ، ۲۳٦۔ صحيح ابن حبان: ٦٩٠٢۔ مصنف ابن أبی شيبة: ۷/ ٤٣٣

Marfat.com

آپ نے ابوبکر وعمر کی طرف اشارہ کیا اور عمار کے طریقے کو اختیار کرو اور ابن مسعود تم کو جو حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔"

پس یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی صریح دلیل ہے۔ چنانچہ آپ کے فرمان ((اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ .)) ذال کے فتحہ کے ساتھ کے معنی ہیں کہ میرے بعد جو دو خلیفہ میرے قائم مقام ہوں گے وہ ابوبکر وعمر ہیں۔ پس آپ کا ان دونوں کی اطاعت کا حکم ان دونوں کی تعریف کو بھی شامل ہے، کیوں کہ وہ دونوں اس لائق تھے کہ جو کچھ وہ حکم دیں یا جس سے وہ منع کریں ان کی اطاعت کی جائے۔ کیوں کہ ان دونوں کے حسن سیرت اور باطن کی صداقت پر نبوت کی شہادت ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دونوں آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہ کرام کی پیروی پر اس قدر زور دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطری طور پر اخلاق حسنہ اور نیک طبیعت کے مالک تھے اور اسی لیے وہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل ترین انسان قرار پائے اور پھر ان کے بعد قیامت تک جس نے بہتر طریقے سے ان کی پیروی کی وہ سب سے بہتر مخلوق ہے۔ ❶

❁ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُ قَدَحًا أُتِيتُ بِهِ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتّٰى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِيْ فِيْ أَظْفَارِيْ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ .))

"میں سویا ہوا تھا، میں نے ایک پیالہ دیکھا وہ مجھے دیا گیا جس میں دودھ بھرا تھا، میں نے اس سے پیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی تراوٹ اپنے ناخنوں کے نیچے محسوس کی، پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن خطاب کو دے دیا۔"

صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟

آپ نے فرمایا: "العلم" یعنی دودھ سے مراد علم ہے۔ ❷

یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی دلیل ہے اور اس حدیث میں علم سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول پر مبنی عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس علم میں اس لیے مخصوص مقام حاصل کیا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کی مدت خلافت لمبی تھی۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کی خلافت پر لوگوں کا اتفاق تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت مختصر تھی، اس میں فتوحات کی کثرت نہیں ہوئی، جس میں عموماً اختلاف رونما ہوتے ہیں اس کے باوجود، لمبی مدت پا کر بھی، عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں لوگوں کے درمیان خلافت کی

❶ فيض القدير، المناوي: ٢/ ٥٦

❷ صحيح مسلم: ٢٣٩١ .

Marfat.com

ایسی کامیاب خلافت کی کوئی آپ کا مخالف نہ ہوا۔ پھر خلافت عثمانی میں اسلامی حکومت کا دائرہ مزید وسیع ہوگیا، چہ میگوئیاں زیادہ ہوگئیں، آراء وخیالات میں اختلاف ہونے لگا اور لوگوں کی طرف سے آپ کے حق میں اتفاق رائے کا اس طرح مظاہرہ نہ ہوا جس طرح عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ہوا تھا۔ یہیں سے فتنوں کا ظہور ہوا اور معاملہ آپ کی شہادت پر جا کر ختم ہوا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے لیکن اختلافات میں اضافہ اور فتنوں میں انتشار ہی ہوتا رہا۔ ❶ گویا حدیث میں خلافت فاروقی کی صحت اور حقیت پر واضح اشارہ موجود ہے۔ ❷

❁ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:

((مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟))

''تم میں سے کس نے خواب دیکھا ہے؟''

ایک آدمی نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو نازل ہوا، پھر آپ اور ابوبکر اس میں وزن کیے گئے لیکن آپ ابوبکر کے مقابلہ میں بھاری ہوگئے۔ پھر عمر اور ابوبکر وزن کیے گئے تو ابوبکر عمر کے مقابلہ میں بھاری ہوگئے۔ پھر عمر اور عثمان وزن کیے گئے تو عمر بھاری نکلے، پھر ترازو اٹھا لیا گیا۔

اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔ ❸

اس حدیث میں فضیلت میں فرق مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد وہی خلافت کے ذمہ دار ہوں گے اور حدیث میں ان کا یہ کہنا: ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔'' یہ اس وجہ سے ہوا کہ آپ نے ترازو اٹھا لیے جانے کی تاویل خلافت عمر کے بعد امور خلافت کے زوال اور فتنوں کے ظہور سے کی۔ ❹

❁ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: میں نے آج رات خواب میں بادل دیکھا جس سے پنیر اور شہد کی بارش ہو رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اسے اپنی ہتھیلیوں میں بھر رہے ہیں۔ کسی نے زیادہ لیا، کسی نے کم۔ پھر ایک ایسی چیز نمودار ہوئی جو زمین سے آسمان کی طرف چڑھ رہی تھی۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اسے پکڑ لیا اور بلند ہوگئے پھر دوسرے آدمی نے اس کو پکڑا وہ بھی بلند ہوگیا، پھر تیسرے آدمی نے اس کو پکڑا تو وہ چیز ٹوٹ گئی، لیکن پھر جڑ گئی۔

---

❶ فتح الباري، العسقلاني: ٧/ ٤٦

❷ عقيدة أهل السنة والجماعة فى الصحابة الكرام: ٢/ ٦٣٧

❸ سنن أبى داود: ٢/ ٥١٢۔ سنن ترمذى: ٤/ ٥٤٠

❹ عون المعبود شرح سنن أبى داود: ١٣/ ٣٨٧

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے اس کی تعبیر بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: تم تعبیر بتاؤ۔ انہوں نے کہا: بادل سے مراد اسلام ہے اور اس سے برسنے والے پنیر اور شہد سے مراد قرآن اور اس کی مٹھاس کی بارش ہے۔ تو کچھ لوگ زیادہ قرآن پڑھنے والے ہیں اور کچھ کم ہیں اور جو چیز زمین سے آسمان کی طرف بلند ہو رہی تھی اس سے وہ حق مراد ہے جس پر آپ ہیں۔ آپ نے اس کو پکڑا اور اس نے آپ کو بلند کیا، پھر اس کو دوسرا آدمی پکڑتا ہے اور وہ بھی اس کے سہارے بلند ہوتا ہے۔ پھر ایک آدمی اس کو پکڑتا ہے اور وہ چیز کٹ جاتی ہے، پھر جڑ جاتی ہے اور وہ اس کے سہارے اوپر چڑھ جاتا ہے۔

اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے بتایے کیا میں نے صحیح تعبیر کی یا کوئی غلطی کی ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتُ بَعْضًا .))

''کچھ تم نے صحیح کہا اور بعض میں غلطی کی۔''

میں نے کہا: اللہ کی قسم، اے اللہ کے رسول! میری غلطی مجھے ضرور بتایے۔

آپ نے فرمایا: ''لَا تُقْسِمْ'' ''قسم نہ کھاؤ۔'' ❶

یہ حدیث بھی عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی طرف اشارہ کرتی ہے، بایں طور کہ حدیث میں ہے: ''پھر اسے دوسرے آدمی نے پکڑا اور وہ اس سے بلند ہوا'' وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور دوبارہ یہ کہنا کہ ''پھر اسے ایک آدمی نے پکڑا اور وہ کٹ گئی'' اس سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ ❷

❁ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو مصطلق (کے لوگوں) نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ میں آپ سے دریافت کروں کہ آپ کے بعد ہم زکوٰۃ کسے دیں گے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو۔ میں ان کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا، تو انہوں نے کہا: جاؤ، دوبارہ آپ سے دریافت کرو اور کہو کہ اگر ابوبکر کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے تو کسے دیں؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: عمر کو۔ پھر میں ان کے پاس آیا اور ان کو بتایا۔'' ❸

اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے اور یہ کہ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے معاملات کے ذمہ دار ہوں گے۔ ❹

❁ عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے، اس بات کی ایک اہم دلیل صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ

---

❶ صحیح مسلم: ٤/ ١٧٧٧، ١٧٧٨

❷ عقیدة أهل السنة والجماعة فی الصحابة الکرام: ٢/ ٦٣٨

❸ المستدرك: ٣/ ٨٢۔ رقم الحدیث: ٤٤٦٠۔ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

❹ عقیدة أهل السنة والجماعة: ٢/ ٦٣٩

Marfat.com

اس کے لیے اپنے سب سے افضل اور سب سے بہتر ہی کو آگے بڑھائیں گے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما کی رائے بھی بہتری کی ہو۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا: ''اے اللہ میں نے ان (مسلمانوں) پر تیرے بندوں میں سب سے بہتر فرد کو حاکم بنایا ہے۔'' ❶

اور آپ کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے، جو علی بن ابی طالب کے لڑکے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ''میں نے اپنے والد سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟ انہوں نے جواب دیا: عمر۔ مجھے خوف تھا کہ آپ کہیں عثمان کا نام نہ لے لیں۔ میں نے کہا: پھر آپ؟ انہوں نے جواب دیا: میں تو عام مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔'' ❷

خلاصہ یہ کہ مذکورہ تمام احادیث جن کو میں نے ذکر کیا ہے سب اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ ❸

علامہ سفارینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت کا لازمہ ہے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مستحق خلافت ہونے پر اجماع اور کتاب وسنت کے اشارات موجود ہیں، لہٰذا اصل یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مستحق خلافت ہونے میں جو چیز ثابت ہے وہ اس کی فرع یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے ثابت ہوگی، اس لیے گمراہ فرقوں میں سے کسی کو عمر رضی اللہ عنہ کے مستحق خلافت ہونے میں طعن وتشنیع کرنے کا کوئی حق نہیں اور اہل علم کو یقینی طور سے یہ چیز معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خلافت صدیقی پر اجماع ہے، اور اس اجماع صحابہ سے شذوذ اختیار کرنا اس سلسلہ (خلافت) میں ضرر رساں نہیں ہوسکتا۔'' ❹

خلافت فاروقی (رضی اللہ عنہ) پر اجماع صحابہ:

مستند ومعتبر علماء کی جماعت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت اور استحقاق پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے، جن میں بعض یہ ہیں:

❁ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے اپنی سند کے حوالے سے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گیا جب آپ کو نیزہ مارا گیا تھا، میں نے کہا: اے امیر المومنین!

❶ الطبقات الکبریٰ: ٣/ ٢٧٤
❷ صحیح البخاری، کتاب الصحابة، حدیث نمبر: ٣٦٧١
❸ عقیدة أهل السنة والجماعة فی الصحابة الکرام: ٢/ ٦٤٠
❹ لوامع الانوار البهیة: ٢/ ٣٢٦

Marfat.com

آپ کو جنت کی خوشخبری ہے، آپ اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر اس وقت جہاد کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے ذلیل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے خوش تھے، آپ کی مدت خلافت کے بارے میں کبھی دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور شہادت کا درجہ پا کر شہید کیے گئے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوبارہ کہو۔ میں نے اپنی بات دہرائی، تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، اگر زمین کا تمام سونا اور چاندی مل جائے تاکہ آخرت کی ہولناکی سے نجات پا جاؤں تو سب کچھ فدیہ دے دوں (کس کو خبر ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟)'' ❶

❁ خلافت فاروقی پر اجماع نقل کرتے ہوئے ابونعیم اصفہانی فرماتے ہیں:

''جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، خیر خواہی، خلافت کو سنبھالنے کی قوت اور اپنے دور خلافت میں مشکل اوقات میں ان کی مکمل تائید و مدد کو جان لیا تو اللہ اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کے تقاضوں کے پیش نظر آپ کے سامنے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ آپ کو منصب خلافت کے کے لیے منتخب کریں اور چونکہ صحابہ کے بارے میں آپ جانتے تھے کہ وہ بھی ہماری رائے سے متفق ہیں اور اس پر انہیں کوئی اعتراض و اشکال نہیں ہے، اور اسی حسن ظن کی بنا پر آپ نے انہیں انتخاب کا اختیار بھی دیا، لیکن مسلمان آپ کی بات پر مطمئن رہے اور انتخابی مسئلہ آپ ہی کے ذمہ کر دیا، پس اگر انہیں آپ کی بات یا رائے سے معمولی اختلاف یا شک وشبہ ہوتا تو وہ انکار کر دیتے اور جس اہم معاملے یعنی خلافت میں شرعاً سب سے اتفاق رائے مطلوب تھا اس میں عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اس طرح متفق نہ ہوتے جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے تھے۔ درحقیقت آپ کی امامت وخلافت بالکل اسی طرح ثابت اور صحیح ہے جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت اور صحیح تھی۔ آپ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے لیے افضل اور کامل شخصیت کو منتخب کرنے کے لیے بحیثیت دلیل اور رہنما کے تھے، لہٰذا صحابہ کرام نے راضی برضا ہو کر آپ کی پیروی کی۔'' ❷

❁ خلافت صدیقی سے متعلق اجماع صحابہ کے ذکر کے بعد ابوعثمان صابونی فرماتے ہیں: ''پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمر کو خلیفہ نامزد کر دینے اور صحابہ کے اس پر اجماع سے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت عمل میں آئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سربلندی اور عظمت وشان سے متعلق اپنا وعدہ مکمل فرمایا۔'' ❸

❁ امام نووی رحمہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد نامہ خلافت پر اجماع صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا

---

❶ الاعتقاد، البیهقی، ص: ۱۸۸

❷ کتاب الامامة والرد علی الرافضة، ص: ۲۷٤

❸ عقیدة السلف وأصحاب الحدیث ضمن مجموعة الرسائل المنبریة: ۱/ ۱۲۹

ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انتخاب اور عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ کے عہد نامہ خلافت کی تنفیذ پر متفق تھے۔ ❶

❀ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) عہد لیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی اور پھر ان کی بیعت کے ذریعے سے جب آپ کو قوت وسلطنت مل گئی تو ان کے امام ہوئے۔ ❷

❀ شارح عقیدۃ طحاویہ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں ثابت ہوگئی، بایں طور کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کو سونپ دی اور آپ کے بعد امت نے اس پر اتفاق کرلیا۔ ❸

مذکورہ تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجماع واتفاق سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت عمل میں آئی۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ عہد نامہ خلافت کو خوشی خوشی قبول کیا، کسی نے اس میں اختلاف نہ کیا۔ اسی طرح جس چیز پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق کیا اسی پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت والجماعت کا بھی اجماع واتفاق ہے اور کسی نے اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کیا ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایسے لوگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت وبغض میں مبتلا ہیں جیسے کہ روافض شیعہ اور وہ افراد جو ان کی سازشوں کا شکار ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ابن سعد وغیرہ کے حوالے سے مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر یہ اعتراض کرے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان رضی اللہ عنہما ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ آپ عمر کی سختی کو جانتے ہیں، پھر بھی ان کو ہم پر خلیفہ مقرر کررہے ہیں۔ اس بارے میں جب آپ کا ربّ آپ سے پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: مجھے بٹھاؤ، کیا تم مجھے اللہ کا خوف دلاتے ہو؟ ...... جس نے تمہارے معاملے میں ظلم سے کام لیا وہ سخت خسارے میں ہوا ...... میں کہوں گا: اے اللہ میں نے ان پر تیرے سب سے بہتر بندے کو خلیفہ بنایا ہے، جو بات میں نے تم سے کہی ہے یہی بات بقیہ لوگوں کو بھی بتادو۔" ❹ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان کا انکار ...... اگر اسے انکار مان لیں ...... اس بات سے نہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہی امت کے افضل ترین فرد اور خلافت کے مستحق ہیں، بلکہ وہ آپ کی سختی اور خشک زندگی سے ڈرتے تھے، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی قوت وامانت پر تہمت نہ لگائی تھی۔ ❺

---

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم: ۱۲/ ۲۰۶

❷ منهاج السنة: ۱/ ۱۴۲

❸ شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۵۳۹

❹ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۱۹۹

❺ كتاب الإمامة والرد على الرافضة، ص: ۲۷۶

Marfat.com

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:

اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کون سا خطبہ دیا؟ بعض سیرت نگاہوں کا کہنا ہے کہ آپ منبر پر تشریف لائے اور کہا:

''اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کردے، میں کمزور ہوں مجھے قوت دے دے، میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔'' ❶

اور بعض روایتوں کے مطابق آپ کا پہلا خطبہ یہ تھا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تم کو آزمایا ہے اور میرے دونوں رفقاء کے بعد تمہارے ذریعے سے مجھ کو آزمایا ہے۔ اللہ کی قسم تمہارا جو معاملہ میرے سامنے پیش ہوگا میں خود اس کو حل کروں گا اور جو معاملات مجھ سے دور ہوں گے ان کے لیے قوی و امین حضرات کو مقرر کروں گا۔ اللہ کی قسم! اگر لوگوں نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تو میں ان سے اچھا برتاؤ کروں گا اور اگر غلط طریقہ سے پیش آئے تو انہیں سخت سزا دوں گا۔''

جو لوگ اس خطبہ میں حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اسی منشور پر عمل کیا، یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسے۔ ❷

اور یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ نے خلافت سنبھالی تو منبر پر تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جس زینہ پر بیٹھتے تھے اس پر بیٹھنا چاہا، پھر کہا: اللہ کو پسند نہیں ہے کہ میں خود کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس کا اہل سمجھوں اور پھر نیچے زینہ پر اتر گئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا:

''تم قرآن پڑھو اس سے پہچانے جاؤ گے، اس پر عمل کرو قرآن والے ہو جاؤ گے، اپنے آپ کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی (قیامت) کے لیے تیاری کرو، جس دن کہ تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے گی۔ کسی حق دار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کی معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے۔ سن لو میں نے اللہ کے مال کے بارے میں خود کو یتیموں کے ولی (نگراں) کے قائم مقام کرلیا ہے۔ اگر مجھے مال ملا تو میں اسے اپنانے سے بچوں گا اور اگر فقیری لاحق ہوئی تو معروف طریقے سے کھاؤں گا۔'' ❶

مذکورہ تمام روایات کے درمیان اس طرح جمع و تطبیق ممکن ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام کے سامنے خطبہ دیا تھا،

---

❶ مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۱۷۰، ۱۷۱

❷ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۲۷۵

❸ کنز العمال، حدیث نمبر: ٤٤٢١٤ بحوالہ الدولة الإسلامية، د/ حمدی شاہین، ص: ۱۲۰

Marfat.com

جس نے خطبہ کے جس حصے کو سنا اسے روایت کیا اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اوّل خطبہ میں آپ نے سیاسی، اداری اور دینی وعظ ونصیحت کو ایک ساتھ بیان کیا ہو، خلفائے راشدین کا یہی طریقہ رہا ہے، انہوں نے اللہ کے تقویٰ نیز اس کے حکم اور انسانوں کی سیاست کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ آپ اپنے سلف عظیم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کی پوری رعایت کرتے ہوئے ان کی جگہ پر نہ بیٹھے ہوں کہ کہیں لوگوں کی نگاہ میں آپ ان کے برابر نہ سمجھے جائیں۔ اسی خیال کے پیش نظر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا محاسبہ کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ سے نیچے اتر آئے۔ [1]

دوسری روایت کے مطابق آپ نے خلیفہ بنائے جانے کے دو دن بعد لوگوں سے اپنی تند مزاجی اور سخت گیری کے بارے میں سوچا اور کہا کہ اپنے بارے میں لوگوں کے شکوک وشبہات خود ہی دور کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ منبر پر تشریف لائے، لوگوں کو مخاطب کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی صحبت اور معاملات کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح ان سے راضی وخوشی ہونے کی حالت میں وہ دونوں اس دنیا سے رخصت ہوئے، پھر فرمایا:

''......اے لوگو! میں تمہارے معاملات کا حاکم بنایا گیا ہوں، جان لو کہ (میری) سختی دوگنی ہوگئی ہے لیکن وہ ظلم وزیادتی کرنے والوں کے لیے ہے، جان لو میں کسی کو کسی پر ظلم کرتے ہوئے یا سرکشی کرتے ہوئے نہیں چھوڑوں گا، میں ظالم کے ایک رخسار کو زمین پر اور دوسرے رخسار پر پاؤں رکھوں گا یہاں تک کہ وہ حق کے تابع ہوجائے اور اس سختی کے بالمقابل شرفاء اور نیکوکاروں کے لیے اپنا رخسار زمین پر رکھنے کو تیار ہوں۔ اے لوگو! مجھ پر تمہارے کچھ حقوق ہیں، جسے میں تمہیں بتا رہا ہوں اسے تم مجھ سے لے لو، تمہارا مجھ پر حق یہ ہے کہ تمہارے خراج میں سے کوئی بھی چیز میں اپنی پسند سے نہ لوں اور نہ اس مال سے لوں جو اللہ نے تم کو بطور غنیمت دیا ہے، مگر اس کی رضامندی کے لیے۔ اور مجھ پر تمہارا یہ حق بھی ہے کہ جب کوئی مال میرے ہاتھ میں آئے تو وہ جائز مقام پر ہی خرچ ہو اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے وظیفوں اور عطیات کو بڑھا دوں، سرحدوں کو بند کر دوں، تمہیں خطرات میں نہ ڈالوں اور لمبی مدت تک اہل وعیال سے تم کو دور کر کے جنگی مورچہ پر باقی نہ رکھوں، اور جب تم جنگوں پر چلے جاؤ تو میں اہل وعیال کا محافظ) رہوں، یہاں تک کہ تم ان کے پاس لوٹ آؤ۔ پس اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اور اپنے نفوس کے بارے میں اسے مجھ سے روک کر میری مدد کرو اور بھلائی کا حکم دے کر، برائی سے روک کر اور اپنے متعلق میری ذمہ داری سے مجھے آگاہ کر کے میری مدد کرو۔ انہی کلمات پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے

[1] الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدین، د/ حمدی شاھین، ص: ۱۲۰

Marfat.com

لیے مغفرت کا طالب ہوں۔'' ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''عرب والوں کی مثال نکیل زدہ اونٹ کی طرح ہے جو اپنے قائد کے تابع ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے قائد کو دیکھنا چاہیے جہاں وہ جاتا ہے اس کے پیچھے جائیں اور میں تو اللہ کی قسم لوگوں کو سیدھے راستے پر ہی لے جاؤں گا۔'' ❷

منصب خلافت سنبھالنے کے بعد خطبۂ فاروقی کے بارے میں وارد شدہ ان تمام روایات سے آپ کے نظام حکومت کا ایسا منشور سامنے آتا ہے جس سے ہٹ کر چلنے کی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہے۔ آپ کے نظام حکومت کے نمایاں خدوخال کچھ اس طرح ہیں:

۱: آپ خلافت کو ایک آزمائش سمجھتے تھے کہ جس سے آپ آزمائے گئے ہیں اور یہ کہ اس کے حق کی ادائیگی کے متعلق آپ سے محاسبہ کیا جائے گا۔ گویا حکومت خلفائے راشدین کی نگاہ میں عظمت، شرافت، اور بلندی کی چیز نہیں بلکہ وہ ایک عظیم ذمہ داری، فریضہ الٰہی اور ربانی آزمائش تھی۔

۲: آپ کی نگاہ میں منصب خلافت کا یہ تقاضا ہے کہ ملکی ذمہ داریوں سے متعلق جو معاملات بھی آپ کے سامنے آئیں انہیں آپ خود حل کریں اور رعایا پر جو آپ سے دور ہیں بہترین وباصلاحیت امراء اور گورنر مقرر کریں، تاہم آپ کی نگاہ میں اللہ کے سامنے جواب دہی اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوشی کے لیے صرف اتنا کرنا کافی نہیں تھا، بلکہ آپ کا کہنا تھا کہ ان گورنروں اور حکام کی سخت نگرانی کرنا ایک ایسی ذمہ داری ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اسی وجہ سے ان میں سے جس نے بہتر کام کیا آپ نے اس کے ساتھ احسان کیا اور جس نے آپ کی مرضی کے خلاف کیا اس کی آپ نے اس کی گرفت کی اور سزا دی۔ ❸ اس موضوع پر تفصیلی بحث ''گورنروں کا نظام اور اس کی ترقی میں فقہ فاروقی کا کردار'' کے زیر عنوان آرہی ہے۔

۳: عمر رضی اللہ عنہ کی سختی جس سے لوگ خوفزدہ ہیں وہ ان کے لیے خالص نرمی اور مہربانی میں بدل دیں گے اور ان کے لیے عدل وانصاف کا میزان قائم کریں گے اور جس نے ظلم وزیادتی کی اسے سخت سزا ملے گی ور رسوائی اس کے ہاتھ آئے گی۔ ''کسی ظالم کو کسی پر ظلم اور سرکشی کرتے ہوئے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اس کا رخسار زمین سے رگڑ دوں گا'' البتہ جس نے میانہ روی، دین داری اور پاک دامنی کو ترجیح دی وہ بے انتہا

❶ الإدارة العسكرية فی عهد الفاروق، ص: ۱۰۶

❷ السياسة الشرعية، د/ اسماعيل بدوی، ص: ۱۶۰. نقلاً عن الطبری

❸ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۱۲۱

رحمت و مہربانی سے نوازا جائے گا۔ آپ نے سچ کہا کہ ''میں اپنا چہرہ شرفاء کے لیے زمین پر رکھتا ہوں۔'' ❶ اپنی رعایا کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف کیسا تھا؟ یہ چیز ان شاء اللہ نظام عدلیہ سے متعلق آپ کے مواقف اور اس پر آپ کے خصوصی اہتمام کے تحت ذکر کی جائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ ملک کے تمام صوبوں میں عدل و انصاف کا کس قدر بول بالا تھا۔

۴: خلیفۃ المسلمین نے اس بات کی ذمہ داری قبول کی کہ امت مسلمہ کی جان و اموال اور ان کے دین کا مکمل دفاع کرے گا، سرحدوں کی حفاظت کرے گا اور خطرات کو پیچھے دھکیلے گا، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ جنگی سپاہیوں پر ظلم نہ ہو، سرحد کی اس حد تک انہیں جانے پر مجبور نہ کرے گا کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، اور اگر وہ لشکر میں نظر نہ آئیں (یعنی شہید کر دیے جائیں) تو خلیفہ اور اس کے اداری ذمہ داران و ارکان ان کے بچوں اور خاندانوں کی کفالت کریں گے۔ ❷ عمر رضی اللہ عنہ نے عسکری ادارے کو ترقی دی اور اپنے دور میں وہ ایسا زبردست فوجی ادارہ بنا کہ پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہ تھی۔

۵: خلیفہ نے پوری رعایا کے لیے خراج اور فے وغیرہ سے مالی حقوق کی ادائیگی کا عہد کیا کہ وہ اس میں سے کچھ روک کر نہ رکھے گا، وہ اسے ناجائز مقام پر خرچ نہ کرے گا، بلکہ مسلسل جہاد، غزوہ اور محنت کی کمائی پر رغبت دلا کر نیز ملکی آمدنی کی بروقت وصولی کے ذریعے سے ان کے وظیفوں اور عطیات میں اضافہ کرے گا۔ ❸ سچ تو یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مالی محکمہ اور ملکی خزانہ کو بہت ترقی دی، بیت المال کی آمدنی کے ذرائع اور ملکی مفاد میں اس کے مصارف کو نہایت منظم کیا۔

۶: خلیفہ کے حقوق جو رعایا کے متعلقہ ہیں ان میں یہ بھی شامل ہے کہ اپنے خلیفہ کے لیے خیر خواہی اور اس کی سمع و طاعت کی ذمہ داری بہترین طریقے سے نبھائے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے جس سے سماج میں اسلامی ذہنیت کی نشو و نما ہو۔

۷: آپ نے خطبہ میں اس بات کی طرف آگاہ کیا کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کی راہ میں اللہ کے تقویٰ، نفس کے محاسبہ اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے علاوہ کوئی دوسری چیز معاون نہیں ہو سکتی۔ ❹

۸: شیخ عبدالوہاب النجار نے فرمان عمر رضی اللہ عنہ ''عربوں کی مثال نکیل زدہ اونٹ جیسی ہے'' پر تعلیق چڑھاتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اَلْجَمَلُ الْاَنِفُ'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جو مالک کے تابع ہوتا ہے، ڈانٹ اور مار پڑتے ہی اپنی پوری طاقت سے چلنے لگتا ہے۔ آپ نے اس مثال کے ذریعے سے اپنے زمانے کی

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۱۲۱ ـ محض الصواب: ۱/ ۳۸۵
❷ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۱۲۱
❸ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۱۲۲
❹ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۱۲۲

Marfat.com

امت مسلمہ کی بہترین تصویر کشی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ امت سامع و مطیع تھی، جب حکم ملتا تو پابندی کرتی اور جب کسی کام سے روکا جاتا تو فوراً رک جاتی۔ ساتھ ہی یہ عظیم ذمہ داری اس کے قائد پر بھی عائد ہوتی ہے کہ امت کی قیادت میں بڑی توجہ اور دانائی سے کام لے تاکہ اسے خطرات میں نہ ڈال دے اور ہلاکت میں غرق کردے۔ اس کے کسی معاملہ کو غرور میں آکر یونہی نظر انداز نہ کرے۔ آپ نے خطبہ میں ''راستہ'' سے وہ سیدھا راستہ مراد لیا ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے، اور اس طرح جو قسم کھائی تھی اسے آپ نے پورا بھی کیا۔ ❶

۹: تند مزاجی، سخت گیری اور نرمی کے بارے میں سنت الٰہی: لوگوں کے حالات، ان کی اجتماعی زندگی، کسی شخص کو چاہنے اور اس پر اتفاق کرنے، اس کی بات ماننے اور اس سے محبت کرنے کے بارے میں اللہ کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے کہ تند مزاج اور سخت دل انسان سے لوگ دور بھاگتے رہے ہیں، اگرچہ وہ ناصح اور لوگوں کے لیے خیر خواہ اور فائدہ مند ہی کیوں نہ ہو۔ ❷ اور اس حقیقت پر قرآن بھی شاہد ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہوگیا ہے اور اگر تو بدخلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر۔''

چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی: ''اے اللہ میں سخت ہوں مجھے نرم کردے'' اور اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، پھر عمر رضی اللہ عنہ کا دل شفقت، نرمی اور مہربانی سے معمور ہوگیا اور یہ چیزیں آپ کی خاص صفت بن گئیں۔ لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سخت مزاج انسان کی حیثیت سے پہچانا تھا اور تاریخ نے بھی ہمارے سامنے یہی تصویر کشی کی ہے کہ آپ کی ذات وہ منفرد ہستی تھی جس نے اسلام قبول کرنے سے لے کر خلافت کا منصب سنبھالنے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو بہ پہلو سختی اور قوت کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ جب معاملہ (خلافت) آپ کے سر آگیا تو وہ سختی، نرمی، آسانی اور رحمت میں تبدیل ہوگئی۔ ❸

۱۰: خلفائے راشدین کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حق میں عمومی بیعت مدینہ والوں تک محدود تھی، کبھی کبھار اس بیعت میں ایسے بدوی اور دیگر قبائل کے لوگ شریک ہو جاتے جو مدینہ کے اردگرد ہوتے یا

❶ الخلفاء الراشدون، ص: ۱۲۳

❷ السنن الالٰهية فى الامم والجماعات والأفراد، زيدان، ص: ۲۸۲

❸ الادارة الإسلامية فى عهد عمر بن الخطاب، ص: ۱۰۷

Marfat.com

اس وقت مدینہ میں موجود ہوتے۔ لیکن بقیہ شہروں کے لوگ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں طے پانے والے فیصلوں کے تابع ہوتے۔

یاد رہے کہ یہ طرز عمل بیعت میں کسی طعن یا اس کی شرعی حیثیت کو کم کرنے کی کوئی دلیل نہیں بن سکتی، کیوں کہ ہر شہر اور ہر علاقہ سے سارے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا ایک مشکل ترین کام تھا، جب کہ ملک کے لیے کسی حاکم کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ انسانوں کی مصلحتیں اور ان کا نظام معاشرت معطل نہ ہونے پائے۔ مزید برآں دوسرے شہروں کے باشندوں نے سیّدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت خلافت کے بارے میں مدینہ میں جو فیصلہ ہوا اس کی تائید بھی کی، بعض کی تائید صراحتاً اور بعض کی ضمناً رہی۔ بلاشبہ ابتدائے اسلام میں لوگوں نے (ملک اور ملکی سالمیت کے لیے) جو اسلوب اپنایا وہ سب ایسے تجربات تھے جو ملک اور اس کے اداروں کی ترقی کی راہ میں مستحکم لائحہ عمل ہیں۔ ❶

۱۱: **عورت اور بیعت کا مسئلہ:** بحث وجستجو کے دوران میں مجھے ایسا کوئی اشارہ نہ ملا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بلکہ خلفائے راشدین کے دور میں کسی عورت نے بیعت کی ہو اور میرے محدود علم کے مطابق قدیم سے قدیم کوئی بھی شرعی سیاست کی کتاب اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتی کہ بیعت عورت کا حق ہے یا وہ اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں بیعت (خلافت) عورتوں کو چھوڑ کر صرف مردوں تک محدود رہی، نہ تو مردوں نے اس کے لیے بلایا اور نہ ہی انہوں نے اس کا مطالبہ کیا اور بیعت سے عورت کی عدم موجودگی کو اس حد تک ایک فطری عمل قرار دیا گیا کہ اسلامی دستوری حقوق کے علماء نے کم وبیش کسی بھی موقع پر اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے، جب کہ تاریخی وفقہی اعتبار سے یہ چیز شرعی حکم کی حقیقت میں کسی بھی تبدیلی کا سبب نہیں بنتی۔ چنانچہ قرآنِ کریم اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ...... جب کہ وہ دونوں شریعت کے بنیادی مصادر میں سے ہیں ...... کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو عورتوں کو مردوں کے ساتھ بیعت کرنے سے منع کرے۔ ❷

---

❶ نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الإسلامی، ص: ۲۶۰۔ عہد راشدی کے اس طرز عمل سے یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اصحاب حل وعقد اور امت کے باشعور افراد کا کام ہے، اور یہ باشعور طبقہ اس وقت مدینہ میں موجود تھا، اس لیے انہی کے انتخاب کا اعتبار کیا گیا اور پوری ملت اسلامیہ میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، عوام الناس اور عام لوگوں کا یہ کام نہیں ہے بلکہ اصحاب حل وعقد نے جو پاس کردیا ان پر اسے قبول کرنا لازم ہے، جمہوریت اور ڈیموکریسی کا نظام انتخاب غیر معقول اور غیر اسلامی ہے۔ (مترجم)

❷ نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الإسلامی، ص: ۲۶۰۔ یہاں یہ کہنا کہ عورتوں کی بیعت کی ممانعت کی کوئی دلیل مجھے نہیں ملی صحیح نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.)) ''تم میری سنت اور ہدایت یاب خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے تھام لو۔'' پس خلفائے راشدین کے عہد میں خواتین کو بیعت خلافت میں شریک نہ کیا گیا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی جس سے اس امر پر صحابہ کا اجماع (اتفاق) ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا خواتین کو بیعت اور ووٹ میں شریک کرنا خلفائے راشدین کی سنت کی خلاف ورزی ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ (مترجم)

Marfat.com

۱۲: **عرب کے قیدیوں کی واپسی:** عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں سب سے پہلے جو قرارداد پاس کی وہ یہ تھی کہ مرتدین کے قیدیوں کو ان کے خاندان والوں کے پاس واپس کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ قیدی بنانا عربوں میں رواج بن جائے۔'' ❶ عمر رضی اللہ عنہ کے اس جرأت مندانہ اقدام نے سارے عربوں میں یہ احساس بیدار کر دیا کہ وہ سب اللہ کی شریعت میں برابر ہیں۔ کسی قبیلہ کو کسی قبیلہ پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر یہ کہ بہتر کارکردگی ہو اور اسلام و مسلمانوں کی عظیم ترین خدمات انجام دی ہو۔ مزید برآں اس اقدام کے پیچھے ہی آپ نے دوسرا اقدام یہ کیا کہ مرتدین میں سے جس نے توبہ کر لی اور دشمنانِ اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں شریک ہو گیا اسے آپ نے معاف کر دیا۔ اور پھر انہوں نے جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کیا، مڈبھیڑ کے وقت خوب بہادری کے جوہر دکھلائے اور ملک کے لیے ایسی وفاداری کا ثبوت دیا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ❷

۱۳: منصب خلافت کی جڑیں امت کے دل میں پیوست ہو گئیں اور وہ ان کے اتحاد وقوت کی علامت بن گئی۔ ایک محقق اس عظیم ایمانی طاقت وقوت کو ملاحظہ کر سکتا ہے جس سے صحابہ کرام نوازے گئے تھے، اسی طرح ان کے اعمال میں روحانیت وحقیقت پسندی کا جائزہ بھی لے سکتا ہے کہ وفات رسول کے دن نہایت مختصر سی مدت میں انہوں نے جو خلافت قائم کر لی تھی اسے ختم کرنے کے لیے برطانوی سازش کو پورے پچیس (۲۵) سالوں کی ضرورت پڑی، باوجودیکہ اس وقت خلافت کو برطانوی سامراج ''مرد بیمار'' کہا کرتا تھا، غور کا مقام ہے کہ خلافت میں بلندی وقوت کا کیا راز تھا؟ اور اس کا کتنا اثر ورسوخ تھا جس کے ڈھانے کی ضرورت محسوس کی گئی، جب کہ خلافت کی کئی صدیاں گزر چکی تھیں؟ ...... خاص طور پر اس وقت جب کہ خلافت صرف ظاہری شکل میں باقی تھی اور حقیقت سے دور ہو چلی تھی...... اس کو ڈھانے کے لیے مکمل پچیس (۲۵) سال لگے۔ ❸

۱۴: **خلافت وملوکیت میں فرق:** عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ خلیفہ ہوں یا بادشاہ، اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بہت بڑی چیز ہے۔'' ایک کہنے والے نے کہا: دونوں میں فرق ہے! خلیفہ حق ہی لیتا ہے اور حق ہی کی جگہ پر اسے خرچ کرتا ہے، ایک سے لیتا ہے اور دوسرے کو دیتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے۔ ❹

اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر آپ نے (حکومت کے) خزانہ سے ایک درہم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم لیا

❶ الخلافة والخلفاء الراشدون، ص: ١٦٠
❷ جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين، د/ محمد السيد الوكيل، ص:٨٩
❸ الحضارة الإسلامية، د/ محمد عادل، ص: ٣٠
❹ الشيخان أبوبكر الصديق وعمر بن الخطاب، بروايت بلاذرى، ص: ٢٥٧

Marfat.com

اور ناجائز مقام پر خرچ کیا تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ❶

شورائیت:

اسلامی حکومت وسلطنت کے بنیادی اصولوں میں یہ چیز داخل ہے کہ رہنمایانِ ملک، حکام مسلمانوں سے مشورہ لیں، ان کی رائے ورضا مندی کو تسلیم کریں اور نظام حکومت کو شورائیت کی بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے، سو ان سے درگزر کر اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسا کر، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اور ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾﴾ (الشوری: ۳۸)

''اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے باہمی مشورہ کو اقامت نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ شورائیت کا حکم نماز کے حکم کی طرح ہے اور چوں کہ نماز کا حکم شرعاً واجب ہے، لہٰذا اسی طرح شورائیت کا حکم بھی شرعاً واجب ہے۔ ❷

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کی اساس شورائیت ہی پر رکھی تھی۔ مسلمانوں سے صرف نظر کر کے خود کو کسی معاملے میں ترجیح نہ دیتے تھے اور نہ کسی معاملے میں ان پر اپنا کوئی حکم مسلط کرتے تھے۔ جب کوئی نیا معاملہ پیش آتا تو اس کے بارے میں اس وقت تک کوئی ٹھوس فیصلہ نہیں لیتے تھے جب تک کہ مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے صلاح ومشورہ نہ لے لیتے۔

---

❶ الشیخان أبوبکر الصدیق وعمر بن الخطاب، بروایت بلاذری، ص: ۲۵۶

❷ النظام السیاسی فی الإسلام، ابو فارس، ص: ۹

Marfat.com

آپ کے اقوال زریں میں سے ہے:

''جس کام کو بغیر مشورہ کے عمل میں لایا گیا اس میں بھلائی نہیں ہے۔'' ❶

اور آپ کا قول ہے:

''تنہا رائے کچے دھاگے کی طرح ہے اور دو رائے دو پختہ دھاگوں کے مثل ہیں، جب کہ تین آدمیوں کا مشورہ بٹی ہوئی رسی کے مثل ہے جو ٹوٹتی نہیں ہے۔'' ❷

نیز آپ نے فرمایا ہے:

''اپنے معاملات میں اس آدمی سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتا ہو۔'' ❸

اور فرمایا:

''انسان تین طرح کے ہیں: وہ آدمی جس کے پاس معاملہ آتا ہے تو وہ اسے صرف اپنی رائے سے حل کرتا ہے۔ وہ آدمی جو اپنے مشکل معاملات میں دوسروں سے مشورہ لیتا ہے اور لوگ اسے جو مشورہ دیتے ہیں اسے کرتا ہے۔ وہ آدمی جو نہ کسی کی بات مانتا ہے اور نہ کسی چیز کی طرف توجہ دیتا ہے۔'' ❹

ایک مقام پر فرمایا:

''مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کا معاملہ ان کے اور اہل حل وعقد کے درمیان شورائیت سے طے پائے۔ جو شخص اس فریضہ کو ادا کرے لوگ اس کے تابع ہوں اور جس بات پر سب متفق ہو جائیں اور باہم راضی ہو جائیں وہ سب پر لازم ہے اور سب اس کے تابع ہوں گے اور جو شخص اس شورائیت کو بروئے کار لائے وہ اہل حل وعقد کے مشوروں کے تابع ہوگا۔ فوجی کارروائی وغیرہ سے متعلق اس کو ان کی رائے پر عمل کرنا ہوگا۔'' ❺

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے فوجی کمانڈروں کو مشورہ لینے کی برابر تاکید کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ نے ابوعبید ثقفی کو عراق کے محاذ پر اہل فارس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تو ان کو نصیحت کی کہ ''اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خاص طور سے بدری صحابہ کی باتوں کو سننا اور اطاعت کرنا۔'' ❻ عراق کے محاذ پر ڈٹے ہوئے اپنے فوجی کمانڈروں

❶ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ٢٤٦

❷ سراج الملوك، طرطوشی، ص: ١٣٢

❸ الإدارة العسكرية فی الدولة الإسلامية، سليمان آل كمال: ١/ ٢٧٣

❹ الإدارة العسكرية فی الدولة الإسلامية، سليمان آل كمال: ١/ ٢٧٣

❺ الطبری: ٣/ ٤٨١ نقلاً عن الادارة العسكرية.

❻ مروج الذهب: ٢/ ٣١٥

Marfat.com

کو فرمان جاری کرتے تھے کہ ''اپنے فوجی معاملات میں عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی سے مشورہ لیا کرو۔''
آپ کا فرمان تھا:

''اپنی جنگی مہمات میں طلیحہ اسدی اور عمرو بن معدی کرب کی مدد لیا کرو اور ان سے مشورہ لیا کرو، اور ان دونوں کو کسی چیز کا ذمہ دار نہ بناؤ، کیوں کہ ہر کاری گر اپنی کاری گری کے بارے میں زیادہ جانتا ہے۔'' ❶

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام یہ فرمان بھیجا:

''جو شخص تمہارا پہلا مشیر ہو وہ عرب نژاد ہو اور تم اس کی خیر خواہی وسچائی سے مطمئن رہو، کیوں کہ جھوٹے کی خبر تمہارے لیے کچھ مفید نہیں اگر چہ اپنی بعض خبروں میں وہ سچا ہی کیوں نہ ہو اور دھوکا باز تمہارے خلاف ایک جاسوس ہے وہ تمہارے حق میں جاسوسی نہیں کرے گا۔'' ❷

عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو جب بصرہ کی طرف بھیجا تو آپ نے ان سے فرمایا:

''میں نے علاء بن الحضرمی ❸ کو لکھا ہے کہ عرفجہ بن ہرثمہ ❹ کے ذریعے سے تمہیں قوت پہنچائیں، وہ دشمن کو چکما دینے والے اور اسے زیر کرنے والے ہیں، لہٰذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے مشورہ لو اور اپنے پاس رکھو۔'' ❺

شورائیت کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل نہایت عمدہ تھا۔ سب سے پہلے آپ عام مسلمانوں سے مشورہ لیتے اور ان کی باتیں سنتے تھے، پھر بزرگ اور صاحب حل وعقد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اکٹھا کرتے، معاملہ ان کے سامنے رکھتے اور ان سے پوچھتے کہ درپیش مسئلہ میں کسی بہتر رائے کی طرف وہ لوگ آپ کی رہنمائی کریں، پھر جس بات پر وہ متفق ہوجاتے آپ اسے نافذ کردیتے۔ آپ کا یہ عمل ان دستوری نظاموں سے ملتا جلتا ہے جو بہت سے جمہوری ملکوں میں رائج ہے۔ دستور کے مطابق ان ممالک میں پہلے معاملہ ممبران پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوتا ہے، پھر جب اکثریت کی رائے سے کوئی قرارداد پاس ہوجاتی ہے تو اسے دوسری مجلس پر پیش کیا جاتا ہے، اس مجلس کو بعض ممالک میں مجلس الشیوخ اور بعض ممالک میں (Council of Lords) کہا جاتا ہے۔ پھر جب یہ مجلس بھی اس معاملہ میں اپنی رپورٹ پیش کردیتی ہے تو حاکم وقت اسے نافذ کرتا ہے۔ البتہ عمر رضی اللہ عنہ اور ان ممالک کے عمل کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ آپ کا طرزِ عمل اجتہاد پر مبنی تھا وہ کسی مستقل نظام اور دستور

❶ سیر أعلام النبلاء: ۱/ ۳۱۷
❷ نهاية الأرب: ٦/ ۱٦۹
❸ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية: ۱/ ۲۷٤
❹ الإصابة: ۲/ ٤۹۱
❺ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية: ۱/ ۲۷٥

Marfat.com

کے تابع نہ تھا۔ ❶

بسا اوقات عمر رضی اللہ عنہ کسی چیز کے بارے میں اجتہاد کرتے اور اپنی رائے ظاہر کرتے، لیکن کوئی کمزور ترین فرد آتا اور قوی دلیل کی روشنی میں صحیح طریقہ بتاتا، تو آپ اسے قبول کر لیتے اور اپنی رائے کی غلطی سے رجوع کر کے صحیح رائے اختیار کر لیتے۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شورائیت کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا، کیوں کہ نئے نئے مسائل اور واقعات وحوادث بکثرت رونما ہوتے تھے اور اسلام کا دائرہ ان شہروں تک پھیل گیا تھا جہاں تہذیبیں مختلف تھیں، رسم ورواج میں فرق اور نظام زندگی میں تباین تھا اور انہی اسباب کی بنا پر ایسی جدید مشکلات پیدا ہوئیں جن میں دقیق ووسیع اجتہاد کی ضرورت پیش آئی۔ مثال کے طور پر مفتوحہ زمینوں کی تقسیم اور نئے قواعد کے مطابق وظائف کو منظم کرنے کا معاملہ تاکہ مفتوحہ علاقوں کی آمدنی ملکی ضروریات پر خرچ ہو۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کی کثیر تعداد کو مشورہ کے لیے جمع کرتے تھے۔ ❸ اور بدر میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہ کے علم وفضل اور اسلام میں ان کی سبقت کے پیش نظر اہل شوریٰ میں ان کو خاص مقام دیتے تھے۔ تاہم آپ ان کے ساتھ نوجوان صحابہ کو شریک رکھتے تھے کیوں کہ وہ (بزرگ صحابہ) اپنی زندگی کے آخری دور سے گزر رہے تھے اپنے ربّ کی رحمت اور مغفرت کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ جب کہ ملک کو ہمہ وقت نوعمر اور بہادر افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی ذات ایک نابغہ روزگار اور دور اندیش ذات تھی، آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح بھانپ لیا اور امت کے ان نوجوان افراد کو منتخب کرنے لگے جو علم، ورع اور تقویٰ کے اعتبار سے کامل ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے آپ کی نگاہ انتخاب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر پڑی اور برابر صلاح ومشورہ کے ذریعے سے ایسے افراد کی تلاش میں لگے رہے اور فیصلۂ انتخاب کے لیے قرآنِ مجید کو کسوٹی بنایا، یہاں تک کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ''عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے شرکاء حفاظ قرآن تھے، خواہ وہ بوڑھے ہوں یا نوجوان۔'' ❹

زہری رحمہ اللہ نے نوعمر لڑکوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اپنی نوعمری کی وجہ سے خود کو حقیر نہ سمجھو، عمر رضی اللہ عنہ پر جب کوئی کٹھن مرحلہ پیش آتا تھا تو نوجوانوں کو بلاتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے اور آپ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کا ذہن تیز ہو جائے۔'' ❺

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیشتر معاملات میں مشورہ لیتے تھے، یہاں تک کہ عورتوں سے بھی مشورہ

---

❶ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ٢٤٦

❷ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ٢٤٧

❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٩٠

❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٤٧

❺ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٩٠

Marfat.com

لیتے، اگر کبھی عورت کی بات میں بھلائی نظر آتی تو اسی پر عمل کرتے۔ چنانچہ اس بات کا صحیح ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے امّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں بزرگ و دور اندیش صحابہ میں سے کچھ مخصوص لوگ تھے جن سے آپ اکثر مشورہ کرتے اور ان کی رائے معلوم کرتے، انہی میں عباس بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ بلکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے نیز انہی مخصوص صحابہ میں عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف اور علی بن ابی طالب، ❷ معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ❸ جیسے لوگ بھی تھے۔ ❹

مشورہ دینے والے مکمل آزادی اور پوری صراحت سے اپنی رائے ظاہر کرتے تھے۔ لیکن آپ نے ان میں سے کسی کی عدالت و امانت کو متہم نہیں کیا۔ آپ انہی مسائل میں مشورہ لیتے تھے جس میں کتاب وسنت کی کوئی واضح دلیل نہ ہوتی تھی۔ ان مشوروں سے آپ کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ درپیش مسئلہ میں اگر کسی صحابی کو کوئی حدیث معلوم ہے تو وہ آپ کو بھی معلوم ہوجائے، کیوں کہ بعض صحابہ کو کچھ حدیثیں یاد ہوتی تھیں اور دوسرے اسے نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح وہ شرعی نصوص جن میں متعدد معنوں کا احتمال ہوتا تھا ان کی افہام وتفہیم کے لیے مشورہ لیتے تھے تاکہ ان معانی اور مختلف توجیہات کو سمجھ سکیں۔ مذکورہ دونوں معاملات میں بسا اوقات ایک اور کبھی چند لوگوں کا مشورہ کافی سمجھتے تھے، لیکن اگر عمومی حوادث وواقعات کی بات ہوتی تو تمام صحابہ کو اکٹھا کرتے اور حتی المقدور مشورہ کا دائرہ کار وسیع ہی کرتے، جیسے کہ شام میں طاعون کی وبا پھیلنے کے وقت کیا، جب کہ آپ خود وہاں جارہے تھے۔ ❺

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس وبا کی خبر پہنچی اور شام کے قریب میں مقام ''سرغ'' پر گورنروں کی آپ سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار تھے، آپ نے ان کو مشورہ کے لیے اکٹھا کیا کہ کیا سفر جاری رکھوں یا واپس لوٹ جاؤں؟ لیکن مشورہ میں اختلاف ہوگیا۔ کسی نے کہا: آپ خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نکلے ہیں، یہ وبا آپ کو ارادے سے نہ پھیر دے۔ کسی نے کہا یہ ایک ناگہانی مصیبت ہے اور موت وحیات کا مسئلہ ہے، ہماری رائے میں آپ آگے نہ بڑھیں۔ پھر آپ نے فتح مکہ کے قریشی مہاجرین کو بلایا، انہوں نے بلا اختلاف رائے آپ کو واپس ہوجانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کروادیا کہ میں (واپسی کے لیے) کوچ کرنے والا ہوں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے؟ آپ نے جواب دیا:

---

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۹۰

❷ السنن الکبریٰ، البیهقی: ۹/ ۲۹۔ بحوالہ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۹۰

❸ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲٤۷

❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۹۰

❺ عصر الخلفاء الراشدون، ص: ۹۱

ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارا اونٹ کسی ایسی وادی میں اتر جائے جس کے دو کنارے ہوں، ایک کنارہ سرسبز ہو اور دوسرا کنارہ خشک، اگر تم اسے سرسبز حصہ میں چراتے ہو تو کیا اسے اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ اور اگر خشک جگہ میں چراتے ہو تو کیا اللہ کی تقدیر سے نہیں چرایا؟ عبدالرحمن بن عوف نے ان کی یہ آوازیں سن لیں، ان کے پاس آئے اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ .)) [1]

”جب تم سنو کہ یہ (وبا) کسی علاقے میں پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی علاقے میں یہ پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شورائیت کے مختلف میدان تھے، مثلاً اداری اور سیاسی معاملات، گورنروں وحاکموں کی تقرری، نیز فوجی معاملات میں مشورہ لینا، اسی طرح خالص شرعی مسائل کے لیے مشورہ لینا اور بہت سے شرعی احکام میں حلال وحرام کی معرفت اور عدلیہ کے مسائل کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا۔ [2] شورائیت کے مجالات، اس کی تنفیذات، اور قوی ترین دلائل کی تلاش میں عمر رضی اللہ عنہ کی کوشش جیسے موضوعات پر اس بحث میں موقع بہ موقع ان شاء اللہ گفتگو کی جائے گی۔ ہم اس مقام پر صرف اس بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول پر مبنی شورائیت پر قائم تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوئی رائے من مانی نہ تھی اور نہ آپ نے کسی بدعت کو ایجاد کیا تھا۔ بلکہ وہ سب ربانی منہج کے اصولوں میں سے کسی نہ کسی اصول پر قائم ہوتا تھا۔

عدل ومساوات:

اسلامی حکومت کے اہم مقاصد میں سے یہ چیز ہے کہ اسے اسلامی نظام کی بنیادوں پر قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ ایک مسلم معاشرہ وجود میں آسکے۔ انہی اہم بنیادوں میں سے عدل ومساوات بھی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے امت کے سامنے اپنے پہلے خطاب میں ان اصول وقواعد کو بیان کیا ہے۔ آپ نے منصب خلافت سنبھالنے کے وقت امت کے سامنے جو خطبہ دیا تھا اس کا ایک ایک حرف آپ کے عدل ومساوات کی منہ بولتی تصویر ہے۔ بلاشبہ عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدل سے مراد اسلام کا وہ عادلانہ نظام ہے جو کسی اسلامی سماج اور اسلامی حکومت کے قائم کرنے میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسا معاشرہ جس کی قیادت ظالم ہاتھوں میں ہو اور وہ عدل سے نا آشنا ہو اسے اسلامی معاشرہ نہیں کہا جاسکتا۔ عوام کے درمیان انفرادی طور پر یا جماعتی اور ملکی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۲۱۹

[2] القيود الواردة على سلطة الدولة فى الإسلام، ص: ۱۶۷۔ ۱۶۸

Marfat.com

سطح پر عادلانہ نظام قائم کرنا کوئی نفلی کام نہیں ہے جس کو حاکم وقت یا امیر وقت کے مزاج اور خواہش پر چھوڑ دیا جائے، بلکہ لوگوں میں اس کا قیام اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے مقدس اور اہم ترین فرائض میں سے ہے اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ عدل وانصاف واجب ہے۔ ❶ مفسر قرآن فخر الدین الرازی کا قول ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے۔ ❷

حاکم وقت پر عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا واجب ہے، اس کی تائید قرآنی آیات اور سنت نبویہ سے ہوتی ہے کیوں کہ اسلامی ملک کا تقاضا ہے کہ ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آئے جس میں عدل ومساوات کی حکمرانی ہو اور ظلم کی تمام تر شکلیں ناپید ہوں اور اس کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہر انسان جو اپنے حق کا طالب ہو اس کے لیے میدان کشادہ ہو، راستے ہموار ہوں تاکہ آسان اور مختصر راستوں کے ذریعے سے اپنا حق لے سکے۔ اسے کسی مشقت یا رشوت ادا کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ نیز اسلامی حکومت کے اہم مقاصد میں سے ہے کہ وہ تمام اسباب ووسائل جو حصول حق کی راہ میں رکاوٹ بنیں انہیں ختم کر دے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ملک میں یہی کیا۔ آپ نے دروازوں کے دونوں پٹ کھول دیے تاکہ رعایا اپنے حقوق پا سکے، آپ نے نفس نفیس رعایا کی خبر گیری کی، اسے ہر متوقع ظلم سے بچایا اور حکام ورعایا کے درمیان عدل کی وہ خوب صورت مثال قائم کی جو تاریخ کا زرّیں باب ہے۔ آپ فریقین کے درمیان عدل قائم کرتے اور فیصلہ حق کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ یہ نہیں سوچتے تھے کہ جن کے خلاف فیصلہ ہوا ہے وہ دشمن ہیں یا دوست، مال دار ہیں یا فقراء۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑧﴾ (المائدة: ٨)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے عدل وانصاف کا نمونہ تھے جس نے دلوں کو فتح کر لیا اور عقلیں حیرت زدہ رہ گئیں، آپ کی نگاہ میں عدل وانصاف اسلام کی ایک عملی دعوت تھی جس سے لوگوں کے دلوں کو ایمان کے لیے وسیع کیا

❶ فقه التمكين فى القرآن الكريم، الصلابى، ص: ٤٥٥
❷ تفسير الرازى: ١٠/ ١٤١

Marfat.com

جا سکتا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل پر چلتے رہے، آپ کی سیاست اس عدل پر قائم تھی جس سے تمام انسان مستفید ہو رہے تھے۔ آپ واقعیت اور حقیقت کے میدان میں اپنے عادلانہ عمل میں ایسے کامیاب رہے جس کی کوئی مثال نہیں اور جسے قبول کرنے سے عقلیں ششدر ہیں، یہاں تک کہ آپ کا نام اور عدل لازم و ملزوم ہوگئے تھے۔ جس کسی کو آپ کی سیرت سے ادنیٰ واقفیت ہے اس کے لیے بہت مشکل ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کردے۔ اس بڑی کامیابی کے پیچھے چند اسباب اور عوامل تھے جو آپ کے لیے معاون ثابت ہوئے:

۱: آپ کی مدتِ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت سے طویل رہی۔ آپ کی مدت خلافت دس سالوں سے بھی زیادہ رہی جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف دو سال کچھ مہینوں پر ختم ہوگئی۔

۲: آپ حق پر مضبوطی سے قائم رہنے والے تھے، بلکہ اس سلسلہ میں دوسروں کے بالمقابل اپنے اور اپنے اہل و عیال پر زیادہ ہی سخت تھے، جیسا کہ ہم اس کا مشاہدہ عنقریب کریں گے۔

۳: اللہ سے جلد ملاقات پر آپ کا ایمان اس قدر مضبوط تھا کہ ہر کام میں لوگوں کی رضامندی سے پہلے اللہ کی رضامندی کے طالب ہوتے تھے، صرف اللہ سے ڈرتے اور انسانوں میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔

۴: صحابہ اور تابعین کے دلوں میں اسلامی شریعت کی گرفت قوی تھی جس کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے تمام کاموں کو سب کی طرف سے فوراً تائید، مثبت جواب اور تعاون مل جاتا تھا۔ [1]

۵: لوگوں میں آپ کے عدل و انصاف کی چند مثالیں:

آپ نے ایک مسلمان کے خلاف یہودی آدمی کے حق میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا، یہودی کے کفر نے آپ کو اس بات پر نہیں ابھارا کہ آپ اس پر ظلم کریں اور عدل سے ہٹ جائیں۔

امام مالک رحمہ اللہ [2] نے سعید بن مسیّب کی سند سے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان اور یہودی جھگڑا لے کر آئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے لہٰذا آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا، تو یہودی نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔ [3]

آپ نے اپنے گورنروں کو یہ حکم دیا تھا کہ حج کے موسم میں آپ سے ملاقات کیا کریں، جب وہ یکجا ہوجاتے تو آپ فرماتے: ''اے لوگو! میں نے اپنے گورنروں کو تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ تمہاری چمڑی ادھیڑ لیں اور مال ہڑپ کرلیں، ان کو میں نے بھیجا ہے تاکہ تمہارے (آپسی مظالم کے) درمیان حائل ہوں اور تمہارے مالِ غنیمت کو تمہارے درمیان تقسیم کریں۔ لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف برتاؤ کیا گیا ہو وہ کھڑا

---

[1] نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدين، حمد محمد عبد الصمد، ص: ١٤٥

[2] الوسيط في القرآن الكريم، الصلابي، ص:٩٦.

[3] المؤطا، كتاب الأقضية، باب الترغيب في القضاء بالحق، حديث نمبر: ٢

Marfat.com

ہو جائے۔'' چنانچہ ایک آدمی کے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! آپ کے گورنر نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے (گورنر سے) فرمایا: تم نے اس کو کیوں مارا ہے؟ (اور اس آدمی سے کہا) اٹھو، اور ان سے بدلہ لو۔ (اسی دوران) عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو یہ سلسلہ لمبا ہو جائے گا اور آپ کے بعد جو بھی آئے گا اس کے لیے یہ چیز سند بن جائے گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں بدلہ نہ دلاؤں، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود بدلہ دلاتے ہوئے دیکھا ہے؟ عمرو بن عاص نے کہا: ہم کو اجازت دیجیے ہم اسے راضی کر لیں۔ آپ نے فرمایا: لے جاؤ اسے راضی کرلو۔ چنانچہ دوسو دینار یعنی ہر کوڑے پر دو دینار کے بدلے اسے راضی کرلیا۔ ❶ اگر وہ اسے راضی نہ کر پاتے تو آپ اسے بدلہ دلاتے۔

مصر کا ایک باشندہ آپ کے پاس عمرو بن عاص کے بیٹے کی شکایت لے کر آیا...... عمرو بن عاص اس وقت مصر کے گورنر تھے...... اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں ظلم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو نے اچھی پناہ گاہ ڈھونڈی۔ اس نے کہا: میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے دوڑ میں مقابلہ کیا اور میں اس سے آگے نکل گیا۔ اس پر وہ مجھے کوڑے سے مارنے لگا اور کہا میں معزز فرد کا بیٹا ہوں۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا اور انہیں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور مارو۔ وہ اسے مارنے لگا اور عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: ''معزز فرد کے بیٹے کو مار۔'' انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس نے مارا، اللہ کی قسم اس نے اس کو خوب مارا اور ہماری تمنا تھی کہ اسے مارا جائے، وہ اسے مسلسل کوڑے مارتا رہا یہاں تک کہ ہم نے تمنا کی کہ اب نہ مارا جائے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مصری سے کہا: عمرو بن عاص کے سر پر مارو۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! ان کے لڑکے نے مجھے مارا تھا اور میں نے اس سے بدلہ لے لیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا: تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے، حالاں کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا؟ عمرو بن عاص نے فرمایا: اے امیر المومنین! نہ میں نے اس واقعہ کو جانا اور نہ وہ (مصری) میرے پاس آیا۔ ❷

خلفائے راشدین کی حکومت عدل کی بنیادوں پر قائم رہی، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب بات کہی ہے:

> ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل پسند حکومت کی مدد کرتا ہے اگرچہ وہ کافر ہو اور ظالم حکومت کی مدد نہیں کرتا اگرچہ وہ مسلم ہو۔ عدل ہی سے افراد کی اصلاح ہوتی ہے اور اموال میں برکت ہوتی ہے۔'' ❸

---

❶ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۲۹۳، ۲۹۴

❷ وسطية أهل السنة بين الفرق، محمد باکریم، ص: ۱۷۰ ❸ السياسة الشرعية، ص: ۱۰

Marfat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ملک میں مساوات اور برابری کی جن بنیادوں پر حکومت قائم کی وہ ان اہم بنیادوں میں سے ایک ہے جسے اسلام نے نافذ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾

(الحجرات: ۱۳)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

بے شک حاکم اور محکوم، مرد و عورت، عرب و عجم، سفید و سیاہ سب لوگ اسلام کی نگاہ میں برابر ہیں۔ اسلام نے جنس، رنگ، نسب، طبقہ، حاکم اور محکوم کی بنیادوں پر انسانوں کی ہر تفریق کو مٹا دیا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں سب کے سب برابر ہیں۔ ❶

اس اصول کو زندہ کرنے میں عمر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ بہترین نمونہ بن کر سامنے آیا۔ لہٰذا اس مقام پر آپ کے ان بعض مواقف کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے آپ کے ملک میں عدل و مساوات کی بنیادوں کو استحکام ملا:

(۱)...... عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ اور اس کے قرب و جوار کے لوگ قحط سالی کے شکار ہوئے، مدینہ کو ایسے وقت میں پانی کی سخت ضرورت تھی جب کہ زمین سے ریت اور دھول اڑ رہی تھی، ❷ اسی لیے اس سال کو ''عام الرمادۃ'' یعنی ریت والا سال کہا جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر قسم کھا لی کہ پنیر، دودھ اور گوشت وغیرہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کہ لوگ پہلی جیسی زندگی نہ پا لیں۔ اتفاق سے بازار میں گھی کا ایک ڈبہ اور دودھ کی ایک مشک آئی، عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے چالیس درہم میں ان دونوں کو خرید لیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور کہا: اے امیر المومنین! اللہ نے آپ کی قسم کو پورا کر دیا اور ثواب کو بڑھا دیا، بازار میں دودھ کی ایک مشک اور گھی کا ڈبہ آیا تھا ہم نے اسے چالیس درہم میں خرید لیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے دونوں کو خرید کر حد سے تجاوز کیا ہے، ان دونوں کو صدقہ کر دو، مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ کسی چیز کے کھانے میں اسراف کروں اور کہا: مجھے رعایا کی حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے جب تک کہ میں بھی اس مصیبت سے نہ گزروں جس سے وہ گزر رہے ہیں۔ ❸

یہ ہے اس قحط سالی کے موقع پر آپ کا موقف، جسے ''عام الرمادۃ'' کہا جاتا ہے۔

مہنگائی کے ایام میں بھی آپ کے موقف میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی، لوگ ایک سال مہنگائی کے دور سے گزرے،

---

❶ فقه التمكين فى القرآن الكريم، ص: ٥٠١ ❷ فقه التمكين فى القرآن الكريم ٤ ص: ٥٠١.

❸ تاريخ الطبرى: ٤/ ٩٨ بحواله نظام الحكم فى الشريعة والتاريخ الإسلامى: ١/ ٨٧

Marfat.com

گھی مہنگا ہوگیا، عمر رضی اللہ عنہ تیل کھانے لگے، جس سے آپ کا پیٹ گڑگڑانے لگا، آپ نے پیٹ کو مخاطب کر کے کہا: تم جتنا چاہو گڑگڑاؤ، تم اس وقت تک گھی نہ کھاؤ گے جب تک کہ لوگ اسے نہ کھانے لگیں۔ ❶

(۲)...... خلفائے راشدین کے دور میں مساوات کے اصول کی تنفیذ کسی ایک معاملہ پر منحصر نہ رہی، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مخصوص معاشرتی احوال تک میں اس کا نفاذ ہوا۔ حتیٰ کہ اس کی مثال خادم ومخدوم میں بھی دیکھی گئی۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج کرنے گئے۔ صفوان بن امیہ نے ان کے لیے کھانا پکایا، وہ (صحابہ) ایک بڑے برتن میں (کھانا) چار آدمی اٹھا کر لائے، کھانا سب کے سامنے رکھا گیا، سب کھانے لگے اور خادم کھڑے رہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم انہیں اپنے سے دور رکھتے ہو؟ سفیان بن عبداللہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے اے امیر المومنین! البتہ خود کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے ہوئے اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، اپنے خادموں پر خود کو ترجیح دیتے ہیں (یعنی پہلے خود کھاتے ہیں پھر ان کو کھلاتے ہیں) اللہ ان کے ساتھ ایسا ہی کرے۔ پھر خادموں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: تم لوگ بھی بیٹھو اور کھاؤ، چنانچہ خادم بھی بیٹھ گئے اور کھانے لگے اور امیر المومنین نے نہیں کھایا۔ ❷

جب تک سارے مسلمانوں کو کھانا میسر نہ ہوتا آپ خود نہیں کھاتے تھے، آپ ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھتے تھے۔ عام الرمادۃ میں شام کے وقت ایک روٹی کھاتے، تیل میں توڑ کر ثرید بنا لیتے، مسلسل کئی دنوں تک یہی حالت تھی، یہاں تک کہ ایک دن صحابہ نے چند اونٹوں کو ذبح کیا، ❸ اور لوگوں کو کھلایا اور ایک کپ بھر کر اچھا گوشت آپ کے پاس لایا گیا، اس میں کوہان اور کلیجے کی چند بوٹیاں تھیں۔ آپ نے کہا: یہ کہاں سے آیا؟ صحابہ نے کہا: امیر المومنین! ان اونٹوں کا گوشت ہے جنہیں ہم نے آج ذبح کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: تھوتھو، میں کتنا برا حاکم ہوں، کہ بہترین گوشت میں کھاؤں اور دوسرے لوگ ہڈیاں کھائیں، پھر روٹی اور تیل لایا گیا، آپ اسے اپنے ہاتھ سے توڑا اور اس کا ثرید بنایا۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ عدل ومساوات کے اصول کو صرف مدینہ ہی میں نہیں نافذ کرنا چاہتے تھے بلکہ تمام ریاستوں میں اپنے تمام گورنروں کو اسی بات کی تعلیم دینا چاہتے تھے یہاں تک کہ کھانے پینے کے بارے میں بھی۔ ❺

(۳)...... عتبہ بن فرقد جب آذربیجان گئے تو انہیں ضیافت میں حبیص (ایک قسم کی مٹھائی) پیش کی گئی، جب آپ نے اسے کھایا تو بہترین میٹھا پایا اور کہا: اگر اسی طرح امیر المومنین کے لیے بنایا جاتا تو بہتر ہوتا۔

❶ مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۱۰۱ .

❷ مناقب امیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۱۰۱ .

❸ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ۱/ ۸۷ .

❹ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ۱/ ۱۸۸ .

❺ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ۱/ ۱۸۷ .

Marfat.com

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دو بڑی ٹوکری بھر کر میٹھی چیز تیار کی، پھر اسے دو آدمیوں کے ساتھ اونٹ پر لاد کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا، جب وہ دونوں اسے لے کر آپ کے پاس آئے اور کھولا تو آپ نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میٹھی چیز ہے، پھر آپ نے اسے چکھا، اور اسے میٹھا پایا۔ آپ نے پوچھا: کیا سارے مسلمان اپنے گھر میں اسی سے شکم سیر ہوتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: جب ایسی بات ہے تو ان دونوں ٹوکریوں کو واپس لے جاؤ۔ پھر آپ نے عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''حمد وصلاۃ کے بعد! یہ نہ تیرے باپ کی کوشش سے ہے نہ تیری ماں کی کوشش سے، تم اپنے گھر میں جس چیز سے شکم سیر ہوتے ہو اسی سے تمام مسلمانوں کو شکم سیر کرو۔'' ❶

(۴)...... آپ نے لوگوں میں عدل ومساوات قائم کرنے کی ایک مثال اس وقت قائم کی جب آپ کے پاس مال آیا اور آپ اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے لگے، لوگوں نے بھیڑ لگا دی، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لوگوں سے مزاحمت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور آپ تک پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں ایک درّہ لگایا اور کہا: تم زمین میں اللہ کے سلطان سے نہیں ڈرے اور ازدحام کو چیرتے ہوئے آگے نکل آئے، تو میں نے سوچا کہ تم کو بتا دوں کہ اللہ کا سلطان بھی تم سے قطعاً نہیں ڈرتا۔ ❷

ہمیں معلوم ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت مل گئی تھی، آپ عراق، مدائن اور کسریٰ کے فاتح تھے، ان چھ افراد میں سے ایک تھے جنہیں مجلس خلافت کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے متعین کیا تھا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت آپ سے خوش تھے، آپ شہسوار اسلام کہے جاتے تھے، لیکن ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بھی عدل ومساوات کی کتنی بہترین مثال قائم کی۔ ❸

(۵)...... ابن الجوزی سے روایت ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب کہ آپ مصر کے گورنر تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن پر شراب نوشی کی حد نافذ کی۔ لوگ یہی جانتے تھے کہ کوئی بھی شرعی حد شہر کے عام میدان میں نافذ ہوتی ہے تا کہ وہ سزا سب کے لیے باعث عبرت ہو۔ لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے صاحبزادے پر گھر کے اندر جا کر حد نافذ کی، جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا:

''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مجرم ابن العاص کے نام! اے عاص کے بیٹے! مجھے تجھ پر اور میرے عہد وپیمان کے خلاف تیری جرأت پر حیرت ہے، تمہارے بالمقابل میں نے بعض ان

---

❶ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزي، ص: ۱٤٧

❷ الخلفاء الراشدون، ص: ٢٤٣

❸ نظام الحكم فى الشريعة الإسلامية والتاريخ الإسلامي: ١/ ٨٨

Marfat.com

بدری صحابہ کی مخالفت کی جو تم سے بہتر تھے، میں نے تمہیں اس لیے منتخب کیا تھا کہ تم میری طرف سے دفاع کرو گے اور میرے عہد کو نافذ کرو گے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بھی اسی (خامی) میں لت پت ہو جس میں میں لت پت ہوں، اگر میں تم کو عہدہ سے برطرف کرتا ہوں تو یہ بھی اچھی بات نہیں ہے، تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں مارا جب کہ جانتے ہو کہ یہ میرے مزاج وعہد کے خلاف ہے، عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک فرد ہے، جو کچھ تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو وہی اس کے ساتھ کرو۔ لیکن تم نے کہا کہ یہ امیر المومنین کے صاحبزادے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر میرے نزدیک کسی پر اللہ کا حق واجب ہے تو اس میں اس کے لیے کوئی مروت ورعایت نہیں، لہٰذا جب تم کو یہ خط ملے تو اسے (عبدالرحمٰن کو) پالان پر رکھے ہوئے کپڑے کا چوغا پہنا کر روانہ کرو تا کہ اس کی سزا کو لوگ جان سکیں۔'' ❶

پھر انہیں مدینہ لایا گیا اور کھلے عام ان پر حد جاری کی گئی۔

ابن سعد نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے اور ابن زبیر نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز عبدالرزاق نے بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے پورا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے۔ ❷ اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شریعت میں عدل ومساوات کا کتنا اعلیٰ مقام ہے، امیر المومنین کا لڑکا مجرم ہے، لیکن وقت کا گورنر اس کی سزا معاف نہیں کرتا اور جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچتی ہے کہ ان کے لڑکے کے ساتھ رعایت کی گئی ہے تو اسے سخت سزا دی اور اس کے ذمہ دار کو جو فاتح مصر تھے سخت ترین ڈانٹ پلائی اور لڑکا جس سزا کا مستحق تھا اسے نافذ کرایا۔ بلاشبہ یہ سب کارروائیاں حدودِ الٰہیہ کی حفاظت اور اپنے لڑکے کی اصلاح ودرستگی کی خواہش پر مبنی تھیں، جب اپنی قریب ترین اولاد کے لیے آپ کا یہ رویہ تھا تو پھر دوسروں کے بارے میں آپ کیا سوچ سکتے ہیں۔ ❸

(۶)...... عدل ومساوات کی تاریخ میں ایک اہم ترین مثال جبلہ بن ایہم کے ساتھ عمر بن خطاب کا وہ واقعہ بھی ہے جسے مورخین حضرات مساوات کی تنفیذ میں عدم مروت کے باب میں ذکر کرتے ہیں۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے:

جبلہ، ہرقل کی جانب سے بنوغسان کا آخری حکمران تھا اور غسانی لوگ رومی سلطنت کی ماتحتی میں شام میں رہتے تھے اور شاہ روم غسانیوں کو ہمیشہ جزیرہ عرب کے باشندوں خاص طور سے مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارتا رہتا تھا۔ لیکن جب اسلامی فتوحات کی سرحدیں وسیع ہوگئیں اور رومیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں پے درپے ہزیمتیں اٹھائیں تو شام میں بسنے والے عرب قبیلوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنا شروع کر دیا،

---

❶ مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۲۳۵
❷ الخلافة الراشدة والدولة الأمویة، یحیٰی الیحیٰی، ص: ۳۴۵
❸ فن الحکم فی الإسلام، د/ مصطفٰی أبوزید، ص: ۴۷۵، ۴۷۶

غسانی حکمران نے بھی اسلام قبول کر لیا، نیز اس کے ساتھ اس کے دوسرے ساتھی بھی اسلام لے آئے، پھر اس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مدینہ آنے کی اجازت مانگی، عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قبول اسلام اور مدینہ آنے کی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی، چنانچہ وہ مدینہ آیا، اور لمبی مدت تک وہاں قیام کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہے اور اسے مبارک باد دیتے رہے۔ ایک مرتبہ وہ (غسانی) حج کے لیے گیا، اتفاق سے طوافِ کعبہ کے دوران بنو فزارہ کے ایک آدمی کے پاؤں سے اس کا ازار دب گیا اور پھر کھل کر نیچے گر گیا۔ غسانی حکمران اس پر غصے ہو گیا ...... چوں کہ وہ ابھی نو مسلم تھا...... اور فزاری کو زوردار تھپڑ مارا، جس سے اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ فزاری بھاگتے ہوئے اپنی مصیبت کی شکایت لے کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ نے جبلہ کو بلوایا اور اس سے پوچھا۔ اس نے جو کچھ ہوا تھا اس کا اقرار کیا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جبلہ! تم نے اپنے اس بھائی پر کیوں ظلم کیا اور اس کی ناک کیوں توڑی؟

غسانی نے جواب دیا کہ میں نے تو اس گنوار کے ساتھ بڑی نرمی کی ہے، اگر خانہ کعبہ کی حرمت وتقدس کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس کی آنکھیں نکال دیتا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم نے اقرار کر لیا ہے، اب یا تو تم اس آدمی کو راضی کر لو ورنہ میں اس کو تم سے بدلہ دلواؤں گا۔

جبلہ بن ایہم یہ سب دیکھ کر مزید دہشت میں پڑ گیا اور کہنے لگا: یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ ایک عام آدمی اور میں ایک بادشاہ؟

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے۔

غسانی نے کہا: میں نے سوچا تھا کہ جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام میں زیادہ معزز ہو کر رہوں گا۔

آپ نے فرمایا: یہ سب چھوڑو، اگر تم اس آدمی کو راضی نہیں کر لیتے تو اس کو تم سے بدلہ دلواؤں گا۔

جبلہ نے کہا: تب تو میں نصرانی ہی ہو جاتا ہوں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نصرانی ہو جاتے ہو تو میں تم کو قتل کروں گا، کیوں کہ تم اسلام لا چکے ہو، لہٰذا اگر مرتد ہوئے تو تمہیں قتل ہی کروں گا۔ [1]

اب جبلہ کو یقین ہو چکا تھا کہ جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیلہ بہانہ کرنا کچھ بھی سود مند نہیں ہے، اس لیے اس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مہلت مانگی تاکہ اس معاملہ میں کچھ غور کر لے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جانے اور سوچنے کا موقع دے دیا۔ جبلہ نے غور وفکر کے بعد ایک فیصلہ کیا اور وہ فیصلہ بھی ایسا جس میں وہ غلطی ہی پر تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ رات کی تاریکی میں اپنی قوم کے ساتھ مکہ چھوڑ کر قسطنطنیہ بھاگ

[1] ابن خلدون: ۲/ ۲۸۱ بحوالہ نظام الحکم، القاسمی: ۱/ ۹۰

Marfat.com

نکلے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور (قسطنطنیہ) نصرانی بن کر پہنچا، لیکن بعد میں اپنے اس فیصلہ پر وہ بہت شرم سار ہوا اور اس واقعہ کو بہترین اشعار میں بیان کیا، جسے تاریخ برابر دہراتی اور نقل کرتی ہے۔

اس واقعہ میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ شریعت کے مبدأ مساوات کی حفاظت کے کتنے حریص تھے۔ یقیناً اسلام نے حاکم اور رعایا کے درمیان مساوات قائم کی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مساوات کی مثالیں عملی شکل میں زندہ جاوید رہیں نہ کہ زبان، تحریر اور اشعار تک اس کا نعرہ محدود رہے کہ جسے صرف زبانیں گنگناتی رہیں۔ ❶

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مساوات کے ان اصولوں کو نافذ کیا جنہیں ربّ العالمین کی شریعت میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے اس کی زندہ وپائندہ مثالیں قائم کیں جو لوگوں کے ذہنوں میں نقش ہو گئیں، آپ شفقت پدری کے آگے نہ جھکے، بھاری بھرکم القاب سے خائف ہو کر اپنے فیصلوں سے نہیں پلٹے اور نہ کسی کی تبدیلی مذہب یا فاتح ملک کی آن بان نے آپ کو مرعوب کیا۔ مساوات کا عظیم اصول آپ کے نزدیک حقیقی شکل میں موجود اور زندہ تھا، اسے حاکم ومحکوم اور ہر مقہور ومظلوم نے محسوس کیا۔ ❷ یہی وجہ ہے کہ خلافت راشدہ کے مسلم معاشرہ میں مساوات کے اصولوں کی تنفیذ کا بہترین ثمرہ ملا اور احساس مساوات نے اس دور کے لوگوں پر بہت اچھا اثر چھوڑا، انہوں نے اعزاز وبرتری، سرداری اور اولیت کے دعووں کی زمانے سے چلی آ رہی عصبیت کو پھینک دیا اور جاہلیت پر مبنی حسب ونسب کی تفریق کو مٹا دیا۔ کسی بھی اعلیٰ منصب پر فائز آدمی نے ادنیٰ درجہ کے آدمی پر ظلم کرنے کو نہ سوچا، نہ کوئی کمزور اپنا حق پانے سے مایوس رہا۔ حقوق وواجبات میں سب برابر رہے، خلافت راشدہ کے مسلم معاشرہ میں مساوات کے اصول نئی روشنی بن کر چمکے جس سے اسلام نے اسلامی معاشرہ کے چپے چپے کو روشن کر دیا، یقیناً صالح معاشرہ کے وجود میں مساوات کے اصولوں کا زبردست اثر تھا۔ ❸

آزادیاں:

خلفائے راشدین کی حکومتیں جن اہم اصولوں پر قائم تھیں ان میں سے ایک اصول ''آزادی'' کا بھی تھا۔ اس اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام انسانوں کی ہر طرح کی آزادیوں کی ضمانت لی جائے۔ اسلام کی دعوت درحقیقت انسانوں کی مکمل آزادی کی دعوت تھی، تمام انسانوں کی آزادی، ایسی وسیع وعریض دعوت کہ شاید تاریخ میں کم ہی اس کی مثال مل سکے۔ آزادیوں کی دعوت کے میدان میں سب سے پہلے قرآنی آیات کی روشنی میں لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی گئی، کائنات کی ہر شے اور تمام مخلوقات

---

❶ فن الحکم فی الإسلام، ص: ٤٧٧، ٤٧٨

❷ فن الحکم فی الإسلام، ص: ٤٧٨

❸ المجتمع الإسلامی دعائمه وآدابه، د/ محمد أبو عجوة، ص: ١٦٥

Marfat.com

سے بے نیاز ہو کر صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی گئی، توحید کی اس دعوت میں بنی نوع انسان کے لیے آزادی واستقلال کے تمام معانی پوشیدہ تھے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر اسلام نے آزادی کے تمام تر معانی، مدلولات اور مفاہیم کا ایک جامع تعارف پیش کیا۔ پس کبھی یہ آزادی مثبت عمل کی شکل میں سامنے آتی ہے جیسے کہ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور کبھی منفی عمل کی شکل میں سامنے آتی ہے جیسے کہ جبراً کسی کو دین اسلام میں داخل کرنے سے منع کرنا اور بیشتر مواقع پر رحمت، عدل، مشورہ اور مساوات کی شکل میں آزادی کا مفہوم سامنے آتا ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ تمام ہی زرّیں اصول جن کا اسلام نے مطالبہ کیا ہے آزادی کے بغیر ان کا وجود نہیں ہوسکتا اور نہ وہ صحیح شکل میں باقی رہ سکتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور حکومت میں آزادی کے اصولوں کا بول بالا رہا، خاص طور سے دین اسلام کی تیزی سے نشر واشاعت، مسلمانوں کی فتوحات میں پیش رفت اور ان کی ملکی سرحدوں میں وسعت کے ساتھ ساتھ اسلامی حریت کا خوب رواج ہوا۔ اس لیے کہ اسلام ہی نے انسانوں کو اعزاز بخشا اور اسے سب سے زیادہ آزادیوں سے نوازا اور اس لیے بھی کہ اس دور میں روم وفارس کی حکومتوں کے جو سیاسی نظام وقوانین نافذ تھے سب ظلم واستبداد اور گروہ بندی ودھڑے بازی پر مبنی تھے جس سے رعایا تنگ آچکی تھی۔

خاص طور پر سیاسی مخالفین اور مذہبی اقلیتیں بدترین وحشت ومظالم اور مصائب ومشکلات کا شکار تھیں۔ مثال کے طور پر رومی سلطنت یعقوبی مذہب کے ماننے والوں کو، خاص طور سے مصر وشام میں، اس بات پر مجبور کرتی تھی کہ ملکانی مذہب کو جو وہاں کا ملکی مذہب ہے، قبول کریں۔ بہت سارے مخالفین کو مشعلوں سے ڈھونڈ نکالا گیا، مشعل کی آگ جلی اور اسے مخالفین کے جسموں میں لگا دیا گیا، یہاں تک کہ وہ سب جل کر راکھ ہوگئے، اور ان کے پہلوؤں کی چربیاں زمین پر بہنے لگیں اور سنگ دل جابر حکمراں مقدونی مجلس کی قرار داد کے مطابق اسے ایمانی کام سمجھتے رہے، یا ایسے مخالفین کو ریت کی بوریوں میں بھر کر سمندر کی گہرائیوں میں ڈال دیا گیا۔ فارسی سلطنت بھی مختلف ادوار میں آسمانی ادیان کے ماننے والوں پر بربریت کا پہاڑ توڑتی تھی اور جب رومی سلطنت سے اس کی لڑائی تیز ہوگئی تو اس وقت مسیحیوں پر خاص مظالم ڈھائے، لیکن جب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا دور آیا تو سب کو عام آزادی میسر ہوئی جو آج بھی ہمارے درمیان معروف ہے اور مکمل طور سے محفوظ ہے۔ [1]

اب میں دور فاروقی کی آزادیوں سے متعلق چند چیزوں کا تفصیل سے ذکر کر رہا ہوں:

---

[1] نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین، حمد حمد الصمد، ص: ۱۵۷، ۱۵۸

ا: مذہبی عقیدہ کی آزادی: ❶

مذہب اسلام نے کسی فرد کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اسے اللہ کی مخلوق، اس کی کائنات اور دین کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ لوگوں سے اچھے طریقے سے گفتگو کریں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲۵۶)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ﴾

(الشورٰی: ۴۸)

''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۲۵﴾ (النحل: ۱۲۵)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶﴾ (العنکبوت: ۴۶)

''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

---

❶ مذہبی عقیدہ کی آزادی صرف غیر مسلموں کے لیے ہے بشرطیکہ وہ اس کی نشر واشاعت نہ کریں، البتہ مسلمانوں کے لیے یہ آزادی نہیں کہ جس طرح کے کفریہ وشرکیہ افکار وعقائد چاہیں اختیار کریں، بلکہ ان پر ارتداد کا قانون اور مرتد کی سزا نافذ ہوگی۔ (مترجم)

اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

بہر حال سیرت فاروق میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ آپ نے اپنے دورِ حکومت میں مذہبی آزادی کی پوری حمایت کی اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے نقش قدم پر چلتے رہے، آپ نے اہل کتاب کو ان کے مذہب پر باقی رکھا، ان سے جزیہ وصول کیا اور عہد و معاہدہ کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، ان کی عبادت گاہوں کو منظم کیا گیا، ان کو ڈھایا نہیں گیا، بلکہ اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا، اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ (الحج: ٤٠)

''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔''

چنانچہ عہد فاروقی کی اسلامی فتوحات جسے صحابہ نے بڑی بے جگری سے انجام دیا، اس بات پر شاہد ہیں کہ اسلام نے دیگر مذاہب کا پورا احترام کیا ہے اور اس کی اعلیٰ قیادت کسی کو زبردستی مسلمان بنانے سے ہمیشہ گریزاں رہی ہے۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی نصرانی عورت اپنی کسی ضرورت سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے اس سے کہا: مسلمان ہو جاؤ، محفوظ رہو گی۔ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تھا۔ اس نے جواب دیا: میں بہت ہی بوڑھی عورت ہوں اور موت میرے بہت ہی قریب ہے۔ آپ نے اس کی ضرورت پوری کر دی، لیکن ڈرے کہ کہیں آپ کا یہ کام اس کی ضرورت سے غلط فائدہ اٹھا کر اسے مجبوراً مسلمان بنانے کے مترادف نہ ہو جائے۔ اس لیے آپ نے اپنے عمل سے اللہ سے توبہ کی اور کہا: اے اللہ! میں نے اسے سیدھی راہ دکھائی تھی اسے مجبور نہیں کیا تھا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی غلام تھا اس کا نام ''اشق'' تھا، اس کا بیان ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا نصرانی غلام تھا، آپ نے مجھ سے کہا: مسلمان ہو جاؤ تاکہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں تم سے میں مدد لیا کروں کیوں کہ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کے معاملے میں ان لوگوں سے مدد لوں جو غیر مسلم ہیں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ''دین اسلام میں زبردستی نہیں۔'' اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا: تمہاری جہاں مرضی ہو چلے جاؤ۔ ❷

اہل کتاب اپنی عبادت گاہوں اور گھروں میں اپنے مذہبی شعائر کی ادائیگی کرتے اور عبادت کے طریقوں کو

---

❶ معاملة غير المسلمين في المجتمع الإسلامي، إدوار غالي، ص: ٤١

❷ نظام الحكم في الشريعة الإسلامية والتاريخ الإسلامي: ١/ ٥٨

Marfat.com

بجا لاتے تھے، لیکن کوئی اس سے انہیں منع نہیں کرتا تھا، محض اس لیے کہ اسلامی شریعت نے انہیں عقیدہ کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ امام طبری رحمہ اللہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس معاہدہ کو نقل کیا ہے جس میں آپ نے ایلیا (بیت المقدس) والوں کی جان، مال، صلیب اور کنیسوں کو تحریری امان دی تھی۔ ❶ اسی طرح مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر والوں کے لیے جو معاہدہ لکھا تھا اس میں تحریر تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''عمرو بن عاص کی طرف سے مصر والوں کے لیے یہ عہد نامہ ہے کہ انہیں ان کی جان، مذہب، مال، کنیسے اور صلیب میں نیز خشکی و سمندر میں امان دی جا رہی ہے۔''

اور آپ نے مزید یہ کہتے ہوئے اپنے عہد نامہ کو پختہ کیا:

''میرے اوپر یہ عہد نامہ یعنی اللہ کا عہد، اس کے رسول، امیر المومنین اور مسلمانوں کے ذمہ نافذ ہوگا۔'' ❷

فقہاء کا اتفاق ہے کہ ❸ (اسلامی حکومت میں) ذمیوں کو اپنے مذہبی شعائر کی ادائیگی کا پورا حق ہے اور جب تک وہ ان شعائر کو علانیہ نہ کریں انہیں منع نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ ان شعائر کو علی الاعلان بجا لانا چاہتے ہیں، مثلاً صلیب کا جلوس باہر نکالیں تو فقہاء کی نگاہ میں انہیں صرف مسلم آبادی کے علاقوں میں اس سے منع کیا جائے گا، ان کے شہروں اور گاؤں میں نہیں منع کیا جائے گا۔ ❹

محمد غزالی نے آزادی عقیدہ کے باب میں اسلام کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''دنیا والوں کے لیے جس مذہبی آزادی کا اسلام ضامن ہے، پانچوں براعظموں میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مستقل طور پر کسی دین کی عالمی گرفت رہی ہو اور اپنے مذہبی مخالفین کو ترقی و بقا کے وہ اسباب مہیا کیے ہوں جنہیں اسلام نے پیش کیا۔'' ❺

عمر فاروق رضی اللہ عنہ معاشرہ میں مذہبی عقیدہ کی مکمل آزادی دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے یہود و نصاریٰ کے بارے میں اپنی سیاست کو نہایت مختصر و جامع انداز میں اس طرح بیان کیا:

''ہم نے ان سے اس شرط پر معاہدہ کیا ہے کہ ان کے اور ان کے کنیسوں کے درمیان ہم کوئی رخنہ نہیں ڈالیں گے، ان کی جو مرضی ہوگی وہ اس میں پڑھیں گے۔ وہ جس چیز کی طاقت نہیں رکھتے ہم انہیں اس کے لیے مکلف نہیں کریں گے، اگر ان کے دشمن ان کو تکلیف دینا چاہیں تو ہم ان سے

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ١٥٨۔ ❷ البداية والنهاية: ٧/ ٩٨

❸ السلطة التنفيذية، د/ محمد الدهلوي: ٢/ ٧٢٥

❹ السلطة التنفيذية، د/ محمد الدهلوي: ٢/ ٧٢٥ آپ نے اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہے۔

❺ حقوق الإنسان بين تعاليم الإسلام واعلان الأمم المتحدة، ص: ١١١

Marfat.com

لڑائی کریں گے، مزید ہمارا یہ عہد ہے کہ ان کے اور ان کے فیصلوں کے درمیان ہم حائل نہ ہوں گے مگر یہ کہ وہ خوشی خوشی ہمارے فیصلے کو ماننے کے لیے آگے آئیں تو ہم ان کا فیصلہ کریں گے اور اگر وہ ہم سے دور رہے تو ہم ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔'' ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں کی غلطیوں سے بہت درگزر کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر وہ کبھی جزیہ دینے سے عاجز رہتے تو آپ انہیں معاف کر دیتے۔ ابوعبیدہ نے اپنی کتاب ''الاموال'' میں ذکر کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک گھر کے دروازے سے گزرے اس پر ایک بھکاری آواز لگا رہا تھا: ''بہت بوڑھا ہوں، اندھا ہوں، دکھائی نہیں دیتا۔'' آپ نے پیچھے سے اس کے بازو پر مارا اور کہا تم یہودی ہو یا نصرانی؟ اس نے کہا: یہودی۔ آپ نے پوچھا: میں جو دیکھ رہا ہوں اس کام پر تم کو کس چیز نے مجبور کیا؟ اس نے کہا: میں جزیہ کی ادائیگی، ضرورت کی تکمیل اور بڑھاپے کی وجہ سے مانگ رہا ہوں۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور گھر سے کچھ دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور کہا: اسے اور اس طرح کے جو دوسرے لوگ ہوں ان کا خیال رکھو۔ اللہ کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی کو کھالیں، پھر بڑھاپے میں اسے رسوا کریں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا۔ ❷ اور پھر اپنے تمام گورنروں کے نام اس معاملے میں یہی فرمان جاری کیا۔ ❸

یہ تمام واقعات اسلامی انصاف پسندی پر دلالت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کے ہمیشہ حریص رہے کہ آپ کی حکومت عدل وانصاف اور رعایا کے ساتھ نرمی کی بنیادوں پر قائم رہے، اگرچہ رعایا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح خلافت راشدہ کی مدت میں مذہبی آزادی واضح شکلوں میں موجود رہی، ملکی سطح پر اس کی نگرانی ہوتی رہی اور ربانی شریعت کے ساتھ محفوظ رہی۔

۲۔ آمد ورفت اور صبح وشام چلنے پھرنے کی آزادی:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آزادی کے شدید خواہش مند تھے، البتہ آپ نے بعض استثنائی حالات میں ضرورت کے پیش نظر اس کے ساتھ کچھ شرطیں لگا دی تھیں تاہم وہ استثنائی حالات بھی بہت کم ہیں۔ ہم مثال کے طور پر یہاں صرف دو حالتوں کا تذکرہ ان کی اہمیت کے پیش نظر بیان کر رہے ہیں:

❀: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کو مدینہ سے باہر مفتوحہ علاقوں کا سفر کرنے سے روک دیا، مگر یہ کہ آپ سے اجازت لے لیں، یا کوئی سرکاری ذمہ داری دے کر انہیں بھیجا جائے، جیسا کہ کسی کو گورنر یا فوجی کمانڈر وغیرہ بنانا

❶ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین، ص: ۱۱۷
❷ الاموال، أبوعبید، ص:۵۷۔ أحکام أهل الذمة، ابن القیم: ۱/ ۳۸
❸ نصب الرایة، الزیلعی: ۷/ ۴۵۳

ہو۔ آپ نے یہ قدم اس لیے اٹھایا تھا تاکہ ان سے مشورہ لیا جاسکے اور حکومتی سطح پر مشکل حالات میں ان کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ ساتھ ہی ساتھ دوسرے شہروں میں ان کے سفر کرنے اور اقامت گزیں ہونے کے باعث ممکنہ فتنوں اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار ہونے سے بچا جاسکے۔ ❶

یہ آپ کی سیاسی حکمت وبصیرت اور لوگوں کی طبیعتوں اور نفسیات سے بخوبی واقفیت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے کبار صحابہ کو مدینہ میں روک دیا اور کہا: مجھے اس امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف آپ لوگوں کی دوسرے شہروں میں منتقلی سے ہے۔ ❷

آپ کو یقین تھا کہ اگر اس سلسلے میں کوتاہی ہوئی تو مفتوحہ علاقوں میں فتنہ پھیل جائے گا اور لوگ ممتاز شخصیات کے اردگرد حلقہ بنالیں گے، پھر ان کے بارے میں شکوک وشبہات ابھرنے لگیں گے، جھنڈے اور قیادتیں مختلف ہوجائیں گی، پھر یہ چیز ہنگامہ کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب بن جائے گی۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی اسلامی ملک میں متعدد سیاسی اور دینی طاقتوں کے متعدد مراکز کے وجود سے ڈر رہے تھے کہ کہیں کسی شخص کے بارے میں یہ کہہ کر کہ یہ فلاں بزرگ صحابی ہیں، وہ فلاں جلیل القدر صحابی ہیں، اس کی رائے کی اہمیت واجلال کا قلادہ گلے میں نہ ڈال لیا جائے اور پھر اس کی رائے حکومت سے صادر ہونے والی قرار داد کے درجہ تک پہنچ جائے۔ آپ نے متعدد طاقتوں کے متعدد مراکز، اور حکومتی گرفت کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانے کے پیش نظر کبار صحابہ کو مدینہ کے اندر باقی رکھنے میں بھلائی سمجھی، تاکہ قرار دادوں کے نفاذ میں وہ لوگ بھی آپ کے شریک مشیر بن سکیں اور انفرادی اجتہاد کی ہنگامہ آرائی سے محفوظ رہیں۔ اگر یہ شرعی دلیل سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے نہ ہوتی تو آپ کی جانب سے صادر ہونے والا قرار قابل احترام اور قابل عمل نہ ہوتا۔

عمر رضی اللہ عنہ کو شرعی سند اس لیے ملی تھی کہ رعایا پر کوئی تصرف کرنا اس کی مصلحت سے مربوط ہے۔ ❹

❀: دوسری استثنائی حالت اس وقت پیش آئی جب کہ عمر نے نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہودیوں کو عرب ممالک سے عراق اور شام کی طرف جلا وطنی کا حکم دے دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ خیبر کے یہودی اور نجران کے نصاریٰ نے اپنے ان عہد وپیمان اور شرطوں کا التزام نہیں کیا تھا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کی تجدید کی تھی۔ خیبر کے یہودی اور نجران کے نصاریٰ کی مجلسیں مکر وفریب کا ٹھکانا تھیں۔ اس لیے ان شیطانی قلعوں کو ڈھانا اور ان کی قوتوں کو توڑنا بہت ضروری تھا۔ البتہ دوسری جگہوں کے یہود ونصاریٰ مدنی معاشرہ میں عام رعایا کی طرح زندگی گزار رہے تھے اور اپنے سارے حقوق سے فائدہ اٹھا

❶ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین، ص: ۱٦۰
❷ المرتضٰی سیرة أمیر المومنین، أبوالحسن ندوی، ص: ۱۰۹
❸ المرتضٰی سیرة أمیر المومنین، أبوالحسن ندوی، ص: ۱۰۹
❹ القیود الواردة علی سلطة الدولة، ص: ۱۵۱

Marfat.com

رہے تھے۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں اور عبدالرزاق بن ہمام صنعانی نے اپنی کتاب ''مصنف'' میں، ابن مسیب اور ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ .))

''جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہیں ہو سکتے۔''

امام مالک کا بیان ہے کہ ابن شہاب نے کہا کہ اس سلسلہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے خوب چھان بین کی، یہاں تک کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں اطمینان ویقین ہوگیا کہ آپ نے فرمایا ہے:

((لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِي جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ .))

چنانچہ آپ نے خیبر کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا۔ امام مالک کا کہنا ہے کہ عمر بن خطاب نے نجران اور فدک کے یہودیوں کو جلا وطن کیا۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کامل یقین تھا، یہی وجہ تھی کہ یہود اور نجران کے نصاریٰ نے اسلام اور مسلمانوں کے تئیں اپنے سخت بغض وحسد اور عداوت کے باعث مسلمانوں کے ساتھ اپنے عہد ومعاہدہ کا التزام نہ کیا۔ چنانچہ خیبر سے یہودیوں کی جلا وطنی کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب خیبر والوں نے عبداللہ بن عمر کا ہاتھ پیر مروڑ دیا (اور ٹیڑھا کر دیا) تو عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے بٹائی کا معاملہ کیا تھا، اور فرمایا تھا: ''نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ)) ''جب تک اللہ تعالیٰ تم کو یہاں رکھے گا ہم بھی تم کو قائم رکھیں گے۔''...... اور عبداللہ بن عمر اپنا مال وہاں لینے گئے، تو یہودیوں نے رات کو ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے۔ وہاں ان یہودیوں کے علاوہ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے، وہی ہمارے دشمن ہیں اور انہی پر ہمارا گمان ہے۔ میں ان کو وہاں سے نکال دینا چاہتا ہوں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو ابوحقیق کے لڑکوں میں سے ایک آپ کے پاس آیا اور کہا: کیا آپ ہم کو نکال دیں گے؟ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ٹھہرایا تھا اور ہم سے بٹائی کا معاملہ کیا تھا اور شرط کر لی تھی (کہ یہیں رہنا۔) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گیا ہوں، آپ نے فرمایا تھا: ''كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ . ''، ''اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا، راتوں رات تیری اونٹنی تجھے لیے پھرے گی۔'' اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم نے مذاق سے کہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے اور پھر آپ نے وہاں سے یہودیوں کو نکال دیا، اور پیداوار میں جو ان کا حصہ تھا اس کی قیمت ان کو دلوا دی کچھ نقد کچھ سامان دیا اونٹ، پالان، رسیاں وغیرہ۔ ❷

---

❶ السنن الكبرى، البيهقي: ۹/ ۲۰۸- رقم الحديث: ۱۸۷۵۱ مصنف عبد الرزاق: ٦/ ٥٣- رقم الحديث: ۹۸۸٤.

❷ صحيح البخاري، كتاب الشروط حديث نمبر: ۲۷۳۰

Marfat.com

یہودیوں نے غداری کی تھی اور اپنے عہد و پیمان کو توڑا تھا، لہٰذا یہ ایک فطرتی تقاضا تھا کہ وصیت رسول ﷺ کو نافذ کرتے ہوئے وہ جزیرہ عرب سے باہر نکال دیے جائیں، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ''تیماء'' اور ''اریحا'' بھیج دیا۔

رہے نجران کے نصاریٰ تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو معاہدے کیے تھے اور دورِ صدیقی میں اس کی تجدید کی تھی انہیں پورا نہ کیا، بعض شرطوں کی خلاف ورزی کی، سود خور ہوگئے اور سودی کاروباری کرنے لگے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نجران سے عراق بھیج دیا اور وہاں کے حکام کو لکھا کہ: ''شام اور عراق کے جن امراء کے پاس یہ جائیں وہ انہیں بنجر زمین دیں اور جس زمین کو وہ خود قابل زراعت بنالیں گے تو ان کی زمینوں کے بدلے اور اللہ کی رضا کی خاطر انہیں وہ زمینیں دے دی جائیں۔'' چنانچہ وہ عراق آئے اور کوفہ کے ایک گاؤں ''نجرانیہ'' کو اپنا مسکن بنایا۔ ❶

امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے بارے میں نصاریٰ سے ڈر رہے تھے۔ ❷

یہود و نصاریٰ کے اخراج سے متعلق دیگر اسباب کے مہیا ہو جانے کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی تنفیذ کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں جو سیاست اپنائی اس کی صداقتیں آج بھی جھلک رہی ہیں، نیز بغیر کسی سختی، ظلم اور تعدی کے جب جزیرۂ عرب سے ان کے اخراج کے جائز اسباب آپ کو مہیا ہوگئے تو آپ نے نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہودیوں کے مرکزی ٹھکانوں پر جو ٹھوس وار کیا اس میں آپ کی فقہی بصیرت نمایاں ہے۔

ان واقعات میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کس طرح آپ نے اسلام کے خلاف مکر و سازش کا ٹھکانا تیار ہونے سے پہلے ہی اسے ڈھا دیا، تاکہ زندہ اسلامی حکومت کے خاتمہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کا مخالفین کو موقع ہی نہ مل سکے۔

۳۔ حق امن، رہائش گاہ کی حرمت اور ملکیت کی آزادی:

حق امن:

متعدد قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں حق امن سے متعلق اسلامی تعلیمات موجود ہیں۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾﴾ (البقرة: ۱۹۳)

''ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔''

اور فرمایا:

❶ الاموال، أبوعبید، ص: ۲٤٥

❷ الخراج، أبویوسف، ص: ۷۹

Marfat.com

﴿فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ﴾ (البقرة: ١٩٤)

''پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔''

اسلام نے حق امن کے ساتھ حق زندگی کا بھی تعارف پیش کیا ہے، البتہ اس کا دائرہ حق امن سے زیادہ وسیع ہے۔ اس لیے کہ حق امن کا مسئلہ حکومت کی طرف سے منفی پہلو کو شامل ہوتا ہے، منفی پہلو کو شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ظالم کو سرکشی کرنے اور دھمکیاں دینے سے روکا جاتا ہے جب کہ حق زندگی میں ہر ظلم وتعدی کے دفاع کے ساتھ ساتھ جسم وجان کی حفاظت کا مثبت پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ حفاظت کی یہ ذمہ داری عمومی ہوتی ہے اور سب پر عائد ہوتی ہے، کیوں کہ کسی فرد واحد کا ناحق قتل تمام انسانوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ [1]

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ﴾ (المائدة: ٣٢)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔''

قرآنی دستور اور نبوی تربیت کی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور حکومت میں تمام افراد کو امن وسکون دینے اور ان کی زندگی کی حفاظت کرنے میں کامیاب رہے اور قیام امن وحفاظت زندگی کے حقوق کو استحکام بخشے، انہیں ہر قسم کی دست درازیوں سے بچانے اور کھلواڑ بننے سے ان کی حفاظت کے لیے شب بیداری کرتے رہے۔

آپ کہا کرتے تھے:

''میں نے تم پر اپنے گورنروں کو اس لیے نہیں متعین کیا کہ وہ تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں، تمہیں بے عزت کریں اور تمہارے مال غصب کر لیں، بلکہ انہیں اس لیے گورنر بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیں۔ لہٰذا اگر کسی پر اس کا گورنر کوئی ظلم کرے تو وہ مجھے بتائے تاکہ میں اس کا بدلہ دلا سکوں۔'' [2]

اور آپ کا قول ہے کہ

''کسی آدمی کو اقرار جرم کے لیے میں تکلیف دوں، دھمکیاں دوں، یا قید کر دوں تو گویا وہ اپنی جان

---

[1] نظام الحکم فی عهد الراشدین، ص: ١٦٣

[2] نظام الحکم فی عهد الراشدین، ص: ١٦٤

Marfat.com

کے سلسلہ میں مامون نہیں ہے۔'' ❶

آپکا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ دباؤ اور دھمکیوں کے نتیجہ میں کسی مشتبہ مجرم سے جرم کا اقرار اور اعتراف کرانا شرعاً معتبر نہیں ہے، خواہ اس کے لیے مادی ذریعہ اختیار کیا گیا ہو مثلاً مشتبہ مجرم کی تنخواہ یا آمدنی کے ذرائع پر پابندی لگا دی جائے، یا معنوی ذریعہ اختیار کیا گیا ہو مثلاً اسے دھمکیاں دی گئی ہوں اور سزاؤں سے خوفزدہ کیا گیا ہو۔ آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ قاضی تھے، یہ خط لکھا تھا:

''مدعی کا حق کالعدم سمجھو مگر یہ کہ وہ مستند دلیل دے، اگر اس نے اپنی دلیل پیش کر دی تو اپنا حق لے جائے ورنہ اس کے خلاف فیصلہ ہو، کیوں کہ یہی عمل شک مٹانے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' ❷

یہ فرمان فاروقی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دور میں حق دفاع کا پورا احترام کیا جاتا تھا اور اس کی مکمل حفاظت کی جاتی تھی۔ ❸

رہائش گاہوں کی حرمت:

رہائش گاہوں کی حرمت کا جہاں تک تعلق ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے گھر والوں کی اجازت کے بغیر یا مالوف طریقوں کے خلاف گھروں میں داخل ہونا حرام قرار دیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟ بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟ وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا۟ فِيهَآ أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرْجِعُوا۟ فَٱرْجِعُوا۟ ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ﴾

(النور: ٢٧۔٢٨)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ انس معلوم کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ تمھیں اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَأْتُوا۟ ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَٰبِهَا ۚ﴾ (البقرة: ١٨٩)

''گھروں میں ان کے دروازوں کے راستے سے داخل ہو۔''

---

❶ نظام الحکم فی عهد الراشدین، ص: ١٦٥

❷ القضاء ونظامه فی الکتاب والسنة، د/ عبدالرحمن الحمیض، ص: ٤٨

❸ نظام الحکم فی عهد الراشدین، ص: ١٦٥

Marfat.com

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (الحجرات: ۱۲)

''اور بھید نہ ٹٹولا کرو۔''

خلفائے راشدین اور عہد فاروقی میں رہائش گاہوں کی حرمت محفوظ تھی۔ ❶

انفرادی ملکیت کی آزادی:

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کی مکمل پاس داری کی گئی۔ چنانچہ جب کچھ سیاسی اور جنگی اسباب کی بنا پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہودیوں کو جزیرہ عرب سے شام اور عراق کی طرف جلاوطن کرنے کے لیے مجبور ہوئے تو تمام مسلمانوں کی طرح ذمیوں کو دیے گئے اسلامی حقوق اور انفرادی ملکیت کا اقرار واحترام کرتے ہوئے انہیں اسی طرح کی زمین دینے کا حکم دیا جس طرح کی زمین کے وہ یہاں مالک تھے۔ ❷

اور حرم مکی کی توسیع کے لیے جب آپ کو بعض مکانوں کی ملکیت ختم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا پورا معاوضہ اسی بنیاد پر دیا کہ آپ کو انفرادی ملکیت کے ان حقوق کا مکمل اعتراف واقرار تھا جن کا مطالبہ مالکان کے ساتھ انصاف کے بغیر اضطراری حالات میں بھی جائز نہیں ہے۔ ❸

خلفائے راشدین کے عہد میں انفرادی ملکیت کی آزادی مطلق العنان نہ تھی بلکہ شرعی حدود کی رعایت اور مصلحت عامہ سے مربوط تھی۔ روایت کیا گیا ہے کہ بلال بن حارث مزنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زمین کا مطالبہ لے کر آئے، آپ نے ان کو ایک لمبی چوڑی زمین دے دی اور جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی تو آپ نے ان سے کہا: اے بلال! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمبی چوڑی زمین مانگی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دے دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آدمی کچھ مانگتا تھا تو آپ اسے ضرور دیتے تھے اور اب پوری زمین استعمال کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ جتنی زمین تم استعمال میں لا سکتے ہو اسے اپنی ملکیت میں رکھو اور جو تمہاری طاقت سے باہر ہے اسے ہمیں دے دو تاکہ ہم مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم جو کچھ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس میں سے کچھ نہ دوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کو ایسا کرنا پڑے گا اور پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جس کی آبادکاری سے وہ عاجز رہے قبضہ میں لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔ ❹

❶ نظام الحکم فی عهد الراشدين، ص: ١٦٨

❷ نظام الحکم فی عهد الراشدين، ص: ١٨٩

❸ نظام الحکم فی عهد الراشدين، ص: ١٩٠

❹ المغنی: ٥/ ٥٧٩۔ نظام الارض، محمد أبو يحيىٰ، ص: ٢٠٧

Marfat.com

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انفرادی ملکیت کی آزادی مصلحت عامہ سے مربوط ہے۔ لہٰذا اگر مالک اس کو کام میں لا رہا ہے، اس کی نگہداشت کما حقہ کر رہا ہے تو کسی کو بھی اس کی ملکیت سلب کرنے کا حق نہیں ہے، ورنہ حاکم کو حق ہے کہ وہ اس کو بیکار پڑے رہنے سے بچانے کے لیے اس میں تصرف کرے تاکہ وہ مسلمانوں اور رعایا کے لیے کارآمد اور مفید ثابت ہو۔ ❶

۴۔ آزادی رائے:

اسلام ہر فرد کو اظہار رائے کی آزادی کا مکمل حق دیتا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں یہ آزادی محفوظ تھی، عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو موقع دیتے تھے کہ اپنی بہترین آراء بیان کریں اور ما فی الضمیر کے اظہار سے انہیں روکتے نہ تھے۔ ❷ جن مسائل میں کوئی شرعی نص نہ ہوتی ان میں اجتہاد کا موقع دیتے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی، اس سے آپ نے پوچھا: تمہارے معاملے کا کیا بنا؟ اس نے کہا: علی اور زید نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو اس طرح فیصلہ کرتا۔ اس نے کہا: خلافت آپ کی ہے، رکاوٹ کس بات کی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں کتابِ الٰہی اور سنت نبوی پر قائل کرنا تو اب تک کر گزرتا، لیکن اس سلسلہ میں میرے پاس کتاب وسنت کی نص نہیں ہے، صرف میری رائے ہے اور سب آراء برابر ہیں خواہ میری رائے ہو یا علی و زید کی اس لیے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو اجتہادی مسائل میں اظہار رائے کی آزادی دے رکھی تھی اور انہیں کبھی اجتہاد سے نہیں روکا، نہ کسی مخصوص رائے کے اظہار پر مجبور کیا۔ ❸

عہد فاروقی اور خلفائے راشدین کے دور میں حاکم وقت پر تنقید اور اسے نصیحت کرنے کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اے لوگو! تم میں کوئی بھی شخص اگر مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے تو اسے سیدھا کردے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: اگر ہم آپ میں ٹیڑھا پن دیکھیں گے تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امت میں ایسا بھی آدمی پیدا کیا ہے جو عمر کے ٹیڑھے پن کو اپنی تلوار سے سیدھا کرے گا۔ ❹

اور خطبہ خلافت میں آپ نے فرمایا تھا: ''مجھے بھلائی کا حکم دے کر، برائی سے روک کر اور مجھے نصیحت کر کے میری مدد کرو۔'' ❺

---

❶ نظام الحكم فی عهد الخلفاء الراشدين، حمد الصمد، ص: ١٩٢

❷ إعلام الموقعين: ١/ ٦٥

❸ السلطة التنفيذية، دهلوى: ٢/ ٧٣٨

❹ أخبار عمر، ص: ٣٣١۔ ٣٣٢ بحواله: الرياض النضرة

❺ نظام الحكم فی عهد الخلفاء الراشدين، ص: ١٩٧

Marfat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آزاد تعمیری سیاست کی سرگرمی یعنی نصیحت و خیر خواہی کو رعایا پر ایک واجبی ذمہ داری قرار دے دیا تھا اور حاکم وقت کا یہ حق ہے کہ رعایا سے نصیحت کا مطالبہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اے ہماری رعایا کے لوگو! تم پر ہمارا یہ حق ہے کہ ہماری غیر موجودگی میں خیر خواہ رہو اور خیر پر ہماری مدد کرو۔'' ❶

آپ کی نگاہ میں امت مسلمہ کے ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آپ کی نگرانی کرتا رہے اور اگر آپ سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں تو ٹیڑھے پن کو درست کرے خواہ تلوار ہی کے ذریعے سے ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم میں جو شخص مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھے وہ اسے درست کردے۔'' ❷

آپ کہا کرتے تھے: ''میرے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔'' ❸

اور آپ کا قول ہے: ''مجھے خوف ہے کہ میں غلطی کروں اور میرے ڈر سے کوئی مجھے سیدھا راستہ نہ دکھائے۔'' ❹

ایک دن ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور مجمع عام کے سامنے کہا: اے عمر! اللہ سے ڈرو۔ بعض لوگ اس کی بات سن کر غصہ ہو گئے اور اسے خاموش کرنا چاہا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم میں کوئی خیر نہیں اگر تم عیب کو نہ بتاؤ اور ہم میں کوئی خیر نہیں اگر ہم اس کو نہ سنیں۔ ❺

ایک دن آپ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے، آپ نے اتنا ہی کہا تھا: ''اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو'' کہ ایک آدمی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ''اے عمر! نہ ہم سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے نرمی سے پوچھا: اللہ کے بندے کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا سب میں تقسیم کیا گیا اس سے صرف قمیص لوگ بنوا سکے، جوڑا مکمل نہیں ہوا اور آپ کو بھی اتنا ہی کپڑا ملا ہوگا، پھر آپ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو، اور پھر اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا۔ عبداللہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے والد کو اپنے حصے کا کپڑا دیا ہے تاکہ ان کا لباس مکمل ہو جائے۔ یہ سن کر صحابہ مطمئن ہو گئے اور اس آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! اب سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ ❶

ایک موقع پر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ۴۰ اوقیہ سے زیادہ عورتوں کا مہر مقرر نہ کرو، اگرچہ وہ ذی القصہ

---

❶ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۱۹۷
❷ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۱۹۷
❸ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۱۹۸ الشيخان أبوبكر وعمر بروايت بلاذرى، ص: ۲۳۱
❹ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۱۹۸
❺ نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۲۰۰
❻ عيون الأخبار: ۱/ ۵۵۔ بحواله محض الصواب: ۲/ ۵۷۹

Marfat.com

یعنی یزید بن حصین ہی کی بیٹی کیوں نہ ہو، جس نے اس سے زیادہ متعین کیا تو جو زائد ہوگا، وہ بیت المال کے حوالے کر دیا جائے گا۔ ایک عورت نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

آپ نے پوچھا: کیوں؟

اس نے کہا: اس لیے کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝۲۰﴾ (النساء: ۲۰)

''اور ان (بیویوں) میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو، کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے، تم اسے کیسے لے لو گے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت نے صحیح کہا اور مرد نے غلطی کی۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا: اے اللہ مجھے بخش دے، ہر انسان مجھ عمر سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ پھر آپ لوٹ گئے اور منبر پر چڑھے اور کہا: اے لوگو! میں نے عورتوں کا مہر چار سو (۴۰۰) درہم سے زیادہ مقرر کرنے سے تم کو منع کیا تھا، لیکن جو اپنے مال سے خوشی خوشی جتنا بھی دینا چاہے دے سکتا ہے۔ ❷

شریعت اسلامی میں آزادی رائے کا مطلب مطلق العنانی نہیں ہے کہ جس طرح جو چاہے کہے، بلکہ یہ آزادی اس بات کے ساتھ مقید و مشروط ہے کہ اس سے دوسروں کی ایذا رسانی مقصود نہ ہو، وہ ایذا رسانی عام ہو یا خاص ہو۔ آزادی رائے کے بارے میں جن چیزوں پر آپ نے پابندی لگائی اور ان کی ہلاکت خیزیوں سے ہمیشہ آگاہ کرتے رہے۔ ان میں سے دو بہت اہم ہیں:

ا: مذہب سے گمراہی اور متشابہات کی طرف دعوت عمل دینے والی آراء و تجاویز:

اس موضوع سے متعلق اس نبطی کا واقعہ قابل ذکر ہے جس نے ملک شام ❸ میں تقدیر کا انکار کیا تھا۔ اس نے شام میں دوران خطبہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت اعتراض کیا تھا جب آپ نے کہا: ((وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ.)) یعنی جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اس نے تقدیر کا انکار کرتے ہوئے کہا: اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انکار تقدیر پر مشتمل دوبارہ ایسی بات کہنے پر اسے قتل کی دھمکی دی۔ ❹

سائب بن یزید کا بیان ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے امیر المومنین! ﴿وَالذّٰرِیٰتِ

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۱۳ بسند زبیر بن بکار، اس کی سند منقطع ہے۔ نیز دیکھیے مسند ابوحاتم اور سنن بیہقی اور بیہقی نے کہا کہ یہ روایت مرسل جید ہے۔

❷ مجمع الزوائد: ٤/ ۲۸۳ ابویعلی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے۔

❸ یہ واقعہ شام کے راستہ میں پڑنے والے شہر قسطنطین جاثلیق کا ہے۔

❹ الأهواء والفرق والبدع وموقف السلف منها، د/ ناصر العقل، ص: ۲۲۳

Marfat.com

ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ (الذاريات: ١-٢) ''قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو اڑا کر بکھیرنے والی ہیں! پھر ایک بڑے بوجھ (بادل) کو اٹھانے والی ہیں۔'' (ان آیتوں سے کیا مراد ہے؟) آپ نے فرمایا: کیا تم ہی ہو؟ پھر آپ اس کی طرف بڑھے اور اپنی آستینیں چڑھالیں اور برابر اسے درّے لگاتے رہے یہاں تک کہ اس کی پگڑی گر گئی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم، اگر تمہارا سر حلق کیا ہوتا تو میں تیرے سر پر مارتا۔'' پھر فرمایا: ''اسے اس کا کپڑا پہنا دو اور اونٹ کے کجاوے پر بٹھا دو اور اسی حالت میں اسے اس کے وطن پہنچا دو۔ پھر وہاں جا کر مجمع عام کو کوئی خطاب کرے اور کہے: ''صبیغ ❶ نے علم حاصل کرنا چاہا لیکن اس کو علم حاصل نہ ہوسکا۔'' اس طرح وہ اپنی قوم میں رسوائی کی زندگی گزارتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ ❷

۲: آزادی رائے کے بہانے لوگوں کی عزتوں پر حملہ کرنا:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حُطیئہ ❸ کو درج ذیل شعر کے ذریعے سے زبرقان بن بدر ❹ کی ہجو کرنے کی وجہ سے قید کر دیا۔ اس نے کہا تھا:

دع المكارم لا ترحل لبغيتها
واقعد فانك انت الطاعم الكاسی ❺

''بلند اخلاق کی تلاش چھوڑ دو، اس کے لیے سفر نہ کرو اور گھر میں بیٹھ جاؤ، تم تو صرف کھانے والے اور کپڑا پہننے والے ہو۔''

اس شعر میں اس نے آپ کو عورتوں سے اس سلسلے میں تشبیہ دی تھی کہ انہیں گھروں میں بٹھا کر کھلایا، پلایا اور کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ ❻ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو دھمکی دی کہ اگر اس نے مسلمانوں کی ہجو بند نہ کی اور ان کی عزتوں پر حملہ کیا تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔ حطیئہ نے پس دیوار زنداں قید کی حالت میں آپ سے نرمی کا مطالبہ کیا اور یہ اشعار پڑھے:

ماذا أقول لا فراخ بذی مرخ
زغب الحواصل لا ماء ولا شجر

''بے آب وگیاہ ذی مرخ کے نونہالوں سے میں کیا کہوں جن کے ابھی بال و پر بھی نہیں اُگے۔''

---

❶ اس کا نام صبیغ بن عسیل الحنظلی ہے۔ اس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں سوال کیا اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے خوارج کی رائے سے متہم قرار دیا۔

❷ شرح أصول اعتقاد أهل السنة، اللالكائي: ٣٠/ ٦٣٤، ٦٣٥

❸ حطیئہ کا نام جرول بن مالک بن جرول ہے۔ پست قامت ہونے کی وجہ سے اس کا حطیئہ لقب ہوگیا۔

❹ زبرقان بن بدر تمیمی صحابی رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قوم کے صدقات کی وصولی پر مقرر کیا تھا۔

❺ السلطة التنفيذية: ٢/ ٧٤٥ ❻ تفسير القرطبی ١٢/ ١٧٣، ١٧٤.

Marfat.com

القيت كاسبهم في قعر مظلمة
فاغفر عليك سلام الله يا عمر

''ان کے ذمہ دار کو آپ نے تاریکی کے عمیق گڑھے میں ڈال دیا، اے عمر! آپ پر اللہ کی سلامتی نازل ہو، مجھے بخش دیجیے۔''

أنت الأمير الذي من بعد صاحبه
القى اليك مقاليد النهى البشر

''آپ ایسے امیر ہیں جسے اپنے (خلیفہ اوّل) کے بعد لوگوں نے دانائی کی کنجیاں سونپ دی ہیں۔''

یہ سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دل نرم پڑ گیا اور اسے رہائی دے دی اور یہ وعدہ لیا کہ کسی مسلمان کی ہجو نہ کرو گے۔ [1]

روایات میں یہ بھی وارد ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو تین ہزار درہم دے کر مسلمانوں کی ہجو میں کہے گئے اشعار اس سے خرید لیے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

وأخذت أطراف الكلام فلم تدع
شتمًا يضر ولا مديحًا ينفع

''آپ نے میرے شاعرانہ کلام کی نوک پلک تک کو خرید لیا، آپ نے تکلیف پہنچانے والی کوئی گالی نہیں چھوڑی اور نہ کوئی مدح سرائی کہ جو کسی کو نفع پہنچائے۔''

ومنعتى عرض البخيل فلم يخف
شتمى واصبح آمنـاً لا يفزع [2]

''آپ نے مجھے (اس کلام کو) بخیل پر پیش کرنے سے روک دیا، پس وہ میری ہجو سے نہیں ڈرتا، وہ بہت امن سے ہے، کچھ بھی نہیں گھبراتا۔''

۵۔ اہل کتاب (یہودی وعیسائی) عورتوں سے شادی کے بارے میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی ہے تو ان کو خط لکھا: ''اس کا راستہ صاف کردو (طلاق دے دو۔)'' حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا: ''کیا آپ کے خیال میں وہ حرام ہے کہ میں اسے طلاق دے دوں؟'' آپ نے فرمایا: ''میرا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ حرام ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ تم ان میں سے فاحشہ وبدکار عورتوں سے شادی کرنے کے عادی نہ ہو جاؤ۔'' اور دوسری روایت میں ہے: ''مجھے

---

[1] الشعر والشعراء، ابن قتيبة: ۱/ ۳۲۷۔ عمر بن الخطاب، د/ أحمد ابوالنصر، ص: ۲۲۳

[2] أصحاب الرسول، محمود المصري: ۱/ ۱۱۰۔ محض الصواب: ۱/ ۳۷٦

Marfat.com

ڈر ہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ دو اور بدکار عورتوں سے شادی کرنے لگو۔'' ❶

ابوزہرہ کہتے ہیں کہ اس مقام پر ہمارے لیے یہ اصول بنانا ضروری ہے کہ مسلمان عورت میں ہر اعتبار سے پوری الفت ومحبت کے اسباب ہونے کی وجہ سے کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ انہیں چھوڑ کر غیر مسلم عورتوں سے شادی کرے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے سے منع کرتے تھے، اس لیے کہ اس کے پیچھے سیاسی تعلقات میں مضبوطی جیسے اہم مقاصد پوشیدہ ہوں تاکہ دلوں میں آپسی الفت ومحبت کا خوشگوار ماحول پیدا ہو۔ ❷

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ واضح کر دیا ہے کہ مومنہ عورت سے شادی کرنا اگرچہ وہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو، اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ مشرکہ عورت سے شادی کی جائے، خواہ وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۲۱﴾ (البقرة: ۲۲۱)

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک شادی کرنے سے منع کرتا ہے جب تک کہ وہ اللہ پر ایمان اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرنے لگیں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی مومنہ لونڈی کو، خواہ وہ کالی کلوٹی اور خستہ حال ہی کیوں نہ ہو، آزاد مشرکہ عورت پر ترجیح دی ہے، اگرچہ وہ حسن وجمال والی، مال دار اور اعلیٰ حسب ونسب والی ہی کیوں نہ ہو اور اس حکم کے بالمقابل مومنہ عورتوں کو مشرک مرد سے شادی کرنے سے منع کیا اگرچہ وہ مشرک اپنے حسب نسب میں اعلیٰ، مال دار، خوبصورت اور مومن سے زیادہ خوش حال ہی کیوں نہ ہو۔ ❸

❶ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲٦٥ اس کی سند صحیح ہے۔
❷ الأحوال الشخصية، أبوزهرة، ص: ۱۰٤
❸ فقه الأولويات دراسة فى الضوابط، محمد الوكيلى، ص: ۷۷

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہر مشرکہ عورت سے مسلمانوں کا نکاح کرنا حرام ہے جب کہ دوسری آیت کریمہ میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

(المائدة: ٥)

''اور (حلال کی گئی ہیں تمہارے لیے) پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔''

چنانچہ جمہور علماء کی رائے کے مطابق پہلی آیت کریمہ کے عمومی حکم سے دوسری آیت کریمہ کے حکم کو خاص کرلیا گیا ہے۔ ❶ تاہم ان کا کہنا ہے کہ مسلمان عورتوں سے شادی کرنا افضل ہے۔ کتابیہ سے رشتہ نکاح کے جواز کے لیے جمہور کے نزدیک یہ شرط ہے کہ یہ اجازت اس وقت ہے جب مسلم معاشرہ میں دوسری اولاد یا شوہر کو اس سے کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو اور اگر فتنہ وفساد کا خوف ہو تو شادی جائز نہیں ہے۔ جمہور کی اس رائے کی تائید بعض معاصر علماء نے بھی کی ہے۔ ❷ درحقیقت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ہی اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں، آپ اوّل ترین فرد ہیں جنھوں نے کتابیہ عورتوں سے شادی کرنا منع کیا اور اس ممانعت کے پیش نظر دو دلیلیں تھیں:

۱۔ یہ عمل مسلم بالغ لڑکیوں کی ناقدری اور ان کی شادی میں رکاوٹ کا سبب ہے۔

۲۔ کتابیہ عورت مسلمان اولاد کے دین اور اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔

ممانعت کے لیے تو بس یہی دو دلیلیں کافی ہیں، لیکن اگر ہم عصر حاضر کے حالات کا جائزہ لیں، تو دوسرے ایسے مفاسد ہمارے سامنے ہیں جن کے پیش نظر اس ممانعت میں مزید سختی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ❸

جمیل محمد مبارک چند اہم مفاسد کو مختصراً اس طرح بیان کرتے ہیں:

- ❑ شادی کے پس پردہ کتابیہ عورت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے۔
- ❑ کافرانہ طور طریقوں کا مسلمان ملکوں میں رائج ہو جانا۔
- ❑ مسلمانوں کو اس بات پر ابھارنا کہ کافروں کی شہریت اختیار کر لے۔
- ❑ کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے والے مسلمانوں کی اس حد تک جہالت وپستی کہ وہ کتابیہ عورت کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں۔
- ❑ کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے والوں کا احساس کمتری، جس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین سے

❶ الفقه على المذاهب الأربعة، عبدالرحمن الجزائري: ٥/ ٧٦، ٧٧

❷ فقه الأولويات، محمد الوكيلي، ص: ٧٧

❸ فقه الأولويات، محمد الوكيلي، ص: ٧٨

Marfat.com

غافل ہیں۔ ❶

بس اتنے ہی مفاسد اس استدلال کے لیے کافی ہیں کہ موجودہ دور میں کتابیہ عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے۔

کتابیہ عورت سے شادی کرنے کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جن قیود وشرائط کو وضع کیا، بلاشبہ ملک کی عظیم مصلحتوں اور اسلامی معاشرے کے بلند ترین اہداف ومقاصد سے ان کا بہت گہرا تعلق ہے۔ غیر ملکی اور دوسرے مذاہب کی عورتوں سے اپنے لڑکوں کی شادی کرنے میں جو نقصانات ہیں اور اس کی وجہ سے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ملک کو جو خطرات درپیش ہوتے ہیں، ان مفاسد کو بیدار قوموں نے اچھی طرح پہچان لیا اور ان سے حفاظت کی خاطر قوانین وضع کیے، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو مختلف میدانوں میں اپنے ملک کی نیابت کرتے ہیں۔ اس احتیاطی اقدام کے لیے جائز اور معتبر اسباب بھی ہیں، مثلاً یہ کہ بیوی اپنے شوہر کے تمام اسرار ورموز سے اگرچہ واقف نہ ہوسکے لیکن شوہر سے باہمی محبت وتعلق کے اعتبار سے اس کے بیشتر اسرار واحوال سے وہ واقف ہی ہوجاتی ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ پیش نظر موضوع کے شدت اہتمام میں اپنے بعد آنے والے تمام حکمرانوں کے لیے ہر دور میں ایک تجربہ کار اور کامل استاد مانے گئے۔ سچ ہے کہ کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے میں بہت زیادہ مفاسد ہیں، ہم ان سے ناواقف ہیں، وہ ہر چیز میں ہماری شریعت میں مخالفت کرتی ہیں، ان میں سے اکثر اپنے دین پر باقی رہتی ہیں، وہ ایمان کی حلاوت اور اس میں شوہروں کے تئیں وفاداری اور عزت واحترام کی جو تعلیم ہے اس سے نابلد ہوتی ہیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دینی بصیرت، لوگوں کی طبیعتوں سے اچھی واقفیت اور مسلمانوں کے نفع ونقصان کے بارے میں بہترین معرفت کے نتیجہ میں ان نقصانات کو بھانپ لیا اور اس سلسلے میں فوراً اور سخت حکم نافذ کیا۔ ❷

خلافت راشدہ کے عہد میں آزادی محفوظ ومضبوط تھی، اس کی حدود اور شرائط تھیں اسی لیے مسلم معاشرہ عروج پر رہا اور ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔ پس آزادی فرد اور معاشرہ دونوں کا بنیادی حق ہے جس سے وہ اپنی شخصیت میں نکھار اور صلاحیتوں میں نمو پیدا کرتا ہے اور معاشرہ سے آزادی کو چھین لینا، اس کے اہم ترین عناصر کو چھین لینے کے مترادف ہے، بلکہ وہ موت کے زیادہ مشابہ ہے۔

اسلامی آزادی داخلی نور ہے جس نے انسانوں کو اللہ سے جوڑ کر ان کے دلوں کو منور کر دیا اور وہ اس تعلق الٰہی کی وجہ سے رفعت وبلندی کی منزلوں تک پہنچ گئے، وہ آسمانوں اور زمین کے ربّ کی رضامندی کے لیے نیک اعمال اور کارِ خیر میں سبقت کرنے کا عادی ہوگیا۔ گویا آزادی اسلامی معاشرہ کے ستونوں میں سے ایک ستون

---

❶ شهيد المحراب، عمر التلمساني، ص: ٢١٤

❷ شهيد المحراب، عمر التلمساني، ص: ٢١٤

Marfat.com

ہے، وہ خلفائے راشدین کے دور میں نہایت خوش گوار وروشن شکل میں باقی رہے اور اس کی چمک دمک ہر دور کے چہرے پر دیکھی گئی۔ ❶

خلیفہ کے اخراجات، ہجری تاریخ کا آغاز اور ''امیر المومنین'' کا لقب:

خلافت ایک شرعی اور نیکی کا کام ہے جس سے اللہ کی رضامندی مقصود ہوتی ہے۔ جو اس منصب پر فائز ہوتا ہے اور اچھے ڈھنگ سے اسے چلاتا ہے، اس کے لیے ثواب کی امید کرتا ہے کہ اللہ کے پاس اسے اس کا بہتر بدلہ ملے گا، کیوں کہ وہ احسان کرنے والوں کو ان کے احسان کا اور برائی کرنے والوں کو ان کی برائی کا بدلہ دیتا ہے۔ ❷

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴾ (۹۴)

(الأنبياء: ۹۴)

''پس جو شخص کوئی نیک اعمال کرے اور وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی کوئی ناقدری نہیں اور یقیناً ہم اس کے لیے لکھنے والے ہیں۔''

یہ تو اس کا اخروی بدلہ ہے، البتہ دنیوی بدلہ، تو چوں کہ خلیفہ امت کے بہترین مفاد میں اپنے منافع کو نہیں لیتا اور اس کے حق میں اپنی پوری ذمہ داری نبھاتا ہے، لہٰذا اسے بدلہ ملنے کا پورا حق ہے، کیوں کہ جب منافع روک دیے جائیں تو وہ مقابل میں دو عوض کی مستحق ہوتی ہیں۔ ❸ اور یہ فقہی قاعدہ ہے کہ ''كُلُّ مَحْبُوْسٍ لِمَنْفَعَةِ غَيْرِهٖ يَلْزِمُهٗ نَفَقَتُهٗ كَمُفْتٍ وَقَاضٍ وَوَالٍ۔'' ❹ ''جو دوسرے کی منفعت کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دے تو وہ اپنے اخراجات وصول کرنے کا حق دار ہے، جیسے کہ مفتی، قاضی اور حکمران وغیرہ۔''

مناصب وذمہ داریاں اٹھانے کے عوض تنخواہ لینا شرعاً جائز ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو گورنر بنایا ان کو تنخواہیں دیں۔ ❺

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنائے گئے تو کافی دنوں تک آپ نے بیت المال سے کچھ نہ لیا، یہاں تک کہ آپ کو کافی تنگی کا سامنا کرنا پڑا، رعایا کے کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ کی تجارت کی آمدنی بھی کم ہوگئی۔ اس وقت آپ نے صحابہ کرام کو بلوایا اور ان سے اس سلسلہ میں مشورہ

---

❶ المجتمع الاسلامی، د/ محمد ابوعجوة، ص: ۲٤٥

❷ السلطة التنفيذية: ۱/ ۲۱۵

❸ المبسوط: ۱۵/ ۱٤۷۔ ۱٦٦۔ المغنی: ۵/ ٤٤۵

❹ السلطة التنفيذية: ۱/ ۲۱۵

❺ السلطة التنفيذية: ۱/ ۲۱٦

لیا۔ آپ نے کہا: میں نے خود کو اس منصب خلافت کے لیے مشغول کر دیا ہے تو اس (بیت المال) سے مجھے کتنا لینا درست ہے؟ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: کھایے اور کھلایے۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ [1] نے بھی یہی رائے پیش کی۔ پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: دوپہر اور شام کا کھانا۔ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر عمل کیا اور بیت المال سے اپنا حق لینے کے بارے میں کہا: میں نے اللہ کے مال کی حفاظت میں خود کو یتیم کے نگراں کے قائم مقام بنا لیا ہے۔ اگر میں اس سے بے نیاز ہو گیا تو لینا چھوڑ دوں گا اور اگر اس کا ضرورت مند ہوا تو اس میں سے معروف طریقے سے کھاؤں گا۔ [2]

اور ایک روایت میں ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کی ایک جماعت کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: تم مجھے اللہ کے مال سے کتنا لینے کی اجازت دیتے ہو؟ یا اللہ کے مال کے علاوہ کہا: اس مال سے کتنی اجازت دیتے ہو؟ صحابہ نے کہا: امیر المومنین اس سلسلے میں ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو تم کو بتا دوں کہ اس میں سے کتنا (اپنے لیے) حلال سمجھتا ہوں؟ جتنے میں سواری خرید سکوں تاکہ اس پر سوار ہو کر حج وعمرہ کر سکوں اور موسم سرما میں سردی کا ایک جوڑا، اور موسم گرما میں گرمی کا ایک جوڑا اور میرے اہل وعیال کے لیے آسودگی بھر خوراک اور میرا حصہ مسلمانوں میں، کیوں کہ میں مسلمانوں ہی کا ایک فرد ہوں۔'' معمر کا بیان ہے کہ آپ جس سواری سے حج وعمرہ کرتے تھے وہ صرف ایک اونٹ تھا۔ [3]

خلیفۂ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رعایا کی امانت کی ادائیگی کی زندہ وتابناک مثالیں چھوڑی ہیں۔

مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے کہ ایک موقع پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مال فے کا ذکر کیا اور کہا: اس مال فے کا میں تم سے زیادہ مستحق نہیں ہوں، بلکہ اس مال کا کوئی بھی کسی سے زیادہ مستحق نہیں ہے، مگر ہم کتاب اللہ اور تقسیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنے اپنے مراتب پر ہیں۔ پس آدمی کو حصہ ملے گا اور اس کے سبقت اسلام کی رعایت ہوگی اور آدمی کو حصہ ملے گا اور اس کی مجاہدانہ کاوشوں کی رعایت ہوگی اور آدمی کو حصہ ملے گا اور اس کے کثرت اہل وعیال کی رعایت ہوگی اور آدمی کو حصہ ملے گا اور اس کی ضرورت کی رعایت ہوگی۔ [4]

ربیع بن زیاد حارثی سے روایت ہے کہ وہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ کی بدحالی اور تنگی دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے اور کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! آپ اچھے کھانے، بہترین سواری اور نرم کپڑے کے زیادہ حق دار ہیں۔'' اس وقت آپ موٹی خوراک تناول فرما رہے تھے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے پاس رکھا ہوا ایک ڈنڈا

[1] آپ سعید بن زید العدوی صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔
[2] الخلافة الراشدة، د/ یحیٰی الیحیٰی، ص: ۲۷۰ اس کی سند صحیح ہے۔
[3] مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر: ۲۰۰٤٦ . نقلاً عن السلطة التنفیذیة .
[4] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۹۵۰

Marfat.com

اٹھایا اور ان کے سر پر دے مارا، پھر کہا: ''تم نے اللہ کی رضا مندی کے لیے نہیں بلکہ میری قربت چاہنے کے لیے یہ بات کہی ہے۔ اگرچہ میرا گمان ہے کہ تم میں بھلائی ہے، تمہارا برا ہو، کیا تم میری اور ان لوگوں (رعایا) کی مثال جانتے ہو؟'' انہوں نے پوچھا: کیا مثال ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس قوم کی مثال ہے جس نے سفر شروع کیا اور اپنا زادِ راہ اپنے میں سے کسی ایک آدمی کو بطور امانت دے دیا اور کہہ دیا کہ ہمارے اوپر حسب ضرورت خرچ کرو۔ ایسی صورت میں کیا اس کے لیے حلال ہے کہ اس میں سے کسی چیز کے بارے میں خود کو دوسروں پر ترجیح دے؟'' انہوں نے کہا: نہیں اے امیر المومنین! آپ نے فرمایا: ''بس میری اور ان کی یہی مثال ہے۔'' ❶

فقہائے شریعت نے خلیفہ کے اخراجات کے بارے میں سنت نبوی اور خلافت راشدہ کے واقعات سے کئی شرعی احکام مستنبط کیے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

الف: خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کے عوض تنخواہ لے سکتا ہے۔ نووی، ❷ ابن العربی، ❸ بہوتی ❹ اور ابن مفلح ❺ وغیرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

ب: دونوں خلیفہ راشد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اس ذمہ داری کو سنبھالنے پر اپنا خرچ لیا۔

ج: یہ خرچ مسلمانوں کے معاملات میں مشغولیت کی وجہ سے لیا گیا، جیسے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اسے خود بیان کیا۔

د: خلیفہ کے لیے مطلق طور پر ذاتی خرچ لینا جائز ہے، خواہ اسے اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو اور ابن منیر ❻ کی رائے ہے کہ اسے خرچ لینا ہی بہتر ہے کیوں کہ نہ لینے کی بہ نسبت لینا اس کے کام کے لیے زیادہ معاون ثابت ہوگا اور ایسی صورت میں اسے یہ احساس رہے گا کہ خرچ لینے کے عوض اس پر کام کرنا واجب ہے۔ ❼

ہجری تاریخ کا آغاز:

تہذیب وتمدن کی ترقی کے مختلف میدانوں میں ہجری تاریخ کے آغاز کو ایک اہم مقام دیا جاتا رہا ہے۔ ہجری تاریخ کے موجد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے، ہجری تاریخ کی شروعات کے بارے میں متعدد روایات وارد ہیں:

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک دستاویز پیش کی گئی جسے شعبان میں آپ کے پاس

❶ محض الصواب: ۱/ ۳۸۳۔ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۸۰۔ ۲۸۱

❷ روضة الطالبین: ۱۱/ ۱۳۷

❸ البدایة والنهایة: ۱۲/ ۲۲۸، ۲۲۹

❹ الأعلام، زرکلی: ۸/ ۲۴۹

❺ السلطة التنفیذیة: ۱/ ۲۱۸

❻ السلطة التنفیذیة: ۱/ ۲۱۹

❼ شرح صحیح مسلم، نووی: ۷/ ۱۳۷

Marfat.com

آنا چاہیے تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ وہ شعبان ہے جو گزر گیا، یا آئندہ شعبان ہے، یا جس شعبان کے مہینے سے ہم گزر رہے ہیں وہ مراد ہے؟ پھر آپ نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے کہا: لوگوں کے لیے کوئی تاریخ متعین کرو جو سب کو معلوم رہے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ روم والوں کی تاریخ کا اعتبار کیا جائے، اس پر یہ کہا گیا کہ وہ بہت لمبا سال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنی تاریخ ذوالقرنین کی پیدائش سے جوڑتے ہیں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اہل فارس کی تاریخ کا اعتبار کرلیا جائے۔ اس پر یہ کہا گیا کہ وہاں کا ہر نیا بادشاہ اپنے پہلے حکمراں کے تمام احکامات وغیرہ کو کالعدم قرار دے دیتا ہے پھر وہ اس بات پر متفق ہوئے کہ دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دنوں تک مدینہ میں رہے۔ چنانچہ انہوں نے حساب لگایا کہ اللہ کے رسول مدینہ میں دس سال رہے تو پھر آپ کی ہجرت کا اعتبار کرتے ہوئے اسی کو اسلامی تاریخ کا نقطہ آغاز بنالیا گیا۔ ❶

عثمان بن عبید اللہ ❷ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب کو کہتے ہوئے سنا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور کہا: کب سے ہم اپنی اسلامی تاریخ مقرر کریں؟ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیارِ شرک کو چھوڑ کر ہجرت کی۔ سعید بن مسیّب کا بیان ہے کہ پھر اسی کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا۔ ❸

ابن مسیّب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ڈھائی سال گزر جانے کے بعد سب سے پہلے اسلامی تاریخ کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کی ۱۶ تاریخ کو اسے مقرر کیا۔ ❹

ابوالزناد ❺ کا بیان ہے: عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تاریخ کے بارے میں مشورہ لیا، تو ہجرت نبوی کے واقعہ سے اسلامی تاریخ کے آغاز پر سب کا اتفاق ہوگیا۔ ❻

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ربیع الاوّل ...... کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکمل ہوئی تھی ...... کے بجائے محرم سے اسلامی سال کے آغاز کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جن صحابہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہجرت نبوی سے اسلامی سال کے آغاز کا مشورہ دیا تھا انہوں نے سوچا کہ جو چیزیں سال کے آغاز کا سبب بن سکتی ہیں وہ چار ہیں: آپ کی پیدائش، نبوت، ہجرت اور وفات۔ پھر انہوں نے محسوس کیا کہ آپ کی پیدائش اور نبوت سے سرفرازی کا سال

---

❶ محض الصواب: ۱/ ۳۱۶۔ ابن الجوزی، ص: ٦٩

❷ آپ عبید اللہ بن ابی رافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، عبید اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

❸ المستدرك: ۳/ ١٤۔ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے آپ کی موافقت کی ہے۔

❹ تاریخ الإسلام، الذهبی، ص: ١٦٣

❺ آپ کا نام عبداللہ بن ذکوان القرشی ہے، ثقہ ہیں۔ التقریب، ص: ۳۰۲

❻ محض الصواب: ۱/ ۳۱۷

بہر حال محل نزاع ہے اور تاریخ وفات کو اس لیے نہیں منتخب کیا کہ وہ مسلمانوں کے رنج والم اور افسوس کو زندہ کرنے کا سبب تھی، لہٰذا صرف واقعہ ہجرت ہی اس کے لیے مناسب تھا۔ البتہ مہینہ کو ربیع الاوّل سے محرم تک اس لیے موخر کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا عزم محرم ہی کے مہینہ میں کرلیا تھا، اس وقت جب کہ ذی الحجہ میں بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی تھی اور وہی ہجرت کا پیش خیمہ تھی۔ اس طرح بیعت عقبہ ثانیہ اور ہجرت کا پختہ ارادہ کرلینے کے بعد جس مہینہ میں چاند طلوع ہوا وہ محرم کا مہینہ تھا۔ لہٰذا آپ نے مناسب سمجھا کہ اسے ہی نقطہ آغاز بنایا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا: ماہِ محرم سے اسلامی سال کے آغاز کے بارے میں یہی سب سے مناسب توجیہ ہے جسے میں نے سمجھا۔ ❶

حکومتی سطح پر اس منفرد کارنامے کے ذریعے سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ عرب میں مکمل اتحاد کا چراغ روشن کردیا، چنانچہ دین واحد کے وجود سے عقیدہ کا اتحاد، تفریق کی تمام بنیادوں کو مٹا دینے سے امت کا اتحاد اور ایک اسلامی تاریخ متعین ہوجانے سے متعدد رجحانات کا اتحاد سامنے آیا اور الٰہی نصرت وتائید پر پورے اعتماد کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لائق ہوگئے۔ ❷

امیر المومنین کا لقب:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ'' کہے جاتے تھے، لیکن جب آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمانوں نے کہا: جو عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوگا اسے ''خلیفہ خلیفہ خلیفہ رسول اللہ'' کہا جائے گا اور اس طرح یہ سلسلہ طویل ہوجائے گا۔ لہٰذا بہتر ہے کہ خلیفہ کے لیے کسی نام پر اتفاق کرلیا جائے اور بعد میں آنے والے خلفاء کو بھی اسی سے پکارا جائے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم ''مومن'' اور عمر ''ہمارے امیر'' کہے جائیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ ''امیر المومنین'' کہے جانے لگے اور آپ سب سے پہلے اس نام سے موسوم کیے گئے۔ ❸

ابن شہاب سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابوبکر بن سلیمان بن ابوخیثمہ ❹ سے پوچھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے خط میں ایسا کیوں لکھتے تھے: ''ابوبکر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے'' اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ لکھتے تھے: ''عمر بن خطاب خلیفہ ابوبکر اور جسے سب سے پہلے امیر المومنین کہا گیا، اس کی طرف سے''؟ انہوں نے کہا کہ میری دادی شفاء ❺ نے مجھے بتایا...... وہ پہلے ہجرت کرنے والی خواتین میں سے تھیں اور عمر رضی اللہ عنہ جب بھی بازار جاتے تو ان سے ضرور ملتے...... عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کے پاس لکھا کہ میرے پاس دو بہادر اور شریف لوگوں کو بھیج دو، میں ان سے عراق اور اس کے باشندگان کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ ❻

❶ فتح الباری: ۷/ ۲٦۸۔ الخلافة الراشدة، یحیی الیحیی، ص: ۲۸٦

❷ جولة تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین، محمد الوکیل، ص: ۹۰

❸ الطبقات الکبری، ابن سعد: ۳/ ۲۸۱۔ محض الصواب: ۱/ ۳۱۱

❹ آپ ابوخیثمہ العدوی المدنی ہیں، ثقہ ہیں، علم انساب کے ماہر تھے، تیسرے طبقہ کے ہیں۔ التقریب، ص: ٦۰۷

❺ آپ شفاء بن عبداللہ العدویہ ہیں۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ ❻ محض الصواب: ۱/ ۳۱۲

Marfat.com

انہوں نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما کو بھیجا، وہ دونوں مدینہ آئے اور مسجد کے صحن میں اپنی اپنی سواری کو بٹھا دیا، پھر دونوں مسجد میں داخل ہوئے، وہاں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے دونوں کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عمرو بن عاص سے کہا: امیر المومنین سے ہمارے لیے ملاقات کی اجازت مانگ لیجیے۔ عمرو رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: السلام علیکم اے امیر المومنین! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن العاص! اس (نام) میں تمہیں کیا خوبی نظر آ گئی؟ تمہاری بات کی وجہ سے مجھے نکلنا ہی پڑے گا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم آئے اور انہوں نے کہا کہ ''امیر المومنین'' سے ہماری ملاقات کے لیے اجازت مانگ لیجیے، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم، تم دونوں نے آپ کا درست و بہتر نام لیا۔ وہ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اسی دن سے آپ کو امیر المومنین لکھا جانے لگا۔ ❶

ایک اور روایت میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سب مومن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں، پس آپ نے خود کو ''امیر'' سے موسوم کیا۔ ❷ اس روایت کے مطابق سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خود ہی اپنے کو ''امیر المومنین'' کہا۔ بہرحال ایک محقق اگر صحابہ کرام کی مجموعی گفتگو پر غور کرے گا تو وہ یہی کہے گا کہ تمام صحابہ کرام آپ کو ''امیر المومنین'' کہنے پر متفق تھے اور آپ کے دورِ حکومت میں تمام ریاستوں میں آپ کو ''امیر المومنین'' کہا جانے لگا تھا۔ ❸

❶ مستدرك حاكم: ۳/ ۸۱-۸۲۔ امام ذہبی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔
❷ محض الصواب: ۱/ ۳۱۲
❸ محض الصواب: ۱/ ۳۱۳

Marfat.com

(۲)

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ، عائلی و معاشرتی زندگی اور اہل بیت کا احترام

اوصافِ حمیدہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف کو صیقل کرنے میں ایمان باللہ اور فکر آخرت کی اصل تاثیر تھی اور ایمان ہی نے آپ کی شخصیت کو متوازی، بارعب اور پرکشش بنا دیا تھا۔ اسی ایمانی قوت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی قوت آپ کی عدالت پر، سطوت آپ کی رحمت پر اور مالداری آپ کی تواضع پر غالب نہ آسکی، اور آپ اللہ کی تائید و نصرت کے مستحق ہوئے، آپ نے کلمہ توحید کی تمام شرطوں یعنی علم، یقین، قبول، انقیاد، اخلاص اور محبت کو عملاً پورا کیا۔ آپ کو ایمان اور کلمہ توحید کی حقیقی معرفت حاصل تھی۔ چناں چہ آپ کے پختہ ایمان کے اثرات آپ کی زندگی میں موقع بموقع سامنے آتے رہے، اس کی چند اہم مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں:

ا: خشیت الٰہی اور محاسبہ نفس:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر فرماتے تھے: ''جہنم کو کثرت سے یاد کرو، اس کی گرمی سخت ہے، اس کی گہرائی بہت طویل ہے، اس کا ٹھکانا بہت سخت ہے۔'' [1]

ایک دن ایک بدوی آپ کے پاس آیا اور کھڑا ہو گیا، پھر یہ اشعار پڑھنے لگا:

یــا عـمـر الـخـیـر جزیت الجنة

جهـــز بـــنـيّــاتـــي وأمهـــنّـــه

''اے خیر و بھلائی کے جامع عمر! تم بدلہ میں جنت دیے جاؤ، میری بچیوں اور ان کی ماں کے لیے ساز وسامان مہیا کر دو۔''

اقسم بالله لتفعلنّه۔

''میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، آپ اسے ضرور بالضرور کریں۔''

آپ نے فرمایا: اے اعرابی! اگر میں اسے پورا نہ کرسکوں تو کیا ہوگا؟ اس نے کہا:

أقسم إني سوف أمضينه۔

---

[1] فرائد الكلام للخلفاء الكرام، ص: ١٥٥

Marfat.com

''میں حلفیہ کہتا ہوں کہ تب میں چلا جاؤں گا۔''

آپ نے کہا: اگر تم چلے جاؤ گے تو کیا ہو گا اے اعرابی! اس نے کہا:

والله عن حالی لتسألنّہٗ

یوم تکون الأعطیات منّہ

''اللہ کی قسم! تم سے میری حالت سے متعلق پوچھا جائے گا، پھر وہاں اور بھی بہت سے سوالات ہوں گے۔''

والواقف المسئول بینہنہ

إما إلی نار و إما جنۃ

''ذمہ دار کھڑا ہو کر ان سوالوں کا جواب دے گا، پھر ٹھکانا یا تو جہنم ہو گا یا جنت۔''

یہ سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی بھیگ گئی۔ پھر خادم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے غلام! اس دن (یعنی روزِ آخرت) کے محاسبہ سے بچنے کے لیے (نہ کہ اس کے شعر پڑھنے کی وجہ سے) اسے میری قمیص دے دو۔ واللہ میرے پاس اس کے علاوہ دوسری قمیص نہیں ہے۔ ❶

اس طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بدوی کے شعر سے متاثر ہو کر خوب روئے کیوں کہ اس میں اس نے آپ کو قیامت کے دن حساب وکتاب کا حوالہ دیا تھا، باوجود یہ کہ آپ کو نہیں یاد تھا کہ آپ نے کسی پر ظلم بھی کیا ہے۔ پھر بھی آپ پر خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ تھا کہ ہر کس وناکس کی زبان سے روز قیامت کا ذکر سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ ❷

خوفِ الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ اپنے نفس کا بہت سختی سے محاسبہ کرتے تھے، اگر آپ کو احساس ہو جاتا کہ آپ نے کسی کی حق تلفی کی ہے تو اسے فوراً بلواتے اور اسے بدلہ لینے کا حکم دیتے۔ آپ لوگوں سے انفرادی ملاقات کرتے، ان کی ضرورتوں کو معلوم کرتے، جب وہ اپنا مطالبہ لے کر آپ کے پاس جاتے تو آپ اسے پورا کرتے۔ اسی طرح جب آپ خود کو کسی عوامی کام کے لیے فارغ کرتے تو مخصوص شکایتیں پیش کرنے سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔ چناں چہ ایک مرتبہ آپ رعایا کے بعض کاموں میں مشغول تھے، ❸ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! میرے ساتھ چلیں اور فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس پر میری مدد کریں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے درّہ اٹھایا اور اس آدمی کے سر پر اتنے زور سے مارا کہ اس کا سر چکرا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اس وقت تم عمر

---

❶ تاریخ بغداد: ٤/ ٣١٢

❷ التاریخ الإسلامی: ١٩/ ٤٦

❸ الفاروق، الشرقاوی، ص: ٢٢٢

Marfat.com

سے شکایت نہیں کرتے جب وہ تمہارے پاس آتا ہے اور جب مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو جاتا ہے تب تم اس کے پاس آتے ہو۔ وہ آدمی اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے واپس جانے لگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ جب دوبارہ وہ آپ کے سامنے حاضر کیا گیا تو آپ نے درّہ اس کے سامنے پھینک دیا اور کہا: درّہ ہاتھ میں لے لو اور میرے سر پر اتنے ہی زور سے مارو جتنا زور سے میں نے تم کو مارا تھا۔ اس نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا، اے امیر المومنین! میں اللہ کے لیے اور آپ کی عظمت کی وجہ سے اسے درگزر کرتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح نہیں، یا تو اسے اللہ کی رضا کے لیے اور اس سے ثواب کی خاطر معاف کرو یا مجھ سے بدلہ لو۔ اس نے کہا: امیر المومنین میں اللہ کے لیے اسے معاف کرتا ہوں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ [1] دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے، ان میں احنف بن قیس بھی تھے جنہوں نے آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔ پھر آپ نے نماز شروع کی اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ گئے، پھر خود کو مخاطب کر کے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تو بے وقعت تھا، اللہ نے تجھے اونچا مقام دیا، تو گمراہ تھا اللہ نے تجھے ہدایت دی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت عطا کی، پھر تجھے مسلمانوں کا ذمہ دار بنایا، تیرے پاس ایک آدمی مدد کا طالب بن کر آیا اور تو نے اسے مارا، کل جب تو اپنے ربّ کے سامنے حاضر ہوگا تو اسے کیا جواب دے گا؟ اس طرح آپ نے خود کو بہت ملامت کی، میں نے اس وقت یقین کر لیا کہ آپ روئے زمین پر اس وقت سب سے نیک آدمی ہیں۔ [2]

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں بازار میں تھا کہ ادھر سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، آپ کسی ضرورت سے جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں درّہ تھا، آپ نے انہیں دھکیلتے ہوئے کہا: اے سلمہ! اس طرح راستے سے ہٹ کر چلو اور آپ نے مجھے ایک کوڑا رسید کیا، اتفاق سے وہ میرے کپڑے کے کنارے لگا، میں راستہ سے ہٹ گیا، آپ نے پھر کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال جب آپ بازار میں مجھ سے ملے تو کہا: اے سلمہ کیا اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین، آپ نے میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آپ مجھے لے کر اپنے گھر گئے اور (۶۰۰) درہم کی بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور کہا: اے سلمہ اسے لے جاؤ اور اس سے اپنا کام چلاؤ، اور جان لو کہ یہ عنایت گزشتہ سال کے دھکیلنے کے بدلہ میں ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم اے امیر المومنین، اگر آپ یاد نہ دلاتے تو مجھے وہ یاد ہی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم، میں اسے اب تک نہ بھولا تھا۔ [3]

محاسبۂ نفس کے بارے میں کہا کرتے تھے: ''اپنے نفسوں کا خود محاسبہ کیا کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا

---

[1] الفاروق، الشرقاوی، ص: ۲۲۲
[2] محض الصواب: ۲/ ۵۰۳
[3] تاریخ الطبری: ٤/ ۲٤٤ اس کی سند ضعیف ہے۔

جائے، اور اپنی قدر و قیمت کو تول لو اس سے پہلے کہ تم تولے جاؤ۔ اور بڑی پیشی (یعنی روز جزا) کے لیے تیار رہو:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴾ (الحاقة: ۱۸) ❶

''اس دن تم سب پیش کیے جاؤ گے اور تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔''

خشیت الٰہی اور محاسبہ نفس کا یہ عالم تھا کہ آپ فرماتے: ''اگر دریائے فرات کے ساحل پر بکری کا ایک بچہ بھی مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ عمر سے محاسبہ کرے گا۔ ❷ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر بہت تیزی سے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کہا جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اسی کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ میں نے کہا: آپ نے اپنے بعد کے خلفاء کو ذلیل کر دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کرو، قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کر کے بھیجا، اگر دریائے فرات کے ساحل پر بکری کا ایک بچہ بھی مر گیا تو بروز قیامت عمر سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔'' ❸

ابوسلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، دیکھا تو آپ حرم میں اس حوض پر جہاں لوگ وضو کر رہے تھے، مردوں اور عورتوں کو مار کر بھگا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ کر دیا۔ پھر کہا: اے فلاں! میں نے کہا: حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: تمہاری حاضری کا کوئی فائدہ نہیں، کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے الگ وضو خانہ بناؤ۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے، اور علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات ہوگئی، آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ برباد نہ ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا: کون سی چیز آپ کو برباد کرنے والی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے حرم مکہ کے اندر مردوں اور عورتوں کو مار بھگایا ہے، انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ بھی حکام میں سے ایک حاکم ہیں۔ اگر آپ نے خیر خواہی اور اصلاح کی خاطر ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز سزا نہ دے گا اور اگر کسی کینہ و کدورت کی بنا پر ان کو مارا ہے تو آپ یقیناً ظالم ہیں۔ ❹ حسن بصری سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، آپ نے ایک جگہ اس آیت کی تلاوت سنی:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں۔''

---

❶ مختصر منهاج القاصدين، ص: ۳۷۲۔ فرائد الكلام، ص: ۱۴۳

❷ مناقب عمر، ص: ۱۶۰، ۱۶۱

❸ مناقب عمر، ص: ۱۶۱

❹ مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۷۵، ۷۶ اس کی سند حسن ہے۔ محض الصواب: ۲/ ۶۲۲

آپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ابی رضی اللہ عنہ نے تکیہ اپنے نیچے سے نکال کر امیر المومنین کو پیش کیا اور کہا: اس پر ٹیک لگا لیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں سے اسے دھکیل دیا اور پھر بیٹھ گئے پھر مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی اور کہا: مجھے خوف ہے کہیں میں ہی اس آیت کا مصداق نہ ٹھہروں کہ مومنوں کو تکلیف دیتا ہوں۔ ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رعایا کی دیکھ بھال کریں، انہیں بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ٹھیک ہی کہا، واللہ اعلم۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کبھی کبھار آگ جلاتے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے، پھر خود کو مخاطب کر کے کہتے: اے خطاب کے بیٹے! کیا تجھے اس پر صبر کرنے کی طاقت ہے۔ ❷

فتح قادسیہ کے موقع پر جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی چادر، تلوار، کمر بند، پائجامے، قمیص، تاج زرنگار، اور دونوں موزے بھیجے تو آپ نے لوگوں پر ایک نگاہ دوڑائی، ان میں سراقہ بن جعشم المدلجی قد وقامت کے اعتبار سے سب سے زیادہ موزوں تھے۔ آپ نے کہا: اے سراقہ! اٹھو، اور یہ لباس پہنو۔ چناں چہ وہ کھڑے ہوئے اور اسے پہن لیا، اور اسے مل جانے کی امید باندھ لی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پیچھے مڑو! وہ پیچھے مڑ گئے۔ پھر کہا: سامنے آؤ، وہ سامنے آئے۔ پھر کہا کیا خوب کیا خوب، بنو مدلج کے ایک بدوی کے جسم پر کسریٰ کی چادر، پائجامے، تلوار، اس کا ٹیکا، تاج زرنگار اور موزے۔ اے سراقہ بن مالک! کبھی کوئی دن آتا جب تیرے پاس کسریٰ کے ساز وسامان ہوتے وہ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے شرف وعزت کا باعث بنتا، لباس اتار دو۔ سراقہ نے کپڑے اتار دیے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! تو نے اپنے رسول اور نبی کو یہ (ساز و سامان) نہیں دیا جب کہ وہ میرے مقابلہ میں تجھے زیادہ محبوب تھے اور میرے مقابلہ میں تیرے نزدیک زیادہ مکرم تھے۔ اسی طرح ابوبکر کو نہیں دیا حالاں کہ وہ بھی میرے مقابلہ میں تجھے زیادہ محبوب تھے اور میرے مقابلہ میں تیرے نزدیک زیادہ مکرم تھے۔ پھر تو نے اسے مجھے دیا، میں تیری پناہ چاہتا ہوں، کہیں کسی آزمائش کے لیے تو تو نے مجھے یہ نہیں دیا؟ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ جو لوگ آپ کے پاس تھے انہیں آپ پر رحم آ گیا، پھر آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: تمہیں قسم دلاتا ہوں، شام ہونے سے قبل اسے بیچ کر لوگوں میں تقسیم کر دو۔ اس موضوع پر آپ کے بہت سے واقعات ہیں۔ ❸

۲: زہد:

قرآن کے سایہ میں زندگی گزار کر، نبی صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر کے اور حیات فانی کا جائزہ لے

❶ مناقب عمر، ص: ١٦٢۔ محض الصواب: ٢/ ٦٢٣

❷ مناقب عمر، ص: ٦٢

❸ محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن الخطاب: ٢/ ٦٢٥

Marfat.com

کر آپ نے بخوبی سمجھ لیا تھا کہ دنیا ابتلاء وآزمائش کا گھر اور آخرت کی کھیتی ہے۔ چناں چہ آپ نے دنیا داری، اس کے حسن وزیبائش اور چمک دمک سے خود کو دور رکھا تھا۔ ظاہر وباطن ہر اعتبار سے اپنے ربّ کے سامنے خود کو جھکا دیا تھا اور ایسے حقائق کی جڑیں آپ کے دل میں پیوست ہو چکی تھیں جو اس دنیا سے زہد و بے نیازی پر آپ کی معاون ومددگار ہوتی تھیں۔ وہ حقائق یہ ہیں:

- اس بات پر کامل یقین تھا کہ ہم اس دنیا میں ایک اجنبی یا مسافر کے مشابہ ہیں، جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

  ((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ .)) ❶

  ''تم دنیا میں اس طرح زندگی گزارو گویا کہ اجنبی ہو یا مسافر۔''

- اللہ ربّ العزت کے نزدیک اس دنیا کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔ بس اتنی ہی قابل قدر ہے کہ جتنے میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کر لی جائے۔ فرمانِ نبوی ہے:

  ((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ .)) ❷

  ''اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر وقیمت مکھی کے پر کے بھی برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ پلاتا۔''

اور فرمایا:

((إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ .)) ❸

''دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے، مگر اللہ کا ذکر اور جو اس کی رضا کے لیے کام کیے ہوں، یا عالم یا متعلّم۔''

- دنیا کی زندگی بہت جلد ختم ہونے کے قریب ہے، ارشادِ نبوی ہے:

  ((بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ .)) قَالَ: وَضَمَّ السَّبَابَةَ وَالْوُسْطَى .

  بعثت أنا والساعة كهاتين بالسبابة والوسطى .)) ❹

  ''میری بعثت اور قیامت کے درمیان ان دونوں کی طرح فاصلہ ہے۔'' راوی کہتا ہے: پھر آپ نے سبابہ (شہادت کی انگلی) اور درمیانی انگلی اٹھائی۔

---

❶ سنن الترمذی، کتاب الزهد، حديث نمبر: ٢٣٣٣۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

❷ سنن الترمذی، کتاب الزهد، حديث نمبر: ٢٣٢٠

❸ سنن الترمذی، کتاب الزهد، حديث نمبر: ٢٣٢٢۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

❹ صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، حديث نمبر: ١٣٥۔١٣٢/ ٢٩٥٠.

Marfat.com

○ اور یہ کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، آخرت ہمیشہ کا ٹھکانا ہے، جیسے کہ قوم فرعون کے مومن فرد نے کہا تھا:

﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾﴾ (غافر: ۳۹، ۴۰) [1]

''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو معمولی فائدے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت، وہی رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔''

یہ حقائق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں رچ بس گئے تھے جس کی وجہ سے آپ نے دنیا اور اس کی چمک دمک کو نظر انداز کر دیا تھا اور اس سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارنے لگے تھے۔ ذیل میں زہد سے متعلق آپ کے چند واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ابوالاشہب [2] کا بیان ہے کہ ایک گھور (کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ) کے پاس سے عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ وہاں تھوڑی دیر ٹھہر گئے، آپ کے ساتھیوں کو یہ عمل ناگوار گزرا، آپ نے ان سے فرمایا: یہ تمہاری دنیا ہے جس پر تم فدا ہو اور اس پر مرمٹ رہے ہو۔ [3]

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم ہمیں دنیا کی لذتوں کی پروا نہیں ہے، ہم یہ نہیں چاہتے کہ بکری کے چھوٹے بچے کو بھوننے کا حکم دیں، پھر وہ ہمارے کھانے کے لیے تیار کیا جائے اور بہترین روٹی تیار کرنے کا حکم دیں اور ہمارے لیے روٹیاں پکائی جائیں اور کشمش کا شربت بنانے کا حکم دیں کہ ہمارے لیے تیار کیا جائے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں کو دسترخوان پر رکھا جائے تو چکور کی آنکھوں کی طرح تمام چیزیں اس پر چمک رہی ہوں، پھر اس کو کھائیں اور پییں، بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنی نیکیوں کو بچا کر رکھیں، اس لیے کہ ہم نے اللہ کا فرمان سنا ہے:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ (الاحقاف: ۲۰)

''تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں۔''

ابوعمران جونی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم کھانے والوں سے زیادہ کھانے کی لذت کو جانتے ہیں، لیکن ہم اسے اس دن کے لیے چھوڑ رہے ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے:

---

[1] من اخلاق النصر فی الصحابة، د/ السید محمد نوح، ص: ۴۸، ۴۹

[2] آپ کا نام جعفر بن حیان سعدی ہے۔ [3] الزهد/ الامام أحمد، ص: ۱۱۸

Marfat.com

﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾

(الحج: ٢)

''جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دنیا کے بارے میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر دنیا کو ترجیح دوں تو آخرت کا نقصان اٹھاتا ہوں اور اگر آخرت چاہتا ہوں تو دنیا کا نقصان اٹھاتا ہوں۔ لہٰذا جب معاملہ اس طرح ہے تو فانی دنیا ہی کا نقصان اٹھانا بہتر ہے۔ ❶

ایک مرتبہ آپ لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے حالانکہ آپ خلیفہ تھے اور آپ کی تہبند میں بارہ پیوند لگے تھے۔ ❷

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ کی لنگی میں بارہ (١٢) پیوند لگے تھے، ان میں ایک سرخ رنگ کے چمڑے کا تھا۔ ❸

ایک مرتبہ جمعہ کے موقع پر آپ گھر سے دیر سے نکلے اور اپنی تاخیر کا عذر بیان کرتے ہوئے کہا: میں اپنے یہ کپڑے دھو رہا تھا اور میرے پاس اس کے علاوہ دوسرے کپڑے نہ تھے۔ ❹

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حج کے دوران مدینہ سے مکہ تک میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، ہم حج سے واپس بھی آ گئے، لیکن راستے میں آپ کے لیے کہیں کوئی شامیانہ یا خیمہ نہیں لگایا گیا، بلکہ چادر اور چٹائی وغیرہ درخت پر ڈال دیتے اور آپ اس کے نیچے بیٹھ کر سایہ حاصل کر لیتے۔ ❺

یہ ہیں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو مشرق سے مغرب تک اپنی رعایا پر حکومت کرتے ہیں اور زمین پر ایک عام آدمی کی طرح بیٹھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں، دیکھا کہ آپ تنگی اور دنیا سے بے تعلقی کی زندگی گزار رہے ہیں، جس کی علامتیں آپ کے جسم پر ظاہر ہیں، تو کہا: اللہ تعالیٰ نے بڑے احسانات کیے ہیں اور روزی آپ کے لیے کشادہ کر دی ہے، اگر آپ عمدہ کھانا اور نرم کپڑا پہنتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا: معاملہ تمہارے سپرد کرتا ہوں تم خود فیصلہ کر لو، پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگ گزر بسر کا حوالہ دیا اور برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامساعد حالات اور آپ کے ساتھ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تنگ حالی کا ذکر کرتے رہے، یہاں تک

❶ الحلية: ١/ ٥٠۔ یہ روایت انقطاع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ١٣٧

❷ الزهد، لإمام أحمد، ص: ١٢٤۔ یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے۔

❸ الطبقات الکبریٰ (٣/ ٣٢٨)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

❹ محض الصواب فی فضائل الأمير المومنين الخطاب: ٢/ ٥٦٦

❺ الطبقات، ابن سعد: ٣/ ٢٧٩۔ اس کی سند صحیح ہے۔

کہ ان کو رلا دیا، پھر فرمایا: میرے دو ساتھی تھے، وہ ایک ہی راستہ پر چلے، اگر میں بھی ان ہی کی طرح تنگ حالی کی زندگی گزار لوں تو شاید فارغ البالی اور کشادہ دستی کے وقت ان دونوں کے ساتھ رہ سکوں۔ ❶

دنیا آپ کی نگاہوں کے سامنے اور قدموں کے نیچے آ چکی تھی۔ آپ کے عہد خلافت میں اس کی بیشتر سلطنتیں فتح ہو چکی تھیں اور دُنیا ذلیل وخوار ہو کر آپ کے قدموں پر گر رہی تھی۔ لیکن کبھی آپ نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں اور نہ کبھی دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی۔ بلکہ دین الٰہی کو قوت دینے اور مشرکوں کی شان وشوکت توڑنے میں ہی آپ نے پوری بھلائی اور سعادت سمجھی، گویا آپ کی شخصیت میں زہد وتقویٰ ایک نمایاں صفت تھی۔ ❷

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہم سے ہجرت میں مقدم نہ تھے، میں جانتا ہوں کہ آپ کس چیز میں ہم سے افضل تھے، آپ ہمارے مقابلہ میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا بے زار شخص تھے۔ ❸

۳: ورع:

آپ کے ورع کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جسے ابوزید عمر بن شبہ نے معدان بن ابوطلحہ یعمری کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کپڑے اور کھانا لے کر آئے اور آپ کے حکم سے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا، پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے خود لوگوں کو نہیں کھلایا، اور نہ خود کو ان پر ترجیح دی، صرف میں ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا ہوں، پھر بھی مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو اس کھانے کو عمر کے پیٹ میں آگ کا سبب نہ بنا دے۔ معدان کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے اپنی مخصوص رقم سے ایک بڑا پیالہ بنوایا پھر اسے عام لوگوں کی پلیٹوں کے درمیان رکھنے لگے۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خواہش ہوتی تھی کہ عام مسلمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرمائیں، کیوں کہ اس میں کئی معاشرتی مصلحتیں پوشیدہ ہوتی تھیں۔ جو کھانا مسلمانوں کے بیت المال سے بنایا جاتا تھا اسے کھانے میں حرج محسوس کرتے تھے، اسی وجہ سے حکم دیتے تھے کہ میرے ذاتی مال سے بنایا ہوا کھانا مجھے دیا جائے۔ آپ کی یہ احتیاط ورع اور پاک دامنی کی بلند ترین مثال ہے۔ غور کا مقام ہے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ان کے کھانے میں شریک ہونے سے حرام مال کھانے کا اندیشہ بالکل نہیں رہتا، اس لیے کہ آپ اس وقت عام مسلمانوں کے ایک فرد ہوتے ہیں، تاہم آپ اپنے ربّ کی رضا جوئی کی خاطر اس مال سے بھی اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور خوف الٰہی کے پیش نظر خود کو شبہات کے قریب جانے سے

❶ الزهد، لإمام أحمد، ص: ۱۲۵۔ الطبقات: ۳/ ۲۷۷ ❷ الفاروق أمیر المؤمنین، د/ لماضة، ص: ۱۱
❸ مصنف ابن ابی شیبة، أخرجه ابن ابی شیبة: ۸/ ۱۴۹۔ اس کی سند جید ہے۔ ابن عساکر: ۵۲/ ۲۴۴

Marfat.com

روک سکتے ہیں۔ ❶

عبدالرحمٰن بن نجیح کا بیان ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، آپ کے پاس ایک اونٹنی تھی، آپ اسے خود دوہتے تھے۔ ایک دن آپ کے غلام نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے اسے ناپسند کیا اور کہا: تیرا برا ہو! یہ دودھ تو کہاں سے لایا؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین! اونٹنی کا بچہ چھوٹ گیا تھا اور اس نے دودھ پی لیا تھا۔ تو میں نے صدقہ کی اونٹنی سے آپ کے لیے دودھ دوھ لیا۔ آپ نے فرمایا: تیرا برا ہو۔ تو مجھے آگ پلاتا ہے۔ پھر آپ نے اس دودھ کے بارے میں بعض لوگوں سے اجازت لی، تو لوگوں نے آپ سے کہا اے امیر المومنین دودھ اور اس اونٹنی کا گوشت بھی آپ کے لیے حلال ہے۔ ❷

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ورع کی یہ نادر مثال دیکھیے کہ آپ نے بلاقصد وارادہ اس دودھ کو پیا تھا، لیکن عذابِ الٰہی کا ایسا خوف کہ جب تک بعض بزرگ صحابہ سے جو مسلمانوں کی طرف سے اس ذمہ داری پر مامور تھے اس کے بارے میں اجازت نہ لے لی آپ کے دل کو اطمینان نہ ہوا...... یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ذکرِ آخرت، وہاں کے حساب وکتاب، نعمتوں کے حصول اور بدبختی سے بچنے کا خوف آپ کے رگ وپے میں سرایت کر چکا تھا اور اسی غم میں آپ ڈوبے رہتے تھے اور یہی خوف وغم آپ کی زندگی میں اعلیٰ سلوک وکردار کا اصل محرک تھا۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ورع وتقویٰ کے شیدائی تھے۔ یہاں تک کہ جن چیزوں کے لینے میں حق بجانب ہوتے اسے بھی لینے میں کافی احتیاط برتتے تھے۔ ایک دن آپ بیمار ہوئے، لوگوں نے بتایا کہ شہد کو بطور دوا استعمال کیجیے، مفید ہوگا، اتفاق سے اس وقت بیت المال میں شہد موجود تھا جو بعض مفتوحہ ممالک سے آیا ہوا تھا، لیکن معالجین کے مشورہ کے مطابق آپ نے اس وقت تک شہد استعمال نہ کیا جب تک کہ لوگوں کو جمع نہیں کر لیا، پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے اجازت مانگی کہ ''اگر آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو شہد استعمال کر لوں، ورنہ وہ میرے لیے حرام ہے۔'' لوگ آپ کی یہ بات سن کر رو پڑے اور سب نے آپ کو اجازت دے دی، پھر بعض لوگ ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ اے عمر تمہاری خوبیاں تو بس اللہ ہی کے لیے ہیں، تم نے اپنے بعد کے خلفاء کو تھکا دیا۔ ❹

---

❶ التاریخ الاسلامی: ۱۹/ ۳۷

❷ تاریخ المدینة المنورة، ص: ۷۰۲۔ اس واقعہ میں کمال کی بات یہ ہے کہ دودھ پیتے ہی آپ کو محسوس ہوگیا کہ دودھ میں کچھ گڑبڑ ہے، یہ تھے ہمارے اسلاف اور آج ہماری حالت یہ ہے کہ حرام وحلال میں ہمیں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، بلکہ حرام زیادہ لذیذ لگتا ہے۔ العیاذ باللہ (مترجم)

❸ التاریخ الإسلامی: ۱۹/ ۲۸

❹ فرائد الکلام للخلفاء الکرام، ص: ۱۱۳۔ الفاروق، الشرقاوی، ص: ۲۷۵

Marfat.com

۴: تواضع:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے راستے میں عباس رضی اللہ عنہ کے پرنالے کا پانی گرتا تھا، ایک مرتبہ جمعہ کے دن عمر رضی اللہ عنہ کپڑے پہن کر گھر سے نکلے، اتفاق سے اس دن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ پرنالے کے نیچے پہنچے تو خون آلود پانی آپ کے اوپر گرنے لگا۔ آپ نے پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دے دیا اور واپس ہو گئے۔ ان کپڑوں کو اتار کر دوسرے کپڑے زیب تن کیے، پھر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم، وہ پرنالا اسی جگہ لگا تھا، جہاں اسے اللہ کے رسول نے لگایا تھا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ سے زور دے کر کہتا ہوں کہ میری پیٹھ پر چڑھ کر پرنالے کو اسی جگہ لگا دیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا، چناں چہ عباس رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کیا۔ ❶

حسن بصری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سخت گرمی کے دن میں عمر رضی اللہ عنہ سر پر اپنی چادر ڈالے ہوئے باہر نکلے آپ کے قریب سے گدھے پر سوار ایک غلام کا گزر ہوا، آپ نے کہا: اے غلام، اپنے ساتھ مجھے بھی بٹھا لو، غلام گدھے سے اتر کر نیچے آ گیا اور کہا: اے امیر المومنین آپ سوار ہو جائیں، آپ نے فرمایا: نہیں، تم آگے سوار ہو میں تمہارے پیچھے بیٹھتا ہوں، کیا تم مجھے نرم ملائم جگہ پر اور خود کو سخت جگہ پر بٹھانا چاہتے ہو۔ چناں چہ آپ غلام کے پیچھے سوار ہو گئے اور اسی حالت میں مدینہ میں داخل ہوئے اور لوگ آپ کو تعجب بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ❷

سنان بن سلمہ ہذلی سے روایت ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نکلا، ہم سب ''بلح'' (سبز کھجور) چن رہے تھے، اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، ان کے ہاتھ میں درّہ تھا، جب بچوں نے آپ کو دیکھا تو باغ میں منتشر ہو گئے لیکن میں کھڑا رہا، میرے تہبند میں کچھ کھجوریں تھیں جن کو میں نے اکٹھا کیا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ کھجوریں ہوا سے زمین پر گری پڑی تھیں۔ آپ نے میرے تہبند کی کھجوروں کو دیکھا، لیکن مجھے نہیں مارا، میں نے کہا: اے امیر المومنین! اور بھی بچے ہیں جنہیں میں دیکھ رہا ہوں ابھی وہ لوگ مجھ سے ان کھجوروں کو چھین لیں گے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، ہرگز نہیں۔ چلو میرے ساتھ چلو۔ پھر آپ مجھے لے کر میرے گھر والوں کے پاس آئے۔ ❸

ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عراق سے ایک وفد آیا اس میں احنف بن قیس بھی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ سر پر پگڑی باندھے ہوئے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو تیل (رانگ) لگا رہے تھے۔ آپ نے کہا: اے احنف! اپنا کپڑا اتارو، اور آؤ اس اونٹ کو تیل لگانے میں میری مدد کرو۔ اس لیے کہ یہ

---

❶ صفة الصفوة: ١/ ٢٨٥

❷ أصحاب الرسول، محمود المصري: ١/ ١٥٧

❸ صلاح الأمة في علو الهمة، سيد العفاني: ٥/ ٤٢٥

صدقہ کا اونٹ ہے اس میں یتیموں، بیواؤں، اور مسکینوں کا حق ہے۔ ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین، اللہ آپ پر رحم کرے، صدقہ کے غلاموں میں سے کسی غلام کو کیوں نہیں حکم دے دیتے وہ یہ کام کردے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے اور احنف سے بڑا غلام کون ہے؟ جو مسلمانوں کا حاکم ہے اس پر خیر خواہی اور امانت کی ادائیگی کے متعلق رعایا کا وہی حق ہے جتنا آقا کا غلام پر ہے۔ ❶

سیّدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کندھے پر پانی کا ایک مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جب وفود اطاعت وفرماں برداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے پاس آئے تو میرے دل میں اپنی بڑائی کا احساس ہوا، اس لیے میں نے اس بڑائی کو توڑنا ضروری سمجھا۔ ❷

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر گیا، آپ ایک باغ میں داخل ہوئے، میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ آپ باغ کے اندر تھے، میں نے اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو خود سے خطاب کرتے ہوئے سنا: ''اے عمر بن خطاب! تو امیر المومنین ہے، کیا خوب، تو خطاب کا معمولی بیٹا ہے، تو اللہ سے ڈر، ورنہ وہ تجھے عذاب دے گا۔'' ❸

جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین ہم نے آپ سے زیادہ عدل پرور، حق گو، اور منافقین کے لیے سخت کسی شخص کو نہیں دیکھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اچھے آدمی ہیں۔ عوف بن مالک ❹ نے کہا: اللہ کی قسم تم جھوٹے ہو۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایسے آدمی کو دیکھا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ عوف نے کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عوف نے سچ کہا اور تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ اللہ کی قسم، یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کستوری کی خوشبو سے بھی اچھے تھے اور میں اپنے گھر کے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ تھا (اسلام لانے سے پہلے)۔ کیوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے چھ سال قبل اسلام لاچکے تھے۔ ❺

مذکورہ واقعہ سے عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع اور آپ کی نگاہ میں فضلاء کا قدر و احترام نمایاں ہے۔ آپ کی یہ خاکساری صرف زندوں تک محدود نہ تھی بلکہ فوت شدگان کے لیے بھی آپ کا یہی طرزِ عمل ہوتا تھا۔ آپ قطعاً یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ فوت شدگان کے فضل واحترام کو نظر انداز کردیا جائے یا ان کی کوئی یادگار باقی نہ رہے، بلکہ ہمیشہ آپ ان کو ذکر خیر سے یاد رکھتے تھے اور لوگوں کو بھی احترام وفات شدگان اور ان کی قربانیوں کی

❶ اخبار عمر، ص: ۳۴۳۔ أصحاب الرسول، محمود المصری: ۱/ ۱۵۶

❷ مدارج السالکین: ۲/ ۳۳۰

❸ موطأ مالك: ۲/ ۹۹۲۔ اس کی سند صحیح ہے۔

❹ مالک بن عوف اشجعی مشہور صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔

❺ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ۱۴۔ محض الصواب: ۲/ ۵۸۶

Marfat.com

قدر کرنے پر ابھارتے رہتے تھے، اس لیے کہ اس سے اعمالِ صالحہ کی یاد یکے بعد دیگرے ہر نسل میں باقی رہتی ہے اور اسے ہر جماعت اپنے بعد والی جماعت کو بتاتی رہتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی انسان کی قربانیوں اور اعمالِ صالحہ کو اس کی وفات ہو جانے یا اس کے غائب ہو جانے کی وجہ سے بھلایا نہیں جا سکتا اور یہ وفاداری اور ایمان داری کی اعلیٰ مثال ہے۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ عزت واحترام کے بارے میں کسی کے فضل وسبقت کو نظر انداز نہ کرتے تھے اور اس بات سے ہرگز راضی نہ تھے کہ متقدمین کی فضیلتوں کو طاق نسیاں میں رکھ دیا جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو امت اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو بھلا دیتی ہے یا نظر انداز کر دیتی ہے اس امت کی تباہی مقدر ہو جاتی ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ انہی اعلیٰ نقوش پر لوگوں کی تربیت کی جائے! عمر فاروق کی تربیت کتاب الٰہی اور سنت رسول پر ہوئی تھی، جنہوں نے آپ میں ایسا نکھار پیدا کیا کہ تربیت واخلاق کے موضوع پر قدیم وجدید کتابیں اس تربیت کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں، اور آج بھی ہمارے درمیان اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت موجود ومحفوظ ہے، اور اس میں تربیت واخلاق کے ایسے اصول ہیں جس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ ❷

۵: بردباری:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس ❸ کے مہمان بنے۔ حر بن قیس عمر رضی اللہ عنہ کے قریبی لوگوں میں سے تھے اور جیسا کہ معلوم ہے کہ آپ کی مجلس شوریٰ کے تمام افراد حفاظ قرآن تھے۔ خواہ وہ بوڑھے رہے ہوں یا جوان۔ بہرحال عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا امیر المومنین تک تمہاری رسائی ہے؟ یا یوں کہا کہ امیر المومنین تک تمہاری رسائی ہے اس لیے میری ملاقات کے لیے اجازت مانگ لو۔ حر بن قیس نے کہا: میں ابھی اجازت لیتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حر بن قیس نے عیینہ کے لیے اجازت مانگی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ جب عیینہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو کہا: اے ابن خطاب! ذرا میری بات پر دھیان دیجیے۔ اللہ کی قسم آپ مجھے زیادہ وظیفہ نہیں دیتے اور عدل سے کام نہیں لیتے۔ عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے ہوئے، یہاں تک کہ اسے مارنا چاہا، لیکن حر بن قیس بول اٹھے کہ امیر المومنین! یہ جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾﴾ (الاعراف: ۱۹۹)

''آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔''

---

❶ شهيد المحراب، ص: ١٤٤

❷ شهيد المحراب، ص: ١٤٤، ١٤٥

❸ آپ صحابی ہیں، بنو فزارہ کے وفد کے ساتھ اسلام لائے، آپ کی نسبت اس طرح ہے: حر بن قیس فزاری۔

Marfat.com

اللہ کی قسم! جب حر بن قیس نے آیت کی تلاوت کی تو عمر بن خطاب فوراً رک گئے۔ یقیناً وہ اللہ کی کتاب کے بہت پابند تھے۔ ❶ چناں چہ جب آپ نے آیت کریمہ سنی تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور جس آدمی نے آپ کو آپ کے اخلاق کریمہ میں بخیلی اور دین داری میں ناانصافی کی تہمت لگا کر آپ کی شان میں گستاخی کی تھی، آپ نے اسے معاف کردیا۔ یہ اس قرآنی تعلیم کی تاثیر تھی جس کا عمر رضی اللہ عنہ اہتمام کرتے تھے اور اس کی حفاظت میں کھڑے ہوجاتے تھے، کون ہے ہم میں جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھتا ہو؟ خاص طور سے جب غصے کا سبب کوئی ایسا عمل ہو جس پر اکثر لوگ ناراض ہی ہوجاتے ہوں؟ ہم ان تعلیمات سے کب آراستہ ہوں گے تاکہ قرآن کا عملی نمونہ بن سکیں؟ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کے مطابق ہمارا ہر عمل ہو؟ نیز کب ہمارے اخلاق قرآنی ہوں گے؟ ❷

ملک شام کی فتح کے موقع پر جابیہ نامی جگہ پر جب عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو مال غنیمت اور اس کی تقسیم وغیرہ سے متعلق کچھ باتیں کہیں اور یہ بھی کہا: ''میں آپ لوگوں کو خالد بن ولید کی معزولی کا عذر بتانا چاہتا ہوں، میں نے ان سے کہا تھا کہ اس مال کو کمزور ونادار مہاجرین میں تقسیم کردیں، لیکن انہوں نے طاقت ور، مال دار، باحیثیت اور چرب زبان لوگوں کو دے دیا، اس لیے میں نے ان کو معزول کرکے ابوعبیدہ کو امیر بنا دیا۔'' ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی کھڑے ہوئے اور کہا: اے عمر! آپ کی معذرت قابل قبول نہیں ہے۔ آپ نے ایسے عامل کو برطرف کیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنایا تھا اور اس تلوار کو نیام میں ڈالا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نیام کیا تھا، اس منصب کو چھینا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فائز کیا تھا، آپ نے قطع رحمی کی ہے اور اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ حاسدانہ رویہ اپنایا ہے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم ان کے قریبی رشتہ دار ہو، ابھی نوعمر ہو، اس لیے اپنے چچا زاد بھائی کے لیے غصے ہورہے ہو۔'' ❸

یہ ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مثالی اوصافِ حمیدہ، کہ محض توحید خالص، ایمان باللہ اور فکر آخرت کی وجہ سے آپ ان صفات سے متصف رہے۔ علماء اور محققین نے آپ کے ذاتی اوصاف پر تفصیلی بحث کی ہے، جن میں چند اہم اوصاف یہ ہیں کہ آپ مذہبی غیرت، بہادری، پختہ ایمان، عدل پروری، علم دوستی، فنی مہارت، طویل تجربہ، رعب ودبدبہ، شخصی قوت، فراست وذہانت، دوراندیشی، احسان وکرم، قدوۂ حسنہ، رحمت وشفقت، عزیمت، دین کے لیے سختی اور ورع وتقویٰ جیسی اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ محققین وسیرت نگاروں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قائدانہ صلاحیتوں اور خوبیوں کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ اپنے اوپر تنقید وتبصرہ کی قوت برداشت، لوگوں کو

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٧٢٨٦۔ ٤٦٤٢

❷ شهيد المحراب، ص: ١١٨

❸ محض الصواب: ٢/ ٦٠٢

Marfat.com

متحرک وفعال بنانے اور عمل کے مواقع فراہم کرنے کی قدرت، شورائیت کے ذریعے سے قرار دادوں کو طے کرنے میں مشارکت، ناگہانی حالات میں لوگوں کے رجحانات کا رخ موڑنے کی پوری مہارت اور اپنے عمال وحکام کی سخت نگرانی جیسے اعلیٰ قائدانہ صفات سے متصف تھے۔ موقع بہ موقع قارئین کرام ان شاء اللہ آپ کی ان صفات حمیدہ کو ملاحظہ کریں گے۔ یہاں تمام اوصاف کا حصر مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا تکرار سے بچنے کی غرض سے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

عائلی زندگی:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاکم جب تک اللہ کے حقوق ادا کرتا ہے رعایا اس کے حقوق ادا کرتی ہے اور جب حاکم اللہ کے حقوق پامال کرنا شروع کر دیتا ہے تو رعایا اس کے حقوق پامال کرنے لگتی ہے۔ [1] یہی وجہ تھی کہ آپ اپنا اور اپنے گھر والوں کا سختی سے محاسبہ کرتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ نگاہیں آپ کی طرف دیکھ رہی ہیں اور اس میں کوئی فائدہ نہیں کہ خود اپنی ذات پر سختی کریں اور گھر والے عیش وعشرت کی زندگی گزاریں اور پھر بروز قیامت ان کے بارے میں باز پرس ہو، ساتھ ہی دنیا میں زبان خلق انہیں معاف نہیں کر سکتی، چناں چہ آپ جب کوئی امتناعی حکم جاری کرتے تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کے پاس آتے اور فرماتے: میں نے لوگوں کو فلاں فلاں کام سے روک دیا ہے، لوگ تم پر اسی طرح نگاہ رکھتے ہیں جس طرح گوشت خور پرندہ گوشت پر۔ پس اگر تم نے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ بھی کریں گے اور اگر تم دور رہے تو وہ بھی دور رہیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی فرد لایا گیا جو میرا قریبی ہے اور میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے، تو میں اس کو دہری سزا دوں گا۔ لہٰذا جو چاہے خلاف ورزی کرے اور جو چاہے اس سے باز رہے۔ [2]

آپ اپنی بیویوں، بچوں اور رشتے داروں کے رہن سہن اور اخراجات پر کڑی نگاہ اور سخت نگرانی رکھتے تھے۔ اس کی چند مثالیں یہاں ذکر کی جا رہی ہیں:

۱: رفاہ عامہ کی ملکیت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو رفاہِ عامہ کے لیے خاص کی گئی ملکیتوں سے استفادہ کرنے سے منع کر دیا تھا، محض اس خوف سے کہ کہیں اپنے گھرانے کی طرف داری نہ ہو جائے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ایک اونٹ خرید کر رفاہی چراگاہ میں چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ جب وہ موٹا ہو گیا تو میں اس کو لے کر بازار گیا، عمر رضی اللہ عنہ بازار آئے اور موٹے اونٹ کو دیکھا تو پوچھا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن عمر

---

[1] موسوعة فقه عمر بن الخطاب، د/ محمد قلعجي، ص: ۱٤٦

[2] محض الصواب: ۳/ ۸۹۳

Marfat.com

کا ہے۔ آپ کہنے لگے: اے عبداللہ بن عمر! کیا خوب، کیا خوب......، امیر المومنین کے بیٹے! یہ اونٹ کیسا ہے؟ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے بتایا کہ اس اونٹ کو میں نے خریدا تھا اور پھر رفاہی چراگاہ میں چھوڑ دیا تھا، میں بھی وہی چاہتا تھا جو تمام مسلمان چاہتے ہیں۔ (یعنی اونٹ فربہ اور تروتازہ ہو جائے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کہتے رہے ہوں گے امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کو خوب چراؤ، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کو اچھی طرح پلاؤ، اے عبداللہ بن عمر اپنے اونٹ کی اصل قیمت لے لو اور منافع مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروا دو۔ ❶

۲: جنگ جلولاء کے موقع پر مال فے خریدنے پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا محاسبہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ فارس کے معرکوں میں سے ایک معرکہ جو ''جلولاء'' میں پیش آیا تھا اس میں حاضر ہوا اور چالیس ہزار درہم میں مالِ غنیمت خریدا اور جب وہاں سے لوٹ کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے کہا: اگر میں جہنم میں ڈالا جاؤں اور تم سے کہا جائے کہ اس کے عذاب سے بچانے کے لیے فدیہ دو، تو کیا تم فدیہ دو گے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم کوئی بھی چیز جو آپ کے لیے باعث تکلیف ہو میں اس سے بچانے کے لیے سب کچھ فدیہ دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا: گویا کہ میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا جب وہ خرید وفروخت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: عبداللہ بن عمر صحابی رسول ہیں، امیر المومنین کے بیٹے ہیں، ان کے چہیتے ہیں، اور تم حقیقت میں ایسے ہو بھی۔ پس تمہیں مہنگا دینے کے بجائے کم داموں میں دینا انہیں زیادہ محبوب رہا۔ میں تقسیم کرنے والا ذمہ دار ہوں اور ایک قریشی تاجر جتنا نفع پاتا ہے میں تم کو اس سے زیادہ دیتا ہوں۔ تمہارے لیے ایک درہم پر ایک درہم (یعنی دوگنا) نفع ہے۔ ابن عمر کا کہنا ہے کہ پھر آپ نے تاجروں کو بلایا اور انہوں نے اس کو چار لاکھ درہم میں خرید لیا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے مجھے صرف اسی ہزار (۸۰۰۰) درہم دیے اور بقیہ دراہم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے تاکہ وہ اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں۔ ❷

۳: قرابت داری نفع خوری کا سبب نہیں بن سکتی:

اسلم سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے یعنی عبداللہ اور عبیداللہ ایک لشکر کے ساتھ عراق کی مہم پر نکلے، جب وہ دونوں لوٹے تو بصرہ کے امیر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتے ہوئے لوٹے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خوش آمدید کہا اور استقبال کیا اور کہا: اگر میں کسی طرح سے تم دونوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکا تو ضرور فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر کہنے لگے: ہاں ٹھیک ہے، یہاں میرے پاس صدقہ کی کچھ رقم ہے اور میں اسے امیر المومنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، میں اسے تم دونوں کو بطور قرض دے رہا ہوں تم اس سے عراق سے کچھ سامان خرید لو اور اسے لے جا کر مدینہ میں فروخت کر دینا، پھر قرض کی اصل رقم امیر المومنین کو دے دینا اور

---

❶ مناقب عمر، ابن الجوزی: ۱۵۷، ۱۵۸

❷ تاریخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين/ ذهبی، ص: ۲۷۰، ۲۷۱

Marfat.com

نفع تمہارا ہو جائے گا۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ دیا کہ ان دونوں سے مرسلہ رقم لے لیں۔ جب وہ دونوں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا جس طرح تم دونوں کو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے قرض دیا ہے اسی طرح مجاہدین کے پورے لشکر کو دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رقم اور اس کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا نفع دونوں واپس کرو۔ چناں چہ عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے، لیکن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کا یہ عمل مناسب نہیں ہے، اگر رقم ضائع ہو جاتی، یا اس میں کچھ کمی ہو جاتی تو ہم ہی اس کے ضامن ہوتے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں پوری رقم واپس کر دو اور اس مرتبہ بھی عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے لیکن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حجت کرتے رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ درپیش مسئلہ کو قراض یعنی شراکت کی تجارت قرار دیتے تو بہتر ہوتا۔ ❶ چناں چہ عمر رضی اللہ عنہ نے اصل رقم اور آدھا نفع لے لیا، اور آدھا نفع عبداللہ اور عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے لیا۔ صحابہ کا بیان ہے کہ اسلام میں قراض کی یہ پہلی تجارت عمل میں آئی۔

۴: وظیفہ تقسیم کرنے میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ وظائف تقسیم کرتے تھے اور حسب ونسب نیز سبقت الی الاسلام کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض کو بعض پر فضیلت دیتے تھے۔ چناں چہ آپ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ چار ہزار مقرر کیا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تین ہزار۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے والد محترم! آپ نے اسامہ بن زید کو چار ہزار اور مجھے تین ہزار ہی کیوں دیا، اس کے باپ میں کون سی خوبی تھی جو آپ میں نہیں ہے؟ اور اسامہ میں کون سی اچھائی ہے جو مجھ میں نہ ہو؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے والد تمہارے باپ کے مقابلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ محبوب نظر تھے اور خود اسامہ اللہ کے رسول کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ ❷

۵: ایک مہینہ تک تم پر خرچ کیا ہے:

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلانے کے لیے اپنے غلام ''یرفا'' کو بھیجا، میں آپ کے پاس آیا، آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حمد وثنا کی اور کہا: اما بعد! بے شک میں اس مال (بیت المال) کا نگراں وذمہ دار ہونے سے پہلے صرف جائز طور پر اپنے لیے کچھ مال حلال سمجھتا تھا، لیکن جب میں اس کا نگراں بنا دیا گیا تو میں اتنا اور وہ بھی اپنے لیے حرام سمجھتا ہوں، لہٰذا تم ماضی میں دی ہوئی میری امانت کو لوٹا دو، میں نے تم پر ایک مہینہ تک اللہ کا مال خرچ کیا ہے، اب اس سے زیادہ میں نہیں کر سکتا اور میں نے تمہارا پھل عالیہ میں بطور عطیہ دے دیا ہے، تم اس کی قیمت لے لو، اور اپنی قوم کے کسی تاجر کی مصاحبت اختیار کر لو، جب وہ

---

❶ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ٢٤٤

❷ فرائد الكلام للخلفاء الكرام، ص: ١١٣

کچھ خرید وفروخت کرے تو تم بھی اس میں شریک ہو جاؤ اور پھر آمدنی کو اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ عاصم کہتے ہیں: پھر میں چلا گیا اور اسی طرح کیا۔ ❶

۶: اے معیقیب اسے لے لو اور بیت المال میں رکھ دو:

معیقیب کا بیان ہے کہ دوپہر کے وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا۔ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے عاصم کو آواز دے رہے تھے۔ پھر مجھ سے کہا: کیا تمہیں کو معلوم ہے اس نے کیا کیا ہے؟ یہ عراق گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس بات کا حوالہ دیا کہ میں امیر المومنین کا بیٹا ہوں، ان لوگوں سے اس نے خرچ مانگا اور انہوں نے محض میری وجہ سے اسے برتن، چاندی، مختلف سامان، اور تلوار دی ہے۔ عاصم نے کہا: کیا میں نے ایسا نہیں کیا ہے؟ میں تو اپنے لوگوں کے پاس گیا تھا اور انہوں نے مجھے یہ سب کچھ بغیر کسی طلب کے دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے معیقیب اسے لے لو اور مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروا دو۔ ❷

یہ ہے اس مال کی چھان پھٹک کی مثال جسے انسان اپنے مقام ومنصب کی وجہ سے حاصل کرتا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ ان کے بیٹے عاصم نے اس مال کو محض امیر المومنین کا بیٹا ہونے کی وجہ سے پایا ہے تو آپ نے اس مال کو عاصم کے پاس چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے کہ انہوں نے یہ مال بلا کسی محنت کے حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے یہ مال شکوک وشبہات کے دائرے میں داخل ہو گیا تھا۔ ❸

۷: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ اور کستوری:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر آیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میری تمنا ہے کہ بہترین وزن کرنے والی کوئی عورت اگر مل جاتی تو اس خوشبو کو تول دیتی اور میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے کہا: میں بہت اچھا وزن کر لیتی ہوں لاؤ میں وزن کر دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ آپ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم ہاتھ میں لگی ہوئی خوشبو کو سر اور گردن پر نہ لگا لو اور میں اس طرح دیگر مسلمانوں سے زیادہ حصہ پا جاؤں۔ ❹

یہ ہے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ورع وتقویٰ اور دینی امور میں سخت احتیاط کی روشن مثال کہ اپنی بیوی کو خوشبو تقسیم کرنے کی ذمہ داری محض اس لیے نہیں دی کہ کہیں ہاتھ میں لگی ہوئی خوشبو کو وہ گردن پر نہ پھیر لے اور مسلمانوں کا مال ناجائز طور سے اس کے تصرف میں آ جائے۔ شبہ واحتمال کے باب میں ایسا غایت درجہ

❶ الطبقات: ۳/ ۲۷۷۔ اس کی سند صحیح ہے۔ محض الصواب: ۲/ ۴۹۱

❷ عصر الخلافة الراشدة، العمری، ص: ۲۳۶۔ یہ اثر حسن ہے۔

❸ التاریخ الاسلامی: ۱۹/ ۴۰

❹ الزهد، امام أحمد بن حنبل، ص: ۱۱۔ بحواله التاریخ الإسلامی: ۱۹/ ۳۰

Marfat.com

کا احتیاط اللہ کے ان نیکوکار بندوں ہی میں دیکھنے کو ملتا ہے جو بھلائیوں کی طرف سبقت کرنے والے اور حلال وحرام نیز حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ جب کہ وہ لوگ جو اپنی ذات کی حفاظت سے غافل رہتے ہیں ان کے یہاں ان باتوں کی قطعاً پروا نہیں ہوتی۔ ❶

۸: بیوی کو عطا کیے گئے ہدیہ کی مخالفت:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید کو تقریباً ڈیڑھ گز کی چٹائی بطور ہدیہ بھیجی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جب تحفہ ان کے پاس دیکھا تو پوچھا: یہ تم کو کہاں سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا: ابوموسیٰ اشعری نے مجھے ہدیہ دیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے وہ چٹائی ہاتھ میں لی اور ان کے سر پر زور سے ماری، یہاں تک کہ ان کا سر چکرا گیا اور کہا: ابوموسیٰ کو میرے پاس لاؤ اور پیدل چلا کر لاؤ۔ چناں چہ وہ لائے گئے، وہ تھک چکے تھے اور کہہ رہے تھے: اے امیر المومنین! میرے بارے میں جلدی نہ کیجیے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہماری عورتوں کو تم نے ہدیہ کیوں دیا؟ پھر آپ نے چٹائی ان کے سر پر بھی زور سے دے ماری اور کہا: اسے لے جاؤ، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ ملکی معاملات میں عورتوں کو دخل اندازی سے سختی سے منع کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے ایک عامل کو معزول کرنے کا فرمان تحریر کر رہے تھے، دوران تحریر آپ کی بیوی نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین آپ اس عامل پر کیوں اتنا سخت ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ کی دشمن، تجھے اس سے کیا مطلب؟ تم دل بہلانے کا ایک کھلونا ہو جسے کھیل کر پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: اپنے تکلے پر چلی جاؤ اور جس چیز کا تم سے تعلق نہیں اس میں دخل اندازی مت کرو۔ ❸

۹: ملکہ روم کی طرف سے آپ کی بیوی امّ کلثوم کو ہدیہ:

استاد خضری نے اپنی تیار کردہ لکچر بک میں لکھا ہے کہ جب بادشاہ نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا اور آپ کی قربت چاہی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قاصدوں کو ڈاک دے کر بادشاہ روم کے پاس بھیجا، اس ڈاک کے ساتھ امّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب نے ملکۂ روم کو خوشبو، پانی پینے کے برتن اور کچھ زیورات کا ہدیہ بھی دیا، چناں چہ بادشاہ روم نے وہ عطیات اپنی ملکہ کو دے دیے ملکہ روم یعنی قیصر کی بیوی نے اپنی ہم نشین عورتوں کو اکٹھا کیا اور ان سے یہ کہا کہ یہ حاکم عرب کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی کا ہدیہ ہے، انہیں ہدیہ دکھایا، پھر اس نے بھی امّ کلثوم کو ایک خط لکھا اور قیمتی ہار بطور ہدیہ بھیجا، جب وہ قاصد بادشاہ روم کی ڈاک لے کر

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۹/ ۳۰

❷ الشیخان أبوبکر وعمر بروایة البلاذری، ص: ۲۶۰

❸ اخبار عمر، ص: ۲۹۳۔ الشیخان بروایة البلاذری، ص: ۱۸۸

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے ہدیہ روک لینے کا حکم دیا اور "اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ" کی ندا لگوائی۔ چناں چہ لوگ اکٹھے ہوئے، آپ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور کہا: جو کام بغیر مشورہ کے کیا جائے اس میں بھلائی نہیں ہے۔ آپ لوگ بتائیں کہ امّ کلثوم نے ملکہ روم کو جو ہدیہ دیا تھا (اس کے بدلے اسے ہدیہ آیا ہے) اس سلسلہ میں میں کیا کروں؟ کچھ لوگوں نے کہا: یہ امّ کلثوم کا حق ہے، کیوں کہ ان کے ہدیہ کے بدلے ملکہ کی طرف سے ہدیہ آیا ہے، اس کے لیے جائز تھا، ملکہ روم کوئی ذمی عورت نہیں ہے کہ (ہدیہ بھیج کر) آپ سے کچھ کرانا چاہتی ہو اور نہ آپ کی مملوکہ ہے کہ وہ آپ کو خوش رکھنا چاہتی ہو، (لہٰذا اسے لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔) اور کچھ لوگوں نے کہا: ہم بھی کپڑے ہدیہ میں دیتے تھے تاکہ بدلہ میں ہمیں کچھ کپڑا مل جائے، پھر اسے ہم بازار میں فروخت کریں اور کچھ کمالیں۔ آپ نے فرمایا: (ٹھیک ہے، لیکن یہاں) قاصد تو تمام مسلمانوں کا تھا اور خاص انہی کی ڈاک لے کر گیا تھا، لہٰذا وہ اسے ناپسند کریں گے۔ چناں چہ آپ نے وہ ہدیہ بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا اور امّ کلثوم کو ان کی خرچ کی ہوئی رقم کا عوض دے دیا۔ ❶

۱۰: امّ سلیط زیادہ حق دار ہیں:

ثعلبہ بن ابی مالک سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں، ایک بہت اچھی چادر بچ گئی، آپ کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المومنین! بہتر ہے کہ آپ اسے دختر رسول یعنی اپنی بیوی امّ کلثوم بنت علی کو دے دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں، وہ ان انصاری خواتین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور ان کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ غزوۂ احد کے موقع پر ہمارے لیے پانی کے مشکیزے پیش کرتی تھیں۔ ❷

۱۱: تم اپنے باپ کو دھوکا دیتی ہو اور قرابت داروں کی خیر خواہ بنتی ہو:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کہیں سے زیادہ مال آیا، ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ملی تو کہا: اے امیر المومنین! اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مال سے رشتہ داروں کو بھی دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی، میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے، اور یہ مال مسلمانوں کا ہے، تم اپنے باپ کو دھوکا دیتی ہو اور رشتہ داروں کی خیر خواہ بنتی ہو، جاؤ چلی جاؤ۔ ❸

۱۲: تم چاہتے ہو کہ ایک خائن حاکم کی شکل میں اللہ سے ملوں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے داماد آئے، اور آپ سے بیت المال سے کچھ مال کا مطالبہ کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے

---

❶ الخلفاء الراشدون، د/ عبدالوهاب نجار، ص: ۲۴۵

❷ البخاري: ۴۰۷۱۔ فتح الباري: ۷/ ۴۲۴، ۶/ ۹۳۔ الخلافة الراشدة، ص: ۲۷۳

❸ الزهد، إمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۷۔ فرائد الكلام، ص: ۱۳۹

Marfat.com

ان کو ڈانٹا اور کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ سے ملوں تو ایک خائن حاکم بن کر ملوں اور اس کے بعد آپ نے اپنی مخصوص رقم سے دس ہزار درہم ان کو دیے۔ ❶

یہ ہیں فاروقی زندگی کے اعلیٰ کردار کی چند مثالیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ عوام ورعایا کے مال سے کس قدر بے نیاز تھے اور اپنے رشتہ داروں نیز گھر والوں کو اپنی حکومت ومنصب کے حوالے سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے سے کس قدر سختی سے منع کرتے تھے۔ اللہ کا مال حکام وامراء ہی کی صوابدید پر قائم رہتا ہے۔ اور ایک بات فطری اصولوں میں سے ہے نیز مشاہدات وواقعات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، وہ یہ کہ جب حاکم وقت ملکی خزانے میں دست درازی کرنے لگتا ہے تو عوام میں خیانت اور چوری عام ہونے لگتی ہے، بیت المال یا ملکی خزانے یہاں تک کہ دیگر ترقیاتی اداروں میں بدنظمی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھپ چھپ کر خیانت کرنے والا کھلے عام خیانت کرنے لگتا ہے، گویا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، جب کہ فطری عدل وانصاف کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر انسان قناعت شعار ہو، دوسروں کے مال پر للچائی نگاہ نہ رکھتا ہو، عوام کے حقوق کی پوری رعایت کرتا ہو، تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اس کے ساتھ رہنے کی خواہش کرتے ہیں، خاص طور سے اگر مذکورہ اوصاف کسی حاکم میں ہوں تو عوام اس کے حق میں مہربان اور اطاعت گزار ہوتی ہے، اور اس کی نگاہوں میں اپنے سے زیادہ حاکم وقت معزز ہوتا ہے۔ ❷

آپ کی عائلی ومعاشرتی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد منصب خلافت کے باب میں نقوش فاروقی میں جو چیز سب سے اہم شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتی اور عوامی زندگی میں خیر وبھلائی کا کامل نمونہ تھے، یہاں تک کہ آپ کی زندگی سے متاثر ہو کر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تو پاک دامن رہا اس لیے تیری رعایا بھی پاک دامن رہی، اگر تو حکومت کا مال کھاتا تو رعایا بھی کھاتی۔'' آپ جس بات کا دوسروں کو حکم دیتے تھے اس سلسلہ میں اپنے حکام وعمال کی نگرانی سے کہیں زیادہ نگرانی اپنی اور اپنے گھر والوں کی کرتے تھے، اور سب سے پہلے اسے اپنے اوپر نافذ کرتے تھے۔ چناں چہ لوگوں کے دلوں میں آپ کا رعب پیدا کرنے اور ہر خاص وعام کی طرف سے آپ کی تصدیق کرنے میں مذکورہ کردار کا زبردست اثر تھا۔ ❸

یہ ہیں خلیفہ راشد عمر بن خطاب، جو بہترین نمونہ کی اعلیٰ سے اعلیٰ چوٹی پر فائز تھے۔ اسلام نے آپ کی تربیت کی تھی، ایمان باللہ نے آپ کے دل کو محبت الٰہی سے بھر دیا تھا وہ بڑا گہرا ایمان تھا، اس سے آئندہ نسلوں کے لیے ایمانی نمونہ تیار ہوا اور آج بھی اللہ پر کامل ایمان اور اسلامی اصولوں پر زندگی کی تربیت حاکم وقت کو

---

❶ تاریخ الإسلام، ذهبی، ص: ٢٧١

❷ الخلفاء الرشدون، ذهبی، ص: ٢٧١

❸ القيادة والتغيير، ص: ١٨٢

Marfat.com

تعجب خیز نمونہ عمل کے مقام پر فائز کرنے کا سبب بن سکتی ہے، ایسا حیران کن نمونہ جو آج سے قیامت تک کے لیے بطور یادگار باقی رہے گا۔ ❶

اہل بیت کا احترام ومحبت:

بلاشبہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت اونچا مقام ہے اور وہ بے حد عزت واحترام کے مستحق ہیں، اہل سنت والجماعت خاندان نبوت کے شرعی حقوق کا پورا لحاظ رکھتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف سے دفاع کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ''غدیر خم'' کے موقع پر زبان نبوی سے نکلی ہوئی اس وصیت پر مکمل عمل کرتے ہیں:

((أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ .)) ❷

''میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ کا واسطہ یاد دلاتا ہوں۔''

پس وہ لوگ اس وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے سب سے زیادہ سعادت مند ہیں۔ اہل سنت والجماعت اس باب میں روافض کے طرز عمل سے بے زاری کا اعلان کرتے ہیں، جنہوں نے بعض اہل بیت کے بارے میں خوب مبالغہ آرائی کی ہے اور خارجیوں کے طرز فکر کی سخت مخالفت کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں تکلیف دیتے ہیں۔ بہرحال اہل سنت والجماعت اہل بیت کی محبت کے وجوب اور ان کی ایذا رسانی یا ان کے حق میں کسی قسم کی گستاخی کی حرمت پر متفق ہیں، اس جرم کا ارتکاب قولاً ہو یا عملاً۔ ❸

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے کردار وعمل کی روشنی میں اہل بیت کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ہمارے سامنے کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خبر گیری:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ازواجِ مطہرات کے حالات معلوم کیا کرتے تھے اور انہیں عطیات سے نوازتے رہتے تھے، کوئی پھل یا میوہ کھاتے تو اس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا حصہ ضرور لگاتے اور سب سے آخر میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتے تاکہ اگر کمی ہو تو انہی کے حق میں ہو۔ ❹

آپ ازواج مطہرات کے پاس عطیات بھی بھیجتے تھے، اسی طرح کا ایک واقعہ امّ المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا، عمر رضی اللہ عنہ نے امّ المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا حصہ نکال کر ان کے پاس عطیہ بھیجا،

---

❶ فن الحکم، ص: ۷۴

❷ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۲۴۰۸

❸ العقيدة فی أهل البيت بين الإفراط والتفريط، ص: ۵۹

❹ الزهد، إمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۶۶۔ بروایت مالک، اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

جب اسے لے کر جانے والا زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ عمر کو بخشے، میری دوسری بہنیں اسے تقسیم کرنے کی مجھ سے زیادہ مستحق تھیں، لے جانے والوں نے کہا: یہ سب آپ کا ہے۔ پھر آپ نے سبحان اللہ کہا اور پردے کی آڑ میں ہوگئیں اور کہا اسے یہیں رکھ دو اور اس پر پردہ ڈال دو۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا نے برزہ بنت رافع سے کہا: اس میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر نکالو اور پھر آپ نے چند قریبی رشتہ داروں اور یتیموں کا نام لے کر بتایا کہ فلاں فلاں کو دے دو۔ برزہ نے اسے تقسیم کر دیا، یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑا سا بچا۔ برزہ نے کہا: امّ المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے، ہمارا بھی اس میں حق تھا، انہوں نے کہا: تمہارا حصہ اس کپڑے کے نیچے ہے، پھر ہم نے کپڑا ہٹایا تو اس کے نیچے ہمیں صرف پچاسی (۸۵) درہم ملے، ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور کہا: اے اللہ، اس سال کے بعد ہمیں عمر کا عطیہ تقسیم کرنے کے لیے نہ ملے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ وفات پانے والی تھیں۔ ❶

ازواجِ مطہرات کی شان میں فاروقی اکرام واعزاز کی بابت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ذبیحہ میں سے ہمارا حصہ بھیجتے تھے، حتیٰ کہ سر اور پائے میں سے بھی۔ ❷

ازواج مطہرات نے عمر رضی اللہ عنہ سے حج کرنے کی اجازت مانگی، آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا، انہوں نے آپ سے بہت اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا: آپ لوگوں کو آئندہ سال اجازت دوں گا اور یہ تنہا میری رائے نہیں ہے۔ چناں چہ آپ نے اگلے سال انہیں عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی نگرانی میں حج کے لیے بھیجا اور دونوں کو حکم دیا کہ ایک ازواج مطہرات کے آگے اور ایک ان کے پیچھے رہے، ان کے ساتھ ساتھ کوئی نہ چلے۔ پھر جب یہ مکہ پہنچ جائیں تو باب شعب ابی طالب کی جانب سے حرم میں لے جانا، تم دونوں دروازے پر رہنا، کوئی دوسرا ان کے پاس ہرگز نہ جاسکے اور جب وہ طواف کریں تو ان کے ساتھ صرف عورتیں طواف کریں۔ ❸

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد:

جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ خاندان نبوی کے افراد کو بہت عزت دیتے تھے اور انہیں اپنی اولاد حتیٰ کہ خاندان والوں پر ترجیح دیتے تھے، چناں چہ اس موضوع سے متعلق آپ کے چند واقعات یہاں مذکور ہیں:

سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک روز عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹے! کاش تم ہمارے پاس آیا

---

❶ طبقات ابن سعد، ابن سعد: ۸/ ۱۰۹۔ یہ خبر سنداً درجہ حسن تک پہنچتی ہے۔ أخبار عمر، ص: ۱۰۰

❷ طبقات ابن سعد، ابن سعد: ۳/ ۳۰۳ یہ خبر سنداً صحیح ہے۔

❸ الإدارة فی عهد عمر بن الخطاب، ص: ۱۲۶۔ فتح الباری: ٤/ ٤٧

Marfat.com

کرتے اور مل لیا کرتے، ان کے کہنے کی بنا پر میں ایک روز وہاں گیا، اس وقت آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں ان سے باتیں کر رہے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر تھے، ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ کا سامنا ہوا تو انہوں نے فرمایا: بیٹے تم میرے پاس نہیں آئے؟ میں نے کہا: میں آیا تھا مگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخلیہ میں تھے، میں نے دیکھا کہ ابن عمر واپس لوٹ گئے تو میں بھی لوٹ آیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت پانے کے مستحق ہو، ہمارے دل و دماغ میں ایمان کی جو تخم ریزی ہوئی ہے وہ اللہ کا احسان ہے، پھر تمہارے گھرانے کا فیض ہے، یہ کہہ کر میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ❶

ابن سعد جعفر الصادق عن محمد الباقر کے واسطے سے علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے حلے (جوڑے) آئے، آپ نے لوگوں میں تقسیم کر دیے، وہ سب یہ نئے کپڑے پہن کر مسجد نبوی میں آئے، عمر رضی اللہ عنہ منبر رسول اور قبر نبوی کے درمیان بیٹھے تھے، لوگ آتے، سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے، اتنے میں حضرات حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے نکلے، لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے اور ان صاحبزادوں کے جسم پر وہ حلے نہیں تھے، عمر رضی اللہ عنہ افسردہ اور اداس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ فرمایا: میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ ان کے بدن کے مطابق کوئی حلہ نہ تھا، چادریں بڑی تھیں اور ان کے قد چھوٹے ہیں۔ اس کے بعد یمن پیغام بھیجا کہ دو جوڑے حسن اور حسین کے لیے بہ عجلت بھیجے جائیں، چناں چہ وہ بھیجے گئے۔ آپ نے ان دونوں کو پہنایا تب اطمینان ہوا۔ ❷

ابو جعفر سے روایت ہے کہ جب اللہ نے فتوحات کے دروازے کھول دیے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کے لیے ایک حصہ ماہانہ یا روزینہ کی شکل میں مقرر کرنے کا ارادہ کیا، لیکن کس کو کتنا دیا جائے؟ ترتیب کیا ہو؟ اس کے لیے کبار صحابہ کو جمع کیا اور ان کی آراء معلوم کیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اپنی ذات سے شروع کیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لَا، وَاللّٰہِ، اس سے شروع کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہوگا اور بنو ہاشم کے حصے مقرر کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے۔'' چناں چہ انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کا اور پھر علی رضی اللہ عنہ کا حصہ نکالا، یہاں تک کہ پانچ قبائل کے درمیان ترتیب قائم کی اور اخیر میں بنی عدی بن کعب تک پہنچے، ترتیب یوں رکھی گئی کہ بنو ہاشم میں جو لوگ بدر میں شریک تھے، پھر بنو امیہ بن عبد شمس میں جو لوگ بدر میں شریک تھے ان

---

❶ المرتضٰی، ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۱۱۸ بحوالہ الاصابۃ: ۱/ ۱۳۳

❷ اگر ایک ہی کپڑے کا تہبند اور قمیص ہو اور کپڑا قیمتی ہو تو حلہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم عربوں میں وہی درجہ رکھتا تھا جو اس زمانے میں سوٹ کا ہے۔ المرتضٰی، ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۱۱۸ ۔ الاصابۃ: ۱/ ۱۰۶۔

کے نام لکھے، ان کے لیے عطیات مقرر کیے۔ پانچ قبائل کے بعد بنو عدی (عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ) کا نمبر آیا، الاقرب فالاقرب (جو زیادہ قریب تھا وہ پہلے پھر اس سے جو قریب تھا) ان سب کے حصے مقرر کیے اور حسنین (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب تھا اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے لیے عطیات مقرر کیے۔ ❶

علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب ''الفاروق'' میں متعلقین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ولحاظ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ''عمر رضی اللہ عنہ بڑی بڑی مہمات میں علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتے تھے اور جب بیت المقدس گئے تو کاروبار خلافت ان ہی کے ہاتھ دے کر گئے، اتحاد ویگانگت کا مرتبہ یہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو جو فاطمہ زہراء کے بطن سے تھیں ان کے عقد میں دے دیا۔'' ❷

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک فرزند کا نام عمر رکھا اور دوسرے کا نام ابوبکر اور تیسرے کا نام عثمان رکھا۔ ❸ عام طور پر لوگ اپنے فرزندوں کے نام انہی لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں جن سے دلی تعلق ہوتا ہے اور جن کو مثالی انسان سمجھتے ہیں۔ ❹

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے مشیر تھے، عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں مشورہ لیتے تھے، جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا، مدائن فتح ہوا اور جب آپ نے نہاوند و اہل فارس اور اہل روم سے جنگ کا ارادہ کیا، نیز جب اسلامی ہجری تاریخ متعین کرنا ہوا تو ان تمام معاملات میں علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ ❺

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر، خیر خواہ اور ہمدرد رہے، عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے، ان دونوں میں باہمی اعتماد اور الفت ومحبت قائم تھی، لیکن افسوس ہے کہ ان تمام حقائق کے باوجود لوگوں نے تاریخ کو بدلنے اور اسے مسخ کرنے کی کوشش کی اور اپنے بگڑے ہوئے مزاج ومتوہمانہ افکار کی بنیاد پر ایسی روایات کو عام کیا جو یہ تاثر دیتی ہیں کہ خلفائے راشدین میں ہر ایک دوسرے کی تاک میں رہتا تھا کہ جلد سے جلد مقابل کا کام تمام ہو جائے، نیز یہ کہ ان کے تمام معاملات پس پردہ انجام پاتے تھے۔ ❻

ڈاکٹر بوطی لکھتے ہیں: ''خلافت فاروقی کا بغور مطالعہ کرنے والے کے سامنے جو بات سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مثالی باہمی تعاون اخلاص کی بنیادوں پر قائم تھا۔ تمام مشکل

❶ المرتضٰی، ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۱۱۹
❷ المرتضٰی، ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۱۱۹
❸ البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر: ۷/ ۳۳۱، ۳۳۲
❹ المرتضٰی، علی حسنی ندوی، ص: ۱۱۹
❺ علی بن أبی طالب مستشار أمین الخلفاء الراشدین، محمد الحاجی، ص: ۹۹
❻ علی بن ابی طالب مستشار أمین الخلفاء الراشدین، محمد الحاجی، ص: ۱۳۸

Marfat.com

معاملات اور اہم مسائل میں علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے مشیر ہوتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو جو مشورہ دیتے آپ انشراح صدر کے ساتھ اسے نافذ کرتے۔ مذکورہ صداقت کی دلیل کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کافی ہے کہ ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔'' علی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے تمام احوال و معاملات میں نہایت مخلصانہ خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اہل فارس سے معرکہ آرائی کے لیے خود کو سپہ سالار فوج بنانا چاہا تو علی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا، اس وقت آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ خود تشریف نہ لے جائیں، بلکہ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے جنگ کی کارروائی مدینہ میں رہتے ہوئے چلائیں، عمر رضی اللہ عنہ سے مزید کہا کہ اگر آپ (مدینہ چھوڑ کر) معرکہ آرائی کے لیے خود سپہ سالار بن کر جاتے ہیں تو خطرہ ہے کہ کہیں اندر خلفشار برپا ہو جائے اور یہ نقصان اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہوگا جس سے مقابلہ کے لیے جا رہے ہیں۔''

ذرا غور کیجیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعلان کیا ہوتا کہ میرے بعد علی رضی اللہ عنہ امت محمدیہ کے خلیفہ ہوں گے، تو کیا علی رضی اللہ عنہ کو یہ مجاز حاصل تھا کہ اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کر جاتے؟ اور جن لوگوں نے آپ کا حق چھین لیا تھا بلکہ واجبی منصب خلافت کو ہڑپ لیا تھا، اس خالص تعمیری تعاون کے ذریعے سے ان کی تائید کرتے؟ صرف علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ کیا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین علی رضی اللہ عنہ کے استحقاق خلافت سے متعلق فرمان نبوی کو نظر انداز کر جاتے؟ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ فرمان رسول کے خلاف اجماع کر لیں اور ان میں پیش پیش علی رضی اللہ عنہ بھی ہوں؟ آگے آپ لکھتے ہیں: ''صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم صاف صاف سمجھ سکتے ہیں کہ تمام مسلمان خلافت فاروقی کے آخر دور تک، بلکہ یوں کہیے کہ خلافت علی کے آخری دور تک ایک ہی جماعت تھے۔ خلافت، یا استحقاق خلافت کے بارے میں ان میں کسی بھی مسلمان کے ذہن میں کبھی کوئی بات نہیں آئی۔'' ❶

بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مال فے کے بارے میں عباس و علی رضی اللہ عنہما کا باہمی نزاع:

مالک بن اوس کا بیان ہے کہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا تھا، اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کا فرستادہ میرے پاس آیا اور کہا: آپ کو امیر المومنین نے بلایا ہے، میں اس کے ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، دیکھا تو آپ کھجور کی رسی کی بنی ہوئی چارپائی کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، چارپائی پر کوئی بستر وغیرہ نہ تھا۔ چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے تھے، میں سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے کہا: اے مالک! میرے پاس تمہاری قوم کے کئی گھرانوں کے لوگ آئے ہیں، میں نے انہیں کچھ مال دینے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا تم مال لے کر ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ میری جگہ دوسرے کو اس کے لیے مکلف کرتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے کہا: اے اللہ کے بندے، اسے لو اور تقسیم کرو۔ ابھی میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا

❶ فقه السيرة النبوية، ص: ٥٢٩

Marfat.com

کہ آپ کا دربان ''یرفا'' آ پہنچا، اور کہا کہ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں، کیا آپ انہیں اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آنے دو، وہ سب اندر آئے، سلام کیا، اور بیٹھ گئے۔ ''یرفا'' تھوڑی دیر بعد آیا اور کہنے لگا کہ علی اور عباس بھی ملنا چاہتے ہیں، کیا انہیں بھی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، آنے دو، وہ دونوں اندر آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ عباس نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور ان (علی) کے درمیان فیصلہ کر دیجیے؟ دراصل ان دونوں کا جھگڑا اس مال فے کے لیے تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر سے ملا تھا۔ چناں چہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! ان دونوں کا فیصلہ کر کے معاملہ ختم کر دیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ اطمینان رکھیں، میں تم سے اللہ واحد کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا تمہیں یہ فرمان رسول معلوم ہے کہ ((لا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.)) ''ہم انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو مراد لے رہے تھے؟ عثمان رضی اللہ عنہ کی پوری جماعت نے اقرار کیا کہ ہاں آپؐ نے یہ بات فرمائی ہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تم دونوں سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ کہ کیا اس (مذکورہ) فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہیں علم ہے؟ انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں تمہیں اس سلسلہ میں بتلاتا ہوں: اللہ نے اس مالِ فے کا کچھ حصہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص کر دیا، اس میں آپ کے علاوہ کسی کا حق نہیں بتایا، پھر اس آیت کی تلاوت کی:

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الحشر: ٦)

''اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

بلاشبہ یہ مال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا، اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمہارے علاوہ دوسروں کو نہیں دیا، نہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی، تمہیں کو دیا اور تمہی میں عام کیا، یہاں تک کہ اس میں سے اتنا مال بچ گیا اور اس باقی ماندہ مال سے اللہ کے رسول اپنے گھرانے کا سالانہ خرچ چلاتے تھے اور اس سے جو بچ جاتا تھا اسے اللہ کے راستہ میں وقف کر دیتے تھے۔ اللہ کے رسول نے پوری زندگی اسی پر عمل کیا، میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ لوگوں سے پھر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کو یہ سب کچھ معلوم نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، معلوم ہے۔ پھر علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر آپ نے یہی بات کہی کہ تم دونوں سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا یہ

Marfat.com

سب تم جانتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہاں، ہم جانتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دے دی، پھر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ اللہ کی قسم! ابوبکر نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں سے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے انہوں نے بھی وہی کیا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر اپنے عمل میں سچے، نیک ہدایت یاب اور حق کے تابع تھے۔ پھر اللہ نے ابوبکر کو بھی وفات دے دی، اور میں ابوبکر کا خلیفہ ہوا، اپنی مدت خلافت میں دو سال تک میں نے اسے اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں وہی کام کرتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، ہدایت پر ہوں اور حق کے تابع ہوں، پھر تم دونوں میرے پاس اپنی بات لے کر آئے اور تم دونوں کا مطالبہ اور معاملہ ایک ہی تھا۔ اے عباس! تم مجھ سے اپنے بھتیجے کا حق مانگنے آئے اور یہ یعنی علی رضی اللہ عنہ اپنے خسر کے مال سے بیوی کا حصہ لینے آئے اور میں نے تم دونوں کو بتا دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.)) ''ہم (انبیاء) اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتے ہیں صدقہ ہوتا ہے۔'' میری یہ رائے ہوئی کہ پھر یہ مال میں تم دونوں کے حوالے کر دوں، میں نے تم سے کہا کہ اگر تم دونوں کہو تو اسے تمہیں دے دوں لیکن اس شرط پر کہ تم دونوں اللہ سے یہ عہد و پیمان کرو کہ اس میں ویسا ہی تصرف کرو گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے، اور پھر میں نے اپنے دور خلافت میں کیا ہے۔ تم دونوں نے کہا کہ وہ مال ہمیں دے دو تو تمہارے مطالبہ پر اسے تمہیں دے دیا۔ میں آپ لوگوں سے حلفیہ پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا تھا؟ اس جماعت نے کہا: ہاں، پھر آپ علی اور عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور حلفیہ اقرار کروایا کہ بتاؤ وہ مال میں نے تم دونوں کو دیا نہیں تھا؟ ان دونوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا تو کیا پھر مجھ سے اس کے علاوہ فیصلہ کرانا چاہتے ہو، اگر تم سے اس مال کا بندوبست نہیں ہو سکتا تو مجھ کو پھر واپس دے دو، میں تم دونوں کی طرف سے اس کے لیے ضامن ہوں۔ ❶

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کا احترام:

''عام الرمادۃ'' کے موقع پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا یعنی عباس بن عبدالمطلب کو استسقاء کی نماز پڑھانے کا حکم دے کر پوری امت کے سامنے آپ کی فضیلت، احترام اور قدر و منزلت کو ظاہر کر دیا۔ (اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔) پچھلے مباحث میں یہ بات گزر چکی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے لیے قسم کھائی تھی کہ ''ان کا اسلام لانا مجھے میرے باپ کے اسلام لانے سے...... اگر وہ اسلام لاتے...... زیادہ محبوب ہے۔ اس لیے کہ عباس کا مسلمان ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔'' ❷

---

❶ مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۵۸

❷ العقيدة فی أهل البيت بين الإفراط والتفريط، ص: ۲۱۵.

Marfat.com

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کے بیٹے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اتنے محبوب اور محترم تھے کہ انہیں بزرگ ترین بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں شرکت کا موقع دیتے تھے، جب کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے کئی بیٹے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہم عمر تھے۔ لیکن وہ اس اعزاز سے نہیں نوازے گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بڑا اونچا مقام تھا۔

صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھے بزرگ ترین بدری صحابہ کی مجلس میں شرکت کا موقع دیتے تھے، مجلس کے کسی صحابی نے کہا: آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں کیوں لاتے ہیں، حالاں کہ ہمارے لڑکے اسی کے ہم عمر ہیں لیکن ہم انہیں مجلس میں نہیں لاتے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ ایک دن آپ نے ان لوگوں کو بلایا اور مجھے بھی بلایا، میں سمجھ گیا کہ آپ نے ان لوگوں کو صرف میری اہمیت دکھانے کے لیے بلایا تھا، آپ نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝١ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝٣﴾ (النصر: ۱-۲)

"جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا مطلب نہیں جانتے، اور کچھ لوگ خاموش رہے، پھر آپ نے مجھ سے پوچھا: اے ابن عباس! کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے تو یہ آپ کی وفات کی علامت ہے۔ لہٰذا تم اپنے ربّ کی حمد و تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے متعلق میں بھی وہی جانتا تھا جو تم جانتے ہو۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بغوی ❷ نے معجم الصحابہ میں زید بن اسلم کی سند سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلاتے اور اپنے پہلو میں بٹھاتے اور کہتے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک دن تمہیں بلایا، تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا دی:

((اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ .)) ❸

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۲۹۴

❷ العقیدة فی اهل البیت بین الإفراط والتفریط، ص: ۲۱۰

❸ فتح الباری: ۱/ ۱۷۰

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما، اور تاویل وتفسیر سکھا دے۔''

خلاصہ یہ کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عباس کی فضیلت ومرتبت کا اعتراف اور علم وفہم میں آپ کے اعلیٰ مقام کو ظاہر کرتے ہوئے ان کو کبار صحابہ کی مجلس میں شریک کیا۔

حافظ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عباس قرآن کے کتنے بہترین ترجمان ہیں! اور جب وہ کہیں سے آتے دکھائی دیتے تو کہتے: وہ دیکھو بزرگوں کا جوان، استفسار کا عادی، اور سمجھ دار دل کا مالک آ گیا۔ ❶

سچ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں کے درمیان تعلق باہمی محبت پر قائم تھا۔

❶ البداية والنهاية (۸/ ۳۰۳).

Marfat.com

(۳)

عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی اور نظامِ احتساب کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معاشرتی زندگی کتاب الٰہی اور سنت نبوی کی زندہ تصویر تھی، معاشرتی زندگی میں آپ کے افکار وکردار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ کی سیرت اسلامی زندگی کا مجسم نمونہ تھی۔ ذیل میں آپ کے چند افکار وکردار کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور خواتین کی خبر گیری:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان عورتوں، لڑکیوں اور ضعیف خواتین کی خصوصی دیکھ بھال کرتے تھے، انہیں ان کا حق دیتے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہونے دیتے تھے۔ جن خاندانوں کے مرد حضرات جہاد پر ہوتے ان کی تمام ضروریات پر نگاہ رکھتے، بیواؤں کے حقوق ان تک پہنچانے کے اس قدر حریص تھے کہ آپ نے یہاں تک کہہ دیا: ''اگر اللہ نے مجھے صحیح سالم رکھا تو عراق کی کسی بیوہ کو محتاج نہ چھوڑوں گا جو میرے بعد کسی سے اپنی ضرورت مانگے۔'' ❶

یہاں بعض ایسے واقعات نقل کیے جارہے ہیں جو زمانے کی پیشانی پر نورانی حروف سے کندہ کیے ہوئے ہیں۔

تیرا برا ہو، تو عمر کی خامیاں تلاش کرتا ہے:

ایک رات عمر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر نکلے، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ لیا، عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے، صبح ہوئی تو طلحہ رضی اللہ عنہ ان گھروں میں گئے، دیکھا تو ایک گھر میں اندھی بوڑھی خاتون بیٹھی ہیں، طلحہ نے اس خاتون سے پوچھا: ایک آدمی رات کو تمہارے پاس کس لیے آتا ہے؟ اس نے کہا: کافی عرصے سے وہ میرے پاس آتا ہے، ہماری ضروریات ہمیں دے جاتا ہے اور ہماری پریشانیوں کو دور کرتا ہے، یہ سن کر طلحہ رضی اللہ عنہ نے خود کو مخاطب کر کے کہا: ''تیرا برا ہو، تو عمر کی خامیاں تلاش کرتا ہے۔'' ❷

معاشرے کے کمزور لوگوں کی نگرانی اور خبر گیری کرنا نصرت وتائید الٰہی کا سبب اور عظیم ترین کارِ ثواب ہے۔ لہٰذا اسلامی تحریکات کے پیشواؤں، مسلمانوں کے حکام، مساجد کے ائمہ اور تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ انسانیت کے اس مقصد کو اپنے معاشرہ میں وسیع کریں اور اسے پورا پورا حق دیں۔

❶ صحيح التوثيق فى سيرة وحياة الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۳۷۳

❷ أخبار عمر، ص: ۳٤٤۔ محض الصواب: ۱/ ۳۵٦۔ روایت معضل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

Marfat.com

یہ وہ خاتون ہیں جن کی شکایت اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سنی ہے:

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے، آپ کے ساتھ جارود العبدی بھی تھے، راستے میں ایک عورت مل گئی، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا: اے عمر! میں تمہیں اس وقت سے جانتی ہوں جب تمہیں عکاظ کے بازار میں عمیر کہہ کر پکارا جاتا تھا اور تم اپنے ڈنڈے سے دوسرے بچوں کو چھیڑتے تھے، یہاں تک کہ تمہیں عمر کہا جانے لگا۔ اور زیادہ دن نہیں گزرے کہ امیر المومنین کہے جانے لگے ہو، لہٰذا رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ جو شخص وعید الٰہی سے ڈرتا ہے، دور رہنے والا بھی اس کے قریب آجاتا ہے، اور جو شخص موت سے خوف کھاتا ہے وہ دنیا سے جانے سے بھی گھبراتا ہے۔ جارود نے کہا: اے خاتون! آپ نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ دیا (اب بس کریں۔) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہنے دو، کیا تم انہیں پہچانتے نہیں ہو؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنا تھا، تو عمر، ان کی بات کو سننے کا زیادہ حق دار ہے۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ ''اللہ کی قسم! اگر وہ رات تک کھڑی رہتیں تو میں صرف نماز کے لیے ان کو چھوڑتا، پھر لوٹ کر ان کے پاس آجاتا۔'' ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ ''یہ وہی خولہ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾ (المجادلة: ۱) ❸

''یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں بات کر رہی تھی۔''

مرحبا ہے قریبی خاندان کو:

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا، آپ سے ایک نوجوان عورت آکر ملی اور کہا: اے امیر المومنین! میرا شوہر فوت ہو گیا ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اللہ کی قسم انہیں بکری کے پائے تک نہیں ملتے، نہ کھیتیاں اور دودھ کے جانور ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں بھوک کی وجہ سے موت کا لقمہ بن جائیں، میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں۔ ❹ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے، ایک قدم آگے نہ بڑھایا اور کہا: مرحبا ہے میرے قریبی خاندان کو۔ پھر آپ گھر میں بندھے ہوئے ایک طاقتور اونٹ کے پاس گئے اور اس پر دو بوری غلہ لادا، نیز بوریوں کے بیچ میں کچھ رقم اور کپڑے ڈال دیے، پھر اسے لائے اور عورت کو اونٹ کی نکیل پکڑا دی، اور کہا: اسے لے جاؤ، یہ غلہ ختم نہ ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر کشادگی کر دے گا۔ ایک آدمی نے کہا: اے امیر

---

❶ محض الصواب: ۳/ ۷۷۷۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے، کیوں کہ قتادہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

❷ الرد علی الجهمية، الدارمی، ص: ٤٥

❸ العلو للعلی الغفار، ذهبی، ص: ٦٣

❹ آپ قبیلہ بنو غفار کے امام وخطیب تھے، حدیبیہ میں شریک ہوئے اور خلافت عمر میں وفات ہوئی۔

Marfat.com

المومنین! آپ نے اسے بہت کچھ دے دیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا برا ہو، میں نے اس خاتون کے باپ اور بھائی کو اس وقت دیکھا ہے جب کہ ایک مدت تک دونوں ایک قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، پھر ہم نے اسے فتح کیا تھا، پھر ہم صبح کو ان دونوں کا حصہ مال فے سے وصول کر رہے تھے۔ ❶

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص نے بھی اسلام کے لیے کچھ قربانی دی، خواہ وہ کم سن ہی کیوں نہ ہو، اس کے ساتھ آپ نے وفاداری کا ثبوت دیا، ہائے افسوس! آج کا دور ایسا ہے کہ جس میں اکثر لوگ وفاداری سے تہی دامن ہیں، ہمیں اس اصول وفاداری کو زندہ کرنے کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ ❷

ام کلثوم بنت صدیق کو شادی کا پیغام دینا:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ ان کے ذریعے سے ان کی چھوٹی بہن امّ کلثوم کو شادی کا پیغام دینا چاہتے تھے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلہ میں اپنی بہن سے بات کی، تو انہوں نے جواب دیا: میں اس کے لیے راضی نہیں ہوں۔ عائشہ نے کہا: تم امیر المومنین سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، وہ خشک زندگی گزارتے ہیں اور عورتوں پر سختی کرتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو صورت حال کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا: اے ام المومنین! آپ گھبرائیں نہیں، میں اس معاملہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ پھر وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: اے امیر المومنین! مجھے ایک ناپسندیدہ خبر ملی ہے، میں آپ کے سلسلے میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: وہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے امّ کلثوم بنت ابوبکر کو پیغام نکاح بھیجا تھا؟ آپ نے کہا: ہاں، کیا تم نے مجھے اس کے لائق نہیں سمجھا یا اسے میرے لائق نہیں سمجھا؟ انہوں نے کہا: ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ وہ کم عمر ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں بہت ناز ونعم سے تربیت پائی ہے، اور آپ کی طبیعت میں سختی ہے۔ جب ہم لوگ آپ سے ڈرتے ہیں اور آپ کو آپ کی کسی عادت سے پھیر نہیں سکتے، تو بھلا اس کا کیا حال ہوگا۔ اگر اس نے آپ کے مزاج کے خلاف کچھ کر دیا تو آپ اس پر چڑھ دوڑیں گے؟ اور اس طرح ابوبکر کی اولاد کے بارے میں آپ بلاوجہ حق تلفی کا شکار ہو جائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیا جواب دوں؟ میں نے ان سے اس سلسلہ میں بات کر لی تھی؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میں آپ کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کر لوں گا۔ ❸

دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن عاص نے کہا: اے امیر المومنین اگر آپ کسی عورت سے شادی کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عنقریب تمہاری آنکھوں کے سامنے ایسا ہی ہوگا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۳۹۲۸.

❷ أصحاب الرسول، محمود المصری: ۱/ ۱۷۷

❸ الفاروق عمر، الشرقاوی، ص: ۲۱۰، ۲۱۱

Marfat.com

پوچھا: کس سے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امّ کلثوم بنت ابی بکر سے۔ عمرو نے کہا: آپ اس بچی سے کیسے شادی کریں گے، وہ صبح وشام آپ کو اپنے باپ کی جدائی کا غم سناتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمہیں ایسا کہنے پر مامور کیا تھا؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے ان سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیا، اور ان سے طلحہ بن عبید اللہ نے شادی کر لی۔ ❶

لڑکیوں کی یہ دلی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ اپنی قوم کے عظیم فرد سے اس کی شادی ہو اور یہاں امیر المومنین خود پیغام نکاح لے کر آگے بڑھتے ہیں، نکاح کا حکم نہیں دیتے نہ اس پر مجبور کرتے ہیں، اور لڑکی پوری آزادی و پختہ فیصلہ کے ساتھ امیر المومنین سے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ جب امیر المومنین کو انکار کی خبر ملتی ہے تو آپ بغیر کسی خفگی وناراضی کے نیز بغیر ڈرائے دھمکائے اس لڑکی سے شادی کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔ محض اس لیے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کسی لڑکی کو اس کے مزاج کے خلاف شادی کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ دوسری طرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی انکار کی خبر پہنچانے میں نہایت دانائی کا مظاہرہ کیا تھا۔ جب کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دقت تعبیر کے باوجود انکار کا اصل مصدر جاننے میں خوب رمز شناس ٹھہرے۔ ❷

اگر لڑکیوں کو کوئی شادی کا پیغام دیتا تو قبول وانکار سے متعلق آپ لڑکیوں ہی کی طرف داری کرتے تھے اور کہتے: ''اپنی لڑکیوں کو قبیح آدمی سے شادی کرنے پر مجبور نہ کرو، کیوں کہ وہ بھی وہی پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔'' ❸

ایک آدمی عام شاہراہ پر عورت سے بات کرتا ہے:

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ راستے سے گزر رہے تھے، آپ نے ایک آدمی کو عورت سے بات کرتے دیکھا تو اسے ایک درّہ لگایا۔ اس آدمی نے کہا: اے امیر المومنین یہ میری بیوی ہے۔ آپ نے اس سے کہا: تم اپنی بیوی کے ساتھ راستے میں کیوں کھڑے ہو، کیا مسلمانوں کو اپنی عدم موجودگی کی خبر دیتے ہو؟ اس آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! ہم ابھی مدینہ پہنچے ہیں، اور مشورہ کر رہے ہیں کہ کہاں قیام کیا جائے۔ آپ نے اس کے ہاتھ میں درّہ تھما دیا اور کہا: اے اللہ کے بندے مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا: نہیں اے امیر المومنین، آپ اسے (درّہ کو) پکڑیے۔ آپ نے فرمایا: اس کو تم پکڑو، اور بدلہ لے لو، تیسری مرتبہ اس آدمی نے کہا: میں اللہ کے لیے آپ کو معاف کر دیتا ہوں۔ آپ نے کہا: اللہ کے پاس تمہارا اس میں حق ہے۔ ❹

❶ شهيد المحراب، ص: ٢٠٤

❷ شهيد المحراب، ص: ٢٠٥

❸ عيون الاخبار: ٤/ ١١ - فرائد الكلام، ص: ١٤١

❹ اخبار عمر، ص: ١٩٠ - بحواله الرياض النضرة

ایک عورت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لے کر آتی ہے:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا: اے امیر المومنین! میرے شوہر میں برائیاں زیادہ اور اچھائیاں کم ہوگئی ہیں۔ آپ نے پوچھا: تمہارا شوہر کون ہے؟ اس نے بتایا: ابوسلمہ، نام سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہچان لیا، وہ صحابی رسول تھے۔ بہر حال آپ نے عورت سے کہا: ہم تمہارے شوہر کے بارے میں یہی جانتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی ہیں، اور پھر اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے آپ نے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ہم بھی ان کے بارے میں یہی جانتے ہیں۔ چناں چہ آپ نے اس کے شوہر کو بلا بھیجا اور عورت کو حکم دیا کہ میرے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں بلانے والا اس کے شوہر کو لے کر حاضر ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا تم اس عورت کو پہچانتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! یہ کون عورت ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ ابوسلمہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ کہہ رہی ہے: ''تمہاری برائیاں زیادہ اور اچھائیاں کم ہوگئی ہیں۔'' انہوں نے کہا: اے امیر المومنین یہ غلط کہہ رہی ہے، اللہ کی قسم! اس کے پاس بہت زیادہ کپڑے اور بہت زیادہ گھریلو سامان ہے، البتہ مجھ میں قوت جماع کم ہوگئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عورت سے پوچھا: تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا: یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ آپ نے درہ اٹھایا اور عورت کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے: ''اے اپنے نفس کی دشمن! تو نے اس کی جوانی کو قتل کر دیا، اس کا مال کھا لیا، پھر اس پر ایسی تہمت لگاتی ہے جو اس میں نہیں ہے۔'' اس نے کہا: اے امیر المومنین، اس بار مجھے چھوڑ دیجیے، اللہ کی قسم! آپ دوبارہ کبھی مجھے اس جگہ پر نہیں پائیں گے۔ آپ نے اسے تین کپڑے منگوا کر دیے اور کہا: اللہ سے خوف کھاؤ اور ان بزرگ کے ساتھ اچھی طرح رہو، پھر ابوسلمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا: آپ نے مجھے جو کچھ کرتے ہوئے ابھی دیکھا ہے اس کی وجہ سے آپ اس پر ناراض نہ ہونا بلکہ اس کے ساتھ حسن صحبت کا معاملہ کرنا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے اے امیر المومنین، میں ایسا ہی کروں گا۔

راوی کا بیان ہے گویا کہ میں اس عورت کو کپڑے لے کر جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پھر میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((خَیْرُ أُمَّتِی الْقَرْنُ الَّذِیْ أَنَا فِیْهِ ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهٗ ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهٗ ، ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَتُهُمْ اَیْمَانُهُمْ ، یَشْهَدُوْنَ قَبْلَ اَنْ یُّسْتَشْهَدُوْا لَهُمْ فِی اَسْوَاقِهِمْ لَغَطٌ .)) [1]

''میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں میں ہوں، پھر اس کے بعد والی صدی، اور پھر جو اس کے بعد ہے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان کی گواہیاں ان کی قسموں پر مقدم ہوں گی، گواہی مانگنے

[1] مجمع الزوائد: ۱۰/ ۹۱۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

Marfat.com

سے پہلے وہ گواہی دیں گے، اور ان کے بازاروں میں ہنگامہ ہوگا۔"

تم اسے کیوں طلاق دے رہے ہو؟

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم اسے کیوں طلاق دے رہے ہو؟ اس نے کہا: وہ مجھے محبوب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا سارے گھر محبت ہی کی وجہ سے بنائے جاتے ہیں؟ کہاں ہے نگرانی اور کہاں ہے حفاظت؟ ❶

خنساء رضی اللہ عنہا کی اولاد کا وظیفہ:

جنگ قادسیہ کے موقع پر جب سیّدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے شہید ہوگئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: خنساء کو ان کے چاروں بیٹوں کا وظیفہ (پنشن) تاحیات دیتے رہو، پھر خنساء اپنی پوری زندگی اپنی اولاد میں سے ہر ایک کی طرف سے ہر مہینہ دوسو درہم لیتی رہیں۔ ❷

ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا بیت المال سے قرض لیتی ہیں اور تجارت کرتی ہیں:

ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے، ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا دورِ جاہلیت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا حفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں، ہند رضی اللہ عنہا کا شمار قریش کی خوبصورت اور ذہین عورتوں میں ہوتا تھا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بھی آخری عمر میں انہیں طلاق دے دی، تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیت المال سے چار ہزار درہم قرض لیا، اور "کلب" کے شہروں کی طرف تجارت کرتے ہوئے اپنے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ وہ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے گورنر تھے، ان سے کہا: اے میرے بیٹے! عمر بہت اچھے آدمی ہیں، تمام کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ ❸

خلافت راشدہ کے دور میں عورت کا اپنا مخصوص مقام تھا، اور یہ مقام ومرتبہ اسے اسلام نے عطا کیا تھا، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عہد خلافت راشدہ میں عورت نے مختلف فکری، ادبی، اور تجارتی میدانوں میں شرکت کی، چنانچہ سیدہ عائشہ، ام سلمہ، حبیبہ بنت ام حبیبہ، اروی بنت کریز بن عبدشمس، اور اسماء بنت سلمہ التمیمیۃ رضی اللہ عنہا نے فن حدیث، ادب اور فقہ وفتاویٰ میں مہارت حاصل کی، جب کہ ان کے علاوہ بعض دوسری خواتین مثلاً خنساء نے شعر گوئی میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ ❹ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ عورت کا مقام ومرتبہ پہچانتے تھے اور جانتے تھے کہ عورت بھی ایک حساس اور باشعور مخلوق ہے، وہ بھی دیکھتی سوچتی اور سمجھتی ہے۔ اس لیے آپ جس طرح مردوں سے مشورہ لیتے تھے عورتوں سے بھی مشورہ لیتے حتیٰ کہ بعض مواقع پر شفاء بنت عبداللہ عدویہ کی رائے کو مقدم رکھتے، پس عورت کو کس

❶ البیان والتبیین: ۲/ ۱۰۱۔ فرائد الکلام، ص: ۱۱۳

❷ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية، د/ سليمان آل كمال: ۲/ ۷٦٤

❸ تاريخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين، ذهبى، ص: ۲۹۸، ۲۹۹

❹ تطور تاريخ العرب السياسى والحضارى، د/ فاطمة الشامى، ص: ۱۷۵

Marfat.com

چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے جسے اسلام کے علاوہ دوسری جگہوں پر تلاش کیا جاتا ہے۔ امیر المومنین ملکی معاملات میں عورت سے مشورہ لیتے ہیں، اور اس کی رائے پسند بھی کرتے ہیں۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ خود کو مجاہدین کے بچوں کا باپ شمار کرتے تھے، جن خواتین کے شوہر جہاد پر ہوتے، آپ ان کے دروازوں پر جا کر پوچھتے: کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ آپ لوگوں کو کچھ خریدنا ہے؟ مجھے پسند نہیں کہ خرید وفروخت میں تم دھوکا کھا جاؤ، پھر وہ عورتیں اپنی چھوٹی بچیوں کو آپ کے ساتھ بھیج دیتیں، آپ بازار میں داخل ہوتے تو آپ کے پیچھے بے شمار بچے اور بچیاں ہوتیں، آپ ان کی ضروریات خرید کر دیتے، اور جس کے پاس رقم نہ ہوتی اسے اپنی طرف سے خرید کر دیتے، جب کسی سرحد سے مجاہدین کے پاس سے حکومتی کارندہ آتا تو مجاہدین کے خطوط ان کی بیویوں کے گھر گھر جا کر بذات خود پہنچاتے، اور کہتے: تمہارے خاوند اللہ کے راستے میں ہیں، اور آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستی میں ہیں۔ اگر تمہارے پاس خط کا پڑھنے والا کوئی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ دروازے کی آڑ میں قریب آ جاؤ تاکہ تمہیں خط پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے: حکومتی کارندہ فلاں دن سرحد پر مجاہدین کے پاس جانے والا ہے، لہٰذا آپ لوگ خط کا جواب لکھ دیں، تاکہ میں تمہارے خطوط بھیج سکوں۔ پھر آپ کاغذ اور دوات لے کر ان کے پاس جاتے اور کہتے دوات اور کاغذ حاضر ہے، دروازے سے قریب ہو جاؤ، تاکہ تمہارا پیغام لکھ دوں، اس طرح آپ مجاہدین کی بیویوں کے پاس فرداً فرداً جاتے اور ان کے خطوط لے کر ان کے شوہروں کے پاس بھیج دیتے۔ ❷

۲: رعایا کے بہترین کارناموں کا لحاظ:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے بہترین کارناموں کا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کے پاس مردم شناسی کا نہایت دقیق پیمانہ تھا، چناں چہ آپ نے فرمایا: ''تم کو کسی آدمی کی شہرت دھوکے میں نہ ڈال دے، اچھا اور کامل آدمی وہ ہے جو امانت دار ہو اور لوگوں کی غیبت کرنے سے دُور رہے۔'' ❸

آپ یہ بھی کہتے تھے: ''کسی شخص کی نماز اور اس کے روزے سے دھوکہ نہ کھاؤ، بلکہ اس کی دانائی اور سچائی کو دیکھو'' اور ایک مرتبہ فرمایا: ''مجھے تمہارے بارے میں دو قسم کے لوگوں سے کوئی خوف نہیں ہے: پکا سچا مومن کہ جس پر ایمانی علامات ظاہر ہوں اور کافر جس کا کفر واضح ہو۔ البتہ میں تمہارے بارے میں اس منافق سے ڈرتا ہوں جو ایمان کے پس پردہ غیر ایمانی عمل کرتا ہے۔''

❶ شہید المحراب، ص: ۲۰۵۔ امیر وقت کا کسی خاتون سے اس کی صلاحیت اور علم وفہم کی بنیاد پر مشورہ لینا اور بات ہے اور خواتین کو پارلیمنٹ کی زینت بنانا اور ان کا الیکشن میں کھڑا ہونا اور بات ہے، خلفائے راشدین کے عمل سے دور حاضر کے پارلیمانی نظام پر استدلال غلط ہے۔ (مترجم)

❷ أخبار عمر، ص: ۳۳۹۔ سراج الملوك، ص: ۱۰۹

❸ فقه الائتلاف/ محمود محمد الخزندار، ص: ١٦٤

ایک آدمی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی دینے آیا، آپ نے جاننا چاہا کہ کیا کوئی اس کا تزکیہ وتصدیق کرنے والا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین میں اس کی اچھائی اور صداقت کی گواہی دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم اس کے پڑوسی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کسی دن اس کے ساتھ رہے ہو کہ اس کی حقیقت حال سے واقف ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کبھی تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ کیوں کہ سفر اور پردیس لوگوں کو پرکھنے کا ذریعہ ہے اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: شاید تم نے اسے مسجد میں اٹھتے بیٹھتے اور نماز پڑھتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ تم اس کو نہیں پہچانتے۔ ❶

واقعات وشواہد بتاتے ہیں کہ خدمتِ اسلام کے لیے عظیم کارناموں کے بدلے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اللہ کے فضل واحسان سے اور اعزاز واحترام فاروقی سے نوازی گئی، اسی سلسلہ کے چند واقعات کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

جب لوگوں نے کفر کیا تو تم ایمان لائے، جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو تم آگے آئے، جب انہوں نے بے وفائی کی تو تم نے وفاداری کا ثبوت دیا:

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو لے کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ قبیلہ ''طی'' کے ہر فرد کے لیے دو ہزار درہم مقرر کرنے لگے، اور مجھے نظر انداز کر دیا، میں آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا، لیکن آپ نے پھر نظر انداز کر دیا، پھر میں بالکل آپ کی نگاہوں کے سامنے آ کھڑا ہوا، لیکن آپ نے مجھ پر توجہ نہ دی۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ہنسنے لگے، یہاں تک کہ لوٹ پوٹ گئے، پھر کہا: ہاں، اللہ کی قسم! تمہیں یقیناً پہچانتا ہوں، جب انہوں نے کفر کیا تب تم ایمان لائے، جب انہوں نے پیٹھ پھیری تب تم آگے آئے، جب انہوں نے بے وفائی کی تب تم نے وفاداری کا ثبوت دیا اور سب سے پہلی زکوٰۃ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے چہروں کو روشن کیا وہ قبیلہ طی کی زکوٰۃ تھی، تم اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ پھر آپ نے عدی سے معذرت کی اور کہا: میں نے ان لوگوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا ہے جن کو فاقہ نے گھیر لیا ہے، حالانکہ وہ اپنی قوم کے سردار رہے ہیں اور یہ ان کا حق بنتا ہے۔ ❷

اور ایک روایت میں ہے کہ عدی رضی اللہ عنہ نے کہا: تب مجھے کوئی پروا نہیں۔ ❸

---

❶ عمر بن الخطاب، صالح بن عبدالرحمن بن عبدالله، ص: ٦٦

❷ صحيح مسلم، حديث نمبر: ٢٥٢٣۔ مسند أحمد، حديث نمبر: ٣١٦

❸ فتح الباري: ٧/ ٧٠٦۔ الخلافة الراشدة، د/ يحيىٰ اليحيىٰ، ص: ٢٩٧

Marfat.com

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کی پیشانی کو بوسہ دے، اور سب سے پہلے میں شروع کرتا ہوں:

بزرگ صحابی عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو روم والوں نے قید کرلیا اور پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا: نصرانی بن جاؤ، میں تم کو اپنی بادشاہت میں شریک کرلوں گا، اور اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کردوں گا۔ آپ نے اس کو جواب دیا: اگر تم اپنی پوری بادشاہت دے دو اور اہل عرب اپنی پوری جائداد سونپ دیں تاکہ میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پلک جھپکنے تک پھر جاؤں تو ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ بادشاہ نے کہا: تب میں تم کو قتل کردوں گا۔ آپ نے فرمایا: تمہاری مرضی۔ بادشاہ نے حکم دیا اور آپ تختۂ دار پر لٹکائے گئے، اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب سے اس پر تیر برسائیں اور وہ خود آپ پر مذہب نصرانیت پیش کرتا رہا۔ پھر آپ کو تختہ دار سے اتارنے کا حکم دیا اور آپ اتار لیے گئے، پھر ایک ہانڈی اور ایک روایت کے مطابق پیتل کا خوب بڑا دیگچہ لانے کا حکم دیا، اور اسے خوب گرم کیا گیا، پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اسے آپ کے سامنے دیگچے میں ڈال دیا، چند ہی لمحوں میں اس کی صرف ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ پھر اس نے آپ کو مذہب نصرانیت قبول کرنے کی دعوت دی، لیکن آپ نے انکار کردیا۔ چناں چہ اس نے آپ کو اس دیگچے میں ڈالنے کا حکم دے دیا، آپ جونہی چرخی پر لٹکائے گئے تاکہ دیگ میں ڈالے جائیں، آپ رونے لگے۔ بادشاہ کو ان کے نصرانی ہونے کی امید ہوگئی۔ اس نے پھر نصرانیت کی طرف بلایا۔ آپ نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس ایک ہی جان ہے جو اللہ کے راستے میں اس وقت دیگ میں ڈالی جارہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کاش میرے جسم میں جتنے بال ہیں اتنی ہی میرے پاس جانیں ہوتیں جو اسی طرح اللہ کے راستے میں تکلیف برداشت کرتیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ بادشاہ نے آپ کو قید میں ڈال دیا، اور چند دنوں سے آپ کو کھانا پانی کچھ نہ دیا، پھر کھانے پینے کے لیے سور کا گوشت اور شراب بھیجے لیکن آپ اس کے قریب نہ گئے۔ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا اور کہا: تم نے کیوں نہیں کھایا؟ آپ نے جواب دیا: اگر میں کھانا چاہتا تو وہ میرے لیے (اس حالت میں) حلال تھا، لیکن میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنی مصیبت پر تجھے ہنسنے کا موقع دوں۔ بادشاہ نے کہا: میری پیشانی چوم لو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ آپ نے کہا: کیا میرے ساتھ دوسرے مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے اس کی پیشانی چوم لی، اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھ دیگر مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا اور جب آپ قید سے رہائی پاکر واپس آئے تو عمر بن خطاب نے فرمایا: ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کی پیشانی چومے، اور میں پہلے چومتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ [1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۶۱۰

کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یمن والوں کی کمک آتی تو ان سے پوچھتے: کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟ یہاں تک کہ ایک مرتبہ اویس مدینہ پہنچے آپ خود اویس کے پاس آئے اور کہا: آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: قرن قبیلہ کی بنو مراد نسل سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا آپ کو پہلے برص کی بیماری تھی، پھر آپ اس سے شفایاب ہوگئے، صرف ایک درہم کی جگہ کے برابر مرض باقی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا آپ کی ماں زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((یَأْتِی عَلَیْکُمْ اَوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْیَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَن ، کَانَ بِهٖ بَرَصٌ ، فَبَرأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ ، لَوْ اَقْسَمُ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ ، فَاِنَّ اسْتَطَعْتَ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ .))

”تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی کمک لے کر آئیں گے، وہ مراد نسل کے اور قرن قبیلہ سے ہوں گے، انہیں برص کی بیماری رہی ہوگی پھر اس سے شفا پا چکے ہوں گے، سوائے ایک درہم کی مقدار کے، ان کی ماں بقید حیات ہوں گی، وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔ وہ اگر کسی چیز کی قسم کھائیں گے تو اللہ اسے پورا کرے گا، اگر تم ان سے استغفار کروا سکو گے تو کروا لینا۔“

لہٰذا آپ میرے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔ چناں چہ انہوں نے آپ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: کوفہ۔ آپ نے فرمایا: کیا میں وہاں کے عامل کے پاس آپ کے متعلق کچھ لکھ نہ دوں؟ انہوں نے کہا: مجھے گمنام لوگوں میں رہنا زیادہ پسند ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ دوسرے سال ان کے قبیلہ کے بزرگوں میں سے ایک صاحب مدینہ آئے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہوگئی، آپ نے اس آدمی سے اویس کے بارے میں پوچھا، اس آدمی نے کہا: ان کی حالت خراب ہوگئی ہے، اور ان کے پاس بہت ہی مختصر سامانِ زندگی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((یَأْتِی عَلَیْکُمْ اَوَیْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ اَهْلِ الْیَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَن ، کَانَ بِهٖ بَرَصٌ ، فَبَرأَ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ ، لَوْ اَقْسَمُ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ ، فَاِنَّ اسْتَطَعْتَ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ .))

”تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی کمک لے کر آئیں گے، وہ مراد نسل کے اور قرن قبیلہ سے ہوں گے، انہیں برص کی بیماری رہی ہوگی پھر اس سے شفا پا چکے ہوں گے، سوائے ایک درہم کی

Marfat.com

مقدار کے، ان کی ماں بقید حیات ہوں گی، وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں گے۔ وہ اگر کسی چیز کی قسم کھائیں گے تو اللہ اسے پورا کرے گا، اگر تم ان سے استغفار کرواسکو گے تو کروالینا۔"

وہ آدمی جب واپس لوٹ کر اویس کے پاس گیا تو کہا: میرے لیے دعائے مغفرت کردیجیے۔ آپ نے کہا: تم ابھی نیک سفر سے آئے ہو اس لیے تم میرے لیے دعائے مغفرت کرو۔ اس نے کہا: پہلے آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ اویس نے پوچھا: کیا عمر رضی اللہ عنہ سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ اویس نے کہا: تو پہلے ان کے لیے استغفار کرو۔ راوی کا کہنا ہے: اس وقت لوگ آپ کے مقام ومرتبہ کو جان سکے، پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ اور ایک مجاہد جس نے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کیا:

شام سے مجاہدین کی ایک جماعت آئی، وہ یمن جا رہی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ پلیٹیں تھیں کہ صبح کی نماز پڑھتے تو انہیں دسترخوان پر لگا دیتے۔ (حسب عادت آپ نے دسترخوان لگایا) اتنے میں مجاہدین میں سے ایک شخص آیا اور بیٹھ کر کھانے لگا، وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، عمر رضی اللہ عنہ کھانے کے وقت لوگوں پر نگاہ رکھتے تھے، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ لیکن اس نے بات نہ مانی۔ آپ نے اس سے دوبارہ کہا، تو اس نے کہا: اے امیر المومنین میرا ہاتھ مشغول ہے۔ جب وہ شخص کھانے سے فارغ ہوا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا: تمہارے داہنے ہاتھ کو کیا مشغولیت تھی، اس نے اپنا ہاتھ نکالا، وہ ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا؟ اس نے کہا: جنگ یرموک کے موقع پر میرا ہاتھ شہید ہوگیا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر تمہیں وضو کون کراتا ہے۔ اس نے کہا: میں اپنے بائیں ہاتھ سے وضو کرلیتا ہوں اور اللہ میرا ساتھ دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ اس نے کہا: یمن، اپنی ماں کے دیدار کے لیے جا رہا ہوں۔ میں نے ان کو ایک زمانے سے نہیں دیکھا ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکیاں کرلوں۔ آپ نے اسے ایک خادم اور صدقہ کے پانچ اونٹ دینے کا حکم دیا، اور اس کے ساتھ انہیں روانہ کردیا۔ ❷

ایک آدمی کو دورانِ جہاد ایسا کاری زخم لگا کہ اس کے چہرے میں گڑھا ہوگیا:

ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگ اپنے عطیات لے رہے تھے، اچانک آپ کی نگاہ ایک ایسے آدمی پر پڑی جس کے چہرے پر کاری زخم کا نشان تھا۔ آپ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی، اس نے آپ کو بتایا کہ فلاں غزوہ میں مجھے یہ زخم آیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے ایک ہزار درہم دے دو، اسے ایک ہزار درہم دیے گئے، پھر آپ نے فرمایا: مزید ایک ہزار دے دو، اسے دوبارہ ایک ہزار درہم دیے گئے، پھر آپ نے فرمایا: مزید ایک

---

❶ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، حديث نمبر: ٢٥٤٢

❷ الشيخان أبوبكر وعمر رضي الله عنهما، برواية بلاذری، ص: ١٧٤، ١٧٥

Marfat.com

ہزار دے دو، اس آدمی کو ایک ہزار درہم دیے گئے، آپ نے چار مرتبہ یہی حکم دیا اور وہ چاروں مرتبہ دراہم سے نوازا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی کثرت ذرہ نوازی سے اس آدمی کو شرم آ گئی، اور وہ باہر نکل گیا، آپ نے اس کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں گیا؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ آپ کی کثرت عنایت پر وہ شرما گیا تھا اور چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ابھی ہوتا تو جب تک ایک درہم باقی رہتا میں مسلسل اسے دیتا ہی رہتا۔ وہ ایسا آدمی تھا جو راہِ جہاد میں زخمی کیا گیا، جس سے اس کے چہرے پر گڑھے پڑ گئے۔ ❶

فاروقی تمنا:

ایک مرتبہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ اپنی اپنی تمنا بیان کیجیے۔ کسی نے کہا: میری تمنا ہے کہ اگر یہ گھر سونے سے بھرا ہوتا تو میں اسے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیتا۔ ایک نے کہا: اگر یہ گھر ہیرے جواہرات سے بھرا ہوتا تو میں اسے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اور بھی تمنا کرو۔ انہوں نے کہا: ہم اور کیا تمنا کریں، ہم نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا: میری آرزو اور تمنا یہ ہے کہ یہ گھر ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، ابوحذیفہ کے غلام سالم، اور حذیفہ بن یمان جیسے لوگوں سے بھر جاتا ❷ اور میں انہیں اللہ کی راہ میں استعمال کرتا۔ ❸

یہ لوگ آپ کے اسلامی بھائی تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سچے دوستوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: راست گو بھائیوں کی صحبت اختیار کرو، اور ان کے زیر سایہ زندگی گزارو، وہ لوگ خوش حالی میں سامان زینت، اور مصیبت کے وقت زادِ راہ ہیں۔ اور اپنے بھائی کے معاملے کو بحسن وخوبی نمٹاؤ، تاکہ اس سے تمہیں کوئی پریشانی نہ لاحق ہو۔ اپنے دشمن سے دور رہو۔ اور اپنے دوستوں سے ہوشیار رہو مگر یہ کہ وہ امین ہو۔ اور امین وہی ہوسکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو۔ فاجر کی صحبت نہ اختیار کرو کہ اس کے فجور کو تم بھی سیکھ لو، نہ اسے اپنے بھید سے خبردار کرو، اور اپنے معاملہ میں اس آدمی سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے کسی اسلامی بھائی کو رات کو اس طرح یاد کر رہے تھے: ہائے رات کی لمبائی، (تو کب ختم ہوگی) جب صبح کی نماز پڑھی تو ان کے پاس گئے، اور ملاقات ہوئی تو ان سے چمٹ گئے اور گلے لگا لیا۔ ❺

آپ کہتے تھے: اگر میں اللہ کے راستہ میں نہ چلوں، اللہ کی اطاعت میں اپنی پیشانی خاک آلود نہ کروں، یا ان لوگوں کی مجلس میں شرکت نہ کروں جو بھلی اور حکمت کی باتوں کو ایسے ہی لے لیتے ہیں جیسے کہ پھل چنا جاتا ہے،

❶ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ۷٤۔ اس کی سند منقطع ہے۔ محض الصواب: ۱/ ۳٦۸

❷ مستدرك حاکم: ۳/ ۲٦٦۔ امام ذہبی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ أصحاب الرسول ﷺ: ۱/ ۱۷٤

❸ تهذیب الکمال، المزی: ٥/ ٥٠٥۔ حذیفة بن یمان، إبراهیم محمد العلی، ص: ۸٦۲

❹ مختصر منهاج القاصدین، ص: ۱۰۰۔ فرائد الکلام، ص: ۱۳۹

❺ أخبار عمر، ص: ۳۲۱

Marfat.com

تو میں یہ پسند کروں گا کہ کاش میں مر گیا ہوتا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمل ہی معیار برتری تھا:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں عمل ہی لوگوں میں برتری کا پیمانہ تھا، چناں چہ ایک مرتبہ جب آپ کے پاس قریش کے کئی اکابرین آئے، جن میں پیش پیش سہیل بن عمرو بن حارث اور ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری طرف ماضی میں قریش کی غلامی میں رہ چکے کچھ ایسے لوگ بھی آئے جنھوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی، جیسے صہیب اور بلال رضی اللہ عنہما وغیرہ۔

آپ نے ملاقات کی اجازت دینے میں ان محتاج غلاموں کو اولیت دی، اور قریش کے اکابرین اور ان بزرگوں کو بعد میں اجازت دی تو اکابرین قریش یہ عمل دیکھ کر بہت غصہ ہوئے، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے بعض ساتھیوں سے کہنے لگے: میں نے آج کی طرح ہوتے کبھی نہیں دیکھا تھا، عمر فاروق نے ان غلاموں کو ملاقات کی اجازت دے دی، اور ہمیں دروازے پر کھڑا رکھا؟ سہیل رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم، میں بھی آپ لوگوں کی ناراضی کو سمجھتا ہوں، اگر آپ لوگوں کو بہت غصہ آتا ہے تو اپنے اوپر غصہ کرو، وہ لوگ اسلام کی طرف بلائے گئے اور تمہیں بھی بلایا گیا، لیکن انہوں نے جلدی کی اور تم نے تاخیر کی، بتاؤ! قیامت کے دن کیا کرو گے جب وہ پہلے بلا لیے جائیں گے اور تم پیچھے رہ جاؤ گے۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جنازہ میں حاضر ہوتے ہیں:

ابوالاسود سے روایت ہے، فرمایا کہ میں مدینہ گیا، وہاں ایسے وقت پہنچا جب کہ وبا عام تھی، لوگ بہت تیزی سے مر رہے تھے، میں عمر بن خطاب کے پاس بیٹھ گیا، اتنے میں اِدھر سے ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے میّت کا ذکر خیر کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر دوسرا جنازہ گزرا، اس کا بھی ذکر خیر کیا گیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائیوں کا ذکر کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود نے پوچھا: اے امیر المومنین کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ نے جواب دیا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا، یعنی ارشادِ نبوی ہے:

((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ .))

''جس مسلمان کے بارے میں چار مسلمان خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

پھر ہم نے کہا: اور تین کی گواہی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وثلاثة'' اور تین کی گواہی بھی۔ پھر ہم نے

❶ الشیخان أبی بکر وعمر، بروایت بلاذری، ص: ۲۲۵

❷ مناقب عمر، ص: ۱۲۹۔ فن الحکم ص: ۳۶۷

Marfat.com

کہا: اور دو کی گواہی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وَاثْنَانِ" اور دو کی گواہی بھی۔ آپ کا بیان ہے کہ پھر ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نوازش و عطاء اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا انکار:

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا، آپ نے مجھ کو دیا، میں نے آپ سے دوبارہ مانگا، آپ نے پھر دیا، میں نے آپ سے تیسری بار مانگا، آپ نے مجھے پھر دیا، اور کہا:

((يَا حَكِيمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ ، فَمَنْ اَخَذَهَا بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيهِ ، وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيهِ ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى .))

"اے حکیم! یہ مال بہت سرسبز اور میٹھی چیز ہے، جس نے اس کو سخاوت نفس سے لیا، اس کے مال میں برکت دی گئی، اور جس نے اس میں (مزید سے مزید تر کے لیے) لالچ کیا اس کے مال میں برکت نہیں دی جائے گی۔ وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے، لیکن آسودہ نہیں ہوتا، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

حکیم رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں اب آپ کے بعد اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔

بعد کے ادوار میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکیم رضی اللہ عنہ کو کچھ دینا چاہا لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا تاکہ کچھ دے دیں، لیکن آپ نے انکار ہی کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانو! میں نے ان (حکیم) کے لیے مال فے کا حصہ لگایا اور ان کو دینا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ بہر حال نبی کریم ﷺ کے بعد حکیم رضی اللہ عنہ نے پھر کسی سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی چومتے ہیں:

ایک آدمی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس علی رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آیا، عمر رضی اللہ عنہ جب معاملہ کے تصفیہ کے لیے بیٹھے تو علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن! اپنے حریف کے سامنے آؤ، علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصہ سے بھر گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے معاملے کا تصفیہ کیا، اور پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن کیا آپ اس وجہ سے غصہ ہو گئے کہ میں نے آپ کو آپ کے حریف کے برابر کھڑا کیا؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس لیے غصہ ہوں کہ آپ نے میرے اور میرے حریف

---

❶ صحيح البخاری، حديث نمبر: ٢٦٤٣ ـ مسند احمد، حديث نمبر: ١٣٩ ـ الموسوعة الحديثية ـ

❷ صحيح البخاری، حديث نمبر: ١٤٧٢ ـ صحيح مسلم، حديث نمبر: ١٠٣٥

Marfat.com

کے درمیان انصاف نہیں کیا، آپ نے مجھ کو عزت دی اور مجھے میری کنیت سے یعنی ابوالحسن کہہ کر پکارا، جب کہ میرے حریف کو اس کی کنیت سے نہیں پکارا۔ (یعنی اس کا نام لیا) عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی چوم لی، اور کہا: اللہ مجھے اس زمین پر باقی نہ رکھے جس پر ابوالحسن نہ ہوں۔ ❶

جریر بجلی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہیں:

عاصم بن بہدلہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، مجلس میں ایک آدمی کی ہوا خارج ہوئی اور ادھر نماز کا وقت ہوگیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں زور دے کر کہتا ہوں کہ جس کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ اٹھے اور جا کر وضو کر لے تو جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین ہم سب کو حکم دیجیے کہ اٹھیں اور جا کر وضو کریں۔ اس میں زیادہ عیب پوشی ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ ❷

ایک غلام قریش کے گھرانے میں شادی کا پیغام دیتا ہے:

عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف قبائل کو ایک دوسرے سے رشتہ نکاح قائم کرنے کی ہمت افزائی کی، تاکہ تمام قبائل میں باہمی محبت پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ ایک غلام نے قریش کے ایک آدمی کو اس کی بہن سے نکاح کا پیغام دیا، لیکن قریشی نے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کے درمیان دخل اندازی کی اور کہا: کیا وجہ ہے کہ تم اس سے نکاح کرنے سے انکار کرتے ہو؟ وہ باصلاحیت آدمی ہے، اس کے پاس دنیا کی بھلائی یعنی مال، اور آخرت کی بھلائی یعنی تقویٰ بھی ہے۔ اگر تمہاری بہن راضی ہو تو اس آدمی سے نکاح کر دو۔ چنانچہ قریشی نے اپنی بہن کا نکاح اس غلام سے کر دیا۔ ❸

۳: معاشرہ میں آپ کا رعب و دبدبہ اور لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کی تڑپ:

لوگوں کے دلوں میں عمر رضی اللہ عنہ کا احترام بھی تھا اور رعب بھی، ایسا رعب جو ایک آہنی عزم کے انسان ہی کا ہو سکتا ہے۔ اور اس کی روشن مثال یہ ہے کہ انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا پروانہ اس وقت جاری کیا جب ان کی شہرت بام عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ جنگ میں ان کی قیادت بلکہ محض موجودگی بھی کامیابی اور فتح مندی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی، ہر طرف سے ان کو مدح و تحسین کا خراج پیش کیا جا رہا تھا۔ ان کا قائدانہ و فاتحانہ اقبال اپنے نقطہ عروج پر تھا، ایسے عالم میں اور ایسے وقت میں جب کہ مسلمانوں کو ان کی قیادت کی سخت ضرورت

---

❶ عمر بن الخطاب، صالح عبدالرحمن، ص: ۷۹

❷ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۲۱۹

❸ المرتضی للندوی، ص: ۱۰۶۔ نوٹ: یہ حوالہ غلط ہے، میں نے اصل کتاب کا مراجعہ کیا لیکن اس میں یہ واقعہ کہیں نہ ملا۔ (مترجم)

Marfat.com

تھی، اور وہ ہر دل عزیز تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کرنے کا فیصلہ نافذ کر دیا، اور یہ حکم اس وقت پہنچا جب مسلمان رومیوں کے مقابلہ میں جنگ یرموک کے میدان میں صف آرا تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو قیادت کی ذمہ داری سونپی گئی، یہ ایسا نازک وقت تھا کہ اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا سکتے تھے اور نفس امارہ بلکہ فطری خودداری بھی اپنا رنگ دکھا سکتی تھی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کا رعب وجلال اور خالد رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی تھی کہ حکم پاتے ہی ان کی زبان سے نکلا: "سمعا وطاعة لأمير المومنين" "امیر المومنین کا حکم سر آنکھوں پر" اور جب ان سے کہا گیا کہ ایسے نازک موقع پر یہ عظیم تبدیلی لشکر اسلام اور مسلمانوں میں انتشار کی موجب ہوسکتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ "جب تک عمر موجود ہیں کسی فتنہ کی گنجائش نہیں ہے۔" ❶

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا جب کہ وہ ایک مقبول عام، صاحب اقبال فاتح وسپہ سالار تھے اور ان کا اس طرح عاجزی کے ساتھ سپہ سالاری کے عہدہ سے اتر کر معمولی سپاہی بن جانا ایک ایسا واقعہ ہے جس کی دنیا کی جنگی اور فوجوں کی سپہ سالاری کی تاریخ میں مثال ملنی مشکل ہے۔ اس کے ساتھ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے دبدبہ کی بھی دلیل ہے اور یہ کہ ان کو کس درجہ تمام امور سلطنت اور فوج پر قابو تھا۔ ❷

لوگوں کے دلوں میں آپ کی کافی جلالت وعظمت تھی، حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک (بدچلن) عورت ہے، جس کے بارے میں لوگ باتیں کر رہے ہیں، آپ نے اسے بلا بھیجا، آپ بارعب آدمی تھے ہی، جب اس عورت کے پاس آپ کا فرستادہ پہنچا تو اس نے (اپنے دل میں) کہا: اب تیری بربادی ہے، عمر کو تیری کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ وہ جانے کے لیے نکلی ہی تھی کہ راستے میں (عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے) دردزہ ہوگیا۔ ادھر سے کچھ عورتیں گزریں، جنہوں نے اس کی حالت کو سمجھ لیا، اس عورت کو بچہ پیدا ہوا، وہ ایک بار رویا اور پھر مر گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے مہاجرین وانصار کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ لیا، سب سے پیچھے ایک آدمی بیٹھا تھا، سب نے مشورہ دیا کہ اے امیر المومنین! آپ کا کیا قصور آپ نے اس کی تادیب کے لیے اس کو بلایا تھا اور آپ حاکم وقت ہیں آپ کو یہ حق حاصل ہے۔ آپ نے سب سے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا: اے فلاں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین! میرا کہنا یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے آپ کا لحاظ کیا ہے تو واللہ انہوں نے آپ کی خیر خواہی نہیں کی، اور اگر یہی ان کی صوابدید ہے تو ان کی رائے غلط ہے۔ فرمایا: "آپ کی وجہ سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے، لہٰذا دیت لازم ہے۔" حسن بصری رحمہ اللہ نے دریافت کیا گیا، یہ صاحب کون تھے؟ فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ ❸

---

❶ المرتضٰی، ابوالحسن علی الحسنی الندوی، ص: ۱۰۷۔ اردو طبع، ص: ۱۶۶ واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب الخراج، ابویوسف، ص: ۸۷ ......مترجم

❷ المرتضٰی، ابوالحسن علی الحسنی الندوی، ص: ۱۰۷۔ اردو طبع میں دیکھیے، ص: ۱۶۷......مترجم۔

❸ مناقب عمر، ص: ۱۳۵۔ مراسیل الحسن، محض الصواب: ۱/ ۲۷۳

ایک مرتبہ علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن، اور سعد رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے، ان میں عمر رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ بے خوف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ ان لوگوں نے کہا: اے عبدالرحمٰن! اگر لوگوں کے بارے میں تم ہی عمر رضی اللہ عنہ سے بات کر لیتے تو اچھا ہوتا، وہ یہ کہ آپ کے پاس ضرورت مند لوگ آتے ہیں، لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے کچھ کہہ نہیں پاتے، وہ لوٹ جاتے ہیں اور ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس گئے اور اس سلسلے میں آپ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں: کیا علی، عثمان، طلحہ، زبیر اور سعد یا ان میں سے دو ایک نے تمہیں مجھ سے یہ کہنے کے لیے مامور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن، میں لوگوں کے لیے نرم ہوا، اتنا نرم ہوا کہ میں اللہ سے ڈر گیا (کہ کہیں لوگ میری نرمی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا لیں) پھر میں نے ان پر سختی کی، اتنی سختی کی کہ اللہ سے ڈر گیا (کہ کہیں لوگ مجھے اپنی ضرورت نہ بتا سکیں) تمہی بتاؤ، اب میں کیا کروں؟ یہ سن کر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی ازار گھسٹ رہی تھی اور آپ اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: افسوس ہے ان پر، آپ کے بعد کیا ہوگا، افسوس ہے ان پر، آپ کے بعد کیا ہوگا؟ ❶

عمرو بن مرۃ ❷ سے روایت ہے، فرمایا: قریش کا ایک آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: ہمارے لیے نرم ہو جائیے، ہمارے دل آپ کے رعب سے بھر گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا اس میں ظلم ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا رعب تمہارے دلوں میں اور بڑھ جائے۔ ❸

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کی تفسیر پوچھنے کے لیے پورے ایک سال تک سوچتا رہا لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے اسے نہ پوچھ سکا۔ ❹

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک حجام آپ کے بال تراش رہا تھا۔ آپ کافی بارعب تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گلا صاف کرنے کے لیے کھنکھارا تو خوف کی وجہ سے حجام کی ہوا خارج ہوگئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چالیس درہم دینے کا حکم دیا۔ ❺

جب عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے دلوں میں اپنا رعب و دبدبہ دیکھتے تو کہتے: اے اللہ تو جانتا ہے کہ لوگ جتنا مجھ سے ڈرتے ہیں میں اس سے کہیں زیادہ تجھ سے خوف کھاتا ہوں۔ ❻

---

❶ الشیخان، بروایت بلاذری، ص: ۲۲۰

❷ عمر بن مرۃ الشنبی، بصری ہیں، مقبول ہیں، چوتھے طبقہ کے ہیں۔ التقریب، ص: ۴۱۷

❸ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ۱۳۵۔ محض الصواب: ۱/ ۲۷۳

❹ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۱۴۷۹

❺ طبقات ابن سعد: ۳/ ۲۸۷۔ سنداً یہ روایت منقطع ہے۔ مناقب عمر، ص: ۱۳۴

❻ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ۱۳۴۔ یہ روایت سنداً منقطع ہے۔

Marfat.com

لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ کی تڑپ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی نماز پڑھتے تو کچھ دیر لوگوں کے لیے بیٹھے رہتے۔ اگر کسی کو کوئی ضرورت ہوتی تو اس پر غور کرتے۔ ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے بعد نہیں بیٹھے، میں آپ کے دروازے پر آیا اور کہا: اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی بیماری لاحق ہوگئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ میں ابھی پوچھ ہی رہا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے، اور یرفا اندر گیا، پھر باہر ہمارے پاس آیا اور کہا: اٹھیے چلیے، اے ابن عفان! اٹھیے چلیے اے ابن عباس۔ ہم دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، دیکھا تو آپ کے سامنے مال کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے نگاہ دوڑائی لیکن مدینہ میں تم دونوں سے بڑا خاندان کسی کا نظر نہیں آیا، لہٰذا اس مال کو لے جاؤ اور لوگوں میں تقسیم کردو، اور اگر کچھ بچ جائے تو واپس لوٹا دو، ابن عباس کا کہنا ہے کہ میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہا: اور اگر کم ہوگیا تو کیا آپ پورا کریں گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ مالداروں کا یہی مزاج ہوتا ہے [1] ...... حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ روٹی کے ٹکڑے کھاتے تھے؟ میں نے کہا: اگر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی فتوحات کی وسعت کی ہوتی تو جیسا آپ کرتے ہیں ویسا وہ نہ کرتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے؟ میں نے کہا: تب آپ خود کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ دھاڑیں مار کر رونے لگے یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں، اور کہنے لگے: میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ (خلافت) سے برابر برابر چھوٹ جاؤں، نہ مجھ پر کسی کا حق رہے اور نہ میرا حق کسی پر باقی رہے۔ [2]

سعید بن میسّب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مالِ غنیمت میں ایک اونٹ ملا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے نحر (ذبح) کیا، اور اس کا کچھ گوشت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بھیج دیا، اور باقی کو پکوا کر اسے کھانے کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت کو دعوت دی، اس میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی تھے، عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ روزانہ ایسے ہی انتظام کرتے تو ہم آپ کے پاس کھاتے اور باتیں کرتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دوبارہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ میرے دونوں ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) گزر گئے، اور انہوں نے ایک طریقہ اور نمونہ چھوڑا ہے، اگر میں نے ان کے نمونہ وطرزِ عمل سے ہٹ کر کوئی کام کیا تو میری پیروی میں ان دونوں کی مخالفت کی جائے گی۔ [3]

عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام کو حکومتی چراگاہ کی رکھوالی پر مامور کیا اور کہا: مسلمانوں پر رحم کرنا، مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ وہ مقبول ہوتی ہے، اونٹ اور بکری کے چھوٹے چھوٹے مالکان کو اس سے مت روکنا البتہ ابن عوف اور ابن عفان کے مویشیوں کو اس میں داخل نہ ہونے

---

[1] الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۲۲۱۔ [2] الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۲۲۱۔

[3] الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۲۸۸۔ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۲۲۲

دینا اس لیے کہ اگر ان دونوں کے مویشی ہلاک ہوگئے تو وہ دونوں کھیتی اور باغات میں لگ جائیں گے۔ اور اگر عام لوگوں کے مویشی ہلاک ہوگئے تو وہ اپنے بال بچوں کو لے کر ہمارے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے امیر المومنین کیا میں ان کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔ لہٰذا ان کے لیے پانی اور گھاس کا مہیا کرنا، درہم و دینار مہیا کرنے کے مقابلے میں آسان ہے۔ اللہ کی قسم! وہ سوچتے ہیں کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے، حالانکہ چراگاہیں انہی کے شہروں کی ہیں، جاہلیت کی زندگی میں انہوں نے اس کے لیے لڑائی کی ہے، اور جب اسلام قبول کیا تو یہ انہیں کے پاس تھیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر فی سبیل اللہ کے جانور کی حفاظت کی ذمہ داری نہ ہوتی تو ان کے شہروں کی ایک بالشت برابر زمین بھی حکومتی چراگاہ کے لیے خاص نہ کرتا۔ ❶

موسیٰ بن انس بن مالک سے روایت ہے کہ سیرین، یعنی محمد بن سیرین کے باپ نے انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت ❷ کی درخواست کی، لیکن انہوں نے انکار کردیا، ان کے پاس کافی دولت تھی، سیرین رحمہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اور کہا: میں نے مکاتبت کا مطالبہ کیا، لیکن انس نے انکار کردیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے کی مار لگائی، اور اس آیت کی تلاوت کرنے لگے: ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ (النور: ۳۳) ''تو تم آزادی کی تحریر انہیں دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو۔''

پھر انس رضی اللہ عنہ نے سیرین سے مکاتبت کرلی۔ ❸

آخر الذکر واقعہ میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک غلام اپنی آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے اور اس کا آقا انکار کر رہا ہے اور حاکم وقت انصاف کرتے ہوئے غلام کی رائے کو نافذ کراتا ہے اور آقا کی بات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ذرا سوچو! کہ تاریخ کے طول وعرض میں کیا ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔ ❹

۴۔ معاشرہ کی بعض عظیم شخصیتوں کی تربیت:

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں عظیم سے عظیم شخصیتوں کو یہ موقع نہیں دیا کہ معاشرہ کے عام افراد پر ان کا تسلط ہوسکے، یا وہ ان پر کسی طرح کی دست درازی کرسکیں، یا لوگوں پر کسی طرح اپنی برتری دکھاسکیں۔ اس سلسلہ میں چند واقعات اس طرح ہیں:

ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور مکہ میں ان کا گھر:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مکہ آئے، اہل مکہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہا: امیر المومنین! ابوسفیان نے گھر بنایا ہے اور ہمارے گھروں کے پانی نکلنے کی نالیوں کو بند کردیا ہے تاکہ ہمارے گھر گر جائیں۔

❶ تاریخ الذهبی، عهد الخلفاء الراشدین، ص: ۲۷۲

❷ مکاتبہ کا مطلب ہے کہ غلام اپنے مالک سے معاہدہ کرلے کہ میں اتنی رقم جمع کرکے ادا کردوں گا تو آزادی کا مستحق ہوجاؤں گا۔ (مترجم)

❸ محض الصواب: ۳/ ۹۷۵

❹ شهید المحراب، ص: ۲۲۲

Marfat.com

عمر دُرّہ لے کر موقع پر آئے، دیکھا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے پتھر گاڑ رکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کو اکھاڑو، انہوں نے اسے اکھاڑ دیا، پھر آپ نے کہا: اس کو اکھاڑو، اور اس کو اکھاڑو۔ یہاں تک کہ کئی پتھروں کو بلکہ تقریباً پانچ یا چھ پتھروں کو اکھڑوا دیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: شکر ہے اس اللہ کا جس نے عمر کو اس لائق بنایا کہ ابوسفیان کو مکہ میں حکم دے اور وہ عمر کی اطاعت کرے۔ ❶

عيينه بن حصن اور مالك بن ابى زفر:

ایک مرتبہ عیینہ بن حصن نے عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، آپ کے پاس ایک محتاج مسلمان مالک بن ابی زفر موجود تھے، عیینہ نے ان پر طنز کرتے ہوئے کہا: کمزور لوگ طاقتور ہوگئے، اور پست لوگ بلند ہوگئے۔ مالک نے کہا: کیا یہ ہمارے اوپر گلی سڑی ہڈیوں اور جہنم رسید جانوں کے ذریعے سے فخر کرتا ہے۔ جب عیینہ نے مالک کے ان جوابی کلمات پر اعتراض کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے، اور کہا: اب تم اسلام میں ذلیل ہو کر زندہ رہو، اللہ کی قسم! میں تم سے اس وقت تک خوش نہیں ہوسکتا جب تک کہ مالک تمہارے بارے میں سفارش نہ کردیں۔ چناں چہ عیینہ کے لیے ضروری ہوگیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مالک سے سفارش کروائیں۔ ❷

جارود اور ابى بن كعب رضی اللہ عنہما:

ایک مرتبہ جارود رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا: یہ قبیلہ ربیعہ کے سردار ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر درّہ اٹھایا اور کہا: میں ڈر گیا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی (غرور) نہ شامل ہوجائے۔

آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالکل ایسا ہی کیا، آپ نے جب دیکھا کہ مسجد سے نکلنے کے بعد لوگ ان کے پاس بھیڑ لگا دیتے ہیں، اور فتویٰ پوچھتے ہیں، تو کہا: تمہارا یہ عمل تمہارے لیے فتنہ اور معتقدین و پیروکاروں کے لیے باعث ذلت ہوسکتا ہے۔ ❸

۵: معاشرہ میں بعض بے جا تصرفات پر پابندی:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی آئینہ دار تھی، اسی وجہ سے آپ کسی بھی غلط کردار یا بے جا تصرفات جس سے اسلامی معاشرہ میں برائیاں پیدا ہوں، انہیں قطعاً برداشت نہ کرتے تھے۔ اس باب میں آپ ایسے واقعات ملاحظہ کریں گے جس میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعض غلطی کرنے والوں کو سیدھے راستے پر لگا دیا:

زبير بن عوام رضی اللہ عنہ كى قربان گاه:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زبیر بن عوام کے ذبیحہ خانہ آتے تھے، اس وقت مدینہ میں وہی ایک ذبیحہ خانہ تھا، آپ کے

---

❶ اخبار عمر، ص: ۳۲۱۔ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ۱۲۸

❷ تاريخ المدينة المنورة، ابن شبة: ۲/ ۶۹۰۔ الدور السياسی، صفوة، ص: ۱۹۱

❸ تاريخ المدينة المنورة، ابن شبة: ۲/ ۶۹۰۔ الدور السياسی، صفوة، ص: ۱۹۱

پاس درّہ ہوتا تھا۔ اگر آپ کسی آدمی کو مسلسل دو دن گوشت خریدتے دیکھتے تو اسے درّے لگاتے، اور کہتے: کیا تم اپنے شکم کو اپنے پڑوسی اور چچا زاد بھائی کے لیے سمیٹ نہیں سکتے۔ ❶

اب تمھیں جو مانگنا ہو مانگو:

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بھکاری کو مانگتے ہوئے دیکھا، جب کہ اس کی پیٹھ پر کھانے سے بھرا ہوا تھیلا تھا۔ آپ نے اس سے کھانا چھین لیا اور اسے صدقہ کے اونٹوں کے آگے ڈال دیا، پھر کہا: اب تمھیں جو مانگنا ہو مانگو۔ ❷

یہ چال چھوڑ دو:

ایک آدمی ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے اور پاؤں کو پٹختے ہوئے متکبرانہ چال میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: یہ چال چھوڑ دو، اس نے کہا: میں ایسا نہیں کر پاؤں گا۔ آپ نے اسے کوڑے لگائے، لیکن اس نے پھر غرور وتکبر کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اسے پھر کوڑے لگائے، اس بار اس نے متکبرانہ چال چھوڑ دی۔ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس قسم کی حرکتوں پر میں کوڑے نہیں ماروں گا تو اور کس چیز پر ماروں گا؟ کچھ دنوں بعد وہ آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا: "جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا" اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اس وقت شیطان ہی تھا (جس نے مجھے گمراہ کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے اسے مجھ سے بھگا دیا۔ ❸

ہمارے دین کا گلا نہ گھونٹو:

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو عبادت کا مظاہرہ کر رہا تھا اور بہ تکلف اپنی کمزوری ظاہر کر رہا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر درّہ مارا اور کہا: تم مرجاؤ، لیکن ہمارے دین کا گلا نہ گھونٹو۔ ❹

شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا جو بہت دھیمی رفتار سے چل رہے تھے، اور ٹھہر ٹھہر کر باتیں کر رہے تھے۔ (زاہد مرتاض تھے) آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا: عباد وزہاد۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! عمر رضی اللہ عنہ جب بات کرتے تو اسے سناتے، جب چلتے تو جلدی کرتے اور جب مارتے تو تکلیف دہ مار مارتے، حالانکہ واللہ وہ حقیقی عابد وزاہد تھے۔ ❺

رعایا کی صحت وتندرستی پر آپ کی خصوصی توجہ:

خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رعایا کی صحت وتندرستی پر خصوصی توجہ کی، آپ لوگوں کو موٹاپے کے نقصانات اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے آگاہ کرتے تھے، انہیں جسمانی تخفیف پر ابھارتے تھے۔ کیوں کہ بدن

---

❶ الدور السياسی، صفوة، ص: ۲۲۱۔ نقلا عن مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی

❷ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ۱۰۱

❸ أخبار عمر، ص: ۱۷۵

❹ أخبار عمر، ص: ۱۹۰

❺ الشيخان بروايت بلاذری، ص: ۲۲۶

Marfat.com

ہلکا ہونے کی صورت میں واجبات کی ادائیگی پر قدرت اور دیگر کاموں میں قوت ونشاط ہوتی ہے۔ چناں چہ آپ کہا کرتے تھے: ''اے لوگو! اپنے آپ کو توند والا ہونے سے بچاؤ، کیوں کہ وہ نماز میں سستی، جسم کی خرابی اور طرح طرح کی بیماریوں کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ توند والے مذہبی رہنما کو پسند نہیں کرتا۔ تم اپنی طاقت کے حد اعتدال میں رہو۔ یہ بھلائی سے بہت قریب، بے اعتدالی سے بہت دور اور عبادت الٰہی کے لیے بڑی قوت کا سبب ہے، کوئی بندہ اس وقت تک ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی شہوت کو اپنے دین پر ترجیح نہ دے دے۔ ❶

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک توند والے آدمی کو دیکھا، تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: بس یہ اللہ کی برکت ہے۔ آپ نے فرمایا: برکت نہیں، یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے۔ ❷

جہاں تک عام شہریوں کی صحت پر آپ کی خصوصی توجہ کی بات ہے تو اس سلسلے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شخص کو کوئی متعدی بیماری ہوتی اسے بیماری پھیلنے کے خوف سے دوسروں سے ملنے جلنے سے روکتے تھے، اسے مائل بہ صحت ہونے تک اپنے گھر میں ہی رہنے کی نصیحت کرتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا جسے جذام (کوڑھ) کی بیماری تھی، وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے کہا: اے اللہ کی باندی! بہتر ہوتا کہ تم اپنے گھر ہی میں رہتیں، اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاتیں۔ چناں چہ وہ گھر چلی گئی۔ (کچھ ہی دنوں بعد) اس کے پاس سے ایک آدمی گزرا تو کہا: جنہوں نے تم کو گھر سے نکلنے سے روکا تھا ان کی وفات ہوگئی، اب تو نکلو۔ اس نے جواب دیا: میں ایسی نہیں ہوں کہ جب وہ باحیات ہوں تو فرماں برداری کروں اور جب وفات پا جائیں تو ان کی نافرمانی کروں۔ ❸

اسی طرح آپ لوگوں کو ورزش کرنے، گھڑ سواری اور گھوڑا دوڑانے کی تاکید کرتے تھے اور کہتے تھے: اپنی اولادوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ، اور انہیں حکم دو کہ وہ گھوڑوں سے گھوڑوں پر کودنا سیکھیں، اور انہیں بہترین اشعار یاد کراؤ۔ ❹

ایک شرابی کو سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ شام کے ایک بہادر آدمی کو تلاش کیا اور اسے نہیں پایا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ شراب کا عادی ہوگیا ہے۔ آپ نے اپنے کاتب سے کہا: لکھو:

''عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں کے نام!...... تم پر سلامتی نازل ہو، میں تمہارے متعلق اللہ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿ حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ

❶ الخليفه الفاروق، د/ عبدالرحمن العانی، ص: ۱۲٤
❷ مناقب عمر أمير المومنين، ص: ۲۰۰
❸ الخليفة فاروق، ص: ۱۲٤۔ بحوالة الرياض النضرة
❹ الخليفة فاروق، ص: ۱۲۵

Marfat.com

مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ (غافر: ۱۔۳)

”حٰمٓ۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے، جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا والا، بڑے فضل والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

پھر آپ نے خط لکھوانا بند کر دیا اور اپنے قاصد سے کہا: تم اس آدمی کو یہ خط ایسی حالت میں دینا جب کہ وہ مکمل ہوش میں ہو، پھر جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان سے کہا کہ اس آدمی کے لیے دعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔ چناں چہ جب اس آدمی کے پاس خط پہنچا تو وہ اسے پڑھتا اور کہتا: میرے ربّ نے مجھ سے میری بخشش کا وعدہ کیا ہے، اور اپنی سزا سے مجھے ڈرایا ہے۔ یہ کہہ کر بار بار اسے دہراتا رہا، یہاں تک کہ رونے لگا۔ پھر شراب نوشی چھوڑ دی، اور اچھی طرح چھوڑی۔ اس کی توبہ اچھی رہی۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو فرمایا: اسی طرح کیا کرو، جب تم دیکھو کہ تم میں سے کوئی بھٹک گیا تو اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کرو اور اس کے لیے دعا کرو اور اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔ ❶

اس واقعہ سے نفسوں کی تربیت، لوگوں کی طبیعت شناسی اور درستی کے وسائل وطریقوں کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی ظرف نگاہی بالکل صاف نظر آ رہی ہے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ جو چیز کسی کے لیے مفید ہو وہ دوسرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہو جائے۔ لہٰذا یہ فاروقی موقف کامیاب تربیت کے اسباق میں سے ایک اہم سبق اور اصلاح ورہنمائی کا ایک مثالی اسلوب ہے۔ یہ امیر المومنین ہیں کہ اپنی بے پناہ مشغولیات اور بے شمار ذمہ داریوں کے باوجود اپنی مجلس میں آنے والے ایک عام فرد کو غائب دیکھتے ہیں تو آپ اسے نظر انداز نہیں کرتے بلکہ اس کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تاکہ اس کا علاج کرایا جائے اور وہ صحت مند ہو جائے۔ جب کہ آج کے دور میں حقیقی بھائی غائب ہوتا ہے اور دوسرے کو اس کی غیر حاضری کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اگر احساس ہوتا ہے تو وہ غائب ہونے کی وجہ نہیں پوچھتا۔ اگر اسے علاج کی ضرورت پڑ گئی تو اس کے لیے بھاگ دوڑ نہیں کرتا۔ درحقیقت یہ بے توجہی اسلامی اخوت کو ڈھا دینے کا ایک پھاوڑا ہے، جو مسلمان اخوت و بھائی چارگی کو پہچانتے ہیں ان کا یہ طریقہ کبھی نہیں رہا، پس کیا کوئی ہے جو اس پر توجہ دے؟ شاید اور ممکن ہے کہ......! ❷

مخصوص مجلسوں کے بارے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے:

اجتماعات سے متعلق سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کی مجلسیں عام ہوں تاکہ اس میں ہر طبقہ کے

❶ تفسير القرطبي: ۱۵/ ۲۵۶

❷ شهيد المحراب، ص: ۲۰۸

Marfat.com

لوگ شامل ہوسکیں۔ آپ چند مخصوص لوگوں پر محدود مجلسوں کو ناپسند کرتے تھے۔ کیوں کہ ایسی صورت میں ان کی رائے عام رائے سے الگ ہوجاتی ہے۔ جس کا نتیجہ تفریق اور مخالف پارٹیوں کا وجود ہے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے کچھ لوگوں سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ لوگ مخصوص افراد کو لے کر مجلس منعقد کرتے ہیں، وہ صرف دو آدمیوں کی مجلس نہ ہو کہ کہا جانے لگے: یہ فلاں کے خاص لوگوں اور خاص دوستوں میں سے ہیں اور پھر مجلسوں کا دائرہ تنگ کردیا جائے۔ اللہ کی قسم! تمہارا یہ عمل تمہارے دین، تمہاری شرافت اور تمہارے آپس کے تعلقات کو بہت تیزی سے ختم کردینے والا ہے اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے بعد آئندہ نسلیں کہیں یہ نہ کہیں کہ فلاں کی رائے یہ تھی اور فلاں کا خیال یہ تھا۔ انہوں نے اسلام کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا، لہٰذا اپنی مجلسوں کو وسعت دو اور سب کے ساتھ اٹھو بیٹھو، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دشمن پر رعب غالب رہے گا۔ ❷

سچ بات تو یہ ہے کہ خواص کی عوام سے دوری اور اپنے مخصوص رفقاء و ہم نشینوں تک اپنی مجلسیں محدود کردینے کی وجہ سے وہ لوگ عوام سے جس تربیت و اطاعت کی امیدیں رکھتے ہیں وہ عنقاء ہوجاتی ہیں۔ حالانکہ سب کے باہم مل بیٹھنے سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باتیں ردّ و بدل سے محفوظ رہتی ہیں اور حقیقی شکل میں لوگوں تک پہنچتی ہیں اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجالس کی کثرت پیش آمدہ مسائل میں کثرت اختلاف کا سبب بھی ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں دین میں مختلف اقوال سامنے آتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جس کا اندیشہ عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانے کے لوگوں اور آئندہ نسلوں سے تھا۔ ❸

فاروقی نظام احتساب یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین صحابہ کے بارے میں بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں زمین پر غلبہ دے دے گا تو وہ چار کام کریں گے، اقامت نماز، ادائیگی زکوٰۃ، بھلائی کا حکم اور برائی پر پابندی۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِن

❶ الخلفاء الراشدون، حسن أیوب، ص: ۱۱۵
❷ فرائد الکلام، ص: ۱۱٦۔ تاریخ الطبری: ۳/ ۲۸۱
❸ الخلفاء الراشدون، حسن ایوب، ص: ۱۱۵

مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (الحج: ۴۰، ۴۱)

''وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔''

امام ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یہ مہاجرین کی صفات ہیں، اس لیے کہ وہی لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر انہیں زمین میں قوت وغلبہ ملا تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور جب خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو اللہ نے زمین میں قوت وغلبہ سے سرفراز کیا تو ان کا یہی شیوہ تھا۔'' ❶

تاریخ گواہ ہے اور زبان خلق بھی شاہد ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کاموں کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ ❷ مالی نظام، محکمہ قضاء، فوجی نظام اور عمال وامراء سے متعلق امور کے متعدد شعبہ جات (جیسے ملکی اداروں کی حفاظت و ترقی) پر آپ نے خصوصی توجہ دی اور منصب خلافت پر بحیثیت خلیفۃ المسلمین نیز اسلامی سلطنت میں مسلم ریاستوں کے توسط سے آپ نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کی پابندی کرائیں اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے لوگوں کو دور رکھیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہر اسلامی ریاست کا اوّلین مقصد ہے اچھے کاموں کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔'' ❸

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بدعات وضلالت سے لڑتے رہے، توحید کی مکمل پاسبانی کرتے رہے اور اسلامی معاشرہ میں عبادات کو رائج کرتے رہے، آپ نے برائی کے خلاف اعلان جنگ کیا اور اچھے کاموں کے لیے ہمت افزائی کی۔

❶ أحكام القرآن: ٣/ ٢٤٦

❷ الحسبة فی العصر الراشدی، د/ فضل إلٰهی، ص: ١٥

❸ الحسبة فی الإسلام، ص: ٦۔ السلطة التنفيذية: ١/ ٣٠٩

Marfat.com

ا: توحید کی حفاظت و پاسبانی اور بدعات وضلالت کے خلاف جنگ:

چوں کہ اسلامی ممالک کے قیام کا اصل مقصد دین کی حفاظت ہے، اس لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسی مقصد کی تکمیل پر زور دیا، وہ یہ کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صاف اور صحیح عقیدہ کا پابند کر کے دین کی اصلیت کی حفاظت کی جائے۔ آپ نے گمراہوں کے شکوک وشبہات کا قلع قمع کیا اور دشمنان دین اسلام جو شیطان کی طرف سے مزین کیے ہوئے منحرف عقائد اور بدعات وخرافات کو رواج دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بہت اچھا کر رہے ہیں ان کی چالوں کو ناکام کیا۔ ہم آپ کے سامنے چند ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں جو توحید کی حفاظت اور بدعات وضلالت سے معرکہ آرائی کی مثال ہیں۔

دریائے نیل کی دلہن:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس مصریوں کی ایک (جاہلانہ) رسم کی اطلاع بھیجی، وہ یہ کہ مصری لوگ ہر سال دریائے نیل کو ایک بچی کی قربانی دیتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے امیر دریائے نیل کا یہی طریقہ ہے، یہ اس عمل کے بغیر نہیں بہے گا۔ عمرو بن عاص نے ان سے پوچھا: اس کی کیا شکل ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب اس مہینہ کے پورا ہونے میں بارہ (۱۲) دن باقی رہ جاتے ہیں تو ہم ایک کنواری بچی کو اس کے والدین سے مانگتے ہیں اور اس کے والدین کو راضی کر لیتے ہیں، پھر اس بچی کو بہتر سے بہتر زیور اور کپڑے پہناتے ہیں اور اسے لا کر اس دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو ایسا کام ہے کہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں مل سکتی، اسلام تو اپنے سے پہلے کے غلط عقائد کو مٹا دیتا ہے، چناں چہ کچھ سالوں تک ان لوگوں نے وہ کام نہیں کیا تو نیل کا بہاؤ بھی رک گیا اور پانی اپنی جگہ پر بالکل ٹھہر گیا، ان لوگوں نے پھر وہی عمل دہرانا چاہا۔ تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس سلسلہ میں خط لکھا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ تم نے جو کیا ہے وہ صحیح ہے، میں اپنے اس خط کے لفافے کے ساتھ کاغذ کا ایک ٹکڑا بھیج رہا ہوں، اسے تم دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو عمرو رضی اللہ عنہ نے اس ٹکڑے کو پڑھنا شروع کیا، اس میں تحریر تھا:

> ''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصریوں کے دریائے نیل کے نام!
>
> حمد وصلاۃ کے بعد! اگر تو آج سے پہلے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے بہتا تھا تو مت رواں ہو، ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو اللہ واحد وقہار کی مرضی اور اس کے حکم سے بہتا تھا...... اور حقیقت میں وہی تجھ کو رواں کرتا ہے...... تو ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ٹکڑا دریائے نیل میں ڈال دیا گیا اور جب ہفتے کی صبح لوگ وہاں پہنچے

Marfat.com

تو دیکھا کہ ایک ہی رات میں اللہ نے دریائے نیل میں چھ ہاتھ پانی اوپر کر دیا ہے، اسی وقت سے اللہ نے مصریوں کی اس بری رسم ورواج کو آج تک کے لیے مٹا دیا۔ ❶

آپ دیکھ رہے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ٹکڑے میں توحید کا خلاصہ کر دیا تھا، وہ یہ کہ دریائے نیل صرف اللہ کی قدرت ومشیت سے بہتا اور رواں ہوتا ہے اور لوگوں کے دل و دماغ میں بیٹھے ہوئے فاسد عقیدہ کی خرابیوں اور شبہات کو دور کر دیا۔ آپ کے اس حکیمانہ اسلوب دعوت نے مصریوں کے دلوں سے اس عقیدہ کو مٹا دیا۔ ❷

تو ایک پتھر ہے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے:

عابس بن ربیعہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور کہا: ''میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ ہی نفع۔ اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' ❸ درحقیقت یہ اتباع نبوی کی سب سے بہترین مثال اور اس کا سب سے خوب صورت مفہوم ہے۔ ❹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ لوگ ابھی نومسلم تھے اور تازہ تازہ ہی بتوں کی عبادت چھوڑی تھی، آپ ڈرے کہ کہیں جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ حجر اسود کا بوسہ بعض پتھروں کی تعظیم کا ایک حصہ ہے، جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بتانا چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اس کا استلام کیا جاتا ہے۔ (پتھر کی عظمت کی وجہ سے نہیں۔)

اس کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن امور شرعیہ کی علت وحکمت نہ معلوم ہو سکے اس میں مسلمانوں کو تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور بہتر طریقے سے اتباع کرنا چاہیے۔ اتباع نبوی کے باب میں یہ ایک عظیم قاعدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مکمل اتباع ہونا چاہیے اگرچہ آپ کی سنت کی حکمتیں سمجھ میں نہ آئیں۔ ❺

سنت نبوی کا اتباع اور اس پر جان نثار ہونے کا جذبہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غیبی نصرت وتائید کا سبب تھا۔ وہ بخوبی جان چکے تھے کہ اللہ کی محبت پانے اور اس کی مدد وتائید کے استحقاق کے لیے سنت نبوی

---

❶ البدایة والنهایة: ۷/ ۱۰۲، ۱۰۳۔ علی طنطاوی کا کہنا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت کی وجہ سے ہم اسے بیان کرتے ہیں ورنہ ہمیں اس کی صحت کا علم نہیں۔ یہ روایت ضعیف ہے، ثابت نہیں ہے۔ (مترجم)

❷ فن الحکم، ص: ۳٤۷

❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۵۹۷

❹ أصحاب الرسول: ۱/ ۱٦۱

❺ فتح الباری: ۳/ ۵۹۰، ۵۹۱

Marfat.com

کا اتباع ضروری ہے۔ ❶

بیعت رضوان والے درخت کو کاٹنا:

ابن سعد صحیح سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آتے ہیں جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی اور اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں، آپ نے ان کی گرفت کی اور آئندہ کے لیے متنبہ کیا، اور درخت کو کاٹنے کا حکم دے دیا، چناں چہ وہ کاٹ دیا گیا۔ ❷

یہ ہے توحید کی حفاظت اور فتنوں کے ذرائع کے صفایا کے لیے فاروقی اقدام کہ جب تابعین نے ثواب کی غرض سے ایسا کام شروع کر دیا جسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا تھا تو وہ عمل بدعت ٹھہرا اور یہی چیز بعد میں درخت کی عبادت کا سبب بن جاتی تو عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے کاٹ ہی دیا گیا۔ ❸

دانیال علیہ السلام کی قبر:

جب "تُسْتَر" میں دانیال علیہ السلام کی قبر ملی تو اس کے بارے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا کہ دن میں تیرہ (۱۳) قبریں کھدواؤ اور رات میں ان قبروں میں سے کسی ایک میں ان کی لاش دفن کر دو اور ان کی قبر میں خوب مٹی ڈال دینا تاکہ لوگ اس سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ❹

کیا تم اپنے انبیاء کے آثار کو سجدہ گاہ بنانا چاہتے ہو؟

صحیح سند سے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر پر تھے، آپ نے (راستہ میں) دیکھا کہ کچھ لوگ ایک ہی جگہ پر باری باری نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اگر کسی کی نماز کا وقت یہاں ہو جائے تو پڑھ لے ورنہ آگے بڑھ جائے۔ ❺

میں لوگوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اصل کارساز اللہ ہی ہے:

شام کی عین محاذ آرائی کے وقت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسلم فوج کی قیادت سے برطرف کرنے کا مقصد امت مسلمہ کی خیر و مصلحت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کی بے انتہا عقیدت دیکھ کر ڈر گئے کہ مبادا لوگوں کا یہ عقیدہ نہ ہو جائے کہ اسلامی فتوحات کی کامیابی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی برکت اور ان کی

---

❶ من اخلاق النصر فی جیل الصحابة، ص: ۲۳

❷ التاریخ الاسلامی: ۱۹، ۲۰/ ۲۶۰۔ طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۰۰

❸ التاریخ الاسلامی: ۱۹، ۲۰/ ۲۶۰

❹ الفتاویٰ: ۱۵/ ۹۰

❺ الفتاویٰ: ۱۰/ ۲۳۵

Marfat.com

جنگی مہارت پر موقوف ہے اور اسے لوگوں میں عام کرتے رہیں۔ تو آپ نے انہیں یہ بتانا چاہا کہ اللہ ہی مددگار ہے اور جو چاہے خوب بہتر انجام دینے والا ہے۔ اسی نیت سے آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا فرمان جاری کیا اور اسلامی ملکوں میں توحید کی حفاظت و بقا کے لیے آپ نے جو عمومی فرمان جاری کیا اس میں اس بات کی خصوصی تاکید کردی، آپ نے فرمان میں لکھا: میں نے کسی ناراضی یا خیانت کی وجہ سے خالد کو معزول نہیں کیا ہے، بلکہ ان کی ذات سے لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ تھا، اس لیے میں نے لوگوں کو بتانا چاہا کہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ ❶

حقیقت میں اللہ پر بھروسا کرنے والے کسان ہوتے ہیں:

معاویہ بن قرہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات چند یمنی لوگوں سے ہوئی، آپ نے ان سے پوچھا: آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم توکل علی اللہ والے لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم کاہل لوگ ہو، (توکل علی اللہ والے نہیں۔) حقیقت میں توکل علی اللہ والے وہ ہیں جو زمین میں بیج ڈال دیتے ہیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ❷

سن لو! ہم اقتدا اور اتباع کرتے ہیں، بدعت نہیں ایجاد کرتے:

ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر سے کہا: ''سن لو! اصحاب رائے سنتوں کے دشمن ہیں، وہ لوگ حدیثیں نہ یاد کر سکے اور اپنی رائے سے فتویٰ دیا، خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ خبردار! ہم اقتداء اور اتباع کرتے ہیں بدعت نہیں ایجاد کرتے، جب تک ہم آثار واحادیث کو پکڑے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے۔''

عمرو بن میمون اپنے باپ میمون سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے امیر المومنین! ہم لوگوں نے جب مدائن فتح کیا تو اس میں ہمیں ایک کتاب ملی، جس میں اچھی اچھی باتیں لکھی تھیں۔ آپ نے پوچھا: کیا قرآن کی باتیں تھیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے درّہ منگوایا اور اس سے اسے مارنے لگے، اور اس آیت کی تلاوت کرنے لگے:

﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③﴾ (یوسف: ۱۔۳)

''الٓرٰ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ ہم تجھے سب سے اچھا بیان سناتے ہیں، اس واسطے سے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن وحی

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۸۲

❷ اصحاب الرسول: ۱/ ۲٦٤۔ اس کی سند صحیح ہے۔

کیا ہے اور بے شک تو اس سے پہلے یقیناً بے خبروں سے تھا۔‘‘

تم سے پہلے کی قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے علماء و پادریوں کی کتابوں کو مدار دین بنا لیا اور تورات وانجیل کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ دونوں مٹ گئیں اور ان کا علم غائب ہو گیا۔ ❶

اسلم سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: (طوافِ کعبہ کے دوران) رمل ❷ کی اب کیا ضرورت باقی رہی؟ لیکن پھر بھی ہم جس چیز کو زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کرتے تھے اسے نہیں چھوڑیں گے۔ ❸

حسن بصری سے روایت ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے حج کا احرام باندھا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ نے ان کو سختی سے ڈانٹا اور اس سے منع کیا، اور فرمایا: بعد میں لوگ کہنے لگیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض صحابہ نے اپنے شہر سے احرام باندھا تھا۔ ❹

ابووائل (شقیق بن سلمہ) سے روایت ہے کہ میں خانہ کعبہ میں شیبہ بن عثمان ❺ کی کرسی پر بیٹھا تھا تو انہوں نے کہا: اسی جگہ عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کعبہ میں جو کچھ سونا اور چاندی موجود ہے وہ سب اللہ کی راہ میں لٹا دوں۔

شیبہ نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ تو شیبہ نے کہا: اس لیے کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا ہے۔ تب انہوں نے کہا: وہ دونوں میرے لیے آئینہ ہیں۔ انہی کی پیروی کروں گا۔ ❻

یہ چند فاروقی موقف ہیں جو توحید کی حفاظت اور بدعات کے ازالہ کے سلسلہ میں آپ کے پرخلوص جذبات کے ترجمان ہیں۔ آپ نے اسلام کی روح یعنی توحید کو خوب سمجھا، اس پر سختی سے عمل کیا اور لوگوں کے دلوں میں بت پرستی کے جو بھی آثار وتصورات تھے انہیں مٹا دیا اور انسانیت کے دل ودماغ کی گہرائیوں میں توحید کا قلعہ قائم کر دیا۔ ❼

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی معاشرہ میں ایمان کی حقیقی تصویر اور اس کے جملہ ارکان کو راسخ کیا، شرک کی

---

❶ مناقب عمر، ابن الجوزی، ص: ۲۳۔ یہ روایت منقطع ہے، لیکن دیگر متعدد طرق سے اس کی تقویت ہوتی ہے۔
❷ دونوں مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے دلکی چال کو رمل کہتے ہیں، جو طواف قدوم کے ابتدائی تین چکروں میں کیا جاتا ہے۔
❸ محض الصواب: ۲/ ۵۳۲
❹ محض الصواب: ۲/ ۵۳۲
❺ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ القرشی العبدری کعبہ کے دربان تھے۔
❻ محض الصواب: ۲/ ۵۳۷
❼ أشهر مشاهير الاسلام، رفيق العظم: ۲/ ۲۵۶۔ ۲۵۷

Marfat.com

تمام تر ظاہری ومعنوی شکلوں سے نبرد آزما رہے، اور بدعتوں کا قلع قمع کرتے رہے، جب کہ ساتھ ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی مکمل پیروی بھی کرتے رہے۔ پس یہ اصول زمین میں حکمرانی کا ایک اہم سبب اور ذریعہ ہے جسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا تھا اور اس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان زندگی گزارتے رہے۔

۲: عبادات کا اہتمام:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کتاب وسنت کے عمیق مطالعہ سے یہ سمجھ لیا تھا کہ عبادات کی انجام دہی کا نام ہی دین اسلام ہے، پورا دین عبادت میں داخل ہے اور دین حقیقت میں اللہ کا بتایا ہوا وہ نظام ہے جو زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے اور خور ونوش نیز قضائے حاجت کے آداب وغیرہ سے لے کر اسلامی حکومت کے قیام، اس کی تدبیر وسیاست، آمد وخرچ کی تنظیم، معاملات اور جرم وسزا سے متعلق امور نیز صلح وجنگ کی حالت میں بین الاقوامی تعلقات تک کے مسائل کو شامل ہے، اسی لیے آپ انہیں منظم کیے رہے اور یہ کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اللہ کی اہم ترین عبادتوں کی نشانیاں ہیں، ان کی اپنی اہمیت اور مقام ومرتبہ ہے۔ لیکن ساری عبادتیں صرف انہی شعائر میں محدود نہیں ہیں بلکہ عبادتوں کا ایک حصہ ہیں جو اللہ کو مطلوب ہیں۔ ❶ عبادت کے اسی مفہوم کو انسانوں کی زندگی میں نافذ کرنا ہی زمین کی حکمرانی پانے کے لیے اوّلین شرط ہے۔

اسی طرح آپ کو معلوم تھا کہ انسانوں کے عقیدہ میں پختگی لانے، اخلاقیات کی بلندیوں میں استحکام بخشنے اور معاشرہ کی اصلاح میں عبادات کی اہم تاثیر ہے، چناں چہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ذکر واذکار جیسے اسلامی شعائر کا عمر رضی اللہ عنہ نے کتنا اور کس طرح اہتمام کیا اور اپنی ذات اور اسلامی معاشرہ میں عبادات کی اہمیت ومعنویت کو کس طرح نافذ کیا اس کی چند مثالیں دی جا رہی ہیں:

صلوٰۃ (نماز):

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے، جماعت سے پیچھے رہ جانے والوں کو خوب ڈانٹ پلاتے اور نماز چھوڑنے والوں پر سخت گرفت کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے طریقے پر چلتے رہے، اور جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو نماز کے معاملے میں سختی کی، لوگوں کو نماز کی تاکید کی، اور اسے چھوڑنے والوں کو سزائیں دیں۔ اپنے گورنروں کے پاس یہ عمومی فرمان بھیجا کہ ''میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے کروائی، اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا، اور جس نے نماز ضائع کردی وہ دوسری چیزوں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا۔'' ❷

---

❶ فقه التمکین فی القرآن الکریم، الصلابی، ص: ۱۸۱

❷ الفتاوٰی: ۱۰/ ۲۴۹۔ موطأ مالك مع شرحه أوجز المسالك: ۱/ ۱۵۴

Marfat.com

آپ خشوع وخضوع والی نماز کے بہت حریص تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، اور تین صفوں کے پیچھے میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی۔ ❶

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فجر کی نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف: ٨٦)

''میں تو اپنی پریشانیوں اور اپنے رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں۔''

اور رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی ہچکیوں کی آواز پچھلی صفوں میں سنی گئی۔ ❷

آپ نے ایک آدمی کو نماز میں بلا وجہ حرکتیں کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اگر اس کا دل اللہ سے ڈرتا تو اعضائے بدن بھی اس سے خوف کھاتے۔ ❸

اگر آپ کو اسلامی فوجوں کی خبر ملنے میں دیر ہوتی تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اس میں دعائے قنوت پڑھتے۔ ❹

آپ اپنی نماز میں مجاہدین کے لیے دعائیں کرتے اور قنوت پڑھتے چناں چہ جب آپ نے اہل کتاب سے جنگ لڑی تو فرض نماز میں ان پر دعائے قنوت پڑھی۔ ❺

آپ سب لوگوں کو اور خود کو بھی نماز اور اس کے فرائض وسنن کے اہتمام کا عادی بناتے تھے، لوگوں کو سنت کی طرف رہنمائی کرتے اور بدعتوں سے روکتے۔ ایک مرتبہ بعض کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے ادا کی کہ دو ستارے نکل آئے، تو آپ نے نماز کے بعد دو غلاموں کو آزاد کیا۔ ❻ بلا عذر شرعی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا آپ گناہِ کبیرہ سمجھتے تھے، عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کو سختی سے منع کرتے تھے۔ ❼ جمعہ کی نماز کے لیے تاخیر سے آنے والوں کو خوب ڈانٹتے اور ملامت کرتے تھے۔ سالم بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں اوائل مہاجرین میں سے ایک جلیل القدر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آواز دی اور پوچھا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایک ضروری کام میں مشغول تھا، اذان سننے کے

---

❶ حلية الاولياء: ١/ ٥٢

❷ الفتاوى: ١٠/ ٣٧٤

❸ الفتاوى: ١٨/ ١٥٤

❹ الفتاوى: ٢٣/ ٦٢

❺ الفتاوى: ٢١/ ٩١

❻ التاريخ الاسلامی، الحمیدی: ١٩، ٢٠/ ٤٢

❼ الفتاوى: (٢١/ ٩٨) (٣٢/ ٢٣)

بعد میں نے وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا (اور سیدھا مسجد میں آیا ہوں۔) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابھی صرف وضو کیا ہے؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کا حکم دیتے تھے۔ ❶

آپ مسجد میں شور و ہنگامہ کرنے سے منع کرتے تھے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا، پیچھے سے مجھے کسی آدمی نے کنکری ماری میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں کو پکڑ لاؤ، میں دونوں کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا، آپ نے کہا: تم لوگ کون ہو، یا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے ہوتے تو تم دونوں کو سخت سزا دیتا۔ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں شور کرتے ہو۔ ❷

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہات و رہنمائیوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا .))

''تم میں سے کسی سے اس کی عورت مسجد میں آنے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو۔''

راوی کا کہنا ہے کہ عمر بن خطاب کی بیوی مسجد میں نماز پڑھنے جاتی تھیں، ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم تو جانتی ہی ہو کہ مجھے کیا پسند ہے (یعنی گھر میں نماز پڑھ لیا کرو۔) بیوی نے جواب دیا: میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گی جب تک کہ آپ مجھے اس سے روک نہ دیں گے۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چونکا لگایا، حالانکہ وہ مسجد ہی میں تھیں۔ ❸

یہ روایت بتاتی ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ شرعی امور کی کس قدر تعظیم کرتے تھے اور کتاب وسنت کے کتنے پابند تھے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اپنی ذاتی پسند پر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح مقدم رکھا۔ ❹

آپ کی شان عبادت دیکھیے کہ آدھی رات کو نماز پڑھنا آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، اللہ کی مشیت کے مطابق جتنی توفیق ملتی نماز پڑھتے رہتے، اور جب رات کا آخری وقت آتا تو اپنی بیوی کو بیدار کرتے اور کہتے: ''نماز، نماز''، اور اس آیت کی تلاوت فرماتے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾﴾ (طه: ١٣٢) ❺

❶ فتح الباري: ٢/ ٤١٥، ٤٣٠۔ الخلافة الراشدة، د/ يحيى اليحيى، ص: ٢٩٤

❷ فتح الباري: ١/ ٦٦٨

❸ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٥٢٣٨

❹ التاريخ الاسلامي: ١٩، ٢٠/ ٤٠

❺ محض الصواب: ٢/ ٦٣٥۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

Marfat.com

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ، ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ کا ہے۔''

ایک رات آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں کے معاملات کا خیال آ گیا جس کی وجہ سے آپ کافی رنج و غم میں مبتلا ہو گئے۔ (بے چینی اس قدر تھی کہ) نہ نماز پڑھ سکے اور نہ سو ہی سکے، اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! نہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں اور نہ سو ہی سکتا ہوں، میں سورت پڑھنا شروع کرتا ہوں تو بھول جاتا ہے کہ آیا شروع سورت پڑھ رہا ہوں یا آخر سورت۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے اے امیر المومنین؟ تو آپ نے فرمایا: لوگوں کے بارے میں میری فکرمندی کی وجہ سے۔ ❶

تہجد کی نماز کی کچھ رکعتیں اگر کبھی چھوٹ جاتیں تو دن میں انہیں پورا کر لیتے، آپ کا فرمان ہے: اگر رات کی تلاوت میں کسی سے اس کی متعینہ مقدار کی تلاوت یا تلاوت کا متعین حصہ (جیسے ربع، نصف، ثلث) چھوٹ گیا اور اس نے فجر سے ظہر کے درمیان اسے پڑھ کر پورا کر لیا تو گویا اس نے رات ہی میں اسے پڑھا۔ ❷

آپ تمنا کرتے تھے کہ کاش میں مؤذن ہوتا، آپ کا قول ہے کہ اگر بار خلافت سنبھالنے کے ساتھ ساتھ (پنج وقتہ) اذان دے سکتا تو مؤذن رہتا۔ ❸

آپ خوب دعائیں کرنے والے، اور اللہ سے گریہ وزاری کرنے والے تھے، آپ کی کچھ خاص دعائیں یہ تھیں:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِيْ كُلَّهُ صَالِحًا ، وَاجْعَلْهُ لِوَجْهِكَ خَالِصًا ، وَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيْهِ شَيْئًا .)) ❹

''اے اللہ میرے تمام اعمال کو نیک بنا دے اور اس سے خالص تیری رضا مقصود ہو، اس میں تیری رضا کے علاوہ کسی کے لیے ریا مقصود نہ ہو۔''

((اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِيْ شَقِيًّا فَامْحِمِيْ وَاكْتُبْنِيْ سَعِيْدًا ، فَإِنَّكَ تَمْحُوْ مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ .)) ❺

''اے اللہ! اگر تو نے میری قسمت میں بدبختی لکھ دی ہے تو اسے مجھ سے مٹا دے اور مجھے نیک بخت لکھ دے، اس لیے کہ تو جس کو چاہے مٹا دے اور جس کو چاہے باقی رکھے۔''

---

❶ الفاروق عمر، الشرقاوی، ص: ۲۱٤

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷٤۷

❸ الشیخان، بروایت بلاذری، ص: ۲۲۵

❹ الفتاوٰی: ۱/ ۲۳۲

❺ الفتاوٰی: ۱٤/ ۲۷۵

Marfat.com

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ لا أَحْمِلُ هَمَّ الْإِجَابَةِ ، وَإِنَّمَا أَحْمِلُ هَمَّ الدُّعَاءِ ، فَإِذَا أُلْهِمْتَ الدُّعَاءَ فَإِنَّ الْإِجَابَةَ مَعَهُ .)) ❶

''اے اللہ میں قبولیت کا غم نہیں برداشت کرسکتا، ہاں دعا کا غم برداشت کرسکتا ہوں، لہٰذا جب تو دعا کی توفیق دے تو ساتھ میں قبولیت سے بھی نواز دے۔''

آپ لوگوں کو نیکوں اور شریفوں کی صحبت کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے: نیکوں اور شریفوں کی صحبت اختیار کرو، وہ جو کہتے ہیں اسے سنو، اس لیے کہ وہ صداقت پر مبنی باتیں کیا کرتے ہیں۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تذکیر الٰہی اور نصیحت کو بہت پسند کرتے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے: اے ابوموسیٰ! ہمیں ہمارے ربّ کے بارے میں نصیحت کیجیے تو وہ قرآن پڑھتے اور عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء اسے سنتے اور قرآن سن کر روتے۔ ❸

ذکر واذکار والوں کے ساتھ بیٹھنا بھی آپ کو بہت محبوب تھا۔ ابوسعید جو ابواسید کے غلام تھے، کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد رات میں ایک مرتبہ مسجد کا جائزہ لیتے، اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں مل جاتا تو اسے باہر جانے کا کہتے، الا یہ کہ کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو (تو اسے کچھ نہ کہتے)۔ ایک مرتبہ صحابہ کی مجلس سے گزرے اس میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نے ان کے بارے میں پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا: امیرالمومنین! آپ کے گھرانے ہی کے لوگ ہیں۔ آپ نے پوچھا: نماز کے بعد آپ لوگ یہاں کیوں رک گئے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کے ذکر میں لگے ہیں۔ آپ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا: دعا شروع کرو، اس نے دعا شروع کی، پھر آپ نے ایک ایک کرکے سب سے دعا کرائی یہاں تک کہ میرے پاس پہنچے، میں آپ کے پہلو میں تھا، آپ نے کہا: تم بھی دعا کرو، میں مشکل میں پڑ گیا اور میرے بازو کانپنے لگے۔ آپ نے کہا: کچھ کہو، خواہ یہی کہو کہ اے اللہ ہمیں بخش دے، اے اللہ ہم پر رحم فرما، پھر آپ نے خود دعا شروع کی، تو دیکھا گیا کہ پوری مجلس میں آپ سے زیادہ آنسو بہانے والا اور گریہ وزاری کرنے والا کوئی نظر نہ آیا اور آخر میں کہا: اب اٹھو اور جاؤ۔ ❹

تراویح:

جس شخص نے سب سے پہلے لوگوں کو نماز تراویح کے لیے اکٹھا کیا وہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے تمام شہروں میں یہی فرمان جاری کیا، اس کا سبب یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں سے ایک رات آپ مسجد میں گئے تو دیکھا کہ

❶ الفتاویٰ: ۸/ ۱۱۸

❷ الفتاویٰ: ۱۵/ ۶۰

❸ الفتاویٰ: ۱۰/ ۵۱

❹ الشیخان، بروایت بلاذری، ص: ۲۳۶

Marfat.com

لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں، کوئی تنہا پڑھ رہا ہے اور کوئی جماعت کے ساتھ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اگر ان تمام لوگوں کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کردوں تو زیادہ بہتر ہوگا، پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں ان کے پیچھے اکٹھا کردیا۔ حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کا بیان ہے کہ پھر میں آپ کے ساتھ دوسری رات نکلا، لوگ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہی بہترین بدعت (ایجاد) ہے اور جس وقت وہ سوتے ہیں وہ اس وقت سے افضل ہے جس میں قیام کرتے ہیں۔ یعنی رات کا آخری حصہ۔ اور لوگ اس وقت شروع رات میں ہی قیام کرتے تھے۔ ❶

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ تراویح کی ایجاد عمر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی بنیاد ڈالی ہے، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس پر عمل ہو رہا تھا۔ البتہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تمام لوگوں کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی بنا ڈالی، اس سے پہلے سب لوگ الگ الگ اسے پڑھتے تھے تو آپ نے ان کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کردیا۔ ❷

جہاں تک نماز تراویح کے ثبوت کا تعلق ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں قیام اللیل پر ابھارتے تھے، آپ نے فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .)) ❸

''جس نے رمضان کے مہینہ میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔''

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت گھر سے باہر نکلے، آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر لوگ صبح کے وقت اس کے متعلق باتیں کرنے لگے تو (دوسری رات) ان سے زیادہ تعداد ہوگئی اور انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور لوگوں نے اس سلسلہ میں باتیں کیں اور تیسری رات میں نمازی بہت زیادہ ہوگئے۔ اللہ کے رسول نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر چوتھی رات ہوئی تو لوگوں سے مسجد بھر گئی اور اس میں جگہ ہی نہ رہی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے نکلے، جب آپ نے فجر پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکے خطبہ مسنونہ پڑھا، پھر فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ

---

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٢٠١٠

❷ محض الصواب: ١/ ٣٤٩

❸ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٢٠٠٩

فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا .))

''یعنی حمد وصلاۃ کے بعد! تم لوگوں کی موجودگی مجھ پر پوشیدہ نہ تھی، لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں وہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، اور تم اسے نہ کر سکو۔''

چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی پر باقی رہا۔ ❶

یاد رہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''یہ کتنی بہترین بدعت ہے'' سو آپ نے یہاں بدعت کا لغوی معنی مراد لیا ہے، اس لیے کہ ہر وہ کام جس کی کوئی سابق نظیر نہ ملتی ہو اسے لغت میں بدعت کہا جاتا ہے۔ ❷

خلاصہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی نماز کے لیے لوگوں کو ایک امام پر جمع کرنا اور تمام ریاستوں میں اس کا عمومی فرمان بھیج دینا اس بات کی دلیل ہے کہ منظم انداز میں کام کرنا آپ کو پسند تھا۔

زکوٰۃ، حج اور رمضان:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ پر بھی خصوصی توجہ دی اور اس کے طریقہ کو منظم کیا اور یہ فریضہ ملک کی آمدنی کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ بن گیا۔ اس فریضہ کے متعلق ہم ان شاء اللہ تفصیلی بحث ''مالیاتی ادارہ'' کے عنوان سے اگلے صفحات میں بیان کریں گے۔

البتہ یہاں حج کے متعلق کچھ باتیں قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنی پوری مدت خلافت میں لوگوں کو حج کراتے رہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ نے دس حج کیے، یعنی پوری مدت خلافت میں اور بعض نے کہا کہ نو سال تک حج کیا۔ ❸

خلیفہ یا ان کے قائم مقام عمال کی ذمہ داریوں میں یہ چند اُمور شامل ہیں:

- لوگوں کو حج کے اوقات کی اطلاع دینا اور مقامات مقدسہ تک لے جانا۔
- شریعت کے مطابق حج کی ادائیگی کرنا۔
- حج کے مقامات مقدسہ میں ٹھہر کر ان کے عزت و احترام کا مظاہرہ کرنا۔
- مشروع ارکان حج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا۔
- نمازوں میں امامت کرنا اور مشروع خطبے دینا۔ ❹

آپ لوگوں کو حج کی رغبت دلاتے اور انہیں اس کا حکم دیتے، حتیٰ کہ آپ نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو شہروں میں اس لیے بھیجوں تاکہ وہ دیکھیں کہ جس کے پاس حج کرنے کی وسعت ہے اور اس نے

❶ صحيح البخاري، حديث نمبر: ٢٠١٢

❷ الفتاوٰی: ٣١/ ٢٣

❸ السلطة التنفيذية: ١/ ٣٨٢

❹ السلطة التنفيذية: ١/ ٣٨٣

Marfat.com

حج نہ کیا ہو تو وہ اس پر جزیہ لگا دیں۔ ❶

آپ نے کوشش کی کہ حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی خانہ کعبہ عبادت گزاروں سے معمور رہے۔ لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور خلافت میں عمرہ صرف حج کے مہینوں میں کرتے تھے اور دوسرے مہینوں میں نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ سے اشہر حج کے علاوہ سال کے دوسرے مہینوں میں خانہ کعبہ زائرین سے خالی رہتا تھا۔ چناں چہ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے لیے کامل طریقہ اپنائیں، یعنی حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی عمرہ کرنے آئیں، اس طرح خانہ کعبہ حج کے مہینوں اور دوسرے ایام میں بھی معمور رہے گا اور بیت اللہ کے مقصد کی تکمیل ہوتی رہے گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ پسند کیا یہی سب لوگوں کے حق میں افضل تھا، حتیٰ کہ ان لوگوں کے لیے بھی جو اس بات کے قائل ہیں کہ حج تمتع حج افراد اور قرآن سے افضل ہے، جیسے کہ امام احمد وغیرہ۔ ❷

آپ کے بارے میں ثابت ہے کہ ہر سال غلاف کعبہ کا صدقہ کرتے اور اسے حاجیوں میں تقسیم کر دیتے۔ ❸

اور جہاں تک روزے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے رہے۔ آپ کے بارے میں ثابت ہے کہ ایک مرتبہ ابر آلود موسم میں آپ نے وقت سے پہلے افطار کرلیا، پھر سورج طلوع ہونے کی اطلاع ملی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاملہ معمولی ہے، ہم نے اپنی بساط کے مطابق اجتہاد کیا۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک آدمی صوم دہر (ہمیشہ کا روزہ) رکھتا ہے، آپ اس کے پاس آئے اور مارنے کے لیے درّہ اٹھایا اور کہنے لگے: کھا، اے دہری! ❺

آپ کافی عبادت گزار اور اطاعت الٰہی کے شیدائی تھے، نماز سے انتہائی درجہ آپ کو لگاؤ تھا اور روزے کا بھی حق ادا کرتے، خاص طور سے آخری عمر میں اور صدقہ کے باب میں اس سے زیادہ کوشش کرتے اور خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ہر سال حج کرتے رہے اور جہاد، تو اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور آپ کے بعد بھی جنگیں لڑیں۔ آپ کی مدت خلافت میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں اور فتوحات ہوئیں سب کا اجر آپ کو ملے گا، کیوں کہ آپ ہی اس کے حقیقی محرک تھے۔ ❻

آپ ذکر الٰہی کے شیدائیوں میں سے تھے، آپ نے ذکر الٰہی کے بارے میں کہا: اپنے لیے ذکر الٰہی لازم

---

❶ فرائد الکلام، ص: ۱۷۳
❷ الفتاوٰی: ۲۶/ ۱۴۶، ۱۴۷
❸ الفتاوٰی: ۳۱/ ۱۴
❹ الموطأ: ۱/ ۳۰۳۔ بحوالہ الخلافة الراشدة، ص: ۳۳۰
❺ فتح الباری: ۴/ ۲۶۱
❻ محض الصواب: ۲/ ۶۳۷

Marfat.com

کرلو اس لیے کہ یہ شفا ہے اور خود کو لوگوں پر تذکرہ وتبصرہ سے بچاؤ اس لیے کہ یہ بیماری ہے۔ ❶ آپ کہا کرتے تھے: تنہائی پسند بنو۔ ❷

۳: تجارت اور بازاروں کا اہتمام:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کے حریص رہے کہ بازار میں لین دین کرنے والوں کے حالات سے باخبر رہیں، انہیں اسلامی شریعت کے مطابق لین دین کرنے پر ابھاریں۔ آپ اپنے علاوہ کسی کو بازار کی نگرانی پر مامور کردیتے تھے: مثلاً آپ نے سائب بن یزید اور عبداللہ بن عتبہ بن مسعود وغیرہ کو مدینہ کے بازار کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ ❸

ایک محقق یہ ملاحظہ کرسکتا ہے کہ اسلامی حکومت میں احتساب کا نظام اسلامی شریعت کے مطابق وجود میں آیا اور اسلامی معاشرے کی دیگر ترقیات کے ساتھ اس میں بھی ترقی ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک ایسی سلطنت وجود میں آئی جس کے حاکم میں چند اسلامی شرطوں کا پایا جانا ضروری قرار پایا، نیز کس کا محاسبہ کیا جائے اور کن چیزوں میں محاسبہ کیا جائے؟ اس کے لیے کچھ شرطیں ضروری قرار دی گئیں۔ ❹

عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازاری معاملات کا محاسبہ کرنے میں بھی بہت سخت واقع ہوئے تھے۔ آپ ہاتھ میں درّہ لیے ہوئے بازار میں گھومتے تھے اور جسے اس کا مستحق سمجھتے اس کی اس سے سرزنش کرتے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے جسم پر جو تہ بند دیکھی اس میں چودہ پیوند لگے تھے، کچھ پیوند چمڑے کے تھے۔ آپ کے جسم پر نہ تو قمیص تھی اور نہ چادر، سر پر پگڑی ہوتی اور ہاتھ میں درّہ اور اسی طرح مدینہ طیبہ کے بازار میں گھومتے۔ ❺

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے قتادہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت ہوئے تو پیوند لگا ہوا اونی کھردرا جبہ پہنتے، بعض پیوند چمڑے کے ہوتے اور اسی حالت میں بازار کا چکر لگاتے اور آپ کے کندھے پر درّہ ہوتا جس سے قصور واروں کو سزا دیتے۔ ❻

بازاری معاملات کے احتساب کے باب میں مالک بن اوس بن حدثان کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ مالک بن اوس کا بیان ہے کہ میں بازار میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا کہ کون دراہم کو بدلے گا؟ طلحہ بن عبیداللہ جو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، انہوں نے کہا: ہمیں اپنا سونا دے دو اور پھر آنا جب ہمارے خادم آجائیں گے تو ہم تمہیں بدلے والی تمہاری چاندی دے دیں گے۔ یہ سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

---

❶ تفسیر قرطبی: ۱۶/ ۳۳۶۔ محض الصواب: ۲/ ۶۷۷

❷ الزهد، وكيع: ۲/ ۵۱۷۔ یہ روایت سنداً صحیح ہے۔

❸ السلطة التنفيذية: ۱/ ۴۰۸

❹ الرقابة المالية فى الإسلام، د/ عوف الكفراوى، ص: ۶۶

❺ الطبقات الكبرىٰ: ۳/ ۳۳۰

❻ تاريخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين، ص: ۲۶۸

Marfat.com

فرمایا: ہرگز نہیں، اسے اسی وقت چاندی دے دو، یا اس کا سونا واپس کر دو، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((اَلْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ هَاءَ وَهَاءَ ، وَالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ .)) ❶

''چاندی چاندی کے بدلے بیچنا سود ہے، الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور گیہوں گیہوں کے بدلے بیچنا سود ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور جو جو کے بدلے بیچنا سود ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو، اور کھجور کھجور کے بدلے بیچنا سود ہے الا یہ کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔'' ❷

ایک مرتبہ آپ نے ایک آدمی کو دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہوئے دیکھا تو اسے انڈیل دیا۔ ❸

آپ مسلمانوں کو بازار میں احتکار ❹ (ذخیرہ اندوزی) سے منع کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے پوچھا: اے حاطب تم کیسے بیچتے ہو؟ انہوں نے کہا: (ایک درہم میں) دو مد۔ تو آپ نے فرمایا: ہمارے ہی دروازوں، گھروں اور بازاروں میں خریدتے ہو، ہمارے ہی بیچ میں رہتے ہو اور جیسے چاہتے ہو بیچتے ہو۔ (اتنے میں) ایک صاع دیا کرو، ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، ورنہ ہمارے بازار میں مت بیچو، یہاں سے باہر جاؤ اور خرید کر لاؤ، پھر جس طرح چاہو فروخت کرو۔ ❺

ایک مرتبہ آپ بازار گئے اور دیکھا کہ کچھ لوگ اپنے زائد اموال کے ذریعے سے ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا، یہ تمہارے لیے خاص نعمت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس روزی بھیجی، یہاں تک کہ جب وہ مال ہمارے بازار میں پہنچا ہے تو آپ لوگوں نے بڑھ کر اسے خرید لیا اور بیواؤں اور مسکینوں کو نظر انداز کر کے اس کی ذخیرہ اندوزی کر لی، یہاں تک کہ جب باہر کے تاجر مال بیچ کر چلے گئے تو اب آپ لوگوں نے جس طرح چاہا قیمت لگا کر فروخت کیا۔ لیکن اب جو تاجر باہر سے سردی یا گرمی کے موسم میں ہمارے بازار میں مال لے کر آتا ہے تو صرف وہی عمر کا مہمان ہے اور صرف اسی کو حق ہے کہ جس طرح چاہے فروخت کرے، اور جتنا چاہے روکے رکھے۔ (یہیں سے خرید کر ذخیرہ کرنا اور پھر اسے مہنگا کر کے بیچنے کی اجازت نہ ہوگی۔) ❻

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۵۸٦

❷ ہاتھوں ہاتھ ہونے کا مطلب ہے کہ لین دین ادھار نہ ہو نقد ہو، فریقین میں سے ہر ایک، ایک ہاتھ سے دے اور دوسرے ہاتھ سے لے۔ بیع صرف میں ادھار جائز نہیں ہے۔ (مترجم)

❸ الحسبة فی الإسلام، ابن تیمیة، ص: ٦٠۔ الحسبة، د/ فضل الٰھی، ص: ٢٤

❹ بازار میں کسی مال کی سخت قلت ہو اور زیادہ سے زیادہ گرانی کے انتظار میں مال کو دبائے رکھنا ''احتکار'' ہے۔

❺ موسوعة فقه عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ، قلعجی، ص: ٢٨

❻ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اگر تاجر باہر کا ہے اور سامان باہر سے لایا ہے تو وہی ہمارا مہمان ہوگا۔ (مترجم)

Marfat.com

مسلم بن جندب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں کہیں سے غلہ آیا، بازار والوں نے بڑھ کر اسے خرید لیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہمارے ہی بازاروں میں تم تجارت کرتے ہو؟ (یعنی یہیں سستی قیمت میں خریدتے ہو اور پھر زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہو) دوسرے لوگوں کو بھی شرکت کا موقع دو، یا یہاں سے چلے جاؤ، باہر سے مال خریدو، پھر یہاں لا کر اسے فروخت کرو۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ صرف لوگوں کی خوراک اور جانوروں کی غذا ہی کے احتکار سے نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کی قلت لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے اس کے احتکار سے منع فرماتے تھے۔ چناں چہ موطا امام مالک میں روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے بازار میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی اجازت نہیں ہے اور وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں ضرورت سے زیادہ مال ہے وہ اللہ کی اس روزی کی طرف نہ بڑھیں جو ہمارے درمیان آئی ہوتی ہے تاکہ وہ اسے ذخیرہ کر لیں۔ ہاں کوئی بھی تاجر جو سردی یا گرمی کے موسم میں باہر سے مال لاد کر لائے وہی عمر کا مہمان ہوگا، وہ جس طرح چاہے فروخت کرے اور جس طرح چاہے روک کر رکھے۔ ❷

مذکورہ تمام تر واقعات کا منشا یہ ہے کہ احتکار کا مقصد قیمتوں اور منڈی پر قابض ہونا ہے، اور یہ چیز فقراء، مساکین، محتاجوں نیز بیواؤں کے لیے بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے لیے فاروقی توجیہ میں یہ چیز واضح ہے جو ایک درہم میں صرف دو مد بیچتے تھے، تو آپ نے کہا: تم ہمارے دروازوں، گھروں اور بازاروں سے خریدتے ہو اور ہمارے ہی درمیان رہتے ہو، پھر جس طرح چاہتے ہو فروخت کرتے ہو۔ تم ایک درہم میں ایک صاع یعنی چار مد بیچو، نیز محتاجوں اور بیواؤں کا حق مارے جانے کی بات آپ کے اس فرمان سے بھی ظاہر ہے جسے آپ نے بازار میں احتکار کرنے والوں سے فرمایا تھا کہ اللہ ہمارے پاس روزی بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب لانے والا ہمارے بازار میں آ گیا تو کچھ لوگوں نے بڑھ کر اسے خرید لیا اور بیواؤں و مسکینوں کو نظر انداز کر کے اس کو ذخیرہ کر لیا، یہاں تک کہ جب باہر کے تاجر مال بیچ کر چلے گئے تو جس طرح چاہا قیمت لگا کر فروخت کر دیا، آپ نے ان لوگوں پر سخت نکیر فرمائی۔ ❸

آپ تاجروں اور خریداروں کی ضرورت و حفاظت کے پیش نظر بوقت ضرورت ضروری سامانوں کی قیمت بھی متعین کر دیتے تھے۔ ایک آدمی بازار میں تیل فروخت کرنے آیا اور عام تاجروں کی قیمت سے زیادہ قیمت پر بیچنے لگا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: یا تو بازار کی عام قیمت میں بیچو یا ہمارے بازار سے چلے جاؤ۔ ہم تمہیں ایک قیمت پر مجبور نہیں کرتے، آپ نے اسے بازار سے دور بھگا دیا۔ ❹

❶ موسوعة فقه عمر، قلعجي، ص: ٢٨

❷ موسوعة فقه عمر، قلعجي، ص: ٢٩

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، قلعجي، ص: ٢٩

❹ تاريخ المدينة المنورة: ٢/ ٧٤٩۔ موسوعة فقه عمر، ص: ١٧٧

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے خرید وفروخت میں تاجروں کے لیے حلال وحرام کی معرفت لازم کردی:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے آدمی کو درّے لگاتے تھے جو بازار میں تجارت کرنے آتا اور لین دین کے متعلق شرعی احکامات نہ جانتا ہوتا اور اسے کہتے: جو شخص سود کو نہ پہچانتا ہو وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے۔ ❶

آپ بازار کا چکر لگاتے اور بعض تاجروں کو یہ کہتے ہوئے درّے لگاتے کہ ہمارے بازار میں وہی بیچے جو تجارت کا شرعی علم رکھتا ہو، ورنہ وہ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر سود کھالے گا۔ ❷

خلاصہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں حکومت کے تمام تر معاملات اہمیت و اہتمام کے حامل تھے، کسی گوشہ کا دوسرے گوشہ پر ظلم نہیں ہوتا تھا اور نہ حاکم وقت کے دیکھتے ہوئے کسی صورت حال میں بگاڑ پیدا ہوسکتا تھا، وہ حاکم تجارت کے ایسے قوانین اور اصول بناتے جو بازاروں کے مناسب اور ان کے مفاد میں ہوتے، لین دین کو منظّم کرتے اور بھروسا واطمینان کے ضامن ہوتے۔ ان اصولوں کی تنفیذ کے بعد نہ غبن ہوتا نہ دھوکا اور نہ کوئی احتکار اور بلیک مارکیٹنگ ہوتی نہ تجارت کی دنیا میں جواز وعدم جواز سے کسی کو ناواقفیت ہوتی۔ مختصر مگر جامع قرارداد صادر ہوتی جو تمام تر مفاسد کا استیصال اور ہر چیز کو منظّم کردیتی۔ یہ ہے فرمان فاروقی کہ جو تجارت کے شرعی اصولوں کو نہ سمجھتا ہو وہ ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان آج کے ان قوانین سے ملتا جلتا ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس فلاں علم کی فلاں سند (ڈگری) نہ ہو وہ فلاں کام نہیں کرسکتا۔ ❹

موجودہ دور کے ممالک بھی بازاروں کو منظّم کرنے اور ان کی نگرانی کی طرف توجہ دیتے ہیں اور ایوانِ تجارت (چیمبر آف کامرس) یا اس کے قائم مقام دوسرے شعبے، بازار میں جن اصلاحات کی ضرورت ہوتی ہے اور جس میں جمہور کا فائدہ ہوتا ہے ان کی اصلاح ورہنمائی اور ضابطہ بندی کا کام کرتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں سب سے سبقت لے گئے اور اس کا سہرا آپ کے سر ہے، بازاروں کو بے ہنگم نہیں چھوڑا، بلکہ ان پر نگراں متعین کیے، جو غلطیوں کی تاک میں لگے رہتے، تجارت کو منظّم کرتے اور اسلامی تجارتی اصولوں کی محافظت کرتے۔ چناں چہ جس طرح سائب بن یزید کو عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے ساتھ مدینہ طیبہ کے بازار کا نگراں بنا دیا تھا اسی طرح سلیمان بن ابی حثمہ کو کئی بازاروں کا نگراں بنا دیا، اس طرح تمام بازاروں کا ایک صدر نگراں ہوتا تھا اور ہر بازار کا ایک الگ نگراں ہوتا جو صدر کی ماتحتی میں کام کرتا، اور یہ ایک قطعی فائدے کی بات ہے کہ لوگوں کی راحت رسانی میں تنظیم وتیسیر کے لیے بازاروں کی طرف خصوصی توجہ کا بہت بڑا دخل ہے اور قطعی طور پر ایک بڑا فائدہ یہ

❶ نظام الحكومة الإسلامية، الكتاني: ٢/ ١٧

❷ نظام الحكومة الإسلامية، الكتاني: ٢/ ١٧

❸ شهيد المحراب، ص: ٢٠٩

❹ شهيد المحراب، ص: ٢٠٩

Marfat.com

ہے کہ لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مختلف شکلوں میں توجہ دینے کے مقابلے میں بازاروں کے نظام و انصرام پر خصوصی توجہ دے دینا ہی لوگوں کی راحت رسانی کا بہت بڑا سبب ہے۔ پس جب حاکم اس پہلو سے بازاروں کی تنظیم ونگرانی کا مکمل طور سے اہتمام کرے تو اسے اللہ کی طرف سے اجر وثواب ملے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح وسالم اور دقیق عملی کردار وتصرف نے یہ بات ثابت کردی کہ اسلام ہر زمانے اور دنیا کے چپہ چپہ میں ہر جگہ کے لیے مناسب اور قابل عمل ہے۔ پست قوموں کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے اور ترقی یافتہ قوموں کو تنزلی کے گڑھے میں گرنے اور زوال سے بچاتا ہے۔ آگے بڑھنے کا راستہ نہیں روکتا کہ وہ آگے نہ بڑھے اور نہ غافل کو خواب خرگوش میں مدہوش چھوڑتا ہے۔ ❶

لوگوں کو محنت کا حکم دینا اور کمانے پر ابھارنا:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو محنت کرنے اور اپنی روزی روٹی کی کمائی پر ابھارتے رہتے تھے۔ محمد بن سیرین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مغرب کی نماز عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی، تو آپ میرے پاس آئے، میرے پاس کپڑے کی ایک چھوٹی گٹھڑی تھی، آپ نے پوچھا: تمہارے سامنے یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: کپڑے کی گٹھڑی ہے، اس بازار میں اسے لے جاتا ہوں اور خریدتا وبیچتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے قریش کے لوگو! یہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں تجارت کے مقابلے میں تم پر ہرگز غالب نہ ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ تجارت ایک تہائی حکمرانی ہے۔

حسن سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی تین مرتبہ تجارت کرے اور کامیاب نہ ہو تو اس کے علاوہ دوسری تجارت شروع کرے۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی نہ کسی چیز کا ہنر سیکھ لو، ممکن ہے کہ تمہارے ہنر کا کوئی ضرورت مند ہو جائے۔ ❸

اور فرمایا: اگر یہ لین دین نہ ہوتے تو تم دوسروں کے دست نگر (محتاج) ہوتے۔ ❹

اور فرمایا: ایسی کمائی جس میں اگرچہ بعض قباحتیں ❺ ہوں، لوگوں سے مانگنے اور گداگری سے بہتر ہے۔ ❻

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو بڑا اور موٹا دیکھ کر خریدے، پس اگر اس کے انتخاب میں غلطی ہوگئی تو بازار اس کے ساتھ غلطی نہیں کرے گا اور کہا: اے محتاجوں کی جماعت! اپنے سروں کو

❶ شهيد المحراب، ص: ۲۱۰

❷ نظام الحكومة النبوية: ۲/ ۲۰

❸ نظام الحكومة النبوية: ۲/ ۲۰

❹ نظام الحكومة النبوية: ۲/ ۲۰

❺ قباحتوں کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسے معیوب سمجھتے ہوں حالاں کہ وہ پیشہ حلال ہو۔ (مترجم)

❻ نظام الحكومة النبوية: ۲/ ۲۰

Marfat.com

اٹھاؤ اور تجارت کرو، راستہ کھلا ہوا ہے، لوگوں پر بوجھ نہ بنو۔ ❶

اور آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی طلب رزق سے (عاجز آ کر) بیٹھ نہ جائے اور کہنے لگے: اے اللہ مجھے روزی دے دے، حالاں کہ اسے معلوم ہے کہ آسمان سونا اور چاندی نہیں برساتا، بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے روزی دیتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الجمعة: ۱۰) ❷

"پھر جب نماز پوری کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے (حصہ) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

اگر آپ کسی اچھے اور تندرست نوجوان کو دیکھتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا تمہارا کوئی پیشہ ومشغلہ ہے؟ اگر جواب ملتا کہ نہیں، تو فرماتے: یہ میری نگاہوں سے گر گیا۔ ❸

اور آپ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ اگر میری موت آئے تو میری دلی خواہش ہے کہ میں اس حال میں مروں کہ میں اپنی سواری پر اللہ کے فضل کی تلاش میں نکلا ہوا رہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (المزمل: ۲۰) ❹

"(وہ اللہ جانتا ہے کہ) بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی) بھی تلاش کریں گے۔"

اہم مسلم شخصیات کی تجارت سے کنارہ کشی پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خوف:

آپ اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بازار گئے، دیکھا تو اکثر تاجر نبطی (عراقین کے درمیان عجمی باشندے) تھے۔ آپ یہ دیکھ کر مغموم ہو گئے اور جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے تجارت سے دوری اور بازار سے ان کی کنارہ کشی کا ذکر کرتے ہوئے وجہ پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ نے فتوحات کی کثرت سے (مالِ غنیمت دے کر) ہمیں بازاروں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم، اگر تم ایسا کرنے لگے تو تمہارے مرد ان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی محتاج ہو جائیں گی۔ ❺

❶ نظام الحكومة الاسلامية: ۲/ ۲۰

❷ فرائد الكلام، ص: ۱۲۹۔ تنبيه الغافلين، السمرقندى، ص: ۲۱۱

❸ نظام الحكومة الإسلامية: ۲/ ۲۰

❹ نظام الحكومة الإسلامية: ۲/ ۲۰

❺ نظام الحكومة الإسلامية: ۲/ ۱۸

Marfat.com

آپ مجاہدین کے علاوہ دیگر اہم مسلم شخصیات کے حصولِ رزق کی کوشش سے گریز اور تجارت سے دوری کو خوف اور گھبراہٹ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ❶

۴: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پہرے داری اور راتوں کا گشت:

بلاشبہ راتوں کے گشت اور پہرے داری ہی سے پولیس کا وجود عمل میں آیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ خلافت صدیقی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رات میں گشت کرنے اور پہرے داری کے امیر تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بذات خود یہ ذمہ داری سنبھالی۔ آپ اپنے ساتھ اپنے غلام اسلم کو اور کبھی کبھی عبدالرحمٰن بن عوف کو لے لیتے تھے۔ پہرے داری کا مطلب ومقصد یہ ہے کہ رات میں گشت لگا کر چوروں، لٹیروں اور فسادیوں پر قابو پایا جاسکے۔ درحقیقت فاروقی گشت تاریخی حیثیت سے محکمہ پولیس کے منظم کرنے کا پہلا مرحلہ قرار دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ شروع شروع میں سارے مسلمان دن میں اپنی حفاظت خود کرتے اور برائیوں کو روکتے تھے اور جب رات کو سو جاتے تو ان کی حفاظت کے لیے پہرے دار شب بیداری کرتے، لیکن جب فسادیوں کی کثرت ہوگئی اور انہوں نے دن کی روشنی میں کھلے عام برائیاں شروع کر دیں تو اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ دن میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے، چناں چہ اس طرح پولیس کا وجود عمل میں آیا، گویا اگر میری تعبیر صحیح ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ پولیس ہمہ وقت کی پہرے دار ومحافظ ہے۔ ❷

عمر فاروق رضی اللہ عنہ بذات خود مسلمانوں کی نگرانی اور پہرے داری کرتے تھے اور آپ کا یہ عمل اسلامی معاشرہ کی حقیقی صورت حال سے واقفیت اور اس پر خصوصی توجہ دینے میں کافی معاون ثابت ہوتا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے تھے تاکہ بذات خود ان چیزوں کو دیکھ اور سن سکیں جنھیں بعض عمال آپ تک پہنچانے میں تردد محسوس کرتے ہیں یا حقیقی صورت حال آپ کے سامنے پیش نہ کر پاتے۔ (واضح رہے کہ مدینہ ہی اس وقت اسلامی حکومت کا دارالخلافہ تھا) چناں چہ آپ نے اس گشت اور پہرہ داری کے نتیجے میں کتنے ہی ایسے قواعد جنہیں وضع کرنے پر حالات نے مجبور کیا اور سابقہ نظام میں ایسی بہت ساری تبدیلیاں کیں اور قرار دادوں کو کالعدم قرار دیا جن کو تبدیل کرنے یا کالعدم قرار دینے کی مجبوری تھی۔ میں اس بات کی تائید میں آپ تک چند دلائل واقعات کی شکل میں پیش کر رہا ہوں۔ ❸

شیر خوار بچوں کو جلدی دودھ چھڑانے کی ممانعت:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ مدینہ سے باہر تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور انہوں نے

---

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص: ١٦١

❷ عبقرية الإسلام فی اصول الحكم، ص: ٣٢٢

❸ فن الحكم، ص: ٣٦٤

Marfat.com

عیدگاہ میں پڑاؤ ڈالا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آج رات ان کی نگرانی و پہرہ داری میں تم ہمارا ساتھ دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں ضرور ساتھ دوں گا۔ چناں چہ دونوں نے نگرانی کرتے ہوئے شب بیداری کی اور باری باری نماز پڑھتے رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے قافلہ سے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی، آپ اس کے پاس گئے اور اس کی ماں سے کہا: اللہ سے ڈر اور اپنے بچے پر رحم کر، اتنا کہہ کر آپ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے۔ رات کے آخری حصہ میں آپ نے پھر بچے کے رونے کی آواز سنی، آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا: تیری بربادی ہو، تو بہت بری ماں ہے۔ کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا بچہ پوری رات روتا رہا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے، میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن وہ نہیں چھوڑتا۔ آپ نے پوچھا: تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟ اس نے کہا: اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ بچے کا وظیفہ اسی وقت جاری کرتے ہیں جب وہ دودھ پینا چھوڑ دے...... آپ نے یہ قانون بنایا تھا کہ ہر اس بچے کو وظیفہ دیا جائے جو دودھ پینا چھوڑ چکا ہو...... آپ نے پوچھا: تمہارے اس لڑکے کی کتنی عمر ہے؟ اس نے کہا: اتنے اتنے مہینے کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تیرا برا ہو، اسے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر اور جب آپ نے فجر کی نماز اس طرح مکمل کی کہ رونے کی وجہ سے آپ کی قراءت صاف سنائی نہیں دیتی تھی تو نماز کے بعد فرمایا کہ بربادی ہے عمر کی! اس نے کتنے مسلمان بچوں کا قتل کر ڈالا، پھر آپ نے اعلان کرنے والے سے اعلان کروایا: اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، ہم مسلمان بچے کا وظیفہ اس کی تاریخ پیدائش ہی سے مقرر کر دیتے ہیں اور پھر پوری حکومت میں یہی فرمان بھیج دیا۔ [1]

ہائے! کیا ہی خوب صورت واقعہ ہے اور کتنا عظیم انصاف۔ پھر اس واقعہ کے بعد ہر مسلم بچے کا نام پیدائش کے وقت ہی عطیات کے رجسٹر میں درج کیا جانے لگا اور اسے مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ ملنے لگا۔ اس لیے کہ بیت المال میں تمام مسلمانوں کا حق ہے اور جو بیت المال کا نگراں و ذمہ دار ہو وہ اس کا امین ہے۔ اس کے لیے بیت المال میں بے جا تصرف کرنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی مستحق کو اس کے حق سے روکنا جائز ہے۔

فوجیوں کے لیے ان کی بیویوں سے جدائی کی مدت مقرر کرنا:

عمر رضی اللہ عنہ کے راتوں میں گشت کا ایک نتیجہ یہ بھی سامنے آیا کہ ایک مرتبہ آپ مدینہ کی گلی کوچوں میں گشت کر رہے تھے، دورانِ گشت آپ نے ایک عورت سے درد بھرے یہ اشعار سنے:

تطاول هٰذا الليل تسري كواكبه
وارقني أن لا ضجيع ألاعبه

''یہ رات پھیلتی چلی گئی، اس کے ستارے (جگمگاتے ہوئے) چل رہے ہیں، اس چیز نے میری نیند اڑا دی کہ یہاں کوئی ہم بستر نہیں جس سے میں کھیل کر دل بہلا سکوں۔''

[1] البداية والنهاية: ٧/ ١٤٠

Marfat.com

ألاعبه طورا وطورا كأنما
بدا قمرًا في ظلمة الليل حاجبه

''لمحہ لمحہ میں اس سے کھیلوں، جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کرتا ہے۔''

يسر به من كان يلهو بقربه
لطيف الحشا لا تجتويه أقاربه

''اس سے نزدیک رہ کر جو اس سے کھیلتا ہے اسے خوشی ہوتی ہے، نرم ونازک پسلیوں والا اس کے خویش واقارب اسے ناپسند نہیں کرتے۔''

فوالله لولا الله لا شيء غيره
لحرك من هذا السرير جوانبه

''اللہ کی قسم! اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا، اس کے سوا کسی کا خوف نہیں، تو اس چارپائی کے پائے حرکت میں ہوتے۔''

ولكنني أخشى رقيبًا موكلًا
بأنفسنا لا يفتر الدهر كاتبه ❶

''لیکن میں ایک نگراں کار سے ڈرتی ہوں جو ہمارے اوپر مسلط ہے اور کبھی کسی وقت اس کا لکھنے والا نہیں تھکتا۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے، پھر آپ نے اس کے پاس کپڑے اور گھریلو اخراجات بھجوائے اور اس کے شوہر کے پاس خط بھجوایا کہ اپنی بیوی کے پاس آجائے۔ ❷

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پھر آپ اپنی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، انہوں نے پوچھا: امیرالمومنین! اس وقت آپ کو آنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ آپ نے کہا: اے میری بیٹی! عورت اپنے شوہر کی جدائی کب تک برداشت کرسکتی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مہینہ، دو مہینہ اور زیادہ سے زیادہ تین مہینہ تک، چوتھے مہینہ میں صبر کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ کردیا کہ فوجیوں کو (ان کے اہل وعیال سے) چار مہینوں سے زیادہ نہ روکا جائے۔ ❸ یہ ہے ایک فوجی کے لیے اس کی بیوی سے جدائی کی مدت متعین

❶ محض الصواب: ۱/ ۳۸۸۔ اس روایت کی سند میں انقطاع ہے۔
❷ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ۸۹
❸ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ۸۹۔ أوليات الفاروق، ص: ۲۸۹

Marfat.com

کرنے کی فاروقی سیاست، جس کی کسی نے بھی مخالفت نہیں کی۔ ❶

رہے وہ فوجی جنہوں نے مدت کی پابندی نہ کی ان کے لیے عمر رضی اللہ عنہ نے غیر موجودگی کی مدت کی تحدید سے پہلے ہی ایک نظام وضع کر دیا، چناں چہ جب آپ کو ان لوگوں کی تعداد معلوم ہوگئی جو لمبے عرصے تک اپنی بیویوں سے دور رہے اور غیر موجودگی کی حالت میں انہیں نان ونفقہ بھی نہ دیا تو آپ نے ایسے لوگوں کو نامزد کر کے فوجیوں کے کمانڈروں کے نام خط لکھا کہ ان لوگوں کو فوراً طلب کیا جائے اور انہیں یہ حکم سنا دیا جائے یا تو اپنی بیویوں کے پاس واپس لوٹیں یا ان کے مکمل اخراجات کا انتظام کر کے بھیجیں، یا انہیں طلاق دے دیں۔ ہاں اگر طلاق دیتے ہیں تو گزشتہ ایام کا نفقہ بھی دینا ہوگا۔ ❷

مجاهدین کی عزتوں کی حفاظت:

رات میں گشت کرتے ہوئے رعایا کے احوال معلوم کرنے کا ایک نتیجہ یہ بھی سامنے آیا کہ مجاہدین کی عزتوں کی حفاظت کی گئی۔

آپ ایک رات مدینہ میں گشت لگا رہے تھے، آپ نے ایک شعر سنا جس سے تہمت وبدچلنی کی بو آ رہی تھی، ایک عورت نصف رات میں شراب نوشی اور خوب صورت نوجوان کی قربت کی تمنا کرتی ہے، اس کی تمنا حقیقی رہی ہو یا بطور دل لگی، بہرحال اس نے جو شعر پڑھا اس سے عورت پر شک کی انگلی ضرور اٹھتی تھی۔ اس نے یہ شعر پڑھا تھا:

هل من سبيل إلى خمر فأشربها
هل من سبيل الى نصر بن حجاج

''کیا شراب کے لیے کوئی راستہ ہے کہ میں اسے نوش کروں اور کیا نصر بن حجاج تک کسی طرح پہنچنا ممکن ہے؟''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو صبح کے وقت نصر بن حجاج کو طلب کیا، وہ بہت ہی خوب صورت چہرے والا، اور بہترین بالوں والا جوان تھا، آپ نے اسے اپنا سر حلق کرانے کا حکم دیا۔ لیکن اس سے اس کی خوبصورتی دوبالا ہوگئی تو آپ نے اسے پگڑی باندھنے کا حکم دے دیا لیکن اب وہ بہت ہی خوب صورت لگنے لگا، تو آپ نے اس کی ذات کو عورتوں کے لیے باعث فتنہ ہونے کے خوف سے اور مجاہدین کی عزت کی حفاظت کے پیش نظر اسے بصرہ بھیج دیا۔ ❸

❶ أوليات الفاروق، ص: ٢٨٩
❷ أوليات الفاروق، ص: ١٧٠
❸ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزي، ص: ٩١

Marfat.com

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ہمیں سیاست عامہ میں آپ کی بالغ نظری اور مصلحت عامہ کو مقدم رکھنے میں آپ کی بے نظیر حکمت عملی کا پتہ دیتی ہے۔ چناں چہ ایک طرف نصر کی خوب صورتی اور ان کا اپنے حسن و جمال کے بارے میں خصوصی اہتمام کرنا اور دوسری طرف مسلم فوجیوں کا اپنی بیوی سے لمبے عرصہ تک غائب رہنا، مزید برآں مدینہ کی پر امن و پرسکون فضا یہ ایسے اسباب تھے جو فتنہ میں واقع ہونے کا سبب بن سکتے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر یہی زیادہ مناسب تھا کہ اس ناز و ادا والے جوان کو کسی فوجی شہر میں بھیج دیا جائے تاکہ جنگی مہارت حاصل کرے، یا بہادری کے کارناموں اور لوگوں کی ہمت و جوان مردی کو دیکھ کر فائدہ اٹھائے۔ چناں چہ بصرہ ہی اس وقت فوجی چھاؤنی والا شہر تھا اور وہی شہر اس جوان کے علاج کے لیے زیادہ مناسب ٹھہرا۔ ❶

بہر حال جس عورت کے کلام کو عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تھا وہ اس تفصیل کو جان کر خوف زدہ ہوئی کہ کہیں آپ جلد بازی میں کوئی نامناسب اقدام نہ کر جائیں، اس لیے کہ اس نے آپ کے پاس چپکے سے چند اشعار پر مشتمل ایک خط بھیجا، وہ اشعار یہ ہیں:

قل للإمام الذی تخشی بوادره
مالی وللخمر أو نصر بن حجاج

''اس امام کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس کی گرفت کی عجلت کا خوف ہے، میرا شراب اور نصر بن حجاج سے کیا تعلق؟''

إنی عنیت أبا حفص بغیرهما
شرب الحلیب وطرف فاتر ساجی

''اے ابوحفص میں نے شعر میں ان دونوں کو نہیں مراد لیا ہے بلکہ دودھ کا پینا اور پرسکون آنکھ مراد ہے۔''

إن الهوی زمه التقوی فقیّده
حتی اقرّ بالجام وإسراج

''خواہشات نفس کو تقویٰ نے باندھ دیا ہے، اور اسے قید کر دیا ہے، یہاں تک کہ اسے خوب کس دیا ہے لگام اور زین سے۔''

لا تعجل الظن حقًا لا تُبینه
إن السبیل سبیل الخائف الراجي

''گمان کو بلا تحقیق حق سمجھنے میں آپ جلدی نہ کریں اللہ سے خوف وامید رکھنے والے کے راستے پر گامزن ہوں۔''

❶ اولیات الفاروق، ص: ۸۲

Marfat.com

خط پا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عورت سے کہلوایا کہ تمہارے بارے میں اچھے اخلاق کی خبر ملی ہے، میں نے تمہاری وجہ سے نصر کو یہاں سے نہیں نکالا ہے بلکہ میں نے سنا ہے کہ وہ عورتوں میں جاتے تھے، سو میں ان عورتوں سے مامون نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رو پڑے اور کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے شہوتوں کو قید کر دیا اور اسے لگام دی، اور زین کے ساتھ کس کے باندھ دیا۔ [1]

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے اپنے گورنر کو ایک خط تحریر کیا، آپ کا کارندہ وہاں خط لے کر گیا اور کئی دنوں کے قیام کے بعد لوگوں میں اعلان کروایا کہ مسلمانوں کی ڈاک جانے والی ہے، لہٰذا جسے ضرورت ہو وہ امیر المومنین کو خط لکھ دے، چناں چہ نصر بن حجاج نے ایک خط لکھ کر دوسرے کئی خطوط کے درمیان رکھ دیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے عمر، امیر المومنین کے نام!

سلام اللہ علیک، حمد وصلاۃ کے بعد!

لعمري لئن سيرتني أو فضحتني

وما نلته مني عليك حرام

''قسم ہے اللہ کی، اگر آپ نے مجھے جلاوطن کیا یا رسوا کیا، اور جو کچھ بھی میرے ساتھ کیا سب آپ پر حرام ہے۔''

فأصبحت منفيا على غير ريبة

وقد كان لي بالمكتين مقام

''میں بغیر کسی تہمت کے جلاوطن کر دیا گیا، حالاں کہ مکہ و مدینہ میں میرے لیے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔''

أإن غنت الزلفاء يومًا بمنية

وبعض أماني النساء غرام

''کیا اگر کسی دن شعر کی کسی دیوانی نے اپنی آرزو کو ترنم سے گا دیا، حالاں کہ عورتوں کی بعض آرزوئیں باعث ہلاکت ہوتی ہیں۔''

ظننت بي الظن الذي ليس بعده

بقاء فما لي في الندي كلام

---

[1] مناقب أمير المومنين، ابن الجوزي، ص: ٩٢

''تو آپ نے میرے بارے میں اتنا غلط گمان کرلیا جس کے بعد وطن میں بقا ممکن نہیں رہی، اب دور رہنے میں مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

ویمنعنی مما تظن تکرمی
وآباء صدق سالفون کرام

''اور آپ نے جو کچھ بھی گمان کیا، اسے ماننے سے میری شرافت اور میرے آبا و اجداد جو معزز بزرگان میں سے تھے ان کی صداقت و دیانت کی سابقہ روایت یکسر انکار کرتی ہے۔''

ویمنعها مما تظن صلاتها
وحال لها فی قومها و صیام

''اور جو کچھ آپ اس کے بارے میں سوچتے ہیں، اس کی پابندی نماز و روزہ اور اس کی قوم میں اس کا اچھا مقام ہے۔''

فهذان حالات فهل انت راجعی
فقد جبّ منی کاهل و سنام

''یہ ہم دونوں کی حالت ہے، تو کیا آپ مجھے لوٹنے کی اجازت دیں گے۔ جب کہ میرا مونڈھا اور کوہان کاٹ دیا گیا۔ (یعنی میں بہت پریشان ہوں۔)''

إمام الهدی لا تبتل الطرد مسلمًا
له حرمة معروفة و زمام

''اے ہدایت کے امام! کسی مسلمان کو جلاوطنی کی آزمائش میں مت مبتلا کیجیے، اس کا احترام آپ کو معلوم ہے اور اس کا اپنا مقام ہے۔''

یہ خط پڑھنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن حاکم وقت اب تو اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہر حال نصر بن حجاج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہی مدینہ لوٹ سکے۔ [1]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے تو اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا، آپ مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو سنا کہ چند عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں اور پوچھ رہی تھیں کہ مدینہ کا سب سے خوب صورت نوجوان کون ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: ابوذؤیب ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کے وقت ابوذؤیب کو طلب کیا، واقعتاً وہ کافی خوب صورت تھے۔ آپ نے فرمایا: سنو! یقیناً تم عورتوں پر بہت اثر انداز ہونے والے ہو، جاؤ یہاں سے چلے جاؤ، یہاں میرے ساتھ کبھی نہ رہنا۔ نوجوان نے کہا: اگر آپ مجھے

[1] مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۹۲، ۹۳

Marfat.com

بھگانا ہی چاہتے ہیں تو مجھے میرے چچازاد بھائی نصر بن حجاج کے پاس جانے کی اجازت دیجیے۔ دونوں کا تعلق قبیلہ بنوسلیم سے تھا، آپ نے اسے اس کے چچازاد بھائی کے پاس بھیج دیا۔ ❶

سچ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے بگاڑ کے اندیشوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس اقدام پر مجبور کیا تھا، آپ کی کامل وقوی شخصیت جو لوگوں کی مختلف صلاحیتوں کو پہچاننے کی مہارت رکھتی تھی، اس نے حکمت ودور اندیشی پر مبنی ایسے کئی اقدام کیے، گویا فاروقی عہد خلافت اسلامی فوجیں تیار کرنے اور جہاد کی طاقت رکھنے والوں کو جہاد کے لیے بھیجنے کا زریں عہد تھا۔

یہ کیسے ہوسکتا کہ عمر رضی اللہ عنہ مذکورہ دونوں نوجوانوں کی عدم موجودگی کو مدینہ میں گوارا کرتے، حالاں کہ انہیں جہاد میں عدم شرکت کی کوئی مجبوری نہ تھی۔ لہٰذا انہیں شعر گوئی اور عورتوں کے درمیان بیٹھنے کے لیے مہلت دینے سے بہتر یہی تھا کہ ان کو مدینہ سے باہر ہی بھیج دیا جائے۔ ❷

کیا تم قیامت کے دن میری طرف سے میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ ''حرہ واقم'' ❸ تک گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، جب ہم لوگ ''صرار'' ❹ پہنچے تو ہمیں آگ کے شعلے دکھائی دیے۔ آپ نے فرمایا: اے اسلم! میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی قافلہ ٹھہرا ہے، رات اور سردی کی وجہ سے وہ یہیں مقیم ہے، آؤ چلیں دیکھیں، ہم تیزی سے چل کر وہاں پہنچے، جب قافلہ والوں کے قریب ہوئے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے اور اس کے ساتھ کچھ بچے ہیں اور آگ پر ہنڈیا رکھی ہوئی ہے، اور بچے اس کے اردگرد بیٹھے زور زور سے رو رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر کہا: اے روشنی والو! السلام علیکم۔ آپ نے ''اے آگ والو!'' کہنا ناپسند کیا، عورت نے جواب دیا: وعلیکم السلام۔ آپ نے پوچھا: کیا میں قریب آسکتا ہوں؟ عورت نے کہا: اگر کسی خیر کا ارادہ ہے تو آؤ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اس کے قریب گئے اور کہا: آپ لوگ یہاں کیسے؟ اس نے بتایا کہ ٹھنڈ اور رات ہوجانے کی وجہ سے ہم یہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے پوچھا: یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا: بھوک سے۔ آپ نے پوچھا: اس ہانڈی میں کیا ہے؟ اس نے کہا: صرف پانی ہے، ان کا دل بہلا رہی ہوں تاکہ سو جائیں۔ اللہ ہی ہمارے اور عمر کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تم پر رحم کرے، لیکن عمر کو تمہاری کیا خبر؟ اس نے کہا: وہ ہمارا حاکم ہے اور ہم سے غافل ہے۔ اسلم کا بیان ہے کہ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ہمیں چلنا چاہیے، ہم

❶ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۲۱۱، ۲۱۲

❷ أولیات الفاروق، ص: ۸۳

❸ حرہ جلے ہوئے سیاہ رنگ کے پتھروں کی زمین، مدینہ طیبہ ایسے ہی دو حروں کے درمیان واقع ہے ایک کا نام حرہ واقم اور دوسرے کا نام حرہ دبرہ ہے۔

❹ مدینہ سے تین میل کی دوری پر واقع ہے۔

Marfat.com

وہاں سے نکلے اور تیزی سے چلتے ہوئے آٹے کے گودام میں پہنچے، آپ نے ایک بوری آٹا نکالا اور تھیلے میں چربی، اور کہا: اسے میرے اوپر لاد دو، میں نے کہا: میں آپ کی طرف سے اسے اٹھاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیری ماں نہ رہے۔ کیا قیامت کے دن بھی تم میری طرف سے میرا بوجھ اٹھاؤ گے۔ اسلم کا کہنا ہے کہ پھر میں نے بوری وغیرہ آپ کو اٹھوا دی۔ آپ اسے لے کر اس عورت کے پاس گئے میں بھی آپ کے ساتھ گیا، ہم بہت تیز چل رہے تھے، آپ نے عورت کے پاس بوری اتاری اور اس سے تھوڑا سا آٹا نکال کر عورت کو دیا اور کہا: تم اس پر نمک چھڑکو میں تمہارے لیے ''حریرہ'' بنا دیتا ہوں۔ پھر آپ ہانڈی کے نیچے آگ پھونکنے لگے، میں نے دیکھا کہ دھواں آپ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا تھا۔ اس طرح آپ نے سب بچوں کے لیے کھانا پکا دیا اور ہانڈی آگ سے اتار دی اور کہا: مجھے کوئی پلیٹ و پیالہ وغیرہ دو، وہ عورت ایک بڑا پیالہ لے کر آئی، آپ نے حریرہ اس میں الٹ دیا اور عورت سے کہنے لگے، تم بچوں کو کھلاؤ اور میں اسے ٹھنڈا کرتا ہوں۔ آپ کھانا ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب بچے شکم سیر ہوگئے اور جو کھانا بچا اسے عورت کے پاس چھوڑ کر چلنے کے لیے اٹھے، میں بھی آپ کے ساتھ اٹھا۔ عورت کہنے لگی: جزاک اللہ خیراً، اللہ تم کو بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ تمہی امیر المومنین بننے کے حق دار تھے۔ آپ نے فرمایا: اچھی بات کہو، جب تم امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو ان شاء اللہ وہاں مجھے پاؤ گی۔ پھر آپ وہاں سے ہٹ کر تھوڑا سا کنارے ہوگئے اور پھر ان کے سامنے جا کر بیٹھ گئے تو میں نے آپ سے پوچھا: کیا اور بھی کوئی کام ہے؟ آپ خاموش رہے اور مجھے جواب نہ دیا، یہاں تک کہ بچوں کو میں نے دیکھا کہ وہ لیٹ گئے اور سو گئے، پھر آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اٹھے، اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا: اے اسلم! بھوک نے ان کو جگا رکھا تھا اور رلایا تھا۔ تو میں نے چاہا کہ اس وقت تک یہاں سے واپس نہ جاؤں جب تک کہ انہیں اب جس حالت میں دیکھ رہا ہوں اس حالت میں دیکھ نہ لوں۔ [1]

حافظ ابراہیم نے اس واقعہ کی اس طرح منظر کشی کی ہے:

ومن رآه أمام القِدر منبطحاً
والنار تأخذ منه وهو يذكيها

''اور جس شخص نے آپ کو ہانڈی کے آگے اس حال میں جھکا ہوا دیکھا ہوگا کہ آگ آپ کی طرف لپک رہی تھی اور آپ اسے پھونک رہے تھے۔''

وقد تخلل في اثناء لحيته
منها الدخان وفوه غاب في فيها

''آگ سے نکلتا ہوا وہ دھواں آپ کی داڑھی میں گھس رہا تھا اور آپ کا منہ اسی میں غائب ہوا جا رہا تھا۔''

[1] الكامل في التاريخ: ٢/ ٢١٤۔ الطبري: ٥/ ٢٠٠

رأى هـنـاك أمـيـر الـمـومـنـيـن عـلـى
حـال تـروع - لـعـمـر الـلـه - رائيهـا

''(دیکھنے والے نے) اس وقت امیر المومنین کو ایسی حالت میں دیکھا ہوگا جو اسے حیرت میں ڈال دے۔''

يستقبل خوف النار في عذه
والعين من خشية الله سالت مآقيها ❶

''وہ کل جہنم کی آگ کے خوف سے دنیا کی آگ کا استقبال کر رہے تھے اور خوفِ الٰہی سے آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔''

اے امیر المومنین اپنے ساتھی کو لڑکے کی خوش خبری دیجیے:

ایک رات عمر رضی اللہ عنہ گشت لگا رہے تھے، مدینہ کے ایک میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں اونی خیمہ لگا ہوا ہے جو کل نہیں تھا۔ آپ اس کے قریب گئے تو اندر سے کراہنے کی آواز آئی، جب کہ باہر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس کے قریب گئے اور سلام کیا، پھر پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں ایک بدوی ہوں، امیر المومنین سے ملنے کے لیے آیا ہوں تاکہ ان کے احسان وکرم سے نوازا جاؤں۔ آپ نے پوچھا: میں گھر میں جو آواز سن رہا ہوں یہ کیسی آواز ہے؟ اس نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے، تم کو اس سے کیا مطلب۔ آپ نے کہا: بتاؤ کیا بات ہے؟ اس نے بتایا: میری عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا اس کے پاس کوئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی امّ کلثوم بنت علی سے کہا: کیا تم ثواب کمانا چاہتی ہو، اللہ نے اسے خود تم تک پہنچایا ہے؟ انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے بتایا: ایک اجنبی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: اگر آپ راضی ہیں تو میں ضرور چلوں گی۔ آپ نے فرمایا: تو پھر بچے کی ولادت کے وقت کپڑے اور تیل وغیرہ کی جو ضرورت پڑتی ہے اسے لے لو اور ایک ہانڈی، چربی اور تھوڑا سا غلہ بھی لے آؤ۔ امّ کلثوم سب کچھ لے کر آئیں۔ آپ نے کہا: چلو اب چلیں۔ آپ نے ہانڈی اٹھائی اور وہ پیچھے پیچھے چلیں۔ جب آپ خیمہ کے پاس پہنچے تو امّ کلثوم سے کہا: عورت کے پاس جاؤ اور خود آکر آدمی کے پاس بیٹھ گئے، آپ نے اس سے کہا: آگ جلاؤ، اس نے آگ جلائی، ہانڈی آگ کے اوپر رکھی یہاں تک کہ ہانڈی گرم ہوگئی۔ اتنے میں عورت کو ولادت ہوگئی۔ تو آپ کی بیوی نے کہا: اے امیر المومنین اپنے ساتھی کو لڑکے کی خوش خبری دیجیے۔ جب بدوی نے امّ کلثوم کی زبان سے ''امیر المومنین'' کا لفظ سنا، تو جیسے ڈر گیا، اور تھوڑا تھوڑا آپ سے پیچھے ہٹنے لگا۔ آپ نے اس سے کہا: جیسے تھے اسی طرح اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ پھر آپ ہانڈی اٹھا کر

❶ العشرة المبشرون بالجنة، العفيفى، ص: ۱۷۳

Marfat.com

دروازے پر لائے اور اپنی بیوی سے کہا: عورت کو کھلا کر خوب آسودہ کردو۔ چناں چہ انہوں نے اسی طرح کیا، پھر ہانڈی کو اندر سے نکال کر باہر دروازے پر رکھ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اسے لا کر آدمی کے سامنے رکھ دیا اور کہا: کھاؤ تم پوری رات جاگتے رہے ہو اور اپنی بیوی سے کہا: چلو نکلو، اور آدمی سے کہا: جب صبح ہو تو میرے پاس آنا، تمہیں تمہارے فائدہ کی چیزیں دلواؤں گا۔ جب صبح ہوئی تو وہ آیا، تو آپ نے اس کے لڑکے کا وظیفہ جاری کیا اور کچھ عطیہ بھی دیا۔ ❶

اللہ کی قسم میں ایسی نہیں ہوں کہ مجلس میں اس کی بات مانوں اور تنہائی میں نافرمانی کروں:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت لگا رہے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ (آپ باتیں کر رہے تھے) اچانک خاموش ہو گئے، آدھی رات کا وقت تھا، آپ ایک دیوار کے کنارے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے، آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے: اے بیٹی اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو۔ بیٹی نے کہا: اے امی جان! کیا امیر المومنین کے فرمان کی خبر آپ کو نہیں ہے؟ اس نے کہا: ان کا کیا فرمان ہے؟ بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے اپنے منادی سے اعلان کروا دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے بیٹی سے کہا: اے بیٹی! اٹھو اور اس میں پانی ملا دو۔ یہاں تمہیں نہ تو عمر دیکھ رہے ہیں اور نہ ان کا منادی۔ لڑکی نے کہا: واللہ! میں ایسی نہیں ہوں کہ مجلس میں ان کی اطاعت کروں اور تنہائی میں اس کی نافرمانی کروں...... اور عمر رضی اللہ عنہ یہ سب سن رہے تھے...... آپ نے اسلم سے کہا: اے اسلم اس دروازے پر نشان لگا دو، اور اس جگہ کو اچھی طرح پہچان لو۔ پھر آپ گشت کرنے لگے۔ جب صبح ہوئی تو کہا: اے اسلم! رات والی اس جگہ پر جاؤ اور کہنے والی اور جس سے کہہ رہی تھی دونوں کا پتہ چلاؤ اور معلوم کرو کہ کیا دونوں شوہر والی ہیں؟ اسلم کا بیان ہے کہ میں اس جگہ آیا اور معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے اور اس کی ماں کا شوہر زندہ نہیں ہے۔ میں عمر کے پاس آیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا: کیا کسی کو عورت کی ضرورت ہے کہ میں اس کی شادی کردوں؟ اگر تمہارے باپ کو اب عورتوں کی کچھ بھی خواہش باقی ہوتی تو اس لڑکی سے شادی کرنے میں ان سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا: میرے پاس بیوی ہے۔ عبدالرحمن نے کہا: میرے پاس بھی بیوی ہے۔ عاصم نے کہا: اے ابا جان! میرے پاس بیوی نہیں ہے، اس سے میری شادی کر دیجیے۔ آپ نے لڑکی کو بلا بھیجا اور اس سے عاصم کی شادی کر دی۔ ان سے اس لڑکی کے ایک بچی پیدا ہوئی، اور پھر عاصم کے ایک نواسی پیدا ہوئی، اور پھر نواسی سے ایک لڑکی ہوئی اور اس سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی پیدائش ہوئی۔ ❷

❶ البداية والنهاية: ٧/ ١٤٠

❷ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزي، ص: ٨٩، ٩٠

Marfat.com

ابن الہادی کا کہنا ہے کہ بعض محققین نے کہا کہ یہ روایت اسی طرح واقع ہے، حالاں کہ یہ غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس لڑکی سے عاصم کی ایک بچی پیدا ہوئی اور پھر اس بچی سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ❶

خلاصہ بحث یہ کہ اس طرح عمر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود رعایا کے احوال معلوم کرنے کی کوشش کرتے اور راتوں کو گشت لگاتے اور اللہ کی رضا جوئی اور ثواب کی خاطر رعایا کے حق میں اپنی ذمہ داریاں نبھاتے۔ قومی وملکی صورتِ حال سے واقفیت کا یہ جذبہ خالص صرف دارالحکومت تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ کی توجہ اور نگرانی کا دائرہ اسلامی مملکت کے چپے چپے تک وسیع تھا، جیسا کہ آپ عنقریب ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

۵: جانوروں سے شفقت اور رحم دلی:

جانوروں سے آپ کی شفقت اور رحم دلی صرف ایمان صادق کا نتیجہ تھی، وہ ایمان جو شفقت، مہربانی اور ہر چیز کے ساتھ احسان سے لبریز تھا۔ آپ کا دل ذکر الٰہی کی وجہ سے نرم ہو چکا تھا۔ آپ اللہ کی ہر مخلوق پر مہربان ورحم دل بن چکے تھے اور اسلامی تعلیمات کو سمجھ چکے تھے کہ ہر تر کلیجے یعنی زندہ جان پر شفقت کرنے میں اجر ہے۔ نیز یہ کہ کسی حیوان کو ناجائز جگہ استعمال کرنا، اس کا گلا گھونٹنا، غیر فطری عمل کے لیے اسے مجبور کرنا اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ لادنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ ❷

آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ آپ اس خچر تک کے ذمہ دار ہیں جو راستہ خراب ہونے کی وجہ سے عراق میں پھسل کر گر گیا۔ اس مقام پر سیرت فاروق کے چند ایسے درخشاں ابواب کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انسانی تاریخ کے حافظہ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

کیا اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ لادتے ہو جسے اٹھانے کی وہ طاقت نہیں رکھتا؟

مسیّب بن دارم سے روایت ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک ساربان (اونٹ کے مالک) کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''تم نے اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ لاد دیا ہے جسے اٹھانے کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔'' ❸

کیا تم نہیں جانتے کہ اس کا بھی تم پر حق ہے؟

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد کی شکل میں فتح عظیم کی خوش خبری لے کر آئے، آپ نے پوچھا: آپ لوگ کہاں ٹھہرے؟ میں نے کہا کہ فلاں جگہ۔ پھر آپ میرے ساتھ چل

❶ محض الصواب: ۱/ ۳۹۱

❷ شهيد المحراب، ص: ۲۲٦

❸ محض الصواب: ۲/ ٤٦٩

Marfat.com

پڑے یہاں تک کہ ہمارے سواری کے اونٹوں کے قریب تک پہنچے اور ایک ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد فرماتے: کیا تم اپنی ان سواریوں کے بارے میں اللہ سے خوف نہیں کھاتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ان کا بھی تم پر حق ہے؟ انہیں کھلا کیوں نہ چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتے۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ صدقہ کے اونٹوں کا علاج کرتے تھے:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت عراق سے ایک وفد آیا، اس میں احنف بن قیس بھی تھے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ سر پر پگڑی باندھ کر صدقہ کے ایک اونٹ کو تارکول وغیرہ لگا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے احنف! اپنے کپڑے اتارو اور آؤ اس اونٹ میں امیر المومنین کی مدد کرو، یہ صدقہ کا اونٹ ہے، اس میں یتیم، بیوہ، اور مسکین کا حق ہے۔ وفد کے ایک آدمی نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ آپ کی مغفرت کرے، آپ کسی خادم کو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ آپ کا یہ کام کردے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے اور احنف سے بڑا خادم کون ہوسکتا ہے؟! جو شخص مسلمانوں کا حاکم ہو، اس پر خیر خواہی اور امانت کی ادائیگی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے وہی حقوق لازم ہیں جو ایک غلام پر اس کے آقا کے لیے لازم ہوتے ہیں۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پوری کرنے کے لیے تو نے ایک چوپائے کو عذاب دے دیا:

ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے تازہ مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ کے غلام ''یرفا'' نے مچھلی لانے میں چار دن لگا دیے، دو دن جاتے ہوئے اور دو دن آتے ہوئے اور ایک ٹوکرا مچھلیاں خرید کر لایا۔ پھر ''یرفا'' سواری کے پاس کھڑے ہو کر اس کے جسم سے پسینہ صاف کرنے لگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سواری کو دیکھ کر فرمایا: عمر کی خواہش پوری کرنے کے لیے تو نے ایک جانور کو عذاب میں مبتلا کر ڈالا۔ اللہ کی قسم عمر! اس (مچھلی) کو چکھ نہیں سکتا۔ ❸

میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے یہاں میری باز پرس نہ ہو:

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر بے بسی اور بیماری کے آثار بالکل نمایاں تھے۔ آپ اونٹ کے پاس پہنچے اور اپنا ہاتھ اونٹ کی دم کے پاس رکھ کر کریدنے اور دیکھنے لگے اور خود کو مخاطب کر کے کہنے لگے: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرے بارے میں اللہ کے یہاں میری باز پرس نہ ہو۔ ❹

یہ ہیں سیرت فاروق کے چند یادگار نقوش، جو جانوروں سے آپ کی شدید شفقت و رحم دلی پر دلالت کرتے ہیں۔ کاش تہذیب حاضر سے مرعوب نوجوانانِ اسلام سیرت فاروق کا مطالعہ کرتے اور آپ کی اسلامی زندگی پر خصوصی توجہ دیتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کوئی بھی انسانی قانون جو انسانی معاشرہ کے لیے فائدہ مند نظر آرہا ہے

---

❶ نظام الحكم فی الشريعة والتاريخ: ۲/ ۶۰۵

❷ أخبار عمر، ص: ۳۴۳۔ بحوالہ: ابن الجوزی

❸ الرياض النضرة، ص: ۴۰۸

❹ طبقات ابن سعد: ۳/ ۲۱۵

Marfat.com

اسلام میں وہ چیز منظم ومفید طریقے پر پہلے سے موجود ہے اور یہ ضروری ہے تاکہ ہمارے نوجوان اہل یورپ سے مرعوب نہ ہوں جو حقوق حیوانی کی سوسائٹی بنا کر بڑا فخر محسوس کرتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ عمل اعلیٰ ترین انسانی اخلاق فاضلہ کا مظہر ہے۔ پس اسلامی اصولوں کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے نوجوان کہیں یہ گمان کر کے اہل یورپ کی تقلید نہ کرنے لگیں کہ وہی لوگ اخلاق فاضلہ کے علم بردار ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو جان لینا چاہیے کہ حیوان پر شفقت ورحم دلی کرنے میں ہم ان کے استاد ہیں۔ ❶ حالاں کہ ہر قانون میں کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے، بے شک الٰہی مراقبہ، ہدایت یابی کا راز، خیر کا منارہ اور عبادت کی روح ہے۔ ایک بیمار اونٹ کو دیکھ کر عمر فاروق اس درجہ خوف زدہ ہیں کہ کہیں اللہ اس کے بارے میں میری باز پرس نہ کرے، یہ ہے اسلام کی برتری وفضیلت کا راز، ایسی الٰہی خشیت اور خوف کہ جو دل کو سکون عطا کرے۔ کیا کوئی حاکم جسے اللہ نے اپنے بندوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہو، اس خشیت ومراقبت کے بغیر الٰہی محاسبہ سے نجات پانے میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ ❷

۶: عہد فاروقی میں زلزلہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! یہ زلزلہ تمہاری کسی نئی بدعملی ہی کی وجہ سے آیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر دوبارہ ایسا زلزلہ آیا تو تمہارے ساتھ ہرگز نہ رہوں گا۔ ❸

❶ شهيد المحراب، ص: ۲۸۸

❷ شهيد المحراب، ص: ۲۲۹

❸ فرائد الكلام، ص: ۱٤٠۔ بحواله: الداء والدواء، ابن القيم، ص: ۵۳

(۴)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا علم، علماء اور مبلغین اسلام پر خصوصی توجہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم سے شغف:

علم امت اسلامیہ کے غلبہ وقوت کا ایک اہم سبب ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی امت کو غلبہ وحکمرانی عطا کرے جو جاہل اور علم سے پیدل ہو۔ قرآنِ کریم کو بغور پڑھنے والا یہ بات واضح طور سے دیکھ سکتا ہے کہ اس میں علم کی عظمت اور حصول علم کی طرف رغبت دلانے والی آیات بھری پڑی ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت کریمہ پڑھنے اور علم حاصل کرنے کا حکم دیتی ہے:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ①﴾ (العلق: ۱)

''پڑھو اپنے اس ربّ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

اسی طرح قرآن نے علم کو کفر کے مقابل میں ذکر کیا، جو مکمل جہالت اور گمراہی ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨﴾ (الزمر: ۹)

''آپ کہہ دیجیے کیا وہ لوگ جو علم والے ہیں اور وہ جو علم والے نہیں ہیں، برابر ہو سکتے ہیں؟ بے شک اہل عقل و دانش نصیحت پکڑنے والے ہوتے ہیں۔''

اور علم ہی ایک ایسی چیز ہے جسے زیادہ سے زیادہ طلب کرنے کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے۔ [1] فرمایا:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ⑪⑭﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

''اور کہیے اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کر دے۔''

صحابہ کرام جانتے تھے کہ شریعت کا علم، اور دین کی سمجھ الٰہی نصرت و تائید کا سبب ہے، اس لیے وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرنے اور کتاب وسنت کی تعلیم سیکھنے کے حریص رہے، ان کے حصولِ علم میں خلوص وللّٰہیت تھی، انہوں نے شرعی احکام کو دلائل کے ساتھ سیکھنا چاہا۔ انہیں یقین تھا کہ علم کے ساتھ عمل ضروری ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ علم کی برکت چھین لے گا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سیکھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا

[1] التمكين للأمة الإسلامية ، ص: ٦٢

Marfat.com

تَشْبَعُ ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا .)) ❶

''اے اللہ! میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جو خوف نہ کھائے، اور ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو اور ایسی دعا سے جسے قبول نہ کیا جائے۔''

امت مسلمہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علمی گہرائی کی شہادت دی ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ اسلام کے شروع دور میں آپ امت مسلمہ کے فقیہ تھے۔ فکر وفہم کی گیرائی، تحلیل وتجزیہ کی قدرت اور استنباط کی مہارت میں آپ نے شہرت پائی۔ اللہ کے فضل وتوفیق کے بعد آپ مذکورہ جن خصوصیات واوصاف سے متصف ہوئے حقیقت میں اس ممتاز مقام ومنصب کے لیے وہ ضروری بھی تھیں۔ چناں چہ جب خلافت آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ مسلمانوں کے فقیہ بن کر ابھرے اور اسلام کی حقیقی معرفت نیز اس کی جوہر شناسی کے نتیجہ میں آپ نے اپنے اجتہادات کے ذریعے سے عدالت وثاقت کے قواعد وضع کیے، فقیہ سمجھے جانے والے صحابہ میں آپ سب سے آگے تھے۔

سلف صالحین نے آپ کے علم، سمجھ، اور شرعی احکام کی دقیق معرفت کو خوب سراہا ہے۔ آپ حدیث قبول کرنے میں بہت محتاط تھے اور صحابہ کے ساتھ علمی مذاکرہ کا اہتمام کرتے تھے۔ جن مسائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھ سکے تھے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے۔ طلب علم پر رغبت دلانے والے بہت سے اقوال آپ سے ثابت ہیں۔ اپنی رعایا کو تعلیم وتوجیہ سے نوازا، فقہ وفتویٰ کے لیے آپ نے مدینہ میں ایک گھر خاص کیا، جو بعد میں مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا اور اس سے قاضی وحکمران بن کر نکلنے لگے۔ اس مدرسہ نے صحابہ کی ایک ایسی منتخب جماعت تیار کی جنہوں نے فتوحات کے موقع پر علمی اداروں (مسجدوں) کی قیادت کی۔ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں مفتوحہ قوموں کو اسلامی تعلیم وتربیت دی۔ اس طرح علمی مدارس کی تاسیس میں سب سے پہلی اینٹ آپ نے رکھی اور یہ علمی مدارس جیسے بصرہ، کوفہ اور شام کے مدارس امت مسلمہ کے دلوں میں کافی مؤثر ثابت ہوئے۔ آپ نے مکی اور مدنی مدرسہ کو خصوصی ترقی عطا کی۔

ا: حدیث قبول کرنے میں احتیاط، علمی مذاکرہ، اور نامعلوم مسائل کے بارے میں استفسار:

حدیث قبول کرنے میں احتیاط:

ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، لیکن اجازت نہ ملی ...... شاید عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مشغول تھے ...... ابوموسیٰ اشعری واپس لوٹ گئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ اپنے کام سے

❶ صحيح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۲۲

Marfat.com

فارغ ہوئے تو کہا: کیا میں نے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کی آواز نہیں سنی؟ ان کو آنے کی اجازت دے دو۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ واپس چلے گئے۔ آپ نے ان کو بلوایا (اور واپس جانے کی وجہ پوچھی)، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم اسی بات کا حکم دیے جاتے تھے۔ (یعنی اجازت نہ ملے تو واپس ہو جائیں)، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی بات پر کوئی گواہ لاؤ۔ چناں چہ ابوموسیٰ انصار کی مجلسوں میں گئے اور ان سے پوچھا (کہ اور کسی نے اس حدیث کو سنا ہے) انہوں نے کہا: اس حدیث کی گواہی ہمارا سب سے چھوٹا آدمی دے گا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ہاں ہم اس بات کا حکم دیے جاتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میں نہیں جان سکا۔ کاروبار اور تجارت نے مجھے اس سے غافل کر دیا۔ ❶

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا، اتنے میں گھبرائے ہوئے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس ہو گیا۔ انہوں نے بعد میں مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں واپس چلے گئے؟ تو میں نے بتایا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت مانگی تھی لیکن جب اجازت نہ ملی تو میں واپس ہو گیا، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ .))

''جب تم میں کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ لوٹ جائے۔''

(میری یہ بات سن کر) عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث پر کوئی گواہ ضرور لاؤ۔ لہٰذا کیا آپ میں سے کسی نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ ابی بن کعب نے کہا: تمہارے ساتھ اس سلسلے میں گواہی دینے اس جماعت کا سب سے چھوٹا آدمی جائے گا اور پھر میں ابوموسیٰ کے ساتھ کھڑا ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ❷

علمی مذاکرہ اور نامعلوم مسائل میں استفسار:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت حاضر کی گئی جو گودنا گودتی تھی۔ آپ اٹھے اور کہا: میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں۔ گودنا گودنے کے بارے میں کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرمان سنا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں کھڑا ہوا اور کہا: ہاں، اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ .)) ❸

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۵۳

❷ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۵۳

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۹۴۶

Marfat.com

''کوئی عورت نہ گودنا گودے اور نہ کوئی عورت گودنا گدوائے۔''

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بچہ ساقط کرنے کے جرم کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت میں ایک غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اپنا کوئی گواہ لاؤ۔ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تو میں وہاں موجود تھا۔ ❷

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کا حکم پوچھا گیا جو حالت سفر میں جنبی ہو جائے اور پانی نہ پائے؟ آپ نے فرمایا: جب تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھے۔ عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! کیا وہ واقعہ آپ کو یاد نہیں جب ہم دونوں ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے اور ہم جنبی ہو گئے تھے، میں چوپائے کی طرح مٹی میں لوٹ پوٹ ہوا تھا، اور آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی، پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا:

((إِنْ كَانَ الصَّعِيدُ لَكَافِيكَ .)) ❷

''بے شک پاک مٹی تجھے کافی تھی۔'' (یعنی اس کے ساتھ تیمّم کر لیتا)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور پھر ہاتھوں سے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عمار اللہ سے ڈرو، تو انہوں نے کہا: اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث نہ بیان کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ گویا ایک سنت جو خود عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی لیکن آپ بھول گئے اور اس کے خلاف فتویٰ دے دیا اور عمار رضی اللہ عنہ کی یاد دہانی کے باوجود آپ کو یاد نہ آیا تاہم آپ نے عمار رضی اللہ عنہ کو جھوٹا نہیں کہا اور انہیں حدیث بیان کرنے کا حکم دے دیا۔ ❸

۲: طلب علم پر رغبت دلانے والے فاروقی اقوال:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بے شک جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے حالاں کہ اس کے سر پر تہامہ پہاڑ جیسے بھاری گناہ ہوتے ہیں، لیکن جب وہ علم حاصل کرتا ہے، پھر اللہ سے خوف کھاتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اپنے گھر اس حال میں واپس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اے لوگو! علماء کی مجلسوں سے دور نہ رہو۔'' ❹

آپ نے فرمایا: ''آدمی اس وقت تک مکمل عالم نہیں ہو سکتا، جب تک کہ نہ اپنے سے بڑے علماء سے حسد

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٦٩٠٦

❷ سنن نسائی، الطھارۃ: حدیث نمبر ٣١٧

❸ الفتاوٰی: ٢٠/ ١٣٥

❹ مفتاح دارالسعادۃ: ١/ ١٢٢۔ فرائد الکلام، ص: ١٣٥

Marfat.com

کرے اور نہ چھوٹے علماء کو حقیر سمجھے، اور نہ اپنے علم پر اجرت لے۔"

اور آپ کا قول ہے: "سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ سرداری کا غرور تمہیں طلب علم سے روک دے، اور تم جاہل بن کر زندگی گزارو۔" ❶

نیز آپ کا فرمان ہے کہ "علم نے اگر تمہیں فائدہ نہ دیا تو نقصان کبھی نہ پہنچائے گا۔" ❷

اور فرمایا: "ایک بابصیرت عالم دین جو حلال وحرام کو جانتا ہو، اس کی موت کے مقابلے میں ہزاروں عابدوں کا مرجانا آسان ہے۔" ❸

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: "لوگو! کتاب کا خزانہ ہوجاؤ، اور علم کے چشمے بن جاؤ، اور روزانہ اللہ سے روزی مانگو، اگر تمہارے پاس بہت زیادہ روزی نہیں تو کوئی نقصان نہیں۔" ❹

اور فرمایا: "علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، وقار اور سنجیدگی سیکھو، جس سے تم نے علم سیکھا ہے، اس سے خاکساری سے ملو اور جسے تم نے علم سکھایا ہے اس کے لیے بھی خاکسار رہو، جابر ومتکبر علماء میں سے نہ بنو کہ تمہاری جہالت کی وجہ سے تمہارا علم چلا جائے۔" ❺

آپ نے عالم کی لغزش وگمراہی سے ڈراتے ہوئے کہا: عالم کی بے راہ روی، منافق کی قرآن سے کٹ حجتی، اور گمراہ کرنے والے ائمہ کی گمراہی اسلام کو ڈھا دے گی۔ ❻

۳: مدینہ میں اپنی رعایا کی تعلیم ورہنمائی کی کوشش:

روزمرہ کی ملاقات ومعمولات کے دوران عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی کرتے رہتے تھے، اور خاص طور سے جمعہ کے دن۔ اس لیے کہ امت کی اصلاح، ارشاد اور رہنمائی میں خطبہ جمعہ کا اہم واعلیٰ کردار ہے۔ چناں چہ اسلامی تاریخ نے کئی فاروقی خطبوں کو محفوظ کیا ہے۔ ان میں سے بعض خطبوں کے اہم نکات پر یہاں ایک سرسری نظر ڈالی جارہی ہے:

آپ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"شراب کی حرمت اس وقت نازل ہوئی جب وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی: انگور، کھجور، گیہوں،

---

❶ التبيان في آداب حملة القرآن، نووي، ص: ٦٠۔ فرائد الكلام، ص: ١٦٣

❷ الزهد، إمام أحمد، ص: ١٧٤۔ فرائد الكلام، ص:١٦٨.

❸ فرائد الكلام، ص: ١٥٧۔ مفتاح دار السعادة: ١/ ١٢١

❹ فرائد الكلام، ص: ١٥٩۔ البيان والتبيين، جاحظ: ٢/ ٣٠٣

❺ أخبار عمر، ص: ٢٦٣۔ محض الصواب: ٢/ ٦٨٦

❻ محض الصواب: ٢/ ٧١٧

Marfat.com

جو اور شہد سے اور خمر (شراب) اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو مدہوش کردے اور تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں میری خواہش ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پانے سے پہلے ہمیں ان کے بارے میں بتا دیتے۔ دادا اور کلالہ (کی میراث) اور سود کے کچھ ابواب یعنی سود کی چند شکلیں۔'' ❶

ایک مرتبہ آپ نے رعایا کے حقوق اور خیر خواہی کے موضوع پر جمعہ کا خطبہ دیا، فرمایا:

''اے لوگو! بعض لالچ فقر ہے، اور بعض مایوسی غنیٰ ہے۔ تم لوگ جمع کرتے ہو اسے کھاتے نہیں اور ایسی امیدیں لگاتے ہو جنھیں پاتے نہیں۔ دنیا کی زندگی میں (آخرت کو) پیچھے چھوڑے ہوئے ہو۔ عہد نبوی ﷺ میں وحی الٰہی کے ذریعے سے تمہاری گرفت ہو جاتی تھی، جس نے کچھ چھپا لیا، اس کے بھید کا مواخذہ ہوگا اور جس نے کسی چیز کو علانیہ کیا تو اس کے ظاہر کے مطابق اس کا مواخذہ ہوگا۔ ہمارے سامنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو، باطن کو اللہ زیادہ جانتا ہے۔ اور جس نے بظاہر غلط کیا اور یہ کہا کہ میرا باطن بہتر ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے، اور جس نے علانیہ طور پر بظاہر اچھا کیا تو ہم اس کے بارے میں اچھا گمان کریں گے۔ جان لو: بعض بخل و کنجوسی نفاق کا ایک حصہ ہیں، لہٰذا اپنی جانوں (کی حفاظت) کے لیے بہتر مال خرچ کرو۔

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے۔''

اے لوگو! اپنا ٹھکانا بہتر بناؤ، اپنے معاملات کو درست رکھو، اپنے ربّ اللہ سے ڈرو، اپنی عورتوں کو قباطی (عبائیں) نہ پہناؤ، کیوں کہ اس میں اگرچہ اعضاء نظر نہیں آتے لیکن وہ نشیب و فراز کو ضرور ظاہر کرتا ہے۔ اے لوگو! میں چاہتا ہوں کہ اس حال میں میری خلاصی ہو جائے، نہ مجھے کچھ ملے اور نہ مواخذہ ہو اور امید کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے درمیان تھوڑی یا زیادہ جو بھی زندگی پائی، ان شاء اللہ حق کے مطابق کام کرتا رہوں اور یہ کہ کوئی مسلمان اللہ کے مال سے اپنا حق وحصہ پانے سے محروم نہ رہے، خواہ وہ اپنے گھر پر ہی رہا ہو اور اس کے لیے کبھی کچھ نہ کیا ہو۔ اللہ نے تمہیں جو روزی دی ہے اسے درست کرلو اور آسانی سے مل جانے والی تھوڑی روزی اس کثیر روزی سے بہتر ہے جو بہت جانفشانی سے میسر آئے اور قتل موتوں میں سے ایک موت ہے جس سے اچھے اور برے دونوں دوچار ہوتے ہیں اور شہید وہ ہے جو اللہ ہی سے ثواب کی امید رکھے اور جب تم اونٹ خریدنا چاہو تو لمبے اور مضبوط اونٹ کے پاس جاؤ اور اسے ایک لاٹھی مارو اگر وہ سخت جاں نکلے تو اسے خرید لو۔'' ❷

---

❶ الخلافة الراشدة، د/ يحيى اليحيى، ص: ۳۰۰.

❷ فرائد الكلام، ص: ۱۹۰۔ بحوالة تاريخ الطبرى.

Marfat.com

خطبہ فاروقی اور حکمت واسرار کی باتیں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکمت سے بھری باتوں سے اپنے خطبہ کا آغاز کیا، آپ نے بتایا کہ حقیقی غنا قناعت سے پیدا ہوتی ہے، اور حقیقی فقیری طمع ولالچ سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سچ ہے کہ لوگوں کے مالوں کو للچائی نگاہوں سے نہ دیکھنا ہی قناعت کی روح ہے۔ جو شخص دوسروں کے مال سے ناامید رہتا ہے وہ اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے اسی پر قانع رہتا ہے اور جو قناعت شعار ہوتا ہے وہ دوسروں سے مستغنی ہوتا ہے، خواہ فقیر ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص لالچی ہوتا ہے لوگوں کے مال پر للچائی نگاہ رکھتا ہے، وہ دل کا ہمیشہ فقیر ہوتا ہے، خواہ وہ مال دار ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا مال اسے دوسروں سے بے نیاز نہیں کرتا اس لیے کہ اصل بے نیازی و مال داری دل کی بے نیازی و مال داری ہوتی ہے اور عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی ضرورت سے زیادہ دنیا کا طالب نہ بنے، اور اس کی دنیوی امیدیں دوسروں کی ملکیت وجائداد سے نہ معلق ہوں۔ دنیا کو اس نظر سے دیکھے کہ یہ زوال کا گھر ہے۔ دنیا کی کشش اور چمک دمک دیکھ کر اس سے دھوکا نہ کھائے۔ [1]

لوگوں کے ظاہر کو دیکھنا اور باطن کو چھوڑنا:

اس خطبہ میں اس عمل کا ثبوت بھی ہے جس پر سلسلہ وحی منقطع ہونے کے بعد نظاماً عمل ہوتا چلا آ رہا تھا کہ لوگوں کے ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا اور باطن اللہ کے حوالے ہے۔ نیز اس خطبہ میں اشارہ ہے کہ قاضی و حاکم دلوں کے بھیدوں کا فیصل وحاکم نہیں ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔ ہاں وہ لوگوں کے ظاہری کردار وعمل کی اصلاح کا حاکم ہے اور جب لوگوں کا ظاہر درست اور صالح ہوگا تو انہی سے درست اور صالح معاشرہ بھی وجود میں آئے گا۔ اور پھر جب معاشرہ کا ظاہر بہتر ہوگا اور فواحش ومنکرات کھلے عام نہیں ہوں گے، فسق وفجور کو انجام دینے والے آزاد نہ ہوں گے، ایسی صورت میں معاشرہ کے ظاہر پر حکم لگایا جائے گا، اگرچہ اس میں کچھ ایسے لوگ ہوں جن کا باطن برا ہو۔ اس لیے کہ صلاح اور اخلاقی خوبیاں جب تک معاشرہ میں باقی رہتی ہیں معاشرتی عادات ومراسم بھی اپنے نظام کے مطابق انجام پاتے رہتے ہیں، لیکن جو انحرافات اور اخلاقی خرابیاں مخفی ہوتی ہیں اسلامی معاشرہ بہرحال انہیں قبول نہیں کرتا اور پھر سماج کے ناسور اور بدکردار چھپنے اور الگ تھلگ رہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

بعض بخل نفاق کا حصہ ہیں:

آپ کے فرمان: ''جان لو کہ بعض بخل نفاق کا حصہ ہیں'' کا عکس ان لوگوں میں صاف نظر آتا ہے جو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے پیچھے رہتے ہیں حالاں کہ وہ بین الاقوامی اور قومی وملکی سطح پر دیکھتے ہیں کہ ان پر کفار ظلم وستم کرتے ہیں، ان کی آبرو ریزیاں ہو رہی ہیں اور بستیوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ ان حالات میں اگر یہ مظلومین

---

[1] التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲٦٦

Marfat.com

جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو بہت تھوڑے مسلمان ان سے مالی تعاون کرنے کے لیے آگے آتے ہیں۔ گویا جو مسلمان بخل و کنجوسی کے مرض میں مبتلا ہیں ان کے اندر عملی نفاق ہے اور یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ ❶

میں چاہتا ہوں کہ برابر برابر چھوٹ جاؤں نہ مجھے کچھ ملے اور نہ میرا مواخذہ ہو:

آپ کا یہ زرّیں کلام گھلا دینے والے احساس اور ادائیگی ذمہ داری کے پورے پورے تصور کی عکاسی کرتا ہے۔ ولایت وحکومت کا بوجھ اٹھانا بلندترین اعمال صالحہ میں سے ایک عظیم عمل کی طرف پیش قدمی ہے، لیکن اس میں خطرناک بھول اور لغزشوں کا اندیشہ بھی ہوتا ہے جو حاکم وقت کو کبھی کبھار بدترین عمل کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔ کتنے ایسے حاکم وذمہ دار گزرے ہیں جو اپنے ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں محاسبۂ نفس کے ذریعے انسانوں میں اور اللہ کے نزدیک ذکر خیر کے مستحق بنے اور کتنے ایسے ذمہ دار وحکام گزرے ہیں کہ جن کا کام اس کے بالکل برخلاف تھا، اس لیے کہ انہوں نے اپنے نفس کی پیروی کی اور انسانوں کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی پر مقدم کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ تاریخ کی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے عدل وانصاف کی کامل اور سچی تصویر پیش کی، لیکن اس کے باوجود آپ مذکورہ بات فرما رہے ہیں۔ یہ خوفِ الٰہی کا ہی نتیجہ ہے کہ حکومت سنبھالنے کے اجر وصلہ کو بھلا بیٹھے تاکہ اگر کوئی کار گناہ ہو گیا ہو تو وہ صاف ہو جائے۔ ❷

آپ کے حکیمانہ اقوال جو لوگوں میں ضرب المثل بن گئے:

آپ نے فرمایا: ''جس نے اپنے راز کو راز رکھا اس کی بھلائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور جس نے خود کو مقام تہمت پر کھڑا کیا تو وہ اپنے ساتھ بدظنی کرنے والے کو ملامت نہ کرے اور اگر تمہارے بھائی کی زبان سے تمہارے حق میں کوئی بری بات نکل گئی اور تمہیں اس میں خیر کا کوئی پہلو نظر آ رہا ہے تو اس کے ساتھ ہرگز بدگمانی نہ کرو۔ اپنے بھائی کے معاملہ کو بھلائی پر محمول کرو، یہاں تک کہ اس کے خلاف کوئی چیز دیکھ لو اور زیادہ قسمیں نہ کھاؤ کہ اللہ تمہیں رسوا کر دے اور جس نے تمہارے حق میں برا کیا اسے تم اسی طرح کا برا بدلہ نہ دو، بلکہ اس کے حق میں بھلائی کا مظاہرہ کرو اور سچے بھائیوں کو دوست بناؤ، ان کو خوش رکھو، اس لیے کہ وہ لوگ آسانی میں زینت اور مصیبت میں زادِ راہ ہیں۔'' ❸

یہ ہیں عمر رضی اللہ عنہ کی حکیمانہ باتیں، کہ ہر حکمت تربیت کی دنیا میں ایک نیا افق ہے۔ ان حکیمانہ اقوال پر کچھ مفید تعلیق بھی پیش خدمت ہے:

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲٦۷

❷ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲٦۷

❸ تاریخ دمشق: ٤٤/ ۳۵۹۔ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲۷۰

Marfat.com

جس نے اپنا راز راز رکھا، بھلائی اس کے ہاتھ میں رہی:

اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک انسان کا راز اس کے دل میں پوشیدہ ہوتا ہے خود اپنی ذات کا حاکم ہوتا ہے، لیکن اگر کسی ایک یا زیادہ لوگوں کو اپنے راز کی بات بتا دی اور مصلحت اس بات میں سمجھتا ہے کہ راز فاش نہ ہو تو اس راز کو واپس لینے کی اس میں طاقت نہیں ہے۔

جس نے خود کو مقام تہمت پر کھڑا کیا وہ اپنے ساتھ بدظنی کرنے والوں کو ملامت نہ کرے:

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان دوسروں سے پہلے خود اپنا مالک ہے، لہٰذا اس پر ضروری ہے کہ بقدر استطاعت خود کو تہمت کی جگہوں سے دور رکھے اور جب اسے یہ محسوس ہو کہ کچھ لوگ ہمارے عمل سے ہماری نیت کے خلاف کوئی دوسری چیز مراد لے رہے ہیں تو اگرچہ خود ثقہ مند لوگوں میں شمار ہوتا ہو اور معاشرہ میں اچھی شہرت ہو پھر بھی فوراً حقیقت حال سے باخبر کر کے شبہ کا ازالہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے کہا تھا جنہوں نے آپ کو رات میں عورت کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا تھا کہ

((علی رسلکما انها صفية بنت حُيي .)) ❶

''ٹھہرو، یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہیں۔''

اگر تمہارے بھائی کی زبان سے تمہارے حق میں بری بات نکل گئی اور تمہیں اس میں خیر کا پہلو نظر آرہا ہے تو اس کے ساتھ ہرگز بدگمانی نہ کرو:

بدظنی سے بچنے کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کتنی اہم توجیہ و رہنمائی ہے۔ ہر مسلمان سے شرعاً مطلوب ہے کہ تمام مسلمانوں سے حسن ظن رکھا جائے اور اس کی جو باتیں یا کلمات بظاہر غلطی پر مبنی ہیں انہیں صحیح معنوں پر محمول کرنے کی کوشش کی جائے، الا یہ کہ وہ باتیں خالص برائی پر ہی مشتمل ہوں۔ پس یہی ہر مسلمان سے مطلوب ہے جب کہ ساتھ ہی اسے اپنے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں چوکنا بھی رہنا چاہیے، تاکہ حسن ظن کی بنا پر کہیں وہ مار نہ کھا جائے۔ ❷

زیادہ قسمیں نہ کھاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کردے:

اللہ کی قسم کھانا اس کی تعظیم ہے، لہٰذا اگر بقدر ضرورت اور اللہ کی تعظیم نیز اس کے خوف وخشیت کی نیت سے قسم کھائی جائے تو اللہ کی توحید اور اس کی عظمت وجلال کا اعتراف ہوتا ہے، لیکن اگر مسلمان کثرت سے یہاں تک کہ گھٹیا سے گھٹیا چیزوں میں بھی قسمیں کھاتا ہے تو اس قسم میں اللہ کی تعظیم نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین اور اس کی جلالت کا انکار ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بکثرت قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے

❶ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲۷۱

❷ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲۷۱

Marfat.com

والا، خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی ذلت ورسوائی کا سامنا کرتا ہے اور جسے اس رسوائی کا سامنا کرنا پڑا وہ کھلے ہوئے نقصان وخسارہ میں ہوگیا۔

جس نے تمہارے حق میں برا کیا اسے اسی طرح برا بدلہ نہ دو، بلکہ اس کے حق میں بھلائی کا مظاہرہ کرو:

اگر آپ کا کسی سے جھگڑا واختلاف ہو اور مخالف تمہاری وجہ سے اللہ کی نافرمانی کرے، بایں طور کہ تم پر دست درازی کرے، یا تمہاری بے عزتی کرے، یا تمہارا مال لے لے، تو اس سے بہتر بدلہ اسے یہ دو کہ اس کے حق میں بھلائی کا مظاہرہ کرو، یعنی جھگڑے واختلاف کے اسلامی آداب کی رعایت کرو اور اپنے مسلمان بھائی کے حق کی حفاظت واحترام کرو۔ جس گھٹیا پن میں اس نے تمہیں مخاطب کیا ہے اسی درجہ میں اتر کر تم اس کا جواب نہ دو، اور اگر معاف کردو اور اپنے حق سے تنازل کرلو تو یہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہوگی۔

سچے بھائیوں کو دوست بناؤ:

جی ہاں! بہت سے ایسے بھائی ہیں جو تمہارے حقیقی بھائی نہیں ہیں۔ ہاں سچے بھائی وہ ہیں جن کے دل خالص تقویٰ کی بنیاد پر محبت کرتے ہیں۔ وہ لوگ حقیقی بھائیوں سے زیادہ قربانی دینے والے اور احسان کرنے والے ہوتے ہیں۔ (بشرطیکہ حقیقی بھائی اس طرح نہ ہوں۔) پس آسانی وسکون کے وقت سچے بھائیوں کی دوستی انسان کے لیے باعث سعادت ہے۔ وہ ان سے مل کر خوش ہوتا ہے، اور نیکی، احسان نیز اصلاح ورہنمائی کے کاموں میں ان کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور جب مصیبت آجاتی ہے تو انہیں پوری قوت کے ساتھ حاضر پاتا ہے۔ اس طرح وہ لوگ اپنے بھائیوں کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، مال خرچ کرنے اور قربانی دینے میں مقابلہ کرتے ہیں اور مشکل سے مشکل کاموں کی انجام دہی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ انہیں کتنی ہی سخت ضرورت کیوں نہ ہو۔ ❶

یہ ہیں چند فاروقی حکیمانہ اقوال جو لوگوں میں ضرب المثل بن چکے ہیں۔ عربی ادب کے ناقدین آج تک متنبّی کے حکیمانہ اقوال کو حیرت واستعجاب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس نے اپنے دور میں انسانی تجربات کا خلاصہ پیش کردیا ہے۔ حالاں کہ متنبّی کے حکیمانہ اقوال کسی اعتبار سے اس لائق نہیں ہیں کہ انہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اقوال کے ساتھ ذکر کیا جائے یا کسی میدان میں ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ متنبّی نے اپنے حکیمانہ اقوال میں لوگوں کے تجربات کی تلخیص واختصار کیا ہے، جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لوگوں کے لیے خود وضع کیا ہے۔ آپ کی جو باتیں حکومت، عدلیہ یا اخلاقیات کے لیے دستوری درجہ رکھتی ہیں وہ مکمل دستور تھیں، لیکن انہیں طویل رپورٹوں کی شکل میں پیش نہیں کیا گیا اور نہ قانونی زبان میں انہیں تحریر کیا گیا۔ وہ دستور

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۲۰/ ۲۷۲

Marfat.com

لوگوں کے سامنے حکیمانہ اقوال اور مثالی نقوش کی شکل میں اور ایسی زبان میں اور رائج رہا جس کے بیان و وضاحت کی کوئی انتہا نہیں۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ ''تم نے کب سے ان کو غلام بنا لیا ہے، حالاں کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا؟''

اور یہ قول کہ ''اس معاملہ کے لیے نرمی ہی مناسب ہے مگر وہ نرمی جس میں کمزوری نہیں اور سختی مناسب ہے، مگر وہ سختی جس میں ظلم و جبر نہیں۔''

اور یہ فرمان کہ ''میں امارت کے لیے ایسا آدمی چاہتا ہوں کہ اگر وہ قوم میں قوم کا امیر بن کر رہے تو خود کو اسی کا ایک فرد سمجھے اور اگر ان میں بلا امارت کے ہو اور انہی کا ایک فرد ہو تو خود کو امیر سمجھے۔''

اور حکمرانوں کے بارے میں آپ کا یہ قول کہ ''میں طاقت ور کے ظلم اور پرہیز گار کی درماندگی کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں۔''

نیز آپ کا یہ کہنا کہ ''جو برائی کو نہیں پہچانتا وہ زیادہ قریب ہے کہ اس میں واقع ہو جائے۔''

اور آپ کا یہ فرمان کہ ''میں دغا باز نہیں ہوں اور نہ کوئی دغا باز مجھ کو دھوکا دے سکتا ہے۔'' [1]

اور آپ کا یہ زرّیں قول کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا اس پر مدد کی اور جس کام سے منع کیا اس سے بے نیازی بھی عطا کی۔'' [2]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مدینۃ النبی کو فقہ و فتاویٰ کا مرکز بنانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اس وقت مدینہ اسلامی ریاست کا دارالخلافہ اور خلافت اسلامیہ کا مرکز تھا۔ وہیں پر صحابہ کرام اسلامی احکام کے استخراج و استنباط میں سرتوڑ کوشش کرتے تھے۔ جو فتوحات کی کثرت اور اسلامی دائرۂ حکومت کی وسعت کے بعد اسلامی معاشرہ میں پیدا ہونے والے جدید حالات کی ایک ضرورت تھی۔ دیگر شہروں کے مقابلے میں مدینہ کا ایک مخصوص و ممتاز مقام تھا، مدنی معاشرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گزاری اور اسی سماج میں آپ کے ہاتھوں سے ان غنچوں کی تربیت ہوئی تھی، جو خیر امت تھے اور لوگوں کی اصلاح کے لیے تھے۔ اس خصوصیت کی بنا پر کوئی دوسرا معاشرہ مدنی معاشرے کا ہم سر نہیں ہوسکتا، نیز مدت خلافت کے ابتدائی دس سالوں تک منفرد ذاتی خصوصیات اور کامیاب حکومتی سیاست کے ساتھ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی کا ایک بڑا اثر یہ ہوا کہ پہلی اور دوسری صدی میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث و فقہ اور قانون شریعت کا پہلا مدرسہ بن کر سامنے آیا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ...... خصوصاً ان صحابہ کا جنہوں نے ابتدائی

---

[1] أخبار عمر، ص: ۲۱۲

[2] أدب الدنیا والدین، ماوردی، ص: ۳۱۱۔ فرائد الکلام، ص: ۱۱۱

Marfat.com

مرحلہ میں اسلام کی طرف سبقت کی تھی ...... انسٹیٹیوٹ (ایوان علم وفن) تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بھلائی اور اس ضرورت کے پیش نظر ان کو اپنے پاس روک لیا تھا کہ امت کے مسائل کی سیاست وتدبیر میں وہ لوگ آپ کے معاون ہوں گے۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے علم سے فائدہ اٹھانے اور ان کے مشورہ وخیالات سے رہنمائی حاصل کرنے کی نیت سے ان کے اخلاص پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے پاس روکا تھا۔ اس طرح ان صحابہ کرام کا علم مدینہ میں باقی رہا اور فتویٰ دینے والے فقہاء صحابہ کی تعداد (۱۳۰) تک پہنچ گئی۔ کثرت سے فتویٰ دینے والے سات لوگ تھے۔ ان کے نام ہیں: عمر، علی، عبداللہ بن مسعود، عائشہ، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابومحمد بن حزم کا کہنا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے فتویٰ کی الگ الگ ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ ❶

اور جن صحابہ کے فتاویٰ متوسط تعداد ومقدار میں ہیں ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لیے کہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مختصر مدت تک زندہ رہے، پھر وفات پا گئے۔ اسی طرح اس زمرہ میں ام سلمہ، انس بن مالک، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، عثمان بن عفان، عبداللہ بن زبیر، ابوموسیٰ اشعری، سعد بن ابی وقاص، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، عمران بن حصین، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ الگ الگ چھوٹی چھوٹی جلدیں ان کے فتاویٰ کی تیار ہوسکتی ہیں۔ ❷

مذکورہ افراد میں سے اکثر لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ ہی میں رہے، صرف وہی لوگ باہر گئے جنہیں اسلامی حکومت کی وسعت کے نتیجہ میں، مفتوحہ ممالک کے باشندگان کو قرآن واحادیث نبوی کی تعلیم دینے کی غرض سے عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیمی یا جہادی مہم پر بھیج دیا تھا۔ درحقیقت فاروقی سیاست ہی کے نتیجہ میں مدینہ مرکز علم وفقہ، اور دانشوران ومشیرگان کا شہر بنا، اس فاروقی سیاست کی کامیابی پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ واقعہ واضح ثبوت ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے میں چند مہاجرین کا استاد تھا، میرے شاگردوں میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے، ایک مرتبہ جب میں ''منیٰ'' میں ان کی قیام گاہ پر تھا تو اس وقت وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور یہ عمر رضی اللہ عنہ کا آخری حج تھا۔ عبدالرحمٰن میرے پاس آئے اور کہا: اگر آپ اس آدمی کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ فلاں آدمی کی خبر لیں گے؟ وہ کہتا ہے: اگر عمر فوت ہوجاتے تو میں فلاں سے بیعت کر لیتا، اللہ کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہنگامی حالت میں ہوئی تھی اور پوری ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میں ان شاء اللہ آج شام کو لوگوں کے درمیان ایک تقریر کروں گا اور سب کو ان لوگوں سے خبردار کروں گا جو مسلمانوں کی حکومت کو ان سے غصب کرنا چاہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے

❶ المدينة النبوية فجر الإسلام والعصر الراشدي: ٢/ ٤٥

❷ المدينة النبوية فجر الإسلام والعصر الراشدي: ٢/ ٤٥

Marfat.com

کہا: نہیں، امیر المومنین ایسا نہ کیجیے، کیوں کہ یہ حج کا موسم ہے اس میں جاہل، گنوار اور نالائق طبیعت کے لوگ بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ جب آپ تقریر کرنے کھڑے ہوں گے تو یہی لوگ آپ کے نزدیک ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کوئی بات کسی مقصد سے کہیں اور لوگ اسے اوپر ہی سے لے اڑیں۔ نہ تو اس کی حقیقت سمجھیں اور نہ ہی صحیح معنی ومراد پر محمول کریں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ابھی آپ کچھ نہ کہیں یہاں تک کہ مدینہ پہنچ جائیں۔ اس لیے کہ وہ دارالہجرت اور دارالسنہ ہے۔ پھر وہاں آپ شرفاء اور سمجھ بوجھ والے لوگوں کو بلائیں اور جو کہنا ہو وہاں پورے اعتماد اور قوت سے کہیں تا کہ اہل علم آپ کی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اس کو صحیح معنی ومراد پر محمول کریں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنیے، اللہ کی قسم! ان شاء اللہ مدینہ پہنچنے کے بعد میں سب سے پہلے یہی کروں گا۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ "مدینہ والے ہی علم وفہم اور دانائی کے مالک ہیں، اس لیے کہ عمر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما مدینہ والوں کی اس خصوصیت پر متفق تھے۔" آگے فرماتے ہیں کہ "یہ استدلال صرف ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تھے، نیز جو صحابہ مدینہ والوں کے ہم پلہ تھے ان کا بھی یہی حکم ہے اور معلوم ہوا کہ مذکورہ اختصاص سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر دور میں مدینہ کے ہر فرد کی یہی خصوصیت باقی رہے۔" ❷

بہر حال معاشرتی ترقی اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ ساتھ جن علمی مراکز و مدارس کا وجود ہوا ان کی نشوونما اور تعمیر وترقی میں اس فاروقی دور کا زبردست اثر رہا، عمر رضی اللہ عنہ کے مدرسہ کے شاگرد مدینہ میں رہے اور مدینہ میں اپنے علم کی نشر واشاعت کی، پھر ان شاگردوں کے شاگرد تیار ہوئے جو سرچشمۂ علم نبوت سے قریب ہونے اور مدنی ماحول میں زندگی گزارنے کی وجہ سے عظیم ترین شخصیتوں کے مالک ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے بعض شاگردوں کو نومسلموں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے دور دراز کے مفتوحہ علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ اس طرح مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وفقہ میں ایک اونچا مقام پایا اور اس کے مدرسہ نے مفتوحہ علاقوں اور نوتشکیل شدہ مدرسوں مثلاً بصرہ اور کوفہ کے مدارس کی تعمیر وترقی میں کافی اثر دکھایا۔ مدینہ کی فقہی وعلمی مرکزیت کو ان مراحل میں سمجھا جاسکتا ہے:

مدینہ مہبط وحی وتشریع تھا، خلفائے راشدین کے دور خلافت تک کوئی شہر اس کا مقابل نہ تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں مدینہ فقہاء صحابہ کا مرکز تھا، ان میں سب سے آگے عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

۳۵ھ میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے، اور علی رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہوگئے، لیکن مدینہ علماء ومفتیانِ صحابہ کا علمی مرکز بنا رہا، اس لیے کہ وہاں جو فقہاء صحابہ مقیم تھے وہ لمبی عمر تک زندہ رہے، پچاس سالوں سے زیادہ اور سو سال

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ٦٨٣٠

❷ فتح الباری: ١٢/ ١٥٥۔ المدینۃ فجر الاسلام: ٢/ ٤٦

Marfat.com

سے کچھ ہی کم اکثر کی زندگی رہی۔ وہ صحابہ تھے: عائشہ، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، اور سعد بن ابی وقاص وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

مدینہ ہی میں کبار تابعین کا مدرسہ بھی وجود میں آیا۔ ان میں سات ایسے فقہاء تھے کہ تمام اسلامی شہروں میں کہیں ان کی کوئی نظیر و مثیل نہ تھی۔ شاعر نے ان ساتوں کو ایک ساتھ ذکر کر دیا ہے:

ألا كل من لا يقتدي بأئمة
فقسمته ضيزى عن الحق خارجة

''سن لو! جو شخص اپنے پیشواؤں کی پیروی نہیں کرتا، اس کی تقسیم بڑی ناانصافی پر مبنی ہے اور حق سے خارج ہے۔''

فخذهم عبيد الله عروة قاسم
سعيد أبوبكر سليمان خارجة

''جان لو وہ پیشوا حضرات عبیداللہ، عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان اور خارجہ ہیں۔''

ان کے بعد تابعین کا دوسرا طبقہ یعنی صغار تابعین کا دور آیا، یہ لوگ دوسری صدی کے نصف اول کے اواخر تک زندہ رہے، ان لوگوں میں ابن شہاب زہری، نافع بن اسلم، اور یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔

پھر امام مالک رحمہ اللہ کا دور آیا، آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ آپ چھوٹے اور بڑے تمام گزرے ہوئے تابعین کے علم کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

مدینہ والوں کے علم کی فوقیت کا اعتراف اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ دوسرے شہروں کے لوگ حجاز والوں کے علم کے محتاج تھے۔ حصول علم کے لیے انہوں نے مدینہ کا سفر کیا، جب کہ یہ تمام چیزیں کسی دوسرے شہر کے لیے نہیں کی گئیں، اسلامی شہروں کے علماء نے حصول علم کے لیے مدینہ کا سفر کیا اور اپنے علم و صلاحیت کو اپنے اساتذہ و علماء کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح وہی اساتذہ ہی اس سلسلہ میں مرجع ہوا کرتے تھے۔ مدینہ کے علماء دیگر شہروں میں قاضی اور معلم بن کر گئے۔ [1] اور آغاز ان لوگوں سے ہوا جنہیں شام اور عراق کی فتح کے بعد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں اس لیے بھیج دیا تھا تاکہ لوگوں کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سکھائیں، چناں چہ عبداللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان، عمار بن یاسر، عمران بن حصین، اور سلمان فارسی وغیرہم رضی اللہ عنہم عراق گئے، اور معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، ابودرداء، اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہم جیسے لوگ شام گئے۔ اور آپ کے پاس عثمان، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب، محمد بن مسلمہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے لوگ ہی رہ گئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس وقت عراق میں رہنے والے صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے وہاں فتویٰ دیتے

[1] المدينة النبوية فجر الإسلام والعصر الراشدي: ٢/ ٤٧

Marfat.com

تھے۔ پھر مدینہ آتے اور مدینہ کے علماء سے اپنے فتویٰ کے بارے میں استفسار کرتے، وہ انہیں ان کے فتویٰ سے رجوع کرنے کو کہتے، آپ واپس عراق جاتے اور انہیں صحیح بات بتاتے۔ ❶

مدنی مدرسہ نے دیگر مدارس پر بھی اپنا اثر چھوڑا، جس کے نتیجہ میں کوفہ کے علاوہ بقیہ تمام مسلم علاقے علمائے مدینہ کے تابع تھے، علم کے میدان میں خود کو ان کے برابر نہیں سمجھتے تھے، مثلاً شام ومصر کے علماء جیسے امام اوزاعی اور ان سے پہلے وبعد کے دیگر علماء، جیسے لیث بن سعد اور ان سے پہلے وبعد کے دیگر مصری علماء، ان لوگوں کے نزدیک اہل مدینہ کے عمل کی تعظیم اور ان کے قدیم مسلک کی اتباع ظاہر اور واضح ہے۔ اسی طرح بصرہ کے علماء جیسے ایوب، حماد بن زید، عبدالرحمٰن بن مہدی اور ان جیسے دوسرے علماء۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ شہروں میں اہل مدینہ کے مسلک کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ❷

مدنی مدرسہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ دیگر شہروں کے لوگ مدینہ والوں کے علم پر بھروسا کرتے تھے اور ہر علم وفتویٰ پر اسے مقدم رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن حسن شیبانی جب لوگوں کو امام مالک کی روایت سے حدیث سناتے تو آپ کا گھر کھچا کھچ بھر جاتا اور جب امام مالک کے علاوہ دوسرے کی روایت سے حدیث سناتے تو بہت کم لوگ حاضر ہوتے۔ آپ نے یہ صورت حال دیکھ کر فرمایا: اپنے ساتھیوں کو برے ناموں سے یاد کرنے والا تم سے بڑھ کر میں کسی کو نہیں جانتا۔ جب میں تم کو مالک کی سند سے حدیث سناتا ہوں تو جگہ مجھ پر تنگ کر دیتے ہو اور جب تمہارے ساتھیوں کی سند سے تم کو کچھ سناتا ہوں تو کراہت محسوس کرتے ہوئے تم حاضر ہوتے ہو۔ ❸

مدینہ والوں کے علاوہ جس نے جتنا مدینہ والوں سے علم حاصل کیا اسی تناسب سے وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، وہ لوگ مدینہ والوں ہی کے علم کو برتری کا معیار شمار کرتے ہیں۔ چناں چہ مکہ والوں میں سے مجاہد اور عمرو بن دینار وغیرہ علماء کا کہنا ہے کہ ہمارا (علمی وفقہی) مقام تقریباً ایک دوسرے کے برابر تھا، یہاں تک کہ عطاء بن رباح مدینہ گئے اور جب وہاں سے لوٹے تب ان کی فضیلت ہم پر واضح ہوئی۔ ❹

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ جن فقہی ذخائر سے مالا مال ہوا بہرحال اس کا سبب عمر رضی اللہ عنہ کی الہام یافتہ شخصیت ہی تھی۔ ان کے حق میں اس کامیابی کی گواہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دے دی تھی جب کہ دیکھا کہ وہ بیشتر باتوں میں رب کی مرضی کے مطابق رائے ومشورہ دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی ملک کے دارالخلافہ میں ایسا مدرسہ تعمیر کیا تھا جس سے علماء، مبلغین، دعوتی کارکن، حکمران اور قاضی وجج

❶ الفتاوی: ۲۰/ ۱۷۲
❷ الفتاوی: ۲۰/ ۱۷٤
❸ المدینة النبویة فجر الإسلام والعصر الراشدی: ۲/ ٤۸
❹ المدینة النبویة فجر الإسلام والعصر الراشدی: ۲/ ٤۸

Marfat.com

فارغ ہوئے اور عالم اسلام میں پائے جانے والے اوّلین علمی مدارس میں ہمیں اس فاروقی مدرسہ کا کافی اثر نظر آ رہا ہے، اس لیے کہ تمام موسسین مدارس و مراکز علمیہ تقریباً فاروقی فقہ و بصیرت سے متاثر ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب ان علمی مدارس کے بارے میں مختصراً معلومات قارئین کی پیش خدمت ہیں:

ا: مکی درس گاہ:

مسلمانوں کے دلوں میں مکی مدرسہ کا بڑا احترام تھا، خواہ وہ مکہ کے باشندے ہوں یا بلد حرام کی زیارت کرنے والے اور حج وعمرہ کرنے والے، ہر مومن جس نے مکہ کو دیکھا یا اسے دیکھنے کی کوشش کی، اس کے دل کو اپنی طرف موڑ لیا۔ صحابہ کرام کے زمانے میں مکہ میں علم کا زور کم تھا، لیکن ان کے آخری اور تابعین کے ابتدائی دور میں نیز تبع تابعین جیسے ابن ابی نجیح، اور ابن جریج [1] کے زمانے میں مکہ میں علم کا زور ہوا۔ البتہ مکہ کو یہ خصوصیت ملی کہ اسے ترجمان القرآن اور حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جن کی تمام تر توجہات اور کوششیں علم تفسیر پر مرکوز تھیں اور اپنے شاگردوں کو اسی کی تربیت دیتے تھے۔ پھر تابعین میں ایسے ائمہ وعلماء پیدا ہوئے جو دیگر تفسیری مدارس کے طلبہ پر سبقت لے گئے۔ علمائے محققین نے اس مکی مدرسہ کی برتری اور نمایاں کارکردگی کے اسباب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی امامت واستاذی کو کلیدی مقام دیا ہے۔ [2] اور جن اسباب نے قرآنِ مجید کی تفہیم وتفسیر کے باب میں ان کو دوسرے صحابہ سے ممتاز کیا ان اسباب کو بھی ذکر کیا۔ مختصراً وہ اسباب یہ ہیں:

- ان کے حق میں دین کی سمجھ اور علم تفسیر قرآن کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا فرمانا۔
- کبار صحابہ سے علم سیکھنا۔
- اجتہاد کی صلاحیت اور استنباط پر قدرت نیز تفسیر سے خصوصی شغف۔
- منفرد ومخصوص انداز میں اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت۔
- علم کی نشر واشاعت کی دُھن اور اس کے لیے دور دراز کا سفر کرنا۔
- تاخیر سے وفات ہونا۔
- عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کی قربت۔ [3]

اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اندر شرافت اور ذہانت وفطانت کی علامتیں دیکھیں تو ان پر خصوصی توجہ دی، انہیں اپنی مجلس میں بلاتے اور اپنے قریب بٹھاتے، ان سے مشورہ کرتے، جہاں قرآنی آیات میں اشکال ہوتا ان کے بارے میں استفسار کرتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما چوں کہ ابھی نوجوان لڑکے تھے اس لیے اس

---

[1] الإعلان والتوبيخ لمن ذم التاريخ، ص: ۲۹۲

[2] تفسير التابعين، د/ محمد الخضرى: ۱/ ۳۷۱

[3] تفسير التابعين، د/ محمد الخضرى: ۱/ ۳۷۴۔ ۳۹۵

Marfat.com

اعزاز وتکریم سے ان کو آگے بڑھنے اور علم حاصل کرنے کا حوصلہ ملتا، بلکہ دیگر علوم کے ساتھ تفسیر قرآن کے علم میں خوب محنت کرتے۔ عامر شعبی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین تم کو قریب رکھتے ہیں، تمہارے ساتھ تنہا بھی ہوتے ہیں، اور دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں، اس لیے تم میری تین باتیں یاد رکھنا: اللہ سے ڈرنا، ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا، وہ کبھی تم کو جھوٹا نہ پائیں، ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اکابر صحابہ کی مجلس میں بھی لے جاتے تھے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ نے ان میں قوت فہم، سلامتی فکر اور استنباط کی باریکیوں کو پہچاننے کی صلاحیت کو بخوبی جان لیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری بھی رائے معلوم کرتے تھے اور مجھ سے کہتے تھے: تم اس وقت تک کچھ نہ کہو جب تک کہ وہ لوگ اپنی کوئی رائے نہ دے دیں اور جب میں کوئی رائے دیتا تو آپ کہتے: تم سب مل کر مجھے وہ مشورہ نہ دے سکے جو اس نوعمر ونا تجربہ کار بچے نے دیا ہے۔ ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے احترام مجلس وآداب بزرگان کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی ایسی مجلس میں ہوتے جس میں ان سے بزرگ لوگ موجود ہوتے تو ان کی اجازت کے بغیر ایک لفظ نہ بولتے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس خاموشی کو محسوس کرتے تھے چناں چہ ان کے علم کی ہمت افزائی کرتے، اور انہیں بولنے پر ابھارتے۔ ❸ جیسے کہ اس کی مثالیں آیت کریمہ: ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ (البقرة: ٢٦٦) اور ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ①﴾ (النصر: ١) کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ایک علمی مجلس ہوتی تھی جس میں نوجوانوں کی علمی باتیں سنتے اور انہیں علم سکھاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان نوجوانوں میں آگے آگے رہتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن زید بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جب اشراق کی نماز سے فارغ ہوتے تو کھجوریں خشک کرنے والے اپنے کھلیان میں جاتے اور قرآن پڑھنے والے نوجوانوں کو بلواتے، ان میں ابن عباس بھی ہوتے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ سب آتے اور دوپہر تک قرآن پڑھتے پڑھاتے اور دوپہر کے وقت آپ گھر واپس لوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ وہ سب قرآن پڑھتے ہوئے جب اس آیت سے گزرے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝٢٠٦﴾

(البقرة: ٢٠٦)

---

❶ الحلية: ١/ ٣١٨۔ تفسير التابعين: ١/ ٣٧٦

❷ المستدرك: ٣/ ٥٣٩ حاکم نے اس کی سند کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

❸ تفسير التابعين: ١/ ٣٧٧

Marfat.com

''جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر اسے تعصب اور گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ انتہائی برا ٹھکانہ ہے۔''

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ (البقرة: ٢٠٧)

''حالاں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا مندی کی طلب میں اپنی جان تک گنوا دیتے ہیں اللہ بندوں کے ساتھ بڑا شفیق ہے۔''

تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے بعض ساتھیوں سے کہا: دونوں آپس میں لڑ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن لی، پوچھا: ابن عباس! تم نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: کچھ نہیں امیر المومنین! آپ نے کہا: نہیں بتاؤ تم نے کیا کہا؟ کہ دونوں آپس میں لڑ گئے؟ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اصرار دیکھا تو کہا: میں اس آیت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک شخص کو جب اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ تکبر کی وجہ سے تعصب اور گناہ کرنے لگتا ہے، اور ایسے آدمی کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی رضا مندی چاہنے کے لیے اپنی جان تک گنوانے کے لیے تیار ہے، اور یہ شخص جو رضا کا طالب ہے وہ متکبر کو اللہ کے تقویٰ کا پابند بنانا چاہتا ہے، لیکن وہ متکبر اس کی نصیحت کو نہیں مانتا، بلکہ غرور و تکبر کی وجہ سے مزید گناہ کے کام کرنے لگتا ہے اور جب وہ ناصح کی بات نہیں مانتا تو ناصح سوچتا ہے کہ چلو، میں ہی اللہ کے راستہ میں اپنی جان کی تجارت کرتا ہوں، اور پھر وہ لڑ جاتا ہے۔ اس طرح دو لوگ آپس میں جدال و قتال کرنے لگتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: آفرین آپ کے علم پر، اے ابن عباس! ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب قرآن کے بارے میں کچھ پوچھتے تو کہتے: غوطہ لگانے والے نے غوطہ لگا دیا، ❷ بلکہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیچیدہ مسائل آ جاتے تو ابن عباس سے کہتے: اے ابن عباس! ہمارے پاس کچھ پیچیدہ مسائل آ گئے ہیں، تم ہی ان جیسے مسائل کو حل کر سکتے ہو، پھر ان کی رائے پر عمل کرتے۔ جب بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ آتا تو آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کو نہیں بلاتے تھے۔ ❸

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے ابن عباس سے زیادہ حاضر جواب، دانا و بینا، ذی علم، اور بردبار کسی کو نہیں دیکھا اور میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مشکل اوقات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کو بلاتے اور کہتے: ایک پیچیدہ مسئلہ آ گیا ہے، پھر ان کے قول سے تجاوز نہ کرتے حالاں کہ آپ کے اردگرد

---

❶ تفسير الطبرى: ٤/ ٢٤٥۔ الدر المنثور: ١/ ٥٧٨

❷ فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل: (٢/ ٩٨١) (١٩٤٠)

❸ تفسير التابعين: ١/ ٣٧٩

Marfat.com

بدری انصار و مہاجرین صحابہ ہوتے تھے۔ ❶ آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہتے تھے: یہ تم بوڑھوں کا نوجوان ہے اس کے پاس خوب سوال کرنے والی زبان اور خوب سمجھنے والی عقل ہے۔ ❷

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے۔ ❸

ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی زیادہ تر وقت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی گزارتے تھے اور ان سے مسائل پوچھنے اور علم حاصل کرنے کے حریص تھے، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو صحابہ کرام میں سب سے زیادہ آپ نے نقل اور روایت کیا ہے، بعض علماء نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا بیشتر علم عمر رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا۔ ❹ عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اور ان کی قربت کی وجہ سے مکی مدرسہ کے امام یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مذکورہ خصوصیتیں اور فضیلتیں نصیب ہوئیں۔ میرا خیال ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مذکورہ خصوصی توجہ ہی نے آپ کو علم کے میدان میں بالخصوص فن تفسیر میں پیش قدمی کرنے میں بڑھ چڑھ کر تعاون کیا۔ ❺

۲: مدنی درس گاہ:

مدینہ کو خصوصی حیثیت دینے، اسے فقہ وفتاویٰ اور علوم شرعیہ کا مرکز بنانے میں فاروقی اقدام اور خالص علمی زندگی کے لیے جن لوگوں نے خود کو وقف کیا تھا، ان تمام چیزوں کے بارے میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ہمیں تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔ زید بن ثابت کو عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں روک لیا تھا۔ اس لیے ان کے شاگردوں کی تعداد بھی زیادہ رہی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مختلف شہروں میں بھیج دیا، البتہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں روک لیا، وہ مدینہ والوں کو فتویٰ دیتے تھے۔

حمید بن اسود کہتے ہیں: اہل مدینہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد جس طرح امام مالک کے قول پر عمل کیا اس طرح کسی اور بات پر عمل نہ کیا۔ ❻

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے شاگرد عطا کیے اور انہوں نے اپنے اساتذہ کی باتوں کو یاد کیا، اور ان کے نقوش وعلوم کی نشر واشاعت کی۔ ❼ عامر شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیگر لوگوں پر دو چیزوں میں فوقیت تھی؛ علم فرائض اور علم قرآن میں۔ ❽

---

❶ طبقات ابن سعد: ۲/ ۳٦۹

❷ تفسیر التابعین: ۱/ ۳۷۹۔ فضائل الصحابة، أحمد بن حنبل، اثر نمبر: ۱۵۵۵

❸ طبقات ابن سعد: ۲/ ۳۷۰ ❹ تفسیر التابعین: ۱/ ۳۸۱

❺ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۰٦

❻ العلل، إمام أحمد: (۳/ ۲۵۹) (۵۱٤۵)۔ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۰٦

❼ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۰٦ ❽ تهذیب تاریخ دمشق: ۵/ ٤٤۹۔ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۰۸

Marfat.com

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی علم فرائض میں زید رضی اللہ عنہ کی مہارت کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

((أَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ .)) ❶

''ان (یعنی صحابہ) میں سے فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔''

مدینہ کے دیگر متعدد فقہاء نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی، آپ کے شاگردوں میں سے چھ تابعین نے زیادہ شہرت پائی۔علی بن مدینی کہتے ہیں: جن لوگوں نے زید رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ہمارے نزدیک ان کی ملاقات ثابت ہے وہ لوگ یہ ہیں: سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذؤیب، خارجہ بن زید، ابان بن عثمان اور سلمان بن یسار۔ ❷

اس مدنی درس گاہ کا دیگر علمی مدارس میں بڑا اثر تھا، جیسا کہ اس سے پہلے ہم واضح کر چکے ہیں۔

۳: بصری درس گاہ:

فاروقی حکم کی تعمیل میں بصرہ شہر کو سب سے پہلے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے بسایا، ۱۴ھ میں انہوں نے اس کا نقشہ تیار کیا تھا، اس کے علاوہ بھی باتیں کہی گئی ہیں۔اس موضوع پر ان شاء اللہ ہم تفصیلی گفتگو اس وقت کریں گے جب فاروقی دور خلافت میں نو آبادیاتی اور عمرانی ترقیوں کا ذکر کیا جائے گا۔ بہرحال بصرہ، کوفہ سے تین سال پرانا شہر ہے۔ ❸ اور تمام تر فنون میں کوفہ کی درس گاہ سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ یہاں بہت سارے صحابہ تشریف لائے اور مقیم ہوئے۔ ❹ انہی میں سے ابوموسیٰ اشعری، عمران بن حصین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ ہیں، سب سے آخر میں یہاں انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ❺

جو صحابہ کرام بصرہ آئے ان میں زیادہ مشہور ابوموسیٰ اشعری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما ہیں۔ابوموسیٰ اشعری مکہ آکر اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے، انہوں نے مہاجرین کے ساتھ حبشہ ہجرت کی، صحابہ میں سب سے زیادہ ذی علم کہے جاتے تھے، وہ بصرہ آئے اور وہاں لوگوں کو دین کی تعلیم دی۔ ❻

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بہت متاثر تھے، دونوں کے درمیان خط وکتابت ہوتی تھی، بہرحال ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں عمال وقضاۃ کے ادارہ کی جب بحث ہوگی تو وہاں ان خطوط پر تفصیلی بحث ہوگی۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے علم، عبادت، ورع وتقویٰ، حیا، عزت نفس وخودداری، دنیا سے بے زاری اور اسلام

---

❶ سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۱۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

❷ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۱۰

❸ تفسیر التابعین: ۱/ ۴۲۲

❹ تفسیر التابعین: ۱/ ۴۲۲ . ابن حبان نے پچاس سے زیادہ مشہور صحابہ کا ذکر کیا ہے جو بصرہ آئے تھے۔

❺ طبقات ابن سعد: ۷/ ۲۶۔ صحیح مسلم: ۱/ ۶۵

❻ تفسیر التابعین: ۱/ ۴۲۳

پر ثابت قدمی میں شہرت پائی۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کرام کے بڑے بزرگ علماء، فقہاء اور مفتیان میں ہوتا ہے۔ علامہ ذہبی نے صحابہ کے طبقہ اولیٰ کے حفاظ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ عالم باعمل، نیک و پارسا، اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والے تھے۔ بہترین آواز میں قرآن کی تلاوت آپ پر بس تھی، آپ نے بابرکت اور بہترین علم کے جوہر بکھیرے، بصرہ والوں میں سب سے زیادہ قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے والے تھے۔ ❶ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں رہتے تھے، آپ نے بزرگ صحابہ مثلاً عمر، علی، ابی بن کعب، اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی علم حاصل کیا۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ سے خاص طور سے بہت متاثر تھے۔ بصرہ میں آپ کی طویل مدتی امارت کے درمیان عمر رضی اللہ عنہ آپ کو نصیحتیں کرتے اور خطوط ارسال کرتے تھے۔ اسی طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی اپنے تمام پیش آمدہ مسائل میں عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ شعبی نے آپ کو امت کے چار مشہور قاضیوں میں سے ایک قاضی شمار کیا ہے۔ امت کے چار مشہور قاضیوں میں یہ ہیں: عمر، علی، زید بن ثابت، اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ❷

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لاتے تو پوری کوشش کرتے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی مجلسوں میں ضرور شریک ہوں۔ کبھی کبھار اپنا کافی وقت انہی کے ساتھ گزار دیتے۔ چناں چہ ابوبکر بن ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا: آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت؟ انہوں نے جواب دیا: دین سمجھنے سمجھانے کی بات ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور دونوں دیر رات تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! نماز پڑھ لیں، آپ نے فرمایا: ہم اب تک نماز ہی میں تھے۔ ❸

جس طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حصولِ علم اور تعلیم کے شوقین تھے اسی طرح علم کی نشر و اشاعت اور لوگوں کی تعلیم و تبلیغ کے بھی حریص تھے۔ اپنے خطبہ میں لوگوں کو تعلیم و تعلّم پر ابھارتے تھے۔ چناں چہ ابومہلب کہتے ہیں کہ میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: جسے اللہ نے علم سے نوازا ہو اسے چاہیے کہ دوسروں کو تعلیم دے، اور جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اس کے بارے میں ہرگز زبان نہ کھولے، کیوں کہ اس سے وہ تکلف کرنے والوں اور دین سے نکل جانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ ❹

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی مسجد کو اپنے علمی نشاط کا مرکز بنایا تھا اور اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ علمی مجالس کے لیے خاص کر دیا تھا۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا جسے آپ تعلیم، تدریس اور

❶ تذكرة الحفاظ، الذهبي: ١/ ٢٣
❷ سير أعلام النبلاء: ٢/ ٣٨٩
❸ أبوموسىٰ الاشعري الصحابي العالم المجاهد، محمد طهماز، ص: ١٢١
❹ طبقات ابن سعد: ٤/ ١٠٧

Marfat.com

لوگوں کی تبلیغ میں استعمال نہ کرتے رہے ہوں۔ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے، انہیں تعلیم سکھاتے اور قرآن پڑھنے کا طریقہ بتاتے۔ ابن شوذب کا قول ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو صفوں میں گھوم گھوم کر ایک ایک آدمی کو قرآن پڑھاتے۔ ❶ آپ صحابہ کے درمیان شیریں آواز اور بہترین قراءت والے مشہور تھے۔ جب لوگ آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتے تو آپ کے پاس جمع ہوجاتے اور جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے کہ قرآن کا کوئی حصہ پڑھ کر سناؤ۔ ❷

اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ مسلمانوں کو تعلیم دیں اور انہوں نے کسی بھی شہر میں، جہاں بھی تشریف لے گئے قرآن کی تعلیم دینے اور اس کی نشر و اشاعت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اپنی شیریں اور دل لبھانے والی آواز کا سہارا لیا، لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہوگئے، اور بصرہ کی مسجد میں آپ کے پاس طلبہ کا ہجوم ہوگیا۔ آپ نے ان کو ٹولیوں اور حلقوں میں تقسیم کردیا یعنی درجہ بندی کردی، گھوم گھوم کر ان سے قرآن سنتے اور سناتے، اور انہیں قراءت کا صحیح اسلوب وقاعدہ بتاتے۔ ❸ قرآن سیکھنا سکھانا ہی آپ کی ساری مشغولیت تھی، سفر و حضر میں اسی کے لیے آپ اپنا بیشتر وقت لگاتے تھے۔ انس بن مالک کا بیان ہے کہ مجھے ابوموسیٰ اشعری نے عمر بن خطاب کے پاس ایک ضرورت سے بھیجا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جب تم آئے تو اشعری کیا کر رہے تھے؟ میں نے بتایا کہ اس حال میں آیا جب کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ بہت عقل مند اور زیرک ہیں، لیکن تم انہیں یہ مت بتانا۔ ❹ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جہاد کے لیے نکلتے ہوئے بھی قرآن کی تعلیم اور تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ خطاب بن عبداللہ رقاشی سے روایت ہے کہ میں دریائے دجلہ کے ساحل پر ایک لشکر کے ساتھ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے ظہر کی نماز کے لیے اذان کہی۔ لوگ وضو کے لیے اٹھے، آپ نے بھی وضو کیا اور ان کو نماز پڑھائی، پھر سب لوگ کئی حلقوں میں بیٹھ گئے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو مؤذن نے عصر کی اذان کہی، اس مرتبہ بھی لوگ وضو کے لیے بڑھے، تو آپ نے مؤذن سے کہلوایا کہ وضو صرف اسی آدمی کے لیے ضروری ہے جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو۔ آپ کی علمی کاوشوں نے بہترین نتیجہ پیش کیا، اپنے اردگرد حفاظ قرآن اور علماء کی بڑی تعداد دیکھ کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی تھی، صرف بصرہ میں حفاظ قرآن کی تعداد (۳۰) سے متجاوز تھی۔ ایک موقع پر جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال سے کہا کہ حفاظ قرآن کے نام لکھ کر ہمارے پاس بھیجو تاکہ آپ ان کی تکریم کریں، اور ان کے عطیات کو بڑھا دیں، تو

❶ سیر أعلام النبلاء: ۲/ ۲۸۹ ❷ أبوموسیٰ اشعری الصحابی العالم، ص: ۱۲۵، ۱۲۶

❸ أبوموسیٰ الاشعری الصحابی العالم، ص: ۱۲۷

❹ أبوموسیٰ الاشعری الصحابی العالم، ص:۱۲۸

Marfat.com

ابوموسیٰ اشعری نے آپ کے پاس لکھا کہ میرے پاس قرآن کے حفاظ کی تعداد تین سو (۳۰۰) اور کچھ ہوگئی ہے۔ ❶

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث کی روایت وتعلیم کا بھی خاص اہتمام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیث روایت کیں اور کبار صحابہ سے بھی روایات بیان کیں، نیز آپ سے دیگر صحابہ اور کبار تابعین نے روایت کیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری سے بریدہ بن حصیب، ابوامامہ باہلی، ابوسعید خدری، انس بن مالک، طارق بن شہاب، سعید بن مسیّب، اسود بن یزید، ابووائل شقیق بن سلمہ، اور ابوعثمان نہدی وغیرہ بہت سارے لوگوں نے روایت کیا ہے۔ ❷

آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل کرنے والے تھے، اس کی سب سے بڑی دلیل آپ کی وہ وصیت ہے جو آپ نے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد سے کی تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید لگاؤ کے باوجود آپ نے زیادہ احادیث بیان نہیں کیں، جیسا کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ تھا۔ وہ لوگ لغزش اور غلطی کے خوف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں کافی احتیاط برتتے تھے۔ اسی احتیاط کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو نصیحت کرتے تھے کہ وہ قرآن سیکھنے سکھانے کا اہتمام کریں اور احادیث زیادہ روایت کرنے سے پرہیز کریں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر سختی سے کاربند تھے۔ ❸

اور جہاں تک انس بن مالک النجاری الخزرجی رضی اللہ عنہ کی بصرہ کی زندگی کے تعارف کی بات ہے تو معلوم ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، خادم رسول کہے جاتے تھے اور اس پر فخر محسوس کرتے تھے اور انہیں اس کا حق بھی ہے۔ ❹ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی اس وقت میں ایک بچہ تھا۔ ❺ نیز کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو میں دس سال کا لڑکا تھا اور جب آپ کی وفات ہوئی اس وقت میں بیس سال کا جوان تھا۔ ❻

انس بن مالک کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرتِ مال واولاد اور درازیٔ عمر کی دعا کی تھی۔ آپ نے کہا تھا:

((اَللّٰھُمَّ أَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَبَارِکْ لَہٗ فِیْہِ .)) ❼

''اے اللہ اس کے مال واولاد میں اضافہ کردے اور اس میں برکت عطا فرما۔''

---

❶ أبوموسیٰ الاشعری الصحابی العالم، ص: ۱۲۹

❷ سیر أعلام النبلاء: ۲/ ۳۸۱

❸ أبوموسیٰ الاشعری الصحابی العالم المجاھد، ص: ۱۳۲

❹ تھذیب الاسماء واللغات: ۱/ ۱۲۷

❺ تفسیر التابعین: ۱/ ۴۲۳

❻ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۲۹ ❼ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۸۱

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ التہذیب کے مؤلف نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تقریباً دو سو (۲۰۰) بتائی ہے۔ ❶

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث روایت کی ہیں۔ ایک سو اسی (۱۸۰) احادیث متفق علیہ ہیں اور اَسّی (۸۰) احادیث روایت کرنے میں امام بخاری اور (۹۰) نوے احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔ ❷

انس بن مالک تابعین علماء مثلاً حسن بصری، سلیمان تیمی، ثابت البنانی، زہری، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، ابراہیم بن میسرہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن سیرین، سعید بن جبیر اور قتادہ وغیرہ کے استاذ مانے جاتے ہیں۔ ❸

انس بن مالک نے روایت و تعلیم دونوں اعتبار سے سنت مطہرہ کی خدمت کا اہتمام کیا اور علمی اوصاف کے مالک رہے، خلافت راشدہ کی خدمت میں چند ایک بہت ہی اہم کارنامے انجام دیے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اسلامی دور حکومت میں آپ کو بعض اہم مناصب پر فائز کیا۔ خاص طور پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں جب عہد فاروقی میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی حکومت سنبھالی تو انس رضی اللہ عنہ کو اپنا قریبی بنایا اور انہیں اپنا خاص فرد سمجھا۔ چناں چہ ثابت، انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، لوگ باتیں کر رہے تھے اور دنیا کا ذکر چھیڑے ہوئے تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے انس! یہ لوگ قریب ہے کہ ان میں کا کوئی ایک چمڑے کو طاقت کے خوف سے نوچ کر کھائے، اس لیے آؤ، ہم لوگ کچھ دیر اپنے ربّ کا ذکر کر لیں۔ پھر کہا: لوگوں کو کس چیز نے پیچھے دھکیل دیا ہے؟ (یعنی ان کی پسماندگی کا سبب کیا ہے؟) میں نے کہا: دنیا، شیطان اور بری خواہشات۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، بلکہ دنیا مقدم کر دی گئی اور آخرت کو نگاہوں سے غائب کر دیا گیا۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے آخرت کا مشاہدہ کر لیں تو ذرّہ برابر اِدھر اُدھر نہ بھٹکیں۔ ❹

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اعتماد ہی تھا جس کی وجہ سے آپ انہیں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے لوگوں کے حالات دریافت کیے۔ ❺ اور "تُسْتَر" فتح ہونے کے بعد ابوموسیٰ نے آپ کو عمر رضی اللہ عنہ کے

❶ سير أعلام النبلاء: ٣/ ٣٩٧

❷ سير أعلام النبلاء: ٣/ ٤٠٦ـ تفسير التابعين: ١/ ٤٢٣

❸ أنس بن مالك الخادم الأمين، عبد الحميد طهماز، ص: ١٣٥

❹ أنس بن مالك الخادم الأمين، عبدالحميد طهماز، ص: ١٤٩

❺ انس بن مالك الخادم الأمين، عبدالحميد طهماز، ص: ١٤٩

Marfat.com

پاس اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر بھیجا، وہ ''تُستَر'' کے حاکم ''ہرمزان'' کو لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ❶

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بہت سارے صحابہ وتابعین نے، خاص طور سے بصرہ میں رہنے والے علماء نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ زہد وعبادت کے میدان میں اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں پر آپ نے بہت اچھا اثر چھوڑا، انس رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کے حریص تھے، ان سے بہت محبت کرتے، انہیں اپنے قریب رکھتے اور عزت سے نوازتے ہوئے عرض کرتے: آپ لوگ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے مشابہ ہو؟ اللہ کی قسم! تم میرے نزدیک میری اولاد سے زیادہ محبوب ہو، مگر یہ کہ فضل وتقویٰ میں وہ تمہاری طرح ہو جائیں۔ میں تمہارے لیے سحر گاہی میں دعائیں کرتا ہوں۔ ❷ انس رضی اللہ عنہ کی علم سے یہ محبت اور علماء سے دلچسپی تھی کہ جس کی وجہ سے آپ نے علماء کی ایسی نسل تیار کردی جس نے آپ سے حدیث کا علم سیکھا، دوسروں تک پہنچایا، اور بعد کی نسلوں کے لیے محفوظ کیا۔ انس رضی اللہ عنہ کے ثقہ شاگرد ۱۵۰ھ کے بعد تک زندہ رہے۔ ❸

۴: کوفی درس گاہ:

کوفہ میں بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تین سو (۳۰۰) اور بدری صحابہ میں سے ستر (۷۰) لوگوں نے سکونت اختیار کی۔ کوفہ والوں کو مخاطب کرتے ہوئے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اے باشندگان کوفہ! تم لوگ عرب کی جان اور اس کا دماغ ہو، میرا تیر ہو جس کے ذریعے سے اپنے اوپر آنے والے حملوں کا دفاع کرتا ہوں، میں تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود کو بھیج رہا ہوں۔ میں نے تمہارے لیے یہی پسند کیا ہے، اور تم لوگوں کو خود پر ترجیح دی ہے۔ ❹

اور ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے کہا: اما بعد! میں نے تمہارے پاس عمار کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم ووزیر بنا کر بھیجا ہے، وہ دونوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے شریف ترین لوگوں میں سے ہیں، ان دونوں کی بات سنو اور ان کی بات مانو، میں نے عبداللہ بن مسعود کو اپنی ذات پر تمہارے لیے ترجیح دی ہے۔ ❺

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ پر بہت توجہ دی، وہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور ان کو خط لکھا کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اس لیے لوگوں کو قریش کی لغت میں قرآن پڑھانا، ہذیل کی لغت میں نہیں۔ ❻ اور صحابہ کی ایک جماعت جو کوفہ کو روانہ ہو رہی تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو رخصت کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ

---

❶ انس بن مالك الخادم الامين، عبدالحميد طهماز، ص: ۱۴۹

❷ سير اعلام النبلاء: ۳/ ۳۹۵

❸ الانصار فى العصر الراشدى، ص: ۲۷۱

❹ مجمع الزوائد: ۹/ ۲۹۱۔ اس کی سند میں حارثہ کے علاوہ بقیہ تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، اور حارثہ بھی ثقہ ہیں۔

❺ السلطة التنفيذية: ۱/ ۲۵۲

❻ فتح البارى: ۸/ ۶۲۵۔ الخلافة الراشدة، د/ يحيىٰ، ص: ۳۰۹

Marfat.com

ایسی بستی (یعنی کوفہ) والوں کے پاس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو لوگ قرآن کی تلاوت کو اس طرح گنگناتے ہیں جس طرح شہد کی مکھی بھنبھناتی رہتی ہے۔ انہیں حدیثوں کے ذریعے سے اس سے نہ روکو کہ وہ اسی میں مشغول ہو جائیں، اور قرآن کو نظر انداز کر دیں، انہیں قرآن پڑھنے دو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کم بیان کرو، اور جاؤ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ ❶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں قرآن کے ساتھ اشتغال کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے، چنانچہ جب آپ نے سنت کو یک جا کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا، جب انہوں نے اس کام کو مکمل کرنے کا آپ کو مشورہ دے دیا تب بھی آپ ایک مہینہ تک اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے رہے، ایک دن صبح کے وقت اللہ کی توفیق سے آپ نے اپنا فیصلہ پختہ کر لیا، اور کہا: میں چاہتا تھا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو صفحہ تحریر پر لے آؤں (یک جا کر دوں)، لیکن مجھے وہ لوگ یاد آ گئے جو تم سے پہلے تھے، انہوں نے خود نوشتہ کتابیں تیار کیں، پھر اس پر آنکھیں موند کر ٹوٹ پڑے، اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا، اللہ کی قسم! میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کسی دوسری چیز کو مخلوط نہ ہونے دوں گا۔ ❷

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فکر کی بنیاد یہ تھی کہ قرآنِ کریم لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے، وہ اس سے اعراض نہ کریں، قرآنی تعلیمات مسلم معاشرہ کی جڑوں میں پیوست رہے، اور قرآنی علوم کو دوام واستقرار نصیب ہو، لوگ قرآنِ مجید اور دیگر اسلامی علوم بشمول حدیث نبوی، دونوں کے درمیان فرق کر سکیں۔ ❸

قرآنِ کریم پر خصوصی توجہ اور اسے چھوڑ کر دیگر علوم میں انہماک سے ممانعت کی تاکید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی سے تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کی فکر اور مذکورہ اقدام، نبوی تعلیمات کی اتباع و پاس داری ہی کا نتیجہ تھا۔ ❹

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسی نسل تیار کرنے کی کوشش کی جو علم و فہم کی روشنی میں دعوت الی اللہ کا کام کرے، آپ کے شاگردوں یا جو لوگ ان کے شاگرد ہوئے سب کے دلوں میں آپ کا ایک اعلیٰ مقام تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے علم و فضل کی برتری کی شہادت دی ہے۔ زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ایک دبلا پتلا آدمی نظر آیا، عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھنے لگے، اور آپ کے چہرے پر خوشیاں نمودار ہو گئیں، پھر آپ نے کہا: یہ شخصیت علم کا سمندر ہے، یہ شخصیت علم کا سمندر ہے، یہ شخصیت علم کا سمندر ہے۔ ہم نے دیکھا تو وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ❺

❶ طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵۶۔ الحلیة ۱/ ۱۲۹.

❷ تاریخ المدینة النبویة: ۲/ ۷۷۰۔ موسوعة فقه عمر، قلعجی، ص: ٦٥٩

❸ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲٦۸

❹ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲٦۰

❺ طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۵٦۔ الحلیة: ۱/ ۱۲۹

Marfat.com

کوفہ کی درس گاہ پر سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کافی متاثر تھی اور اپنے استاذ کی اقتدا و پیروی کرنے میں دیگر تمام درس گاہوں سے منفرد تھی، یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے شاگرد آپ کی اقتدا پر جمے رہے، اور ایک لمبے زمانہ تک کوفہ آپ کے علم وعمل پر قائم رہا۔ ❶

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ فاروقی سے بہت متاثر تھے، ان کی بات کے سامنے اپنی بات کو چھوڑ دیتے تھے، اور کہتے تھے: اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا علم ایک پلڑے میں اور پوری دنیا والوں کا علم دوسرے پلڑے میں ہو تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا علم بھاری پڑ جائے گا۔ ❷

سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے درمیان ایک نمایاں مقام حاصل کیا اور علم قراءت میں سب پر سبقت لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ستر (۷۰) سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے درمیان خطبہ دیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (۷۰) سے زیادہ سورتیں سیکھیں، واللہ! اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی جانتے تھے کہ میں ان میں سب سے زیادہ قرآن کا عالم تھا، حالاں کہ میں ان میں سب سے اچھا نہیں۔ ❸

مسروق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے سامنے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا، تو انہوں نے کہا: وہ ایسے آدمی ہیں کہ جب سے ان کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا، برابر ان سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا: چار آدمیوں سے قرآن پڑھنا سیکھو، عبداللہ بن مسعود...... سب سے پہلے ان کا نام ذکر کیا...... ابوحذیفہ کے غلام سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ ❹

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فن تجوید اور تدریس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی عبور کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک جانا پہچانا آدمی آیا، اس نے کہا: امیر المومنین! میں کوفہ سے آ رہا ہوں، میں نے وہاں ایک ایسے آدمی کو دیکھا ہے جو اپنے حفظ سے قرآن لکھوا رہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت غصے ہوگئے، ایسا لگتا تھا کہ ابھی آپ بے قابو ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: تیرا برا ہو، وہ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ عبداللہ بن مسعود ہیں۔ آپ غصے ہوتے اور پھر ٹھنڈے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی پہلے جیسی حالت ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں اب کوئی ایسا نہیں بچا ہے جو ان سے زیادہ اس کا حق دار ہو۔ ❺

---

❶ تفسیر التابعین: ۱/ ٤٦٢ ❷ العلم لابی حنیفة، ص: ۱۲۳۔ تفسیر التابعین: ۱/ ٤٦٣

❸ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ٥٠٠٠

❹ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۵۸۔ مسلم: ٢٤٦٤

❺ المستدرك علی الصحیحین، حاکم نیسابوری: ۲/ ۲۲۷۔ امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

Marfat.com

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت سارے شاگرد تیار ہوئے جنھوں نے فقہ، علم اور زہد وتقویٰ میں شہرت پائی۔ انہی شاگردوں میں سے علقمہ بن قیس، مسروق بن الاجدع، عبیدہ سلمانی، ابومیسرہ بن شرحبیل، اسود بن یزید، حارث جعفی اور مرہ ہمدانی وغیرہ ہیں۔ ❶

۵: شامی درس گاہ:

ملک شام فتح ہونے کے بعد یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط تحریر کیا اس کا مضمون یہ تھا:

''شام والوں کی آبادی بڑھ گئی ہے، شہر تنگ پڑ گئے ہیں، اور انہیں ایک معلم قرآن وعالم دین کی ضرورت ہے، لہٰذا اے امیر المومنین! آپ ایسے لوگوں کو بھیج کر میری مدد کیجیے۔''

چناں چہ عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انہیں اس کام کے لیے بھیج دیا اور نصیحت کی کہ اپنے درس وتدریس کا آغاز ''حمص'' سے کرو، کیوں کہ وہاں مختلف طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں، وہاں کچھ لوگ بہت تیزی سے علم سیکھنے والے ہیں، جب تم ایسا دیکھو تو اس طرح کے لوگوں کی ایک جماعت کو تعلیم دو اور جب تم ان سے مطمئن ہو جاؤ تو تم میں سے کوئی ایک ان کے پاس رک جائے اور ایک صاحب دمشق چلا جائے، جب کہ دوسرا فلسطین۔

بہر حال وہ لوگ ''حمص'' آئے، وہاں قیام کیا، اور جب ایک جماعت کا علمی مقام دیکھ کر مطمئن ہو گئے تو وہاں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مقیم ہو گئے، پھر ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق اور معاذ رضی اللہ عنہ فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے۔ ❷

مفتوحہ علاقوں میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جن علمی مدارس کی بنیاد رکھی تھی وہ مدارس لوگوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ شامی درس گاہ کی ذمہ داری معاذ، ابودرداء، اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کے کندھوں پر تھی۔ دمشق کی مسجد میں ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا علمی حلقہ ہوتا تھا، اس میں ۱۶۰۰ سے زائد لوگ حاضر ہوتے تھے، وہ دس دس آیتیں پڑھتے تھے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرتے تھے اور ابودرداء کھڑے ہو کر قراءات اور لہجوں کے بارے میں فتویٰ دیتے تھے۔ ❸

ابودرداء رضی اللہ عنہ شام اور دمشق میں دیگر صحابہ کے مقابلہ میں سب سے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ شام والوں کے سب سے بڑے عالم، اور دمشق والوں کے سب سے بڑے مدرس، فقیہ اور قاضی مانے جاتے تھے۔ ❹ آپ چند گنے چنے ماہرین قراءت میں شمار کیے جاتے تھے۔ ❺

❶ تفسیر التابعین: ۱/ ۴۷۲ تا ۴۸۴

❷ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵۹

❸ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ابن الجوزی: ۱/ ۶۰۷ ❹ التذکرۃ: ۱/ ۲۴

❺ تفسیر التابعین: ۱/ ۲۵۶

Marfat.com

شام والوں کو یہ کہہ کر حصول علم پر ابھارتے تھے کہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء فوت ہو رہے ہیں اور تمہارے جہال علم نہیں حاصل کرتے؟ علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ وہ اٹھا لیا جائے، کیوں کہ علماء کا اٹھایا جانا ہی علم کا اٹھالیا جانا ہے۔ ❶

حصولِ علم کی طرف رغبت دلانے والے آپ کے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے: ''عالم بن کر زندگی گزارو یا متعلّم بن کر، یا علم سے محبت کرنے والے یا ان کے پیروکار بن کر رہو، اور پانچواں نہ بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔''

حسن بصری کہتے ہیں کہ پانچواں بننا مبتدع (بدعتی) بننا ہے۔ ❷

اور آپ کا قول ہے: ''علم حاصل کرو، اگر تم اس سے عاجز ہو تو علم والوں سے محبت کرو، اگر ان سے محبت نہیں کر سکتے تو ان سے بغض ونفرت نہ کرو۔ ❸ سنو! علم سیکھو اور سکھاؤ اس لیے عالم اور متعلّم ثواب میں برابر ہیں، اس کے علاوہ لوگوں کی زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔'' ❹

''تم عالم نہیں بن سکتے یہاں تک کہ متعلّم بنو؛ اور متعلّم نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرو۔'' ❺

نیز آپ فرماتے تھے: ''تم فقہ (اسلامی) پر عبور نہیں پا سکتے یہاں تک کہ قرآن پر مختلف اعتبار سے غور کر لو۔'' ❻

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا بات ہے آپ شعر نہیں کہتے؟ حالاں کہ انصار میں سے شاید ہی کسی کا گھر بچا ہو جس نے شعر نہ کہا ہو؟ آپ نے جواب دیا: ہاں میں نے بھی شعر کہا ہے، سنیں:

یـریـد الـمـرء أن یـعـطـی مـنـاه
و یـــأبـــی الـلـــه الا مـــا أرادا

''انسان چاہتا ہے کہ اس کی تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں، حالاں کہ اتنا ہی ہونا ہے جتنا اللہ چاہے۔''

یـقـول الـمـرء فـائـدتـی و مـالـی
و تـقـوی الـلـه افـضـل مـا اسـتـفـادا ❼

''آدمی کہتا ہے یہ میرا فائدہ اور یہ میرا مال ہے، حالاں کہ اللہ کا تقویٰ سب سے بہتر فائدہ ہے۔''

---

❶ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵٦
❷ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵٦
❸ الطبقات: ۱/ ٤۳۰ ❹ صفة الصفوة: ۱/ ٦۲۸
❺ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳٤۷
❻ الطبقات، ابن سعد: ۱/ ٤۳۰
❼ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵٦

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے انکار کر دیا، لیکن عمر نے ان سے اصرار کیا، تو ابودرداء نے کہا: اگر آپ یہ پسند کریں کہ میں ان کے پاس اس لیے جاؤں تاکہ انہیں ان کے ربّ کی کتاب اور ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھاؤں اور ان کو نماز پڑھاؤں تو میں جانے کو تیار ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ ان سے اس کام کے لیے راضی ہو گئے۔ ❶

ابودرداء رضی اللہ عنہ کی علم سے خصوصی توجہ اور شغف کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں آپ کا بہت اونچا مقام تھا، اور اسی لیے آپ کے اردگرد بہت سے طلبہ کا ہجوم رہتا تھا، کوئی آپ سے فرائض وواجبات کے بارے میں پوچھتا، کوئی حساب کے بارے میں، کوئی حدیث کے بارے میں، کوئی کسی مشکل وپیچیدہ مسئلہ کے بارے میں، اور کوئی شعر کے بارے میں پوچھتا۔ ❷ چناں چہ شام میں آپؓ کا علمی حلقہ بہت وسیع تھا، خاص طور سے تعلیم قرآن کا حلقہ تو بہت ہی بڑا تھا۔ ❸ اسی طرح وعظ وتقریر کے میدان میں بھی آپ کافی باأثر تھے۔ ایک دن شام میں آپ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو سامعین کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''اے شام کے لوگو! تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم جمع کرتے ہو اسے کھاتے نہیں ہو، اور مکانات بناتے ہو اور اس میں رہتے نہیں، اور آرزوئیں ایسی رکھتے ہو جو پوری نہیں ہوتیں۔ سنو! عاد اور ثمود نے تاحد نگاہ انبار لگا دیا تھا، مال، اولاد اور لاتعداد نعمتیں تیار کی تھیں، کون ہے جو ان کی چھوڑی ہوئی جائدادوں کو مجھ سے صرف دو درہم میں خریدے گا۔'' ❹

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی تعلیمات، فاروقی سیاست پر بالکل صادق آتی ہیں، ایسی سیاست جس کا ہدف امت کو ہمہ وقت تیار رکھنا اور اس کی مجاہدانہ تحریک کو دوام بخشنا تھا۔ ❺

شامی درس گاہ کی ترقی میں معاذ بن جبل خزرجی رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ تھا کہ آپ سے پہلے یمن والوں نے، پھر شام والوں نے استفادہ کیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مداح تھے، اپنے شاگردوں سے باتیں کرتے ہوئے کہتے تھے کہ معاذ

﴿كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾﴾ (النحل: ۱۲۰)

''ایک امت تھے، اللہ کے اطاعت گزار تھے، سیدھے راستہ پر تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

---

❶ اصحاب الرسول: ۲/ ۲۰۹
❷ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵۶
❸ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۵۶
❹ الاکتفاء، الکلاعی: ۳/ ۳۱۱
❺ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۱۲۰

Marfat.com

آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ ''امت'' کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے کہا: جو شخص لوگوں کو خیر کی تعلیم دے۔ (وہ تنہا امت ہے) پھر آپ نے خود پوچھا: کیا ''قانت'' کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی اطاعت کرنے والا ''قانت'' ہے۔ ❶

حقیقت میں معاذ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ معاذ رضی اللہ عنہ کی علمی بلندی، فقیہانہ مقام ومرتبہ اور اخلاق حسنہ کو دیکھ کر انہیں ابراہیم خلیل اللہ نبی علیہ السلام سے تشبیہ دیتے تھے، نیز اسلامی فقہ کی گہری معلومات کی امتیازی صفت نے آپ کو پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کا جواب دینے پر قادر بنا دیا تھا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کی نگاہ میں آپ کی بہت عزت ومقبولیت تھی۔ ❷

سیّدنا معاذ کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عورتیں معاذ کی طرح انسان جننے سے بانجھ ہوگئیں۔ ❸

عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی مشکل معاملہ پیش آتا تو اپنے مشیروں سے مشورہ لیتے، ان مشیروں میں انصاری لوگوں میں سے معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہوتے۔ ❹ اس لیے کہ ان لوگوں کو فقہی بصیرت اور نو وارد مسائل کی عملی وواقعی تفسیر پر قدرت حاصل تھی، اس سلسلے میں انہیں مہارت تھی کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ لوگ فتویٰ دیتے تھے حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما معاذ اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کی حدیثیں سننا بہت پسند کرتے تھے، کہتے: مجھے دونوں عقل مندوں کی حدیثیں سناؤ، آپ سے پوچھا جاتا کہ کون ہیں دونوں عقل مند؟ تو آپ کہتے: معاذ اور ابودرداء رضی اللہ عنہما جو دونوں انصار میں سے ہیں۔ ❺

جب خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے باب جابیہ پر خطبہ دیا تو کہا: جو شخص اسلامی فقہ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے۔ ❻

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ خلافت اسلامیہ اپنے دارالخلافہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے افراد سے مستغنی نہیں ہوسکتی، اسی لیے آپ معاذ رضی اللہ عنہ کے مدینہ سے چلے جانے کے سخت مخالف تھے۔ جب معاذ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: ان کے مدینہ سے چلے جانے کی وجہ سے اہل مدینہ کا فقہ وفتویٰ میں کافی نقصان ہوا۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی کہ لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر انہیں مدینہ میں روک لیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ایسے آدمی ہیں جنہیں

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ٤٥٠

❷ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۸۵

❸ تهذيب الكمال، المزی: ۲۸/ ۱۱۳۔ بحواله: الانصار فی العصر الراشدی

❹ الطبقات، ابن سعد: ۱/ ٤٢٦

❺ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۸۵

❻ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ٤٥٢

Marfat.com

شہادت مطلوب ہے، میں انہیں نہیں روک سکتا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! شہادت کا طالب اپنے بستر پر اور اپنے گھر میں شہادت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔ ❶

لیکن ایسا لگتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شاید بعد میں اپنی رائے بدل دی تھی، کیوں کہ انہوں نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو شام والوں کی تعلیم کے لیے وہاں روانہ کیا، اور وہیں انہیں سکونت عطا کی۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شام جانے سے وہاں کے حالات پر بہت اثر پڑا، کیوں کہ وہاں پہنچ کر آپ نے علم وفقہ کی خوب نشر واشاعت کی، اور وہاں کے موافق فقہی مزاج تیار کیا۔ ابومسلم خولانی کا کہنا ہے کہ میں ''حمص'' کی مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں تیس (۳۰) بوڑھے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ ان میں ایک ایسا نوجوان بھی تھا جس کی دونوں آنکھیں سرمگیں، اور دانت نہایت چمک دار تھے، اس پر پُر وقار خاموشی تھی، اگر اصحاب رسول میں کسی مسئلہ میں حجت اور بحث ومباحثہ ہو جاتا تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھتے، یہ دیکھ کر میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: یہ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔ ❷

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حصول علم پر رغبت دلاتے ہوئے فرماتے تھے:

''علم حاصل کرو، اس لیے کہ اخلاص سے علم حاصل کرنا خشیت الٰہی کی علامت ہے۔ اس کی طلب وجستجو عبادت ہے، اس کا حفظ ومذاکرہ تسبیح ہے، اس کے بارے میں تحقیق کرنا جہاد ہے، جو علم نہ جانتا ہو اسے علم سکھانا صدقہ ہے اور اسے اس کے حق داروں پر خرچ کرنا اطاعت الٰہی ہے، اس لیے کہ وہ حلال وحرام کی معرفت کی نشانی ہے، جنت والوں کا منارہ ہے، تنہائی کی وحشت میں مونس وغم خوار ہے، سفر میں بہترین دوست ہے، خلوت میں ہم کلام ساتھی ہے، رنج وغم ہو کہ راحت ومسرت، دونوں حالتوں میں بہترین رہنما ہے، دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے، مقتدر ہستیوں کے نزدیک دین ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے قوموں کو سربلندی عطا کرتا ہے اور بھلائی میں انہیں ایسا قائد اور امام بناتا ہے کہ جن کے نقوش کی تقلید کی جاتی ہے، انہی کے کارناموں کی پیروی کی جاتی ہے اور انہی کی رائے وفیصلہ کی انتہا ہوتی ہے۔'' ❸

معاذ بن جبل شام میں رہ کر لوگوں کو دینی تعلیم دیتے رہے، یہاں تک کہ طاعون عمواس کے آپ بھی شکار ہو گئے اور آپ کے شاگرد آپ کی نازک حالت دیکھ کر رونے لگے، آپ نے ان سے پوچھا: تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس علم پر روتے ہیں جو آپ کی وفات کے بعد ہم سے ختم ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک

---

❶ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۸۵۔ سیر أعلام النبلاء: ۱/ ۲۸۵

❷ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۸۵

❸ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۸۵۔ حلیة الأولیاء: ۱/ ۲۳۹

علم اور ایمان قیامت تک باقی رہیں گے، جو ان دونوں کو تلاش کرے گا انہیں قرآن وسنت میں ضرور پائے گا۔ ہر بات کو قرآن پر پیش کرو، قرآن کو کسی بات پر پیش نہ کرو۔'' ❶

گویا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں قرآن ہی وہ میزان ہے جس پر ہر چیز کو تولا جائے گا، لیکن اسے کسی چیز پر نہیں تولا جائے گا۔ پس تعلیم قرآن کے باب میں معاذ رضی اللہ عنہ کا یہی اصول رہا، آپ اپنی زندگی کے آخری لحات تک اسی اصول کو مضبوطی سے پکڑے رہے، زندگی کے نازک ترین لمحہ، عالم نزع میں جب جب آپ کو قدرے افاقہ ہوتا تو اپنی دونوں آنکھیں کھولتے اور کہتے: ''اے میرے ربّ مجھ پر میری موت کا جلدی فیصلہ کردے، تیری عزت کی قسم ہے تو جانتا ہے کہ مجھے تجھ سے دلی محبت ہے۔'' ❷

رہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تو ان کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ نے کچھ دنوں ''حمص'' میں اقامت کی، پھر دمشق چلے گئے، اور وہاں منصب قضا سنبھالا، اور وہیں کے باشندے ہوکر رہ گئے، اس طرح آپ فلسطین کے سب سے پہلے قاضی تھے۔ اس ذمہ داری کے ساتھ آپ وہاں کے لوگوں کو قرآن کی بھی تعلیم دیتے تھے، پھر اسی طرح زندگی گزارتے ہوئے وہاں ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ❸

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی علمی، تربیتی اور جہادی سیاست میں کافی حصہ لیا، آپ زہد وورع اور سادہ زندگی گزارنے والے تھے، جب آپ ''حمص'' پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کہا: جان لو! یہ دنیا چند روزہ سامان ہے، اور آخرت کا وعدہ سچا ہے، سنو! دنیا کی کچھ خاص اولاد ہیں، اور آخرت کی بھی خاص اولاد ہیں۔ تم آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد نہ بنو، بے شک ہر اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے۔ ❹

عمر رضی اللہ عنہ انہی معانی کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے حریص تھے، اسی لیے آپ ذمہ داریوں کے لیے ایسے ہی صحابہ کا انتخاب کرتے تھے جو لوگوں کو اسلام کی روحانی تعلیمات سے آشنا کرا سکیں اور خود اس کی زندگی اسلامی تعلیمات کا پیکر ہو۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھلائی کا حکم دیتے، اور برائی سے روکتے، اور اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کسی ملامت گر کی ملامت کی قطعاً پروا نہ کرتے تھے۔ چناں چہ جب آپ فلسطین کے قاضی تھے تو کسی چیز کے بارے میں شام کے حکمراں کو آپ نے ٹوکا، اور کہا: یہاں کی سرزمین پر تمہارے ساتھ میں نہیں رہ سکتا اور پھر آپ مدینہ چلے آئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کیوں چلے آئے؟ انہوں نے پورا واقعہ بتایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ، تم اپنی جگہ واپس جاؤ، اللہ ایسی زمین کا بھلا نہ کرے جہاں آپ جیسے لوگ نہ رہیں، وہ آپ پر حاکم نہیں رہے گا۔ ❺

❶ صفة الصفوة: ١/ ٥٠١۔ الأنصار فی العصر الراشدی، ص: ٨٤. ❷ صفة الصفوة: ١/ ٥٠١
❸ عبادة بن الصامت صحابی کبیر وفاتح مجاهد، د/ وهبة الزحیلی، ص: ٨٤
❹ الاکتفاء، الکلاعی: ٣/ ٣١٠
❺ سیر أعلام النبلاء: ٢/ ١٢٢۔ الأنصار فی العصر الراشدی، ص: ١٢٤

Marfat.com

بہر حال آپ داعی ومبلغ، معلم ومدرس اور اپنے معاشرے کی مثالی شخصیت کی حیثیت سے شام واپس لوٹ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کو بھی دینی تعلیم دینے کے لیے شام بھیجا تھا۔ خلاصہ یہ کہ معاذ، ابودرداء، اور عبادہ رضی اللہ عنہم شامی درس گاہ کی تاسیس کے وہ بنیادی ستون تھے جن پر عمر رضی اللہ عنہ نے اعتماد کیا تھا، اور پھر اس درس گاہ نے اس علاقہ میں دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔ مذکورہ افراد کے ساتھ اعلیٰ اخلاق وکردار کی حامل صحابہ کی ایک جماعت تھی، انہی صحابہ کرام کی شاگردی اختیار کر کے شام کے تابعین نے علم حاصل کیا اور عزت وشرف کے مقام پر فائز ہو گئے، ان میں زیادہ مشہور عائذ بن عبداللہ، ابوادریس خولانی، مکحول اور ابوعبداللہ دمشقی وغیرہ ہیں۔ ❶

۶: مصری درس گاہ:

یوں تو فاتح مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بہت سے صحابہ کرام شریک تھے، لیکن مصر کے علمی حلقوں میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جو مقام بنایا دوسرے صحابہ اس مقام تک نہ پہنچ سکے، مصر والوں نے عقبہ رضی اللہ عنہ کو عزت ومحبت سے نوازا، ان سے حدیثیں روایت کیں اور ان کی صحبت اختیار کی، حتیٰ کہ سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ مصر والوں کو عقبہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں روایت کرنا اتنا ہی محبوب تھا جتنا کہ کوفہ والوں کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ ❷

مصریوں نے متعدد صحابہ کرام سے علم حاصل کیا، ان میں زیادہ مشہور ابوالخیر مرشد بن عبداللہ الیزنی ہیں۔ انہوں نے عقبہ، عمرو بن عاص ❸ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان سے علم سیکھا، مصر میں دینی درس گاہوں کے یہ چند اہم مؤسسین ہیں کہ جن کی درس گاہوں کے وجود وترقی میں اسلامی فتوحات کی تحریک کا خاصا اثر رہا، اور یہ کسی پر مخفی نہیں کہ ان مدارس کی ابتدا ہی سے عمر رضی اللہ عنہ کی ان پر نگرانی تھی۔ چنانچہ جب آپ کے پاس مجاہدین کا لشکر آتا تو آپ اس پر ایک عالم دین مقرر کر دیتے، تاکہ وہ فوجیوں کو دین کی باتیں، شرعی احکامات، فقہی اصول اور قرآنِ مجید نیز دیگر پیش آنے والے معاملات میں ان کے سامنے شرعی حل پیش کرے۔ ❹

اور جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو ان علمی وتربیتی اداروں کی ضرورت بھی پڑی، اس لیے کہ کوفہ، بصرہ اور فسطاط وغیرہ اسلامی شہروں کی شکل میں وجود میں آچکے تھے، مزید برآں یہی شہر فوجی چھاؤنیاں اور مع اہل وعیال فوجیوں کے رہائشی مراکز، نیز علماء، فقہاء اور مبلغین وواعظین کے اجتماع کا ٹھکانہ بن چکے تھے۔ ❺

❶ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۲۶ تا ۵۲۸

❷ تفسیر التابعین: ۱/ ۵۴۰، ۵۴۱

❸ حسن المحاضرۃ: ۱/ ۲۹۶

❹ الادارۃ العسکریۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ: ۲/ ۷۱۲

❺ الادارۃ العسکریۃ فی الدولۃ الاسلامیۃ: ۲/ ۷۱۲

Marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں اور مدرسین کی مدد کرتے تھے اور انہیں مفتوحہ علاقوں میں بھیجتے تھے۔ آپ نے واضح کر دیا تھا کہ حکمراں اور امراء حضرات کو دوسرے علاقوں میں بھیجنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! میں شہروں کے امراء پر تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو وہاں کی رعایا میں عدل وانصاف قائم کرنے اور لوگوں کو دین سکھانے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھانے کے لیے بھیجا ہے، اور اس لیے تاکہ ان کے اموال ان میں تقسیم کریں۔ ❶

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علماء ومفتیان کے لیے مسلمانوں کے بیت المال سے تنخواہیں مقرر کیں تاکہ تعلیم وافتاء کی ذمہ داری کو وہ لوگ بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے والے مدرسین کی تنخواہوں کی ذمہ داری بھی اٹھائی، مدینہ میں تین مدرس بچوں کو پڑھاتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو ہر مہینے میں پندرہ (۱۵) درہم تنخواہ دیتے تھے۔ ❷

تعلیم کی نشر واشاعت خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اہم اہداف میں شامل تھی، اسی لیے آپ نے گاؤں گاؤں اور شہر شہر دین کی تعلیم دینے والوں کو بھیجا، اور اس سلسلے میں صرف حکام وامراء کی کوششوں پر بس نہ کیا بلکہ مدینہ میں رہنے والے علماء کو بھیج کر ان کو قوت پہنچائی، مدینہ سے جانے والے علماء آپ کی نصیحتوں اور مشوروں کے حامل ہوتے تھے۔ اس عظیم مقصد کے لیے آپ نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ سے مختلف شہروں میں بھیجا، انہی میں سے عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں بصرہ والوں کا معلم دین بنا کر بھیجا۔ ❸ اسی طرح عمران بن حصین الخزاعی رضی اللہ عنہ جو فقہائے صحابہ میں سے تھے، ان کو بھی بصرہ والوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے بھیجا۔ ❹

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر شہروں کے مقابلے میں شام کی تعلیمی مرکزیت کافی اہمیت کی حامل تھی، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط لکھا، اس وقت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے والی تھے، اس خط میں حکم دیا تھا کہ جمعہ کے لیے ایک مسجد خاص کر لی جائے، اور قبائل کے لیے بھی الگ الگ مسجدیں موجود رہیں، جب جمعہ کا دن آئے تو جامع مسجد میں سب لوگ جمعہ کے لیے حاضر ہوں۔ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھی یہی حکم بھیج دیا اس وقت وہ کوفہ کے امیر تھے، نیز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس جب کہ وہ مصر کے گورنر تھے یہی حکم بھیجا اور شام کے فوجی کمانڈروں کے نام لکھا کہ شہروں کو چھوڑ کر دیہاتوں کی طرف مت جاؤ، ہر شہر میں صرف ایک مسجد بنالو، مصر، بصرہ، اور کوفہ والوں کی طرح ہر قبیلے کی الگ الگ مسجدیں نہ ہوں۔ ❺

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ٥٦٧

❷ سنن البیهقی: ٦/ ١٢٤ـ السلطة التنفيذية: ٢/ ٧٦٦

❸ عصر الخلفاء الراشدة، ص: ٢٧٣

❹ عصر الخلفاء الراشدة، ص: ٢٧٣

❺ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٧٥

Marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے متخصص علماء کی ایک جماعت تیار کی اور اسے بڑے بڑے شہروں میں بھیجا اور فتوحات اسلامی کی تحریک جس قدر وسیع ہوتی گئی آپ حکام وقائدین کو حکم دیتے رہے کہ مفتوحہ ریاستوں میں مسجدیں بناتے جائیں، تاکہ وہ مسجدیں وہاں کے دین جدید یعنی اسلام، علم ومعرفت اور اسلامی تہذیب وثقافت کی نشر واشاعت کا مرکز ہوں۔ چناں چہ مسجدیں ہی اسلام کی پہلی درس گاہ ہوئیں، اور وہیں سے حکیمانہ اسلوب وپالیسی اپناتے ہوئے علماء صحابہ نے امت کی تعلیم وتربیت کا بیڑا اٹھایا، تعلیم وتربیت کے اس حکیمانہ اسلوب کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں پڑ چکی تھی، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی منہج واسلوب کو اختیار کیا تھا، آپ کے دور خلافت میں جامع مساجد کی تعداد بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تک پہنچ چکی تھی۔ ❶ یہ مسجدیں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے دلوں کے تزکیہ وتہذیب کا کام کرتی تھیں، اور جب مسلمانوں نے یہ ضرورت محسوس کی کہ مسجدوں سے الگ بچوں کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چھوٹے چھوٹے مکاتب بنانے کا حکم دیا اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ان میں ایک ایک معلم ومدرس کو مقرر کر دیا۔ ❷

آپ نے طالب علم کے لیے طلبہ کی ہمت افزائی کی، ان کے لیے حصول علم کے راستوں کو آسان بنایا، ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے مالی وظیفہ جاری کیا، اور اپنے بعض عمال کو حکم دیا کہ ممتاز طلبہ کو بطور اعزاز خصوصی انعامات سے نوازیں۔ سعد بن ابی وقاص کے نام فاروقی حکم نامے میں آپ کے علم اور علماء سے قوی لگاؤ کو بالکل واضح طریقے سے دیکھا جاسکتا ہے، آپ نے ان کو حکم دیا تھا کہ "جو مال تقسیم کے بعد بچ جائے اسے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو دے دینا۔" ❸

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ ہمت افزائی دراصل امت مسلمہ کے تمام نونہالوں کے لیے پیغام مسرت ہے کہ اگر انہوں نے خود کو اللہ کی کتاب یعنی قرآنِ مجید سیکھنے اور حفظ کرنے کے لیے فارغ کیا تو یقیناً وہی لوگ قومی اعزاز اور تعاون کے مستحق ہوں گے۔ خاص طور پر ان ریاستوں میں جہاں لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، وہاں یہ اعزاز وانعام ان مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے کا کام کرتا ہے، جن کے ذریعے سے وہاں کے لوگ قرآنِ مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی سمجھ اور یاد کر سکیں۔

آپ ایسے تمام علوم کے سیکھنے سکھانے کا اہتمام کرتے تھے جن کا تعلق قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، خاص طور سے عربی زبان پر زیادہ ہی توجہ دیتے تھے۔ چناں چہ عربی زبان سیکھنے کے بارے میں آپ نے فرمایا: "عربی سیکھو، اس لیے کہ وہ عقل میں پختگی اور مروّت میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔" ❹

❶ نظام الحكومة الاسلامية: ۲/ ۲۶۲

❷ السلطة التنفيذية: ۲/ ۷۶۸

❸ اشهر مشاهير الاسلام: ۲/ ۵۴۰، ۵۴۱

❹ معجم الادباء: ۱/ ۱۹

Marfat.com

اور آپ کا قول ہے:

''نحو کو اسی طرح سیکھو جس طرح اسلام کے سنن وفرائض کو سیکھتے ہو۔'' ❶

اور فرمایا:

''تم قرآن کا اعراب اسی طرح سیکھو جس طرح اس کے حفظ کو سیکھتے ہو۔'' ❷

نیز فرمایا: ''سب سے خراب تحریر وہ ہے جو لمبی ترچھی اور جلدی جلدی لکھی جائے، سب سے خراب قراءت وہ ہے جو اتنی تیزی سے کی جائے کہ کچھ سمجھ میں نہ آئے، اور سب سے خوش خط تحریر وہ ہے جو خوب واضح ہو۔'' ❸

ابن جوزی نے بھی اسی طرح کا واقعہ لکھا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے کاتب نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا، تو اس نے ''بسم اللہ'' کا سین چھوڑ دیا، عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ ''اسے کوڑے لگاؤ۔'' چنانچہ عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے مارے، کسی نے کاتب سے پوچھا کہ کس وجہ سے تم مارے گئے؟ اس نے کہا: ''سین'' چھوڑنے کی وجہ سے۔ ❹

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر چیز کو اتقان ومضبوطی سے انجام دینے کے حریص تھے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی چیز جس کا تعلق سیاست، اقتصاد، فوج، تعلیم، ادب یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز جو امت کی بقا اس کی عزت، شرافت، بزرگی، قوت اور تہذیب وتمدن سے مربوط رہی، آپ نے اس میں جدت پیدا کی، اور اس کا خاص اہتمام کیا۔ آپ کی سیاست کی شمولیت وکمال، اور امت مسلمہ کی بہترین توجہ ونگرانی کی دلیل یہ ہے کہ جہاں سختی کی ضرورت تھی وہاں آپ نے سختی کی اور جہاں نرمی کی ضرورت تھی وہاں نرمی کی، اور اس بات کی کوشش کی کہ جس امت کا دستور اساسی قرآنِ کریم ہے جو واضح عربی زبان میں نازل ہوا، اس امت کے حکام وافسران فصیح عربی زبان میں خط وکتابت کیا کریں۔ ❺

جن فوجی اداروں کی تحریک پر عراق، ایران، شام، مصر اور مغرب کے ممالک فتح ہوئے درحقیقت ان کے پیچھے ایسی منفرد علمی، فقہی، اور دعوتی جماعتوں کا ہاتھ تھا، جنہوں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی تھی، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا، ان کی بہترین رہنمائی کی، اور وہ جس جگہ کے لیے مناسب تھے، وہاں انہیں ذمہ داری عطا کی۔ اسی بہترین استعمال واستفادہ کے نتیجہ میں ان جماعتوں نے علمی وفقہی

❶ البیان والتبیین، جاحظ: ۲/ ۲۱۹

❷ الف باء، بلوی: ۱/ ۴۲۔ اولیات الفاروق، ص: ۴۵۸

❸ تدریب الراوی، السیوطی، ص: ۱۵۲

❹ مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی، ص: ۱۵۱

❺ اولیات الفاروق، ص: ۴۵۸

Marfat.com

تحریک کی ایسی بنیاد ڈالی جو ہمیشہ اسلامی فتوحات کے لیے طاقت وقوت کا سبب بنی، اور علماء صحابہ جو دعوت الی اللہ اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے فارغ تھے، اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئے کہ مفتوحہ علاقوں میں انہی کے باشندوں میں سے ایسی نسل تیار کر دی جس نے دین اسلام کو بخوبی پہچان لیا۔ نیز زبان ولغت کے تباین کا جو پردہ حائل تھا (اور اس کی وجہ سے اسلامی علوم کی افہام وتفہیم میں جو رکاوٹیں آتی تھیں) ان تمام چیزوں پر وہ لوگ قابو پا گئے۔ بے شمار عجمیوں نے لغت اسلام (عربی زبان) سیکھی، اور عہد صحابہ کے بعد بہت سے عجمی (غیر عربی) افراد علمی تحریک کے قائد بن کر ابھرے۔

مختصر یہ کہ مفتوحہ علاقوں میں علمی اور فقہی درس گاہیں کافی اثر انداز ہوئیں، اور ان سے فارغ ہونے والے علماء کی ایک ایسی جماعت تشکیل ہوئی جس نے امت محمدیہ تک صحابہ کرام کا علم پہنچایا، پھر ان کا شمار اس عظیم جماعت میں ہونے لگا، جس نے قرآنِ مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو امت تک پہنچایا، اللہ کے فضل وتوفیق کے بعد صحابہ کے توسط سے علم نبوی کے امت مسلمہ تک پہنچنے کا سہرا بنیادی طور پر ان علمی مدارس کے مؤسسین کے سر جاتا ہے جنھوں نے مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ اور مصر وغیرہ دوسرے علاقوں میں ان درس گاہوں کی بنیاد رکھی۔ ❶ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان علماء وفقہاء کو اونچا مقام دیا، اور ان کے احوال ومجہودات کی کھوج خبر لیتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کوششوں میں برکت دی اور وہ کوششیں بار آور ہوئیں۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور شعر وشعراء:

ادبی تاریخ کی جو روایتیں اور خبریں ہم تک پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ میں شعراء کا قافلہ کافی متحرک تھا، کیوں کہ عربی شعر کی تاریخ پر لکھی گئی کتاب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے تذکرہ سے خالی نہیں ہے، خاص طور سے ادبی تنقید کے موضوع میں ان کا ذکر ضرور ہے، اور آپ کے زمانے میں عربی ادب پر تنقیدی نظریات کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت اشعار سننے اور روایت کرنے کا بھی وجود تھا۔ نیز عربی ادب سے تعلق رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ عموماً ادبی کتابوں کی استنادی حیثیت ثقہ راویوں پر قائم نہیں ہے، تاہم وہ ادبی وتنقیدی اخبار وروایات جن کا تعلق خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور تابعین سے ہے، سب کا مصدر ومرجع وہی کتابیں ہیں۔ البتہ بعض رجزیہ اشعار جنہیں عہد نبوی میں پڑھا جاتا تھا، اور کتب حدیث میں وہ مذکور ہیں، ❷ اسی طرح نابغہ جعدی، ❸ امیہ بن ابی صلت اور حسان بن ثابت ❹ کے ابیات ان سے مستثنیٰ ہیں۔

---

❶ الدور السياسي، الصفوة، ص: ٤٦٢ تا ٤٦٣

❷ مجمع الزوائد: ٨/ ١٢٦

❸ المدينة النبوية فجر الإسلام: ٢/ ٩٨

❹ البيان، جاحظ: ١/ ٢٤١۔ الادب فی الاسلام، نايف معروف، ص: ١٦٩

Marfat.com

بہرحال دور فاروقی کے شعراء واشعار کے متعلق ادب اور ادباء کی کتابیں ہی مرجع ہیں۔

ا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا شاعرانہ ذوق:

خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ عمر رضی اللہ عنہ اشعار سننے اور ان کی اصلاح کرنے کا ذوق رکھتے تھے، اسی طرح ان سب سے زیادہ شعر کے ذریعے سے مثال دینے والے بھی آپ ہی تھے۔ آپ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ آپ کے سامنے شاید ہی کوئی معاملہ آتا رہا ہو اور آپ اس پر شعر نہ سناتے رہے ہوں۔ ❶ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن آپ نیا جوڑا زیب تن کر کے نکلے، لوگ آپ کو بہت دھیان سے دیکھنے لگے، اس پر آپ نے انہیں مثال دیتے ہوئے یہ اشعار سنائے:

لم تغن عن هرمز يومًا خزائنه
والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا

''موت کے وقت ہرمز کو اس کے خزانوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور قوم عاد نے ہمیشہ آباد رہنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ نہ رہی۔''

أين الملوك التي كانت نوافلها
من كل أوب إليها راكب يفد

''کہاں گئے وہ بادشاہ جن کے چشموں (گھاٹوں) سے ہر طرف سے آنے والا قافلہ سیراب ہوتا تھا۔''

حوض هنالك مورود بلا كذب
لا بد من ورده يومًا كما وردوا ❷

''(موت) ایسا حوض ہے جس پر ہر کسی کو یقیناً ایک نہ ایک دن آنا ہے جس طرح کہ لوگ اس پر اس سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔''

امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ وادی محسر ❸ میں اونٹنی کو تیزی سے ہانک رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

إليك تغدو قلقًا وضينها
مخالفاً دين النصارى دينها ❹

---

❶ البيان، جاحظ: ١/ ٢٤١۔ الأدب فی الاسلام، نايف معروف، ص: ١٦٩

❷ الادب فی الاسلام، د/ نايف معروف، ص: ١٧٠

❸ منیٰ ومزدلفہ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جہاں ابرہہ کی فوج تباہ ہوئی تھی۔ (مترجم)

❹ مسند الشافعی، ص: ١٢٢۔ بحواله: عمر بن الخطاب، د/ أبو النصر، ص: ٢٠٩

Marfat.com

''(اونٹنی) تیری ہی جانب دوڑ رہی ہے، اس حالت میں کہ اس کا زیر تنگ حرکت کر رہا ہے، اور اس کے پیٹ میں بچہ اس کے آڑے آ رہا ہے، اور اس حالت میں کہ اس اونٹنی (یعنی اونٹنی والے) کا دین نصاریٰ کے دین کے خلاف ہے۔''

مذکورہ شعر کا قائل ایک نجرانی نصرانی ہے جو اسلام لانے کے بعد حج کرنے گیا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے عرب کی ایک حکیم اوسی عورت سے پوچھا گیا کہ کون سا منظر سب سے حسین ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ہرے بھرے باغات میں سفید محلات کا منظر۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے عدی بن زید کا یہ شعر پڑھا:

کدمی العاج فی المحاریب

أو کالبیض فی الروض زهره مستنیر [1]

''جیسے کہ ہاتھی کے دانت کی بنی ہوئی گڑیا جو صدر مجلس میں رکھی ہو، یا جیسے کوئی حسین وجمیل عورت جو کسی ایسے سبزہ زار میں کھڑی ہو جس کے پھول کھلے ہوئے ہوں۔''

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں کسی ایک سفر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، رات میں ہم چل رہے تھے، میں آپ کے قریب ہوا، آپ نے اپنے پاؤں کے آگے اپنا کوڑا زور سے مارا اور کہا:

کذبتم وبیت اللہ یقتل أحمد

ونسلمه حتی نصرع حوله

''ربّ کعبہ کی قسم تم جھوٹے ہو، تم اپنی اس بات میں جھوٹے ہو کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیے گئے، اور ہم آپ کو بچاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے اردگرد جام شہادت نوش کر رہے تھے۔''

ولما نطأ عن دونه و نناضل

و نذهل عن أبناء نا و الحلائل

''جب کہ ہم آپ کی حفاظت میں آپ کے آگے نیزہ بازی اور تیر اندازی کر رہے تھے اور اپنی اولادوں سے ہم اور ہماری عورتیں غافل تھیں۔''

نیز کہا:

وما حملت من ناقة فوق رحلها

أبرو أوفی ذمة من محمد

''کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ نیکوکار اور وعدہ وفا کرنے والا نہیں بٹھایا۔''

[1] مسند الشافعی، ص: ۲۰۹۔ أدب الاملاء، السمعانی، ص: ۷۱

Marfat.com

وأکسی لبرد الخال قبل ابتذالہ
واعطی لرأس السابق المتجرد ❶

''اور نہ آپ سے زیادہ خیر کا لباس اس کے بوسیدہ ہونے سے قبل پہننے والا اور نہ سبقت کرنے والے کے ننگے سر کو زیادہ ڈھانکنے والا۔''

ایک باحث ومحقق مذکورہ مثالوں سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ سے پہلے اور آپ کے دور کے اشعار آپ کے حافظہ اور خزینۂ معلومات میں منظم انداز میں ہمہ وقت حاضر رہتے تھے، کیوں کہ روزمرہ کی زندگی میں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کے مناسب اشعار برجستہ آپ کی زبان پر ہوا کرتے تھے۔ صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ آپ نے اسلام دشمنی میں کہنے جانے والے اشعار کو بھی حفظ کر لیا تھا، چناں چہ ہند بنت عتبہ نے حمزہ رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے خلاف جو اشعار کہے تھے، آپ نے وہ اشعار حسان بن ثابت کو سنائے، ❷ اور انہی اشعار نے الزامی جواب دینے کے لیے حسان رضی اللہ عنہ کو برانگیختہ کیا۔ بہرحال ہمیں یہ کہنے میں کوئی تردد نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کافی حساس، اور بیدار مغز واقع ہوئے تھے، شعر سے لطف اٹھاتے، اسے روایت کرتے اور اس میں اپنی صحیح رائے قائم کرتے تھے۔ تاہم واضح رہے کہ آپ شاعر نہ تھے، جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے۔ جس نے بھی آپ کو شاعر کہا ہے بہرحال انصاف پسند ناقدین اور ادباء اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اپنی قوم میں آپ کی زندگی کھلی کتاب تھی، ان سے کبھی کوئی چیز آپ نے پوشیدہ نہ رکھی، آپ کی مجلسیں عام ہوتی تھیں اور اس میں خاص وعام سب شرکت کرتے تھے، پس اگر عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی شعری تخلیق ہوتی تو شرکائے مجلس ضرور اسے آپ سے روایت کرتے، اسے بار بار پڑھتے، آپس میں ایک دوسرے کو بتاتے، اور وہ اشعار راویوں کے ذریعے سے ہم تک اسی طرح پہنچتے جس طرح آپ کی سیرت وسوانح ہم تک پہنچی۔ اسی طرح متقدمین ناقدین شعر وادب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ شاعر تھے۔ نہ تو ابن سلام نے اپنی کتاب ''طبقات الشعراء'' میں، نہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''الشعر والشعراء'' میں، اور نہ جاحظ نے اپنی کتاب میں اسے ذکر کیا ہے۔ حالاں کہ جاحظ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ادب وبلاغت پر بہت زیادہ بحث کی ہے۔ ❸ مبرد نے عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ میں متمم بن نویرہ کی اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے حق میں مرثیہ گوئی کا ذکر کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول لکھا ہے جو آپ نے متمم سے کہا تھا کہ ''اگر میں شعر کہتا، جیسے کہ تم کہتے ہو، تو جس طرح تم نے اپنے بھائی کا مرثیہ لکھا ہے، اسی طرح میں بھی اپنے بھائی کا مرثیہ لکھتا۔'' ❹

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٢١٨

❷ عمر بن الخطاب، محمد أبوالنصر، ص: ٢٠٩

❸ عمر بن الخطاب، محمد أبوالنصر، ص: ٢١٠

❹ الکامل فی الأدب: ٢/ ٣٠٠

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انہی اشعار کو پسند کرتے تھے جن میں اسلامی زندگی کا جوہر چمکتا ہو، وہ اسلامی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہوں اور ان کے معانی ومطالب اسلام کی تعلیمات کے خلاف اور اس کی قدروں سے متعارض نہ ہوں۔ آپ مسلمانوں کو بہترین اشعار یاد کرنے پر ابھارتے، اور فرماتے تھے: ''شعر سیکھو، اس میں وہ خوبیاں ہوتی ہیں جن کی تلاش ہوتی ہے، نیز حکماء کی حکمت ہوتی ہے، اور وہ مکارمِ اخلاق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔'' ❶ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جو آپ کی طرف سے عراق کے حاکم تھے:

''تم لوگوں کو شعر سیکھنے کا حکم دو، کیوں کہ وہ بلند اخلاق، درست رائے، اور نسبوں کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔'' ❷

آپ شعر کے فوائد کے سلسلے میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسے دلوں کی چابی اور انسان کے جسم میں خیر کے جذبات کا محرک تصور کرتے ہیں، آپ شعر کی فضیلت وفائدہ کو اس طرح بتاتے ہیں: ''انسان کا سب سے بہترین فن شعر کے چند ابیات کی تخلیق ہے، جنہیں وہ اپنی ضرورتوں میں پیش کرتا ہے۔ ان سے کریم وسخی آدمی کے دل کو نرم کر لیتا ہے، اور کمینہ شخص کے دل کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔'' ❸

بچوں کی کامل تربیت کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے ان کے آباء سے کہتے ہیں کہ انہیں اپنی اولاد کو شعر کی خوبیوں سے واقف کرانا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں: ''اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ، نیز گھوڑے پر اچھل کر بیٹھنے دو اور انہیں بہترین اشعار سناؤ۔'' ❹

جاہلی شعراء کے کلام کو بھی کافی لگن سے یاد کرتے تھے، اس لیے کہ کتابِ الٰہی کے افہام وتفہیم سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ آپ نے کہا: تم اپنے دیوان کو حفظ کر لو اور گمراہ نہ رہو۔ سامعین نے آپ سے پوچھا: ہمارا دیوان کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: دورِ جاہلیت کے اشعار۔ ان میں تمہاری کتاب (قرآنِ مجید) کی تفسیر ہے اور تمہارے کلام کے معانی ہیں۔ ❺ آپ کا یہ فرمان آپ کے شاگرد اور ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس موقف سے متفق ہے، جس میں آپ نے کہا ہے کہ جب تم قرآن پڑھو اور اس کو نہ سمجھ سکو تو اس کا مفہوم ومعنی عرب کے اشعار میں تلاش کرو، کیوں کہ شاعری عربوں کا دیوان ہے۔ ❻

عمر رضی اللہ عنہ کے خیال میں جاہلی دور کا سب سے صحیح علم شعر ہی تھا، روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

---

❶ أدب الإملاء، السمعاني، ص: ۷۱
❷ العمدة، أبورشيق: ۱/ ۱۵
❸ الأدب فی الاسلام، د/ نایف معروف، ص: ۱۷۱
❹ الکامل فی الأدب: ۱/ ۲۲۷
❺ المعجم الکبیر، طبرانی: ۷/ ۱۲۹۔ الأدب الإسلامی، ص: ۱۷۱
❻ الأدب الإسلام، ص: ۱۷۱۔ العمدة، أبورشیق: ۱/ ۱۷

Marfat.com

’’شعر ہی عرب قوم کا اصل علم تھا، ان کے پاس اس سے زیادہ صحیح علم کوئی دوسرا علم نہ تھا، جب اسلام آیا تو اہل عرب جہاد اور رومیوں سے معرکہ آرائی میں پھنس کر اس سے غافل ہو گئے، شعر اور اس کی روایت کو چھوڑ دیا، لیکن جب اسلام خوب پھیل گیا، فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا، اور عربوں نے چین وسکون کی زندگی پائی تو پھر شعر گوئی اور اس کی روایت کی طرف پلٹے، کسی مدون دیوان کا سہارا نہیں لیا، اور نہ کسی شعری تالیف ومجموعے پر اعتماد کیا، وہ لوگ اسی طرح کی شعری وادبی زندگی سے مانوس رہے، بہت سارے شعرائے عرب موت اور قتل کے ذریعے سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اس لیے تھوڑے ہی شعری مجموعے کو وہ یاد کر سکے، اور اس کا بیشتر حصہ ضائع ہو گیا۔‘‘ [1]

آپ کی نگاہ میں وہی شاعر قابل قدر اور محبوب ہوتا تھا جس کا دل ایمان سے لبریز ہو، اور جذبات واحساسات بلند اسلامی کردار واقدار کے آئینہ دار ہوں، نیز اس نے ان احساسات کو ایسا شعری جامہ پہنایا ہو جس سے حقیقی دین داری کی خوشبو پھوٹ رہی ہو، اور جن اخلاق فاضلہ کو اپنانے اور گلے لگانے کا اسلام نے حکم دیا ہے، اس کے اشعار نے ان اخلاق کی تصویر کشی کی ہو۔ اس کے برخلاف جو اشعار اسلام کے اصولوں اور اس کے اقدار وتعلیمات کے خلاف ہوتے آپ ان کا انکار کر دیتے، اور اس قسم کے اسلام مخالف اشعار کہنے والوں سے آپ سخت کا رویہ اپناتے، نیز اس سلسلے میں آپ کی حساس طبیعت، اور بلند ذوق ہی آپ کا معاون بنتا تھا، کہ آپ ادبی نص کی گہرائیوں میں اتر کر اسلامی اصول وتعلیمات سے ہم آہنگ بلند پایہ اخلاق واقدار کو سامنے لاتے تھے۔ [2]

۲: عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حطیئہ وزبرقان بن بدر:

روایت کیا جاتا ہے کہ (مخضرمی شاعر) حطیئہ جس کی کنیت ابوملیکہ اور نام جرول بن اوس ہے، نیز بنوقطیعہ بن عبس سے جس کا تعلق ہے، ایک مرتبہ قحط سالی سے بھاگ کر روزی کی تلاش میں عراق جا رہا تھا، راستے میں زبرقان بن بدر بن امرء القیس بن خلف تمیمی سعدی [3] سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ زبرقان اپنی قوم کے صدقات لے کر عمر بن خطاب کے پاس جا رہا تھا۔ زبرقان نے حطیئہ کو دیکھ کر اسے پہچان لیا، پھر دونوں میں گفتگو ہوئی اور زبرقان کو حطیئہ کی خستہ حالی کا علم ہوا تو اس نے حطیئہ سے کہا کہ چلو میری قوم میں رہو، اور میرے لوٹنے کا انتظار کرو چنانچہ حطیئہ وہاں چلا گیا، لیکن بغیض بن عامر بن شماس بن لوی بن جعفر انف الناقہ، جو زبرقان کا حریف تھا، اس نے حطیئہ کو زبرقان سے بدظن کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، اور اسے زبرقان کے خلاف بھڑکایا اور کامیاب ہو گیا۔ حطیئہ نے اس کردار سے خوش ہو کر بنو انف الناقہ کی تعریف اور

---

[1] طبقات الشعراء، ابن سلام: ۱/ ۲۵۔ أدب صدر الإسلام، ص: ۸۷

[2] عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو نصر، ص: ۲۱۸

[3] عمر بن الخطاب، د/ محمد أبوالنصر، ص: ۲۱۹

Marfat.com

زبرقان کی ہجو میں اشعار کہے، اور کئی قصیدوں میں کہے، زبرقان بن بدر حطیئہ کا ہجو پر مشتمل ایک قصیدہ لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کرنے گئے، اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

مـا كـان ذنـب بـغـيـض لا أبـالـكـم
فـي بـائـس جـاء يحدو آخـر الـنـاس

''تمہارا باپ نہ رہے، سب سے آخر میں ایک ضرورت مند محتاج کو سہارا دے کر بغیض نے کون سا گناہ کا کام کیا ہے۔''

نـقـدم مـريتـكـم لـو أن درتـكـم
يـومـاً يـجـئ بـهـا مسحى و إبـسـاسـى

''اگر میں نے کسی دن تمہاری اونٹنی کا دودھ دوہا اور پیا ہے تو تم کو کبھی میں نے غلہ بھی دیا ہے۔''

دع الـمـكـارم لا تـرحـل لبـغـيتـهـا
واقـعـد فـإنك أنـت الـطـاعـم الـكـاسـى

''بزرگی کے حصول کے لیے سفر نہ کرو، بلکہ بیٹھ رہو، تم کو دوسرے لوگ کھلائیں گے اور پہنائیں گے۔''

من يـفـعـل الـخـيـر لا يـعـدم جوازيـه
لا يـذهـب الـعـرف بـيـن الـلـه والـنـاس

''بھلائی کرنے والا اس کا بدلہ ضرور پاتا ہے، نیکی کبھی اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان رائیگاں نہیں جاتی۔''

مـا كـان ذنـبـي ان فـلـت مـعـاولـكـم
مـن آل لأبـي صـفـاة أصلهـا رأسـي

''میرا کیا قصور اگر تمہاری کدالیں ابوصفاۃ کے اُن سے اچٹ جائیں ان کو نہ لگیں۔''

فـدنـا ضـلـوك فسلـوا مـن كـنـانتهـم
مـجـداً تـلـيـداً ونـبـلا غـيـر أنـكـاسـى ❶

''انہوں نے تم سے مقابلہ کیا تو انہوں نے اپنے ترکش میں قدیم بزرگی و شرافت کو محفوظ رکھا۔''

زبرقان نے اپنا قضیہ پیش کرتے ہوئے یہ اشعار سنا کر کہا کہ حطیئہ نے میری ہجو کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس نے تمہارے بارے میں کیا کہا ہے؟ زبرقان نے کہا کہ اس نے مجھ سے کہا ہے:

---

❶ عمر بن الخطاب، محمد أبو النصر، ص: ٢٢٠

Marfat.com

دع المكارم لا ترحل لبغيتها
واقعد فإنك أنت الطاعم الكاسي

''یعنی بزرگی کے لیے سفر نہ کرو بلکہ بیٹھ رہو تم کو دوسرے لوگ کھلائیں گے اور پہنائیں گے...... الخ''

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں یہ ہجو نہیں ہے بلکہ تم پر عتاب کیا ہے۔ زبرقان نے کہا: حسان کو بلاؤ، چناں چہ حسان آئے، آپ نے ان سے اس شعر کے بارے میں پوچھا، تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے زبرقان کی ہجو نہیں کی ہے بلکہ اس پر گندگی اچھالی ہے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قید میں ڈال دیا۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شعر کی باریکیوں کو خود ہی بہت اچھی طرح جاننے والے تھے، لیکن چوں کہ اس واقعہ کا تعلق قضاء وفیصلہ سے تھا اس لیے آپ نے ضرورت محسوس کی کہ کسی (متخصص) ماہر فن کو بلائیں جو درپیش مسئلہ کے بارے میں اپنا فیصلہ دے، اور پھر آپ اسے نافذ کریں۔

عربی ادیب عباس محمود عقاد کا کہنا ہے کہ پیش نظر معاملہ میں آپ کی نگاہوں سے یہ بات اوجھل ہوگئی کہ آپ خود ہی ادیب اور اشعار کو نقل کرنے والے ہیں، بلکہ آپ کے پیش نظر صرف یہی بات رہی کہ آپ اس وقت ایک قاضی کے مقام پر ہیں، جو شبہات کی بنیاد پر حدود کو معاف کرتا ہے، اور ماہرین فن کے علم سے مستغنی ہو کر صرف اپنے علم کی بنا پر حکم صادر نہیں کرتا۔ ❷ چناں چہ جب قید کی مشقتوں سے حطیہ دوچار ہوا تو چند اشعار میں اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ کو نرم کرنے کی کوشش کی، اور معذرت کے لیے وہی اسلوب اختیار کیا جو معذرت نامے کا مشہور شاعر نابغہ، نعمان بن منذر کے لیے اختیار کرتا تھا، اس کا شعر تھا:

أعوذ بجدك إني امرء
سقتني الأعادي إليك السجالا

''میں آپ کی بزرگی کا واسطہ دے کر پناہ کا طالب ہوں۔ میں (بے قصور) آدمی ہوں، میرے دشمنوں نے میرے خلاف آپ کو نفرت کا ڈول پلایا ہے۔''

ولا تأخذني بقول الوشاة
فإن لكل زمان رجالا

''آپ چغل خوروں کی باتوں میں آکر میری گرفت نہ کریں، کیوں کہ ہر دور میں ایسے بدخواہ پائے جاتے رہے ہیں۔''

فإن كان ما زعموا صادقا
فسيقت إليك نسائي رجالا

❶ الأدب في الإسلام، ص: ۱۷۲
❷ عبقرية عمر: ۲٤٦

Marfat.com

''اگر وہ لوگ اپنی تہمت میں سچے ہیں، تو میری عورتیں آپ کے پاس پیدل لائی جائیں۔''

حواسر لا یشتکین الوجا
یخضضن آلا و یرفعن آلا

''ان کے چہروں پر دوپٹے نہ ہوں، انہیں ننگے پاؤں ہونے کی وجہ سے پاؤں گھسنے کی شکایت نہ ہو، اور وہ کسی خاندان کی پستی اور کسی خاندان کی برتری کی علامت ہوں۔''

ان اشعار کو سننے کے بعد بھی عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا عذر قبول نہ کیا، لیکن پھر اس نے دوبارہ دل کو نرم کر دینے والے مؤثر اور مائل کرنے والے ابیات سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے، اس میں کہا تھا:

ما ذا تقول لأفراخ بذی مرخ
زغب الحواصل لا ماء ولا شجر

''چوزوں کے مانند وادی ذی مرخ میں میرے بچوں کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں جو بالکل ناتواں اور بے آب ودانہ ہیں۔''

ألقیت کاسبهم فی قعطر مظلمة
فاغفر علیك سلام الله یا عمر!

''آپ نے ان کے کمانے والے کو تاریک قید میں ڈال دیا ہے، اے عمر! آپ پر سلامتی ہو، معاف کر دیجیے۔''

أنت الإمام الذی من بعد صاحبه
ألقت إلیك مقالید النهی البشر

''آپ وہ امام ہیں کہ جس کو اس کے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے بعد، مخلوق نے دانائی کی کنجیاں سونپ دیں۔''

لم یؤثروك إذا ما قدموك لها
لکن بك استأثروا إذ کانت الأثر

''لوگوں نے خلافت کے لیے آپ کو پیش کر کے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے۔''

فامنن علی صبیة بالرمل مسکنهم
بین الأباطح تغشاهم بها القرُّ

''آپ ان بچوں پر احسان کریں جن کا مسکن کنکریلی پتھریلی وادیوں کے درمیان ہے، اور سخت سردی

Marfat.com

ان کو ڈھانپے ہوئے ہے۔''

أهلي فدائك ما بيني وبينهم
من عرض داوية تعمى بها الخبر

''میری آل واولاد آپ پر قربان، میرے اور ان کے درمیان لمبا چوڑا چٹیل میدان حائل ہے، جن کی وجہ سے میں ان کے حالات سے بالکل ناواقف ہوں۔''

عمر رضی اللہ عنہ ان اشعار سے متاثر ہو کر رونے لگے، اور حطیئہ کی رہائی کا حکم دے دیا، اور اس کی زبان پر لگام لگانے کے لیے مسلمانوں کے حق میں اس کے ہجویہ کلام کو (۳۰۰۰) درہم میں خرید لیا، تو حطیئہ نے اس پر افسوس کرتے ہوئے کہا:

وأخذت أطراف الكلام فلم تدع
شتمًا يضر ولا مديحًا ينفع

''آپ نے میرے کلام کے نوک پلک تک کو خرید لیا، آپ نے تکلیف دینے والی کوئی گالی نہیں چھوڑی اور نہ کوئی مدح سرائی کہ جو کسی کو نفع پہنچائے۔''

ومنعتني عرض البخيل فلم يخف
شتمي وأصبح آمنًا لا يفزع

''آپ نے مجھے (اس کلام کو) بخیل پر پیش کرنے سے روک دیا، اب وہ میری ہجو سے نہیں ڈرتا، وہ بڑا پرامن ہے، اسے کچھ بھی گھبراہٹ نہیں۔''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حطیئہ بالکلیہ ہجو چھوڑنے پر دل سے مطمئن نہ ہوا، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے اسے طلب کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور اسے اس کی زبان کاٹنے کی دھمکی دی تو حطیئہ نے کہا: امیر المومنین! میں نے اپنی ماں اور باپ تک کی ہجو کی ہے، یہاں تک کہ اپنی بیوی اور خود اپنی ذات کو ہجو سے نہیں بخشا۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے اور اسے معاف کر دیا۔ [1] اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حطیئہ ہجو کہنے سے باز آ گیا۔

اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ (زہر الآداب) کے مصنف نے بھی ذکر کیا ہے: لکھتے ہیں کہ قبیلہ بنو عجلان کے لوگوں کو ''بنو العجلان'' کے نام پر بڑا فخر تھا، اس نام سے پکارا جانا وہ لوگ باعث شرف وعزت سمجھتے تھے، کیوں کہ ان کا دادا عبداللہ بن کعب ''عجلان'' نام سے اس وجہ سے معروف ہوا کہ وہ مہمانوں کی ضیافت میں پیش قدمی

[1] الكامل في الأدب: ٢/ ٧٢٥

Marfat.com

کرتا تھا، اور یہ ان کے لیے شرافت کی چیز تھی، یہاں تک کہ ان کے اس فخریہ نام سے چڑ کھاتے ہوئے قیس بن عمرو بن کعب نجاشی نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کی ہجو کی اور کہا:

أولئك أخوال اللعين وأسرة

الهجين ورهط الواهن المتذلل

''وہ سب بدبختوں کے ماموں، دوغلوں کے خاندان والے اور کمزوروں وذلیلوں کی جماعت کے لوگ ہیں۔''

وما سمي العجلان إلا لقوله

خذ العقب واحلب أيها العبد واعجل

''اس کا نام عجلان اس لیے پڑا کہ لوگ اس سے کہتے تھے کہ اے او غلام! پیالہ لے اور جلدی دودھ دودھ لا۔''

مذکورہ اشعار کے بعض ناقلین کا خیال ہے کہ نجاشی کے ان اشعار کو سن کر بنو عجلان کے لوگ اسے پکڑ کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور آپ نے اسے قید میں ڈال دیا، اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے اسے کوڑے لگائے۔ ❶

بہر حال یہ واقعات شاہد ہیں کہ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہجو کے اشعار پر مواخذہ کرتے تھے، سچ تو یہ ہے کہ آپ صرف اسی پر بس نہ کرتے تھے بلکہ شعر کے دیگر اصناف پر بھی آپ سختی سے مواخذہ کرتے، مثلاً وہ اشعار جن میں مسلمانوں کی عزت وناموس سے چھیڑ چھاڑ کی گئی ہو تاکہ مسلمانوں میں آپس میں بغض وعداوت کی آگ لگ جائے، اسی طرح وہ اشعار جو مسلم خواتین پر تبصرہ کرتے ہوں، وغیرہ۔ د/ واضح الصمد نے اپنی کتاب میں اسے خوب تفصیل سے نقل کیا ہے۔ ❷

۳: شعر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پختہ ارادہ کو نرمی اور شفقت میں بدل دیتا ہے:

امیہ بن اسکر کنانی نام کا ایک آدمی تھا، وہ اپنی قوم کے بزرگوں میں سے تھا، اس کا ایک لڑکا تھا جس کا نام کلاب تھا، اس نے عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ ہجرت کی تھی، اور وہیں کافی دنوں تک مقیم رہا تھا، ایک دن اس کی ملاقات طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما سے ہوگئی، اس نے ان دونوں سے پوچھا کہ اسلام میں کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ جہاد، چناں چہ اس نے عمر رضی اللہ عنہ سے اہل فارس سے جنگ کے لیے جانے والی فوج میں جہاد کے لیے شرکت کی اجازت مانگی۔ یہ سن کر امیہ اٹھ کھڑا ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

❶ زهر الآداب، القيرواني: ١/ ٥٤۔ الأدب في الإسلام، ص: ٩٢

❷ ادب صدر الاسلام، د/ واضح المصد، ص: ٩٢، ٩٣

Marfat.com

امیر المومنین! یہ دن ہماری زندگی کے کٹھن دن ہیں، اور اگر میرا بڑھاپا نہ ہوتا تو ...... لیکن یہ سنتے ہی اس کا عابد وزاہد بیٹا کلاب عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کھڑا ہوا، اور کہا: لیکن میں، اے امیر المومنین! اپنی جان کو فروخت کردوں گا، اور دنیا کے بدلے آخرت خریدوں گا۔ ایک کھجور کے سائے میں اس کا باپ کھڑا تھا وہ اپنے بیٹے سے چمٹ گیا اور کہا: اپنے کمزور والدین کو چھوڑ کر مت جاؤ، انہوں نے بچپن میں تمہاری پرورش کی، اور جب ان کو تمہاری ضرورت پڑی تو تم انہیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ کلاب نے کہا: ہاں، میں ان سے بہتر پانے کے لیے ان کو چھوڑ رہا ہوں، اور پھر اپنے باپ کو راضی کر کے جہاد پر نکل گیا۔ باپ تھوڑی دیر کھجور کے درخت کے نیچے ساکت کھڑا رہا، اتنے میں دیکھا کہ ایک کبوتری اپنے چوزوں کو بلا رہی ہے، یہ منظر دیکھ کر بوڑھا باپ رونے لگا، اور بوڑھی ماں بھی رونے لگی، پھر بوڑھے باپ نے یہ اشعار کہے:

لمن شيخان قد نشذا كلابا
كتاب الله لو قبل الكتابا

''دونوں بوڑھوں کا سہارا کون ہوگا! ان دونوں نے کلاب کو اللہ کی کتاب کا واسطہ دیا، کاش وہ کتاب الٰہی کی بات مان لیتا!''

أنـاديـه فيعرض في إباء فلا
وأبـي كـلاب مـا أصـابـا

''میں نے اسے پکارا، لیکن اس نے اعراض کرتے ہوئے انکار کر دیا، قسم ہے میرے باپ کی، کلاب اپنے فیصلہ میں صائب نہیں تھا۔''

لـذا هتفت حمامة بطن وج
علـى بيضاتها ذكرًا كلابا

''اسی لیے جب وادی ''وج'' کی کبوتری نے اپنے چوزوں کو کوکو کہہ کر بلایا تو ان دونوں نے کلاب کو یاد کیا۔''

فـإن مهاجرين تكنفاه
فـفـارق شيخه خطأً وخابا

''دو مہاجروں نے اس کو پالا پوسا اور حفاظت میں رکھا، لیکن اس نے غلطی کرتے ہوئے اپنے بوڑھے (والدین) کو داغ مفارقت دے دیا، اور خسارے میں رہا۔''

تـركـت أباك مرعشة يداه
وأمك مـا تسيغ لـه شرابا

Marfat.com

''تو اپنے باپ سے اس حال میں جدا ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھ کانپ رہے ہیں، اور تیری ماں کو پانی کا ایک گھونٹ بھی اچھا نہیں لگتا۔''

تنفض مهده شفقًا عليه
وتجنبه أباعرها الصعابا

''ماں اپنی مامتا سے اس کے بچپن کو خوشگوار کرتی رہی اور اسے اپنے اونٹوں کے خطرات ومشکلات سے بچاتی رہی۔''

فإنك قد تركت أباك شيخًا
يطارق أينقًا شزبًا طرابا

''تو نے اپنے باپ کو اس وقت داغ مفارقت دیا جب کہ وہ بوڑھا ہوگیا ہے اور رنج وغم کا قصیدہ پڑھتے ہوئے کمزور اونٹوں کو ہانکتا ہے۔''

إذا ارتعشن أرقا لا سراعًا
أثرن بكل رابية ترابا

''جب وہ اونٹ کمزوری سے ڈگمگاتے ہوئے تیزی سے چلتے ہیں تو ہر ٹیلے سے گرد وغبار اڑاتے ہیں۔''

طويلًا شوقه يبكيك فردًا
على حزن ولا يرجو الإيابا

''اس سے ملنے کی شدید خواہش رنج وغم کی وجہ سے تنہائی میں تجھے رلاتی ہے، اور اب وہ (باپ) اس (کلاب) کے لوٹنے کی امید نہیں رکھتا۔''

فإنك والتماس الأجر بعدي
كباغي الماء يتبع السرابا [1]

''تو اور میرے بعد ثواب کی جستجو کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ پیاسا آدمی سراب کے پیچھے دوڑتا ہے۔''

...... امیہ اندھا ہو چکا تھا، اس کا راہبر اس کا ہاتھ پکڑ کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا، اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، اس نے وہاں یہ شعر سنائے:

أعاذل قد عذلت بغير علم
وما تدرين عاذل ما ألاقي

[1] عمر بن الخطاب، د/ محمد أبوالنصر، ص: ٢٢٦

Marfat.com

''اے ملامت کرنے والی! تو نے بغیر علم کے ملامت کی، کوئی ملامت کرنے والی کیا جانے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔''

فـــأمـــا كـنـت عـــاذلـتـي فـردي
كــلابًـــا إذ تـــوجـــه لـــلـعـــراق

''اگر تو مجھے ملامت کر رہی ہے تو کلاب کو میرے پاس لوٹا دیتی، جب کہ وہ عراق کی طرف جا رہا تھا۔''

ولـــم أقـــض الـــلـبـــانـة مـــن كـــلاب
غـــداة غـــد و اذن بـــالـــفـــراق

''میں نے کلاب سے ابھی کل تک کوئی ضرورت پوری نہیں کی تھی کہ اس نے ہمیں جدائی کا پیغام دے دیا۔''

فتـــى الـــفتيـــان فـــي عسـر ويسـر
شـــديـــد الـــركـــن فـــي يـوم التـلاقـــي

''سختی اور آسانی دونوں حالتوں میں جوانوں کا ایک جوان تھا اور جنگ کے موقع پر مردِ آہن تھا۔''

فـــلا وأبيك مـــا بـــاليـــت وجـــدي
ولا شـــفـــقـــي عـلـيك ولا اشتيـــاقـــي

''تیرے باپ کی قسم تو نے میرے جذبات کی پروا نہ کی، اور نہ میری شفقت پدری اور شوق ملاقات کی پروا کی۔''

وإيـــفـــادي عـــلـيك اذا شتـــونـــا
وضـــمك تـــحـــت نـــحـري واعـتـنـاقـي

''اور ٹھنڈ کے موسم میں میں نے تجھ کو جو گرمی پہنچائی اور تجھے سینے اور گلے سے لگایا کسی چیز کی تو نے پروا نہیں کی۔''

فـــلـــو فـــلـــق الـــفـؤاد الشـديـــد وجـــد
لـهـــم ســـواد قـــلـبـي بـــانـــفـــلاق

''پس اگر ملاقات کا شدید احساس دل کو پھاڑنے لگے تو میرے دل کا سیاہ نقطہ بھی پھٹ جانا چاہتا ہے۔''

ســـأستـــعـــدي عـــلـى الـفـاروق ربًّـــا
لـــه دفـــع الـــحـــجـيـج إلـــى بســـاق

Marfat.com

''میں عمر فاروق کے خلاف اپنے ربّ سے مدد طلب کروں گا، وہی جبل عرفات تک حاجیوں کو لے جانے والا ہے۔''

وأدعـو الـلـه مـجتهـدًا عـلـيـه
بـبـطـن الأخشبيـن إلـى دقـاق

''مکہ کے دونوں اخشب پہاڑوں کے درمیان کہیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے پوری طاقت سے عمر کے لیے بددعا کروں گا۔''

إن الـفـاروق لـم يـردد كـلابًـا
عـلـى شيـخيـن هـا مـهـمـا زواق

''اگر عمر فاروق نے کلاب کو اس کے بوڑھے والدین کے پاس جو مرنے کے قریب ہیں واپس نہ لوٹایا۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت روئے، اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کلاب کو تلاش کر کے فوراً واپس بھیجیں۔ انہوں نے فوراً انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان سے ملاقات کی، اور پھر آپ نے امیہ کو بلا بھیجا اور اس سے آپ نے کچھ دیر بات کی، اور اس سے پوچھا کہ اس کے نزدیک اس وقت سب سے محبوب کیا چیز ہے؟ تو امیہ نے کہا: کلاب، میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس موجود ہو اور میں اسے سونگھ لوں، تب آپ نے کلاب کو سامنے آنے کا حکم دیا، کلاب کو دیکھ کر بوڑھا خوشی سے کود پڑا، اور اپنے بیٹے کو سونگھتے ہوئے خوشی کے آنسو بہانے لگا۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ دیکھ کر رونے لگے، (1) اور جو دوسرے لوگ موجود تھے وہ بھی رونے لگے اور سب نے کلاب سے کہا کہ تم اپنے والدین کے پاس ہی رہو، اور جب تک دونوں زندہ ہیں انہی میں جہاد کرو، جب وہ نہیں رہیں گے پھر تمہاری مرضی میں جو آئے سو کرنا۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کا عطیہ دینے کا حکم دیا، اور ان کے باپ کے ساتھ بھیج دیا۔ پھر دیگر سوار بھی ان کے باپ کے شعر کو پڑھ کر گنگنانے لگے۔ اور جب کلاب کو خبر ملی کہ دوسرے لوگ ان کے باپ کے شعر کو گنگناتے ہیں تو انہوں نے یہ شعر کہا:

لـعـمـرك مـا تـركـت أبـا كـلاب
كبيـر السـن مـكـتـئـبـا مـصـابـا

''اللہ کی قسم! میں نے سخت بڑھاپے کے وقت رنجیدہ اور مصیبت کی حالت میں ابوکلاب کو نہیں چھوڑا۔''

و أمـا لا يـزال لـهـا حـنـيـن
تـنـادي بـعـد رقـدتـهـا كـلابـا

---

(1) الأدب الإسلامي، د/ نايف معروف، ص: ۱۸۰

''اور نہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد غم بھری ہلکی آواز میں کلاب کو پکارنے والی ماں کو۔''

لكسب المال أو طلب المعالي

ولكنني رجوت به الثوابا

''مال کمانے کے لیے یا ناموری کے لیے نہیں چھوڑا تھا، بلکہ اس سے میرا مقصد ثواب حاصل کرنا تھا۔''

کلاب اچھے مسلمانوں میں سے تھے، وہ اپنے والدین ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ دونوں فوت ہو گئے۔ [1]

اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے وہ یہ کہ معروف شاعر شیبان بن مخبل سعدی نے ہجرت کی اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ فارس والوں سے جنگ کرنے کے لیے چلا گیا۔ اس پر اس کے والد مخبل بہت زیادہ گھبرا گئے، کیوں کہ وہ کمزور اور بوڑھے ہو چکے تھے، وہ جدائی پر صبر نہ کر سکے اور یہ قصیدہ کہا:

أيهلكني شيبان في كل ليلة

لقلبي من خوف الفراق وجيب

''کیا شیبان ہر رات مجھے ایسے ہی ہلاک کرتا رہے گا، یقین جانو جدائی کے خوف وغم سے میرا دل دھڑک رہا ہے۔''

فإني حنت ظهري خطوب ألا ترى

أرى الشخص كالشخصين وهو قريب

''کیا تو دیکھتا نہیں کہ نامساعد حالات نے میری کمر جھکا دی ہے، ایک ہی آدمی مجھے دو دکھائی دیتے ہیں، حالانکہ وہ میرے قریب ہی ہوتا ہے۔''

ويخبر شيبان أن لن يعقّني

تعق إذا فارقتني وتحوب

''شیبان مجھ سے کہتا تھا کہ وہ میری نافرمانی ہرگز نہ کرے گا، (لیکن اے شیبان) جب تو مجھ سے بچھڑ گیا، تو نافرمان بھی ہوا اور گنہگار بھی۔''

فلا تدخلن الدهر قبرك حوبة

يقوم بها يومًا عليك حسيب

''تو اپنی قبر میں گناہ لے کر کبھی نہ جانا کہ کسی دن سخت حساب لینے والا ان گناہوں کے بارے میں تجھ سے باز پرس کرے۔''

---

[1] عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٨٨

جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سنے تو آپ کا دل پسیج گیا اور آپ رونے لگے، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ شیبان کو واپس بھیج دو، چناں چہ انہوں نے شیبان کو ان کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ ❶

یہ اپنی نوعیت کا کوئی آخری واقعہ نہ تھا کہ جس کے بارے میں شعر سن کر عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہوئے ہوں، بلکہ اس سے ملتے جلتے کئی واقعات ہیں، انہی میں سے ایک واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراش بن ابی خراش ہذلی نے ہجرت کی، مسلمانوں کے ساتھ معرکہ میں شریک ہوئے اور دشمن کی زمین میں کافی دور تک گھستے چلے گئے، ابوخراش مدینہ آئے، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ کر اپنے بیٹے سے ملاقات کی شدت اشتیاق کا اظہار کیا، اور کہا کہ وہ ایسا آدمی ہے جس کی بیوی فوت ہو چکی ہے اور بھائی لوگ قتل ہو چکے ہیں، اب اس کے بیٹے خراش کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا معین ومددگار نہیں ہے، اور وہ بھی مجھے چھوڑ کر جنگ پر چلا گیا ہے اور پھر یہ اشعار پڑھنے شروع کیے:

ألا مــن مبلــغ عــنـى خــراشــا

وقــد يــأتيك بــالـنبــأ البـعـيـد

''کیا خراش کو کوئی میرا پیغام پہنچانے والا ہے، تیرے پاس کوئی دور کا آدمی اس کی خبر لے کر آئے گا۔''

وقــد تــأتيك بـــالأخبـــار مـــن لا

تــجهــز بـالــحـذاء ولا تــزيـد

''اور ممکن ہے تیرے پاس ایسا آدمی خبریں لائے جو ننگے پاؤں اور بغیر ساز وسامان والا ہو۔''

تـنــاديــه ليـعـقبــه كـليـب

ولا يـــأتـــى لـقـــد سـفـــه الـوليـد

''(اے نفس) تو اسے بلاتا ہے تاکہ غم کا مارا اسے اپنا جانشین بنائے، حالاں کہ وہ آنے والا نہیں ہے، یقیناً وہ لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔''

فــرد أناءة لا شيء فيه

كــان دمـوع عينيه الفريد

''(اس کے دل نے) بڑی سرد مہری سے جواب دیا کہ اسے (یاد کرنے سے) کوئی فائدہ نہیں ہے، (ایسا خاموش جواب) گویا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے آنسو چمک دار موتی ہیں۔''

وأصبــح دون غــابـــقة وأمســـى

جبـــال مـــن جـــرار الشـــام ســود

---

❶ أدب صدر الإسلام، ص: ٩٠

''غابقہ سے پہلے صبح کی، اور شام کے سیاہ پہاڑوں کے دامن میں شام کی۔''

ألا فـاعـلـم خـراش بـأن خيـر
الـمـهـاجـر بـعـد هـجـرتـه زهـيـد

''خراش کو جان لینا چاہیے کہ ہجرت کے بعد مہاجر کی خبر نہیں مل رہی ہے۔''

رأيتك وابتـغـاء البـر دونـي
كـمـخـضـوب الـلبـان ولا يـصيـد ❶

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے چھوڑ کر نیکی کی تلاش ایسے ہی ہے جیسے گوند لگا ہوا کانپا جو شکار نہ پھنسا سکے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس شعر سے کافی متاثر ہوئے اور خراش کو اس کے باپ کے پاس واپس چلے جانے کا حکم دے دیا، اور پھر یہ عام فرمان جاری رکھا کہ ''جس کے بوڑھے والدین زندہ ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر جہاد پر نہ جائے۔'' ❷

بہرحال ان واقعات میں ہم ملاحظہ کر رہے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اشعار سے کس درجہ متاثر ہوتے تھے، اور شدت تاثیر کے نتیجہ میں کس طرح رونے لگتے تھے۔ حالاں کہ آپ وہی فاروق ہیں جو سختی میں منفرد تھے، بہرحال نرمی اور سختی کا یہ امتزاج بتاتا ہے کہ آپ بہت ذکی الحس تھے اور انسانی دکھ درد کو خوب محسوس کرتے تھے۔ مجبور باپوں کے غم میں شریک ہوتے اور ان کے لیے ان کے بیٹوں کی ضرورت کا احساس کرتے، صرف انہی کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر وہ انسان جو مظلوم یا مجبور نظر آتا آپ اس کی مصیبت میں شریک ہوتے، اور یہ سب آپ کے پختہ وکامل احساس وشعور کا نتیجہ تھا، جیسے کہ ہجویہ اشعار کے بارے میں آپ کا موقف گزر چکا ہے۔

۴: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت ناقد ادب عربی:

عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل کرنے والے تھے، یہاں تک کہ آپ اپنے ادبی نظریہ اور شاعر وشعر پر حکم لگانے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی کوشش کرتے تھے۔ چناں چہ آپ سے بہت سارے ادبی نصوص کے بارے میں تنقیدی احکام وخیالات پائے جاتے ہیں، اور ادبی نصوص پر آپ کے تنقیدی جائزہ کا تعلق اس دور سے ہے جب کہ آپ خلیفہ تھے، یعنی آپ کی زندگی کا آخری دس سالہ دور ادبی نصوص پر آپ کا تنقیدی جائزہ مجموعی طور پر ہمیں یہ تصور دیتا ہے کہ جو ادبی نصوص وآثار آپ کے ادیبانہ نقطۂ نظر سے درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہوتے آپ ان نصوص کو کتنا اونچا مقام دیتے، اور کتنی اس کی عزت کرتے تھے۔ درحقیقت

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ۲۳۰
❷ أدب صدر الإسلام، ص: ۹۰

Marfat.com

عربی ادب کے اس ابھرتے ہوئے دور میں یہی نصوص آپ کے نزدیک اس عہد کی ثقافت کا اصل نتیجہ ہوتے تھے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہم ان اسباب واساسیات کا احاطہ کریں جنھوں نے آپ کی تنقیدی حس کو صیقل کیا، اور آپ کے ملکہ کو پروان چڑھایا اور اس جائزہ میں آپ کی جاہلی واسلامی دونوں زندگیاں ایک ہی نقطہ نظر یعنی ادب وبلاغت نیز ان کی تنقید وتصویب سے ہمارے سامنے ہوں۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی جاہلی زندگی میں جاہلی اقدار وروایات کے محافظوں میں سے ایک محافظ تھے۔ قریش میں آپ کا اونچا مقام تھا اور قریش پر ہی اس وقت عربوں کی نگاہیں لگی رہتی تھیں اور وہی عربوں میں معزز وفیصل مانے جاتے تھے، اسلام آنے کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں بھی انہی کی اہمیت تھی۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی جاہلی اور اسلامی زندگی میں عربی شاعری میں مہارت رکھتے تھے، مشرکین، مرتدین اور دشمنانِ اسلام نے دین حنیف اسلام کے خلاف جو بھی اشعار کہے تھے آپ انہیں مکمل یاد کیے ہوئے تھے۔

آپ جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں عربوں کے عقیدہ، تاریخ، انساب، سلوک اور علم کے احوال سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ ان چیزوں کی معلومات نے عربی کلام میں تنقید اور اس پر رائے دہی کے لیے آپ کا راستہ ہموار کر دیا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ اپنے بچپن ہی سے ادبی مجالس میں شریک ہونے کے حریص تھے، یہ مجلسیں عموماً رات کو منعقد ہوتی تھیں، ان میں شعری کلام پیش کیے جاتے اور ادبی ذوق، ادبی نصوص، نیز تنقید ورائے زنی کا تبادلہ ہوتا تھا اور جب آپ اسلام لے آئے تو جس طرح لوگ عمدہ پھل چنتے ہیں اسی طرح عمدہ کلام اور بہترین باتوں کو منتخب کرنے والے افراد کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، نماز اور جہاد فی سبیل اللہ کے بعد دنیا کی اپنی تیسری مشغولیت شمار کرتے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی مجلسوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ خلیفہ تھے تو مسجد کے ایک کنارے مسجد سے متصل ہی ''بطحاء'' کے نام سے ایک خالی جگہ گھیر دی تھی جہاں شعر وادب سے دلچسپی رکھنے والے اور اسے سیکھنے والے آیا کرتے تھے۔ ❶

صحابی رسول عمر رضی اللہ عنہ تنقیدی دسترس، گہری نظر، نکتہ داں ذہانت، وہبی ذکاوت اور روشن دماغ صلاحیت کے مالک ہونے کی وجہ سے صائب الرائے اور سخن شناس واقع ہوئے تھے، تنقیدی لغزشوں سے آپ کا کلام پاک ہوتا تھا، ساتھ ہی آپ جو کچھ بھی پڑھتے یا سنتے تھے، اس کا آپ کو پورا احساس ہوتا تھا، آپ کے احساس سخن شناسی، اور عربی ادب کی تہ تک پہنچنے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ ادبی نصوص اور ان کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے جمالیاتی اقدار یا شعور وآگہی کو جگانے والے معانی کو مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ ❷ یہ اقدار ومعانی آپ کے دل ودماغ کو

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٤٤

❷ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٤٦

Marfat.com

گھیر لیتے، آپ ان سے مطمئن رہتے اور بسا اوقات ان کے بارے میں اپنی خوشی واحترام کا اظہار بھی کرتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ متمم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کی موت پر مرثیہ کہا، اس کی موت مرتدین کی جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فوجیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی، متمم جب مرثیہ کہتے کہتے یہاں تک پہنچا:

لا یمسك الفحشاء تحت ثیابه

حلو شمائله عفیف المئزر

''اپنے کپڑوں کے نیچے فحش کاری کو نہیں چھپایا، اس کے اخلاق پسندیدہ تھے اور وہ پاک دامن تھا۔''

تو عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میں چاہتا تھا کہ اپنے بھائی زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے اسی طرح کا مرثیہ کہتا جیسا کہ تم نے اپنے بھائی مالک کے لیے کہا ہے۔ متمم نے کہا: اے ابوحفص! اگر آپ جان لیں کہ میرے بھائی کا بھی وہی ٹھکانا ہے جو آپ کے بھائی کا ٹھکانا ہے تو آپ مرثیہ نہیں کہیں گے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری طرح کسی نے میری تعزیت نہیں کی۔ ❶

ادبی نصوص کی فنی و معنوی گرفت اور اس کی نزاکت و لطافت کے احترام ہی کی وجہ سے بلیغ ادبی نصوص کی قدر و قیمت کی معرفت میں بلندی کی منزلیں طے کرتے رہے اور پھر تنقید و معرفت کے اس مقام تک پہنچ گئے کہ اس فانی دنیا کے خزانوں کی قیمت کبھی اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہرم بن سنان کے کسی بیٹے سے کہا کہ اپنے باپ کی مدح میں زہیر کا کچھ کلام پڑھو، اس نے حکم کی تعمیل کی، آپ نے کہا: تمہارے خاندان کے بارے میں زہیر خوب کہتا تھا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اسے ہم صلہ بھی خوب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: لیکن تم نے جو دیا تھا وہ فنا ہوگیا اور اس نے تم کو جو دیا تھا وہ آج بھی باقی ہے۔ ❷

خلاصہ یہ کہ انہی اساسیات نے عمر رضی اللہ عنہ کے تنقیدی ذوق کو غذا فراہم کی اور آپ کے ناقدانہ ملکہ کو پالش کیا اور اسلام اور ادبی سوتوں کے ابتدائی دور میں آپ کو اس عظیم ادبی مقام پر فائز کیا۔ ❸

عمر رضی اللہ عنہ نے کسی شعری کلام کو دوسرے شعری کلام پر ترجیح دینے یا کسی شاعر کو کسی شاعر پر مقدم کرنے کے لیے جو معیار مقرر کیا تھا اس کی مختلف شکلیں تھیں، مختصراً وہ معیار یہ تھے:

عربی زبان کا لحن سے پاک ہونا:

آپ کا طبعی ذوق تھا کہ فصیح عربی زبان بولتے اور وہی پسند کرتے، لحن سے بہت دور رہتے، اس سے نفرت کرتے، کسی عبارت میں لحن کا پایا جانا اس بات کے لیے کافی تھا کہ آپ اس کلام کو صحیح نہ مانتے اور اسے پھینک

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ۲۴۷۔ الكامل، المبرد: ۲/ ۳۰۰

❷ المدینة النبویة فجر الاسلام والعصر الراشدي: ۲/ ۱۰۶

❸ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ۲۴۸

دیتے، بلکہ جس سے لحن ہوتا اس کی سرزنش کرتے۔ ❶

مانوس الفاظ کا استعمال اور بھاری بھرکم کلمات نیز تعقید سے کلام کا پاک ہونا:

بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو دیگر شعراء پر ترجیح دیتے اور اس کے شعر کی تحسین کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ اس کے کلام میں پیچیدگی نہیں ہوتی، اور نامانوس الفاظ کی تلاش میں نہیں رہتا، نیز کسی آدمی کی بے جا تعریف نہیں کرتا۔ ❷

معاظلہ: یعنی کلام کو مشکل اور پیچیدہ بنانا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے میں خلط ملط ہو جائے اور کلام زائد اور مشکل وغریب بن جائے۔ ❸

آپ کے متعلق مذکورہ اثر ان شعری اصولوں کی وضاحت کرتا ہے جنہیں اسلام پسند کرتا ہے، یعنی اسلام ان اشعار کی قدر کرتا ہے جن کے معانی واضح ہوں، چھوٹے چھوٹے جملے ہوں اور مبالغہ آمیزی سے ہٹ کر صرف سچائی کے ترجمان ہوں، اس لیے کہ شعر کا موضوع کوئی ایک واقعہ ہوتا ہے لیکن مخاطب سارے لوگ ہوتے ہیں، پس ضروری ہے کہ ان میں فصاحت کے ساتھ وضاحت بھی ہو۔ ❹

قابل ذکر بات یہ ہے کہ علمائے بلاغت جنہوں نے بعد کے ادوار میں اس کے اصول وقواعد کو منظم ومدون کیا وہ سب لوگ مفردات، جملوں اور کلام کی فصاحت وبلاغت کے مباحث میں عمر رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے اصولوں سے باہر نہ جاسکے، سوائے اس کے کہ کچھ لوگوں کو تصنیف کتاب کے دوران کسی خاص منہج، تبویب اور تنظیم کی ضرورت پیش آئی ہو۔ ❺

کلام کا واضح اور عام فہم ہونا:

آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا اسے لکھنے سے اس لیے رک گیا کہ تمہاری تحریر کو میں پڑھ نہیں پایا، اور تمہارے دشمن کی پوزیشن نہ سمجھ سکا۔ اس لیے تم مسلمانوں کے ٹھکانوں اور تمہارے اور مدائن کے درمیان جو شہر ہے ان کا اپنی تحریر میں ایسا نقشہ کھینچو کہ گویا میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں، اور اپنے معاملہ کو مجھے بالکل واضح لفظوں میں بتاؤ۔ ❻

آپ کے خط کا آخری جملہ ''اپنے معاملہ کو مجھے بالکل واضح لفظوں میں بتاؤ'' واضح کرتا ہے کہ آپ کلام کی وضاحت اور اس کے عام فہم ہونے کو ترجیح دیتے تھے، اسی طرح مذکورہ جملہ یہ تصور بھی دیتا ہے کہ آپ کلام میں

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد ابو النصر، ص: ۲۴۸

❷ المدینة النبویة فجر الاسلام والعصر الراشدی: ۲/ ۱۰۲

❸ المدینة النبویة فجر الاسلام والعصر الراشدی: ۲/ ۱۰۲

❹ المدینة النبویة فجر الاسلام والعصر الراشدی: ۲/ ۱۰۲

❺ عمر بن خطاب د/ محمد أبو النصر، ص ۲۵۰.

❻ مجموعة الوثائق السیاسیة، ص: ۴۱۴

Marfat.com

وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کی سچائی کے بھی طالب تھے اور یہ بہت دقیق معیار تنقید ہے۔

اسی طرح آپ نے تمام قاضیوں کے پاس خط لکھ کر تنبیہ دلائی کہ مسائل قضاء کو سمجھنے کے لیے تعبیر و بیان میں واضح الفاظ استعمال کریں۔ آپ نے کہا:

''...... جو کلام تمہارے دل میں کھٹکے اسے خوب خوب سمجھو۔''

اور کسی ایک خاص چیز سے متعلق آپ نے خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو کہا: ''مجھے ایک بات بتائی گئی جو مجھے پسند آئی۔''

بہرحال عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کلمہ، افہام و تفہیم کا ایک ذریعہ اور رہنمائی و توضیح کا ایک آلہ تھا، نہ کہ کسی پر فرضی علمی رعب جمانے اور گمراہ کرنے کا راستہ۔ اسی لیے آپ نے ایسے کلام کو قطعاً ناپسند کیا جس میں بناوٹی بلاغت اور تکلفات و مبالغہ آمیزی ہو۔ ❶

معانی کے حساب سے الفاظ ہوں:

اس سلسلہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کلام میں مقابلہ کرنے سے بچو۔ ❷

امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کلام میں مقابلہ کا مطلب یہ ہے کہ مقصد و مراد سے زیادہ الفاظ استعمال نہ کرو، گویا عمر رضی اللہ عنہ بے جا و فضول کلمات استعمال کرنے سے دور رہنا چاہتے تھے، کیوں کہ اس سے اصل مضمون کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، اور اس میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز ایسی صورت میں کلام میں تکرار لازم آتا ہے، مزید برآں اس سے مضمون کلام کی شان اور اس کی خوب صورتی چھن جاتی ہے۔ ❸

آپ نے فرمایا: کلام کا حقیقی رشتہ زبان کے رشتوں سے مربوط ہے، تو جہاں تک ہو سکے کم سے کم باتیں بولو۔ ❹

لفظ کا حسن و جمال مناسب مقام پر استعمال کرنے میں پنہاں ہے:

عمر رضی اللہ عنہ کسی لفظ کو غیر مناسب مقام پر استعمال کرنے سے نفرت کرتے تھے، اس لیے کہ وہ معنی کو معیوب اور داغ دار بنا دیتا ہے، اور کلام کی رونق و رعنائی ختم ہو جاتی ہے، چناں چہ اسی سلسلے میں آپ نے سحیم عبد بنی حسحاس کے ایک شعر پر گرفت کی، وہ شعر تھا:

عمـيـــــرة ودع أن تجهزت غـاديًـا
كـفـى الشيب والإسـلام لـلـمرء نـاهيـا

''سفید بال بڑھاپا اور اسلام انسان کو برائی سے روکنے کے لیے کافی ہے۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر سنا تو کہا کہ اگر ''اسلام'' کو ''شیب'' سے پہلے ذکر کرتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٥١

❷ سنن دارمی: ١/ ٩۔ بحوالۂ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٥٢

❸ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٥٢

❹ شرح نهج البلاغة، ابن أبي الحديد: ٣/ ١١٢

Marfat.com

آپ کی یہ گرفت ایمان کے صیقل کیے ہوئے اس شعری ذوق پر مبنی تھی کہ مومن کے دل میں ایمان بڑھاپے سے پہلے اور بعد، دونوں حالتوں میں زیادہ مؤثر ہے، اور اس کی اہمیت و تاثیر کے پیش نظر اس شعری نص میں اسے ''شیب'' سے پہلے ذکر کرنا مناسب ہے، اور شعر اسی خوبی سے خالی ہے۔ ❶

کلام کی بہترین ترتیب و تقسیم:

عمر رضی اللہ عنہ شعر کی فنی خوبیوں کو دیکھ کر کافی مسرت کا اظہار کرتے تھے، بشرطیکہ وہ فنی خوبیاں طبیعت و مزاج کو موہ رہی ہوں اور پھر اس مسرت کی ترجمانی اس طرح کرتے کہ اسے مزے لے لے کر پڑھتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عبدہ بن طیب کے قصیدہ کا یہ پہلا مصرع پڑھا:

هل حبل خولة بعد الهجر موصول
أم أنت عنها بعيد الدار مشغول

''کیا جدائی کے بعد خولہ سے ملنے کی کوئی امید ہے یا تو اس سے دور ہی رہ کر کسک بھری زندگی گزارے گا؟''

اور جب اس شعر پر پہنچے:

والمرء ساع لأمر ليس يدركه
والعيش شحٌ وإشفاق وتأميل

''آدمی کئی ایسی چیزوں کے لیے کوشش کرتا ہے جس کو وہ پاتا نہیں ہے، حالاں کہ بخیلی، لالچ اور آس لگانے کا نام ہی زندگی ہے۔''

تو آپ نے حسن تقسیم و تفصیل کو دیکھ کر تعجب سے کہا:

''یقیناً بخیلی، لالچ اور آس لگانے کا نام ہی زندگی ہے۔'' ❷

اور ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے زہیر کا یہ شعر پڑھا:

فان الحق مقطعه ثلاث
يمين أو نفار أو جلاء

''حق دلانے والی تین ہی چیزیں ہیں: قسم، یا (حق لینے کے لیے) مقدمہ لڑنا، یا حق کے موافق واضح دلیل۔''

---

❶ المدينة النبوية، شرّاب: ۲/ ۱۰۲۔ عمر بن الخطاب، أبو النصر: ۲۵۳

❷ البيان والتبيين: ۱/ ۲۴۰۔ المدينة النبوية، شرّاب: ۲/ ۱۰۵

Marfat.com

فذلکم مقاطع کل حق
ثلاث کلهن لکم شفاء ❶

''تمہارے لیے ہر باطل کو یہی تین چیزیں کاٹ سکتی ہیں، اور تینوں کے تینوں تمہارے لیے مفید ہیں۔''

آپ اس شعر کو پڑھ کر یہ بتانا چاہتے تھے کہ آپ اپنے حقوق انہی تینوں میں سے کسی ایک کے ذریعے سے پا سکتے ہیں: قسم کھا کر، یا مقدمہ کے ذریعے سے یا واضح اور کھلی دلیل کے سہارے۔ اس شعر کی حسن تقسیم اور فنی خوبیوں کو دیکھ کر آپ نے زہیر کو ''شاعروں کا قاضی'' کہا۔ آپ کو حیرت ہوئی کہ زہیر نے جاہلی شاعر ہوتے ہوئے باطل دعووں کو کاٹنے والی چیزوں کو کیسے پہچان لیا، اور جب دین اسلام آیا تو اس نے ان تینوں چیزوں کی تائید بھی کی۔ ❷

مذکورہ معیاروں کے علاوہ بھی منبع دین واخلاق سے نکلے ہوئے ایسے کئی معیار تھے جنہیں عمر رضی اللہ عنہ فن ادب میں مؤثر مانتے تھے اور ان کی طرف ادباء وشعراء کو متوجہ کر کے فن کو ایک نیا رخ دیتے تھے، گزشتہ صفحات میں جن فنی معیاروں کا ذکر ہوا ہے ان کے ساتھ دیگر معیاروں کا مختصراً اضافہ کر دینا زیادہ مناسب ہے تاکہ پڑھنے والے کے سامنے دور فاروقی میں عربی ادب پر فاروقی تنقید کے وہ تمام گوشے اجاگر ہو سکیں جن کی عربی ادب کے ناقدین کو ضرورت پڑتی ہے، مثلاً: عمر رضی اللہ عنہ ان اشعار کو تحسین واستعجاب کی نظر سے دیکھتے تھے جن میں لطیف جذبات اور پاک احساسات کی سچی ترجمانی وتصویرکشی کی گئی ہو، مخبل سعدی اور امیہ بن اسکر کنانی کے اشعار کو صداقت کے اسی عنصر کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی طرح آپ بلاغت کلام کی ترجیحات میں اس بات کو معیار بناتے تھے کہ معانی اچھوتے اور جدید ہوں، دین اور اس کے آداب واخلاق کے ہم مزاج ہوں، انہیں مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہو، طرز تعبیر نہایت دلکش اور جاذب نظر ہو، وہ صداقت اور معنوی جدت پر مشتمل ہونے کے ساتھ اسلام کے اخلاقیات کے موافق ہو اور مذموم ہجو، صریح گالی، ہتک عزت، شراب نوشی، بادہ وجام کی منظرکشی، یا اخلاقی بگاڑ اور ایمانی کمزوری کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے فسق وفجور سے پاک ہو، اس سے قبل حطیئہ اور سحیم جیسے بدزبان شعراء کے شاعرانہ کلام سے متعلق فاروقی موقف کو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ❸

آپ کے اس تنقیدی نظریہ کی تائید نعمان بن عدی کے بارے میں نقل کیے جانے والے واقعہ سے ہوتی ہے، نعمان بن عدی کو عمر رضی اللہ عنہ نے میسان ❹ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ وہ وہاں گیا لیکن اس کی بیوی نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، تو اس نے اپنی بیوی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے عورتوں کی غیرت واحساس کو جگانے والے

---

❶ عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٥٤
❷ ادب صدر الاسلام، ص: ٩٦
❸ عمر بن خطاب، أبو النصر، ص ٢٥٥ تا ٢٦٢.
❹ میسان، عراق کا ایک شہر ہے جو چھوٹے چھوٹے گاؤں اور کھجور کے باغات سے گھرا ہے۔ بصرہ اور واسط کے درمیان واقع ہے۔

Marfat.com

چند اشعار کہے، وہ اشعار حقیقت میں بے حد واہیات ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

فمن مبلغ الحسناء أن حليلها
بميسان يسقى في زجاج وحنتم

''(میری) خوب صورت بیوی کو کوئی بتا دے کہ میسان میں اس کے شوہر کو شیشے کے جام اور کدو کے برتن میں شراب پلائی جاتی ہے۔''

إذا شئت غنتني دهاقين قرية
وصناجة تحدوا على كل ميسم

''اگر تو چاہتی ہے کہ گاؤں کے دہقانوں اور حسن و جمال کے پیکروں کے پیچھے پیچھے جھانجھ بجانے والوں سے بے نیاز کر دے۔''

إذا كنت ندماني فباء لا كبر اسقني
ولا تسقني بالأصغر المتثلم

''اور اگر جام جم پلانے میں تو میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو بڑے پیمانے سے پلا، اور ٹوٹے ہوئے چھوٹے پیالے سے مت پلا۔''

لعل أمير المؤمنين يسوؤه
تنادمنا في الجوسق المنهدم

''شاید کہ امیر المومنین اسے برا سمجھیں (لیکن پھر بھی) تو ہمیں کسی بوسیدہ محل میں شراب سے سیراب کر۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو سنا تو کہا: اللہ کی قسم، اس نے میرے ساتھ برا برتاؤ کیا، پھر آپ نے ان کو معزول کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نعمان کی اس معزولی پر تعجب و حیرت نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ نعمان اپنی قوم کے امیر اور ان کے لیے نمونہ نیز ان کی مسجد کے امام تھے۔ یہ شعر اگرچہ کسی ایسے آدمی کی زندگی کی تصویر نہیں پیش کرتے جو اوائل مہاجرین میں سے ہو، لیکن اتنا ضرور ہے کہ اسلامی اقدار و تعلیمات سے متصادم ہیں، اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کو لغو قرار دیا اور ان کے کہنے والے کو سزا دی۔ [1]

یہ ہیں عمر رضی اللہ عنہ کی تنقید کے نمایاں خدوخال، جس میں آپ نے منفرد مقام حاصل کیا۔ یہ تنقیدی رجحانات اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ادبی تنقید اپنی ترقی کے ابتدائی ادوار میں اصولوں پر قائم تھی، اسی طرح آپ کا تنقیدی کلام آپ کے ادبی رجحان کا صحیح رخ بھی متعین کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ادب کا معیار متعین

[1] عمر بن الخطاب، د/ محمد أبو النصر، ص: ٢٦٣

Marfat.com

کرنے اور اس پر حکم لگانے کے لیے صرف شعری ذوق پر اعتماد نہ کیا بلکہ نصوص کی تشریح میں دقیق موضوعیت اور اس کے حسن وقبح کی وضاحت کا خیال رکھا اور جس کلام کو داد تحسین دی یا نظروں سے گرا دیا اس کی وجہ بھی بیان کردی۔ بلاشبہ تنقید ادب عربی کی تاریخ میں جب تک عربی زبان کی سلامتی، اس کی عبارتوں کی بلاغت، معنی وتعبیر کی ہم آہنگی، حق گوئی اور واضح وبہترین منظر کشی مطلوب ہوگی تب تک وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ادبی تنقید کی مقروض رہے گی۔ یہ ایسے دقیق تنقیدی معیار ہیں جس میں کوئی حقیقی ناقد عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ ❶

بہرحال اگر ہم اس عظیم خلیفہ کی ثقافت، شعری ذوق، ادبی تنقید اور شعری کلام پر تفصیل سے گفتگو کریں تو اس کے لیے کئی ابواب کی ضرورت پڑے گی، تاہم اس موضوع پر جو بہترین کتابیں دل کو مطمئن کرسکتی ہیں ان میں چند یہ ہیں:

عمر بن خطاب، تالیف: محمد ابوالنصر۔ الأدب الاسلامی فی عهد النبوة ، اور خلافة الراشدين ، تالیف: د/ نایف معروف۔ أدب صدر الاسلام، تالیف: د/ واضح الصمد۔ المدينة النبوية ، فجر الاسلام، نیز العصر الراشدی ، تالیف: استاذ محمد محمد حسن شُرَّاب۔

---

❶ عمر بن الخطاب ، د/ محمد أبو النصر ، ص: ٢٥٥ ، ٢٦٦

Marfat.com

(۵)

نو آبادیاتی تعمیر و ترقی اور بحران کا حل

نو آبادیاتی تعمیر و ترقی:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی اور اس میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر شامل کرلیا، توسیع میں دس (۱۰) ہاتھ قبلہ کی طرف، بیس (۲۰) ہاتھ مغرب کی طرف اور ستر (۷۰) ہاتھ شمال کی طرف بڑھایا، اس کی دوبارہ تعمیر کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر کی۔ اس کے پائے لکڑی سے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی، اور چھت کے اوپر کھجور کی پتیاں ڈال دیں تاکہ لوگ بارش سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح آپ نے مسجد کو رنگ روغن کرنے اور اس میں نقش ونگار کرنے سے منع کردیا تاکہ لوگوں کی نماز میں خلل نہ واقع ہو۔ ❶ شروع سے مسجد نبوی کا فرش مٹی کا تھا، آپ نے پتھروں سے اسے پختہ کرایا تاکہ لوگ صاف اور بہترین جگہ پر نماز ادا کرسکیں۔ ❷

آپ نے مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں بھی معمولی ترمیم کی، مقام ابراہیم جو خانہ کعبہ سے متصل تھا، وہاں سے ہٹا کر آج ہم جس جگہ پر اسے دیکھ رہے ہیں وہاں منتقل کردیا تاکہ طواف کرنے والوں اور نمازیوں کے لیے آسانی ہوجائے اور اس کے اوپر سائبان تعمیر کیا۔ ❸

آپ نے حرم مکی سے متصل مکانات کو خرید کر انہیں منہدم کیا اور اس جگہ کو حرم مکی میں شامل کردیا، مسجد حرام کے کچھ پڑوسیوں نے اپنے مکانات کو فروخت کرنے سے انکار بھی کیا لیکن آپ نے ان مکانوں کو بھی گروا دیا، اور ان کا معاوضہ دیا جسے انہوں نے بعد میں قبول کرلیا۔ آپ نے قد آدم سے کچھ نیچے تک حرم کے چاروں طرف چہار دیواری بنوائی، اس دیوار پر روشنی کے لیے چراغ رکھا جاتا تھا۔ ❹

زمانۂ جاہلیت میں غلاف کعبہ چمڑے کا بنایا جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یمنی کپڑے کا غلاف ڈالا، اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ''قباطی'' غلاف پہنایا، ❺ جو مصر کا بنا ہوا نہایت باریک اور سفید کپڑا ہوتا تھا۔ ❻

اسی طرح خلافت فاروقی کے نو آباد شہروں میں مسجدیں تیار کی گئیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع

❶ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص: ۲۲۷۔ فتح الباری: ٤/ ۹۸

❷ أخبار عمر، ص: ۱۲٦

❸ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص: ۲۲۷۔ فتح الباری: ۸/ ۱٦۹

❹ أخبار عمر، ص: ۱۲٦۔ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص: ۲۲۷

❺ أخبار عمر، ازرقی: ۱/ ۲۵۳۔ أخبار عمر، ص: ۱۲٦

❻ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص: ۲۲۸

Marfat.com

مسجد اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فسطاط کی جامع مسجد کا نقشہ تیار کیا اور انہیں تنظیم سے بنوایا۔ یہ بڑی بڑی مسجدیں نماز، باہمی تعارف، تعلیم و تعلّم اور عدلیہ نیز خلیفہ و حکام کے فرامین اخذ کرنے کے کام آتی تھیں۔ ❶

سڑکوں اور خشکی و سمندری وسائل نقل و حمل کا اہتمام:

اسلامی مملکت کی مختلف ریاستوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے کے لیے خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک فنڈ (خاص رقم) متعین کیا تھا، اور جن لوگوں کے پاس سواریاں نہ تھیں انہیں جزیرہ، شام اور عراق تک کے سفر میں آسانی پیدا کرنے کے لیے آپ نے بہت زیادہ اونٹوں کو مسافروں کو لانے لے جانے کے لیے خاص کر دیا تھا، کیوں کہ اونٹ ہی اس وقت سواری کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اسی طرح ستو تیار کرنے، کھجور اور کشمش کو قابل استعمال بنانے، نیز روزمرہ کی دیگر ضروریات زندگی کے لیے ایک دار الدقیق، یعنی آٹا گھر تیار کرایا، ایسے مسافر جن کا زادِ سفر بیچ میں ختم ہو جاتا یا کوئی اجنبی مہمان آ جاتا تو اسی سے اس کا تعاون کرتے۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان کئی سرائیں اور پانی کے چشمے تیار کروائے، گویا قرآن کے اصول عمرانیات پر عمر رضی اللہ عنہ کی گہری نظر تھی جس میں انسانی آبادیوں کا ایک دوسرے سے ربط ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جب یہ ربط موجود ہوگا تو امن کا رواج ہوگا اور مسافروں کو اپنے ساتھ آب و دانہ لے کر چلنا ضروری نہ ہوگا۔ ❷ قبائل، امراء اور گورنروں کو عمرانیات سے متعلق فاروقی توجیہات اسی نقطہ پر مرکوز تھیں۔ کثیر بن عبداللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۷ھ میں عمر رضی اللہ عنہ کے عمرہ کے سفر میں ہم آپ کے ساتھ تھے، راستے میں چشموں کے بعض مالکان نے آپ سے گفتگو کی کہ وہ چاہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مکانات تعمیر کر لیں، جو اس سے پہلے نہیں تھے، آپ نے ان کو اس شرط پر اجازت دی کہ مسافر لوگ پانی اور سائے کے زیادہ حق دار ہوں گے، ❸ یعنی انہیں منع نہ کیا جائے۔

اس باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے سڑکیں بنانے اور ان کی مرمت کرنے کے متعلق اپنے بعض گورنروں کو لکھا کہ اس کا اہتمام مفتوحہ ممالک کی قومیں کریں گی، چناں چہ جب نہاوند فتح ہوا تو دو آبی چشموں یعنی چشمۂ بہرذان اور چشمۂ دینار کے لوگ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ جزیہ کے بدلہ انہیں امان دے دی جائے، تو آپ نے دونوں چشموں کے لوگوں سے جو معاہدہ لیا تھا وہ یہ تھا:

> ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حذیفہ بن یمان کی طرف سے چشمۂ دینار کے لوگوں کے لیے یہ عہد نامہ ہے: حذیفہ نے ان کے جان و مال اور زمینوں کو امان دے دی ہے، یہ لوگ تبدیلی مذہب پر مجبور نہ کیے جائیں گے، ان کو اپنی شریعت پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی، ان کا ہر بالغ فرد اپنی طاقت کے

---

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۲۸ ❷ الدور السیاسی، صفوة، ص ۱۸۹، ۱۹۰

❸ الاحکام السلطانیة، الماوردی، ص: ۱۸۷، ۱۸۸

مطابق ہر سال اپنے مسلم حکمراں کو جب تک جزیہ ادا کرتا رہے گا اسے پوری طرح حفظ وامان حاصل ہوگا۔ ❶ یہ لوگ بھٹکے مسافروں کو راستہ دکھائیں گے، سڑکوں اور راستوں کی اصلاح خود کریں گے، جو مسلمان فوجی ان کے پاس سے گزریں گے اور ان کے پاس ٹھہریں گے یہ لوگ ان کی مہمان نوازی کریں گے، اور مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، لیکن اگر دھوکا دیا اور عہد نامہ کو بدل دیا تو ہمارا معاہدہ ان سے ختم ہے۔''

یہ معاہدہ محرم ۱۹ھ میں لکھا گیا اور اس پر قعقاع بن عمرو اور نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے دستخط کیے۔ ❷

اس عہد نامہ سے یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے افسران وگورنران اصول وتہذیب اور ملکی سیاست سے بخوبی واقف تھے، عمرانیات یعنی آبادکاری کے لوازم کو وہ جانتے تھے، اور اسی وجہ سے مفتوحہ ممالک کی قوموں پر واجب ہوتا تھا کہ وہ سڑکیں اور راستے جو تاجروں اور فوجیوں کے لیے معاون ہوتے ہیں، بنانے کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ ۱۶ھ ہی سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام تر توجہات عراق میں شہروں کو بسانے، نہریں کھدوانے اور پل بنانے پر مرکوز رہیں۔ ❸

اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے ''رہا'' والوں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کا مضمون یہ تھا:

''بسم اللہ، یہ عہد نامہ عیاض بن غنم کی طرف سے ''رہا'' کے پادریوں کے لیے ہے، اگر تم نے میرے لیے شہروں کے دروازے کھولے اور یہ اقرار کیا کہ ہر آدمی کی طرف سے بطور جزیہ ایک دینار اور دو مد گیہوں دو گے، تو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں سب کی جان ومال کو امان ہے، تمہارے لیے ضروری ہے کہ بھٹکے مسافروں کو راستہ دکھاؤ گے، پلوں اور سڑکوں کی تعمیر کرو گے، مسلمانوں کے خیر خواہ رہو گے، اور اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔'' ❹

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ کسی زمانے میں دریائے نیل سے بابلیون کے قلعہ کے قریب بحر احمر تک ایک کھاڑی بہتی تھی جو حجاز کو مصر سے ملاتی تھی اور وہی تجارت کا راستہ تھا، لیکن رومیوں نے اس کو اہمیت نہ دی اور وہ پٹ گئی، تو آپ نے مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کھاڑی کی دوباری کھدائی کرائیں، چناں چہ آپ نے اسے دوبارہ کھدوایا اس طرح حجاز اور مصر کے دارالحکومت فسطاط کے درمیان کا راستہ آسان ہوگیا اور دونوں سمندروں کے درمیان تجارت کی خوشحالیاں بحال ہوگئیں۔ فسطاط میں اس کھاڑی کے کنارے تفریح گاہیں، باغات اور خوب صورت مکانات بنائے گئے، اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کھاڑی کا نام ''خلیج

❶ أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۳٤۲
❷ أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۳٤۲
❸ أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۳٤۲
❹ أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۳٤٦

امیر المومنین" رکھا۔ ❶

(قحط سالی کے ایام میں) مصر کے گورنر نے اس راستے سے مدینہ اور مکہ تک غلہ بھجوایا، اور اللہ تعالیٰ نے اس خلیج کے ذریعے سے حرمین کے باشندوں کو بہت فائدہ پہنچایا، پھر ہمیشہ اسی راستے سے حرمین تک غلہ وغیرہ پہنچایا جاتا رہا، یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور تک یہی راستہ اختیار کیا، لیکن آپ کے بعد امراء وحکام نے یہ راستہ چھوڑ دیا، اور کھاڑی ریت سے بھر گئی اور بحر قلزم کی طرف سے ذنب التمساح تک آ کر یہ خلیج ختم ہوگئی۔ ❷

عراق کے نشیبی علاقہ سے بصرہ تک تین فرسخ کی لمبائی میں آپ نے نہر کھدوائی تاکہ دجلہ کا پانی بصرہ تک پہنچایا جاسکے۔ ❸ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نہریں کھودنے، کھاڑیاں تیار کرنے، سڑکیں، پل، اور سرحدیں بنانے میں ملک کا بہت بڑا بجٹ خرچ ہوتا تھا۔ ❹

سرحدوں پر شہروں کی تعمیر فوجی اور تمدنی مراکز کے طور پر:

عہد فاروقی میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ اسلامی ریاست نے اپنی سرحدوں پر چھوٹے شہر بسائے، مواصلات وروابط کے راستوں کو آسان کیا، زمینوں کی اصلاح کی، اور لوگوں کو رغبت دلائی کہ ہجرت کرکے جہادی مراکز کے پاس سکونت اختیار کریں، اسلام کی نشر واشاعت اور مجاہدین کو نفری قوت وسامان جنگ پہنچانے کے لیے مفتوحہ شہروں کی طرف منتقل ہوجائیں۔ اس دوران میں جو سب سے اہم شہر بسائے گئے، ❺ وہ بصرہ، کوفہ، موصل، فسطاط، جیزہ اور سرت تھے۔ ❻ اسلامی فوجوں کے قبیلوں اور جھنڈوں کے اعتبار سے مکانات تیار کیے گئے اور ان شہروں کی منصوبہ بندی اور توزیع لشکر اسلام کے قبائل اور بٹالین کے اعتبار سے کی گئی۔ نیز ان شہروں میں رفاہ عام کی چیزیں مثلاً مسجدیں اور بازار بھی بنائے گئے، ہر شہر کے لیے ایک چراگاہ بنائی گئی جس میں مجاہدین کے گھوڑے اور اونٹ چرسکیں۔ آپ نے لوگوں کو رغبت دلائی کہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر حجاز کے شہروں اور جزیرہ عرب کے دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر ان شہروں میں آباد ہوجائیں تاکہ یہ شہر فوجی اڈوں کا کام کریں، یہاں مجاہدین کا لشکر تیار کیا جائے اور اسے مدد بہم پہنچائی جائے تاکہ وہ دشمن کی سرزمین میں اندر تک گھس جائیں اور وہاں اسلام کی دعوت دیں، آپ نے ان شہروں کا خاکہ تیار کرتے وقت فوجی کمانڈروں کو حکم دیا تھا کہ دارالحکومت سے ان شہروں تک بہترین سڑک تیار کی جائے، درمیان میں سمندر ودریا حائل نہ ہوں، اس لیے کہ

---

❶ الفاروق عمر، الشرقاوی، ص: ٢٥٤، ٢٥٥

❷ أخبار عمر، ص: ١٢٧

❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٣٠

❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٣٠

❺ اقتصادیات الحرب فی الإسلام، د/ غازی بن سالم، ص: ٢٤٥

❻ تاریخ الدعوة الإسلامية، د/ جميل المصری، ص: ٣٣، ٣٤٠

Marfat.com

آپ اس وقت سمندری سواری سے عربوں کی عدم واقفیت سے ڈرتے تھے۔ لیکن جب مصر میں اسلامی فوجوں کا مشاہدہ کرلیا کہ ان میں دریائی وسمندری راستوں کو پار کرنے کی صلاحیت ہے تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کھاڑی کی شکل میں وہ نہر کھودنے کی اجازت دے دی جو دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان بہنے لگی اور اسی راستے سے غلہ وغیرہ کی امداد مصر سے حجاز پہنچائی جانے لگی۔ ❶

اسلامی سلطنت کی حدود میں وسعت، فتوحات کی کثرت اور مسلمانوں کی آبادیوں میں طویل مسافت کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے شہروں کو بسایا، اور مجاہدین کا لشکر تیار کیا، اور فوجوں کو ایسی جگہوں کی ضرورت بھی تھی جہاں وہ سفر کی تکان دور کرسکیں، ٹھنڈ کے موسم میں رک سکیں، اور جنگ سے واپس ہو کر وہاں آرام کرسکیں، دراصل شہروں کے بسانے کے یہی حقیقی اسباب تھے۔

چوں کہ اسلامی فتوحات کا بنیادی مقصد اسلامی دعوت کی نشر واشاعت، افراد، جماعت اور قوموں تک اس کی تبلیغ ہے اس لیے اسلامی زندگی کا ایسا تصور دینا ضروری تھا جسے غیر مسلم افراد، جماعتیں اور قومیں محسوس کریں، چناں چہ اسلامی شہروں کو اسلامی طرز پر بنایا اور آباد کیا گیا جس میں پوری اسلامی زندگی کا عکس بطور نمونہ دیکھا جاسکتا تھا۔ کوفہ، بصرہ، فسطاط اور موصل اسلامی شہر تھے، ہر شہر کے بیچ میں ایک جامع مسجد بنائی گئی، اور اس کے اردگرد مجاہدین فوجیوں کے مکانات تعمیر ہوئے، اس طرح ان مثالی معاشروں میں اسلامی فکر وقوت مکمل طور سے کارفرما رہی، ایسی اسلامی قوت جسے ہر فوجی میں دیکھا جاسکتا تھا، اور ایسی فکر جو کتابِ الٰہی کی ترجمان تھی، ایسا کامل اسلامی معاشرہ تھا جو اپنے تمام تر معاملات میں اسلامی احکامات کو نافذ کرتا تھا، ہمیشہ اللہ کے راستے میں جان کی قربانی دینے کو تیار رہتا تھا، انہی معاشروں سے اسلام مفتوحہ شہروں پر سورج بن کر طلوع ہوا اور اپنے ماننے والوں کو سیدھا راستہ دکھایا، اپنے فیصلوں میں عدل وانصاف کا عملی نمونہ پیش کیا، اور جس نے اسلام قبول کیا اسے اپنے میں شامل کیا، دعوت الی اللہ اور غیر مسلموں کو اسلامی دعوت دینے کا یہ ہی سب سے کامیاب ترین اسلوب ہے۔

شام میں اسلامی شہروں کو نئے سرے سے نہیں آباد کیا اس لیے کہ وہاں سے بھاگ کر جانے والے رومیوں کے مکانات پہلے سے خالی پڑے تھے، اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور وہ مکانات انہیں مالِ غنیمت کے طور پر ملے، جس کی وجہ سے انہیں نئے مکانات بنانے کی ضرورت نہیں پڑی، اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں پہلے سے عربوں کی کافی آبادی تھی، ہر قبیلے کے اقرباء موجود تھے، اور اسی وجہ سے شام میں اسلامی فوجیں بھی زیادہ تھیں۔ ❷ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو اہم شہر بنائے وبسائے گئے ان کی تفصیل یہ ہے:

---

❶ اقتصاديات الحرب فی الإسلام، ص: ٢٤٥

❷ تاريخ الدعوة الإسلامية، د/ جميل المصری، ص: ٣٣٣

Marfat.com

شہر بصرہ:

بصرہ کا لغوی معنی ہے کنکریلی پتھریلی سخت زمین، اور کچھ لوگوں کے نزدیک صرف کنکریلی زمین کو بصرہ کہا جاتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سفید کچے پتھر کو بصرہ کہا جاتا ہے۔ بہرحال بصرہ ایک شہر ہے جو دجلہ وفرات کے کنارے واقع ہے۔ اسے ''شط العرب'' کہا جاتا ہے۔ [1] اور شہر بصرہ کو بناتے اور آباد کرتے وقت عربوں کی بود و باش اور ان کے مزاج کے متعلق فاروقی نظریہ کی پوری رعایت کی گئی، چناں چہ اس کا محل وقوع پانی اور چراگاہ کے قریب، خشکی کے راستے پر ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہاں مسلمانوں کی آمد کی وجہ یہ تھی کہ قطبہ بن قتادہ الذہلی یا دوسری روایت کے مطابق سوید بن قطبہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ بصرہ کے ایک علاقے سے اہل فارس پر حملہ آور ہوئے تھے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو اس علاقے کا حاکم اور کمانڈر بنا دیا، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری اٹھائی تو عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ جو السابقون الاولون میں سے تھے، کو وہاں کا والی وکمانڈر بنا کر بھیج دیا اور ان سے کہا کہ اہواز، فارس اور میسان والوں تک ان کے (کافر) بھائیوں کی مدد نہ پہنچنے دینا، اور قطبہ یا سوید سے کہا کہ فوج لے کر عتبہ سے جا ملو۔ چناں چہ عتبہ سو مجاہدین کو لے کر ان سے مورچہ لینے کے لیے آگے بڑھے اور قطبہ اپنے ساتھ بکر بن وائل اور تمیم کے لوگوں کو لے کر عتبہ سے جا ملے، اس طرح یہ اسلامی لشکر ربیع الاوّل یا ربیع الآخر ۱۴ھ میں بصرہ میں اترا۔ [2]

بصرہ پہنچ کر عتبہ رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسے شہری آبادی میں بدلنے کے بارے میں مشورہ لیا، آپ نے ان کو حکم دیا کہ فوج لے کر ایسی جگہ ٹھہریں جہاں سے پانی اور چراگاہ قریب ہو۔ عتبہ کی نگاہ انتخاب بصرہ پر پڑی اور اس سلسلے میں آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے خشکی کے علاقے میں ایک سرسبز زمین مل گئی ہے، اس کے دوسری طرف پانی کے دریا ہیں ان میں گھاس پھوس اور بانس وغیرہ ہیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ ٹھیک ہے وہیں قیام کرو۔ چناں چہ عتبہ رضی اللہ عنہ نے وہیں فوجیں اتاریں، اور بانس کی پھچیوں اور گھاس پھوس سے وہاں کی مسجد بنائی، مسجد سے الگ ایوانِ حکومت بنائے۔ بانس کی کثرت ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے بانسوں ہی کی مزید سات جھونپڑیاں بنائیں، جب غزوہ کے لیے جاتے تو انہیں اکھاڑ کر رکھ دیتے، پھر جب غزوہ سے واپس آتے تو دوبارہ انہی بانسوں کا چھپر وغیرہ بنا کر جھونپڑی تیار کر لیتے۔ ایک مرتبہ ان مکانات میں آگ لگ گئی اور سب کو جلا کر خاکستر کر دیا تو وہاں کے لوگوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کچھ اینٹوں کے مکانات بنانے کی اجازت مانگی، آپ نے ۱۷ھ میں عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں اس بات کی اجازت دے دی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مسجد اور ایوانِ حکومت کو گارے اور کچی اینٹوں سے بنوایا اور

---

[1] الفاروق عمر بن الخطاب، محمد رشید رضا، ص: ۱۷۷

[2] تاریخ الدعوۃ الإسلامیۃ، ص: ۳۳۳

چھت کے لیے بانسوں کے چھپر استعمال کیے، پھر بعد کے ادوار میں ان دونوں کو پختہ مکانات کی شکل میں تیار کرایا گیا۔

مختلف قبائل کے لیے الگ الگ احاطہ کھینچ کر انہیں مکانات دیے گئے۔ انہوں نے بصرہ کی سب سے بڑی سڑک کو ساٹھ (۶۰) ہاتھ چوڑی اور دوسری عام سڑکوں کو بیس (۲۰) ہاتھ چوڑی، جب کہ گلیوں کو صرف سات (۷) ہاتھ کی چوڑائی میں بنایا، اور ہر احاطہ کے بیچ میں اصطبل اور قبرستان کے لیے ایک کشادہ زمین خالی چھوڑ دی اور گھروں کو قریب قریب بنایا۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ بصرہ والوں کے لیے ایک نہر کھودیں، چناں چہ آپ نے تین فرسخ لمبی نہر ''اُبلہ'' سے بصرہ تک کھدوائی۔ ❷ گویا مسلم قوم شہروں کی آبادکاری اور پلاننگ کرنے والے انجینئروں کا ہراول دستہ ہے۔

''ابلہ''، ''دست''، اور ''میسان'' کی فتوحات کے بعد بصرہ کی اقتصادی حالت کافی بہتر ہوگئی ❸ اور دوسرے مقامات سے بھی آ کر لوگ وہاں آباد ہونے لگے، چوں کہ بصرہ کے اوّلین شہری خالص طالب جہاد تھے اور بعد کے لوگ خالص طالب مال، اس لیے مختلف قبائل، دولت کے حریص اور متعدد قسم کے تاجران وہاں آ کر بس گئے اور وہاں کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ ❹

شہروں کو بساتے اور آباد کرتے وقت جو فوجی و اقتصادی پالیسیاں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تھیں علمائے محققین و مؤرخین نے انہیں ان نکات میں پیش کیا ہے:

- سرزمین عرب کی آخری سرحد پر بالائی علاقہ میں عجم کی سرزمین سے بالکل متصل ان شہروں کو بسایا، تاکہ یہ شہر عربوں کے لیے محفوظ و مضبوط قلعہ کا کام کریں، اور عجم اس راستہ سے حملہ آور ہونے کی کوئی بھی تمنا نہ کریں۔
- ان شہروں کے محل وقوع کا عربوں کی سکونت کے لیے موزوں ہونا کیوں کہ اس وقت وہی جہاد فی سبیل اللہ کے روح رواں تھے، انہیں ایسے ہی مقامات راس آتے تھے جہاں اونٹوں کے لیے چراگاہیں ہوں، جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کی تھی۔
- ان شہروں کو بساتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ایک طرف سرزمین عرب کے خشکی کے علاقوں سے ان کا تعلق ہو تاکہ عربوں کو اپنے مویشیوں کے لیے چراگاہیں میسر ہوں جب کہ دوسری طرف اس بات کی رعایت کی گئی کہ سرزمین عجم کے دیہی سرسبز علاقوں سے بھی ان کی سرحدیں متصل ہوں تاکہ پھل،

❶ تاريخ الدعوة الإسلامية، ص: ٣٣٤
❷ تاريخ الدعوة الإسلامية، ص: ٣٣٤
❸ تاريخ الدعوة الإسلامية، ص: ٣٣٤
❹ تاريخ الدعوة الإسلامية، ص: ٣٣٤

Marfat.com

غلہ جات، دودھ، اور اونی کپڑے وغیرہ دیہی پیداوار مصنوعات اندرون شہر آ سکیں۔ بصرہ کی زمین کے متعلق جب عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو ہدایت بھیجیں تو لکھا کہ یہ خطہ کافی زرخیز ہے، دریاؤں، چراگاہوں اور ہری بھری جھاڑیوں کے قریب ہے۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کا اس موقع ومنظر کا منتخب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی جنگی سیاست کافی محفوظ اور آبادکاری کی تنظیم وتخطیط کافی دقیق تھی اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہ علاقہ جنگ وعدم جنگ دونوں حالتوں میں کارآمد ثابت ہو۔

❀ بہرحال اس منصوبہ بند نوآبادیاتی نظام کے ذریعے سے آبی وسائل اپنے دائرہ تحفظ میں آ گئے اور لکڑی جیسی گھریلو ضروریات اور غذائی اجناس کی درآمد ہونے کا راستہ بالکل صاف ہو گیا جو ہر شہری کی اہم ضروریات زندگی میں داخل ہے۔

❀ اس بات کی مکمل تحقیق کی گئی کہ دارالخلافہ سے محاذ جنگ تک امداد پہنچنے میں کوئی قدرتی رکاوٹ مثلاً سمندر وغیرہ نہ حائل ہوں۔ ❷

یاد رہے کہ اسلامی لشکر میں قبائلی تنظیم کی رعایت کرتے ہوئے ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ خطے بھی خاص کیے گئے تھے اور ہر قبیلہ کے مکانات قریب قریب رکھے گئے تھے۔ ❸

شہر کوفہ:

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس شہر کے مؤسس اوّل ہیں۔ انہوں نے ہی اس جگہ کا انتخاب کیا تھا اور مدائن کے محاذ جنگ پر اہل فارس سے مسلمانوں کی فاتحانہ معرکہ آرائی کے کافی عرصہ بعد آپ نے اس کا خاکہ بنانے کا حکم دیا تھا، بصرہ کی تنظیم وآبادکاری کے وقت جو حکمت عملی اپنائی گئی بالکل وہی حکمت عملی یہاں بھی اپنائی گئی۔ کیوں کہ اس جگہ کے انتخاب، یا یہاں کے مجاہدین کو خیمہ زن کرنے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے فوجی اسباب ومصلحتیں سب سے اہم تھیں۔ ❹ چناں چہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رہنمائی وہدایات کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شہر کوفہ کی داغ بیل ڈالی، اور اسے بسانے ومنظم کرنے میں خود کو فاروقی نظریہ تنظیم وآبادکاری کے تابع کر دیا، دراصل شہر کوفہ کو بسانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے قادسیہ اور مدائن کے محاذ جنگ سے فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ لوٹنے والے مجاہدین کے چہروں کے رنگ وروپ کو بدلا ہوا دیکھا تو آپ کو محسوس ہوا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی آب وہوا ان کو راس نہیں آئی

---

❶ فتوح البلدان، البلاذری، ص: ۳٤۱

❷ فتوح البلدان، ص: ۲۷۵

❸ اقتصادیات الحرب فی الإسلام، ص: ۲٤۷

❹ دراسات فی تاریخ المدن العربیة الإسلامیة، د/ عبدالجبار ناجی، ص: ۱۸۳

Marfat.com

ہے، پھر آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر یہ حکم دیا کہ ان مجاہدین کی رہائش کے لیے ایسی جگہ منتخب کریں جہاں کی آب وہوا ان کے اور ان کے مویشیوں کے موافق ہو اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نیز حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو (جو اسی قسم کے کاموں پر مامور تھے) رہنما بنا کر بھیجا۔ وہ دونوں مناسب مقام تلاش کرتے ہوئے کوفہ پہنچے جو کہ ''حیرہ'' اور دریائے ''فرات'' کے درمیان واقع ہے، اسے کوفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی زمین ریتیلی اور کنکریلی ہے اور ہر ایسی جگہ جو ریتیلی و کنکریلی ہو اسے عربی میں کوفہ کہتے ہیں۔ ❶

چناں چہ اس خط کو پا کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ محرم ۱۷ھ میں مجاہدین کو لے کر مدائن سے کوفہ منتقل ہوگئے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ مسلمان خیموں کو اپنی رہائش گاہ بنائیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ طرزِ سکونت ان کے جنگی مفاد میں کافی متعاون، دشمنوں کو مرعوب کرنے میں کافی مؤثر اور سنگین حالات میں انہیں پیچھے ہٹنے یا دار الخلافہ واپس بلانے میں اہم کردار ادا کرسکتی تھی، ہر چند کہ آپ ایسی ہی رہائش گاہ کے خواہاں تھے، لیکن جب کوفہ اور بصرہ کے باشندوں نے بانس اور نرکل کے مکانات بنانے کی آپ سے اجازت مانگی تو آپ نے ان کو روکنا پسند نہ کیا اور اجازت دے دی، اور ان لوگوں نے سرکنڈے اور بانسوں کی جھونپڑیاں اور مکانات بنا لیے، لیکن ایک مرتبہ جب کوفہ اور بصرہ میں بھیانک آگ لگ گئی تو یہ سارے مکانات بھی جل کر خاکستر ہوگئے، اس وقت وہاں کے لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پکی اینٹ اور گارے کے مکانات بنانے کی اجازت مانگی، تو آپ نے کہا: ٹھیک ہے، بنالو۔ البتہ اونچی عمارتیں اور تین کمروں سے زیادہ نہ بنانا، اور عتبہ رضی اللہ عنہ واہل بصرہ کے نام بھی اسی طرح کا خط ارسال کیا۔

اور بصرہ والوں کو بسانے، نیز اس کی آبادکاری کی نگرانی ابوالجرداء عاصم بن الدلف کو سونپی، جب کہ کوفہ والوں کو بسانے اور اس کی آبادکاری کی ذمہ داری ابو ہیاج بن مالک اسدی کے سپرد کی۔ چناں چہ ابو ہیاج نے فاروقی منصوبہ بندی کے مطابق کوفہ کی آبادکاری کا کام شروع کیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہر کوفہ کا خاکہ یوں تیار کیا تھا کہ اس کی بڑی سڑکیں چالیس (۴۰) ہاتھ چوڑی اور اس سے چھوٹی تیس (۳۰) ہاتھ چوڑی اور سب سے چھوٹی سڑکیں بیس (۲۰) ہاتھ چوڑی ہوں، گلیاں سات (۷) ہاتھ سے کم کی چوڑائی میں نہ ہوں۔ جب کہ آباد سیکٹروں کی چوڑائی ساٹھ (۶۰) ہاتھ ہو۔ شہر کوفہ کا خاکہ تیار کرتے وقت سب سے پہلے جامع مسجد کی جگہ متعین کی گئی، بایں طور کہ کوفہ کے بیچوں بیچ (قلب) میں ایک طاقتور تیر انداز کھڑا ہوا، اور اس نے اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے، پوری طاقت سے تیر پھینکا، اور جہاں وہ تیر واقع ہوئے اس کے پیچھے لوگوں کو مکانات بنانے کا آپ نے حکم دیا۔ مسجد کے سامنے دوسو (۲۰۰) ہاتھ لمبا ایک سائبان بنوایا، اس سائبان کے ستون سنگ مرمر کے بنائے گئے، یہ سنگ مرمر فارسی بادشاہوں کے تھے، اس کی اونچائی رومی عبادت گاہوں کی اونچائی کے ہم مثل تھی۔ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد کے قریب ہی ایک گھر بنایا، گھر اور مسجد کے درمیان دوسو (۲۰۰)

❶ تاریخ الدعوة الإسلامية، ص: ۳۳۵

Marfat.com

ہاتھ کی ایک گلی جاتی تھی، اسی طرح مسجد سے متصل ہی بیت المال کی عمارت بنائی گئی، تعمیر کا یہ سارا کام روزبہ الفارسی نے انجام دیا۔ ❶

اس شہر میں سب سے پہلے صرف مجاہدین اقامت گزیں تھے، لیکن بعد میں فارس کے حکمراں رستم کی ایک فارسی موج جس کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) تھی اور یہ ''لشکر شہنشاہ'' کے نام سے معروف تھی اس نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے جزیہ دینے کے عوض یہ درخواست کی کہ ہمیں اپنی مرضی کے مطابق کوفہ میں رہنے اور لوگوں سے تعلقات پیدا کرنے کا موقع دیں۔ چناں چہ سعد بن ابی وقاص نے ان کی درخواست منظور کر لی، معلوم رہے کہ ان کا نقیب ''دیلم'' نامی ایک شخص تھا، اس لیے اس جماعت کو ''حمراء دیلم'' کہا جانے لگا۔ ❷

اسی طرح جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جزیرہ عرب سے نجران کے یہود ونصاریٰ کو جلاوطن کیا تو وہ بھی یہیں آ کر آباد ہوئے اور جس خطہ میں یہ لوگ آباد ہوئے تھے اسے ''نجرانیہ'' محلّہ کہا جاتا ہے۔ ❸

بصرہ اور کوفہ کو شہری حیثیت مل جانے کے بعد دونوں شہروں کی اہمیت بڑھ گئی، اسلامی فوجوں کی قیادت، اور پورے عالم اسلام میں علم وادب کا پرچم بلند کرنے میں انہیں کافی شہرت ملی، اسلامی قوت وشوکت حجاز سے کوفہ منتقل ہوگئی اور سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا۔ ❹

بے شک سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحیح اور مستحکم بنیادوں پر بصرہ اور کوفہ کی آبادکاری کی، اس کی سڑکوں اور راستوں کو وسیع کیا اور انہیں نہایت بہترین انداز میں منظم کیا، مجموعی طور سے آپ کی یہ طرز فکر بتاتی ہے کہ فن آبادکاری میں آپ کی شخصیت منفرد و بے مثال تھی۔ بہرحال کوفہ اگر ایک طرف شہری زندگی کا سماں پیش کر رہا تھا تو دوسری طرف اس کے باشندے دیہات کی کھلی آب وہوا اور سبزہ زاروں کے منظر سے محظوظ ہو رہے تھے اور یہ چیز جسمانی صحت کے لیے بہت مفید نیز بہترین ہوا کے لیے بہت معاون ہے۔ شہروں کے حسن و جمال کو نکھارنے اور انہیں زندگی بخشنے میں اس کی سڑکوں اور عام راستوں کی کشادگی کا وہی مقام ہے جو مقام انسان کے جسم میں اس کے پھیپھڑوں کا ہوتا ہے۔ کوفہ میں آباد ہونے والے مجاہدین کے بارے میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ وہ لوگ اپنے خیموں ہی کو اپنا مسکن بنائیں، کیوں کہ یہ طرز سکونت بوقت ضرورت انہیں اپنے عمل میں جلدی پیش قدمی کا موقع مہیا کرے گی اور دشمنانِ اسلام کو مرعوب کرنے کی ایک اہم علامت ہوگی، لیکن بعد کے ادوار میں ترقی کے کئی مراحل طے ہوئے اور شہروں کو گھاس پھوس، نرکل اور بانس کے گھروں کے بجائے سیمنٹ اور پکی اینٹوں سے بسایا جانے لگا۔ ❺

---

❶ تاریخ طبری: ۵/ ۱۷

❷ تاریخ الدعوة الإسلامية، ص: ۳۳۶

❸ تاریخ الدعوة الإسلامية، ص: ۳۳۶

❹ تاریخ الدعوة الإسلامية، ص: ۳۳۸

❺ الخلفاء الراشدون، ص: ۱۸۲

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اندیشہ کہ کہیں مسلمان عیش وعشرت کے دلدادہ نہ ہوجائیں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ عیش وعشرت کے دلدادہ نہ ہوجائیں، اور پھر اس کے نتیجہ میں دنیا وآخرت کی جو برائیاں سامنے آتی ہیں اس کے شکار نہ ہوجائیں۔ چناں چہ جب کوفہ اور بصرہ کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں مطمئن ہوگئے تو انہوں نے خود کو پہچانا اور اپنے ماضی کو یاد کیا، اور ناز و نعمت کی جو چیزیں اسلام لانے کے بعد ان کے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں وہ دوبارہ ان کے پاس لوٹ آئیں۔ پھر کوفہ والوں نے اور بصرہ والوں نے بھی عمر رضی اللہ عنہ سے فوجی چھاؤنی چھوڑ کر بانس کے مکانات بنانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا: فوجی چھاؤنی کی زندگی تمہاری لڑائی میں زیادہ مؤثر اور جنگ کو بھڑکا دینے والی ہے۔ تاہم میں تم لوگوں کی مخالفت نہیں کرتا لیکن یہ بتاؤ کہ بانس کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ گانٹھ اور کانٹے دار ایک پودا ہے جو زمین کی گہرائی سے نکلتا ہے، جب اسے سیراب کیا جاتا ہے تو اس میں گانٹھیں ہوجاتی ہیں اور وہ بڑھتا جاتا ہے۔ ❶ آپ نے فرمایا: پھر تو آپ لوگوں کو اختیار ہے۔ اس کے بعد دونوں شہروں کے لوگوں نے بانس کے مکانات تعمیر کیے۔ ❷

پھر کوفہ اور بصرہ میں ایک مرتبہ آگ لگ گئی، کوفہ میں سب سے تیز آگ لگی اس میں اسّی (۸۰) سے زیادہ چھپر کے مکانات جل کر خاکستر ہوگئے، بانسوں کی ایک پچھی تک نہ محفوظ رہی، لوگ بہت پریشان ہوئے اور آگ سے حفاظت، نیز چھپروں کے متبادل رہائش گاہوں کے بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ چناں چہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کا ایک وفد عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا تاکہ پکی اینٹ کے مکانات بنانے کی آپ سے اجازت لے لیں۔ وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور کوفہ وبصرہ کی آتش زدگی نیز اس سے ہونے والے اپنے نقصانات سے آپ کو باخبر کیا۔ وہ لوگ جب بھی کسی حادثہ یا اہم واقعہ سے دوچار ہوتے تو آپ سے مشورہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا: تم ایسا کرلو، یعنی اینٹ کے مکانات بنالو، لیکن تین کمروں سے زیادہ نہ بنانا، اور نہ بہت اونچی عمارت بنانا، اور سنو! سنت کو لازم پکڑو، تمہیں یقیناً حکومت ملے گی۔ بہرحال وہ وفد اجازت پاکر کوفہ واپس لوٹ گیا اور آپ نے عتبہ رضی اللہ عنہ اور بصرہ والوں کو بھی اسی طرح کا خط روانہ کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس وفد سے وعدہ لیا، اور لوگوں کو پھر تاکید کی کہ بقدر ضرورت ہی اپنی عمارتوں کو اونچا کریں، لوگوں نے پوچھا: ضرورت کی حد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو تم کو حد اسراف تک نہ لے جائے، اور حد اعتدال ومیانہ روی سے باہر نہ کردے۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ان اخبار وآثار کو سامنے رکھنے سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ لوگ دنیا کی چمک دمک سے بے نیاز تھے، مکانات اور رہائش گاہیں اتنی ہی مطلوب تھیں جو انہیں دھوپ، بارش، سردی

---

❶ اردو زبان میں اسے بانس اور نرکل کہتے ہیں۔ (مترجم) ❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۵.

❸ تاریخ الطبری: ۵/ ۱٦

Marfat.com

اور گرمی سے محفوظ رکھ سکیں، اونچے اونچے محلوں کی تعمیر اور ان میں رہائش ان کا مقصد نہ تھا، اسی وجہ سے جو چیز ان کو وافر مقدار میں میسر تھی یعنی بانس وغیرہ، اسی کے گھر بنائے اور مجبوری کے وقت مٹی کے مکانات تعمیر کیے، مٹی کے مکانات ہونے کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اونچی اونچی عمارتوں اور محلات کی تعمیر میں مقابلہ آرائی سے روکنے کے لیے لازمی تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ گویا آپ کی دور اندیش نگاہیں اس وسعت و مالی فراوانی کو دیکھ رہی تھیں جو فتوحات کے بعد امت مسلمہ کو ملنے والی تھی۔ اس قسم کی ہدایات و توجیہات سے آپ اسی بات کی کوشش میں تھے کہ امت مسلمہ کو مالی اسراف اور عیش پرستی سے روکا جائے، اور اسے اعتدال پسند زندگی کا عادی بنایا جائے۔ آپ کی بات سے یہ چیز مترشح ہوتی ہے کہ آپ نے جن مکانات کو خیر و برکت سے خالی کہا ہے اس سے مراد وہ مکانات ہیں جو دائرہ اعتدال سے باہر ہوں، اور ان کی تعمیری ساخت و مصارف اسراف کی حد تک پہنچے ہوئے ہوں۔ پس بلا ضرورت فلک بوس عمارتوں کی تعمیر اسراف و فضول خرچی کی واضح علامت ہے کیوں کہ انسان بلند و بالا مکانوں کی تعمیر میں بھاری رقم خرچ کرتا ہے اور اس کے لیے لمبا وقت لگاتا ہے۔ اور جب انسان کی ساری محنت و کوشش اسی پر مرکوز ہوتی ہے تو صبح و شام اس کے ذہن و دماغ پر اسی کی فکر بھی مسلط رہتی ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کے نزدیک زندگی کا مقصد ہی یہ ٹھہرا ہے کہ فلک بوس محل تیار کریں۔ [1]

اگر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں دنیوی مال و دولت کی ریل پیل سے امت مسلمہ کے بھٹک جانے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا اور ہمہ وقت اس کوشش میں تھے کہ اسے رہائش گاہوں اور مکانات کی تعمیر و تزئین پر ساری توجہات اور صلاحیتوں کو خرچ کرنے سے روکیں، یہاں تک کہ مکانات صرف بقدر ضرورت اس فانی دنیا کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیے جائیں، تو آج ہمیں وہ اندیشہ حقیقت کی شکل میں عیاں نظر آتا ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ دور حاضر میں فلک بوس عمارتوں کی تعمیر و تزئین میں زندگی کے کئی سال فنا ہو جاتے ہیں اور اپنے پیچھے قرضوں کے انبار لگاتے جاتے ہیں، پھر بقیہ زندگی قرض کی ادائیگی میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس انسان کی زندگی اسی طرح گزر جاتی ہے، اور وہ زکوٰۃ و صدقات نام کی کوئی چیز نہیں جانتا۔ حالاں کہ اس کا شمار متوسط طبقہ کی زندگی گزارنے والوں میں ہوتا ہے۔ میری بات مشاہدات کی روشنی میں بالکل صداقت پر مبنی ہے کیوں کہ محلوں کا جو تصور ہمارے نزدیک پایا جاتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایسی عمارتوں میں جمالیات و کمالیات اور عیش و عشرت کے اسباب و وسائل مکمل طور سے مہیا ہوں۔ پھر ان چیزوں کی تکمیل محلوں کے مالکان کو طاقت سے زیادہ تگ و دو کرنے اور اس کے پیچھے سالہا سال تک خود کو قربان کر دینے پر ابھارتی ہے، تاکہ نمائش کی دنیا میں وہ مقابلہ کرنے والوں کی صف میں خود کو کھڑا کر سکے اور پھر نمائش و مقابلہ کے اس بازار میں اسلام کی چند اہم ترین و حساس عبادات اور اعمالِ صالحہ مثلاً مالی عبادات میں زکوٰۃ اور مجاہدین اسلام کی مدد جیسے فرائض کی ادائیگی کو ضائع کر دیتا

[1] التاریخ الاسلامی: ۱۹، ۲۰/ ۲۲

Marfat.com

ہے اور اس بھاگ دوڑ میں زندگی کے فہم بالشان اور اصل الاصول مقاصد مثلاً نماز اور حصول علم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ❶

فرمان فاروقی کہ ''ان عمارتوں میں بھلائی ہے جو تمھیں حد اعتدال میں رکھیں اور اسراف تک نہ لے جائیں'' کی مختصر توضیح:

آپ کے قول کا مقصد یہ تھا کہ شریعت کی نگاہ میں قابل تحسین مکان وہ ہے جس کی تعمیر و تزئین میں انسان اسراف و بے جا مصارف سے محفوظ رہے اور دائرۂ اعتدال سے آگے نہ بڑھے، البتہ عمر رضی اللہ عنہ نے مکانات کی تعمیر میں اسراف سے منع تو کیا لیکن اس کی حد بندی کی، کیوں کہ ہر شہر اور علاقے میں اسراف و فضول خرچی اور اعتدال و مصارف کا مخصوص عرف و مزاج ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیوی معاملات میں عاملین شریعت، اور اعتدال پسند مسلمانوں کا طبقہ جس مقدار و معیار کو عرف و عادت مانتا ہوگا وہی مقدار و معیار معتبر ہوگا۔ ❷

فرمان فاروقی ''سنت کو لازم پکڑو یقیناً تمھیں حکومت ملے گی'' کی مختصر توضیح:

آپ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ سیدھا راستہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا تھا اس کو لازم پکڑنا کفر پر فتح مندی اور زمین میں غلبہ و حکمرانی کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

پس جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا سے بے رغبتی، اور زہد کی طرف رغبت دلانے کا یہ عالم اس وقت تھا جب کہ مسلمان خود بخود زہد اور دنیا سے رغبتی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے کوشاں تھے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بعد کے ادوار میں پیدا ہوئے اور دنیا کے مظاہر اور اس کی رنگینیوں کے حصول میں ایک دوسرے پر فوقیت لے جانا چاہتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبتی کی اس دعوت کے ساتھ ساتھ آپ اس بات کے لیے

---

❶ التاریخ الإسلامي: ۱۹، ۲۰/ ۲۲

❷ التاریخ الإسلامي: ۱۹، ۲۰/ ۲۳

کوشاں رہے کہ اپنے دور میں فتوحات کے نتیجہ میں مال و دولت کی فراوانی و کثرت سے پیدا ہونے والی خرابیوں اور بیماریوں کا کس طرح علاج کریں، فارس کے تمام علاقے اور روم کے کچھ شہر فتح ہو چکے تھے اور اس سے اللہ نے مسلمانوں کو غنیمت، فے اور جزیہ کے بہت سارے اموال سے نواز دیا تھا، فتوحات کی وسعت اور دولت کی کثرت کو دیکھ کر امیر المومنین نے ایک بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کے سامنے صورت حال کی منظر کشی کی اور مسلمانوں کو مثالی سلوک و کردار پیش کرنے کی طرف رہنمائی کی۔ آپ نے فرمایا:

''بے شک اللہ جل شانہ پاک ہے، اور اسی کے لیے ہر قسم کی تعریف ہے۔ اسی نے تم پر شکر گزاری واجب کردی ہے، بغیر تمہارے مانگے اور بغیر تمہاری رغبت کے تمہیں دنیا و آخرت کی کرامتوں اور نعمتوں سے نواز کر تم پر اپنی حجت قائم کردی ہے، تم کچھ نہ تھے لیکن اس نے تم کو اپنے دین کی سربلندی اور اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، وہ اس بات پر قادر تھا کہ تم کو اپنی سب سے ذلیل ترین مخلوق کے لیے پیدا کرتا لیکن تمہارے لیے اپنی تمام مخلوق کو پیدا کیا، تم کو اپنے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں بنایا، بحر و بر کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کردیا اور تمہیں پاک و نفع بخش روزی عطا کی، تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو، پھر اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھ بھی بنائے، اللہ کی تم پر کچھ ایسی نعمتیں ہیں جن سے سارے انسان نوازے گئے ہیں۔ جب کہ اس کی کچھ نعمتیں خاص تم مسلمانوں کے لیے ہیں اور پھر وہ خاص و عام نعمتیں تم کو تمہارے ملک میں، تمہاری زندگی میں اور تمہارے معاشرے میں میسر ہیں۔ ان نعمتوں میں سے کوئی نعمت نہیں ہے جو صرف کسی ایک فرد کو عطا کی گئی ہو، سوائے اس نعمت خاصہ (اسلام) کے کہ اگر اس کے حقوق کو سارے انسانوں میں تقسیم کردیا جائے تو اس کی شکر گزاری ان کو تھکا دے، اور اسی کے حقوق تلے انسان دب جائے، مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے ساتھ اللہ کی توفیق بھی شامل ہو۔ تم زمین میں خلیفہ بنائے گئے ہو، اہل زمین پر تم کو فوقیت دی گئی ہے اور اللہ نے تمہارے دین کی مدد کی ہے، دو قوموں کے علاوہ تمہارے دین کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ ایک وہ قوم جو اسلام اور مسلمانوں کی غلام ہے یعنی ذمی لوگ، تمہیں (جزیہ) دینے کے لیے وہ تجارت کرتے ہیں، اپنی معیشت، محنت اور کوشش کی بہترین کمائی کو وہ ادا کرتے ہیں، محنت اور راس المال ان کا ہوتا ہے اور تمہیں نفع ملتا ہے اور دوسری قوم وہ ہے جو تم پر مصیبت الٰہی اور غیظ و غضب کی صبح و شام منتظر رہتی ہے، یعنی منافق لوگ، اللہ نے ان کے دلوں کو اپنے رعب سے بھر دیا ہے ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں جہاں وہ پناہ لے سکیں اور کوئی جائے فرار نہیں جہاں وہ خود کو محفوظ رکھ سکیں۔ خوشحال و مال دار، طاقت ور و پیہم مفتوحہ علاقوں سے وفود کی آمد اور سرحدوں کے محفوظ ہونے کے باوجود فوج الٰہی نے ان کے دلوں کو دہلا دیا ہے۔ عافیت و امن عام کا ایسا عالم ہے

Marfat.com

کہ ابتدائے اسلام سے آج تک امت مسلمہ کو اس سے بہتر و پرسکون فضا نہ ملی تھی، تمام ممالک میں بڑی بڑی فتوحات پر اللہ ہی لائق ستائش ہے۔ شکر گزاروں کا شکر، ذکر الٰہی کے شیدائیوں کا ذکر اور اطاعت شعاروں کی کثرت اطاعت وعبادت اللہ کی لا تعداد اور عظیم الشان نعمتوں کے بالمقابل ناکافی ہیں، بغیر اللہ کی مدد، رحمت اور مہربانی کے ان کا حق کما حقہ ادا نہیں کیا جا سکتا، پس ہم اللہ تعالیٰ سے جس نے ہمیں ان نعمتوں سے آزمایا ہے اس کی اطاعت اور رضا جوئی کے لیے دعا کرتے ہیں، جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

اے اللہ کے بندو! تم اپنے اوپر نعمتوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش کو یاد کرو اور اپنی عام مجلسوں میں، یا دو دو آدمی رہو یا تنہا رہو، ہمہ وقت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کیا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ﴾ (ابراهيم: ٥)

''اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔''

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (الانفال: ٢٦)

''اور یاد کرو جب تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں کمزور تھے۔''

لہٰذا جب تم کمزور تھے، دنیا کی بھلائیوں سے محروم تھے اگر اس وقت حق پر قائم تھے، اس پر تمہارا ایمان تھا، تم اس میں راحت محسوس کرتے تھے، اللہ اور اس کے دین کی تمہیں معرفت حاصل تھی اور موت کے بعد بھی تم اس میں خیر کی امید رکھتے تھے، تو یہ بہت اچھی بات تھی۔ حالاں کہ تم قبل ازیں بہت تنگ زندگی بسر کرتے تھے، اور اللہ کی معرفت سے بالکل ناواقف تھے، پس اگر یہ اسلام جس نے تم کو تنگ زندگی اور اللہ کی عدم معرفت سے نجات دی، اس کے ساتھ تم کو دنیا داری نہ حاصل ہو سکے، اور آخرت پر تمہارا کامل یقین و پختہ بھروسا ہو جہاں کہ سب کو لوٹ کر جانا ہے، اور کٹھن زندگی و تنگ معیشت کے ساتھ تم کو یہ آزادی حاصل ہو کہ اسے اپنی ذات کے فائدہ تک محدود رکھو، یا اپنے حصہ پر دوسروں کو ترجیح دو تو ایسی دنیا داری کو بھول جاؤ، کیوں کہ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی میسر ہو رہی ہے، اور تم میں سے جس کی یہ خواہش ہو کہ اسے دنیا داری کا پورا حصہ مل جائے تو سن لو! میں تم سب کو اللہ کا خوف یاد دلاتا ہوں جو تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے، مگر یہ کہ اس کا حق پہچان لو، اس کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو، اس کی اطاعت پر خود کو مجبور کرتے رہو، اور نعمتوں کو پا کر خوشی و مسرت کے ساتھ تمہیں ان کے غلط استعمال کے برے نتائج اور ان کے چھن جانے کا

Marfat.com

اندیشہ بھی لگا رہے کیوں کہ ناشکری سے بڑھ کر کوئی چیز نعمتوں کو چھیننے والی نہیں، جب کہ شکر گزاری گردش زمانہ میں امن وسلامتی، نعمت الٰہی میں اضافہ اور مال ودولت میں فراوانی کا سبب ہے، تمہیں حکم دینے اور منع کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر یہ ذمہ داری واجب تھی۔'' ❶

شہر فسطاط:

اگر جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شہر کوفہ کے اوّلین مؤسس وبانی شمار کیے جاتے ہیں تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی شہر فسطاط کے مؤسس اوّل ہیں۔ چناں چہ جب آپ اسکندریہ کی فتح سے فارغ ہوئے تو وہیں مستقل سکونت اختیار کرنا چاہی، لیکن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا کہ ایسی جگہ سکونت اختیار کرو کہ اگر مجھے تم تک آنے کی ضرورت پڑے تو ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی نہر یا سمندر نہ پڑے، لہٰذا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ سے فسطاط منتقل ہوگئے۔ ❷ سب سے پہلے آپ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو مسجد عمرو بن عاص کے نام سے معروف ہوئی، جب کہ ایک مسجد اسکندریہ میں بھی بنائی تھی، پھر وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایک گھر تعمیر کیا، غالباً ان کا مقصد یہ رہا ہو کہ یہ دارالخلافہ بن جائے، لیکن عمر بن خطاب نے آپ کو خط لکھا کہ میرے لیے بنائے گئے مکان کو مسلمانوں کا بازار بنا دیا جائے۔ ❸

نیز آپ نے مسجد سے قریب ہی اپنے لیے دو گھر بنائے جیسا کہ ابن عبدالحکم اس کی تفصیل ہمارے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں:

> ''جامع عمرو بن عاص کے دروازے کے پاس آج جو گھر ہے اسے سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بنایا تھا، گھر اور مسجد کے درمیان سے ایک راستہ جاتا ہے، اور اسی گھر سے متصل ہی اپنا ایک دوسرا گھر بنایا تھا۔ ❹ غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے اپنے لیے ایک ہی مکان بنایا تھا اور جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے تیار کردہ عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا تھا تو دوسرے مکان کو آپ بحیثیت ''دارالامارۃ'' استعمال کرتے تھے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشین ممتاز صحابہ کی ایک جماعت کو اس کام کا مکلف کیا کہ وہ مختلف قبائل کے لیے قبیلوں کے اعتبار سے ان کی رہائش گاہوں کے لیے احاطہ مقرر کریں، چناں چہ انہوں نے منظم طریقے سے ان کے مکانات کی جگہوں اور سمتوں کو متعین کیا، اس وقت اس کو خطہ کہا جاتا تھا اور موجودہ دور میں محلّہ اور کالونی کے مشابہ

---

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳۔ خطب أمیر المؤمنین عمر بن خطاب ووصایاہ، محمد أحمد عاشور، ص: ۳۱ (مترجم)

❷ فتوح مصر، ابن عبد الحکم، ص: ۹۱۔ عربی زبان میں فسطاط خیمہ کو کہتے ہیں، چوں کہ آپ نے یہاں شروع میں خیمہ لگایا تھا اس لیے اس کو فسطاط کہا جاتا ہے۔

❸ عمرو بن عاص القائد السیاسی، ص: ۱۳۵

❹ فتوح مصر، ص: ۹۶، ۹۷

Marfat.com

تھا، یہ اور بات ہے کہ اس نظام کے تحت آج کی طرح زمینوں کی وسیع گھیرا بندی نہ کی جاتی تھی، بلکہ ہر دو قبیلہ کے درمیان سے ایک سڑک نکالی گئی تھی، انہیں آج کے مفہوم میں ہم سڑک تو نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ کہیں گے کہ ہر دو قبیلہ کے درمیان آج کے مفہوم میں کشادہ گلیاں نکالی گئی تھیں، زمین کی حد بندی اور پلاٹ کی تقسیم کے لیے مقرر کیے گئے ممتاز صحابہ کرام کی جماعت معاویہ بن خدیج التجیبی، شریک بن سمی الغطیفی، عمرو بن محرم الخولانی، اور حویل بن ناشرة المعافری رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ ۲۱ھ میں انہی حضرات نے لوگوں کو یہاں بسایا، اور قبیلوں کے اعتبار سے ان کو تقسیم کیا تھا۔'' ❶

باوجودیکہ اس مقام پر نو آباد کردہ تمام محلوں اور قبیلوں کا تفصیلی ذکر ممکن نہیں ہے تاہم چند ایک کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں (لفظ محلّہ کی جگہ خطہ لکھا گیا ہے)، پس ان محلوں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

خطہ اسلم، خطہ لیتون، خطہ بنی معاذ، خطہ بلی، خطہ بنی بحر، خطہ مہرۃ، خطہ لنحم، خطہ غافق، خطہ صدف، خطہ حضرموت، خطہ تجیب، خطہ خولان، خطہ مذحج، خطہ مراد، خطہ یافع، خطہ معافر اور انہی کے ساتھ اشعری حضرات بھی تھے۔ ❷

مختلف قبائل کے یہ نام اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فتح اسکندریہ میں عربی اور غیر عربی قبیلے کثرت سے شریک ہوئے تھے، جس کے نتیجہ میں انہی قبائل پر مشتمل بہت زیادہ کالونیاں اور مخصوص رہائشی محلے وجود میں آئے، اور ہر قبیلہ نے اپنے مسائل وضروریات زندگی کو باہم حل کرنے کے لیے یہ پسند کیا کہ اسے ایک مخصوص طرح کی خودمختاری حاصل رہے، نیز یہ نو آباد محلے ہمیں اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ہر قبیلے کی رہائش گاہیں اور کالونیاں متعین کرنے میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بہت دقیق خاکہ ومنصوبہ تیار کیا تھا۔ ❸ ان قبیلوں نے اپنے اپنے محلوں کے بالکل بیچ میں اپنے لیے مسجد بنائی تھی۔

ابن ظہیرہ نے اپنی کتاب "الفضائل الباهرة فی محاسن مصر والقاهرة" میں ابن زولاق کے حوالہ سے فسطاط میں تعمیر کردہ جن ابتدائی مساجد کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے پہلے جامع عمرو بن عاص کا ذکر ملتا ہے، پھر اس کے بعد ان دیگر مساجد کا شمار ہے جو مخصوص افراد کی طرف منسوب تھیں۔ ❹ اس کے بعد مؤلف لکھتے ہیں کہ مساجد مصر کے بارے میں ہماری تیار کردہ فہرست کے علاوہ بھی صحابہ کے نام سے منسوب دوسری بہت ساری مسجدیں تھیں جنہیں ان لوگوں نے فتح کے وقت بنایا تھا اور ان کی تعداد تقریباً دو سو تینتیس (۲۳۳) تک پہنچتی ہے، وہ مسجدیں قبائل وخاندان کی ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے بنائی گئی تھیں۔ ❺

❶ عمرو بن عاص القائد السیاسی، ص: ۱۳۶
❷ فتوح مصر، ص: ۱۱۵۔ ۱۲۹
❸ عمرو بن العاص القائد السیاسی، ص: ۱۳۷
❹ اهل الفسطاط، د/ صالح أحمد العلی، ص: ۳۸ ❺ أهل الفسطاط، د/ صالح أحمد العلی، ص: ۳۸

Marfat.com

اس تفصیل کے ساتھ ہمیں یاد ہونا چاہیے کہ جائے سکونت کے اختیار کرنے میں سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل رہی، انہوں نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے دارالخلافہ سے ربط و اتصال کرنا آسان تھا، مزید برآں شمال اور جنوب کے شہروں کے بالکل وسط میں اور دریائے نیل کے قریب یہ جگہ واقع تھی۔ ❶

لیبیا کا شہر ''سرت'':

جب مصر کے مغرب کا ایک شہر ''برقہ'' اسلام کا قلعہ بن گیا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ ''طرابلس'' کی طرف بڑھے اور پہلا حملہ مقام ''سرت'' پر کیا جو ''برقہ'' اور ''طرابلس'' کے درمیان واقع ہے۔ آپ اس پر قابض ہوگئے اور ۲۲ھ سے مسلمانوں نے اس شہر کو مغرب پر پیش قدمی کے لیے بطور فوجی چھاؤنی استعمال کیا اور یہ اسلامی فوج کا قلعہ قرار پایا اور عقبہ بن نافع نے اس کو اپنا مرکز بنایا، جنہوں نے فزان، ودان، زویلہ اور سوڈان جیسے علاقوں میں اشاعت اسلام کے لیے اپنی پوری طاقت جھونک دی۔ ❷

مفتوحہ شہروں میں فوجی چھاؤنیاں:

مفتوحہ ممالک کے تمام شہروں میں اور خاص طور سے شام کے شہروں میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جن فوجی چھاؤنیوں کو قائم کیا انہیں آپ نے اجناد (لشکر) کا نام دیا، چناں چہ آپ نے ان شہروں میں فوجی چھاؤنیاں بنائیں، ان میں فوجیوں کے رہنے کے لیے بیرکیں بنائیں گھوڑوں کے اصطبل بنائے جن میں بیک وقت کم از کم چار ہزار گھوڑے ساز وسامان اور پوری تیاری کے ساتھ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ ❸ ایسی تیاری کا مقصد محض یہ تھا کہ اگر اچانک ضرورت پیش آجائے تو معمولی وقت میں چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) سے زیادہ شہسوار مجاہدین کا یہ دستہ صرف ملک شام سے میدانِ جنگ کے لیے فوراً نکل پڑے، ہر فوجی چھاؤنی میں آپ نے گھوڑوں کے لیے وسیع وعریض چراگاہ بھی تیار کرائی تھی، اور حکم الٰہی کی تنفیذ میں رمزی علامت کے طور پر ہر گھوڑے کی ران پر داغ کر یہ لکھ دیا جاتا: ((جَيْشٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .)) یعنی یہ لشکر اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے (وقف) ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ﴾ (الانفال: ٦٠)

''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں

---

❶ تاریخ الدعوة الإسلامیه، د/ جمیل المصری، ص: ۳۳۹

❷ تاریخ الدعوة الإسلامیه، د/ جمیل المصری، ص: ۳۴۰

❸ البداية والنهاية: ۷/ ۱۳۸۔ تاریخ الدعوة، ص: ۳۴۱

جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے۔''

ملک شام کی فوجی چھاؤنیاں:

دمشق کی فوجی چھاؤنی:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بالترتیب تین لوگ اس کے ذمہ دار اعلیٰ بنے:

۱: یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

۲: سوید بن کلثوم رضی اللہ عنہ

۳: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

حمص کی فوجی چھاؤنی:

اس کے پہلے ذمہ دار ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، پھر عبادہ بن صامت، پھر عیاض بن غنم، پھر سعد بن عامر بن خذیم، پھر عمیر بن سعد، پھر عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہم بالترتیب اس کے ذمہ دار رہے۔

قنسرین کی فوجی چھاؤنی:

اس کے اوّلین ذمہ دار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، پھر عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس کے ذمہ دار بنے۔

فلسطین کی فوجی چھاؤنی:

اس کے اوّلین ذمہ دار یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور انؓ کے بعد علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ تھے۔

اردن کی فوجی چھاؤنی:

یہ ''طبریہ'' میں واقع تھی، اس کے اوّلین ذمہ دار شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کے بعد یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ ذمہ دار ہوئے۔ طاعون عمواس میں جب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وفات ہوگئی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق اور اردن کی فوجی چھاؤنیوں کی بھی ذمہ داری سنبھالی۔ [1]

درحقیقت اللہ کی رضا جوئی کی خاطر جذبہ جہاد نے بہت سارے صحابہ وعلماء تابعین کو ان مقامات کی طرف کوچ کرنے پر ابھارا جنہیں شہری حیثیت اور سرحدی حفاظت حاصل ہوچکی تھی، دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر یہاں آ آ کر آباد ہونے کے پیچھے ان کا یہ جذبہ صادق بھی کارفرما تھا کہ وہ اسلامی دعوت کی نشر واشاعت، قرآن وسنت کی تعلیم اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور حصہ لیں، اس طرح مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، دمشق اور فسطاط گنجان آبادی والے شہر بن گئے۔ لوگ وہاں حصولِ علم اور جہاد کی نیت سے منتقل ہوئے یا فوجی دیوان میں نام درج کرانے، اور سرکاری عطیات حاصل کرنے، یا تجارت اور دیگر صنعت وحرفت سیکھنے اور وسیع کرنے کی نیت سے

[1] تاریخ الدعوة، ص: ۳٤۱

Marfat.com

وہاں آباد ہوئے، نتیجتاً ان تمام اسباب و وسائل نے ان شہروں کو تہذیب وتمدن کا منارہ بنا دیا جہاں مختلف علوم ومعارف اور مختلف صنعت وحرفت کی نمو وترقی ہوئی۔ ❶

اقتصادی بحران (عام الرمادہ):

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت میں اسلامی سلطنت ابتلاء وآزمائش سے دوچار ہوئی اور اس میں کوئی تعجب نہیں، کیوں کہ ابتلاء وآزمائش کے دور سے تمام قوموں، ممالک، جماعتوں، اور افراد کو ہمیشہ گزرنا پڑا ہے، یہ ایک قدیم سنت رہی ہے، امت مسلمہ بھی دیگر قوموں کی طرح ایک امت ہے، اس میں بھی اللہ کی سنت عادلہ قائم وجاری ہوتی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

بہرحال دورِ فاروقی کی سب سے عظیم آزمائش ''عام الرمادہ'' اور ''طاعون عمواس'' کی شکل میں منظر عام پر آئی۔ ہم اس مقام پر دونوں آزمائشوں سے متعلق بڑی تفصیل سے گفتگو چاہتے ہیں اور واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان بحرانی حالات میں عمر رضی اللہ عنہ کا کیا تعامل رہا، اور کس طرح آپ نے جائز اسباب کو اختیار کرکے اور اللہ تعالیٰ سے دعا وگریہ وزاری کرکے ان آزمائشوں کا مقابلہ کیا؟

چناں چہ ۱۸ھ میں جزیرہ عرب میں سخت قحط پڑا، لوگ خوراک کے لیے ترس گئے۔ بھوک کی شدت اور خوراک کے فقدان کا یہ عالم تھا کہ درندے بھاگ بھاگ کر انسانوں کے پاس پناہ لیتے تھے، آدمی بکری ذبح کرتا تھا لیکن کھا نہ پاتا کیوں کہ وہ اس قابل نہ ہوتی، خشک سالی کی وجہ سے بہت سے مویشی بھوک کی تاب نہ لا سکے اور مر گئے، اس سال کا نام ''عام الرمادہ'' رکھا گیا، اس لیے کہ ہوا مٹی اور دھول کو راکھ کی طرح خوب اڑاتی تھی، سخت قحط پڑا، ایک لقمہ کھانا بھی ملنا مشکل ہوگیا تھا، لوگ دور دراز کے دیہی علاقوں سے بھاگ بھاگ کر شہروں میں جاتے یا ان کے قریب قیام کرتے اور اس عظیم مصیبت سے نجات پانے کے لیے امیر المومنین کی طرف سے کسی حل اور پیش قدمی کے منتظر تھے۔ جب کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ اس مصیبت کو سب سے زیادہ محسوس کرنے والے اور اس کے خطرناک نتائج سے سب سے زیادہ آگاہ تھے، ❷ بہرحال عمر رضی اللہ عنہ نے اس بحرانی کیفیت سے نمٹنے میں جو حکمت عملی اختیار کی اسے چند نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

ا: آپ نے خود کو دوسروں کے لیے نمونہ بنا کر پیش کیا:

''عام الرمادہ'' میں قحط کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے کھانے کے لیے گھی سے چپڑی ہوئی روٹی لائی گئی، آپ نے ایک بدوی آدمی کو بلایا تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائے، بدوی نے کھانے میں شریک ہوکر کھانا شروع کیا اور گھی کو لقمہ سے پلیٹ کے کنارے لاکر شوق سے کھانے لگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے

❶ اقتصادیات الحرب فی الاسلام، ص: ۲۵۰

❷ فن الحکم، ص: ۶۸۔ البدایہ والنهایة: ۷/ ۹۸۔ تاریخ الطبری: ۵/ ۷۵.

Marfat.com

کہا: ایسا لگتا ہے کہ تم کو گھی کبھی میسر نہیں آیا؟ بدوی نے کہا: جی ہاں، فلاں فلاں وقت سے آج تک نہ میں نے گھی اور روغن چکھا ہے اور نہ کسی کو یہ کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی بات سن کر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ جب تک میری عوام کو فراخی کی زندگی نہ مل جائے اس وقت تک نہ وہ گوشت کھائیں گے اور نہ گھی کو ہاتھ لگائیں گے۔ تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کو پورا کرنے کا عزم مصمم کرلیا تھا اور اسی وجہ سے جب بازار میں گھی اور دودھ سے بھرے ہوئے ڈبے فروخت ہونے کے لیے آئے، تو عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ کے لیے چالیس درہم میں ایک ڈبہ گھی اور ایک ڈبہ دودھ خریدا اور لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور کہا: امیر المومنین! اللہ نے آپ کی قسم کو پورا کردیا، اور آپ کو بہت اجر وثواب ملا، اب بازار میں دودھ اور گھی کے ڈبے آگئے ہیں اور میں نے انہیں چالیس درہم میں خرید لیا ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے مہنگی قیمت میں خریدا، ان دونوں کو اللہ کے راستے میں صدقہ کردو، میں ناپسند کرتا ہوں کہ اسراف کا لقمہ کھاؤں، اور اس کے بعد ہی فرمایا: میں رعایا کے دکھ درد کو کیسے سمجھ سکوں گا جب تک کہ میں بھی ان کی حالت سے نہ گزروں۔ ❶

عمر فاروق کی زبان سے نکلا ہوا آخری جملہ ایک تابناک اور زرّیں قول ہے، جس میں پوری انسانیت کے لیے سیاست کا عظیم الشان اصولوں میں سے ایک اصول پنہاں ہے، قابل غور ہے یہ جملہ کہ: ''میں رعایا کے دکھ درد کو کیسے سمجھ سکوں گا جب تک کہ میں بھی ان کی حالت سے نہ گزروں۔'' ❷

''عام الرمادۃ'' میں عمر رضی اللہ عنہ قحط سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے جسم کا رنگ بدل گیا، عیاض بن خلیفہ کا بیان ہے کہ میں نے ''عام الرمادۃ'' میں عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کا جسم سیاہ پڑ گیا تھا، حالاں کہ آپ عربی تھے، گھی اور دودھ کھاتے تھے، لیکن جب قحط نے تمام لوگوں کو اپنی زد میں لے لیا تو آپ نے دودھ اور گھی کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور تیل کھانے پر اکتفا کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ کے جسم کا رنگ بدل گیا اور آپ نے بھوک کی کافی مشقتیں برداشت کیں۔ ❸

اسلم کا بیان ہے کہ ہم آپس میں کہتے تھے: اگر ''عام الرمادۃ'' میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے قحط سالی کو نہ دور کیا تو ہمیں یقین ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تئیں اپنی واجبات وذمہ داریوں کے شدید احساس وغم سے وفات پاجائیں۔ ❹

آپ اکثر روزہ رکھتے تھے۔ ❺ عام الرمادہ میں صرف شام کو تیل اور روٹی سے ملا ہوا کھانا کھاتے تھے،

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٧٨

❷ فن الحکم، ص: ٧١

❸ طبقات ابن سعد: ٣/ ٣١٤

❹ طبقات ابن سعد: ٣/ ٣١٥۔ محض الصواب: ١/ ٣٦٣

❺ محض الصواب: ١/ ٣٦٢

Marfat.com

قحط سالی کے موقع پر ہی ایک دن لوگوں نے کچھ اونٹوں کو ذبح کیا اور سب نے کھایا، لیکن بہترین گوشت آپ کے لیے رکھ دیا، جب کوہان اور کلیجے کا منتخب گوشت ہانڈی میں رکھ کر آپ کے سامنے لا گیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ کہاں سے ملا؟ لوگوں نے بتایا کہ اے امیر المومنین! آج ہم نے اونٹ ذبح کیا تھا، اسی میں سے یہ گوشت ہے۔ آپ نے فرمایا: افوہ! ہائے! افسوس! میں کتنا برا حاکم ہوں، اگر میں (ان اونٹوں کے) بہترین گوشت کو کھاؤں، اور لوگ ان کی ہڈیاں کھائیں۔ اٹھاؤ، لے جاؤ اس برتن کو اور مجھے دوسرا کھانا دو، پھر آپ کے سامنے روٹی اور تیل پیش کیا گیا اور آپ اپنے ہاتھ سے روٹی توڑ کر تیل میں ملا کر کھانے لگے، پھر فرمایا: اے یرفا ❶ سن! گوشت کے اس برتن کو ''ثمغ'' ❷ والوں تک پہنچا دو، میں تین دن سے ان کے پاس نہیں گیا ہوں، میرا خیال ہے کہ انہوں نے اب تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا، لے جاؤ اور ان کے سامنے اسے رکھ دو۔ ❸

یہ ہے اسلامی سیاست وحکومت کا فن اور یہ ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثالی شخصیت کہ آپ اپنی خواہشات اور ضرورتوں پر رعایا کی ضروریات وخواہشات کو ترجیح دیتے ہیں اور آپ کی رعایا آپ سے عمدہ کھانا کھاتی ہے۔ آپ امیر المومنین ہیں لیکن حکومت اور زندگی کے بوجھ کو اپنی رعایا سے کہیں زیادہ اٹھانے کو تیار ہیں، اور رعایا کے مقابلے میں کئی گنا مشکلات ومصائب سے دوچار ہوتے ہیں۔ مزید برآں احتیاط اور احساس ذمہ داری کا یہ دائرہ آپ کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس احتیاط اور ورع وتقویٰ کی حدود وقیود کا دائرہ اپنے خاندان تک وسیع کرنا چاہتے ہیں، تاکہ آپ کے اہل خانہ رعایا کے دکھ درد اور تکلیف کو ان سے زیادہ محسوس کریں۔

چناں چہ ''عام الرمادہ'' میں قحط کے موقع پر آپ نے ایک دن اپنے ایک لڑکے کے ہاتھ میں ایک خربوزہ دیکھا، فوراً اس کو ٹوکا اور کہا: کیا خوب، کیا خوب، امیر المومنین کی اولاد! امت محمد یہ بھوک سے لاغر ہوتی جا رہی ہے اور تو پھل کھاتا ہے؟ بچہ روتے ہوئے بھاگ گیا اور عمر رضی اللہ عنہ مسلسل اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ ان کے بچے نے ہتھیلی بھر کھجور کی گٹھلیوں کے بدلے اسے خریدا ہے۔ ❹

اللہ کے سامنے فرائض وواجبات حکومت کی جواب دہی کا احساس آپ پر غالب رہا جس کے نتیجہ میں آپ نے خود کو نفس پرستی سے دور رکھا، اور ایسے وقت میں جب کہ دنیا قحط وخشک سالی کا سامنا کر رہی تھی، آپ نے ہر شرعی وسیلہ وسبب اختیار کیا، بکثرت نمازیں پڑھتے، پیہم استغفار کرتے اور ہمہ وقت مسلمانوں کو غذا

❶ ''یرفا'' عمر رضی اللہ عنہ کا دربان تھا، جاہلیت کا زمانہ پایا اور اسلام کا بھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس نے عمر فاروق کے ساتھ حج کیا۔

❷ مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے، جہاں عمر رضی اللہ عنہ کی موقوفہ جائیداد تھی۔

❸ طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۱۲۔ الشیخان بروایۃ البلاذری، ص: ۲۹۴

❹ طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۱۵۔ محض الصواب: ۱/ ۳۶۳

Marfat.com

فراہم کرنے کی کوشش میں رہتے، اپنی پوری رعایا کے لیے فکر مند تھے، وہ بھاگ کر مدینہ آ گئی ہو یا اپنے گھروں میں بادیہ نشین رہی ہو، اس بحرانی کیفیت سے نمٹنے کے لیے آپ نے اپنی پوری طاقت وصلاحیت جھونک دی، اور پھر ان تمام مشقتوں کو اٹھانے کے بعد نفس پر سختی اور ایسی سختی کی کہ اس کی عظمت ومعنویت کا کیا کہنا! قحط زدہ پوری دنیائے انسانیت نے اعتراف کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ عام الرمادہ میں قحط کو دور نہ کرتا تو ہمیں ایسا یقین ہونے لگا تھا کہ کہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تئیں اپنے واجبات کے شدید احساس وغم سے وفات نہ پا جائیں۔ ❶

۲: ''عام الرمادۃ'' میں پناہ گزینوں کا کیمپ:

اسلم سے روایت ہے کہ ''عام الرمادۃ'' میں اہل عرب ہر چار جانب سے مدینہ پہنچنے لگے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ وفود کی ضروریات ومفادات کو پیش نظر رکھیں، میں نے ایک رات آپ کو فرماتے ہوئے سنا ''شام کا کھانا ہمارے پاس کتنے لوگ کھاتے ہیں، ان کو شمار کرو۔'' اگلی رات شمار کیا گیا تو کھانے والوں کی تعداد سات ہزار تھی، اور جب بیمار مردوں نیز عورتوں وبچوں کو بھی شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد یہ تعداد بڑھ کر ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ لوگ مسلسل انہی حالات سے دوچار رہے، یہاں تک کہ اللہ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی، اور جب بارش ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ آپ نے کچھ لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وفود کو اپنے گھر جانے کا حکم دیں، اور دیہات میں ان کو ان کے گھروں تک غذا اور غلہ بھیجنے کا انتظام کیا، خشک سالی سے بہت سے لوگ وفات پا گئے تھے میرے خیال میں قحط سے متاثر ہو کر دو تہائی لوگ مر گئے تھے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دیگچہ کھانا پکانے کے لیے آگ پر چڑھایا جاتا تھا، اور صبح ہی سے کھانا پکانے والے اس پر لگ جاتے اور کرکور اور عصائد پکاتے۔ ❷

اس مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے امراء کو ذمہ داریاں سونپتے ہیں اور پناہ گزینوں کا کیمپ تیار کرتے ہیں، اور انتظامی عملہ پوری تندہی سے اپنی ذمہ داریوں کو بلا کم وبیش نبھاتا ہے، دوسرے کی ذمہ داری وعمل میں دخل اندازی بالکل نہیں کرتا۔ ❸

مدینہ کے قرب وجوار میں آپ نے اپنے افسران کو یہ ذمہ داری دے کر بھیجا کہ جو لوگ دور دور سے خشک سالی اور شدت بھوک سے متاثر ہو کر حکومتی تعاون وعطیات لینے آئے ہیں ان کے حالات کا جائزہ لیں، چناں چہ وہ لوگ ان میں کھانا اور سالن وغیرہ تقسیم کرتے اور جب شام ہوتی تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سب لوگ اکٹھے ہوتے اور ان کے حالات سے واقف کراتے، اور آپ ان کی دوسرے دن کی رہنمائی کرتے۔ ❹ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ

❶ فن الحکم، ص: ۷۱۔ طبقات ابن سعد: ۳/ ۳۱۵
❷ تاریخ الذھبی: ۲۷۴۔ کرکور ایک کھانے کا نام ہے اور عصائد ایک طرح کا کھانا، جس میں آٹے کو گھی میں گوندھ کر پکاتے ہیں۔
❸ الکفاءۃ الإداریۃ، د/ عبداللہ قادری، ص: ۱۰۷
❹ الکفاءۃ الإداریۃ، د/ عبداللہ قادری، ص: ۱۱۵

Marfat.com

بدویوں، اور دیہات کے باشندوں کو آٹا گھر سے خوراک تقسیم کرتے تھے، آٹا گھر ایک مالی ادارہ تھا جس کے سامان کو دور فاروقی میں ایام قحط میں وفود مدینہ میں تقسیم کیا جاتا تھا، اس میں آٹا، ستو، کھجور اور کشمش وغیرہ کھانے کی چیزیں تھیں، مصر، شام اور عراق سے پہنچنے سے پہلے یہی چیزیں ان میں تقسیم ہوتی تھیں، یہ آٹا گھر بحرانی حالت میں کافی بڑا بنا دیا گیا، تاکہ دسیوں ہزار لوگ جو تقریباً نو مہینے تک مدینہ آتے رہے اور بارش سے محروم رہے وہ سب اس کی خوراک سے مستفید ہو سکیں۔ ❶

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حکمت عملی حکومتی اداروں کی تعمیر و ترقی کے بارے میں دور اندیشی کی بہت بڑی دلیل ہے، خواہ یہ ادارے مالی ہوں یا اور کوئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ متواضع شان کہ آپ بذاتِ خود پناہ گزینوں کے کیمپوں میں ان کی خدمت کرتے تھے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن حنتمہ (عمر رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے! میں نے عام الرمادہ میں دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر اناج سے بھری ہوئی دو بوریاں اور ہاتھوں میں تیل سے بھرا ہوا ایک ڈبہ اٹھائے ہوئے تھے، وہ اور اسلم باری باری اسے اٹھاتے اور چلتے، جب آپ نے مجھ کو دیکھ لیا تو کہا: اے ابوہریرہ کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا: قریب ہی سے، پھر میں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا، اور اسے لے کر ہم سب ''ضرار'' پہنچے، وہاں ہماری ملاقات بیس گھرانوں پر مشتمل ایک جماعت سے ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم لوگوں کا یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا: مشقت و تنگ حالی کھینچ لائی ہے اور اس کے بعد انہوں نے مردار جانور کا چمڑا جسے وہ کھاتے تھے اور بوسیدہ ہڈیوں کا سفوف جسے وہ پھانکتے تھے، اسے ہمیں دکھایا، یہ دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر پھینک دی اور ان کے لیے کھانا پکانے اور کھلانے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ پھر اونٹوں کو لانے کے لیے اسلم کو مدینہ بھیجا، وہ اونٹوں کو لائے، آپ نے ان کو اونٹوں پر سوار کیا اور ''جبانہ'' لے جا کر ٹھہرایا، پھر انہیں کپڑا دیا جسے انہوں نے زیب تن کیا، اس طرح آپ برابر ان کے پاس اور دوسرے مصیبت زدہ لوگوں کے پاس جاتے رہے اور خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس مصیبت کو ہٹا لیا۔ ❷

آپ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنے گھر واپس ہوتے اور برابر نماز پڑھتے، رات کا آخری وقت آ جاتا تو گلیوں میں گشت کے لیے نکلتے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ سے ایک رات بوقت سحر کہتے ہوئے سنا، اے اللہ! میرے ہاتھوں امت محمدیہ کو ہلاک نہ کر، اور کہتے: ''اے اللہ قحط زدگی سے ہمیں ہلاک نہ کر اور ہم سے اس مصیبت و آزمائش کو دور کر دے،'' اور آپ ان کلمات کو بار بار کہہ کر دعا مانگتے۔ ❸

---

❶ المدينة النبوية فجر الإسلام: ۲/ ۳۷، ۳۸

❷ أخبار عمر، ص: ۱۱۱۔ بحوالۂ الرياض النضرة

❸ أخبار عمر، ص: ۱۱۱۔ بحوالة : الرياض النضرة

Marfat.com

مالک بن اوس سے روایت ہے، جن کا تعلق بنو نضیر سے ہے کہ ''عام الرمادہ'' میں سو گھرانوں پر مشتمل میرے خاندان کے لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ''جبانہ'' آئے، آپ تمام لوگوں کو جو آپ کے پاس آتے ان کو کھانا دیتے، اور جو نہیں آتا اس کے پاس اس کے گھر تک آٹا، کھجور، اور سالن وغیرہ بھیجتے، چناں چہ آپ ہر مہینے میری قوم کے لوگوں کے پاس بھی ان کی ضرورت کی چیزیں بھیجتے رہے۔ مریضوں کی بیمار پرسی اور وفات پا جانے والوں کے کفن کا انتظام کرتے رہے، غذا کی اتنی شدید قلت تھی کہ لوگ تلچھٹ کھانے پر مجبور تھے، میں نے دیکھا اس موقع پر کئی لوگ مر گئے، آپ ان متوفیان کی نماز جنازہ خود پڑھاتے، آپ نے تقریباً دس متوفیان پر ایک ساتھ نماز پڑھی، لیکن جب بارش کا نزول ہوا، اور لوگوں کو زندگی ملی تو آپ نے فرمایا: اب آپ لوگ صحرا کے جن جن علاقوں سے آئے تھے وہاں چلے جائیں، آپ نے کمزور و ناتواں لوگوں کو سواری کے ذریعے سے ان کے گھروں تک پہنچایا۔ ❶

حزم بن ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ عام الرمادہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا، وہ اپنے لیے عصید ❷ تیار کر رہی تھی، آپ نے اس سے کہا: اس طرح نہیں ملایا جاتا، اور یہ کہہ کر کرچھا اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور ملا کر دکھایا کہ اس طرح دونوں کو آپس میں ملاؤ، آپ عورتوں سے کہتے تھے: جب تک پانی گرم نہ ہو جائے اس میں آٹا نہ ڈالو، اور جب ڈالو تو تھوڑا تھوڑا ڈالو، اور کرچھے سے اسے گھولتے رہو، اس سے آٹا تہ بہ تہ نہیں جمے گا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بعض بیویوں نے بیان کیا ہے کہ ''عام الرمادہ'' میں جب تک لوگوں کو قحط سے نجات اور زندگی کی تازگی نہ ملی تب تک لوگوں کی فکر میں آپ کسی بیوی کے قریب نہ گئے۔ ❸

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''عام الرمادہ'' میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پیٹ خالی ہونے اور بھوک کی شدت سے گڑگڑانے لگا، اس وقت آپ کی خوراک صرف تیل تھی، گھی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، آپ نے پیٹ کی گڑگڑاہٹ سن کر اپنی انگلیوں کو پیٹ میں دھنسایا اور کہا: جتنا چاہو گڑگڑاؤ، بس تیل ہی میری خوراک ہے اس وقت تک جب تک کہ سارے لوگوں کو غذا و خوراک فراہم نہ ہو جائے۔ ❹

۳: صوبوں کے گورنروں سے تعاون کا مطالبہ:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خوشحال ریاستوں کے گورنروں کو امدادی اسباب و وسائل ارسال کرنے کے لیے فوراً خط لکھا، آپ نے مصر پر مقرر کردہ اپنے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا:

❶ أخبار عمر، ص: ۱۱۲۔ ابن الجوزی، ص: ٦١
❷ ایک قسم کا کھانا، آٹا گھی میں ملا کر پکاتے ہیں۔
❸ أخبار عمر، ص: ۱۱٦
❹ الحلیة: ۱/ ٤٨

Marfat.com

''اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے ابن العاص کے نام! سلام علیک، اما بعد! کیا تو مجھے اور جو میرے پاس ہیں سب کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھتا رہے گا، اور تو اور جو تیرے پاس ہیں سب کو لے کر عیش کی زندگی گزارے گا، مدد وتعاون کی ضرورت ہے، مدد وتعاون بھیجنے میں جلدی کرو۔''

چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا تو جواب میں آپ نے یہ تحریر کیا:

''عمرو بن عاص کی طرف سے اللہ کے بندے امیر المومنین کے نام! سلام علیک، میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، حمد وصلاۃ کے بعد، آپ ہمیں تھوڑی سی مہلت دیں اور تھوڑا انتظار کریں، آپ کے پاس امداد ضرور پہنچے گی، میں آپ کے پاس غلے سے لدا ہوا اتنا عظیم قافلہ روانہ کرنے والا ہوں، جس کا سرا آپ کے پاس، اور آخری حصہ میرے پاس ہوگا، ساتھ ہی میں اس کی تلاش میں ہوں کہ سمندری راستے سے بھی کچھ امداد بھیج سکوں۔'' ❶

چناں چہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خشکی کے راستے آٹے سے لدا ہوا ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ اور سمندری راستے سے تیل، اور آٹے سے لدی ہوئی بیس کشتیاں روانہ کیں، اسی طرح سامان تعاون میں پانچ ہزار چادریں اور کپڑے بھی ارسال کیے۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شام پر مقرر اپنے تمام عمال وافسران کے نام خط لکھا کہ ''ہمارے پاس وہ غلہ وخوراک بھیجو جو ہمارے قابل استعمال ہوں، لوگ مر رہے ہیں، مگر وہی جس پر اللہ رحم فرمائے۔'' ❸

آپ نے عراق اور فارس کے اپنے گورنروں کو بھی اسی طرح کا خط لکھا، اور سب نے امدادی سامان بھیجے۔ ❹

طبری نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ چار ہزار اونٹوں پر غذا وخوراک لے کر آپ کے پاس پہنچے، عمر رضی اللہ عنہ نے انہی کو یہ ذمہ داری دے دی کہ جو لوگ مدینہ کے اردگرد پڑاؤ ڈالے ہیں ان میں یہ خوراک تقسیم کردو۔'' چناں چہ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تقسیم کرکے واپس ہوئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ ابوعبیدہ نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے صرف اللہ کی رضامندی اور آخرت کی تیاری کے لیے یہ سب کیا ہے، دنیا کو مجھ پر مسلط نہ کیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے لے لو، اگر بغیر مطالبہ کے ملے تو اسے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: اسے لے لو، میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسی طرح ذمہ دار بنایا گیا تھا، آپ نے مجھ سے اسی

❶ أخبار عمر، ص: ١١٥
❷ أخبار عمر، ص: ١١٥
❸ ألفاروق عمر، ص: ٢٦٢
❹ ألفاروق عمر، ص: ٢٦٣

طرح کہا تھا جس طرح آج میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا تھا جس طرح تم جواب دے رہے ہو، پھر بھی آپ نے مجھے دیا تھا۔ یہ سن کر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ چار ہزار درہم قبول کر لیے، اور اپنے افسران کے ساتھ واپس لوٹ گئے، اور پھر امداد و تعاون کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ❶ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے خوراک سے لدے ہوئے تین ہزار اونٹوں کا قافلہ بھیجا نیز آٹے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ عراق سے آ پہنچا۔ ❷

خوراک اور غلہ جب مہیا ہو گیا تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں دور دراز دیہاتوں سے بھاگ کر آنے والے وفود پر تقسیم کرنا شروع کیا، کچھ امدادی غلہ جات اور خوراک کو بادیہ نشینوں تک بھیجا، اور یہ حکم دیا کہ اسے تمام عرب قبیلوں پر تقسیم کیا جائے۔

سیّدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عام الرمادہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بادیہ نشینوں کی امداد کے لیے آٹا، چربی اور تیل سے لدے ہوئے اونٹوں کا ایک قافلہ تیار کر کے مجھے حکم دیا کہ اس قافلہ کو لے کر سب سے پہلے نجد والوں کے پاس پہنچو، اور ان میں سے جس گھرانے کے لوگوں کو مجھ تک بھیج سکتے ہو انہیں بھیجو، اور جو گھرانے آنے کے قابل نہ ہوں انہیں ایک ایک اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ دے دو، اور انہیں بتا دو کہ ہر ایک اپنے لیے دو چادریں لے، ایک ٹھنڈ کے لیے اور ایک گرمی کے لیے، نیز ان سے کہہ دو کہ اونٹ کو ذبح کر لیں، اس کی چربی محفوظ رکھ لیں، گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں کر لیں، اور پھر چربی و آٹا سے تیار کردہ خوراک اپنی غذا بنا لیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی روزی کشادہ کر دے۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیگر ریاستوں سے کپڑے اور غلے کی جو مدد پہنچتی آپ ہر ہر مہینے اسے لوگوں کے پاس بھیجتے رہتے، آپ کا لنگر برابر بٹتا رہتا، ماہر خانسامے (باورچی) مسلسل کھانا پکاتے رہتے، صبح ہی سے وہ کھانا پکانے میں لگ جاتے اور لوگوں کو کھانا فراہم کرتے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قحط سالی دور نہ کی تو ہر گھرانے کے ساتھ انہی کی تعداد دوسروں کو بھی ان کے ساتھ کر دوں گا، اور اللہ تعالیٰ جو کچھ ہم کو میسر کرے گا وہ سب کو کھلاؤں گا، لیکن اگر میں اس سے بھی عاجز ہو گیا تو ہر صاحب وسعت کنبہ پر اسی کی تعداد میں دوسروں کی کفالت کا بھی اسے مکلّف کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زندگی (بارش) نازل کر دے۔ ❹

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اگر قحط نے طول کھینچا تو ہر بھوکے کو صاحب وسعت گھرانوں

---

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٨٠
❷ الفاروق عمر، ص: ٢٦٢
❸ الفاروق عمر، ص: ٢٦٢
❹ الفاروق عمر، ص: ٢٦٣

Marfat.com

پر تقسیم کردوں گا، کیوں کہ لوگ آدھا پیٹ کھا کر زندہ رہ سکتے ہیں اتنے میں وہ ہلاک نہیں ہوں گے۔'' ❶

آپ نے کئی کمیٹیاں تشکیل دے کر ان کے ذریعے سے بہت سے قبائل کو ان کے گھروں تک غلہ وخوراک پہنچانے کا انتظام کیا، چناں چہ جب سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامان رسد سے لدے ہوئے اونٹوں کا قافلہ شام میں داخل ہونے لگا تو آپ نے کچھ لوگوں کو نگران وکارکن کی حیثیت سے یہ ذمہ داری دی کہ ان اونٹوں کے جزیرۂ عرب میں داخل ہوتے ہی انہیں مختلف علاقوں میں تقسیم کردیں، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، اونٹوں کو اپنے دائیں بائیں جہاں ضرورت محسوس کی تقسیم کردیا، پھر وہ لوگ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت، آٹا، چادر اور کپڑے وغیرہ ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے سمندری راستے سے جو غلہ بھیجا تھا آپ نے اسے ایک آدمی کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ اسے لے جاؤ اور اہل تہامہ کو پہنچا دو اور انہیں کھلاؤ۔ ❷

۴: اللہ تعالیٰ سے مدد طلبی وفریادرسی اور نماز استسقاء:

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ دیا:

''اے لوگو! اپنے ظاہری اعمال میں، نیز تمہارے جو معاملات لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں سب میں اللہ سے ڈرو، میں تمہارے ذریعے سے اور تم میرے ذریعے سے آزمائے گئے ہو، میں نہیں جانتا کہ (الٰہی) ناراضی تم کو چھوڑ کر مجھ پر نازل ہوئی ہے، یا مجھ کو چھوڑ کو تم پر نازل ہوئی ہے، یہ ناراضی ہم سب کو شامل ہے، آؤ ہم سب مل کر اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح کردے، اور ہم پر رحم فرمائے اور ہم سب سے اس آفت (قحط سالی) کو دور کردے۔''

آپ اس دن اس حالت میں دیکھے گئے کہ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کررہے تھے اور لوگوں نے بھی دعا کی، آپ خود گریہ کناں ہوئے، لوگ بھی گریہ کناں ہوئے، پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔'' ❸

اسلم سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! مجھے خوف وخطر لاحق ہے کہ اللہ کی ناراضی ہم سب کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے، لہٰذا اپنے ربّ کو راضی کرلو، غلط حرکتوں سے باز آجاؤ اور اپنے ربّ سے توبہ کرو، اور نیک اعمال کرو۔'' ❹

اور عبداللہ بن ساعدہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی تو لوگوں کو آواز دیتے ہوئے کہا: اے لوگو! اپنے ربّ سے استغفار کرو، اور اسی سے توبہ کرو، اس سے اس کے فضل وکرم کے طالب بنو، اس سے ایسی بارش کا سوال کرو جو بارانِ رحمت ہو، بارانِ عذاب نہ ہو، یہی عمل مسلسل کرتے

❶ السیاسة الشرعیة، د/ إسماعیل بدوی، ص: ٤٠٣۔ محض الصواب: ١/ ٣٦٤

❷ اخبار عمر، ص: ١١٠ ❸ طبقات ابن سعد: ٣/ ٣٢٢۔ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ٣٢٣

❹ طبقات ابن سعد: ٣/ ٣٢٢۔ أخبار عمر، ص: ١١٦

Marfat.com

رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو ہٹا دے۔ ❶

امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ استسقاء کے لیے نکلے، منبر پر تشریف لائے اور ان آیتوں کی تلاوت فرمائی:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾﴾

(نوح: ۱۰، ۱۱)

''تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔''

نیز یہ آیت پڑھی: ﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾ ''تم اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی سے توبہ کرو۔'' اتنا کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ استسقاء یعنی پانی کا سوال کرنے سے آپ کو کس بات نے روک دیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے آسمان جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے بارش طلب کرلی ہے۔ ❷

اور جب آپ نے پختہ ارادہ کرلیا کہ فلاں دن استسقاء کی نماز پڑھنی ہے اور لوگوں کو لے کر میدان میں نکلنا ہے تو اپنے تمام گورنروں وافسروں کو لکھا کہ فلاں دن وہ سب میدان میں نکلیں اور اپنے ربّ سے عاجزی وتضرع کریں اور اس سے سوال کریں کہ اس قحط سالی کی مصیبت کو ہم سے ہٹا دے۔ چناں چہ عمر رضی اللہ عنہ مقررہ دن میں نماز استسقاء کے لیے نکلے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے، آپ عید گاہ آئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ سے عاجزی وگریہ زاری کی، لوگ بھی الحاح کے ساتھ اللہ سے بارش کا مطالبہ کرنے لگے، آپ صرف استغفار میں لگے رہے اور جب لوٹنے کا وقت ہوا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر اوپر اٹھایا اور چادر کو اس طرح پلٹا کہ دائیں کنارے کو بائیں اور بائیں کو دائیں کردیا، پھر دونوں ہاتھوں کو دراز کیا اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا کرنے لگے، اور کافی دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ ❸

اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے پانی کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ ہم اپنے نبی محمد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی دعاؤں) ❹ کے وسیلہ سے تیری قربت چاہتے تھے اور تو ہمیں پانی دیتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (کی دعاؤں) کے واسطے سے تیری

---

❶ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۳۱۹

❷ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۳۲۰

❸ ابن سعد: ۳/ ۳۲۰، ۳۲۱۔ تاریخ المدینة المنورة، ابن شبة: ۲/ ۷۴۲

❹ یہ وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چچا کی زندگی میں ان کی دعاؤں کا وسیلہ تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ذات، یا کسی بھی میت کی ذات کا وسیلہ لینا جائز ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب کے پاس نہ جاتے۔

قربت چاہتے ہیں لہٰذا تو ہمیں سیراب کردے۔ ❶

اور روایت کیا گیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عام الرمادہ میں استسقاء کے موقع پر اپنی دعا کے آخر میں کہا: اے اللہ! میں عاجز و درماندہ ہوگیا، اور جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب انسانوں کے لیے کافی ہے، پھر آپ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ہم تیرے نبی کے چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی ماندہ اجداد ❷ واکابرین صحابہ کی دعاؤں کے ذریعہ سے تیری قربت چاہتے ہیں، کیوں کہ تیری بات حق ہے اور تو کہتا ہے:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾ (الکھف: ۸۲)

"اور رہ گئی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا۔"

چوں کہ تو نے ان دونوں کے باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے اس دیوار کی حفاظت کی، لہٰذا اے اللہ اپنے نبی کی نیکی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی دعا کی حفاظت کر! تو عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے: اے اللہ! کوئی بھی بلا و مصیبت گناہوں کی ہی وجہ سے آتی ہے، اور توبہ کے ذریعہ وہ ختم ہوتی ہے، تیرے نبی سے میرے تعلق کی بنیاد پر میری دعا کے ذریعے سے پوری قوم تیری طرف متوجہ ہے، یہ میرے ہاتھ گناہوں سے رنگے ہوئے تیری طرف بلند ہیں، ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہیں، تو ہمیں بارش سے سیراب کردے، اے ارحم الراحمین تو ہمیں مایوس و نامراد لوگوں میں سے نہ بنا، اے اللہ تو ہی نگہبان ہے گم ہونے والے کو تو رائیگاں نہ کر، بے سہاروں کو ہلاکت کی وادی میں نہ چھوڑ، چھوٹے کمزور اور دبلے ہوتے جا رہے ہیں، اور عمر دراز لوگ موت سے گھبرانے لگے ہیں، تجھ ہی سے میری شکایت ہے، تو خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اے اللہ لوگوں کو بارش عطا فرما، رحمت کی بارش، اس سے پہلے کہ وہ مایوس ہو جائیں اور ہلاک و برباد ہو جائیں کیوں کہ تیری رحمت سے کافر قوم ہی محروم و مایوس ہوتی ہے۔ ❸

دعا کے بعد ایک خوش منظر بادل نمودار ہوا، لوگوں نے کہا: دیکھ رہے ہو، پھر وہ اکٹھا ہوا اور ہواؤں کے ساتھ چلنے لگا، پھر ٹھہر گیا اور موسلا دھار بارش ہوئی، اللہ کی قسم! انہوں نے ابھی جگہ نہ چھوڑی تھی کہ دیوار کے سہارے اپنی ازار کے پائینچوں کو اٹھائے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے، اور لوگوں نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہنا شروع کیا کہ تمہیں مبارک بادی ہے اے حرمین کو سیراب کرنے والے، اور فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب نے کہا:

---

❶ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۰۱۰

❷ اس روایت میں اجداد کا ذکر محل نظر ہے۔ وفات شدہ لوگوں سے توسل صحیح نہیں ہے۔

❸ الفاروق عمر بن خطاب، محمد رشید رضا، ص: ۲۱۷۔ اس روایت کی سند تحقیق طلب ہے۔

Marfat.com

بعمي سقى الله الحجاز وأهله

عشية يستسقي بشيبته عمر

''میرے چچا (کی دعاؤں) کے ذریعے سے اللہ نے حجاز اور اس کے باشندوں کو شام کے وقت سیراب کر دیا، جب اس کے بڑھاپے میں عمر رضی اللہ عنہ اس کی دعاؤں کے وسیلہ سے پانی کا سوال کر رہے تھے۔''

توجه بالعباس في الجدب راغبًا

إليه فما رام حتى أتى المطر

''قحط کے موسم میں (عمر رضی اللہ عنہ) عباس رضی اللہ عنہ کو شفیع بنا کر دعا کرتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے یہاں تک کہ بارش آ گئی۔''

ومنا رسول الله فينا تراثه

فهل فوق هذا للمفاخر مفتخر

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے، ہم میں آپ کی میراث ہے، کیا اس سے بڑھ کر فخر کرنے کی کوئی چیز ہے۔''

اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

سأل الامام وقد تتابع جدبنا

فسقى الغمام لغرة العباس

''امام (عمر رضی اللہ عنہ) نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس حال میں کہ ہم پر مسلسل قحط کی مار تھی، تو بادل نے عباس کی چمک سے بارش برسائی۔''

عم النبي وصنو والده الذى

ورث النبي بذلك دون الناس

''آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی، دوسروں کے علاوہ، وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے۔''

أحيا الإله به البلاد فاصبحت

مخضرة الأجناب بعد الياس [1]

''اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے شہروں وزمینوں کو زندہ کر دیا، اور وہ شہر مایوسی کے بعد ہر جانب سے سرسبز ہو گئے۔''

---

[1] الفاروق عمر بن الخطاب، ص: ۲۱۷

اس واقعہ میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعا کی مشمولات سے متعلق ایک روایت میں یہ وارد ہے:
''اے اللہ کوئی مصیبت گناہوں کی پاداش ہی میں آتی ہے، اور صرف توجہ کے ذریعے سے ختم ہوتی ہے، تیرے نبی سے میرا تعلق ہونے کی وجہ سے پوری قوم میری دعاؤں کے ذریعے سے تیری طرف متوجہ ہے، یہ میرے ہاتھ ہیں جو گناہوں سے رنگے ہوئے ہیں، اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہیں، تو ہمیں بارش عطا فرما۔'' چناں چہ پہاڑ کی مانند آسمان لٹک گیا یہاں تک کہ زمین پر ہریالی چھا گئی، اور لوگوں کو زندگی مل گئی۔'' [1]

۵: قحط سالی کے موقع پر شرعی حد کے نفاذ پر پابندی:

قحط سالی کے موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے چوری کی شرعی حد کے نفاذ پر پابندی لگا دی۔ آپ نے یہ اقدام شرعی حد کو موقوف و معطل کرنے کی نیت سے نہیں کیا تھا جیسا کہ بعض لوگ لکھتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ چوری کے جرم میں شرعی حد کی تنفیذ کے لیے مطلوبہ شرائط موجود نہ تھیں، آپ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ جو شخص قحط اور کھانا نہ ملنے کی حالت میں دوسرے کی ملکیت سے کچھ کھا پی لیتا ہے تو اس کی نیت چوری نہیں ہوتی اور وہ غیر ارادی طور پر یہ عمل انجام دیتا ہے اور اسی وجہ سے آپ نے ان غلاموں کا ہاتھ نہیں کاٹا جنہوں نے اونٹنی کو چوری کر کے ذبح کر لیا تھا، بلکہ آپ نے ان کے مالک حاطب کو حکم دیا کہ اونٹنی کی قیمت ادا کریں۔ [2]

آپ نے فرمایا: کھجور کے خوشے کی چوری اور قحط سالی کے موقع پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ [3]

چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہی مذاہب بھی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فقہ واجتہاد سے کافی حد تک متاثر ہیں، اسی فاروقی اجتہاد کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قحط سالی اور بھوک کے موقع پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، یعنی محتاج اگر ایک لقمہ کھانے کے لیے مر رہا ہو اور ایسی حالت میں اپنی خوراک کی مقدار میں کھانا چوری کر لے تو اس پر ہاتھ کاٹنے کی شرعی حد نہیں نافذ ہوگی، اس لیے کہ وہ اضطراری یعنی مجبوری ولاچاری کی حالت میں ہے۔

علامہ جوز جانی نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: قحط سالی کے ایام میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ میں نے اس مسئلہ میں امام احمد سے پوچھا کہ کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم اگر ایک لقمہ کھانے کی ضرورت نے اسے چوری پر مجبور کیا اس حالت میں کہ لوگ قحط و بھوک کی زندگی گزار رہے ہوں تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔ [4]

یہ ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شرعی مقاصد پر گہری نظر اور بصیرت الٰہی، آپ نے مسئلہ کی روح پر نگاہ ڈالی اور صرف ظاہر پر اکتفا نہ کیا، آپ نے اس بات پر غور کیا کہ چوری کا اصل سبب کیا ہے، اور جب آپ اس نتیجہ پر

[1] الخلافة الراشدة والدولة الأموية، د/ يحيى اليحيى، ص: ۳۰۲
[2] الخلافة والخلفاء الراشدون، سالم البهنساوي، ص: ۱٦٥
[3] مصنف عبد الرزاق: ١٠/ ٢٤٢
[4] المغني، ابن قدامة: ٨/ ٢٧٨

پہنچ گئے کہ دونوں حالتوں میں بھوک ہی وہ اضطراری سبب ہے جو حرام کو حلال کر رہی ہے، جیسے کہ حاطب کے غلاموں کے واقعہ میں آپ نے اس بات کی طرف یہ کہہ کر صاف اشارہ کیا کہ تم ان کو کام میں لاتے ہو، اور انہیں بھوکا رکھتے ہو، لہٰذا اگر ان میں سے کسی نے اپنے لیے حرام چیز کو کھا لیا تو وہ اس کے لیے حلال ہوگا۔ ❶

٦: عام الرمادہ میں ادائیگی زکوٰۃ میں تاخیر کا جواز:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عام الرمادہ میں لوگوں کے لیے زکوٰۃ کی واجبی وفوری ادائیگی موقوف کردی، اور جب قحط سالی ختم ہوئی، زمین ہری بھری ہوگئی تب آپ نے عام الرمادہ کی زکوٰۃ لوگوں سے وصول کی، گویا آپ نے اسے مال داروں پر قرض شمار کیا اور ایسا اس لیے کیا تاکہ ضرورت مند افراد کی ضرورت پوری ہوجائے اور ایسے وقت میں ایک محفوظ سرمایہ بنے، جب کہ بیت المال کا خزانہ خرچ کرنے کے بعد خالی ہوچکا ہوگا۔ ❷ چناں چہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کے موقع پر صدقات کی وصولی کو مؤخر کردیا، اور عاملین صدقات کو نہیں بھیجا، لیکن جب دوسرا سال آیا اور اللہ نے قحط سالی ختم کردی تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ انہیں حکم دیا کہ جائیں اور مالداروں سے دو سال کی زکوٰۃ وصول کریں، ایک سال کی زکوٰۃ کو ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں اور ایک سال کی زکوٰۃ لے کر میرے پاس آئیں۔ ❸

طاعون:

۱۸ھ میں ایک بھیانک وہولناک حادثہ پیش آیا، ❹ تاریخی مصادر ومراجع میں اسے ''طاعون عمواس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عمواس ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو ''بیت المقدس'' اور ''رملہ'' کے درمیان واقع ہے، یہیں سب سے پہلے طاعون کی وبا پھیلی تھی اور پھر پورے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اس لیے اس بستی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسے طاعون عمواس کہا جانے لگا۔ ❺

میرے محدود علم کے مطابق اس بیماری کا سب سے جامع تعارف جنہوں نے پیش کیا ہے وہ ابن حجر رحمہ اللہ ہیں۔ انہوں نے طاعون کے بارے میں متعدد اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اہل لغت، فقہاء اور اطباء کے ذریعے سے اس کی جو تعریف وحقیقت مجھ تک پہنچی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عضو میں خون کے یکجا جم جانے یا خون میں ہیجان وتیزی ہوجانے کی وجہ سے اس عضو میں پھوڑے کی طرح خطرناک ورم ہوجانے اور اسے بے کار

❶ اعلام الموقعین، ابن القیم: ۳/ ۱۱۔ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی، ص: ۱۳٦

❷ الخلافة والخلفاء الراشدون، ص: ۱٦٦

❸ الشیخان بروایت بلاذری، ص: ۳۲٤

❹ تاریخ القضاعی، ص: ۲۹٤

❺ خلاصة تاریخ ابن کثیر، محمد کنعان، ص: ۲۳٦

Marfat.com

کردینے کو طاعون کہتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر اسباب مثلاً فضا و موسم کی خرابی سے لاحق ہونے والے امراض کو مجازی طور پر طاعون کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس مرض کے تیزی سے پھیلاؤ اور موت کی کثرت میں دونوں مشترک ہوتے ہیں۔ ❶ اس بیماری کے اصل سبب کی تشخیص میں فرق کا لحاظ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ عام وبائی بیماری اور طاعون میں فرق کیا جاسکے، اور یہ رخ متعین کیا جاسکے کہ وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بالکل صحیح ہے جس میں وارد ہے کہ ''طاعون'' مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکے گا جب کہ ''وبا'' اس میں داخل ہوگی، اور پچھلی صدیوں میں اس کی مثال بھی گزر چکی ہے۔ ❷ اس وقت طاعون کی بیماری اس لیے پھیلی تھی کہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان طویل خونریزی، مقتولین کی کثرت، فضا کے تعفن، اور مردہ لاشوں کی سڑاند کی کثرت ہوگئی تھی، اور اسی کے نتیجہ میں اس کا پھیلنا ایک فطری عمل تھا، تاہم یہ سب کچھ اللہ کی حکمت وقدرت پر مبنی تھا۔ ❸

ا: حجاز و شام کی سرحد ''سَرْغ'' سے عمر رضی اللہ عنہ کا واپس لوٹنا:

۱۷ھ میں عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ شام جانے کا ارادہ کیا، چناں چہ آپ مہاجرین وانصار کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے، جب حجاز و شام کی سرحد پر مقام ''سرغ'' پہنچے تو فوج کے کمانڈروں نے آپ سے ملاقات کی اور بتایا کہ سرزمین شام میں بیماری پھیلی ہوئی ہے، اس وقت ''طاعون'' نے ملک شام کو اپنی لپیٹ میں لیے تھا، آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور پھر واپس لوٹنے کا فیصلہ کرلیا، اس وقت آپ اور دیگر بعض صحابہ میں کیا گفتگو ہوئی اس کو میں ''شورائیت'' کے باب میں تفصیل سے ذکر کرچکا ہوں۔ ❹

عمر رضی اللہ عنہ کے واپس لوٹ جانے کے بعد طوفانی شکل میں طاعون کی بیماری پھیلی جسے طاعون عمواس کا نام دیا جاتا ہے، اس کا زیادہ اثر شام میں تھا۔ اس میں بہت سارے اللہ کے محبوب بندے وفات پاگئے۔ جیسے کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، جو وہاں کے امیر تھے، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم آخر الذکر کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے، نیز سہیل بن عمرو اور عتبہ بن سہیل رضی اللہ عنہما اور دیگر مشاہیر جاں بحق ہوئے اور جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں کے امیر بنائے گئے تب یہ وبا وہاں سے ختم ہوئی، چناں چہ زمام امارت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے، اس سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ لو، چناں چہ آپ خود وہاں سے نکل گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے، پھر مختلف مقامات پر منتشر ہوگئے یہاں تک کہ اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کردیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس عمل وتدبیر کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی لیکن آپ نے اسے ناپسند

---

❶ فتح الباری: ۱۰/ ۱۸۰

❷ أبوعبیدہ عامر بن الجراح، محمد شُرّاب، ص: ۲۲۰

❸ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲٤

❹ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲۲، ۲۲۳

نہیں کیا۔ ❶

۲: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

جب طاعون کی وبا پھیل گئی اور کو اس کی خبر عمر رضی اللہ عنہ پہنچی تو آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط تحریر کیا، مقصد یہ تھا کہ ان کو وہاں سے نکال لیں، خط کا مضمون یہ تھا:

''سَلَامٌ عَلَيْكَ ، اما بعد: مجھے تم سے ایک اہم ضرورت آپڑی ہے جس میں براہِ راست میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا جب تم اس خط کو پڑھو تو اس سے پہلے کہ خط اپنے ہاتھ میں رکھو میری طرف روانہ ہو جاؤ۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط کے مضمون سے اندازہ کر لیا کہ مجھ پر شفقت و مہربانی کے پیش نظر امیر المومنین کا مقصد مجھے اس وبا سے بچانا ہے۔ چناں چہ آپ نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی مغفرت فرمائے!'' اور پھر خط کا جواب یوں تحریر کیا:

''اے امیر المومنین! آپ کو مجھ سے جو ضرورت ہے میں نے اسے بخوبی سمجھ لیا، میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں، ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں، میں ان کی جدائی کا ارادہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں اپنا حکم وفیصلہ نافذ کر دے۔ لہٰذا اے امیر المومنین مجھے اپنے عزم وارادے سے آزاد کر دیجیے اور مجھے اپنی فوج میں چھوڑ دیجیے۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب نامہ پڑھا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین کیا ابوعبیدہ کی وفات ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: گویا یہی سمجھو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے ابوعبیدہ کے نام خط لکھا:

''سَلَامٌ عَلَيْكَ ، اما بعد: تم نے لوگوں کو پست اور گہری زمین میں اتارا ہے، انہیں لے کر بلند اور ستھری زمین میں جاؤ۔''

چناں چہ جب امیر المومنین کا یہ خط ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: اے ابوموسیٰ میرے پاس امیر المومنین کا جیسا خط آیا ہے، تم اسے دیکھ رہے ہو، لہٰذا جاؤ، اور لوگوں کے لیے بہترین رہائش گاہ تلاش کرو اور پھر ان کو لے کر میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس گئے وہاں دیکھا کہ ان کی بیوی بھی طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ یہ دیکھ کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا، پھر ابوعبیدہ نے اپنا گھوڑا تیار کرنے کا حکم دیا اور جونہی اپنا پیر گھوڑے کے پالان پر رکھا طاعون نے ان کو آدبوچا، پھر آپ کہنے لگے: اللہ کی قسم میں بھی اس میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ ❷

عروہ سے روایت ہے کہ طاعون عمواس کی تکلیف سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کے لوگ محفوظ تھے لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! آل ابوعبیدہ میں تیرا حق ہے، پھر ان کو ایک پھنسی نکلی، آپ اس کو دیکھنے

---

❶ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۲۲۵۔ تاریخ الطبری: ۵/ ۳۶. ❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۳۵

Marfat.com

لگے، لوگوں نے کہا: یہ تو بہت معمولی چیز ہے۔ آپ نے کہا: نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس پھنسی نماز خم میں ضرور برکت دے گا۔ ❶

طاعون کی بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ دیا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے لیے رحمت ہے، اور تمہارے نبی محمد ﷺ کی دعا کی برکت ہے، اور تم سے پہلے نیکو کاروں کی موت کا سبب ہے، ابوعبیدہ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اپنی طرف سے وہ اس کا (طاعون) حصہ اسے بھی دے دے۔ ❷

چناں چہ جب آپ طاعون میں مبتلا ہوگئے تو مسلمانوں کو بلوایا، وہ آپ کے پاس آئے، آپ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: میں تم کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، اگر تم اسے مان گئے تو جب تک زندہ رہو گے اور مرنے کے بعد بھی بخیر وعافیت رہو گے، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، روزے رکھو، صدقہ وخیرات کرو، حج وعمرہ کرو، آپس میں محبت اور صلہ رحمی کو رواج دو، اپنے حکمرانوں سے سچ بات کہو، ان کو دھوکہ نہ دو، یاد رہے! دنیا تمہیں غافل نہ بنا دے، کیوں کہ ایک شخص اگرچہ ہزاروں سال کی عمر سے نواز دیا جائے تاہم اسے اسی چوکھٹ یعنی موت سے گزرنا ہے جس سے اس وقت میں گزر رہا ہوں، اور تم دیکھ رہے ہو اللہ نے تمام انسانوں پر موت لکھ دی ہے، سب یقیناً مرنے والے ہیں، ان میں سب سے ہوشیار وہ ہے جو اپنے ربّ کا سب سے زیادہ مطیع، اور آخرت کے لیے سب سے زیادہ توشہ تیار کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ، آپ نے سب کو نماز پڑھائی، اور پھر ابوعبیدہ رحمہ اللہ ومغفرتہ ورضوانہ کی وفات ہوگئی۔ ❸

اس کے بعد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور کہا: ''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور سچے دل سے توبہ کرو، کیوں کہ بندہ اگر اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو تو اللہ پر اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے، اور جس آدمی پر قرض ہو وہ اسے ادا کردے، کیوں کہ انسان اپنے قرض کے بدلے رہن پر ہوتا ہے۔ تم میں سے جس نے کسی مسلمان سے لڑائی کی حالت میں صبح کی اسے چاہیے کہ اس سے جا کر ملے، اور صلح کرلے، اور اس سے مصافحہ کرلے، کیوں کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔ اے مسلمانو! تمہیں ایک عظیم شخصیت کی موت کا صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے نرم طبیعت والا، نیک وصاف دل، کینہ وبرائی سے دور، عوام کے لیے خیر خواہ اور شفقت ومہربانی والا، ان سے بڑھ کر کوئی اور ہو، پس تم ان کے لیے رحمت الٰہی کی دعا کرو، پھر ان پر نماز جنازہ کے لیے جمع ہو جاؤ،

❶ تاریخ الذهبی، ص: ١٧٤

❷ تاریخ الطبری: ٥/ ٣٦

❸ الاکتفاء: ٣/ ٣٠٦

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں سے درگزر فرمائے۔ اللہ کی قسم اِن جیسا تم پر کوئی حاکم نہ آئے گا۔'' یہ سن کر لوگ اکٹھے ہوئے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ لایا گیا، معاذ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے جسد خاکی کو قبر کے پاس لایا گیا تو آپ کی قبر میں معاذ، عمرو بن عاص، اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہم داخل ہوئے، پھر جب لوگوں نے آپ کی قبر پر مٹی ڈالنا شروع کی تو معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوعبیدہ! تجھ پر اللہ کی رحمت برسے۔ اللہ کی قسم میں ابوعبیدہ کے بارے میں جتنا جانتا ہوں اتنی تعریف ضرور بالضرور کروں گا۔ یقیناً جھوٹی تعریف نہ کروں گا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا غصہ مجھے نہ گھیر لے۔ اے ابوعبیدہ! میرے علم کے مطابق تو ان پارسا لوگوں میں سے تھا جو اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں، اور تیری ذات ان لوگوں میں سے تھی جو روئے زمین پر عاجزی وتواضع سے چلتے ہیں، اور جب جاہل وناعاقبت اندیش لوگ انہیں مخاطب کرتے ہیں تو ان سے درگزر کرتے ہیں۔ اور تو ان لوگوں میں سے تھا، جو اپنے ربّ کے لیے سجدہ وقیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں، تو ان عادل لوگوں میں سے تھا کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے، اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں، بلکہ درمیانی راستہ اپناتے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میرے علم کی حد تک عاجزی کرنے والوں، تواضع پسندوں اور یتیموں ومسکینوں پر رحم کرنے والوں میں سے تھا اور ان میں سے تھا جو سنگ دل ومتکبر سے نفرت کرتے ہیں۔'' ❶

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر معاذ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی غمگین اور پریشان نہ تھا۔ ❷

معاذ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے یہ خط لکھا:

''اما بعد! میں اس شخص کے سلسلہ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھوں جو اللہ کا امین تھا اور اس کی نگاہ میں اللہ کی بڑی عظمت تھی، اے امیر المومنین! وہ ہم کو اور آپ کو بھی نہایت عزیز تھا، میری مراد ابوعبیدہ بن جراح سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہوں کو بخش دے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس نیکوکاروں میں سے ہیں، ان کے حق میں بھلائی کے لیے اللہ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ میں نے یہ خط آپ کے پاس تحریر کیا ہے درآنحالیکہ موت اور طاعون کی وبا نے پڑاؤ ڈال دیا ہے، کسی کی موت اس کی ذات سے خطا نہیں کر سکی، جو اب تک زندہ ہے وہ بھی عنقریب وفات پانے والا ہے۔ اللہ نے اس کے لیے اپنے پاس جو کچھ باقی رکھا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اس نے ہمیں زندہ رکھا یا فوت کر دیا تو بھی اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور عوام وخواص کی

---

❶ الاکتفاء: ۳/ ۳۰۷

❷ الاکتفاء: ۳/ ۳۰۷

Marfat.com

طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپ اس کی رحمت، مغفرت، رضامندی اور جنت سے نوازے جائیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' ❶

جب یہ خط عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ اس کو پڑھ کر رونے لگے اور بہت زیادہ روئے، اور ساتھیوں کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی۔ ❷ خبر سن کر سب لوگ رونے لگے اور سب کے سب قضاء وقدر سے راضی رہتے ہوئے بہت ہی رنجیدہ و غمگین ہوئے۔

۳۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات:

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چند دنوں تک معاذ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، ادھر طاعون کی وبا سخت ہوگئی اور لوگوں کی کثرت سے موت ہونے لگی، آپ بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! طاعون کی یہ بیماری تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت، اور تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت اور تم سے پہلے صالحین کی موت کا سبب ہے اور معاذ اللہ سے سوال کرتا ہے کہ آلِ معاذ کے لیے اس بیماری سے ان کا حصہ عطا کردے، چناں چہ آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن معاذ طاعون کا شکار ہوگئے۔ ❸ جب آپ نے اپنے صاحبزادے کو دیکھا تو کہا:

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ (البقرة: ۱۴۷)

''حق وہی ہے جو تیرا ربّ کہے، تو ہرگز ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔''

اور کہا اے میرے بیٹے:

﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (الصافات: ۱۰۲)

''اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے۔''

پھر تھوڑی ہی دیر بعد آپ کے صاحبزادے وفات پا گئے اور معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو دفن کیا جب آپ گھر واپس لوٹے تو آپ کو بھی طاعون نے آ گھیرا اور پھر رفتہ رفتہ تکلیف بڑھ گئی، لوگ باری باری آپ سے ملنے آنے لگے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور ان سے کہتے: ''عمل کرو، تم مہلت، زندگی اور باقی ماندہ عمر کو کارآمد بناؤ، اس سے پہلے کہ تمہیں عمل کرنے کے لیے تمنا کرنی پڑے اور تم اس کے لیے مہلت نہ پاؤ۔ موت آنے سے پہلے جو کچھ تمہیں میسر آئے اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اور اسی حسن عمل کو اپنے بعد والوں کے لیے میراث چھوڑو، اور جان لو کہ تمہارا مال

---

❶ الاکتفاء: ۳/ ۳۰۹

❷ الاکتفاء: ۳/ ۳۱۰

❸ تاریخ الطبری: ۵/ ۳۶

Marfat.com

صرف وہی ہے جو تم نے کھا پی لیا اور پہن لیا اور خرچ کر لیا اور گزر گئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بچے گا وہ تو تمہارے ورثاء کا ہے۔ جب آپ کی تکلیف میں شدت آ گئی تو آپ کہنے لگے: ''اے اللہ میری جان جلدی سے نکال لے۔ ❶ میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھ سے میری محبت کا تجھے بخوبی علم ہے۔ ❷ جب موت آ پہنچی تو آپ نے کہا: موت کو مبارکباد ہو، ایسے زیارت کرنے والے کو خوش آمدید ہے جو میرے فاقہ کی حالت میں یہاں آیا، جو اس سے شرمائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں دنیا میں نہریں جاری کرنے اور درخت لگانے کے لیے زندہ رہنا پسند نہیں کرتا تھا بلکہ اس لیے زندگی کی بقا چاہتا تھا تاکہ طویل رات میں عبادت کی مشقتیں برداشت کرنے، دن کی لمبی گھڑیاں اطاعت وعبادت میں گزارنے، سخت گرمی کے موسم میں عبادت کے ذریعے سے گرمی کی حدت کو کم کرنے اور ذکر کے حلقوں میں شریک ہو کر علماء کے گروہ میں شرکت کرنے کا خود کو پابند رکھوں۔'' ❸

جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر اڑتیس (۳۸) برس تھی۔ ❹ آپ کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین ہوئے، انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی قبر میں داخل ہوئے اور آپ کو لحد میں رکھا، آپ کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی قبر میں داخل ہوئے، اور جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قبر سے باہر آئے تو کہا: اے معاذ! اللہ تم پر رحم فرمائے، ہمارے علم کے مطابق تم مسلمانوں کے خیر خواہوں اور ان کے چنندہ لوگوں میں سے تھے، تم جاہلوں کو ادب سکھانے والے، فاجروں پر سخت اور مومنوں کے لیے رحم دل تھے۔ ❺

ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد اسلامی لشکر کی قیادت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ذمہ آ گئی، آپ نے اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! طاعون کی یہ بیماری جب واقع ہوتی ہے تو آگ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے، لہٰذا تم یہاں سے نکل کر پہاڑوں میں پناہ لے لو، پھر آپ خود وہاں سے نکل گئے اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ نکلے اور پھر مختلف مقامات پر منتشر ہو گئے اور اللہ نے ان سے اس مصیبت کو دور کر دیا۔ ❻

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''سلام عليك، بے شک میں آپ کے بارے میں اس اللہ جل شانہ کا شکر گزار ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ اما بعد! معلوم ہو کہ معاذ بن جبل رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں اور مسلمانوں میں موت تیزی سے پھیل چکی ہے، لوگوں نے صحرا کی طرف بھاگ نکلنے کی مجھ سے

---

❶ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۸

❷ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۸

❸ حلية الأولياء: ۱/ ۲۸۸ تا ۲٤٤

❹ حلية الأولياء: ۱/ ۲۸۸ تا ۲٤٤

❺ الاكتفاء: ۳/ ۳۰۹

❻ البداية والنهاية: ۷/ ۹۵

اجازت مانگی، حالاں کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مقیم کی اقامت اسے اس کی موت کے قریب نہیں کرتی، اور نہ بھاگنے والے کا بھاگنا اسے اس کی موت سے دور کرتا ہے، اور نہ اس سے اس کی قسمت کو روکا جاسکتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' ❶

چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط امیر المومنین کو موصول ہوا جس میں معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر تھی اور معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سے آپ بہت ہی بے تاب وپریشان ہوئے، آپ اور دیگر مسلمان رونے لگے، اور اس حادثہ پر بہت غمگین ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معاذ پر رحم فرمائے، اس نے معاذ کو وفات دے کر اس امت سے بہت زیادہ علم اٹھا لیا۔ بسا اوقات ان کے مشورے بہتر ہوتے تھے اور ہم نے اسے قبول کیا، اور دیکھا کہ ہمیں اس کا بہت فائدہ ہوا ان کے علم نے بہت نفع دیا، اور خیر کی طرف ہماری رہنمائی کی، اللہ تعالیٰ اسے نیکوکاروں کا بدلہ عطا کرے۔ ❷

شہرت یافتہ مسلم قائدین میں تیسرے فرد جو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور بنوسفیان کے سب سے افضل فرد مانے جاتے تھے اور جنہیں یزید الخیر کہا جاتا تھا وہ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔ نیز طاعون عمواس میں عظیم مسلم جرنیلوں میں جنہیں طاعون کے ذریعے سے شہادت ملی ان میں شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔ ❸

۴۔ عمر رضی اللہ عنہ کی شام روانگی اور وہاں کے معاملات کو منظم کرنا:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں طاعون کی وجہ سے اپنے عظیم جرنیلوں اور شیر دل مسلم فوجیوں کی وفات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ کو بہت غم لاحق ہوا، آپ کے پاس بعد میں وہاں کے افسران وذمہ داران کے کئی خطوط آئے، وہ سب شہدائے طاعون عمواس کی متروکہ میراث کے بارے میں نیز چند نئے معاملات کے بارے میں آپ سے پوچھ رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل پر ان سے مشورہ لیا، اور پھر آپ نے عزم کرلیا کہ مسلمانوں کے شہروں میں خود جا کر ان کے حالات معلوم کریں گے تاکہ ان کے معاملات کو منظم کرسکیں۔ چناں چہ مجلس شوریٰ میں لوگوں سے رائے اور مشورہ کرنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کام کی انجام دہی سب سے پہلے شام سے شروع کریں، اور تقدیم کی وجہ جواز بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ شام والوں کی میراث ضائع ہوگئی، لہٰذا میں شام سے اپنا دورہ شروع کروں گا، ان میں میراث تقسیم کروں گا اور ان کی خاطر جو کرنا چاہتا ہوں کروں گا۔ پھر وہاں سے لوٹوں گا، ہر ہر شہر میں جاؤں گا اور ان کے سامنے اپنی بات رکھوں گا۔ چنانچہ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ❹ جب آپ شام پہنچے تو عطیات

❶ مجموعة الوثائق السياسية، ص: ۴۹۰

❷ الاكتفاء: ۳/ ۳۱۰

❸ الكامل في التاريخ: ۲/ ۱۷۱، ۱۷۲۔ تاريخ الذهبي، ص: ۱۸۱

❹ الفاروق عمر بن الخطاب، محمد رضا، ص: ۲۳۰

Marfat.com

کو تقسیم کیا، موسم سرما اور گرما کی جنگی مہموں کے لیے فوجی دستوں کو متعین کیا، شام کی سرحدوں کو بند کر دیا، افسران کو ذمہ داریاں سونپیں، عبداللہ بن قیس کو ہر ضلع کے ساحلی علاقوں کا افسر مقرر کیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا گورنر بنایا، فوجیوں، جرنیلوں اور عوام الناس کے معاملات کو منظم کیا، فوت شدہ افراد کی میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا، ❶ اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ بلال کو اذان دینے کا حکم فرمائیں، بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تھی سب رونے لگے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، عمر رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ رونے والے تھے اور جس نے بلال رضی اللہ عنہ کی اذان نہیں سنی وہ سب رونے والوں کو دیکھ کر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگے۔ ❷

مدینہ واپس لوٹنے سے پہلے آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: سنو، میں تم پر ذمہ دار بنایا گیا ہوں، تمہارے جن معاملات کا اللہ نے مجھے نگراں بنایا تھا میں نے ان شاء اللہ انہیں پورا کر دیا ہے، ہم نے تمہارے درمیان تمہارے فے، مکانات اور اموال غنیمت کو کھول کھول کر رکھ دیا، جو ہمارے پاس تھا اسے تم تک پہنچا دیا، تمہارے لیے فوجوں کو تیار کر دیا اور آسانیوں کو تمہیں بہم پہنچایا، تمہارے لیے ٹھکانے کا انتظام کیا، اور جتنا تمہارا مال فے تھا اسے تم کو دے دیا، تمہاری خوراک وغذا کو نامزد کر دیا، تمہیں تمہارا عطیہ، روزی، اور اموالِ غنیمت دینے کا حکم دے دیا، لہٰذا جسے مزید کسی چیز کی ضرورت کا علم ہو اور اس پر عمل کرنا مناسب ہو تو اسے چاہیے کہ مجھے اس سے مطلع کر دے ہم اس پر عمل کریں گے، اِنْ شَاءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ❸

آپ نے یہ خطبہ مذکورہ نماز سے پہلے دیا تھا، درحقیقت طاعون عمواس مسلمانوں کے لیے ایک عظیم ہلاکت تھی، اس میں بیس ہزار سے زائد افراد جاں بحق ہوئے، اور وفات کنندگان کی یہ تعداد باشندگان شام کی تقریباً نصف آبادی تھی، ایسا لگتا ہے کہ اموات کی کثرت دیکھ کر اس وقت مسلمان کچھ سہم گئے، اور روم والوں سے خطرہ محسوس کیا، اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر روم والے مسلمانوں کے اس نازک وقت یعنی مسلم فوجیوں کی کمی پر ذرا بھی دھیان دے دیتے اور اسلامی شہروں پر حملہ بول دیتے تو موجودہ فوجیوں (ریزروفورس) کے لیے ان کو ہٹانا کافی مشکل ہو جاتا، لیکن چوں کہ مایوسی وناامیدی اہل روم کے دلوں میں گھر کر گئی تھی اس لیے وہ مسلمانوں کی محاذ آرائی سے باز رہے، خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب اسلامی شہروں کے غیر مسلم باشندے بھی مسلمانوں کی حکومت سے راضی تھے، اپنے عدل پرور حاکم اور اس کی خوش خلقی سے وہ دلی طور پر خوش تھے اور بغیر ان کی مدد کے شاہ روم کے اندر یہ سکت نہ تھی کہ شام کے مسلمانوں پر چڑھائی کرتا، خاص طور پر اگر مذکورہ سبب کے ساتھ ہم اس بات کو بھی دھیان میں رکھیں کہ رومی قوم جنگ سے اکتا چکی تھی، اسے ایسی قوم سے مقابلہ ومحاذ آرائی سے نجات اور مستقل راحت کی تلاش

❶ الخلفاء الراشدون، النجار، ص: ۳۲۵۔ الفاروق، محمد رشید، ص: ۲۳۰

❷ خلاصة تاریخ ابن کثیر والخلافة الراشدة، ص: ۲۳۶

❸ البداية والنهاية: ۷/ ۷۹

Marfat.com

تھی کہ ہر موڑ پر الٰہی مدد جس کی حلیف ٹھہری اور جس کے غلبہ وقوت کا رعب ہر انسان کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔ ❶

۵: طاعون زدہ زمین میں جانے اور نکلنے کا حکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ .)) ❷

''جب تم اس وبا (طاعون) کے بارے میں سنو کہ وہ کسی شہر وبستی میں واقع ہے تو تم وہاں نہ جاؤ، اور جب یہ کسی علاقے میں پھیل جائے اور تم اس میں موجود ہو تو وہاں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے نہ بھاگو۔''

طاعون زدہ زمین میں جانے اور وہاں سے نکلنے کی ممانعت کے مفہوم کے بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف رہا ہے، بعض صحابہ نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا ہے، اور بعض نے اس کی تاویل کی ہے۔ جن لوگوں نے ممانعت کی تاویل کی ہے انہوں نے طاعون زدہ زمین سے نکل جانے کو جائز قرار دیا ہے، اور پچھلے صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون زدہ بستی سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نکالنے کی کیسی تدبیر اپنائی تھی، لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ تالاب اور گڑھوں سے بھری ہوئی سیلن والی زمین سے مسلمانوں کو لے کر صحت افزا اور بہترین آب وہوا والے علاقے میں چلے جائیں اور پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ واضح رہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مذکورہ خط اس وقت لکھا تھا جب مقام ''سرغ'' پر ان دونوں کی ملاقات ہو چکی تھی اور طاعون زدہ علاقے میں جانے اور وہاں رہتے ہوئے نہ نکلنے کی ممانعت پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث دونوں سن چکے تھے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے مدینہ واپس لوٹ آئے تھے۔

بہر حال اس وقت کے حالات بتاتے ہیں کہ جب آپ وہاں سے واپس لوٹے تھے تو یہ وبا اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی، وہ ابھی پھیلی نہ تھی اور نہ اس میں شدت ہی آئی تھی، لیکن جب آپ واپس ہو کر مدینہ پہنچ گئے تو طاعون کے سبب مسلمانوں کی بکثرت موت کی خبریں آپ کو پہنچنے لگیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کا جو مفہوم سمجھا تھا اس کی تائید بعض ایسے صحابہ کے عمل سے بھی ہوئی جنہوں نے شام میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزاری، اور خود اس مصیبت وآزمائش سے دوچار ہوئے۔ مثلاً عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما وغیرہما۔

دراصل اختلاف طاعون زدہ زمین میں جانے کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس بارے میں ہے کہ اس زمین

---

❶ أشهر المشاهير: ۲/ ۳٦۱

❷ صحیح مسلم ، حدیث نمبر: ۲۲۱۹

Marfat.com

میں سکونت اختیار کرنے کی حالت میں وہاں سے نکلنا جائز ہے یا نہیں۔ چناں چہ بعض علماء نے نکلنا جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اللہ کے قضاء وقدر سے راہ فرار اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہاں سے بھاگ نکلنے سے موت سے محفوظ ہو جائے گا۔ البتہ اگر کوئی کسی اضطراری ضرورت کے لیے وہاں سے باہر جاتا ہے، تو اس کے لیے وہاں سے نکلنا جائز ہے۔ اسی طرح دوا اور علاج کے لیے نکلنا بھی جائز ہے۔ پس اگر طاعون زدہ علاقے سے منتقل ہو کر کسی صحت افزا اور بہترین آب وہوا والے علاقے میں چلا جائے تو یہ اور اچھی بات ہے اور یہی مطلوب ہے۔

رہا مسئلہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے عدم خروج اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے معذرت خواہی کا، تو دراصل اس کے کچھ صحتِ جسمانی، معاشرتی، سیاسی اور قیادت وحکمرانی سے متعلقہ اسباب تھے، جنہیں دین اسلام منظم شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور ایسی ہی منظم زندگی امانت دار قیادت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے، پس ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت کا کیا کہنا! وہ تو اس امت کے امین تھے۔ چناں چہ آپ نے طاعون زدہ زمین میں اپنی ثابت قدمی کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: میں مسلمانوں کے فوجی لشکر میں ہوں ان کو چھوڑ کر جانے کو میری طبیعت تیار نہیں۔

بعض علماء نے طاعون سے راہِ فرار اختیار کر کے طاعون زدہ زمین سے نکلنے کی ممانعت کی علت ذکر کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی ہے اور اچھی بات کہی ہے، ان کا کہنا ہے کہ اگر سارے لوگ ایک ساتھ طاعون زدہ علاقے سے نکلنے لگیں تو جو عاجز ہے...... یعنی طاعون میں مبتلا ہے...... اور جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ان سب کی مصلحتیں ومفادات رائیگاں ہو جائیں گے، اس لیے کہ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں ان کا کوئی محافظ ومددگار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایسی زمین سے نکل جانے کی عام اجازت ہو جائے اور طاقتور ومختار لوگ اس بستی سے نکل جائیں تو کمزور ونادار افراد جو نکل نہ سکے ہیں ان کی لامحالہ دل شکنی ہوگی اور گویا انہیں ان کی ذلت ورسوائی کا احساس دلانا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ طاعون زدہ علاقے میں باقی رہ جانا رخصت ہے، اور نکل جانا بھی رخصت ہے۔ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو جائے اس کے باہر نکل جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ وہ اس راستے سے اپنے مرض کو دیگر تندرست افراد تک پہنچا دے گا۔ ❶ اور جو اس میں مبتلا نہ ہوا ہو اسے علاج ودوا کی غرض سے اس بستی سے باہر نکلنا جائز ہے بشرطیکہ پوری بستی کے لوگ نہ نکلیں، بلکہ وہاں کچھ لوگ ضرور رہیں جو مریضوں کی خبر گیری اور دوا علاج کریں۔ ❷

---

❶ یہاں یہ واضح رہے کہ بیماریاں فی نفسہٖ متعدی نہیں ہوتی ہیں کہ خود سے ساتھ رہنے کی وجہ سے دوسروں کو لگ جائیں، اگر ایسا ہوتا تو شام میں کسی کو نہیں بچنا چاہیے تھا، بلکہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہوتی ہیں، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تبھی دوسرے پر اثر ہوتا ہے، احتیاطی تدابیر اور بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا عَدْوٰی" (متفق علیہ) بیماریاں متعدی نہیں ہوتی۔ (مترجم)

❷ أبو عبیدہ عامر بن الجراح، شُرّاب، ص: ۲۳۲ تا ۲۳۷

Marfat.com

چوتھی فصل

وزارت خزانہ و وزارت عدل
اور
عہد فاروقی میں ان کی ترقی

- وزارت خزانہ
- وزارت عدل

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

وزارتِ خزانہ

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملکی آمدنی کے ذرائع:

خلافت راشدہ کے دور میں مسلمانوں نے مال کو ہر اعتبار سے اللہ کی نعمت سمجھا اور یہ عقیدہ رکھا کہ انسان اس کا صرف ایک محافظ اور خلیفہ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے شروط وحدود کی رعایت کرتے ہوئے اس میں تصرف کرسکتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم مال اور اس کے خرچ سے متعلق تمام چیزوں میں اس حقیقت کو موکد شکل میں پیش کرتا ہے:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ (الحدید: ۷)

''اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ، اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقرۃ: ۲۵۴)

''اے لوگو جو اللہ پر ایمان لائے ہو جو کچھ ہم نے تم کو روزی دی ہے اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔''

اعمال خیر ونیکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِی الرِّقَابِ﴾ (البقرۃ: ۱۷۷)

''جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، اور سوال کرنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرے۔''

پس مال کا اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اس بات کا اعتراف ہے کہ جو مال اس کے ہاتھ میں ہے وہ اللہ کی دی ہوئی روزی ہے:

﴿وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ۝۲۲﴾ (الذاریات: ۲۲)

Marfat.com

''اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔''

مال اللہ کا ہے اس لیے کہ اسی نے اسے پیدا کیا، نعمت الٰہی کا یہ اعتراف ہی اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ❶

اور اسی ایمانی اساس سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ...... جن کے دورِ خلافت میں آمدنی کے ذرائع وسیع ہو گئے تھے ...... ملکی آمدنی کو دیکھا، اسلامی سلطنت نے بڑے بڑے شہروں کو فتح کر لیا تھا، اور مختلف قومیں اس کے سامنے سرنگوں ہو گئی تھیں۔ آپ نے ان قوموں کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات کا راستہ ہموار کیا، ان میں سے بعض تو صلح کر کے اسلامی ریاست کے تابع ہو گئیں جب کہ بعض کو نہ چاہتے ہوئے اس کی فرماں برداری قبول کرنا پڑی، اور پھر ان فتوحات کے نتیجہ میں اسلامی سلطنت کو ایسی زمینیں ملیں جن پر جنگ ومعرکہ آرائی کے ذریعے سے غلبہ ملا، اور ایسی زمینیں بھی ملیں جنہیں ان کے مالکان نے بطور صلح ومصالحت اسلامی سلطنت کے حوالے کر دیا۔ جب کہ کچھ ایسی زمینیں بھی ملیں جن سے ان کے مالکوں کو جلاوطن کر دیا گیا تھا، یا وہ سابق حکمرانوں اور جاگیرداروں کی ملکیت میں تھیں۔ ان مفتوحہ ممالک کے عوام میں اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ تھے۔ اس لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی محکم شریعت کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا، آپ نے اپنے ملکی مالیاتی نظام کو دیوان ودفاتر کی تنظیم و ترتیب کے ذریعے سے ترقی دی، خواہ اس کا تعلق ذرائع آمدنی سے ہو، مصارف سے ہو یا لوگوں کے حقوق مرتب کرنے سے ہو۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملکی آمدنی کے ذرائع جوں جوں بڑھتے رہتے آپ اس کی تنظیم وترقی بھی کرتے رہتے، اور ان کی نگرانی کے لیے افسران وعہدیداران کو مقرر کرتے رہتے۔ چنانچہ اہم ملکی ذرائع آمدنی، اور سرمایہ کاری کے اسباب میں زکوٰۃ، اموالِ غنیمت، اموال فے، جزیہ، خراج اور تاجروں کے انکم ٹیکس شامل تھے۔ آپ نے ان ذرائع آمدنی کو ترقی دینے پر زور دیا اور شرعی مقاصد کو جن میں بندوں کی مصلحتوں کو مقدم رکھا گیا ہے، سامنے رکھتے ہوئے آپ نے کئی چیزوں میں اجتہاد بھی کیا کیوں کہ اس دور میں ایسے جدید حالات وظروف سامنے آتے رہے جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھے۔ ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کتاب وسنت کے احکامات کو نافذ کرنے میں لاثانی شخصیت کے حامل تھے، کسی چیز میں مسلمانوں کو چھوڑ کر خود کو ترجیح نہ دیتے تھے اور نہ مطلق العنان تھے کہ ان پر اپنی رائے تھوپتے، جب کوئی حادثہ پیش آتا آپ مسلمانوں کو اکٹھا کرتے اور ان سے مشورہ لیتے، پھر ان کی رائے کے مطابق فیصلہ کرتے۔ ❸

بہر حال عہد فاروقی میں دولت کے اہم مصادر وذرائع آمدنی کو یہاں تفصیل سے ذکر کیا جا رہا ہے:

---

❶ دراسات فی الحضارة الإسلامية، احمد ابراهيم الشريف، ص: ۲۵۳

❷ دراسات فی الحضارة الإسلامية، احمد ابراهيم الشريف، ص: ۲۵٤

❸ مبادی النظام الاقتصادی الإسلامی، د/ سعاد إبراهيم صالح، ص: ۲۱۳

Marfat.com

ا: زکوٰۃ:

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں ایک اہم معاشرتی وتمدنی ستون ہے اور پہلا اسلامی آسمانی قانون ہے، مال دار مسلمانوں کے مال میں اسے فرض کیا گیا ہے، اسے غلے، پھل، سونے، چاندی، سامانِ تجارت، اور چوپایوں میں معروف ومقررہ نصاب کے مطابق ان سے لے کر فقراء وضرورت مندوں کو دیا جائے گا، تاکہ مال داروں اور فقیروں میں اتحاد ویگانگت، باہمی معاشرتی غم خواری اور الفت ومحبت کا ماحول پیدا ہو، بہرحال زکوٰۃ ایسا شرعی فریضہ ہے جس کا تعلق مال سے ہے، اور مال جیسا کہ معروف ہے کہ زندگی کی شہ رگ ہے، اس دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو مال کے سلسلہ میں خوش قسمت ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس سلسلہ میں بدقسمت ہیں، خلق الٰہی میں یہ تفاوت اللہ کی سنت ہے، اس کی سنت میں کوئی ردّ وبدل ہونے والا نہیں ہے۔ چوں کہ انسانی زندگی کے نشیب وفراز میں مال کا بہت اثر ہے، اس لیے اسلام نے اپنے احکامات میں مال پر خصوصی توجہ دی ہے، زکوٰۃ کا غایت درجہ اہتمام کیا ہے، اس کے لیے مکمل مبنی برحکمت اور پُر از رحمت نظام وضع کیا ہے، وہ دلوں کو محبت وبھائی چارگی سے جوڑتا ہے۔ ❶ اسی لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے راستہ وطرزِ عمل پر چلے اور منظم شکل میں ''بیت الزکوٰۃ'' قائم کیا، اور جب مفتوحہ ملکوں کے بیشتر باشندے اسلام لے آئے تو آپ نے اسلامی حکومت وسلطنت کے مختلف علاقوں میں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے محصلین کو بھیجا۔ اس وصول یابی میں عدل پروری کی صفت خلافت راشدہ کی امتیازی شان تھی، اس میں بیت المال کے حقوق میں کسی قسم کی گڑبڑ کا قطعاً کوئی خطرہ نہ تھا۔ چنانچہ اسی نظام میں عدل کی روح کو تازگی بخشتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس محصل زکوٰۃ کو ڈانٹ پلائی جس نے زکوٰۃ میں زیادہ دودھ دینے والی اور بڑے تھن والی بکری وصول کی تھی۔ آپ نے فرمایا:

''اس بکری کے مالک نے اسے بخوشی تمہیں نہیں دیا ہے، لوگوں کو آزمائش میں مت ڈالو۔'' ❷

باشندگان شام میں سے کچھ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ''ہمیں کچھ مال، گھوڑے اور غلام ملے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ان میں زکوٰۃ دیں، اور اپنے اموال پاک کریں۔'' تو آپ نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے میرے دونوں ساتھیوں نے جو کیا ہے میں وہی کروں گا۔'' پھر آپ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا، ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بہتر ہے، بشرطیکہ مقررہ جزیہ کی شکل میں نہ ہو جو آپ کے بعد ان سے وصول کیا جائے۔ ❸

ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی ملکیت میں گھوڑوں اور غلاموں کی کثرت ہوگئی تو

---

❶ سیاسة المال فی الإسلام فی عهد عمر بن الخطاب، عبد الله جمعان السعدی، ص:۸

❷ الموطأ، مالك: ۱/ ۲۵۶۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۹۴

❸ مسند أحمد، حدیث نمبر: ۸۲۔ اس کی سند صحیح ہے۔ الموسوعة الحدیثیة

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ ان کے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ لی جائے، چنانچہ آپ نے یہ رائے پسند کی اور گھوڑوں وغلاموں کو سامانِ تجارت مان کر غلاموں پر خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ایک دینار جو دس درہم کے مساوی ہے زکوٰۃ مقرر کی، اور عربی گھوڑوں پر دس درہم اور غیر عربی گھوڑوں پر پانچ درہم زکوٰۃ مقرر کی۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدمت گزار غلاموں، اور جہاد کے لیے تیار کیے گئے گھوڑوں پر آپ نے زکوٰۃ نہیں لی، کیوں کہ ان کا شمار سامانِ تجارت میں نہیں ہوتا بلکہ جو لوگ خدمت کے غلاموں اور جہاد کے گھوڑوں کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے آپ ان کو اس کے عوض دو کوئنٹل نو کلو گندم دیتے، اور یہ مقدار بہرحال زکوٰۃ کی زیادہ قیمت ہے۔ آپ نے یہ اقدام اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهِ وَلَا فِيْ عَبْدِهِ صَدَقَةٌ .)) ❶

''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

آپ نے رکاز (مالِ مدفون) مل جانے کی صورت میں اس سے خمس لیا، آپ کی کوشش تھی کہ مال گردش کرتا رہے اور اس کو کاروبار میں لگایا جائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ سال گزرنے کے بعد اس پر مفروضہ زکوٰۃ کا نصاب ہی ختم ہو جائے۔ ❷

چنانچہ آپ کے پاس ایک یتیم کا مال تھا آپ نے اسے بغرضِ تجارت حکم بن ابی العاص ثقفی کو دے دیا۔ ❸ کیوں کہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں میں مشغول تھے، اور آپ کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ خود اس سے تجارت کرتے اور جب جلد ہی منافع کی بہتات ہوگئی اور دس ہزار درہم سے وہ مال ایک لاکھ تک پہنچ گیا تو آپ کو کمائی کے طریقے پر شک ہونے لگا، چنانچہ تحقیق کے بعد جب آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تاجر نے عمر رضی اللہ عنہ کے یتیم کا حوالہ دے کر ناجائز فائدہ اٹھایا ہے تو آپ نے سارا منافع پھینک دیا، کیوں کہ آپ نے اسے ناپاک سمجھا اور یتیم کے اصل مال کو واپس لے لیا۔ ❹ گویا آپ اسی نقطۂ نظر سے کام کر رہے تھے جسے اپنے امراء اور گورنروں پر واجب کیا تھا۔ وہ نقطۂ نظر یہ تھا کہ اسلامی سلطنت میں منصب وذمہ داری کے استحصال کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور اسی بنیاد پر جب والیانِ ریاست کے مال میں تجارت کے ذریعے سے اضافہ ہوتا تھا تو آپ اسے تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ ❺ جیسے کہ والیانِ ریاست کے تذکرہ میں ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے۔

❶ صحيح سنن الترمذي، رقم الحديث: ٦٢٨۔ امام ترمذی نے کہا کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔
❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٤، ١٩٥
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥۔ الأموال، ابن زنجويه: ٣/ ٩٩٠ یہ اثر صحیح ہے۔
❹ الاموال، أبوعبيد، ص: ٤٥٥۔ یہ اثر صحیح ہے، بحوالہ: الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥
❺ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥

آپ نے بارش اور نہروں کی سیرابی سے تیار ہونے والی کھیتی میں عشرِ زکوٰۃ لی اور مشینوں ودیگر آلات کے ذریعے سے سیرابی سے تیار ہونے والی کھیتی میں نصف عشر زکوٰۃ لی۔ ❶ آپ کا یہ عمل سنت کے بالکل موافق تھا۔ آپ محصلین کو نصیحت کرتے تھے کہ جب کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ تو باغات کے مالکان پر نرمی کرو۔ ❷ نیز آپ نے اس شہد سے عشر کے حساب سے زکوٰۃ لی جسے اس وادی سے نکالا گیا جو حکومت کے زیر نگرانی ہو۔ ❸

آپ کے دورِ خلافت میں گیہوں کی پیداوار زیادہ ہوگئی تو آپ نے اپنے ایام خلافت سے پہلے صدقہ فطر میں دیے جانے والی اصناف مثلاً جو، کھجور اور کشمش کی جگہ گیہوں سے نصف وزن میں صدقہ فطر دینے کی اجازت دے دی۔ ❹ اس میں لوگوں کے لیے آسانی تھی اور زکوٰۃ میں بہترین مال بھی آرہا تھا، اگرچہ جنس میں تفاوت تھا۔ ❺

آپ کے دور میں ہر سال اموال زکوٰۃ کی آمدنی کی مقدار غیر معروف وغیر متحقق ہے، جن لوگوں نے آمدنی کے اعداد وشمار کا ذکر کیا ہے وہ بہت مختصر اور جزوی نیز غیر دقیق ہیں۔ وہ اعداد وشمار مجموعی مقدار کا پتہ نہیں دیتے۔

بیان کیا گیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ''ربذہ'' کی زمین کو زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے چراگاہ بنادیا تھا، آپ ان میں سے راہِ جہاد کے لیے سواریاں دیتے تھے، ہر سال چالیس ہزار سواریاں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے مہیا کرتے تھے۔ ❻

آپ کے دورِ خلافت میں جن افسران کے ذمہ اس ادارے کی نگرانی تھی کتب مراجع ومصادر میں ان کے نام یہ ہیں:

انس بن مالک اور سعید بن ابوذباب ''سرات'' کے ذمہ دار تھے، اور حارث بن مضرب العبدی، عبداللہ بن الساعدی، سہل بن ابی حثمہ، مسلمہ بن مخلد انصاری، اور معاذ بن جبل ''بنو کلاب'' کے ذمہ دار تھے۔ سعد الاعرج ''یمن'' اور سفیان بن عبداللہ ثقفی ''طائف'' کے والی تھے اور وہاں کی زکوٰۃ جمع کرتے تھے۔ ❼

۲۔ جزیہ:

جزیہ ایک ٹیکس ہے جسے اہل کتاب ذمیوں سے (ان کی حفاظت وذمہ داری کے عوض) وصول کیا جاتا ہے۔ ❽

❶ المصنف، ابن ابی شیبة: ٤/ ١٣٤، ١٣٥۔ یہ اثر صحیح ہے، بحوالہ: عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥
❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥۔ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٥۔ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔
❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٦۔ یہ اثر صحیح ہے۔
❺ فتح الباری: ٣/ ٣١٣۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٦
❻ الحياة الاقتصادية فی العصور الاسلامية الأولى، د/ محمد بطاينة، ص: ١٠٤
❼ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٩٦، ١٩٧
❽ السياسة الشرعية، ابن تيميه، ص: ١١٣، ١١٤۔ المعاهدات فی الشريعة، د/ الديك، ص: ٣١٣

Marfat.com

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد خراج ہے جسے کفار کو ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ان پر فرض کیا جاتا ہے۔ ❶ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾﴾ (التوبة: ٢٩)

''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

جزیہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ سے لیا جائے گا، یہ ایک متفق علیہ حکم ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور یہی حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو اہل کتاب سے ملتے جلتے ہیں، یعنی مجوسی لوگ۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شروع شروع میں مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں متردد تھے، لیکن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے آگاہ کرکے کہ آپ نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے، آپ کے تردد کو ختم کردیا۔ ❷ چنانچہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ قبر نبوی اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کھڑے تھے تو آپ نے کہا: سمجھ میں نہیں آتا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیا کروں؟ وہ اہل کتاب نہیں ہیں، تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .)) ❸

''ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا برتاؤ کرو۔''

اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مجوسیوں سے جزیہ لینے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، لیکن جب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو آپ نے ان پر جزیہ لاگو کیا۔ ❹

علماء نے مجوسیوں سے جزیہ لینے کی علت یہ بتائی ہے کہ حقیقت میں وہ بھی اہل کتاب ہیں، بعد میں ان میں بگاڑ آیا کہ انہوں نے آگ کی پرستش شروع کردی۔ یہ واضح ہوجانے کے بعد آپ نے عراق والوں سے جزیہ لینا شروع کیا، نیز فارس کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا، اور جزء بن معاویہ کو خط لکھا کہ تمہارے زیر انتظام

❶ اهل الذمة فى الحضارة الاسلامية، حسن المِمّى، ص: ٣٩

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ٢٣٥

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ٢٣٥۔ نقلا عن: مصنف ابن ابى شيبة: ١/ ١٤١

❹ صحيح البخارى، الجزيه والموادعة، حديث نمبر: ٣١٥٦، ٣١٥٧

Marfat.com

جو مجوسی بستے ہیں ان کو دیکھو اور ان سے جزیہ لو، اس لیے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے۔ ❶

✵ جزیہ آزاد اور عاقل وبالغ مردوں پر واجب ہے، عورتوں، بچوں اور غلاموں پر واجب نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ذریت اور ماتحتوں میں سے ہیں۔ اسی طرح اس مسکین سے جزیہ نہیں لیا جائے گا جو دوسروں کے ٹکڑوں پر اپنی زندگی گزارتا ہو اور اسی طرح اپاہج سے بھی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ ہاں اگر اپاہج اور معذور کشادہ دست اور صاحب مال ہوں تو ان دونوں سے لیا جائے گا۔

✵ مذکورہ لوگوں کی طرح اندھے اور گرجا گھروں میں رہبانیت کی زندگی گزارنے والے افراد بھی وسعت والے ہیں، تو ان سے جزیہ لیا جائے گا اور اگر یہ لوگ مسکین ہوں تو کشادہ دست لوگ صدقہ وخیرات کے ذریعے سے ان سے تعاون کریں گے اور ان سے جزیہ معاف ہوگا۔ ❷

✵ موت کے ذریعے سے جزیہ کا حکم ساقط ہوجاتا ہے، پس اگر ایسا آدمی وفات پا جائے جس پر جزیہ کی ادائیگی واجب تھی تو اس سے جزیہ معاف ہوجائے گا، اس لیے کہ جزیہ کا حکم زندوں کے لیے ہے، اور جب زندگی نہ رہی تو اس پر واجبی حکم بھی ساقط ہوگیا۔

✵ اسلام بھی جزیہ ساقط کرنے کا ایک سبب ہے۔ پس اگر ایسا آدمی اسلام لے آئے جس پر جزیہ دینا واجب تھا تو اس سے جزیہ معاف ہوجائے گا۔ باشندگان ''الیس'' کے دو ذمی آدمی اسلام لے آئے تو آپ نے ان کا جزیہ معاف کردیا۔ ❸ اسی طرح ''رُقیل'' نامی نہرین کا ایک جاگیردار اسلام لے آیا تو آپ نے اس کے لیے دو ہزار عطیہ مقرر کیا اور اس سے جزیہ معاف کردیا۔ ❹ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس سال ذمی اسلام لائے گا اس پورے سال کا جزیہ اس سے ساقط ہوجائے گا خواہ شروع سال میں اسلام لایا ہو یا درمیان سال میں یا آخر سال میں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مُحَصِّل نے اپنے ہاتھ سے جزیہ وصول کیا اور پھر جزیہ دینے والا اسلام لے آیا تو وہ اسے لوٹا دے۔ ❺

✵ فقیری آجانے پر بھی جزیہ ساقط ہوجاتا ہے، چنانچہ مال داری وکشادگی کی زندگی کے بعد اگر ذمی فقیر ہوجائے اور اس قدر عاجز ہوجائے کہ اس میں جزیہ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس سے جزیہ ساقط ہوجائے گا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ایک انتہائی ضعیف وعمر دراز اور اندھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو آپ نے اس سے

---

❶ صحیح البخاری، الجزیہ والموادعة، حدیث نمبر: ۳۱۵۷

❷ أهل الذمة فی الحضارة الإسلامیة، ص: ٤٢

❸ موسوعة فقه عمر، ص: ۲۳۸

❹ موسوعة فقه عمر، ص: ۲۳۸۔ بحواله المحلّٰی: ۷/ ۳٤٥

❺ موسوعة فقه عمر، ص: ۲۳۸۔ بحواله المحلّٰی: ۸/ ۵۱۱

Marfat.com

جزیہ معاف کردیا۔ ❶ مزید برآں اسے بیت المال سے اتنا تعاون دینے کا حکم صادر فرمایا جو اس کے اخراجات کے لیے کافی ہو۔

❋ اس وقت بھی جزیہ ساقط ہو جاتا ہے جب اسلامی حکومت ذمیوں کی حفاظت سے دست بردار ہو جائے۔ اس لیے کہ جزیہ انہی افراد پر ایک ٹیکس ہے جو اسلامی سلطنت کی نگہبانی میں زندگی گزار رہے ہوں۔ واضح رہے کہ اسلامی حکومت کو جزیہ اس لیے مطلوب ہے کہ ذمی افراد حکومت کے تیار کردہ عوامی فلاح و بہبود کے اسباب وذرائع (یعنی حکومتی سطح کی پبلک سروس) سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مزید برآں جزیہ حکومت کی نگرانی وحفاظت کے مماثل اور ملک وباشندگانِ ملک کی دفاعی ذمہ داری میں ان کی شرکت کے عدم وجوب کا متبادل (عوض) ہے۔ ❷

❋ جزیہ حکومتی نگرانی وحفاظت کا عوض ہے، اس کی دلیل ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ہے کہ جب اسلامی سلطنت کے شمالی حدود پر روم نے اپنا لاؤ لشکر اکٹھا کرلیا تو آپ نے مصالحت کے ذریعے سے اسلامی حکومت کی اتباع قبول کرنے والے تمام شہروں وممالک کے حکام وافسران کو حکم دیا کہ وہاں کے باشندگان سے وصول کیے گئے تمام جزیہ وخراج کو واپس کردیں، اور ان سے کہہ دیں کہ ہم نے تم کو تمہارا مال اس لیے واپس کردیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ دشمن کی فوج ہم پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑی ہے اور تمہاری ہم سے یہ شرط طے تھی کہ ہم تمہاری طرف سے دفاع کریں گے، لیکن اب ہم اس پر قادر نہیں ہیں۔ اس لیے ہم نے تم کو تمہارا مال واپس کردیا، آئندہ اگر اللہ تعالیٰ نے دشمن پر ہمیں فتح دی تو سابقہ شرط اور صلح پر عمل کریں گے۔ چنانچہ جب حکام نے ان کو یہ بات بتائی اور ان سے وصول کی ہوئی دولت انہیں واپس کردی تو ذمیوں نے اپنے مسلم حکام سے کہا: اللہ تعالیٰ تم کو دوبارہ ہمارا نگران ومحافظ بنائے، اور رومیوں پر تمہیں فتح عطا کرے، اس لیے کہ اگر وہ فتح یاب ہوگئے تو ہم کو کچھ نہ واپس کریں گے، ہمارے پاس بچا کھچا جو کچھ بھی ہے سب لے لیں گے، ہمارے لیے کچھ نہ چھوڑیں گے۔ ❸

❋ جزیہ ساقط ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افراد اسلامی حکومت کے مکلّف کرنے پر بذاتِ خود اپنے دفاع ونگرانی کی ذمہ داری اٹھالیں، جیسے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کے بعد سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ''طبرستان'' کے باشندوں کے ساتھ کیا تھا۔ ❹

جزیہ سے متعلق یہ بات واضح رہے کہ اس کی قیمت ومقدار متعین نہیں تھی، بلکہ ریاست کے حالات وظروف،

---

❶ موسوعة فقه عمر، ص: ۲۳۹ ❷ المعاهدات فی الشریعة الإسلامیة، د/ الدیك، ص: ۳۱٤

❸ فتوح البلدان، ص: ۱٤۳۔ الموارد المالیة، د/ یوسف عبدالمقصود، ص: ۲۲۸

❹ تاریخ الدعوة الإسلامیة، د/ جمیل المصری، ص: ۳۲۷

Marfat.com

اور وہاں کے باشندوں کی قدرت وحیثیت کے اعتبار سے اس کی قیمت مختلف تھی۔ چنانچہ اسی تباین کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے عراق والوں پر چوبیس (۲۴) سے اڑتالیس (۴۸) درہم جزیہ مقرر کیا، جوان سے ہر سال وصول کیا جاتا تھا اور اگر وہ جزیہ میں قیمت کے بدلے سامان دیتے مثلاً جانور اور دیگر اسباب تو انہیں قبول کرلیا جاتا۔ ❶ شام والوں پر چار دینار، اور مسلمانوں کی خوراک کے لیے ہر فرد پر دو مد گیہوں، اور تین قسط تیل مقرر کیا۔ جولوگ چاندی کے مالک تھے ان پر ہر آدمی کے پیچھے چالیس درہم اور پندرہ صاع غلہ بطور جزیہ مقرر کیا۔ نیز مصر والوں پر ہر بالغ کے ذمہ دو دینار جزیہ واجب کیا، الا یہ کہ وہ بالغ فرد فقیر ونادار ہو۔ ❷ رہے یمن کے باشندے تو وہ عہد نبوت ہی سے اسلامی حکومت کے ماتحت تھے اور ان کے ہر فرد پر ایک دینار یا اس کے بدلے اسی کے برابر ایک معافر جزیہ دینا ضروری تھا۔ چند ضعیف روایات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ دورِ فاروقی میں بھی یمن والوں کے جزیہ کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ پہلے کی طرح جزیہ دیتے رہے۔ ہر چند کہ اس باب کی روایات میں ضعف ہے تاہم ملکی رعایا کے احوال کی پوری رعایت، اور نبوی کارروائی میں عدم تبدیلی کی فاروقی سیاست سے وہ روایات قریب تر ہیں۔ ❸

خلاصہ یہ کہ لوگوں کی وسعت، اور ریاستوں کی خوش حالی کے اعتبار سے جزیہ کی مقدار مختلف تھی اور اس کا فیصلہ حاکم وقت کے اجتہاد پر تھا کہ وہ ذمی افراد کی طاقت وحیثیت کو دیکھ کر، اور اسے مشقت وپریشانی کی کلفتوں سے بچا کر ان پر جزیہ نافذ کرے۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جزیہ کے محصلین کو حکم دیتے تھے کہ اس کی وصولی میں لوگوں پر نرمی کریں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے پاس جب جزیہ کا بہت زیادہ مال آ گیا تو آپ نے فرمایا: میرے خیال میں تم لوگوں کو ہلاک کررہے ہو؟ تو محصلین نے کہا: اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے، ہم نے نرمی اور ان کی رضامندی سے لیا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا حقیقت میں بغیر کوڑے اور مار کی دھمکی دیے وصولی کی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ جل شانہ کا شکر ہے جس نے میری حکومت اور میری طاقت کو ظلم سے پاک رکھا۔ ❺

جزیہ کی وصولی کے شعبہ میں مشہور افسران یہ تھے: عثمان بن حنیف، سعید بن حذیم اور دیگر ریاستوں کے امراء وگورنر مثلاً عمرو بن عاص اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ فقہائے اسلام اور علمائے شریعت نے قرآن، سنت اور خلفائے راشدین کے عمل کی روشنی میں جزیہ کے احکام وقوانین کو منظم شکل میں پیش کیا ہے، اس

❶ دور الحجاز فی الحیاة السیاسیة، ص: ۲۳۰
❷ دور الحجاز فی الحیاة السیاسیة، ص: ۲۳۰
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۷۳
❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۳۱، ۱۶۷
❺ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۲۴۳

Marfat.com

کے تمام تر احکامات اس بات کی دلیل ہیں کہ جزیہ کا شعبہ اسلامی سلطنت کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور یہ کہ جزیہ کی ایک اساسی شکل وحیثیت بھی ہے کیوں کہ ذمیوں کا اسلامی سلطنت کو ٹیکس ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلامی حکومت کے تئیں مخلص، اس کے احکام وقوانین کو ماننے والے، اور اپنے عہد وپیمان کے وفادار ہیں [1] اور بعض لوگ جیسے کہ حسن ممی کا خیال ہے کہ جزیہ مالی حیثیت سے زیادہ سیاسی حیثیت کا متحمل ہے۔ [2] لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کی سیاسی اور مالی دونوں حیثیتیں ہیں اور یہ اسلامی سلطنت کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے۔

تغلب کے نصاریٰ سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوگنا صدقہ وصول کرنا:

جزیرہ عرب کے بعض نصاریٰ نے جزیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا، کیوں کہ وہ اسے اپنے لیے باعث ذلت وحقارت سمجھتے تھے۔ ولید رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ کے بڑوں، بزرگوں اور علماء کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ آپ نے ان سے کہا: جزیہ دو، انہوں نے کہا: آپ ہم کو ہمارے جائے امن پر پہنچا دیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ نے ہم پر جزیہ مقرر کیا تو ہم روم کی سرزمین میں چلے جائیں گے، اللہ کی قسم آپ عربوں کے درمیان ہمیں رسوا کرتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: تم نے بذاتِ خود اپنے کو رسوا کیا اور اپنی قوم کی مخالفت کی۔ اللہ کی قسم تمہیں ذلت ورسوائی برداشت کرتے ہوئے اسے ضرور ادا کرنا پڑے گا اور اگر تم روم بھاگ کر گئے تو حاکم روم کے پاس تمہارے متعلق خط لکھوں گا، پھر تم کو قیدی بناؤں گا۔ انہوں نے کہا: آپ ہم سے کچھ لے لیں لیکن اسے جزیہ نہ کہیں۔ آپ نے فرمایا: ہم تو اسے جزیہ ہی کہیں گے، تم جو چاہے اسے نام دو۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: امیر المومنین! کیا سعد بن مالک نے ان لوگوں پر زکوٰۃ دوگنی نہیں کر دی؟ آپ نے فرمایا: ہاں کی ہے اور پھر آپ نے معاملہ پر غور کیا تو ان کے لیے یہی بدلہ مناسب پایا، پھر وہ سب واپس چلے گئے۔ [3]

یہ واقعہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ ایسے متکبر دشمنان دین جو اپنی بڑائی اور شوکت وقوت کے حوالے سے مسلمانوں کو مخاطب کریں، اور غیر مسلم ممالک میں پناہ لینے کی دھمکی دیں ان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ امیر المومنین سر چڑھے ومتکبر ذمیوں سے نہایت سخت لہجے میں ہم کلام ہوئے، ان کو حقارت کا احساس دلایا، اور دھمکی دی کہ اگر غیر مسلم ممالک کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تو انہیں قیدی بنا کر واپس لایا جائے گا اور مقاتلین جیسا برتاؤ کیا جائے گا یعنی ان کے بچوں اور عورتوں کو لونڈی غلام بنا لیں گے، پھر یہ برتاؤ ان کے لیے جزیہ دینے سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ اس طرح آپ کے اس سخت جواب نے ان کے سروں سے تکبر وبرتری کے احساس کو بالکل ختم کر دیا اور وہ سر جھکائے ہوئے امیر المومنین سے یہ مطالبہ کرتے ہوئے واپس لوٹے

---

[1] اهل الذمة فی الحضارة الإسلامية، ص: ٤٣

[2] اهل الذمة فی الحضارة الإسلامية، ص: ٤٣

[3] تاریخ الطبری: ٥/ ٣٠۔ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے اس روایت کو سنداً ضعیف مانا ہے۔ دیکھئے: عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٦٧

Marfat.com

کہ آپ جو بھی لینا چاہیں ہم اسے دیں گے، لیکن اسے جزیہ کے علاوہ کوئی دوسرا نام دے دیں۔ بہر حال اس موقع پر علی رضی اللہ عنہ، جن کی دینی بصیرت کی وجہ سے ان کے مشورہ کی عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بہت اہمیت تھی، انہوں نے دخل اندازی کی، اور عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان سے زکوٰۃ دوگنی مقدار میں وصول کی جائے جیسا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں کی دلجوئی اور اس خدشہ کو مٹانے کے لیے کہ کہیں وہ غیر مسلم ممالک میں بھاگ کر چلے نہ جائیں آپ نے اس مشورہ کو مان لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے بالکل مناسب موقع پر سامنے آئی، یعنی ایسے وقت میں کہ امیر المومنین نے اپنے سخت رویہ کے ذریعے سے ان کے احساس برتری اور تکبر کو توڑ دیا تھا۔ اگر آپ ان کے مطالبہ کو شروع ہی میں مان لیتے تو ان کے دلوں میں بڑائی کا تصور باقی رہتا اور بالکل ممکن تھا کہ وہ عہد و پیمان کو توڑ دیتے اور مسلمانوں سے بدسلوکی کرتے۔ ❶

ایک روایت میں بنو تغلب کے بارے میں یہ واقعہ منقول ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا، پھر جزیہ ادا کرنے کے لیے کہا گیا تو اس کے لیے بھی راضی نہ ہوئے، اور اسلامی سلطنت سے بھاگ نکلے، وہ روم کی سرزمین میں پناہ لینے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ نعمان بن زرعہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ اے امیر المومنین بنو تغلب عرب ہیں، جزیہ ادا کرنے سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں، ان کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے، وہ کھیتی باڑی کرنے والی اور مویشیوں کو پالنے والی قوم ہے، البتہ اس میں دشمن کو زیر کرنے کی صلاحیت ہے، لہٰذا ان کے ذریعے سے اپنے خلاف دشمن کی مدد نہ کیجیے۔ چنانچہ آپ نے ان سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ دوگنی زکوٰۃ ادا کریں گے۔ ❷ اور فرمایا: ہمارے نزدیک یہ جزیہ ہے، تم جو چاہو اس کا نام رکھو۔ ❸ تو بنو تغلب نے کہا: اگر یہ جزیہ عجمیوں کے جزیہ کی طرح نہیں ہے تو ہم راضی ہیں، اور ہم اپنے دین کی حفاظت کریں گے۔ ❹

خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بنو تغلب سے زکوٰۃ قبول کرنے کا راز کیا تھا، اور کیا اسے زکوٰۃ کہا جائے یا جزیہ؟ اس اختلاف کا تعلق صرف نام تک محدود تھا، اسی لیے اس معاملہ میں نرمی برتی گئی اور مصلحت عامہ کے پیش نظر خلیفہ نے بھی اسے مان لیا اور اسے مان لینے کے پیچھے یہی خدشہ کارفرما تھا کہ کہیں بنو تغلب رومی سلطنت میں شامل نہ ہو جائیں اور ان کے اسلام قبول کرنے نیز مسلمانوں کی طرف سے دشمنوں کو زیر کرنے کی ان سے جو امید وابستہ ہے وہ بے کار نہ ہو جائے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ایک عرب قوم تھی، اس کی غیرت و خودداری کا

---

❶ التاریخ الإسلامی: ١١/ ١٤١، ١٤٢

❷ الاموال: ١/ ٣٧۔ بحوالة: سیاسة المال فی الاسلام، عبدالله جمعان، ص: ٧٣

❸ فتح القدیر: ١/ ٥١٤۔ بحوالة: سیاسة المال فی الاسلام، ص: ٧٢

❹ فتوح البلدان، ص: ١٨٦۔ بحوالة: سیاسة المال فی الاسلام، ص: ٧٢

Marfat.com

تقاضا تھا کہ ان کا پاس ولحاظ رکھا جائے، نیز ان کے ذریعے سے مسلمانوں کے بیت المال اور ملکی آمدنی میں اضافہ اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اسلامی سلطنت سے بھاگ کر رومی سلطنت اور اس کی فوج میں شامل ہو جائیں۔ ❶

البتہ یہ بحث کہ ان سے وصول کیا جانے والا مال کیا زکوٰۃ ہے یا جزیہ؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ جزیہ ہے، کیوں کہ اس کے مصارف وہی ہیں جو خراج کے مصارف ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی غیر مسلموں پر واجب نہیں ہے۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جزیہ حفاظت کا مماثل ومتبادل ہے اور بنو تغلب مسلمانوں کی حفاظت و نگرانی میں تھے...... ساتھ ہی ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کلی وعملی طور پر وہ جزیہ بھی نہیں تھا، کیوں کہ بنو تغلب کے نصاریٰ پر جو معاوضہ مقرر کیا گیا تھا وہ ان مالوں سے تھا جن پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ پس مسلمانوں کی ہر چیز میں زکوٰۃ ہے خواہ غلہ جات ہوں، پھل ہوں، مویشی ہوں، یا سونے اور چاندی ہوں۔ اور یہی چیزیں ان ذمیوں سے دگنی وصول کی جاتی تھیں، یعنی جس طرح ان کے مردوں پر مقررہ معاوضہ دینا واجب تھا اسی طرح عورتوں پر بھی واجب تھا اشخاص وافراد پر اس کا دارومدار نہ تھا۔ پس یہ شکل عرف میں ''جزیہ'' کا مکمل مفہوم ادا نہیں کرتی۔ ❷ ہر چند کہ اسے زکوٰۃ کا نام دیا جائے یا جزیہ کا، دونوں صورتوں میں وہ ایک ٹیکس ہی ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذمی افراد اسلامی حکومت کی تابع داری قبول کرنے پر راضی ہیں۔ ❸

مفتوحہ ممالک پر جزیہ کے علاوہ عربوں کے اور دیگر حقوق بھی عائد ہوتے تھے۔ دورِ فاروقی میں ان حقوق کی جدید اور ترقی یافتہ شکلیں ہوگئی مثلاً اگر حاکم یا مسلمانوں کے سفراء، نامہ بردار، یا عام مسلمان مفتوحہ ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں کے لوگوں پر ان کی ضیافت واجب ہے۔ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مہمان نوازی کی مدت تین دن مقرر کردی۔ ان ایام میں مہمانوں کی انہی چیزوں سے ضیافت ہوگی جنہیں وہ خود کھاتے ہیں، بکری اور مرغی نیز جو چیز کھلانے کی طاقت نہیں ہے اسے کھلانے پر میزبان کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ❹ آپ کے دور میں ''نوآبادیاتی ترقی'' کے زیرِ عنوان چند ایسے معاہدوں کا ذکر ہو چکا ہے جن میں آپ نے مفتوحہ ممالک کے باشندوں سے شرط لگا دی تھی کہ وہ سڑکیں اور پل وغیرہ خود ہی بنائیں گے۔

بہر حال سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جزیہ کے نظام کو ترقی ملی، آبادی کے اعداد وشمار تیار ہوئے، مال دار، فقیر اور متوسط طبقہ کے لوگوں میں تفریق کی گئی، اور دیگر ایسی بہت ساری شرطیں اور پابندیاں سامنے آئیں جن کا پہلے وجود نہ تھا۔ ایسا اس وجہ سے ہوا کہ آبادی بڑھ گئی اور اسلامی حکومت کا دائرہ مصر، شام، اور عراق تک وسیع ہو گیا نیز دیگر قوموں کے ساتھ مسلمانوں کا ملنا جلنا اور ان کی تہذیب وثقافت سے صبح وشام تعلق رکھنا، یہ ایسی چیزیں تھیں

❶ سياسة المال فى الإسلام، ص: ٧٢

❷ سياسة المال فى الإسلام، ص: ٧٣۔ النظام الإسلامي المقارن، ص: ٣٩

❸ سياسة المال فى الإسلام، ص: ٧٣

❹ الأحكام السلطانية والولايات الدينية، ص: ١٦٤

Marfat.com

جن کی وجہ سے وہ لوگ کافی حد تک ملکی سیاست، آبادکاری کے اصول اور تعمیر و ترقی کے نظام سے آشنا ہو گئے تھے اور پھر انہی ضروریات کی تکمیل کے لیے انہوں نے سڑکوں کی اصلاح اور پل کی تعمیر جیسی بہت سی چیزیں ایجاد کیں جو پہلے موجود نہ تھیں کیوں کہ یہی چیزیں ترقی یافتہ قوموں کی زندگی میں اصل معاون ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلامی تہذیب کی تشکیل جدید کے پیش نظر تمام معاملات کو منظم کیا گیا، ملکی سرحدوں میں وسعت کی گئی اور مالیاتی نظام کے اصولوں کو مضبوط کیا گیا۔ ❶

معاہدۂ جزیہ کی شرطیں اور اس کی ادائیگی کا وقت:

خلفائے راشدین کے نظام حکومت کی روشنی میں فقہائے شریعت نے معاہدۂ جزیہ کی چند شرطیں مستنبط کی ہیں جن کی پاس داری ذمیوں کے لیے واجب ہے:

- وہ لوگ اللہ کی کتاب قرآنِ مجید پر کوئی اعتراض اور اس میں تحریف نہیں کریں گے۔
- وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور تحقیر سے مکمل اجتناب کریں گے۔
- دین اسلام کی برائی نہیں کریں گے اور نہ اس پر طعن و تشنیع کریں گے۔
- کسی مسلمان عورت سے نہ زنا کریں گے اور نہ اس سے نکاح کریں گے۔
- کسی مسلمان کو اس کے دین کے بارے میں آزمائش میں نہیں ڈالیں گے اور نہ اس کے مال اور دین پر دست درازی کریں گے۔
- حربی کافروں کی مدد نہیں کریں گے اور نہ ان کے مال داروں سے دوستی کریں گے۔ ❷

البتہ یہ مسئلہ کہ جزیہ کی ادائیگی کا وقت کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ نے سال کے خاتمہ کو معیار بنایا۔ سال کے خاتمہ سے میری مراد فصلی سال کے آخری ایام ہیں۔ عہد فاروقی میں جزیہ کی ادائیگی کے وقت میں یہ تبدیلی ملکی حالت میں امن و استقرار کے پیش نظر ہوئی کیوں کہ امن و استقرار اس بات کا متقاضی ہے کہ جزیہ کی ادائیگی کے لیے ملک اور جزیہ دہندگان کے سامنے مناسب اوقات متعین و منظم ہوں۔ نیز یہ واضح رہے کہ جزیہ کی وصولی اس وقت کی جائے جب غلہ جات کاٹ لیے جائیں۔ مؤرخین نے اسی کو "فصلی سال کا آخر" قرار دیا ہے، اسی میں مشقت سے چھٹکارا اور جزیہ دہندگان کے لیے آسانی و راحت ہے۔ ❸

۳: خراج (لگان):

خراج کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے: ایک عمومی معنی جس کا مطلب ہے کہ صدقات و زکوٰۃ کے علاوہ ہر

---

❶ سياسة المال فى الإسلام فى عهد عمر بن الخطاب، ص: ١٧٤

❷ سياسة المال فى الإسلام فى عهد عمر بن الخطاب، ص: ٧٦

❸ سياسة المال فى الإسلام فى عهد عمربن خطاب ، ص: ٦٧

Marfat.com

آمدنی جو بیت المال میں جائے اسے خراج کہا جاتا ہے اس معنی کے اعتبار سے فے، جزیہ اور کسٹم آمدنی وغیرہ پر بھی خراج کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

دوسرے خصوصی معنی جس کا مطلب ہے کہ جنگ کے ذریعے سے مفتوحہ اراضی کی وہ آمدنی جسے حاکم وقت نے مسلمانوں کے مفاد عامہ میں ہمیشہ کے لیے وقف کردیا ہو جیسا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کی قابل زراعت زمینوں کے ساتھ کیا تھا۔ ❶

علامہ ابن رجب حنبلی کا قول ہے کہ خراج کو اجارہ (کرایہ) اور قیمت پر قیاس نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کا اپنا مستقل مسئلہ ہے، اسے دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ ❷

عظیم ترین فتوحات اور خاص طور سے روم وفارس کی دو عظیم قوتوں کے زوال کے بعد جب اسلامی قوت وشوکت کا غلبہ ہوگیا تو اسلامی سلطنت کی آمدنی کے متعدد ذرائع ہوگئے اور اس کے مصارف کی بھی کثرت ہوگئی۔ اسلامی سلطنت کی طرف اٹھتی ہوئی حاسدانہ نگاہوں سے اس کے وجود اور عزت وقوت کی حفاظت، عوام وخواص کے مفاد کی ضمانت، اور اس کی بقا کے لیے حکمت وبھلائی پر مبنی مالیاتی نظام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مفاد عامہ کے استقرار کے لیے ایک مستحکم اور مستقل آمدنی کی ضرورت کو محسوس کیا اور پھر خراج کو اس مقصد کے لیے مستقل آمدنی قرار دیا۔ فاتح مجاہدین کی یہ خواہش تھی کہ مالِ غنیمت کے بارے میں قرآنِ کریم کی رہنمائی کے مطابق غنیمت میں حاصل شدہ مال اور اراضی انہی پر تقسیم کردی جائے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱﴾

(الانفال: ٤١)

"اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے شروع میں تو یہ ارادہ کرلیا تھا کہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کردیں، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ اسے تقسیم نہ کیا جائے، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی، حتیٰ کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے خبردار کیا۔ ❸

---

❶ الخراج، أبو يوسف، ص: ٢٤، ٢٥ـ اقتصاديات الحرب، ص: ٢١٥

❷ الاستخراج لأحكام الخراج، ص: ٤٠ـ اقتصاديات الحرب، ص: ٢١٥

❸ سياسة المال في الإسلام، ص: ١٠٣

Marfat.com

ابوعبید نے روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جابیہ میں تشریف لائے اور مفتوحہ زمین کو فاتح مجاہدین میں تقسیم کرنا چاہا، تو معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب تو وہی ہوگا جسے آپ پسند نہیں کرتے۔ اگر آپ نے اسے تقسیم کردیا تو زمین کا بہت سا منافع لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا، اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہوجائیں گے، پھر تو وہ صرف ایک مرد یا ایک عورت کی ملکیت ہوجائے گی اور بعد میں جو لوگ مسلمان بن کر ان کے قائم مقام ہوں گے وہ کچھ نہیں پائیں گے۔ لہٰذا ایسی تدبیر اختیار کیجیے جو موجودہ اور بعد میں آنے والوں کے لیے بھی مفید ہو۔ ❶

درحقیقت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم مقصد سے آگاہ کیا اور آپ نے قرآنِ کریم کی آیتوں میں مسئلہ کی تلاش شروع کردی، اور تلاوت کے وقت ہر کلمہ کا انتہائی دقت وباریک بینی سے مطالعہ کرنے لگے، یہاں تک کہ سورۂ حشر کی تقسیم فے والی آیت پر آکر ٹھہر گئے اور پھر یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ یہ آیت موجودہ دور اور بعد کے مسلمانوں کے لیے بھی مالِ فے کو جائز قرار دیتی ہے۔ بالآخر آپ نے فیصلہ کرلیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کریں گے اور جب یہ خبر لوگوں کے درمیان عام ہوئی تو آپ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کی تائید کرنے والے لوگ مفتوحہ زمین کو تقسیم کرنے کے قائل نہ تھے جب کہ بلال بن رباح اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم جیسے دیگر صحابہ اس کی تقسیم کے قائل تھے، جیسا کہ مالِ غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے، اور جیسے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں تقسیم کیا تھا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ تقسیم سے انکاری ہی رہے اور سورۂ حشر میں خمس والی اس آیت کی تلاوت شروع فرمائی:

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (الحشر: ٦)

''اور جو (مال) اللہ نے ان سے اپنے رسول پر لوٹایا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کردیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

اور پھر بنونضیر کے واقعہ کا حوالہ دیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر: ٧)

''جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے

❶ الأموال، أبی عبید، ص: ١٧٥۔ سیاسة المال، ص: ١٠٣

Marfat.com

اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تاکہ وہ تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں ہر بستی والوں کے لیے عام حکم ہے۔ پھر فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۸)

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

اللہ نے مالِ فے کے مستحقین میں صرف انہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شمار کیا اور فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انصار کا ذکر کیا اور پھر انہی پر بس نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسروں کو بھی اس کا حق دار بتایا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

(الحشر: ۱۰)

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

Marfat.com

پس آیت کریمہ کا حکم مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کو شامل ہے، اور تمام مسلمان مالِ فے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی زاویۂ اجتہاد کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کے چرواہے کو بھی اس مالِ فے سے اس کا حصہ ضرور پہنچاؤں گا، درآں حالے کہ اس کا خون اس کے چہرے پر نظر آئے گا۔ ❶

ایک دوسری روایت میں اس طرح الفاظ ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بعد میں آنے والے ان مسلمانوں کا کیا ہوگا جو دیکھیں گے کہ مفتوحہ زمین کسانوں کے درمیان تقسیم کی جا چکی ہے اور وراثت در وراثت اس پر قبضہ چلا آ رہا ہے، میں اس بات کو کبھی نہ پسند کروں گا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر آپ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے، اراضی اور اس کی ہریالی وشادابی تو اللہ نے ان کو غنیمت کے طور پر دی ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صحیح کہہ رہے ہو، لیکن میں اسے تقسیم کرنے پر راضی نہیں ہوں۔ اللہ کی قسم میرے بعد کوئی بھی ملک فتح ہوگا تو اس کی مفتوحہ ملکیت میں بڑی بدنظمی ہوگی، بلکہ ممکن ہے وہ فتح مسلمانوں کے لیے ایک بوجھ بن جائے۔ لہٰذا سنو! اگر عراق کی زمین اور عجمی کسانوں اور شام کی زمین کو تقسیم کر دیا جائے گا تو سرحدوں کے عجمی کسانوں کی حفاظت کا کیا ذریعہ ہوگا؟ شام اور عراق کی اراضی سے اس شہر اور دیگر شہروں کی بیواؤں اور عورتوں بچوں کو کیسے فائدہ ملے گا؟ لیکن مجاہدین نے عمر رضی اللہ عنہ سے کافی بحث کی اور کہا: اللہ نے ہماری تلواروں کے ذریعے سے ہمیں جو مالِ فے دیا ہے آپ اسے ان لوگوں پر وقف کر رہے ہیں جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہوئے، اور نہ اسے دیکھا۔ آپ اسے مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کو دے رہے ہیں حالاں کہ وہ شریک جہاد نہیں ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن کر اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے کہ میری یہی رائے ہے۔ مجاہدین صحابہ نے کہا کہ آپ لوگوں سے مشورہ لے لیجیے، چنانچہ آپ نے اوس وخزرج کے دس مشاہیر واشراف انصار کو بلوایا اور ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا: میں تم جیسا ایک عام آدمی ہوں، اور آج آپ لوگ حق بات کہنے کے لیے آئے ہیں، جس نے میری مخالفت کی مخالفت کی، اور جس نے میری تائید کی تائید کی، میں نہیں چاہتا کہ جو میری رائے اور خواہش ہے تم بھی اسی کے قائل ہو جاؤ۔ پھر فرمایا: آپ لوگوں نے ان لوگوں (مجاہدین) کی بات سن لی ہے ان کا خیال ہے کہ میں ان پر ظلم اور ان کی حق تلفی کر رہا ہوں، حالاں کہ میرے خیال میں کسریٰ کی زمین کے بعد اب کسی زمین کی فتح باقی نہیں رہی، اور اللہ نے ہمیں حکومت کسریٰ کے اموال، اراضی، اور شادابی وہریالی کو غنیمت میں عطا کر دیا، لہٰذا میں نے (غیر منقولہ) اموال کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا، غنیمت کا خمس نکال کر اس کے مصرف میں لگا دیا اور مفتوحہ زمین کے بارے میں میں نے یہ فیصلہ کیا کہ زمین کو اس کی ہریالی وشادابی کے ساتھ مفتوحہ قوموں کے ہی قبضہ میں رہنے دوں اور ان سے زمین کے بدلہ خراج اور افراد کے بدلے جزیہ (لگان) لیتا رہوں۔ وہ اس کی ادائیگی کرتے رہیں گے اور وہ مسلمان مجاہدین، عورتوں، بچوں اور آئندہ نسلوں کے لیے مستقل مالِ فے ہو جائے گا۔

Marfat.com

آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا ان بڑے شہروں کے لیے اسلامی فوج، اور ان کے لیے سامان رسد کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر میں اس زمین اور اس کی شادابی کو فاتح مجاہدین میں تقسیم کردوں تو بھلا بتاؤ کہ ان اخراجات کا انتظام کہاں سے ہوگا؟ تمام شرکائے مجلس نے یک زبان ہو کر اتفاق ظاہر کیا اور کہا کہ آپ کی رائے ہی درست ہے، آپ نے کیا ہی بہترین بات کہی اور کیا ہی بہترین رائے پیش کی، سچ ہے کہ اگر ان سرحدوں پر اسلامی فوج نہ بٹھائی گئی، شہروں میں پولیس ونگراں نہ مقرر کیے گئے اور ان کے لیے روزی ووظیفہ اور سامان رسد کا انتظام نہ کیا گیا تو غیر مسلم افراد اپنے ملکوں میں واپس لوٹ جائیں گے۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں یہ بھی کہا کہ اگر میں مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کردوں تو ان میں سے مالداروں کے درمیان وہ بار بار گھومتا رہے گا، اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کو کچھ نہ ملے گا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فے میں ان کا حق بتایا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ (الحشر: ۱۰)

"یعنی جو ان مہاجرین وانصار کے بعد مسلمان آئیں گے ان کے لیے (مال فے میں) حق ہے۔"

پھر آپ نے فرمایا: آیت کریمہ کا حکم قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر ممتاز ومشاہیر صحابہ کرام زمین کی عدم تقسیم پر متفق ہوگئے۔ ❷

مذکورہ واقعہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے ساتھ جس طرح گفتگو کی ہے اس سے مناظرہ کا ایک بہترین فاروقی اسلوب سامنے آتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ عراق کی قابل زراعت زمین کے لیے جو بحث وگفتگو ہوئی اور آپ نے صحابہ سے جو بات کہی اس میں آپ نے کتنے بہترین انداز میں باوزن دلیل، درپیش مسئلہ کی نزاکت کی منظرکشی، اور فریق مخالف کی صلح ومصالحت کو یکجا کردیا۔ آج کے دور میں اگر کوئی نامور سیاسی لیڈر، اور پارلیمنٹ میں آواز اٹھانے کے آداب واسلوب کا ماہر اپنی تقریر کے ذریعے سے ممبرانِ پارلیمنٹ کو راضی کرکے کوئی منصوبہ یا بجٹ پاس کروانا چاہے تو فاروقی طرز تعبیر سے زیادہ دقیق اور پرحکمت، نیز فاروقی اسلوب سے بہتر کوئی اسلوب نہیں پیش کرسکتا۔ مزید برآں آپ کی امتیازی صفت یہ تھی کہ آپ ایسے مواقع پر بھی اپنی بات میں سچے ہوتے تھے، آپ کے اندر سیاسی چال بازی اور غلط بیانی نہیں تھی، آپ نے اپنی بات اتنی صداقت اور وضاحت سے پیش کی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ❸

کیا خراجی زمین کے بارے میں فاروقی موقف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھا؟

یہ کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خراج کی زمین کو تقسیم نہ کرکے سنت نبوی کی مخالفت کی ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ الخراج، أبویوسف، ص: ٦٧۔ اقتصادیات الحرب، ص: ٢١٧
❷ سیاسة المال فی الإسلام فی عهد عمر، ص: ١٠٥
❸ اخبار عمر، ص: ٢١٠

خیبر کی زمین کو مفتوحین میں تقسیم کیا تھا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ اگر حاکم وقت بذریعہ جنگ ملنے والی مفتوحہ زمین کو تقسیم نہ کرے تو اس کا فیصلہ قابل قبول نہ ہوگا، ایک بڑی غلطی ہے اور خلفائے راشدین کے حق میں سخت گستاخی ہے کیوں کہ خیبر کی زمین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تقسیم کے جواز پر دلالت کرتا ہے، وجوب پر نہیں۔ اگر تقسیم عدم وجوب پر ہمارے سامنے کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو خود خلفائے راشدین، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا عمل عدم وجوب کے لیے دلیل بن سکتا تھا، لیکن اس سے قطع نظر بطور دلیل ہمارے سامنے دور رسالت کا یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ مکہ بذریعہ جنگ فتح کیا گیا...... جیسا کہ بے شمار صحیح احادیث سے ثابت ہے، بلکہ سیرت ومغازی کے مؤرخین کے نزدیک یہ بات تواتر کی حد تک پہنچتی ہے...... چنانچہ جب اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کا عہد توڑ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ کے قریب "مر الظہران" میں پڑاؤ ڈالا، لیکن مکہ والوں میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کے لیے نہیں آیا اور نہ ہی آپ نے اپنے کسی آدمی کو ان کے پاس صلح کے لیے بھیجا، البتہ ابوسفیان مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے باہر نکلا تھا۔ اسے عباس رضی اللہ عنہ نے گرفتار کرلیا اور بطور قیدی لائے اور حاصل کلام یہ کہ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو امان دے دی اور وہ مستامن کے حکم میں ہوگیا اور اس کے بعد وہ اسلام لے آئے اور مسلمان بن گئے۔ پھر یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ کفار مکہ کی اجازت کے بغیر ابوسفیان اسلام لے آنے کے بعد مصالحت کرلیں؟

میری بات کی مزید وضاحت وتائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ:

((مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ .)) ❶

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا اسے امان ہے، جو اسلحہ پھینک دے اسے امان ہے اور جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا اسے امان ہے۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ آپ نے اس شخص کو امان دی جس نے آپ سے قتال نہیں کیا، اگر اہل مکہ نے صلح کی ہوتی اور وہ معاہد ہوتے تو انھیں اس بات کی ضرورت نہ تھی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کو "طلقا" ❷ (آزاد) کہا۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے لوگوں کی طرح قید سے رہائی دے دی۔

جنگ کے ذریعہ مکہ فتح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ نے اس موقع پر مردوں اور عورتوں کے ایک مخصوص گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

---

❶ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۶/ ۱۷۸۰ .

❷ حدیث میں یہ الفاظ وارد ہیں: "اِذْهَبُوْا أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ ." جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (مترجم)

Marfat.com

نیز حدیث کی صحیح و معتبر کتب سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں فرمایا تھا:

((إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَمٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَلَمْ يَحِلَّ فِيهِ الْقِتَالُ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُحِلَّ لِي سَاعَةً فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ .)) ❶

''بلاشبہ یہ شہر حرم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، اس میں قتال کرنا مجھ سے پہلے کسی کے لیے جائز نہیں تھا، صرف میرے لیے ایک گھڑی (کچھ مخصوص وقت) حلال کی گئی، اب وہ بھی اللہ کی حرمت کے ساتھ حرام ہے۔''

جو اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہوا اور آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر مغفر (لوہے کا خود) تھا، آپ احرام کی حالت میں وہاں نہیں گئے تھے، پس اگر اہل مکہ نے آپ سے صلح کی ہوتی تو آپ کے لیے اس کے حلال ہونے کے کوئی معنی نہ ہوتے جیسا کہ اگر آپ ان بستی والوں سے صلح کرتے جو حدود حرم سے باہر ہیں، بلد حرام مکہ کے حلال کیسے ہوسکتا تھا جب کہ اس کے باشندے آپ سے مصالحت کر چکے تھے؟

مزید برآں فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے قتال و جدال کیا اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے کافروں کے ایک گروہ کو قتل کیا۔

خلاصہ یہ کہ فتح مکہ سے متعلق آثار و روایات پر جو شخص بھی غور کرے گا وہ یقیناً جان لے گا کہ مکہ بذریعہ جنگ فتح ہوا تھا۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس کی سرزمین کو تقسیم نہیں کیا اور نہ وہاں کے مردوں کو غلام بنایا، چنانچہ خیبر بذریعہ جنگ فتح ہوا اور آپ ﷺ نے اس کی مفتوحہ اراضی کو فاتحین میں تقسیم کیا اور مکہ بھی بذریعہ جنگ فتح ہوا لیکن آپ نے اس کی زمین کو فاتحین میں تقسیم نہ کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عمل جائز ہیں ❷ اور جب مسئلہ میں اتنی وسعت ہے تو مفتوحہ اراضی کو فاتحین میں تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ سنت نبوی کے مخالفت نہیں کہے جائیں گے۔ دراصل آپکا یہ موقف جن چند دلائل پر مبنی تھا وہ یہ تھے:

۱: سورہ حشر کی فے والی آیت۔

۲: بذریعہ جنگ فتح مکہ کے وقت نبی کریم ﷺ کا عمل کہ آپ نے وہاں کی زمین وہاں کے باشندوں کے حوالے کردی اور اس پر خراج نہیں مقرر کیا۔

۳: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس مسئلہ کے لیے منعقد کی گئی میٹنگ میں کافی بحث و مباحثہ کے بعد پاس کی جانے والی قرارداد۔

بہر حال اس مسئلہ میں فاروقی موقف کی صحت ثابت ہوجانے کے بعد بذریعہ جنگ مسلمانوں کی ملکیت میں

---

❶ السنن الكبرى، النسائي، الحج (۲/ ۳۸)، الفتاوى: ۲۰/ ۳۱۳.

❷ الفتاوى: ۲۰/ ۳۱۲، ۳۱۳.

میں آنے والی ہر زمین کے لیے آپ کا عمل ایک سنت بن گیا جس کی پیروی ہوتی رہی اور فاتح حکام مفتوحہ زمین کو ان کے مالکان کے قبضہ میں دے کر ان سے خراج وصول کرتے رہے۔ یہیں سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اموال غنیمت میں منقولہ و غیر منقولہ یعنی اراضی کی تقسیم میں تفریق کا موقف اختیار کیا، اس میں آپ شرعی نصوص کو قوی ترین دلیل مانتے تھے، آپ نے شرعی نصوص سے دلائل کو جمع کیا اور ان میں آپ کی کامل و درست نظر کو جہاں تک رہنمائی ملی اسی اعتبار سے انہیں آپ نے بطور استدلال استعمال کیا۔

علاوہ ازیں آپ کے اس اقدام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں میں ان کی غیر منقولہ جائدادیں و ملکیتیں انہی کے ہاتھوں میں باقی رہیں اور اسلامی لشکر اراضی و دیگر غیر منقولہ جائداد، اسباب عیش و عشرت اور مال و دولت کے فتنوں و جھگڑوں سے محفوظ رہا۔ ❶

عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر اہم مسئلہ میں قرآن کی طرف پلٹتے تھے، وہیں سے اس کا حل ڈھونڈتے تھے، مختلف آیات کو مختلف اعتبار سے پڑھتے، آیات کے مفہوم و منطوق کو سمجھنے میں تدبر و تفکر سے کام لیتے، مفہوم کو منطوق کے موافق کرتے، بعض آیتوں کی بعض آیتوں سے تخصیص کرتے یہاں تک کہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتے جو متوقع مصلحتوں کے مفاد میں ہو۔ آپ کی فقہی بصیرت شریعت کی روح سے میل کھاتی ہوئی ہوتی تھی۔ صرف ظاہری نصوص پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دراصل شرعی نصوص کے ذریعے سے شرعی مقاصد تک آپ کی بصیرت و رسائی نے آپ کے لیے مذکورہ تمام علمی مراحل کو آسان و قریب کر دیا تھا، کیوں کہ یہ متعدد مراحل سے گزرنے والی اور ایسی پر پیچ کارروائی ہے کہ جس میں صرف اسی کے لیے قدم رکھنا بہتر ہے جسے اجتہاد پر قدرت و تجربہ حاصل ہو، درست و پختہ سمجھ سے نوازا گیا ہو، اور اگر اپنے اجتہادی فیصلہ پر اقدام کرنا مناسب سمجھے تو اقدام کی اس میں جرأت بھی ہو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیش نظر مسئلہ میں اپنے اجتہادی فیصلہ پر سختی سے جمے رہے حتیٰ کہ بعض لوگ یہاں تک سوچ بیٹھے کہ بعض اوقات آپ شرعی نصوص کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ حالاں کہ آپ کی شخصیت ہرگز ایسی نہ تھی، آپ ایک ممتاز مجتہد تھے آپ کو ایسا ربانی ملکہ ملا تھا کہ آپ کا ہر اجتہاد شرعی روح کے مماثل و موافق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ بسا اوقات آپ کی کوئی مخصوص رائے ہوتی تھی اور اسی کے موافق قرآن کی آیات نازل ہو جاتیں۔

اس واقعہ سے مزید ایک نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں اور ایسے ہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی ہے۔ لہٰذا مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ جب کسی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرے تو اس سے متعلق تمام نصوص پر غور کرے، نہ کہ چند ایک پر اکتفا کرے، ورنہ ایسی صورت میں اس کا اجتہاد غیر معتبر اور نتیجہ ناقابل عمل ہوگا۔ ❷

---

❶ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ص:۱۳۱ .

❷ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی ص:۱۳۱ ، ۱۳۲ .

Marfat.com

فاروقی عہد خلافت میں ''خراج'' کی تنفیذ کیسے ہوئی؟

جب ممتاز ومشاہیر اور اہل حل وعقد صحابہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ مفتوحہ اراضی کو ان کے مالکان کے قبضہ میں باقی رکھا جائے اور منقولہ اموال غنیمت فاتح مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں تو آپ نے (فن مساحت) کی دو ماہر وعظیم شخصیتوں یعنی عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو سواد عراق کی مساحت کی پیمائش وبندوبست کے لیے وہاں بھیجا، اور جب آپ نے ان کو اس مہم پر روانہ کیا تو انہیں اپنی گراں قدر نصیحتوں اور گہری بصیرت پر مبنی توجیہات ورہنمائیوں سے نوازا۔ انہیں حکم دیا کہ پیمائش وبندبست کے ساتھ ساتھ وہاں کے لوگوں کی مالی حیثیت، زمین کی شادابی وخشکی، درخت ودیگر نباتات کی نوعیت اور رعایا کے ساتھ نرم برتاؤ کو خاص طور سے دھیان میں رکھیں، اور جس مقدار کی ادائیگی مالکان زمین کے لیے ناممکن ہو وہ خراج ان پر مقرر نہ کریں، بلکہ خراج کی وصولی کے بعد ان کے پاس اتنا چھوڑیں جس سے وہ اپنی ضروریات اور مشکل حالات کو درست کر سکیں۔

چوں کہ عمر رضی اللہ عنہ عدل کی بنیادوں پر اپنی قرار داد نافذ کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ نے مناسب سمجھا کہ باشندگان عراق کی اسلامی فتح سے پہلے کی حالت معلوم کریں۔ چنانچہ آپ نے عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر سواد عراق کے ممتاز مالکان کا ایک وفد آپ کے پاس روانہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل میں سواد عراق کے مالکان کا وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آپ نے وفد سے پوچھا کہ آپ لوگ عجمی حکام کو اپنی زمین کا کتنا لگان دیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ستائیس (۲۷) درہم۔ آپ نے فرمایا: لیکن میں تم سے اتنا لینا پسند نہیں کرتا۔ ❶ آپ کا یہ موقف اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی فتح مفتوحہ قوموں کے لیے عدل وانصاف کا پیغام لے کر آئی۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ زمین کی پیمائش وملکیت کے اعتبار سے اس کے مالکان پر خراج مقرر کرنا ان کے حق میں زیادہ مفید اور ادائیگی میں زیادہ بہتر وآسان ہے۔ نیز اس میں ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ہے۔ چنانچہ عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھائیں، اور سواد عراق کا رقبہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ (۳,۶۰,۰۰۰,۰۰) مربع جریب ٹھہرا۔ ❷ ان دونوں نے پیداوار کے حساب سے انگور کی کھیتی پر فی جریب دس درہم، کھجور پر فی جریب آٹھ درہم، گنا پر فی جریب چھ درہم، گیہوں پر فی جریب چار درہم اور جو پر فی جریب دو درہم سالانہ خراج (لگان) مقرر کیا ❸ اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس تفصیل سے باخبر

❶ الخراج، أبویوسف، ص: ۴۰، ۴۱۔ ❷ الخراج، أبویوسف، ص: ۳۸۔ جریب ایک پیمانہ ہے جو چار قفیز کے برابر ہوتا ہے اور ایک قفیز ایک سو چوالیس ہاتھ کی لمبائی کے برابر...... اور وزن میں بارہ صاع کے برابر ہوتا ہے۔

❸ الخراج، أبویوسف، ص: ۳۹۔ سیاسة المال فی الاسلام، ص: ۱۰۸۔

Marfat.com

کیا۔ آپ نے اسے ہی نافذ کر دیا۔ آپ وہاں کے زمینداروں اور دیگر باشندوں پر خاص توجہ رکھتے تھے اور انہیں عدل پہنچانے کی کوشش کرتے تھے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عثمان اور حذیفہ رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو ان کی طاقت سے زیادہ خراج (لگان) کی ادائیگی پر مجبور کیا ہو۔ آپ نے اس شبہ کی وضاحت چاہتے ہوئے ان دونوں سے پوچھا: تم نے زمین پر خراج (لگان) کیسے مقرر کیا ہے؟ شاید تم نے مالکان زمین کو ان کی طاقت سے زیادہ کی ادائیگی پر مجبور کیا ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس سے زیادہ ان کے لیے چھوڑ دیا ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دوگنا چھوڑ دیا ہے، اگر آپ کہیں تو ان سے وہ بھی وصول کرلوں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اگر میں عراق کی بیواؤں کے لیے زندہ رہا تو انہیں اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی۔ ❶

جو معاملہ سوادِ عراق کے ساتھ کیا گیا بالکل یہی طریقہ مصر کی مفتوحہ زمین کے ساتھ بھی اپنایا گیا، البتہ وہاں اس کی ذمہ داری عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبھائی اور جس یونٹ (متعینہ حد) کو معیار بنا کر اس پر خراج لاگو کیا گیا وہ ایک ایکڑ اراضی یعنی تقریباً چار ہزار مربع میٹرز زمین تھی۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی زمین کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا، البتہ جس زمین پر خراج مقرر کیا گیا اس کا کل رقبہ کتنا تھا؟ وہاں کے کھیتوں اور پھلوں کی کیا نوعیت تھی؟ اور اس زمین کی پیمائش و بندوبست کس نے کی؟ اس سلسلہ میں مؤرخین نے کوئی واضح اور صریح معلومات نقل نہیں کی ہیں۔ ❸

اس سلسلہ میں خلیفۃ المسلمین عمر رضی اللہ عنہ اتنے دور اندیش و باریک بیں تھے کہ مفتوحہ علاقوں پر اپنے گورنروں کو حاکم مقرر کرنے سے پہلے وہاں کے اموال و جائداد کا مکمل خاکہ معلوم کر لیتے اور جب وہ اپنے منصب سے معزول اور مستعفی ہوتے تو دورانِ حکومت حکام جو مال بھی بچا کر اپنے پاس رکھے ہوتے آپ اسے واپس کرنے کا حکم دیتے بشرطیکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ان کو ملنے والے وظیفہ کے حساب سے زیادہ ان کے پاس مال جمع ہے۔ ❹ آئندہ صفحات میں جب میں فاروقی گورنروں کا بیان آئے گا تو وہاں ان شاء اللہ اس پر تفصیلی بحث ہو گی۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عراق، شام اور مصر سے اسلامی بیت المال کے لیے عمر رضی اللہ عنہ نے جن مستقل مخصوص جائداد اور ذرائع آمدنی کو منتخب کیا وہ کافی ہو گئیں، اور پھر ملکی خزانے میں فراوانی پیدا کرنے میں ان سرکاری ذرائع آمدنی کا کافی دخل رہا، خاص طور سے مصر میں، کیوں کہ وہاں پچھلے زمانہ میں شاہانِ عجم کی ملکیت سے چھوڑی ہوئی اور مسلمانوں کی ملکیت میں آنے والی قابلِ زراعت زمینوں کا رقبہ کافی وسیع تھا۔ ❺

❶ الخراج، أبو یوسف، ص: ٤٠۔ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ١٠٨ .
❷ الدولة العباسیة، خضری، ص: ١٤٤۔ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ١٠٩ .
❸ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ١١١ .
❹ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ١١٤ .
❺ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ١١٨ .

Marfat.com

خراج (لگان) والی زمین کی عدم تقسیم کے پیچھے کون سے بلند مقاصد اور امن وامان سے وابستہ مفادات پوشیدہ تھے؟

خراج والی زمین کی عدم تقسیم پر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کے مویدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے منظور کی جانے والی قرار داد کے ضمن میں امن وامان سے وابستہ کئی مفادات پوشیدہ تھے، ان مفادات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱: **داخلی مفادات:** داخلی مفادات میں سب سے پہلا اور اہم مقصد مسلمانوں کے اختلاف اور ان کے باہمی جنگ وجدال کے تمام راستوں کو بند کرنا، قومی وملکی زندگی کے لیے مستحکم ذریعۂ آمدنی پیدا کرنا، اور مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لیے مادی ضروریاتِ زندگی پورا کرنا تھا۔

۲: **خارجی مفادات:** خارجی مفادات میں سب سے اہم اسلامی حکومت کی سرحدوں کی حفاظت، اس کے لیے مطلوبہ افراد واخراجات کی تکمیل، اور اسلامی فوجوں کی ہمہ وقت تیاری تھی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ عام فوجوں، سرحدی محافظوں کی تنخواہوں، اور ان کے اہل وعیال کے لیے عطیات کا انتظام ہو۔ غیر ضروری اخراجات سے ہٹ کر سامان جنگ اور اسلحہ خریداری پر رقوم خرچ ہوں، تاکہ یہ اسلامی فوجیں خراج جیسی ملکی آمدنی پر اعتماد کرتے ہوئے ملکی سرحدوں اور اس کی اراضی کی بحسن وخوبی حفاظت کرسکیں۔

مذکورہ دونوں مفادات میں یہ بات قابل غور ہے کہ خلیفہ وقت نے معاشرہ کو سیاسی امن واستحکام دینے کے لیے صرف اپنے ہی دور کے لیے نہیں بلکہ اپنے بعد کے ادوار کے لیے بھی یہ کہہ کر کہ ''ان لوگوں کا کیا ہوگا جو بعد میں مسلمان ہو کر آئیں گے'' اور یہ کہ ''میں ناپسند کرتا ہوں کہ بے سہارا مسلمان چھوڑ دیے جائیں'' مضبوط بنیادوں پر ایسی قرار داد پاس کرائی کہ جو مستقبل میں امن وسلامتی کے لیے آپ کی دور رس نگاہوں کی غماز ہے اور ہوا بھی ایسا ہی، خلیفہ ثانی کے دور میں سیاسی واقعات وحادثات کی کثرت وتنوع نے آپ کی منظور کردہ قرار داد کی صداقت کو ثابت کردیا۔

✵ مفتوحہ زمین کی عدم تقسیم سے متعلق متعدد مراحل سے گزر کر پاس ہونے والی قرار داد سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے گراں قدر مفادات سے وابستہ بعض اہم قرار دادیں کبھی کبھار طویل وقت اور کافی جہد ومشقت کی متقاضی ہوتی ہیں، نیز ایک دوسرے کے اظہار خیال اور آراء ودلائل پیش کرنے کے لیے قدرے صبر وتحمل چاہتی ہیں، بشرطیکہ یہ وقفہ اتنا طویل نہ ہو کہ لوگوں کو اختلاف کرنے اور اس کی کھائی کو مزید گہرا کرنے کا موقع ملے، یا حال ومستقبل میں امت کے امن واستحکام سے وابستہ مفادات میں سے کسی مفاد ومصلحت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔ دوسری بات یہ کہ بعض اہم قرار دادیں جو کافی بحث ومباحثہ، طویل گفتگو اور ابتدائی ناکامی کے بعد بڑی مشکل سے پاس ہوتی ہیں،

Marfat.com

مسلمان حاکم سے ان کا یہ واجبی تقاضا ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں سے قطع نظر وہ بذاتِ خود اختلاف کی کھائی کو پاٹنے، اور متضاد نظریات کو قریب تر کرنے کی پوری کوشش کرے، تاکہ مسلمانوں کو درپیش اختلافی قرارداد میں شرعی حکم تک لے جا سکے۔ ❶

❁ زیر بحث مسئلہ میں خلیفہ اور آپ کی رائے سے اتفاق نہ کرنے والے صحابہ کے درمیان باہمی اظہار خیال، اور پھر دوران اجتہاد ہر ایک کا شرعی نصوص کو اپنی بات کی تائید میں پیش کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ عام سیاسی قراردادوں کے لیے اظہار خیال اور خاص طور سے مسلمانوں کی مصلحتوں ومفادات سے وابستہ خیالات میں قطعی فیصلہ ان خیالات کے حق میں ہوگا جن پر شرعی نصوص سے دلیل قائم ہو، یا ان سے مستنبط ہونے والے مسائل پر مشتمل دیگر ایسی کتب مصادر سے ان کی دلیل ہو جو اپنے مشتملات وعناصر میں شرعی دلائل ہی پر مبنی ہوں۔

❁ احکام شرعیہ اور تشریعی مصادر کی سمجھ کے لیے خلیفۃ المسلمین کا اسلام میں سبقت لے جانے والے ممتاز علماء صحابہ کی طرف رجوع کرنا، اور پھر صحابہ کا پورے خلوص وللّٰہیت سے خلیفہ کی خیر خواہی کے ساتھ اسے جواب دینا اس بات کی طرف خاص اشارہ ہے کہ ممبرانِ مجلس شوریٰ کی مخصوص صفات ہیں جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس ممبران کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فقہ وفہم، ورع وتقویٰ، اور ذکاوت ودانائی سے آراستہ ہوں، اپنے مقام وکردار کے بارے میں صحیح شعور رکھتے ہوں، اس سے بھی واضح وبامعنی تعبیر میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف ہاں میں ہاں ملانے والے نہ ہوں، بلکہ ان کی خصلت یہ ہو کہ حق بات اور صحیح کام کے لیے ڈٹ جانے والے ہوں، اس کے بارے میں حاکم یا غیر حاکم کسی کی ملامت کی پروا نہ کریں اور نہ خوف کھائیں۔

❁ اس مقام پر یہ اہم فائدہ بھی نہ رہ جائے کہ مفتوحہ زمین کی عدم تقسیم کے متعلق قرارداد پاس کراتے ہوئے جو کچھ واقع ہوا اس نے اپنے بعد والوں کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ چھوڑا ہے، جسے آدابِ گفتگو کی رعایت کرتے ہوئے حجت کرنے، اخلاقیات کی رعایت کرتے ہوئے معاملات میں بحث ومباحثہ کرنے، اور اس کے مختلف گوشوں پر غور وخوض کرنے میں تمام صحابہ کرام نے براہِ راست یا بالواسطہ اسی وقت سے ملحوظ رکھا جب سے قرارداد پاس کرنے کی فکر پیدا ہوئی، اور ان آداب کی رعایت کرنے میں عمر رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے، باوجودیکہ بیشتر صحابہ آپ کی رائے کے مخالف تھے۔ ❷ بلکہ آپ نے واضح کر دیا کہ حاکم بھی مجلس شوریٰ کا محض ایک عام فرد ہے اور جس بات کی حقانیت ودرستی پر آپ کو اعتماد تھا، اسے قرآنِ مجید کے حوالے

❶ الأبعاد السياسية لمفهوم إلا من فى الإسلام، مصطفى منجود، ص: ۳۱۷، ۳۱۸.
❷ الابعاد السياسية لمفهوم إلا من فى الإسلام، مصطفى منجود، ص: ۳۱۷، ۳۱۸.

سے امت کی مجلس شوریٰ میں اعلان کر دیا، آپ نے فرمایا: ''میں تمہی جیسا تم میں کا ایک فرد ہوں، آج تم حق بات ہی کا فیصلہ کرو گے، جس نے میری مخالفت کی سو کی، اور جس نے موافقت کی سو کی (مجھے کوئی اعتراض نہیں) تمہارے ساتھ اللہ کی کتاب ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔'' ❶

قرار داد کے اہم دعوتی آثار ونتائج:

قرار داد کا سب سے اہم نتیجہ یہ سامنے آیا کہ جاگیردارانہ نظام ہمیشہ کے لیے مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ چنانچہ ہر ظالمانہ جاگیردارانہ نظام، جو صرف اپنے فائدے کے لیے ساری زمینوں پر قابض تھا اور مفت کاشتکاری کے لیے سارے کسانوں کو غلام بنائے ہوئے تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معطل کر دیا۔ آپ نے قابل زراعت زمین کو اس کے مالکوں کی ملکیت میں باقی رکھا، اور وہ لوگ عدل وانصاف پر مبنی خراج کے بدلے اس کی کاشتکاری کرتے رہے اور بقدر استطاعت ہر سال خراج ادا کرتے رہے، عمر رضی اللہ عنہ کی قرار داد، جس میں وہاں کے اصلی باشندوں کو قابل زراعت زمین کی ملکیت دی گئی تھی، اور بقدر استطاعت خراج کی ادائیگی کے عوض وہ اس کی کاشتکاری کے حق دار تھے، اس قرار داد پر کسان لوگ رشک کرنے لگے، اور انہیں زندگی میں پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ ہم بھی قابل زراعت زمین کے مالک ہیں نہ کہ ظالم حکمراں طبقہ کے جاگیردارانہ نظام کے غلام۔ کیوں کہ ان ظالم حکمرانوں کے دور میں وہ صرف ایک مزدور وغلام کی حیثیت سے زندہ تھے، بلا کسی معاوضہ کے کاشتکاری کرتے تھے، اور ان کی ساری محنت وکاوش کا نتیجہ (آمدنی کی شکل میں) جاگیرداروں کی جیب میں جاتا تھا، اور وہ لوگ کاشتکاروں کے لیے روٹیوں کے صرف چند ٹکڑے ہی چھوڑتے تھے۔ ❷

روم وفارس کی فوجوں کو کھدیڑنے کے بعد ان کی در اندازی کے راستے کو بند کرنا:

جنگ کے ذریعے سے مفتوحہ علاقوں کے کسانوں کو زمین کی ملکیت دینے کی فاروقی سیاست نے انہیں اسلامی سلطنت سے کامل رضامندی کا احساس دلایا، اور اسی وجہ سے وہ فارس وروم کے اپنے سابق فرماں رواؤں سے نفرت کرنے لگے، اور انہیں کسی قسم کا تعاون نہ دیتے، بلکہ ان کے خلاف مسلمانوں کو اپنا تعاون پیش کرتے، یہاں تک کہ فارسی فرماں روا رستم نے ''حیرہ'' والوں کو بلایا اور کہا: ''اے اللہ کے دشمنو! ہم پر عربوں کا قبضہ دیکھ کر تم خوش ہوئے، تم نے ہمارے خلاف ان کے لیے جاسوسی کی اور مال کے ذریعے سے ان کی مدد کی۔'' ❸

مفتوحہ ممالک کے باشندوں کا تیزی سے اسلام قبول کرنا:

کسانوں کو زمین کی ملکیت سونپ دینے سے ایک بہت اچھا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ وہ سب بہت تیزی سے

---

❶ الدور السياسی، الصفوة، ص: ۱۸۵.

❷ الدعوة الإسلامية فی عهد عمر بن الخطاب، حسنی غيطاس، ص: ۱۳۰.

❸ الدعوة الإسلامية فی عهد عمر بن الخطاب، حسنی غيطاس، ص: ۱۳۱.

Marfat.com

اسلام قبول کرنے لگے اور اتنے شان دار انداز سے اسلام کی نشر واشاعت ہوئی کہ ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مفتوحہ قوموں نے اسلامی عدل کو بخوبی محسوس کیا، ان کے سامنے حق واضح ہوگیا اور اپنے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کو دیکھ کر اپنے انسانی مقام کو پہچان لیا۔ ❶

سرحدوں کی حفاظت کے لیے ملکی خزانے کو منظم کرنا:

اسلامی سلطنت کا دائرہ چاروں طرف وسیع ہوگیا، اور پہلے زمانے کی ملکی سرحدوں سے متجاوز ہوکر دور دور تک اسلامی سرحدوں کے ناموں کا اطلاق ہونے لگا، ان سرحدوں میں سب سے اہم فرات کی سرحد مانی جاتی تھی، اس کی طولانی ایسی اہم سیاسی وجغرافیائی خطوط (لائن) سے گزرتی تھی جو اسلامی سلطنت اور رومن امپائر حکومت کی سرحدوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہر اسلامی شہر سے اس کی ضرورت کی مقدار میں فوجی گھوڑوں کو تیار کیا، اس طرح ہر شہر میں ہمہ وقت تیار رہنے والے فوجی شہسواروں کی عددی قوت تیس (۳۰) ہزار سے زیادہ ہوگئی۔ یاد رہے کہ یہ تعداد پیادہ پا فوج اور دیگر عسکری طاقتوں مثلاً پیادہ اور شتر بانوں کے علاوہ ہے۔ آپ نے ان شہسواروں کو منظم فوج کی شکل میں صرف سرحدوں کی حفاظت کے لیے خاص ریزرو (Reserve) کیا تھا، آپ نے ملکی خزانے سے ان کی تنخواہیں مقرر کیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت کے علاوہ دیگر تمام مشغولیات سے انہیں روک دیا۔ اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے خراج کو عسکری طاقتوں کی مضبوطی اور اس کی فوجوں کی تنخواہوں کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ بنا دیا۔ ❷

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خراج کو ملکی خزانہ کی اہم مالی آمدنی قرار دیا اور اس کے لیے اصول وضوابط وضع کیے۔ اس ضابطہ بندی کا مقصد یہ تھا کہ امت کے مفاد عامہ اور اس کی ملکی سرحدوں اور شاہراہوں کی حفاظت واستحکام میں بیت المال کا اہم کردار ہو اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ جنگ کے ذریعے سے مفتوحہ زمین کو ان کے مالکان کے قبضے میں نہ رکھا جاتا، تاکہ زمین کی پیداوار کی ایک مخصوص مقدار بیت المال میں آتی رہے۔ زمین کو ان کی ملکیت میں سونپنے سے ایک فائدہ یہ متوقع تھا کہ ان کے اندر محنت اور زمین سے سرمایہ کاری کا جذبہ پروان چڑھے گا، اور مسلمانوں کی آمد سے پہلے اپنے حکام کو ٹیکس ادا کرنے میں وہ جس قدر اپنی جان کھپاتے تھے اس کا اسلامی عدل ورواداری سے موازنہ کریں گے۔ ❸

۴۔ عشور (کسٹم آمدنی):

عشور سے مراد وہ آمدنی ہے جسے اسلامی سلطنت سے گزرنے والی تجارت پر عائد کیا جاتا ہے، خواہ اس

---

❶ الدعوة الإسلامية فی عهد أمير المومنين عمر بن الخطاب، ص: ۱۳۲.

❷ الدعوة الإسلامية فی عهد أمير المومنين عمر بن الخطاب، ص: ۱۳۵.

❸ اهل الذمة فی الحضارة الإسلامية، ص: ٦٣

Marfat.com

کا تعلق ملکی درآمدات سے ہو، یا برآمدات سے۔ یہ نظام موجودہ دور کے کسٹم محصول سے قریب تر ہے۔ اس محصول کو وصول کرنے والے ذمہ دار کو ''عاشر'' (کسٹم آفیسر) کہا جاتا ہے۔ ❶

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ صدیقی میں اس ٹیکس کا کوئی وجود نہ تھا، اس لیے کہ وہ عرصہ اسلام کی دعوت، اس کی نشر و اشاعت کے لیے جہاد اور اسلامی سلطنت کی تعمیر و قیام کا عرصہ تھا، لیکن جب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوگیا، مشرق و مغرب میں اس کی سرحدیں پھیل گئیں، پڑوسی ممالک کے ساتھ تجارتی لین دین کو فروغ ملا اور مفاد عامہ کی ضرورتیں بھی بین الاقوامی تعلقات کی متقاضی ہوئیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ جس طرح حربی کفار (غیر مسلمین جن کے ساتھ کوئی صلح و معاہدہ نہیں) اپنے ملک میں آنے والے مسلم تاجروں سے کسٹم وصول کرتے ہیں، بالکل اسی طرح برابر کا معاملہ کرتے ہوئے جو غیر مسلم تاجر اسلامی ملک میں آئیں ان سے کسٹم وصول کیا جائے۔

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ❷ اسلام میں کسٹم محصول کا نظام سب سے پہلے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نافذ کیا اور اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ باشندگان ''منبج'' اور جو لوگ ''بحر عدن'' کے اس پار رہتے تھے سب نے عمر رضی اللہ عنہ سے پیش کش کی کہ وہ لوگ عربوں کی سرزمین میں کسٹم کی ادائیگی کرتے ہوئے تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلہ میں دیگر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا، اور پھر سب نے اجازت دینے پر اتفاق کرلیا۔ چنانچہ اسی اعتبار سے آپ کو حربی کفار تاجران سے سب سے پہلے کسٹم وصول کرنے والا کہا گیا۔ البتہ آپ نے یہ تحقیق کرنا مناسب سمجھا کہ جب مسلم تاجران دیگر غیر اسلامی ممالک کی سرحدوں سے گزرتے ہیں تو وہ ممالک کتنا کسٹم وصول کرتے ہیں، آپ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ جب تم حبشہ والوں کی سرزمین سے گزرتے ہو تو تم سے کیا وصول کیا جاتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ساتھ جو سامانِ تجارت ہوتا ہے اس کا دسواں حصہ وہ لیتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: تم ان سے اسی طرح وصول کرو جس طرح وہ تم سے وصول کرتے ہیں۔ ❸

نیز آپ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب تم غیر مسلموں (حربیوں) کے ملک سے گزرتے ہو تو وہ تم سے کتنا ٹیکس وصول کرتے ہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ۱/۱۰ یعنی دسواں حصہ۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح تم بھی ان سے وصول کرو۔ ❹

روایت کیا گیا ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ ہمارے کچھ مسلمان تاجر دار الحرب میں تجارت کرنے جاتے ہیں اور وہ ان سے عشر (۱/۱۰) کسٹم وصول کرتے ہیں۔ آپ

❶ الخراج، أبویوسف، ص: ۲۷۱۔ اقتصادیات الحرب، ص: ۲۲۳.
❷ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱۲۸.
❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، قلعجی، ص: ٦٥١.
❹ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، قلعجی، ص: ٦٥١.

نے جواب لکھا: تم بھی ان سے اسی طرح وصول کرو جس طرح وہ تم سے وصول کرتے ہیں اور ذمیوں سے نصف عشر (۱/۲۰) وصول کرو، اور مسلمانوں کے پاس دوسو درہم ہو جانے کے بعد ان کے ہر چالیس درہم پر ایک درہم لو۔ دوسو درہم سے کم رہنے پر ان سے کچھ نہ لو۔ جب دوسو درہم ہو جائے تو اس میں پانچ درہم وصول کرو اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو اسی حساب سے لیا کرو۔ ❶

اس جدید اسلامی قانون نے بین الاقوامی سطح پر تجارتی منڈی کو منظم کیا اور پھر اسلامی تجارت نے تجارت کی دنیا میں خوب خوب فائدہ اٹھایا، اس لیے کہ عالمی تجارت کے لیے اسلامی سلطنت کے دروازے کھل گئے اور دنیا کے گوشے گوشے سے اسلامی سلطنت تک سامانِ تجارت آنے لگا، پھر فطری طور پر مسلم وغیر مسلم تاجروں کو دنیا کے ہر خطے سے اموال کے درآمد و برآمد کرنے میں کافی حوصلہ ملا، بشمول جزیرہ عرب، اسلامی سلطنت کے اندرون ملک تجارتی مراکز کافی متحرک ہوگئے اور جزیرہ عرب کی ریاستوں سے دیگر اسلامی ریاستوں کو آنے جانے والے تجارتی قافلے رواں دواں ہوگئے۔ اسی طرح اسلامی سلطنت کی بندرگاہیں ہندوستان، چین اور مشرقی افریقہ سے آنے والی قیمتی ونفیس باربردار کشتیوں کا استقبال کرنے لگیں، خلافت راشدہ اور بنوامیہ کے دور میں ترقی کا یہ سماں بالکل صاف طور پر نظر آیا۔ ❷

عہد فاروقی میں کچھ کسٹم آفیسران مقرر تھے جو اسلامی سلطنت کے حدود سے گزرنے والے اموال تجارت سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور اس میں نصاب وسال گزرنے کا اعتبار کرتے تھے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے عراق کا محصل (زکوٰۃ وصول کرنے والا آفیسر) بنا کر بھیجا اور کہا: جب ایک مسلمان کا مال دوسو درہم تک پہنچ جائے تو اس سے پانچ درہم وصول کرو اور جب دوسو سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم لو۔ ❸

شیبانی نے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زیاد بن جریر کو اور دوسرے قول کے مطابق زیاد بن حدیر کو ''عین التمر'' کا محصل بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کے مال سے ربع عشر یعنی (۱/۴۰) وصول کریں، اور اہل ذمہ سے ...... اگر وہ اپنے مالوں کو تجارت میں استعمال کرتے ہوں ...... نصف عشر یعنی (۱/۲۰) اور حربی کفار سے عشر یعنی (۱/۱۰) اور آپ نے کسٹم وصول کرنے والے کی تنخواہ کسٹم آمدنی سے مقرر کی۔ ❹

خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ سرکاری کسٹم کے بارے میں جو شخص غور کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپ نے حربی کفار پر عشر (۱/۱۰) اس لیے مقرر کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا بھی اسی طرح معاملہ تھا،

---

❶ الخراج، أبو یوسف، ص: ۱٤٥، ۱٤٦۔ سیاسة المال، ص: ۱۲۸.

❷ التجارة وطرقها فی الجزیرة العربیة، د/ محمد العمادی، ص: ۳۳۲.

❸ الحیاة الاقتصادیة فی العصور الإسلامیة الاولیٰ، ص: ۱۰۱.

❹ شرح السیر الکبیر: ٥/ ۲۱۳۳، ۲۱۳٤۔ الحیاة الاقتصادیة، ص: ۱۰۱.

گویا یہ برابر کے معاملہ کا آغاز تھا اور ذمیوں پر نصف عشر یعنی (۲۰/۱) اس لیے مقرر کیا تا کہ ان میں اور مسلمانوں میں فرق ہو سکے، نیز بنو تغلب کے نصاریٰ کی بزبانِ خود مطلوبہ جزیہ کی تنفیذ تھی، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مسلمانوں سے لی جانے والی زکوٰۃ کا دوگنا دینے کے لیے ہم خوشی خوشی تیار ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اور مذکورہ فاروقی ہدایت میں مسلمانوں پر جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ زکوٰۃ کے قائم مقام ہے، اور سامانِ تجارت میں زکوٰۃ کا نصاب معلوم ومعروف ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے سب سے پہلے زکوٰۃ (ودیگر سرکاری محصولات) کی وصول یابی کے لیے سب سے کمتر حد متعین کی، اور جب تک راس المال اپنی اصلی حالت پر باقی ہو، اور اس کے ذریعے سے گردش کرنے والے سامانوں کی قیمت راس المال سے زیادہ نہ ہو، تو اگرچہ راس المال کے ذریعے سے سامانِ تجارت کی گردش ہوتی رہے سال گزرنے کے بعد ہی اس سے زکوٰۃ لی جائے گی، مسلمانوں اور ذمیوں سے اسے کئی مرتبہ نہیں وصول کیا جائے گا۔

برابری کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آپ نے یہ پالیسی اختیار کی کہ جب حربی کفار، مسلمانوں سے وصول کرنے والا کسٹم معاف کر دیں گے تو اسی اعتبار سے مسلمان بھی اسلامی حکومت میں آنے والے کافر تاجران سے کسٹم معاف کر دیں گے۔ اسی طرح اگر وہ مکمل طور سے اپنے یہاں سے اس نظام کو ختم کر دیں گے تو مسلمان بھی اپنے یہاں سے مکمل طور پر اسے ختم کر دیں گے، موجودہ دور کی حکومتیں بھی اسی پالیسی پر عمل کرتی ہیں اور اسی کو عصر حاضر میں ''کسٹم کی پابندیاں ختم'' کرنے کا نام دیا جاتا ہے۔ ❶

بسا اوقات جب مسلمانوں کو دوسرے ممالک سے آنے والے اور وہاں کے تیار کردہ بعض سامانوں کی سخت قلت ہوتی ہے تو اس سامان کو کثرت سے برآمد کرنے کے لیے تاجروں سے وصول کیے جانے والے کسٹم کو کم یا اسے کسٹم سے بالکل آزاد کر دیا جاتا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے عملاً کیا، آپ نے اپنے امراء کو حکم دیا تھا کہ جب حربی کفار تیل اور غلہ جات لے کر حجاز میں داخل ہوں تو ان سے نصف عشر یعنی (۲۰/۱) کسٹم وصول کریں، اور ایسا بھی ہوا کہ آپ نے کبھی کبھی ان سے کسٹم کو بالکل معاف ہی کر دیا۔ چنانچہ بروایت زهری عن سالم عن ابيه عن عمر، وارد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ''نبطیون'' سے روئی میں عشر (۱۰/۱)، اور گیہوں وکشمش میں نصف عشر (۲۰/۱) وصول کرتے تا کہ مدینہ تک زیادہ سے زیادہ مال پہنچ سکے۔ ❷

خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مالیاتی نظام میں اصول سازی کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ

---

❶ سياسة المال فى الإسلام، ص: ۱۳۲.

❷ سياسة المال فى الإسلام، ص: ۱۳۳.

Marfat.com

مسلمانوں اور ان کے پڑوسیوں میں تجارتی لین دین میں کافی سہولت ہوگئی، اور لوگوں کی متعدد ونوع بہ نوع ضروریات کی بہ آسانی تکمیل ہونے لگی۔

آپ نے بیت المال تک آنے والی ملک کی داخلی آمدنی کی تنظیم وتنسیق پر صرف توجہ نہ دی، بلکہ ان اسباب وذرائع کو بھی منظم کیا جو بیت المال کی آمدنی میں اضافہ اور ملک میں خوش حالی و پرمسرت زندگی کا سبب بن سکیں، اسی وجہ سے آپ نے بین الاقوامی تجارت پر توجہ دی اور غیر ملکی تاجروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا، گورنروں اور امراء کو غیر ملکی تاجروں کے ساتھ مخصوص رواداری کرنے کا حکم بھیجا، اور آپ ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ کسٹم وغیرہ کی وصولی میں ان تاجروں کو سارے ملکی حقوق فراہم ہوں، ان کے ساتھ کسی طرح کا تعصب نہ برتا جائے۔ ❶

۵: فے اور مالِ غنیمت:

ہر وہ مال جو مسلمانوں کو مشرکین وکفار سے بغیر جنگ وجدال کے حاصل ہوا سے فے کہا جاتا ہے، مالِ فے کا خمس، خُمس کے مستحقین میں تقسیم کیا جائے گا۔ ❷ ان مستحقین کا بیان قرآن میں اس طرح آیا ہے:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ﴾ (الحشر: ۷)

''جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

اور مالِ غنیمت حربی کفار سے چھینے ہوئے اس مال کو کہتے ہیں جس پر مسلمان بذریعہ جنگ قابض ہوئے ہوں۔ ❸ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾﴾

(الانفال: ٤١)

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس

---

❶ سیاسة المال فی الاسلام، ص: ۱۱۳.

❷ تاریخ الدعوة الاسلامیة، د/ جمیل عبدالله المصری، ص: ۳۲۲.

❸ الخراج، أبویوسف، ص:۱۹۔ بحوالة عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۸۳.

Marfat.com

چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

چنانچہ خلافت فاروقی میں مفتوحہ علاقوں کی توسیع اور ان کی اقتصادی و معاشی خوش حالی کی وجہ سے اموالِ غنیمت کی بہتات ہوگئی، روم و فارس کے فوجی جرنیل پورے کروفر کے ساتھ میدان جنگ میں اترتے اور ان سے چھینا ہوا مال مسلمانوں کا دامن بھر دیتا، کبھی کبھی ان اموال کی قیمت پندرہ ہزار (۱۵،۰۰۰) اور تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) درہم تک پہنچ جاتی۔ ❶ آپ کے عہد میں مدائن، جلولاء، ہمدان، ری اور اصطخر جیسے بڑے بڑے شہر فتح کیے گئے اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال لگا، جیسے کسریٰ قالین (زری) جو (۳۶۰۰) مربع گز کا تھا وہ سونے اور قیمتی نگینوں سے منقش کیا ہوا تھا، پھلوں کی تصویریں ہیرے و جواہر اور بیل بوٹے ریشم سے بنائے گئے تھے، بہتی نہر کی تصویر کشی سونے سے کی گئی تھی، وہ قالین بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) درہم میں فروخت کیا گیا، جلولاء اور نہاوند سے سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کی شکل میں بہت سے اموال غنیمت پر مسلمان قابض ہوئے، صرف جلولاء کے مالِ غنیمت کا خمس چھ ملین درہم تھا۔ ❷

اموالِ غنیمت میں سب سے عظیم چیز جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی وہ قابل زراعت زمینیں تھیں، جنہیں عمر رضی اللہ عنہ نے ملکی مفاد عامہ کے لیے وقف کر دیا، نیز وہ غیر آباد (خالصہ) زمین مسلمانوں کو غنیمت میں ملی جس کے باشندے جنگ میں قتل کر دیے گئے، یا وہاں سے بھاگ نکلے، کسریٰ اور اس کی حکومت کی جائدادیں بھی غنیمت میں ملیں، اس کے غلہ جات کی آمدنی کو بیت المال میں ملکی مفاد کے لیے وقف کر دیا گیا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ بعد کے ایام میں اس کے غلہ جات سے آمدنی کی رقم سات ملین درہم تک پہنچ گئی تھی۔ خلاصہ یہ کہ اموالِ غنیمت کی کثرت ہوگئی، اور اس نے مسلم افراد اور اسلامی ملک کو مال دار، اور ان کے معیار معیشت کو بلند کر دیا، خلافت عثمانی میں اس کے آثار و بہترین نتائج خوب واضح طور پر سامنے آئے۔ ❸ بہرحال یہ تھے عہد فاروقی میں ملکی آمدنی کے چند اہم ذرائع جن کا بیان یہیں پر ختم ہوتا ہے۔

اسلامی بیت المال اور دواوین (رجسٹر و دفاتر) کا انتظام:

بیت المال اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ساری ملکی آمدنی جمع ہوتی ہے اور جہاں سے خلفاء، فوج، قضاۃ (جج و منصف)، عمال و افسران کی تنخواہوں اور ملک کی دیگر عام و خاص ضروریات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ❹

---

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۸۸ .

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۸۹ .

❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۸۹ .

❹ سياسة المال في الاسلام، ص: ۱۵۵ .

Marfat.com

اور دواوین سے مراد وہ رجسٹر اور دفاتر ہیں جن میں ملک کے مختلف معاملات درج کیے جاتے ہیں۔ فارسیوں کے نزدیک دیوان اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں معاملات کو درج کرنے والے (منشی) اور ان رجسٹروں کو ترتیب دینے والے عہدیداران جمع ہوتے تھے۔ ❶

موجودہ دور میں بیت المال کا جو مفہوم ہے اسلامی سلطنت کی تعمیر کے وقت اس معنی ومفہوم میں اس کا وجود نہ تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مالی سیاست یہ تھی کہ آپ ضرورت مندوں میں اموال تقسیم کرنے اور خرچ کرنے میں تاخیر نہیں کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی طریقہ نبوی پر کاربند رہے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں اسی طریقہ پر عمل کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اسلامی سلطنت کی گرفت مشرق ومغرب میں دور دور تک دراز ہوگئی، تو ایک ایسے لائحہ عمل کی ایجاد پر آپ نے غور وخوض شروع کیا جس میں زکوٰۃ وصدقات، خراج اور جزیہ کی آمدنی اور فتوحات میں ملنے والے اموالِ غنیمت کو منظم طریقے سے استعمال کیا جاسکے، نیز اسلامی فوجوں کی تعداد کافی ہوگئی تھی اور ضرورت تھی کہ مردم شماری کرکے ان کی ضروریات کو درج کیا جائے تاکہ سرکاری عطیات سے کسی کے محروم رہنے کا اندیشہ باقی نہ رہے، اور ایسا نہ ہو کہ ان عطیات سے کچھ ہی لوگ بار بار نوازے جائیں۔

بہرحال اسلامی فتوحات میں پیش قدمی ہوتی رہی، اور ان کے نتیجہ میں مسلمانوں کو اس قدر اموالِ غنیمت حاصل ہوئے کہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ اس وقت خلیفۂ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ ان اموال کی مکمل نگرانی صرف خلیفۂ وقت اور اس کے امراء کے بس کی بات نہیں ہے اور ملک کی اقتصادی حکمت ومصلحت بھی اس میں نہیں کہ بلا کسی حساب وکتاب کے مالیاتی معاملات کی لگام مکمل طور سے عمال وافسران اور گورنروں کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ چنانچہ اس فکر کے نتیجہ میں ملکی خزانے کی حفاظت اور مناسب استعمال کے لیے مستحکم اصولوں پر دیوان کی شکل میں ایک لائحہ عمل تیار ہوا، اور اسلامی سلطنت میں سب سے پہلے اسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رواج دیا۔ ❷

جو واقعہ اس لائحہ عمل کی ایجاد کا سبب بنا اس کی تفصیل مؤرخین نے یوں بیان کی ہے: ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بحرین سے پانچ لاکھ (۵،۰۰،۰۰۰) درہم (مالِ غنیمت) لے کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں مجھ سے پوچھا اور میں نے آپ کو بتایا۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا: تم وہاں سے کیا لائے ہو؟ میں نے کہا: پانچ لاکھ (درہم)۔ آپ نے فرمایا: کیا پاگل ہوگئے ہو، کچھ جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، ہاں، ایک لاکھ، پھر لاکھ، پھر لاکھ، پھر لاکھ، اور پھر لاکھ۔ آپ نے فرمایا: شاید تم کو نیند آ رہی

---

❶ مقدمہ ابن خلدون، ص:۲۴۳۔ سیاسة المال فی الإسلام، ص:۱۵۵.

❷ سیاسة المال فی الإسلام، ص:۱۵۷.

Marfat.com

ہے، جاؤ گھر چلے جاؤ، سو جاؤ، پھر جب صبح ہوگی تو میرے پاس آنا۔ بہرحال جب صبح ہوئی تو میں آپ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا: تم (بحرین سے) کیا لائے ہو؟ میں نے کہا: پانچ لاکھ (درہم)۔ آپ نے فرمایا: کیا تم پاگل ہوگئے ہو؟ کیا جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں جانتا ہوں۔ ایک لاکھ (اور پھر اسے پانچ مرتبہ شمار کیا) اسے اپنی پانچوں انگلیوں پر گنتے رہے۔ آپ نے پوچھا: کیا سب (دراہم) صحیح ہیں؟ میں نے کہا: میں تو یہی جانتا ہوں۔ پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: اے لوگو! ہمارے پاس بہت مال (غنیمت) آ گیا ہے اگر چاہو تو وزن کر کے تم کو دے دوں اور چاہو تو گن کر دے دوں، دوران میں آپ کی طرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: امیر المومنین! میں نے شاہانِ عجم کو دیکھا ہے کہ وہ عطیات کی تقسیم کے لیے اپنا دیوان بناتے ہیں۔ ❶ یہ سن کر آپ نے بھی اس کی خواہش ظاہر کی ❷ اور رجسٹر ودفاتر کی تنظیم وتنسیق کے لیے مسلمانوں سے مشورہ لیا، ولید بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حاضرین نے اپنی اپنی رائے دی اور ولید بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں شام گیا ہوں، میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ عام عطیات ومصارف اور فوجی اخراجات کے لیے الگ الگ رجسٹر رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی ایسا ہی کیا اور بعض روایات کے مطابق مذکورہ بات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ ❸

اور بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مدینہ میں چند فارسی سرداران تھے، انہوں نے جب اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی حیرت واستعجاب دیکھی تو آپ سے کہا: امیر المومنین! حکام کسریٰ کے پاس دیوان نام سے ایک نظام رائج ہے۔ اس میں باقاعدہ ان کی آمدنی اور اخراجات درج ہوتے ہیں، اس کا کوئی جز بھی نہیں چھوٹتا، عطیات کے مستحقین کے کئی درجات ہوتے ہیں، اس میں کوئی دراندازی نہیں ہوسکتی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر توجہ دی، اور کہا: ذرا اس کی کیفیت ٹھیک سے بتاؤ، فارسیوں کے سردار نے اسے دوبارہ تفصیل سے بتایا، پھر آپ نے رجسٹر تیار کروایا اور عطیات مقرر کیے۔ ❹ عثمان رضی اللہ عنہ نے دفاتر ورجسٹر تیار کرانے کے مشورہ کو خوب سراہا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی رائے دیتے ہوئے کہا: میرے خیال میں مال بہت ہے، لوگوں کے لیے کافی ہوگا۔ اگر احاطہ نہ کیا گیا کہ معلوم ہوجائے کہ کس نے اپنا حصہ لیا اور کس نے نہیں لیا تو ڈر ہے کہ بدنظمی پیدا ہوجائے۔ ❺

یہ چند روایات ہیں جو مختلف مواقع پر حاضرین سے متعدد مرتبہ آپ کے مشورہ لینے کی وجہ سے ایجاد دواوین ودفاتر کے متعدد اسباب پر دلالت کرتی ہیں۔

---

❶ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۳۰۰، ۳۰۱۔ یہ خبر صحیح ہے۔
❷ مقدمه ابن خلدون، ص: ۲٤٤۔ الخراج، أبو یوسف، ص: ٤٨، ٤٩ .
❸ الأحکام السلطانیه، ص: ۲۲٦، ۲۲۷۔ فتوح البلدان، ص: ٤٣٦ .
❹ الأحکام السلطانیة، ص: ۲۲٦۔ تاریخ الإسلام السیاسی: ۱/ ٤٥٦ .
❺ الأحکام السلطانیة، ص: ۲۲٦۔ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱٥٨ .

Marfat.com

مؤرخین کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کس سال دواوین ودفاتر کی کارروائی پوری ہوئی۔ طبری کے نزدیک یہ ۱۵ھ کا واقعہ ہے، انہی پر ابن اثیر وغیرہ نے اعتماد کرتے ہوئے یہی بات لکھی ہے، اور دیگر مؤرخین مثلاً بلاذری، واقدی، ماوردی اور ابن خلدون وغیرہ نے اسے محرم ۲۰ھ کا واقعہ بتایا ہے۔ ❶ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ھ میں اس کی کارروائی مکمل ہوئی، اس لیے کہ ۱۵ھ میں قادسیہ کی جنگ لڑی گئی اور اس وقت تک عراق، شام اور مصر کی فتوحات مکمل نہیں ہوئی تھیں۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ نے اموالِ غنیمت کی تقسیم میں صدیقی طریقہ کار کے خلاف عمل کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اموالِ غنیمت کو برابر تقسیم کیا، جب کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی اسلام میں سبقت، جہاد میں نمایاں کردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وتائید کو مدنظر رکھتے ہوئے فرق مراتب کے لحاظ سے ان میں عطیات کو تقسیم کیا۔ ❸

عمر فاروق رضی اللہ عنہ دور صدیقی ہی میں فرق مراتب کے لحاظ کے قائل تھے، چنانچہ جب آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سب لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے ہیں تو ان سے کہا: کیا جس نے دو ہجرتیں کیں، اور دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی اس کے اور جس نے تلوار کے خوف سے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، دونوں کے درمیان برابری کرتے ہیں؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ان کا عمل اور اس کا بدلہ اللہ کے سپرد ہے۔ دنیا تو مسافر کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لیے ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: لیکن میں تو (ابتدا میں) جس نے اللہ کے رسول سے جنگ لڑی، انہیں ان لوگوں کا درجہ نہیں دوں گا جنھوں نے آپ کی نصرت وتائید میں آپ کے ساتھ جنگ لڑی۔ ❹ چنانچہ آپ نے عطیات کے مستحقین کو چند درجات ومراتب میں تقسیم کردیا:

- اسلام میں پیش پیش رہنے والے، جن کی سبقت کی وجہ سے مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔
- مسلمانوں کے لیے مفاد ومنافع فراہم کرنے والے، جیسے کہ حکام اور علماء جو مسلمانوں کو دین ودنیا کے فوائد پہنچاتے ہیں۔
- مسلمانوں کے نقصانات ومصائب کو دفع کرنے میں نمایاں کردار ادا کرنے والے، جیسے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مسلمان فوجی، جاسوس اور دیگر خیر خواہ۔
- نادار اور ضرورت مند لوگ۔ ❺

اموال کی تقسیم میں آپ کی سیاست آپ کے اس قول سے مترشح ہے کہ کوئی آدمی اس مال کا دوسرے سے

❶ مقدمہ ابن خلدون، ص:۲۴۴۔ سياسة المال في الإسلام، ص:۱۵۹.

❷ سياسة المال في الإسلام، ص:۱۵۹.

❸ سياسة المال في الإسلام، ص:۱۵۹.

❹ الاحكام السلطانية، الماوردی، ص:۲۰۱.

❺ السياسة الشرعية، ابن تيميه، ص:۴۸۔ أوليات الفاروق، ص:۳۵۸.

Marfat.com

زیادہ مستحق نہیں ہے، اس میں آدمی اور اسلام میں اس کی سبقت کی رعایت کی جائے گی، آدمی اور اس کی خوشحالی دیکھی جائے گی، آدمی اور اس کی مصیبت دیکھی جائے گی، آدمی اور اس کی ضرورت دیکھی جائے گی۔ ❶

آپ نے عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو بلایا، یہ لوگ قریش کے نوجوانوں میں سے تھے اور ان سے کہا: لوگوں کے ناموں کو ان کے درجات ومراتب کے اعتبار سے رجسٹر میں درج کرو، چنانچہ انہوں نے مستحقین میں سب سے پہلے بنو ہاشم کو پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کو، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کو، اسی طرح درجہ بدرجہ تمام قبائل کی فہرست تیار کی اور اسے عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا: نہیں، میں اس طرح نہیں چاہتا تھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے اور قرابت داروں سے شروع کرو، اور آپ کے اقرب فاقرب کا اعتبار کرو، یہاں تک کہ عمر کو وہاں درج کرو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے۔ چنانچہ آپ کے قبیلہ بنوعدی کے لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا: آپ خلیفہ رسول ہیں اور ابوبکر کے بھی خلیفہ ہیں اور ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ لہٰذا بہتر ہوتا کہ ان رجسٹرار (فہرست تیار کرنے والے) حضرات نے جہاں آپ کو درج کیا تھا خود کو وہیں رکھتے، آپ نے فرمایا: اے بنوعدی چپ رہو، چپ رہو، کیا مجھے روند کر کھانا چاہتے ہو اور میں اپنی نیکیاں تم کو دے دوں؟ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، تمہارا وہی درجہ ہے، یہاں تک کہ تم کو پکارا جائے اور تم پر ہی رجسٹر بند ہو، یعنی تم سب سے آخر میں درج کیے جاؤ۔ سنو! میرے دونوں ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) ایک راستہ پر چل چکے ہیں، اگر میں ان کی خلاف ورزی کرتا ہوں تو میری بھی خلاف ورزی کی جائے گی۔ اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں برتری نہیں ملی اور ہمیں اپنے عمل پر اللہ کے یہاں ثواب ملنے کی امید نہیں ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شریف وبزرگ ترین فرد ہیں اور آپ کا قبیلہ عربوں میں اشرف ہے، پھر ان کا قریب سے قریب ترین فرد۔ اللہ کی قسم! اگر اہل عجم حسن عمل کے ساتھ آئیں، اور ہم (عرب خاندان وقبیلہ کی برتری لے کر) بغیر عمل کے آئیں تو وہ قیامت کے دن ہم سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔ جس کا عمل اسے پیچھے کردے اس کا حسب نسب اسے آگے نہیں لے جاسکے گا۔ ❷

بہرحال عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان کی تیاری وترتیب شروع کی اور اس میں مستحقین کے نام اور ان کے عطیات کی مقدار درج کی گئی، اس دیوان کا نام ''دیوان جند'' یعنی فوجی دیوان رکھا گیا، اس بنا پر کہ تمام عرب مسلمان اللہ کے راستے کے فوجی مجاہد ہیں۔ سب سے پہلے قبیلہ بنو ہاشم کے فوجیوں کا رجسٹر تیار کرایا، پھر ان میں جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ قرابت داری حاصل تھی، پھر ان کے بعد طبقہ بہ طبقہ اور قبیلہ قبیلہ ہر ایک کو درج کیا، ہر مسلمان کے لیے معین مقدار میں عطیہ مقرر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، آپ کے اقرباء، اور

---

❶ جامع الأصول: ۲/ ۷۱۔ أخبار عمر، ص: ۹۴.

❷ فتوح البلدان، ص: ۴۳۶۔ الأحکام السلطانیة، ص: ۲۲۷.

Marfat.com

تمام مسلمان مردوں وعورتوں، بچوں اور غلاموں کے لیے مختلف مقدار میں ان کی ولادت کے وقت ہی سے وظیفہ مقرر کیا۔ ❶

دفاتر و دیوان کے اس نظام کو نافذ کر کے عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واضح کر دیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ میرے نزدیک کس قدر اہم ہے اور اسی سبب سے مجاہدین کے حقوق کی حفاظت کی خاطر آپ نے ان کے تمام تر معاملات پر خصوصی توجہ دی اور قریش کے ماہرین انساب اور باکمال وعالی مرتبت شخصیتوں کی نگرانی میں مدینہ منورہ میں عربی زبان میں ''فوجی دیوان'' تیار کرایا۔ پھر اسلامی سلطنت کی دیگر ریاستوں میں بھی اسی طرز پر دواوین ودفاتر تیار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہاں انہی مفتوحہ ریاستوں کی زبان میں مردم شماری کے رجسٹروں کو تیار کیا گیا، انہیں عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے ولید کے دورِ حکومت میں عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ دواوین ودفاتر کے ذریعے سے مردم شماری کا کام پورا ہو جانے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ایک سال تک جمع کرتے رہتے اور پھر سال کے آخر میں اسے لوگوں میں حسب دفاتر تقسیم کرتے۔ ایک سال تک مال جمع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یکجائی ڈھنگ سے اس عمل کی انجام دہی کو آپ باعث خیر و برکت سمجھتے تھے۔ اس مقام پر ایک سال تک مال روکنے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے کچھ محافظ ونگراں بھی رہے ہوں، چنانچہ تاریخی مصادر بتاتے ہیں کہ عہد فاروقی میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے بیت المال کے نگران ومحافظ تھے۔ ❷

اور ابوعبید نے اپنی سند سے عبدالقاری ...... جو قبیلہ قارہ سے تھے ...... کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ ❸

عہد فاروقی کے ملکی اخراجات

بیت المال سے خرچ ہونے والے ملکی اخراجات کی تین قسمیں ہیں:

۱: زکوٰۃ اور اس سے متعلقہ امور کے اخراجات۔

۲: جزیہ، خراج (لگان) عشور (کسٹم محصول) اور ان سے متعلقہ امور کے اخراجات۔

۳: اموالِ غنیمت اور ان سے متعلقہ امور کے اخراجات۔

قرآن مجید، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں مذکورہ تمام امور کے اخراجات کا بیان وارد ہے۔ ❹

---

❶ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱٦۰.

❷ صبح الاعشیٰ فی قوانین الإنشاء، قلقشندی: ۱/ ۸۹.

❸ فقه الزكاة: ۱/ ۳۱۸۔ سیاسة المال، ص: ۱٦۰.

❹ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱٦۹.

Marfat.com

ا: زکوٰۃ کے اخراجات:

اللہ تعالیٰ نے مستحقین زکوٰۃ کو آٹھ (۸) قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰ ﴾ (التوبة: ٦٠)

''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فقراء ومساکین اموال زکوٰۃ سے اپنا حق پاتے تھے، اور یہ اموال ان کی فقیری ومسکینی، غربت وافلاس کے ازالے، اور انہیں خوشحالی ومال داری کے قریب تر کرنے کا سبب ہوا کرتے تھے۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جب اموالِ زکوٰۃ سے ان کے مستحقین کو نوازتے تو دینے والوں سے کہا کرتے تھے: جب تم انہیں دو تو مال دار کر دو۔ ❷ یہ تھی فاروقی سیاست کی حکمت ودانائی کہ فقراء ومساکین کو ان کی ضرورت بھر تو دیا ہی جائے، مزید برآں وقتی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے اسے مقررہ حق سے زیادہ دیا جائے۔ البتہ وہ لوگ جو دائمی طور پر عاجز ہوں، مثلاً کسی دائمی مرض میں مبتلا ہوں تو درحقیقت اموال زکوٰۃ اس طرح کے لوگوں کے لیے دائمی اور منظم تعاون ہے، یہاں تک کہ فقر غنا میں تبدیل ہو جائے اور عجز قدرت میں تبدیل ہو جائے اور بے کاری کسب وعمل سے بدل جائے۔ آپ کی یہ سیاست جس طرح مسلمانوں کے لیے تھی اسی طرح جزیہ معاف کر دینے کے بعد محتاج ونادار اہل کتاب کے لیے بھی تھی۔ ❸

فقراء ومساکین کی طرح اموال زکوٰۃ کے مستحق وہ لوگ بھی ہیں جو ان کی وصولی پر مامور ہوتے ہیں۔ ان کے ذمہ مختلف ذمہ داریاں اور متفرق کام ہوتے ہیں اور سب کا تعلق اموال زکوٰۃ کی تنظیم وتنسیق سے ہوتا ہے۔ مثلاً انہیں معلوم کرنا ہوتا ہے کہ کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ کن مالوں میں واجب ہے؟ کتنا واجب ہے؟ کون ان کا مستحق ہے؟ ان کی تعداد کتنی ہے؟ مستحقین کی کیا اور کتنی ضرورتیں ہیں؟ علاوہ ازیں اس سے متعلق بہت

---

❶ النظام الإسلامی المقارن، ص:١١٢ ـ سياسة المال فی الإسلام، ص: ١٧١ .

❷ الأموال، أبوعبيد: ٤/ ٦٧٦ . سياسة المال فی الإسلام، ص: ١٧١ .

❸ سياسة المال فی الإسلام، ص: ١٧٢ .

سارے امور و معاملات ہوتے ہیں جن کے لیے ماہرین و متخصصین اور ان کے معاون افراد کی ایک جماعت (ٹیم) کی ضرورت پڑتی ہے۔ ❶

تالیف قلب بھی زکوٰۃ کی ایک مد ہے کچھ لوگوں کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اموالِ زکوٰۃ سے ان کا حصہ ساقط کر دیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے دورِ خلافت میں اسلام مضبوط ہو چکا تھا، اور مستحقین زکوٰۃ کی آٹھوں قسموں میں سے اس قسم (تالیف قلب) کا حقیقی معنوں میں کوئی مستحق نہ تھا۔ ❷ البتہ موجودہ دور میں تالیف قلب کی خاطر اموالِ زکوٰۃ کے مستحقین قدیم زمانے کی اصلی شکل میں یا دوسری شکل میں موجود ہیں اور ان میں دلجوئی کی خاطر دیے جانے والے اموالِ زکوٰۃ کی شرائط مکمل طور سے پائی جاتی ہیں۔ ❸

بعض اسلام معارض اور جمود و تعطل کے نظریات کو فروغ دینے والے ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اس واقعہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں تالیف قلب کی خاطر دیے جانے والے اموالِ زکوٰۃ کو اس کے مستحقین سے ساقط کر دیا تھا اور نص قرآنی سے ثابت شدہ ایک شرعی حکم کے نفاذ پر پابندی لگا دی تھی، حالاں کہ یہ دعویٰ قطعاً باطل اور حقیقت حال سے بہت دور ہے۔ دراصل عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم حکمت و مصلحت کی وجہ سے یہ اقدام کیا تھا، وہ حکمت یہ تھی کہ اب اسلام مضبوط اور غالب ہو چکا ہے، جب کہ اپنے ابتدائی مراحل میں وہ بہت ہی کمزور اور کسمپرسی کے عالم میں تھا۔ لہٰذا اس غلبہ وقوت اور الٰہی تائید ونصرت کے بعد اب نہ اِن کو نہ اُن کو، کسی کو دل جوئی و تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہے۔ ❹ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی کارروائی پر صحابہ نے بھی اتفاق رائے ظاہر کیا۔ واضح رہے کہ صحابہ نے کسی زور اور دباؤ کے نتیجہ میں یہ اتفاق رائے نہیں ظاہر کیا تھا، ''تالیف قلب'' کی خاطر اموال زکوٰۃ کے مستحقین کے حقوق پر پابندی عائد کرنے کے اسباب جواز موجود تھے۔ انہوں نے بھی سوچا کہ شان وشوکت کے ساتھ اسلام کی پیش رفت کے مدنظر اب ان چند افراد کی کوئی بہت بڑی حیثیت اور کوئی بہت بڑا وزن نہیں ہے۔ اب تو بہت ساری قومیں اسلام لا چکی ہیں اور جس کسی خدشہ کے پیش نظر تالیف قلب کے لیے چند لوگوں کو اموالِ زکوٰۃ دیا جاتا تھا اب وہ خدشہ اور خطرہ بھی باقی نہیں رہا۔ بلکہ ان کے متعلق اب اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں ان میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کا رجحان نہ پیدا ہو جائے۔ مزید برآں یہ ان کا کوئی ایسا واجب حق نہ تھا کہ نسل درنسل وہ اسے وراثت میں پاتے ہی رہیں۔ ❺

---

❶ سياسة المال فى الإسلام، ص: ١٧٣ .

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص:٢٠٢ .

❸ سياسة المال فى الإسلام، ص: ١٧٥ .

❹ سياسة المال فى الإسلام، ص: ١٧٧ ، ١٧٨ .

❺ الأبعاد السياسية لمفهوم الأمن فى الإسلام، ص:٣٠٦ .

Marfat.com

بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے تالیف قلب کے طور پر اموالِ زکوٰۃ کے مستحقین کے بارے میں وارد شدہ نص قرآنی سے متعلق جمود کا موقف اختیار نہیں کیا، بلکہ نص قرآنی کی گہرائی میں اتر کر آپ نے سمجھ لیا کہ اس حصہ کا مقصد اشراف عرب کو اسلام میں داخل کر کے اسلام کو قوی اور غالب بنانا ہے اور ان میں جو لوگ راضی برضا خود بخود اسلام لے آئیں انہیں اسلام پر قائم رکھنا ہے۔ گویا آپ نے نص قرآنی کے ظاہری الفاظ سے قطع نظر اس کی علت پر غور کیا اور چوں کہ آپ کے عہد خلافت میں اللہ نے اسلام کو مضبوط اور غالب کر دیا تھا اور مسلمانوں کی تعداد بہت ہو چکی تھی لہٰذا آپ نے سوچا کہ اب تالیف قلب کی خاطر دیا جانے والا مال لینے والوں کے حق میں باعث ذلت ورسوائی ہے، اور جس علت کی بنا پر اللہ نے ان کے لیے حصہ مقرر کیا تھا اب وہ علت ختم ہو چکی ہے۔ اسی نظریہ کے تحت آپ نے ان کا حصہ موقوف کر دیا، اور اسی مبنی بر حکمت فاروقی اقدام کے پیش نظر ہم یہ کہتے ہیں کہ تالیف قلب کے نام سے اموالِ زکوٰۃ کے مصارف پر پابندی لگا کر عمر رضی اللہ عنہ نے کسی قرآنی نص کو معطل نہیں کیا، کیوں کہ کسی شرعی حکم کو معطل کرنا اسے منسوخ کرنے کے مترادف ہے اور منسوخ کرنے کا حق صرف صاحب شریعت (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچتا ہے، پس وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شرعی حکم کے لیے نسخ ہے ہی نہیں۔ ❶

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہِ بصیرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن احوال و اسباب کی رعایت پر شرعی نصوص قائم ہیں ان کی تبدیلی اور تغیر پر آپ کی نگاہ ہوتی تھی اور اس کا خیال رکھتے تھے، صرف ظاہری نص پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے جیسے کہ اس سے پہلے بات گزر چکی ہے۔ ❷

اموالِ زکوٰۃ کے مصارف واخراجات میں یہ چیزیں بھی شامل تھیں کہ اسے گردن آزاد کرانے، قرض داروں، مسافروں اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جاتا تھا، چنانچہ قرآنِ کریم نے مسافروں پر توجہ دی، اموال زکوٰۃ، فے اور غنیمت کے خمس میں ان کا حصہ مقرر کیا، اجنبی اور زادِ راہ ختم ہو جانے والے یا لٹ جانے والے مسافروں پر ایسی خاص توجہ فرمائی کہ دنیا کے کسی نظام اور شریعت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے اس خصوصی عنایت کی عملی مثالیں فراہم کرتے ہیں اور اسی اسوۂ حسنہ کو زندہ رکھتے ہوئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ''دار الدقیق'' کے نام سے ایک عمارت بنوائی، آٹا، ستو، کھجور، کشمش اور دیگر ضروریات سفر جن کی ایک مسافر کو جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو اور آنے والے مہمان کو ضرورت ہوتی ہے، یہ ساری چیزیں اس میں رکھتے تھے، مکہ و مدینہ کی درمیانی گزرگاہوں پر آپ نے کچھ سرائے خانے بنوائے جو لٹے ہوئے یا زادِ راہ ختم ہو جانے والے مسافروں کے لیے معاون ثابت ہو سکیں اور چشمے سے دوسرے چشمے تک ان کو

---

❶ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی، ص: ۱۳۲، ۱۳۳.

❷ الاجتهاد فی الفقه الإسلامی، ص: ۱۳٤.

Marfat.com

پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ ❶

اسلامی سلطنت کے لیے ضروری ہے کہ مستحقین زکوٰۃ والی آیت کریمہ میں جن آٹھ اصناف کی تحدید کی گئی ہے ان کو ڈھونڈے اور ان کی خبر گیری کرے، ہر شہر میں مردم شماری کے مقام، دفاتر و دواوین ہوں، پھر ان سب کی معلومات حکومت کے مرکزی دفتروں میں بھی موجود ہوں۔ عہد خلافت راشدہ میں صدقات وزکوٰۃ کا ایک مرکزی دیوان ہوتا تھا اور پھر دیگر ریاستوں میں اس کی شاخیں ہوا کرتی تھیں، لیکن یہ تنظیم اس وقت ہوئی جب مردم شماری کے دفاتر ورجسٹر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں تیار کر لیے گئے۔ ❷

مستحقین زکوٰۃ کی آٹھوں قسمیں جن کا ذکر آیت کریمہ میں ہوا ہے اگر ہم دقت نظری سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ، اسلامی افواج کی تیاری، فقر کے خاتمہ، قرض کی ادائیگی اور ضرورت مندوں کی ضرورت کی تکمیل جیسی اہم دینی، سیاسی اور معاشرتی مصلحتوں ومفادات کو شامل ہے۔ مختصر لفظوں میں یہ کہ آیت کریمہ معاشرہ کے تمام تقاضوں اور سماج میں تمام لوگوں کے درمیان باہمی محبت، رواداری اور امن وسکون کا ماحول پیدا کرنے کے اہم اسباب کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ❸

۲: جزیہ، خراج (لگان) اور عشور (کسٹم) کے اخراجات:

جزیہ، خراج اور عشور کی آمدنی کو خلفاء، گورنران وافسران، فوجی کارندوں، اہل بیت اور مجاہدین کی آل واولاد اور دیگر اعمال خیر میں خرچ کیا جاتا تھا۔

○ خلیفہ کا وظیفہ:

خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے مذکورہ ملکی خزانہ سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) اور دوسری روایت کے مطابق چھ ہزار (۶۰۰۰) درہم وظیفہ مقرر کیا گیا۔

○ گورنروں کے وظیفے:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ہر اسلامی ریاست میں ایک دور اندیش اور صاحب بصیرت حاکم گورنر کی شکل میں مقرر کیا تھا اور اس کے ساتھ چند معاونین اور مشیروں، محصلین زکوٰۃ، قاضیوں، دستاویز تیار کرنے والوں، زکوٰۃ اور خراج وغیرہ کے افسروں کو کر دیتے، جو شخص جنگی مہمات اور نماز کی ذمہ داری پر مامور ہوتا وہی امیر کہلاتا تھا، اموال کی وصولی، زمین کے بندوبست، ٹیکس کا تخمینہ لگانے، اور مردم شماری کے لیے الگ الگ افسران تھے، جنہیں اپنے اپنے کاموں میں پوری مہارت ہوتی تھی۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کے عہدہ و

❶ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۲۸۳.

❷ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱۸٤.

❸ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱۸٤.

Marfat.com

ضرورت، مرکز سے ریاست کی دوری اور نزدیکی وسائل کی فراہمی اور مہنگائی وارزانی کی رعایت کرتے ہوئے ان کے لیے تنخواہیں مقرر کیں اور وظیفہ دینے کا کوئی ایک خاص وقت متعین نہ کیا کہ جس میں کبھی تاخیر نہ ہوئی ہو۔ ❶

ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں جب میں ''گورنروں کے شعبہ ودائرہ کار'' پر بحث کروں گا تو وہاں اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالوں گا۔

○ فوجیوں کے وظیفے:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کے معاملات کا کافی اہتمام کیا، فوجی دیوان کو منظم کیا اور عطیات کی تقسیم میں نسب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور اسلام میں سبقت کو معیار بنایا۔ ❷ اس طرح وظیفے وعطیات سے نوازے جانے والوں میں سب سے پہلے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قبیلہ بنو ہاشم کے لوگ تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ اسے حکومت سے حاصل کرتے اور اپنے گھرانے والوں پر تقسیم کرتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات حکومتی عطیات سے نوازی جاتیں، آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ان میں سے ہر ایک کا مستقل حصہ ہوتا تھا۔ رہے ان دونوں کے علاوہ بقیہ مسلمان تو جہاد فی سبیل اللہ میں تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے جس طرح جس کی شرکت تھی اس طرح انہیں کئی درجات میں تقسیم کر دیا۔

چنانچہ سب سے پہلے شرکائے بدر کو درج کیا، پھر ان لوگوں کو جو بدر کے بعد حدیبیہ تک کی تمام جنگی مہمات میں شریک رہے، پھر ان لوگوں کو جو حدیبیہ کے بعد سے دورِ صدیقی میں جنگ ارتداد تک شریک رہے، اور پھر ان لوگوں کو جو بالترتیب قادسیہ اور یرموک میں شریک ہوئے، اسی طرح آپ نے مجاہدین کی بیویوں اور پیدائش کے وقت سے ان کے بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا، نیز آپ نے عوام کے بچوں اور لاوارث اولادوں سے چشم پوشی نہیں کی، بلکہ ان کے لیے سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ وظیفہ کی سب سے کم مقدار سو (۱۰۰) درہم تھی، جس میں سال بہ سال بلوغت کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اضافہ ہو جاتا تھا۔ ❸ اسی طرح آپ نے غلاموں کے لیے اپنی صواب دید پر ایک ہزار سے دو ہزار درہم تک وظیفہ مقرر کیا۔ ❹

فوجیوں کے لیے آپ کی طرف سے متعین کیے جانے والے مقررہ وظیفہ کی مقدار کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہیں، اور ساری روایتیں معمولی اختلاف کے ساتھ تقریباً مقدار کے بیان میں متفق نظر آتی ہیں۔ ❺ البتہ جن وظیفوں کی متعینہ مقدار کا قطعی ثبوت ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ جویریہ، صفیہ، اور میمونہ رضی اللہ عنہن

---

❶ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱۹۸.

❷ الأحکام السلطانیة، ص: ۲۲۷۔ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۱۱۹.

❸ الطبقات: ۳/ ۳۰۱.

❹ تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۵۳، ۱۵٤.

❺ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۲۰۰.

Marfat.com

کو چھوڑ کر نبی ﷺ کی دیگر ازواجِ مطہرات کا سالانہ وظیفہ دس ہزار (۱۰،۰۰۰) درہم تھا اور جویریہ، صفیہ ومیمونہ رضی اللہ عنہن کا اس سے کم تھا۔ کچھ دنوں بعد ان ازواج مطہرات کا وظیفہ بارہ ہزار (۱۲،۰۰۰) سالانہ تک پہنچ گیا۔ مگر صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما کا سالانہ عطیہ چھ ہزار (۶،۰۰۰) درہم ہی رہا، لیکن جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ عنہ سے وظیفہ میں تمام امہات المومنین کے ساتھ یکساں برتاؤ کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان کی موافقت کی اور سب کا وظیفہ یکساں کر دیا۔

مہاجرین اور انصار میں ہر ایک کا سالانہ وظیفہ چار ہزار (۴،۰۰۰) درہم تھا، البتہ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے لیے آپ نے ساڑھے تین ہزار (۳،۵۰۰) درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور اس کی علت یہ بتائی کہ انہیں ان کے باپ ہجرت کرا کے لائے تھے، یعنی یہ ان مہاجرین کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے خود ہجرت کی ہے۔ ❶ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہجرت کے وقت بچے تھے۔ بعد میں آپ نے مہاجرین کا وظیفہ ایک ہزار اور بڑھا دیا۔ اس طرح ان کا سالانہ وظیفہ ساڑھے چار ہزار (۴۵۰۰) ہو گیا۔ ❷ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وظیفہ ان مہاجرین وانصار کو ملتا تھا جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی ❸ اور جو مہاجرین وانصار صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے ان کا سالانہ وظیفہ تین ہزار (۳،۰۰۰) درہم تھا۔ ❹ اسی طرح ہر نومولود کا سالانہ وظیفہ سو (۱۰۰) درہم ہوا کرتا تھا، لیکن اس کا اعتبار شروع میں اس وقت سے ہوتا تھا جب کہ بچہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے، لیکن جب یہ خوف پیدا ہو گیا کہ مائیں بچوں کا وظیفہ لینے کی خاطر وقت سے پہلے انہیں دودھ چھڑانے لگیں گی تو آپ نے ولادت کے بعد سے ہی نومولود کا وظیفہ جاری کر دیا۔ البتہ موالی جو معززین میں سے تھے، مثلاً ہرمزان وغیرہ تو ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کا سالانہ وظیفہ دو ہزار (۲،۰۰۰) درہم مقرر کیا، اس کے علاوہ بھی کئی وظیفے مقرر کیے، واضح رہے کہ اس سالانہ وظیفہ کے ساتھ ساتھ آپ مختلف مواقع پر مختلف عطیات سے لوگوں کو نوازتے رہتے تھے۔ ❺ مذکورہ افراد میں جن کے لیے جو وظیفہ مقرر ہوتا اس پر مزید ہر مہینے گندم کی شکل میں کچھ غلہ بھی بطور عطیہ دیتے تھے۔ ❻

آپ نے اپنے عہد خلافت کے آخری ایام میں فرمایا: اگر ملکی خزانے میں زیادتی ہوئی تو ہر فرد کے لیے چار ہزار (۴،۰۰۰) درہم سالانہ وظیفہ مقرر کروں گا، ایک ہزار سفر کے لیے، ایک ہزار ہتھیار کے لیے، ایک ہزار بال بچوں کے لیے اور ایک ہزار گھوڑے وخچر (یعنی سواری) کے لیے۔ ❼

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٤.
❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٤.
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٤.
❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٥.
❺ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٥.
❻ سياسة المال فى الإسلام، ص: ٢٠٢.
❼ سياسة المال فى الإسلام، ص: ٢٠٣۔ الطبقات الكبرٰى: ٣/ ٢٩٨.

Marfat.com

آپ کا یہ نظریہ تھا کہ بیت المال میں ہر مسلمان کا پیدائش سے لے کر موت تک حق ہے۔ اور آپ نے اپنے اس موقف کا یہ کہتے ہوئے اعلان کیا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں ...... آپ نے تین بار یہی کہا...... نہیں ہے کوئی مسلمان مگر اس مال میں اس کا حق ہے، وہ اسے دیا جائے یا اس سے روک دیا جائے۔ اس مال کا کوئی شخص کسی سے زیادہ حق دار نہیں ہے مگر مملوک غلام میں بھی اس میں تمہاری طرح میں ایک عام فرد ہوں، اللہ کی کتاب کی رو سے ہم اپنے مرتبہ پر ہیں، اور اس مقام پر ہیں جہاں ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے رکھا ہے۔ لہٰذا آدمی اور اسلام کے راستے میں اس کی آزمائشوں کی رعایت کی جائے گی، آدمی اور اسلام میں اس کی سبقت دیکھی جائے گی، آدمی اور اسلام میں اس کی مال داری، اسی طرح آدمی اور اس کی ضرورت دیکھی جائے گی، اللہ کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کی پہاڑی کے چرواہے کو اس مال سے اس کا حق مل کر رہے گا اور وہ اپنی جگہ پر ہی رہے گا، اس سے پہلے کہ وہ کفن دے دیا جائے، یعنی وفات پا جائے۔ ❶

اس مقام پر سب سے اہم اس بات کی وضاحت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عطیات ووظائف کی تقسیم میں مسلمانوں میں برابری کیوں نہیں کی؟ اور رسول اللہ ﷺ کی قربت وقرابت، انصار ومہاجرین کے ممتاز صحابہ کی امتیازی شان کی رعایت کرتے ہوئے کیوں واضح طور پر ان کو مالی نوازش میں فوقیت دی؟ اسی طرح اسلام میں سبقت کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصائب برداشت کرنے کو معیار برتری کیوں قرار دیا؟ ان تمام اشکالات کا جواب یہ ہے کہ آپ کے دورِ خلافت میں جن پاک نفوس کی جماعت نے ان لاتعداد اموال کو حاصل کیا تھا، اسی کے کندھوں پر اسلامی سلطنت کی عمارت کھڑی تھی، اور وہ جماعت شریعت پر سب سے زیادہ کاربند اور اس کے مقاصد کو سب سے زیادہ سمجھنے والی تھی، نیز مال کو خرچ کرنے اور سماجی مفاد عامہ میں اسے استعمال کرنے میں سب سے زیادہ پاک باز ونیک نیت ثابت ہوئی تھی۔ لہٰذا اس جماعت کو مادی طور پر مضبوط کرنا گویا معاشرہ میں اس کے اثرات اور گرفت کو مضبوط کرنا تھا اور یہی اثر ونفوذ اسے اس بات پر زیادہ قادر بناتی کہ وہ پوری دل جمعی کے ساتھ بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

واضح رہے کہ آپ نے عطیات ووظائف کی تقسیم میں بعض کو بعض پر برتری دینے والی سیاست میں تبدیلی کرنے اور سب کو یکساں عطیات دینے کا عزم کر لیا تھا، جیسا کہ اپنے آخری دور خلافت میں آپ نے اس کا اظہار یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ اگر میں آئندہ باحیات رہا تو لوگوں کے آخری فرد کو اس کے اوّلین فرد سے (عطیات میں) ملا دوں گا اور سب کے لیے یکساں بیان وقرار نافذ کروں گا۔ ❷

اور عام ملکی اموال کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا موقف اس طرح ظاہر کیا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مال کا

---

❶ الطبقات الكبرى: ٣/ ٢٩٩۔ الخراج، أبو يوسف، ص: ٥٠.

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢١٦۔ الأموال، ابن زنجويه: ٢/ ٥٧٦.

خازن (نگراں) اور اسے تقسیم کرنے والا بنایا ہے، پھر کہا: بلکہ حقیقت میں اسے اللہ تعالیٰ تقسیم کرتا ہے۔ ❶

اور جب آپ نے فارس کی فتوحات سے بیت المال میں بہت زیادہ مال آتے ہوئے دیکھا تو رونے لگے، آپ کو روتا دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: آج تو شکر الٰہی اور خوشی ومسرت کا دن ہے، (آپ روتے کیوں ہیں؟) تو آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں، بے شک اس (دولت) کی جس قوم میں فراوانی ہوئی اس میں باہمی عداوت وکدورت پھوٹ پڑی۔ ❷

اسی طرح جب فتح ''جلولاء'' کے موقع پر اموالِ غنیمت کی کثرت کو دیکھا تو یہ آیت تلاوت کرنے لگے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ﴾ (آلِ عمران: ١٤)

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے۔''

اور کہا: اے اللہ تو نے جن نعمتوں سے ہمیں مزین کیا ہے اسے پا کر ہم خوش ہی ہوں گے، اے اللہ مجھے توفیق دے کہ اسے جائز مقام پر خرچ کروں اور اس کے شر اور برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ❸

۳: اموالِ غنیمت کے مصارف (مدات):

اموالِ غنیمت کے خمس کی تقسیم خود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کردی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (الانفال: ٤١)

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

اموالِ غنیمت کے بقیہ چار خمس (۴/۵) مجاہدین میں تقسیم کیے جاتے تھے، شہسواروں کو تین حصے دے جاتے تھے، دو حصے گھوڑے کے اور حصہ شہسوار کا، اور پاپیادہ مجاہدین کو ایک حصہ ملتا تھا۔ ❹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کو ملنے والے خمس کے مصارف یہ تھے کہ آپ اسے اپنی ذاتی ضروریات اور اپنی بیویوں پر خرچ کرتے تھے، اور پھر جو حصہ بچ جاتا اسے مفاد عامہ میں یا فقراء ومحتاجوں میں خرچ کردیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے والے خمس کا دوسرا حصہ آپ کے قرابت داروں یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو...... جو اسلام لاچکے تھے اور دعوت نبوی کو

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۱٦۔ یہ اثر صحیح ہے۔
❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۱۷۔ یہ اثر صحیح ہے۔
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۱۷۔ یہ اثر حسن ہے۔
❹ الخراج، أبو یوسف، ص: ۲۲

قبول کر چکے تھے...... ملتا تھا۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو خمس کے مذکورہ دونوں حصوں کے مصارف کے بارے میں صحابہ میں اختلاف ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے کہا: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کا حق ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ انہی کا حق ہے، جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ قرابت داروں کا حصہ خلیفہ کے بعد اس کے قرابت داروں کا حق ہے۔ لیکن بالآخر اس بات پر سب متفق ہوگئے کہ اصل مستحقین کی عدم موجودگی میں مذکورہ دونوں حصے اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری میں خرچ کر دیے جائیں۔ ❶

اور اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دونوں حصوں کی مخصوص آمدنی کو مسلمانوں کے عام مفاد مثلاً اسلامی لشکر کی تیاری، سرحدوں کی حفاظت اور ملکی استحکام واستقرار کے اسباب وذرائع میں خرچ کیا جانے لگا۔

اور خمس اوّل میں فقراء، مساکین اور مسافروں کے جو حصے تھے وہ اپنی حالت پر اسی طرح باقی رہے، جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس میں کوئی ترمیم وتبدیلی نہ ہوئی۔ ❷

عہد فاروقی میں وزارت خزانہ اور اس کی تعمیر وترقی کی متعدد شکلوں کے متعدد واضح نقوش کی یہ روداد تھی جو بیان ہوئی۔ آپ عام ملکی خزانہ کے بارے میں بہت محتاط اور صاحب ورع ثابت ہوئے تھے۔ جس کی جھلک آپ کے اس قول میں دیکھی جاسکتی ہے: ''میں اللہ کے مال سے جتنا اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں اسے تم کو بتائے دیتا ہوں، وہ ہے: جاڑے اور گرمی کا ایک جوڑا، حج وعمرہ کرنے کے لیے ایک سواری، قریش کے ایک متوسط فرد جو نہ بہت مال دار ہو اور نہ بہت فقیر، کی طرح اپنے اہل وعیال کا خرچہ، میں بھی عام مسلمانوں کا ایک فرد ہوں، مجھے بھی ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جو تمام مسلمانوں کو پڑتی ہے۔'' ❸ اور آپ کہا کرتے تھے: ''اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں صرف اپنی ضرورت بھر خوراک کھاتا ہوں، صرف بقدر ضرورت اپنا حلہ (جوڑا) پہنا کرتا ہوں اور صرف واجبی حق لیتا ہوں۔'' ❹ نیز کہتے تھے: ''میں نے اللہ کے مال میں خود کو یتیم کے مال کے قائم مقام کردیا ہے، جو مال دار ہو وہ پاک دامنی کا طالب ہے اور جو فقیر ہو وہ معروف طریقے سے اس میں سے کھائے۔'' ❺

---

❶ الخراج، أبویوسف، ص:۲۲.

❷ سیاسة المال فی الإسلام، ص: ۲۰۵، ۲۰۶.

❸ تاریخ المدینة، ابن شبة: ۲/ ۶۹۸ یہ اثر صحیح ہے۔

❹ تاریخ المدینة النبویة، ابن شبة: ۲/ ۶۹۸

❺ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۳۱۳۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۲۱۸.

۴: ملک کی اقتصادی ترقی سے متعلق چند فاروقی اقدامات:

❀ اسلامی سکے کا اجراء:

نقود اور سکے سونے وچاندی جیسے قیمتی معاون (دھاتوں) کے ہوتے تھے۔ یہ ہر عام وخاص کی معاشرتی زندگی کا ایک ضروری وسیلہ ہے۔ خاص طور سے بین الاقوامی تعلقات میں اس کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ اسلامی سلطنت کا قیام وجود میں آچکا ہو، مسلمانوں کے ساتھ دیگر قومیں بھی اس میں رہنے لگیں، وہ قومیں اور ممالک اس کے پڑوسی بنے، جن کے پاس اپنا نظام اور تمدن تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہ خلفائے راشدین اور امرائے مسلمین کے ادوار میں اسلامی سلطنت کو ان قوموں اور ممالک کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی ضرورت پڑی۔ بہرحال اس موضوع سے متعلق مجھے صرف ایک گوشہ پر بحث کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ نقود اور سکوں کے اجراء سے متعلق اندرون ملک یا بیرونی سطح پر جنگ کے دوران میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کون سی تنظیمی اور اداری پالیسیاں وضع کیں۔ ❶

چنانچہ تاریخی مصادر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آپ نے قبل از اسلام اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صدیقی میں رائج نقود اور سکوں کے متبادل کو اصلی شکل میں باقی رکھا، ان سکوں پر ہرقل کے دور کے نقوش ہوتے تھے، اور ان نقوش میں ''بیت النار'' (آگ والے گھر) کی تصویر بنا کر اس پر مسیحی یا کسروی مہر لگی ہوتی تھی۔ آپ نے ان سکوں کے لیے عہد نبوی اور عہد صدیقی کے سرکاری معیار کو برقرار رکھا۔ صرف آپ نے ان پر ''جائز'' کا کلمہ لکھوا دیا تاکہ کھرے کھوٹے سکوں کی تمیز ہو سکے۔ ❷

اس طرح گویا جس نے اسلام میں سب سے پہلے شرعی درہم کو رواج دیا اور بیرونی سطح پر درہم ودینار کو سکوں کی شکل میں نافذ کیا وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ علامہ ماوردی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلامی درہم کی مقدار کو متعین کیا۔'' ❸

علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ۱۸ھ میں کسروی نقش پر مشتمل سکوں کو اسلام میں رائج کیا اور ان سکوں میں بعض پر کلمہ ''الحمد للہ'' اور بعض پر ''لا الہ الا اللہ'' اور کچھ سکوں پر خلیفہ وقت کے نام ''عمر'' کا اضافہ کر دیا۔'' ❹

---

❶ الإدارة الإسلامية في عهد عمر بن الخطاب، ص: ٣٦٤.

❷ الإدارة الإسلامية في عهد عمر بن الخطاب، ص: ٣٦٦.

❸ الاحكام السلطانية، ص: ١٤٧.

❹ شذور العقود في ذكر النقود، ص: ٣١، ٣٣.

Marfat.com

چنانچہ آپ کے اس اقدام کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور دیگر تمام قوموں کی ضروریاتِ زندگی کے متعدد وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ کو خاص شکل میں منظم کیا اور پھر تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ دوش بدوش چلتے ہوئے بعد کے خلفائے راشدین اور دیگر مسلم حکمرانوں نے آپ کے طریقہ کار کی پیروی کی۔ ❶

❀ زرعی ترقی کے لیے جاگیر مقرر کرنا:

زمین کو کارآمد بنانے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سیاست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نافذ کرتے ہوئے خالی پڑی ہوئی زمینوں کو لوگوں کے لیے الاٹ کردیا۔ چنانچہ آپ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ''جرف'' اور ''قناۃ'' کے درمیان خالی پڑی ہوئی زمین دی۔ ❷ مجاعہ بن مرارہ حنفی کے لیے ''خضرمہ'' (یمامہ کا ایک گاؤں ہے) کی زمین الاٹ کی۔ نیز عیینہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس تمیمی کو آپ نے ایک بنجر زمین اس مقصد سے دینا چاہی تھی کہ وہ دونوں اسے قابل استعمال بنانا چاہتے تھے، لیکن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے کہ تالیف قلب کے لیے انہیں اب دینے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تالیف قلب کرتے تھے، اس وقت اسلام کمزور تھا، لیکن اب اللہ نے اسلام کو باعزت وغالب کردیا ہے، جاؤ اور جا کر تم دونوں محنت کرو۔'' ❸

آپ کی رائے میں یہ بات صاف نمایاں ہے کہ زمین کو کارآمد بنانے کے لیے زمین الاٹ کرنے پر آپ کا اعتراض نہیں تھا بلکہ ان دونوں افراد پر اعتراض تھا کہ اب وہ تالیف قلب کے طور پر مال لینے کے مستحق نہیں ہیں۔

بہر حال عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی سیاست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اصلاح وکارآمد بنانے کی غرض سے زمین الاٹ کرنے کے دائرہ کو مزید وسعت دی، اور اعلان کیا: ''اے لوگو! جس نے کسی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔'' ❹

اس باب میں ضعیف آثار وروایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگوں کے لیے الاٹ کردہ زمین کو متعینہ مدت میں مالک زمین کارآمد نہیں بنا سکا تو آپ اس سے زمین واپس لے لیتے تھے۔ نیز ضعیف روایتیں ہی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ متعینہ مدت تین سال ہوتی تھی اور اس کا شمار اس وقت سے ہوتا تھا جب زمین الاٹ کی جاتی۔

---

❶ الإدارة العسكرية فی عهد عمر، ص: ٣٦٧.

❷ الطبقات الكبرىٰ: ٣/ ١٠٤۔ یہ اثر صحیح ہے۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٢٠.

❸ التاريخ الصغير، البخاري: ١/ ٨١۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٢١.

❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٢١۔ یہ اثر صحیح ہے۔

Marfat.com

اور صحیح آثار وروایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کے لیے خالی زمینوں کو الاٹ کیا۔ ❶ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو "عقیق" کی پوری زمین دے دی اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو "ینبع" کی زمین دی، اس میں اتفاق سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا، تو آپ نے اسے فقراء کے حق میں صدقہ کر دیا۔ علاوہ ازیں بہت ساری ضعیف روایتیں ہیں جن میں آپ کی طرف سے دیگر کئی صحابہ کے لیے زمین الاٹ کرنے کا ذکر ہے۔ ❷

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٢١ .

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ٢٢٢ .

Marfat.com

(۲)

وزارتِ عدل

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب اسلام دور دور تک پھیل گیا، اسلامی سلطنت کا دائرہ کافی وسیع ہو گیا اور دیگر اقوام سے مسلمانوں کے تعلقات و مراسم پیدا ہو گئے تو جدید تمدنی احوال وظروف اس بات کے متقاضی ہوئے کہ محکمہ عدل کو ترقی دی جائے۔ چوں کہ خلیفہ کی مشغولیات میں کثرت، ریاستی سطح پر سرکاری حکام و گورنران کے کاموں میں تنوع اور عوام کے باہمی نزاع واختلافات میں اضافہ ہو چکا تھا، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ ریاستوں اور ان سے متعلق محکموں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے عدل وقضاء کے لیے مستقل ایک محکمہ قائم کریں، تاکہ گورنر حضرات اپنی ریاستی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کر سکیں۔ چنانچہ پھر محکمہ عدل کا قیام ہوا، اور اس کے لیے مستقل قاضی و جج حضرات مقرر کیے گئے، ان کا ریاست کے دیگر حکومتی واداری امور سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو محکمہ عدل کے قیام میں اولیت حاصل ہوئی۔ کوفہ، بصرہ، شام، اور مصر جیسے بڑے بڑے اسلامی شہروں میں قاضیوں کی تعیین ہوئی، خواہ منصب قضاء پر قاضی کی تعیین براہِ راست خلیفہ کی طرف سے ہوئی ہو یا صوبائی گورنر نے آپ کی نیابت کرتے ہوئے اسے مقرر کیا ہو اور پھر محکمہ عدل حکومت اسلامیہ سے براہِ راست تعلق رکھنے والا ایک ذیلی محکمہ قرار دیا گیا۔

بہر حال عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اسلامی قیادت کے تمام تر جواہر آپ کی شخصیت میں موجود تھے اور ملک، ملکی دائرہ اقتدار وملکی معاملات کی تنظیم وترتیب نیز ان کے لیے اصول سازی وضابطہ بندی سے آپ کی شخصیت عاجز نہ تھی۔

یورپ نے اٹھارویں صدی عیسوی میں ملکی و بین الاقوامی حکومتوں کے لیے ایک نظری نظامِ عدل وانصاف پیش کر کے یہ سمجھ لیا کہ حکومتوں کی تنظیم اور شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں اسے تمام شریعتوں اور حکومتوں پر سبقت حاصل ہے، جیسے کہ یورپی یونین (مونٹسکو) نے متعدد مذاہب کے نظام عدل وانصاف پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کا اظہار کیا تھا، لیکن یورپ کے اس نظری نظام عدل کو مکمل ایک صدی گزر جانے کے بعد انیسویں صدی کے آغاز میں یعنی انقلاب فرانس کے بعد عملی جامہ پہنایا گیا۔

جب کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس نظام قضاء ومحکمہ عدل کو عملاً نافذ کیا اور اسے اپنے نظام حکومت کا ایک بنیادی باب قرار دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا مبلغ وداعی بنا کر بھیجا تو

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: بِمَ تَقْضِيْ يَا مَعَاذُ؟ یعنی اے معاذ تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا: اللہ کی کتاب سے، اگر اس میں نہ ملا تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور اگر اس میں بھی نہ ملا تو اپنے اجتہاد وصواب دید سے، اور اس میں کوئی جھجک محسوس نہیں کریں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔ ❶

خلاصہ کلام یہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محکمۂ عدل اور اس کے لوازمات کو ترقی دی اور آپ کے دورِ حکومت میں دیگر حکومتی اداروں سے محکمۂ عدل کو الگ کر لینے اور اسے مستقل ادارہ تسلیم کر لینے سے لوگوں کی زندگی میں اس کا واضح اثر نظر آنے لگا۔ ملحوظ رہے کہ آپ نے محکمۂ عدل کو مستقل حکومتی ادارہ تسلیم تو ضرور کیا لیکن ایسا نہیں ہوا کہ اس کے ذمہ داروں سے بعض معاملات میں تفصیل نہ طلب کی ہو۔ بلکہ اپنے بعض گورنروں کو انتظامی اختیارات دینے کے ساتھ ساتھ انہیں منصب قضاء پر بھی فائز رکھا اور عدالتی معاملات میں ان سے خط وکتابت کرتے رہے۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بصرہ، پھر کوفہ پر گورنر ہوتے ہوئے ان سے قضاء کے بارے میں خط وکتابت کی، اور شام پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر ہوتے ہوئے ان سے قضا کے چند نزاعی معاملات میں مراسلت کی۔ اسی طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی بعض عدالتی معاملات میں خط وکتابت کی۔ مرکزی حکومت کی طرف سے جو شخص ریاست کا قاضی مقرر کیا جاتا تھا وہ پوری ریاست کا قاضی ہوتا تھا، خواہ اسے خلیفہ نے بذات خود مقرر کیا ہو یا خلیفہ کے حکم سے ریاستی گورنر نے مقرر کیا ہو۔ اس قاضی کا مرکزی دفتر ریاست کی راجدھانی میں ہوا کرتا تھا اور تمام نزاعی معاملات وعدالتی اختیارات اس کے ہاتھوں میں ہوتے تھے۔ ❷

اسلامی دارالحکومت کے علاوہ کوفہ ومصر جیسی دیگر بڑی بڑی اسلامی ریاستوں میں بھی عموماً عدل وانصاف کے محکمہ کو دیگر حکومتی اداروں سے الگ کر دیا گیا تھا، جب کہ بعض ریاستوں میں ان کے حکام کو دیگر ملکی اداروں کے ساتھ محکمۂ عدل کو بھی دیکھنا پڑتا تھا، لیکن یہ اس حالت میں تھا کہ جب منصب قضاء ریاست کے دیگر امور کی انجام دہی میں اس کے لیے مانع نہ ہوتا تھا۔ محکمۂ عدل وقضاء سے متعلق گورنروں سے آپ کی جو مراسلت تھی وہ اسی نوعیت کی تھی۔ بسا اوقات مدینہ نبویہ میں آپ کے مقرر کردہ قاضی موجود ہوتے لیکن آپ خود ہی فیصلہ دیتے اور قاضی کا کام کرتے۔ ❸

آپ نے اپنے عہد خلافت میں جن لوگوں کو محکمۂ عدل میں صرف منصب قضا کے لیے خاص کیا تھا ان کے نام یہ ہیں:

---

❶ نظام الحکم فی الشریعة الإسلامیة والتاریخ الإسلامی: ۲/ ۵۳ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔
❷ القضاء فی الإسلام، عطیه مصطفیٰ، ص: ۷۷۔ اس ادارہ کو موجودہ دور کی اصطلاح میں ہائی کورٹ کہا جاتا ہے۔
❸ النظام القضائی فی العهد النبوی والخلافة الراشدة، القطان، ص: ٤٧

- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: آپ نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ قتادہ رحمہ اللہ ابومجلز سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو کوفہ والوں کا امام مقرر کیا (وہ انہیں نماز پڑھاتے تھے) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا نگراں اور محکمہ عدل کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ❶
- سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ: آپ نے ان کو بصرہ اور پھر قادسیہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔
- قیس بن ابوالعاص القرشی رضی اللہ عنہ: آپ کے دور میں یہ مصر کے منصب قضاء پر فائز کیے گئے۔

اور وہ لوگ جنہیں ریاست کی گورنری کے ساتھ منصب قضاء بھی سنبھالنا تھا ان کے نام یہ ہیں:

- نافع الخزاعی رضی اللہ عنہ: مکہ مکرمہ کے گورنر۔ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا، اس وقت مکہ میں قریش کے اکابرین موجود تھے۔ پھر ان کو معزول کر کے خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو وہاں کا امیر مقرر کر دیا۔ ❷
- یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ: صنعاء کے گورنر تھے۔
- سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ: طائف کے گورنر تھے۔
- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ: کوفہ کے گورنر تھے۔
- معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما: شام کے گورنر تھے۔
- عثمان بن ابوالعاص ثقفی رضی اللہ عنہ: بحرین وعمان کے گورنر تھے۔
- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: بصرہ کے گورنر تھے۔
- عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ: حمص کے گورنر تھے۔

مذکورہ افراد میں سے کچھ کو آپ نے ریاست کی گورنری کے ساتھ منصب قضاء پر برقرار رکھا، جیسے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ نے کیا، اور کچھ لوگوں کے اختیارات کو صرف گورنری تک محدود رکھا اور محکمہ قضاء سے ان کو دور رکھا، جیسے کہ مغویہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا۔

مدینہ نبویہ میں آپ کی طرف سے جن لوگوں کو منصب قضاء پر فائز کیا گیا تھا وہ ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ نافع روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت کو ''قضاء'' کے منصب پر فائز کیا اور ان کی تنخواہ مقرر کی۔ ❸ اور تیسرے فرد ہیں: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ۔ ❹

---

❶ أخبار القضاء، وكيع: ٢/ ١٨٨ .

❷ النظام القضائي في العهد النبوي، ص: ٤٩ .

❸ أخبار القضاء، وكيع: ١/ ١٠٨ .

❹ وقائع ندوة النظم الإسلامية في أبي ظبي: ١/ ٣٧٥

Marfat.com

قاضیوں کے نام عمر رضی اللہ عنہ کے چند اہم خطوط:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدلیہ ونظام قضاء کے لیے نہایت اعلیٰ وصاف دستور بنایا، فقہ اسلامی پر گہری نظر رکھنے والے بہت سارے مشاہیر نے اس دستور کی توضیح وتشریح کی ہے۔ عدلیہ سے متعلق فاروقی دستور ہمیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام بھیجے گئے آپ کے خط میں صاف نظر آتا ہے۔ وہ خط یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کے نام!

سلام علیک...... اما بعد:

واضح ہو کہ مقدمات کا فیصلہ ایک فریضہ ہے، اور ایک سنت ہے جس کی پیروی ہوتی رہی ہے۔ جب کوئی مقدمہ تمہارے پاس آئے تو اس کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھو، (اور جب صحیح فیصلہ پر پہنچ جاؤ تو اسے نافذ بھی کرو) کیوں کہ زبانی فیصلہ بے سود ہے، جب تک اسے نافذ نہ کیا جائے۔ مدعی اور مدعا علیہ کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرو۔ کسی فریق سے پاس بٹھانے، التفات دکھانے، یا انصاف کرنے میں کوئی امتیاز نہ برتو، تاکہ بااثر آدمی یہ توقع نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ رعایت کرو گے، اور غریب کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ اس کے ساتھ بے انصافی سے پیش آؤ گے۔ مدعی سے گواہ مانگے جائیں اور مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے بشرطیکہ اس سے قرآن کا کوئی قانون نہ ٹوٹے، اگر آج تم کوئی فیصلہ کرو اور بعد میں غور وخوض کر کے صحیح فیصلہ تمہاری سمجھ میں آجائے تو پہلا فیصلہ حق کو قبول کرنے سے مانع نہ ہو، اس لیے کہ حق ازلی ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا غلطی پر اڑے رہنے سے بہتر ہے۔ جو معاملہ (قضیہ) تمہارے دل میں خلش پیدا کیے ہوئے ہو اور کتاب وسنت میں اس کا حل نہ ملے، اس پر خوب خوب غور وفکر کرو، اشباہ ونظائر کو تلاش کرو اور اس جیسے مسائل کو قیاس کرو اور جس کے بارے میں تم سمجھو کہ انصاف سے قریب تر ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پسند بھی، اسے اختیار کرلو۔ کوئی شخص اگر اپنا دعویٰ ثابت کرنے یا گواہ فراہم کرنے کے لیے مہلت مانگے تو اسے مہلت دے دو۔ اور اگر میعاد مقررہ میں وہ گواہ پیش کردے تو اس کا حق دلوا دو، ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کرو، یہ بہترین طریقہ کار ہے جس سے فریقین کی نظر میں نہ تو تمہاری غیر جانبداری مشتبہ ہوگی اور نہ انہیں تمہارے فیصلہ پر اعتراض کا موقع رہے گا۔ ہر مسلمان کو گواہی دینے کا حق ہے، الا یہ کہ کسی سنگین جرم میں کوڑوں کی سزا بھگت چکا ہو، یا جھوٹی شہادت کے لیے بدنام ہو۔ (اگر آزاد کردہ غلام ہے تو) اس پر غلط آقا کی طرف خود کو منسوب کرنے یا (آزاد ہے تو) غلط حسب نسب بتانے کا الزام ہو۔ تمہاری چھپی بداعمالیوں (کی سزا) کا معاملہ اللہ

Marfat.com

کے ہاتھ ہے۔ (دنیا میں قانونی) سزا سے بچنے کے لیے اس نے گواہی اور حلف (قسم) کو ضروری قرار دیا ہے۔ خبردار! انصاف انعام الٰہی اور اچھی شہرت کا موجب ہے۔ تمہارے دل میں اہل مقدمہ سے اکتاہٹ، خفگی یا چڑچڑاپن پیدا نہ ہو، اور نہ برحق فیصلہ کرنے میں کہ جس سے اجر ملتا ہے اور ناموری حاصل ہوتی ہے، فریقین کے ساتھ بدمزاجی سے پیش آؤ، کیوں کہ جو شخص اپنے معاملات میں سچا اور مخلص ہوتا ہے اللہ لوگوں سے اس کے معاملات کے لیے کافی ہوتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے ریا کرتا ہے اللہ اسے ذلیل ورسوا کردیتا ہے۔ جب وہ خلوص پر آخرت میں اجر دیتا ہے تو یہاں دنیا میں کیوں نہ دے گا، رزق ورحمت کے خزانے یہاں بھی اللہ مخلص لوگوں پر کھول دیتا ہے۔ والسلام'' ❶

آپ کا یہ مثالی وحیرت انگیز خط قضاء کے آداب اور فیصلہ کے زرّیں اصولوں کو سمیٹے ہوئے ہے اور کئی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج تک علمائے کرام ان عدالتی اصولوں کی تشریح وتعلیق میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اس فاروقی دستور عدل کو پڑھتا ہے اس کے لیے اب بھی یہ چیز نہایت حیرت انگیز اور فکری وجود کو جھنجھوڑنے والی ثابت ہوتی ہے۔ اس خط کے علاوہ اگر آپ کے دیگر حکیمانہ اقوال ونقوش نہ بھی ہوتے تو آپ کا شمار دنیا کے عظیم ترین مفکرین اور قانون دانوں میں ہوتا۔ اگر آج کے اس دور میں جب کہ فیصلہ وعدلیہ کے اصول وضوابط عام ہوچکے ہیں اور اسکولوں وکالجوں میں طلبہ اسے پڑھتے اور یاد کرتے ہیں، صدر مملکت یا وزیراعظم اگر اس طرح کا کوئی ضابطہ تحریر کرے تو وہ سب سے بڑا قانون داں شمار ہونے لگے گا، پھر بھلا اس عمر رضی اللہ عنہ کی قانون دانی کا کیا کہنا، جس نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر نظام عدل میں تحریر کیا۔ انہوں نے اسے کسی کتاب سے نقل نہیں کیا تھا اور نہ کسی استاد سے پڑھا تھا بلکہ یہ خود آپ کے اجتہاد اور ذہنی کاوش کا نتیجہ تھا۔ اور یہ دستور کیا تھا کہ دراصل دارارقم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمہ توحید یعنی ((اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .)) کا آپ نے جو برملا اقرار کیا اور دست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس بابرکت درخت (اسلام) کی آپ کے دل میں شجرکاری ہوئی تھی اس کے ہزاروں پھلوں میں سے ایک حیات بخش پھل تھا۔ ❷

نظامِ قضاء میں آپ کے اس خط کی بھی کافی اہمیت ہے جسے آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام تحریر کیا تھا، وہ یہ تھا:

''............اما بعد!

میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، اس میں اپنی اور تمہاری بھلائی کی میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے۔

---

❶ أعلام الموقعين، ابن القيم: ١/ ٨٥

❷ أخبار عمر، ص: ١٧٤

Marfat.com

پانچ اصولوں پر کاربند رہو، تمہارا دین سلامت رہے گا اور بہترین خوش نصیبی حاصل کرو گے۔ جب دو آدمی اپنا قضیہ لے کر آئیں تو مدعی سے گواہ عادل طلب کرو، اور مدعا علیہ سے قطعی حلف لو، غریب کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ، تاکہ اس کی زبان کھلے اور ہمت بڑھے، پردیسی کا خیال رکھو، کیوں کہ اگر بہت دن تک اسے رکنا پڑا تو وہ اپنا حق چھوڑ کر وطن لوٹ جائے گا، اور اس کی حق تلفی کی ذمہ داری اس شخص پر ہوگی (یعنی تم پر) جو اس کے ساتھ بے اعتنائی سے پیش آیا۔ مدعا اور مدعی علیہ کو ایک نظر سے دیکھو، جب تک تمہیں صحیح فیصلہ نہ سوجھے فریقین میں سمجھوتہ کرانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔'' ❶

نیز الفاظ میں معمولی اختلاف کے ساتھ بالکل ایسا ہی خط معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے نام لکھا:

''اما بعد...... فیصلہ سے متعلق میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، اس میں اپنی اور تمہاری بھلائی کی میں نے پوری کوشش کی ہے، پانچ اصولوں پر کاربند رہو، تمہارا دین سلامت رہے گا اور اس میں تمہیں خوش نصیبی بھی حاصل ہوگی، جب تمہارے پاس جھگڑے کے دونوں فریق آئیں تو مدعی سے مبنی برصداقت دلیل، اور مدعا علیہ سے قطعی حلف لو، اور کمزور کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ تاکہ اس کی ہمت بندھے اور زبان کھلے، پردیسی کا خاص خیال رکھو ورنہ وہ اپنا حق چھوڑ کر اپنے وطن چلا جائے گا پھر اس کا حق مارنے والا وہی ہوگا جس نے اس سے بے اعتنائی کی، مدعی و مدعا علیہ کو ایک نظر سے دیکھو، اور دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرو، اور جب تک تمہیں صحیح فیصلہ نہ سوجھے فریقین میں صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کرو۔'' ❷

اور قاضی شریح کے نام اجتہاد کے بارے میں لکھا:

''جب تمہارے پاس کوئی قضیہ آئے تو کتاب الٰہی کے مطابق اس کا فیصلہ کرو، پس اگر ایسا معاملہ ہو جس کا فیصلہ کتاب الٰہی میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ کرو اور اگر ایسا معاملہ آجائے جو ان دونوں میں نہ ملے اور نہ کسی صحابی نے اس میں کوئی بات کہی ہو تو دو باتوں میں سے جو مناسب سمجھو کرو۔''

دوسری روایت میں ہے کہ:

''اگر تم مناسب سمجھو تو اجتہاد کر کے اپنی صواب دید پر عمل کرو اور اگر فیصلہ مؤخر کر سکتے ہو تو مؤخر کرو، مؤخر کرنے ہی کو میں تمہارے لیے بہتر سمجھتا ہوں۔'' ❸

❶ مجموعة الوثائق السياسية، ص:٤٣٨۔ نیز دیکھئے: الخراج، أبو یوسف، ص:١١٧، م:١٩١٣ء مصر۔
❷ البیان والتبیین: ٢/ ١٥٠۔ ❸ جامع بیان العلم وفضله: ٢/ ٧٠۔

Marfat.com

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی سیاسی واجتہادی زندگی اور آپ کے سرکاری خطوط سے محکمۂ عدل و قضاء سے متعلق یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ قاضیوں کی تنخواہ کا معیار کیا ہو؟ کن وجوہات کی بنا پر ان کو معزول کیا جائے؟ ان کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ ان کے اوصاف وفرائض کیا ہیں؟ وہ کن مصادر اور اصولوں کو بنیاد بنا کر فیصلہ دیں گے؟ نیز یہ کہ عدلیہ سے متعلق فیصلہ کے علاوہ دیگر معاملات میں خلیفۂ وقت پر ضروری ہے کہ قاضی کے فیصلہ کو تسلیم کرے۔

قاضیوں کی تقرری، ان کی تنخواہیں اور عدالتی دائرہ کار:

۱: قاضیوں کی تقرری:

بنیادی طور پر قاضی کی تقرری کا اختیار خلیفہ کو ہوتا ہے جیسے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، یا والی ریاست قاضی کی تقرری کرتا ہے بشرطیکہ خلیفہ نے اسے اختیار دیا ہو جیسے کہ والی مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عثمان بن قیس بن ابوالعاص کو مصر کا قاضی مقرر کیا تھا، بہرحال قاضی کی تعیین کا حق خلیفہ ہی کو ہے خواہ بذات خود مقرر کرے یا اپنے گورنر کو یہ اختیار سونپ دے۔ قاضیوں کی تقرری خلیفہ کے حق میں اس بات سے مانع نہیں ہے کہ خلیفہ خود اس منصب کے حقوق کو ادا نہیں کرسکتا، کیوں کہ منصفی اس کے اختیار میں ہے اور وہ دوسرے کو اپنی صواب دید پر اس کا ذمہ دار بناتا ہے، پس منصفی کا پہلا حق اسی کو ہے، اور دوسرا کوئی بھی شخص اس وقت تک قاضی اور منصف نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ خلیفہ خود یا اپنے گورنر کے ذریعے سے اس کو منصب قضاء پر فائز نہ کردے۔ [1] خلیفہ کے لیے یہ جائز ہے کہ قاضی و منصف کو معقول اسباب کی بنا پر اس کے عہدہ سے معزول کردے، مثلاً قاضی کے اندر درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے یا اس کے خلاف ایسے ثبوت فراہم ہوجائیں جو اس کی عدالتی کارگزاریوں پر سوالیہ نشان لگاتے ہوں۔ بہرحال اگر کوئی معقول وجہ نہ ہو تو خلیفہ کو چاہیے کہ اسے معزول نہ کرے۔ اس لیے کہ قاضی کا تعین مسلمانوں کے مفاد و مصلحت کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا جب تک ان مفادات کا حصول ہو رہا ہو اسے منصب قضاء پر باقی رکھنے ہی میں بھلائی ہے۔ [2]

بہرحال عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی صواب دید پر بعض قاضیوں (منصفوں) کو معزول کرکے دوسروں کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ [3] مثلاً ابو مریم حنفی میں کچھ کمزوریاں اور کوتاہیاں دیکھیں تو انہیں معزول کردیا۔

۲: قاضیوں کی تنخواہیں:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو نصیحت کرتے تھے کہ منصب قضاء کے لیے صالح افراد کا انتخاب کریں، اور

---

[1] النظام القضائی، مناع القطان، ص: ۷۲، ۷۳.

[2] مغنی المحتاج: ٤/ ۳۸۲۔ النظام القضائی، ص: ۷۷.

[3] النظام القضائی، ص: ۷۷.

Marfat.com

ان کی ضرورت بھر ان کو تنخواہیں دیں۔ ❶ چنانچہ ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما کے نام آپ نے خط لکھا:

''نیک لوگوں پر نگاہ رکھو، انہیں منصب قضاء پر فائز کرو اور ان کی تنخواہیں دو۔'' ❷

ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے عہد فاروقی کے چند قاضیوں کی تنخواہوں کو اس طرح ذکر کیا ہے:

''آپ نے سلمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ عنہ (بصرہ) کی تنخواہ پانچ سو (۵۰۰) درہم ماہانہ اور قاضی شریح (کوفہ) کی سو (۱۰۰) درہم ماہانہ جب کہ عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ (کوفہ) کی سو (۱۰۰) درہم ماہانہ مزید ۱/۴ حصہ بکری کا گوشت روزانہ مقرر کیا تھا اور مصر کے قاضیوں میں عثمان بن قیس بن ابوالعاص کی تنخواہ دوسو (۲۰۰) دینار، نیز قیس بن ابوالعاص سہمی کے لیے برائے ضیافت ومہمان نوازی دوسو (۲۰۰) دینار ماہانہ مقرر کیا۔'' ❸

۳: قاضیوں کا عدالتی دائرہ کار:

خلافت راشدہ کے دور میں قاضی تمام تر نزاعی معاملات میں فیصلہ کرتا تھا، خواہ اس کی کوئی بھی نوعیت ہو۔ مالی جھگڑے ہوں، خاندانی معاملات ہوں، حدود اور قصاص کے مسائل ہوں یا اور بھی اختلاف ونزاع کی کوئی شکل ہو۔ سائب بن یزید بن اخت نمر کے واقعہ کو چھوڑ کر تاریخی مراجع ومصادر میں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ جس سے پتہ چلے کہ قاضی کے ذمہ مخصوص معاملات سے متعلق مخصوص دائرہ اختیار ہے، صرف سائب سے آپ نے ایک بار کہا تھا کہ ''ایک درہم اور دو درہم کا جھگڑا لے کر لوگوں کو میرے پاس نہ آنے دو۔'' ❹ چنانچہ خلیفہ کو یہ اختیار ہے کہ قاضی کو صرف کسی خاص نوعیت کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار دے اور اس کا دائرہ اختصاص رہی ہو۔

بہرحال خلافت راشدہ کے قاضی حضرات شہری حقوق اور شخصی قوانین (پرسنل لاء) کے فیصل ہوا کرتے تھے اور قصاص وحدود کے بارے میں خلفاء اور امراء ریاست فیصلہ کرتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں معاملات میں فیصلہ کرتے وقت خلیفہ اور گورنر کی موافقت ضروری ہوتی تھی پھر بعد کے ادوار میں حدقتل کی تنفیذ کے لیے صرف خلیفہ کی موافقت ضروری قرار پائی اور قتل کے علاوہ قصاص کے دیگر احکام ومعاملات میں گورنروں کو یہ اختیار حاصل رہا کہ اس سلسلے میں خلیفہ وقت سے منظوری لیں۔ واضح رہے کہ اس دور میں فیصلہ کے لیے کوئی خاص جگہ (کورٹ) نہیں ہوتی تھی، بلکہ قاضی اپنے گھر اور مسجد میں فیصلہ کرتا تھا، ویسے عموماً ان کی عدالتی مجلسیں مسجد ہی ہوا

---

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱٤۳ .

❷ النظام القضائی، ص: ۷٦ .

❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱٥۹ .

❹ النظام القضائی، ص: ۷٤۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱٤٤ .

Marfat.com

کرتی تھیں۔ ❶ اسی طرح چوں کہ نزاعی معاملات بہت کم ہوتے تھے اور ان کا یاد کر لینا آسان ہوتا تھا اس لیے انہیں رجسٹر وغیرہ میں درج نہیں کیا جاتا تھا اور قاضی کو اختیار ہوتا تھا کہ مجرم کو سزا دینے اور مظلوم کا حق دلانے کی خاطر اسے قید میں ڈال دے، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے دور میں ایسا کیا ہے۔ اس طرح حکومت بڑے بڑے شہروں میں مرکزی مقامات پر قید خانے تیار کراتی تھی اور قصاص کا نفاذ مسجدوں کے باہر کیا جاتا تھا۔ ❷

قاضی کے اوصاف اور اس کے فرائض

قاضی کے اوصاف:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے علمائے کرام نے قاضی کے لیے چند اہم اوصاف واجب قرار دیے ہیں:

شرعی احکام کا علم:

اس لیے کہ شرعی احکام کا جب اسے علم ہوگا تو جدید پیش آمدہ مسائل پر اسے نافذ کرے گا، ان سے لاعلمی کی حالت میں انہیں نافذ کرنا محال و ناممکن ہے۔

تقویٰ:

چنانچہ معاذ بن جبل اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کے نام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھا تھا کہ اپنے یہاں نیک افراد پر نگاہ رکھو اور انہیں منصب قضاء کے لیے مقرر کرو۔ ❸

لوگوں کی دولت سے بے رغبتی:

چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے حکم کو وہی نافذ کرسکتا ہے جو رشوت نہ لیتا ہو اور ریا کاری نہ کرتا ہو اور طمع و لالچ سے پاک ہو۔'' ❹

ذہانت و دور اندیشی:

قاضی کا ذہین و دور اندیش ہونا ضروری ہے تاکہ معاملات کی حقیقت سے واقف ہوسکے۔ چنانچہ امام شعبی سے روایت ہے کہ کعب بن سوار عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا اے امیر المومنین! میں نے اپنے شوہر سے بہتر آدمی کبھی کسی کو نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! وہ پوری رات نمازوں میں گزارتا ہے اور پورا دن روزہ سے رہتا ہے، سخت گرمی میں بھی روزہ نہیں توڑتا، آپ نے اس عورت کے لیے

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٤٥.

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٤٥.

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ٧٢٣۔ المغني: ٩/ ٣٧.

❹ نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي: ٢/ ١٠٢.

Marfat.com

دعائے مغفرت کی اور اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا: تمہی جیسی عورتیں ذکر خیر میں باقی رہتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ عورت قدرے شرمندہ ہوئی اور واپس جانے لگی تو کعب نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے عورت کو اس کے شوہر سے اس کا حق نہیں دلوایا۔ آپ نے کہا: کیا اس نے شکایت کی ہے؟ کعب نے کہا: اپنے خاوند کی زبردست شکایت کی ہے۔ آپ نے کہا: کیا یقیناً وہ شکایت ہی کرنا چاہتی تھی؟ کعب نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: عورت کو میرے پاس بلاؤ، (جب وہ واپس آئی تو) آپ نے کہا: حق بات کہنے سے تم مت جھجکو، ان (کعب) کا کہنا ہے کہ تم اپنے شوہر کی شکایت کرنا چاہتی ہو کہ وہ تمہارے پاس نہیں آتا؟ عورت نے جواب دیا: جی ہاں، میں ایک نوجوان عورت ہوں مجھے بھی وہ خواہش ہوتی ہے جو دیگر عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ نے اس کے شوہر کو بلوایا، جب وہ آ گیا تو آپ نے کعب سے کہا: ان دونوں میں فیصلہ کرو۔ کعب نے کہا: امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے عزم کرلیا ہے کہ تم ہی ان دونوں کا فیصلہ کرو کیوں کہ تم نے ان دونوں کے معاملہ کو جس طرح سمجھ لیا، میں نہیں سمجھ سکا۔ کعب نے کہا: میں فرض کرلیتا ہوں اس عورت کی تین اور سوکنیں ہیں، اور یہ اس آدمی کی چوتھی بیوی ہے، لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے کہ یہ تین دن اور راتیں اپنی عبادت میں گزارے اور اس عورت کے پاس ایک دن اور رات رہ کر اس کے حقوق ادا کرے۔ فیصلہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! پہلے فیصلہ کے مقابلے میں تمہارا دوسرا فیصلہ مجھے زیادہ ہی پسند ہے، جاؤ آج سے تم بصرہ کے قاضی ہو۔ [1]

معتدل سختی و متعدل نرمی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ (منصب قضا) صرف اسی آدمی کے لیے موزوں ہے جس میں چار خوبیاں ہوں: نرمی ہو لیکن اتنی نہیں کہ اس میں کمزوری ہو، سختی ہو لیکن اتنی نہیں کہ اس میں ٹیڑھا پن ہو، کفایت شعار ہو لیکن اتنا نہیں کہ بخیلی کرے، روادار ہو لیکن اتنا نہیں کہ اس میں حد سے تجاوز کر جائے۔ [2]

اور ایک مرتبہ فرمایا: اللہ کے حکم کو صرف وہی آدمی نافذ کرسکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے نادر اور غریب سمجھ میں نہ آنے والے الفاظ نہ نکالے اور اس کی سخت مزاجی کی وجہ سے حق سے ناامید نہ ہو جائے۔ [3]

شخصی قوت ودبدبہ:

آپ نے فرمایا: میں ابومریم کو (منصب قضاء سے) معزول کردوں گا اور ایسے شخص کو یہ عہدہ سونپوں گا کہ اگر اسے فاسق وفاجر آدمی دیکھے تو گھبرا جائے، پھر آپ نے ابومریم کو بصرہ کے منصب قضاء سے معزول کردیا اور

---

[1] موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۳.
[2] موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲٤.
[3] موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲٤.

ان کی جگہ کعب بن سور کو مقرر کیا۔ ❶

صاحب ثروت اور اعلیٰ حسب و نسب والا ہونا:

آپ نے اپنے بعض گورنروں کو لکھا کہ تم ایسے قاضی کو مقرر کرنا جو صاحب ثروت اور اعلیٰ حسب ونسب کا ہو کیوں کہ صاحب ثروت آدمی لوگوں کے مالوں سے بے رغبت ہوگا اور اعلیٰ حسب ونسب کا آدمی لوگوں کی ملامت سے بے خطر ہوتا ہے۔ ❷

قاضی کے فرائض:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط میں قاضی کے لیے چند منصبی فرائض کو واضح کیا ہے کہ عدالتی کارروائی کے وقت ان کی رعایت لازمی ہے۔

۱: اخلاص وللهیت:

چنانچہ آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''بے شک برحق فیصلہ اللہ کے نزدیک باعث اجر ہے، اور نیک نامی کا ذریعہ ہے۔ جس (حاکم) کی نیت خالص حق کی ہو...... گو فیصلہ اس کے خلاف ہو...... اللہ تعالیٰ رعایا کے ساتھ اس کے معاملات خود سلجھا دیتا ہے اور جو حاکم رعیت کے ساتھ ریاکاری سے پیش آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بندے کے انہی اعمال کو پسند کرتا ہے جو خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہوں، جب وہ خلوص پر آخرت میں اجر دیتا ہے تو یہاں دنیا میں کیوں نہ دے گا، رزق رحمت کے خزانے یہاں بھی اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں پر کھول دیتا ہے۔'' ❸

۲: معامله کی مکمل تحقیق:

فیصلہ صادر کرنے سے پہلے درپیش قضیہ (معاملہ) کی ہر اعتبار سے مکمل تحقیق ضروری ہے اور کسی برحق نتیجہ پر پہنچنے سے قبل فیصلہ دینا جائز نہیں ہے۔ آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا تھا:

''جب معاملہ (قضیہ) تمہارے پاس آئے تو اسے خوب اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر غور کرلو۔''

اور خود ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قاضی کے لیے فیصلہ دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ حق بات اس کے سامنے رات اور دن کی طرح واضح نہ ہو جائے۔''

---

❶ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲٤.

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲٤.

❸ اعلام الموقعين، ابن القيم: ۱/ ۸۵.

Marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی خبر پہنچی تو فرمایا:

''ابوموسیٰ نے بالکل سچ کہا۔'' ❶

۳: اسلامی شریعت کا فیصلہ:

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی شریعت کی روشنی میں فیصلہ دے، فریقین خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ چنانچہ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: میرا بیٹا مر گیا ہے اور میرے ہم مذہب یہودی لوگ کہتے ہیں کہ میں اس کی میراث کی حق دار نہیں ہوں۔ آپ نے ان کو بلوایا اور کہا: تم لوگ اس کو اس کا حق کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا: ہم اپنی کتاب میں اس کا حق نہیں پاتے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تورات میں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ''مشناۃ'' میں۔ آپ نے پوچھا: ''مشناۃ'' کون سی کتاب ہے؟ انہوں نے بتایا: ہمارے علماء اور دانشوروں کی ایک جماعت نے اسے تصنیف کیا ہے۔ آپ نے ان کو برا بھلا کہا اور فرمایا: جاؤ اور اسے اس کا حق دو۔ ❷

٤: پیچیدہ ومشکل معاملات میں مشورہ طلبی:

آپ نے اپنے ایک قاضی کو لکھا:

''اپنے دینی معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لے لینا جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' ❸

اور قاضی شریح کے نام لکھا: ''اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے مشورہ لے لیا کرو، میرے خیال میں مجھ سے تمہارا مشورہ لے لینا تمہارے لیے مفید ثابت ہوگا۔'' ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود اصحاب بصیرت سے کافی مشورہ لیتے تھے، یہاں تک کہ شعبی کا بیان ہے ''جو شخص قضاء سے متعلق مستند دستاویز کا خواہاں ہو اسے عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو دیکھنا چاہیے، اس لیے کہ وہ (ہر فیصلہ) میں مشورہ لیتے تھے۔'' ❺

٥: فریقین کے ساتھ یکساں برتاؤ:

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''مخاطب ہونے، قریب بٹھانے اور انصاف کرنے میں لوگوں (مدعی ومدعا علیہ) کے ساتھ یکساں برتاؤ کرو تاکہ بااثر آدمی یہ توقع نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ رعایت کرو گے اور کمزور تمہارے

---

❶ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۵.

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۵.

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۵۔ سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۱۲.

❹ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۵۔ سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۱۰.

❺ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۵۔ سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۰۹.

Marfat.com

انصاف سے مایوس نہ ہو۔‘‘

اور ایک مرتبہ لکھا:

’’لوگوں کے درمیان برحق فیصلہ کرو، قریبی ہوں یا دور کے ہوں، سب اس حکم میں یکساں ہیں۔‘‘

اور ایک مرتبہ جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک باغ کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف دعویٰ پیش کیا تو آپ اس کے بارے میں صحیح فیصلہ نہ سمجھ سکے، تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا ثالثی مقرر کیا، اور دونوں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ہم آپ کے پاس فیصلہ لینے آئے ہیں‘‘...... اس وقت ان کے گھر ہی میں مقدمات کی سماعت ہوتی تھی...... زید بن ثابت اپنے بستر سے اٹھ گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر بٹھانا چاہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے تکیہ نکال کر عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا (تاکہ ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں) اور کہا: امیر المومنین! آپ یہاں تشریف لائیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زید تم نے اپنے فیصلہ کے آغاز ہی میں غلطی کردی، مجھے میرے فریق کے ساتھ بٹھاؤ، پھر وہ دونوں زید رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ❶

۶: کمزور کی همت افزائی:

یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ اس کے دل سے گھبراہٹ دور ہو جائے اور بے خوف ہو کر اپنی بات کر سکے۔ آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ’’کمزور وغریب کو قریب رکھو تاکہ اس کی ہمت بندھے اور اپنی بات کہہ سکے۔‘‘ ❷

۷: پردیسی کے دعویٰ پر فوری عدالتی کارروائی یا اس کے قیام وطعام کا انتظام کرنا:

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام لکھا:

’’پردیسی کا خاص خیال رکھو، کیوں کہ اگر اس کو دیر تک رکنا پڑے گا...... یعنی اپنا فیصلہ لینے کے لیے بال بچوں سے کافی دنوں تک دور رہے گا...... تو اپنا حق چھوڑ کر اپنے (وطن) اہل وعیال میں چلا جائے گا اور اس کی حق تلفی کا ذمہ دار وہ شخص ہوگا (یعنی حاکم) جس نے تاخیر کی۔‘‘ ❸

۸: کشادہ دل اور متحمل مزاج ہونا:

آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا:

’’اہل مقدمہ کو ڈانٹنے اور جھڑکنے، اس سے غصے ہونے، چڑچڑانے اور تکلیف دینے سے خود کو بچاؤ، اگر قاضی کو احساس ہو جائے کہ مجھے اِن میں سے کوئی عارضہ لاحق ہے تو جب تک یہ شکایت دور نہ ہو

---

❶ صحیح التوثیق فی سیرة وحیاة الفاروق، ص: ۲۵۹.

❷ مجموعة الوثائق السياسية، ص: ٤٣٨.

❸ مجموعة الوثائق السياسية، ص: ٤٣٨

Marfat.com

جائے وہ قطعاً فیصلہ نہ دے، کہ مبادا کسی نفسیاتی اثر کی بنا پر فیصلہ صادر ہو جائے۔“

آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی کے نام لکھا: ”ایسی حالت میں فیصلہ نہ کرو جب غصے سے ہو۔“ ❶

اور قاضی شریح کا بیان ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے منصب قضاء پر فائز کیا تو شرط لگائی کہ میں غصے کی حالت میں فیصلہ نہیں کروں گا۔ ❷

چوں کہ سخت بھوک و پیاس بعض معاملات میں جلد از جلد فیصلہ دینے اور چڑ چڑے پن کا سبب بن جاتے ہیں اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے شرط لگا دی تھی کہ ”کوئی قاضی اس وقت تک فیصلہ نہ کرے جب تک کہ کھا پی کر آسودہ نہ ہو۔“ ❸

۹: ہر اس چیز سے اجتناب جو قاضی (کی حق گوئی) پر اثر انداز ہو:

مثلاً رشوت خوری اور خرید و فروخت میں تاجروں کی طرف سے ملنے والی خصوصی رعایت اور ہدیہ وغیرہ قبول کرنا۔ چنانچہ اسی اندیشہ کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کو تجارت کرنے، بازار میں خود سامان خریدنے، اور ہدیہ و رشوت قبول کرنے سے منع کر دیا تھا اور اس سلسلے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ تم نہ کوئی سامان فروخت کرو اور نہ خریدو، نہ تجارت میں شرکت کرو اور نہ فیصلہ کرنے کے لیے رشوت لو اور قاضی شریح کا بیان ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے منصب قضا پر فائز کیا تو شرط لگائی کہ میں خود نہ کچھ فروخت کروں گا نہ خریدوں گا، اور نہ رشوت لوں گا۔“ اور فرمایا: ”رشوت لینے سے بچو، اور خواہشاتِ نفس کے مطابق فیصلہ کرنے سے دور رہو۔ ❹

۱۰: ظاہری دلائل وقرائن کا اعتبار:

فریقین کی نیتوں سے قطع نظر ان کے ظاہری دلائل پر اعتبار کیا جائے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا:

”ہم تم کو پہچانتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے، وحی نازل ہوتی تھی اور تمہاری باتیں (نیتیں) ہمیں معلوم ہو جاتی تھیں، لیکن آج ہم تم کو صرف تمہاری باتوں سے پہچان سکتے ہیں، جس نے ہمارے سامنے خیر و بھلائی کا مظاہرہ کیا ہم اسے اچھا سمجھیں گے، اور جس نے برائی کا مظاہرہ کیا اسے برا جانیں گے اور اس کی وجہ سے اس سے نفرت کریں گے، اور تمہاری نیتوں کا

---

❶ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۶.

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۶۔ لمغني: ۹/ ۷۹.

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۶۔ سنن البيهقي: ۱۰/ ۱۰۶.

❹ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۲۷.

Marfat.com

۱۳: فردِ جرم ثابت ہونے تک متہم کی تہمت سے براءت:

سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر پر نکلا، جب ہم ''ذی المروۃ'' پہنچے تو میرے کپڑوں کا صندوقچہ غائب ہوگیا۔ ہمارے ساتھ ایک (متہم) آدمی بھی تھا، اس سے میرے ساتھیوں نے کہا: اے فلاں ان کا صندوقچہ انہیں واپس کردے، اس نے کہا: میں نے نہیں لیا۔ میں لوٹ کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون لوگ تھے؟ میں نے سب کو بتایا۔ آپ نے بھی اسی فرد متہم کے بارے میں اندیشہ ظاہر کیا۔ میں نے کہا: امیر المومنین! اگر آپ چاہیں تو میں اس کو باندھ کر لے آؤں۔ آپ نے فرمایا: کیا بغیر کسی ثبوت کے تم اسے باندھ کر لاؤ گے۔ ❶

۱۴: نصِ شرعی کے مقابلے میں اجتہاد کا عدم جواز:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب ایسا قضیہ پیش آئے جس کا فیصلہ قرآن وسنت میں نہ ہو تو اس میں خوب خوب غور کرو، پھر معاملات کو ایک دوسرے پر قیاس کرو۔'' ❷

یہ چند اہم چیزیں ہیں جن کا ہر قاضی کو بہر حال التزام کرنا ہے۔

۱۵. قاضیوں کا خود کو قضاء کے فیصلے کے تابع کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے باکمال انسان ہیں کہ اپنی خلافت کے دورِ شباب میں قاضی کے فیصلہ کے سامنے پوری رضامندی سے جھک جاتے ہیں اور فیصلہ سننے کے لیے پوری خوشی سے قاضی کے سامنے متوجہ ہوتے ہیں اور قاضی کی برحق تعریف کرتے ہیں، گوکہ فیصلہ آپ کے خلاف صادر ہو۔ ❸ اس کی ایک مثال یہ واقعہ ہے:

> ''آپ نے ایک بدوی سے ایک گھوڑے کے بارے میں بھاؤ کیا، اسے آزمانے کے لیے اس پر سوار ہوئے، لیکن سوار ہوتے ہی گھوڑا عاجز ہو کر بیٹھ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا گھوڑا واپس لو، اس بدوی نے کہا: اب واپس نہیں لوں گا، آپ نے فرمایا: میرے اور اپنے درمیان کسی کو فیصل بنالو۔ اس آدمی نے کہا: شریح کو بناتا ہوں۔ چنانچہ دونوں معاملہ لے کر وہاں پہنچے، جب قاضی شریح نے معاملہ سن لیا تو کہا: اے امیر المومنین! آپ نے جو خریدا ہے اسے لے لیں، یا جتنا آپ نے اسے استعمال کیا اس کا عوض دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فیصلہ اسی طرح دیا جاتا ہے، اور پھر ان کو کوفہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔'' ❹

---

❶ موسوعة فقه عمر، ص: ۷۲۹۔ المحلی: ۱۱/ ۱۳۲.

❷ إعلام الموقعين: ۱/ ۸۵۔ مجلة البحوث العلمية: ۷/ ۲۸۷.

❸ شهيد المحراب، ص: ۲۱۱.

❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱٤۷. شهيد المحراب، ص: ۲۱۱.

Marfat.com

عدالتی احکامات کے مصادر:

خلفائے راشدین کے عہد میں قاضیوں نے بھی اپنے فیصلہ کے لیے انہی مصادر واصولوں کو بنیاد بنایا، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قاضیوں نے بنیاد بنایا تھا۔ وہ مصادر تھے: قرآن، سنت، اور اجتہاد۔ البتہ خلفائے راشدین کے عہد میں مزید دو چیزوں کا ظہور ہوا:

الف: اجتہاد کے مفہوم اور اس پر عمل کرنے میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کے نتیجہ میں مقدمات، وسائل اور مقاصد میں ترقی ہوئی۔ چنانچہ مشاورت، اجماع، رائے اور قیاس کا ظہور ہوا جو عہد نبوی میں اس شکل میں موجود نہ تھے۔

ب: صحابہ کے وہ عدالتی فیصلے جو خلفاء کے دور میں صادر ہوئے، اسی طرح خلفائے راشدین کے عہد میں قرآن، سنت، اجتہاد، اجماع، قیاس اور سابقہ عدالتی فیصلے عدالتی کارروائی کے لیے بنیادی مصادر قرار پائے، نیز دینی مسائل، معاملات اور احکامات میں مذکورہ مصادر کے ساتھ ساتھ مشاورت کو ایک مصدر کی حیثیت حاصل رہی۔ بہرحال بے شمار نصوص اور متعدد روایات ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورہ مصادر قضاء کے باب میں معتبر ہوتے تھے۔ ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں: [1]

۱: امام شعبی نے قاضی شریح سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کتاب الٰہی کی روشنی میں جو تمہیں حق معلوم ہو وہی فیصلہ کرو، اگر مکمل کتاب الٰہی کو نہ جان سکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ تمہارے سامنے ہو اس کی روشنی میں فیصلہ کرو، اور اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلوں کا احاطہ نہ کرسکو تو تمہیں ائمہ ہدیٰ (ممتاز علماء صحابہ) کے قول وعمل کی روشنی میں جو حق معلوم ہو اس سے فیصلہ کرو اور اگر اس کا بھی استیعاب نہیں کر سکتے تو اجتہاد کر کے اپنی صوابدید سے فیصلہ کرو اور علماء وپرہیزگاروں سے مشورہ لے لو۔" [2]

۲: ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر کہا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے درست وبرحق ہوا کرتی تھی، آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، ہماری رائیں تو گمان وتکلف پر مبنی ہیں۔" [3]

نیز آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے:

---

[1] تاريخ القضاء فى الإسلام، د/ محمد الزحيلى، ص: ۱۱۸ .

[2] اعلام الموقعين: ۱/ ۲۲٤۔ تاريخ القضاء فى الإسلام، ص: ۱۱۹ .

[3] إعلام الموقعين: ۱/ ۵۷۔ تاريخ القضاء فى الإسلام، ص: ۱۲۰ .

''یہ عمر کی رائے ہے اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو عمر کی طرف سے۔''❶

۳: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو کہنے لگے: ''مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ کسی صدیقی فیصلہ کو ردّ کردوں۔''❷

آپ نے اس بات کی مزید تاکید اس خط میں کی ہے جسے آپ نے قاضی شریح کے نام تحریر کیا تھا کہ:

''قرآن سے فیصلہ کرو، اگر اس میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اگر اس میں بھی نہ ملے تو صحابہ کرام کے فیصلوں کی روشنی میں فیصلہ کیا کرو۔''❸

۴: اجماع: اگر درپیش معاملہ کے بارے میں قاضی قرآن وسنت کی کوئی نص نہ پاتے تو علماء کی طرف رجوع کرتے، صحابہ وفقہاء رحمہم اللہ سے مشورہ طلب کرتے، ان کے سامنے مسئلہ پیش کرتے اور سب لوگ اس کے بارے میں تحقیق اور اجتہاد کرتے۔ اگر سب لوگ کسی ایک رائے پر متفق ہوجاتے تو اسی کو اجماع کہا جاتا ہے۔ گویا امت محمدیہ کے کسی ایک دور کے مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر متفق ہوجانا اصطلاح میں اجماع کہلاتا ہے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسلامی شریعت کا یہ تیسرا مصدر ہے، اور سب سے پہلے اس کا ظہور خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔ فقہ، اصول فقہ اور تاریخ فقہ میں اس سلسلہ میں طول طویل بحثیں ہیں، لیکن جن معاملات ومسائل میں امت کا اجماع ثابت ہے وہ بہت کم ہیں۔ اس کے امکانات خلافت اسلامیہ کے دارالحکومت، صحابہ کرام، علماء اور فقہاء کے مجمع مدینہ نبویہ تک محدود تھے، دیگر ممالک وشہروں میں اس کا وجود بالکل شاذ ونادر تھا۔❹

اجماع کے حجت ہونے کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کی قوم کی زبان میں اخوان (دو بھائی) کا اطلاق اِخوۃ یعنی جمع (دو سے زیادہ برادران) پر نہیں ہوتا، پھر آپ اللہ کے فرمان ﴿فَإِنْ كَانَ لَهٗٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾ (النساء: ۱۱) ''اگر مرنے والے کے بھائی ہوں تو ماں کو وراثت میں ایک تہائی ملے گا'' کی وجہ سے ماں کو ثلث (تہائی) کی جگہ سدس (چھٹا حصہ) کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جس فتوے پر شہروں میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے اور لوگ اسی کے مطابق وراثت لیتے دیتے ہیں میں اس کو نہیں توڑ سکتا۔ گویا ابن عباس کی مخالفت سے پہلے ہی اس پر اجماع ہوچکا تھا، اس لیے ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ دراصل اجماع کے تین بنیادی ارکان ہوتے ہیں:

❶ اعلام الموقعین: ۱/ ۵۸۔ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲۰.

❷ إعلام الموقعین: ۱/ ۲۲۴.

❸ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲۰.

❹ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲۲.

Marfat.com

مشورہ، اجتہاد پھر اتفاق۔ اگر ان تینوں ارکان میں سے کسی ایک رکن کی بھی کمی ہو تو قاضی ایک اور مصدر کی طرف رجوع کرے گا اور وہ ہے فیصلوں کے سابقہ دستاویز اور نمونے۔

۵: فیصلوں کے سابقہ دستاویز اور نمونے: یعنی جن فیصلوں کو خلفاء، صالحین اور ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم نے نافذ کیا ہو اس چیز کو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیقی فیصلوں اور آپ کے قاضیوں کے احکامات کے بارے میں صراحتاً ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ ❶ اور اسی چیز کو علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت واضح طور سے لکھا ہے کہ صحابہ کی رائے ہماری اپنی رائے سے زیادہ بہتر ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ''جن ہستیوں کے آراء و مشورے اتنے بلند مقام تک پہنچے ہوئے ہوں وہ اس لائق ہیں کہ ہمارے لیے ان کی رائیں ہماری باتوں سے زیادہ بہتر ہوں اور کیوں نہ ہوں، وہ ایسی رائیں ہوتی ہیں، جو نور، ایمان، علم اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سے لبریز دلوں سے صادر ہوتی ہیں، امت کی خیر خواہی پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان کے دل ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے مشابہ ہوتے ہیں، ان کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ چراغ نبوت سے براہِ راست اور اصلی شکل میں ایمان و عمل کی شمعیں جلاتے ہیں۔ اس میں اختلاف و اشکال کا ادنیٰ بھی شائبہ نہیں ہوتا۔ کوئی بھی اختلاف اسے گدلا نہیں کرسکتا، لہٰذا دوسروں کے آراء و اقوال کو ان برگزیدہ ہستیوں کے آراء و اقوال سے قیاس و موازنہ کرنا نہایت غلط و فاسد قیاس ہے۔'' ❷

۶: قیاس: چوں کہ صحابہ کے فیصلوں کے سابقہ نمونے اور دستاویز بھی کم ہیں، اس لیے قاضی اگر کوئی نص، اجماع، یا سابقہ نمونے نہ پائے تو اجتہاد پر اعتماد کرے، جیسے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ ❸ اور اجتہاد کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہے اسے اس مسئلہ پر قیاس کرے جو اس سے ملتا جلتا ہو اور اس کے بارے میں نص وارد ہو۔ چنانچہ قیاس اسلامی شریعت اور اسلامی فقہ واحکامات کا چوتھا مصدر ہے۔ اس چیز کو عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام بھیجے جانے والے خط میں تحریر کیا تھا:

> ''پھر تم معاملات کو قیاس کرو اور ملتے جلتے مسائل کو ڈھونڈو، پھر ان میں سے جسے تم حق سے قریب تر اور اللہ کی رضامندی کا باعث سمجھو اس کے مطابق فیصلہ دو۔'' ❹

۷: رائے: اگر درپیش قضیہ کے لیے کوئی ایسی نص نہ ملے جس پر قیاس کیا جاسکے تو قاضی حق عدل وانصاف

❶ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲۲، ۱۲۳.

❷ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲۲، ۱۲۳۔ إعلام الموقعین: ۱/ ۸۷.

❸ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (مترجم)

❹ تاریخ القضاء فی الإسلام، ص: ۱۲٤.

اور اسلامی شریعت کے قواعد و مقاصد سے قریب ترین اپنی رائے کی بنا پر فیصلہ دے۔ شریح وغیرہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے جو خطوط لکھے ان میں اس بات کو آپ نے بار بار ذکر کیا ہے۔ ❶

خلافت راشدہ کے دور میں مشاورت کا شمار بھی ان اہم وسائل میں ہوتا تھا، جن سے قاضی حضرات مدد لیتے تھے، جیسے کہ سابقہ روایات، خطوط اور ہدایات فاروقی میں یہ چیز وارد ہے۔ آپ نے قولاً وعملاً شورائیت پر بہت زور دیا، اس لیے کہ اپنی دینی بصیرت کے باوجود اہل شوریٰ سے آپ کافی لگاؤ رکھتے تھے، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ کسی کام کو انجام دیں اور ممتاز علماء صحابہ سے اس کے بارے میں مشورہ نہ لیں۔ ❷ چنانچہ شعبی کا بیان ہے کہ قضیہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور کبھی کبھار آپ ایک ایک مہینہ اس کے بارے میں غور کرتے رہتے اور صحابہ سے مشورہ لیتے رہتے۔ ❸

قاضی کن دلائل پر اعتماد کرے گا

قاضی اپنا فیصلہ صادر کرنے میں جن دلائل پر اعتماد کرے گا ان کی تفصیل یہ ہے:

۱: اقرار:

تحریر و کتابت کے ذریعے سے اعتراف جرم کرنا بھی اقرار کی ایک معتبر شکل ہے۔

۲: گواہی:

قاضی کے لیے ضروری ہے کہ گواہی دینے والے گواہوں کی صلاحیت و درستی کی تحقیق کر لے، آیا کہ وہ گواہی دینے کے قابل ہیں یا نہیں، اگر وہ گواہوں کو نہ پہچانتا ہو تو ان گواہوں سے ایسے لوگوں کو لانے کا مطالبہ کرے جو ان کی تصدیق کریں۔ ایک آدمی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک معاملہ میں گواہی دینے آیا تو آپ نے اس سے کہا: میں تمہیں نہیں پہچانتا، اور میرا تمہیں نہ پہچاننا تمہارے لیے کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔ کسی ایسے شخص کو لے آؤ جو تمہاری تصدیق کر دے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا: میں اسے پہچانتا ہوں۔ آپ نے اس آدمی سے پوچھا: کس چیز میں تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: فضل وعدالت میں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ تمہارا قریبی پڑوسی ہے کہ جس کے رات اور دن اور آمد و رفت سے تم واقف ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ درہم و دینار کے لین دین کا کوئی معاملہ کیا ہے کہ جس کے ذریعے سے ورع وتقویٰ کا اندازہ لگایا جاتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ تمہارا رفیق سفر رہا ہے کہ جس میں اخلاق کی بلندیاں ظاہر ہوتی ہیں؟ اس نے کہا:

---

❶ إعلام الموقعين: ١/ ٧٠.

❷ تاريخ القضاة، ص: ١٢٥.

❸ تاريخ القضاة، ص: ١٢٥.

نہیں۔ آپ نے فرمایا: تب تم اسے نہیں پہچانتے ہو۔ ❶

اور گواہی، قسم پر مقدم ہوگی، خواہ مدعی مدعا علیہ کے قسم کھانے سے پہلے اسے پیش کرے یا قسم کھانے کے بعد۔ چنانچہ اگر مدعی نے مدعا علیہ سے اس دعویٰ پر قسم کھانے کا مطالبہ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لے لی، پھر مدعی اسی دعویٰ پر بینہ (گواہی) پیش کر دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی اور قسم کا اعتبار نہیں ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کو اس طرح کہا تھا:

''معتبر و سچی گواہی کی موجودگی میں جھوٹی قسم تردید کر دیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔'' ❷

گواہی لانے کا مطالبہ مدعی ہی سے کیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اپنے خط میں لکھا تھا:

''مدعی کو گواہ پیش کرنا ہے اور مدعا علیہ کے لیے قسم کھانا ہے۔'' ❸

اگر اتفاق سے مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو اس کی ایک گواہی معتبر ہوگی البتہ مدعی اس کے ساتھ اپنی صداقت کے لیے قسم کھائے گا۔ مالی معاملات میں عمر رضی اللہ عنہ ایک گواہ کی موجودگی میں ایک قسم کا اعتبار کرتے تھے۔ ❹

۳: قسم:

قاضی مدعا علیہ سے اس وقت تک قسم نہیں طلب کرے گا جب تک کہ مدعی گواہ دینے سے اپنی عاجزی کا اعتراف نہ کر لے اور مدعا علیہ سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ کر لے۔ اگر مدعی، مدعا علیہ سے قسم کھانے کا مطالبہ کر لیتا ہے اور مدعا علیہ قسم کھا لیتا ہے تو اس کی قسم پر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ''وداعہ'' ❺ سے قسم لے کر معاملہ کا تصفیہ کیا۔ مدعا علیہ فریق نے قسم کھا لی اور آپ نے انہیں خون (قتل) سے بری کر دیا۔

اسی طرح کھجور کے ایک درخت کے بارے میں عمر اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما اپنا جھگڑا لے کر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، مدعی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ سے قسم کھانے کو کہا گیا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! (چھوٹی چیز ہے) جانے دیجیے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین کیوں اسے جانے دے؟ میں جب تک حق سمجھوں گا اپنی قسم کے ذریعے سے اسے ضرور لوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، کھجور کا درخت بلاشبہ میرا ہی ہے، اس میں اُبی کا کوئی حق نہیں۔ پھر جب وہ دونوں وہاں سے نکلے تو آپ نے وہ درخت ابی رضی اللہ عنہ کو مفت میں دے دیا۔ آپ سے پوچھا گیا: اے امیر المومنین! قسم

❶ سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۲۵۔ موسوعة فقه عمر، ص: ۷۳۱.
❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۳۱.
❸ سنن البیهقی: ۱۰/ ۱۵۳، ۱۵۰.
❹ المغنی: ۹/ ۱۵۱۔ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۷۳۲.
❺ یمن کا ایک قبیلہ ہے۔

کھانے سے پہلے آپ نے اسے کیوں نہیں دے دیا؟ تو آپ نے فرمایا: میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں قسم نہ کھاؤں تو میرے بعد اپنا حق لینے کے لیے اور لوگ بھی قسم نہ کھائیں اور پھر یہی سنت چل پڑے۔ ❶ لہٰذا جس پر قسم کھانا واجب ہوتا ہے اس کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ ورع وتقویٰ کے پیش نظر وہ قسم نہ کھائے۔

ہم نے مذکورہ واقعہ دیکھ لیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کس طرح قسم کھائی اور جب حق لے لیا تو اس سے تنازل کر لیا۔

عمر رضی اللہ عنہ بعض فریقین سے قسم لینے میں سختی کرتے تھے، مثلاً انہیں ان مقامات پر قسم کھانے کا حکم دیتے کہ جہاں دروغ گوئی کرنے سے ان کے دل کانپ اٹھیں اور وہ جھوٹی قسمیں نہ کھائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں سے ''حجر'' (حطیم) میں قسم لی اور کچھ لوگوں سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے پاس قسم لی۔ ❷

۴: اثبات نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسی:

قیافہ شناسی ان قوی قرائن میں سے ایک ہے جن کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کی دلیل موجود ہے۔ قیافہ شناسی کا اعتبار کرتے ہوئے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے فیصلہ دیا ہے۔ ❸

۵: قرائن:

قرائن کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ قرائن کے استنباط وفہم میں قاضیوں کو مختلف زاویوں سے غور کرنا چاہیے، مثلاً مضبوط قرائن میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ عورت حاملہ ہو جائے۔ پس ایسی حالت میں اس کا حاملہ ہونا اس کے زانیہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح مدت حمل سے کم مدت میں ولادت ہونا بھی اس کے زانیہ ہونے کی دلیل ہے اور قرائن کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ دو مردہ لاشیں ایک دوسرے کے اوپر ہوں، پس ان کا ایک دوسرے کے اوپر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جس کی موت پہلے ہوئی ہے وہ نیچے ہے اور جس کی موت بعد میں ہوئی ہے وہ اوپر ہے۔ چنانچہ اسی قرینہ کا اعتبار کرتے ہوئے طاعون عمواس میں عمر رضی اللہ عنہ نے دو شہدائے طاعون میں سے جس کے ہاتھ یا پیر کو دوسرے کے اوپر دیکھا تو اوپر والے کو نیچے والے کا وارث قرار دیا، نیچے والے کو اوپر والے کا وارث نہیں بنایا۔ نیز شراب نوشی کے قوی قرائن میں سے یہ بات ہے کہ اگر آدمی قے کرے تو اس میں شراب پائی جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمی پر شراب نوشی کی حد جاری کی جس کی قے میں شراب پائی گئی۔ ❹

۶: قاضی کا علم:

حدود وقصاص کے معاملات میں قاضی کی معلومات اس بات کی دلیل نہیں بن سکتیں کہ وہ انہی بنیادوں پر

---

❶ تاریخ المدینة المنورة: ۲/ ۷۵۵۔ موسوعة فقه عمر، ص: ۷۳۲.

❷ موسوعة فقه عمر، ص: ۷۳۳.

❸ النظام القضائی، مناع القطان، ص: ۸۱، ۸۲.

❹ موسوعة فقه عمر، ص: ۷۳۵.

Marfat.com

فردِ متہم کے خلاف فیصلہ صادر کردے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام تحریر کیا تھا کہ ''حاکم اپنی معلومات، گمان اور شبہ کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرے۔'' ❶

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ فلاں آدمی نے قتل کیا ہے، چوری کی ہے، یا زنا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تمام مسلمانوں کی طرح آپ کو بھی ایک گواہ شمار کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بالکل صحیح کہا۔ ❷

البتہ حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں کیا قاضی کی اپنی معلومات اس کے فیصلہ کے لیے ان حالات میں دلیل بن سکتی ہیں، جب کہ کوئی اور دلیل نہ ہو؟ تو اس سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف روایات وارد ہیں۔ ❸

معاملات میں اس قدر تحقیق وجستجو کے باوجود عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو ان کی غلطیوں کے اعتراف پر شاباشی دینے سے گریزاں اور اس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ وہ اپنے گناہوں کو چھپائے رکھیں اور اللہ سے توبہ کریں۔ چنانچہ شرحبیل بن سمط الکندی جب مدائن میں سرحدی افواج میں سے ایک گروہ کے ذمہ دار تھے تو خطبہ دیتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! تم ایسی زمین میں ہو جس میں شراب نوشی عام ہے اور عورتوں کی کثرت ہے۔ (یعنی شراب وشباب کا چلن ہے) لہٰذا تم میں سے جو حد نافذ کرنے والا جرم کر گزرے وہ ہمارے پاس آجایا کرے، تاکہ ہم اس پر حد قائم کردیں، اس میں اس کے لیے پاکی ہے۔'' جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس خطبہ کی خبر ملی تو آپ نے ان کو لکھا: ''تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ لوگوں کو اللہ کی ردائے پردہ داری کو پھاڑنے کا حکم دو، جس سے اللہ نے ان کی پردہ پوشی کی ہے۔'' ❹

ہاں ضرور ہے کہ اگر لوگ اس کے جرم کو دیکھ لیں اور محکمہ قضاء تک وہ معاملہ پہنچا دیں تو بغیر کسی رواداری ومروّت کے اسلامی حکومت اس پر حد نافذ کرے گی۔ ❺

آپ جب فریقین (مدعی ومدعا علیہ) کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے تھے:

> ''اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ فیصلہ لینے کے لیے جب میرے سامنے فریقین ہوں گے تو میں کسی ایک کی طرف داری کروں گا...... خواہ وہ میرا قریبی ہو یا کوئی دوسرا ہو...... تو پلک جھپکنے تک کی مجھ کو مہلت نہ دے۔'' ❻

---

❶ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ٧٣٥۔ مصنف عبدالرزاق: ٨/ ٣٤٢.
❷ سنن البيهقي: ١٠/ ١٤٤۔ موسوعة فقه عمر، ص: ٧٣٥.
❸ موسوعة فقه عمر، ص: ٧٣٥.
❹ القضاء في خلافة عمر، ناصر الطريفي: ٢/ ٨٦٢.
❺ عصر الخلافة الراشدة، ص: ١٤٦.
❻ الحلية، أبي نعيم: ٦/ ١٤٠۔ الطبقات: ٣/ ٢٩۔ اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

چند جرائم وبدعنوانیوں کے بارے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قانونی سزائیں

۱: حکومت کی جعلی مہر بنوالینا:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ایسا خطرناک واقعہ پیش آیا جو اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا، وہ یہ کہ معن بن زائدہ نے حکومت کی طرح جعلی مہر بنوالی اور اس کی تصدیق سے اسلامی بیت المال سے مال نکلوالیا۔ جب اس کا انکشاف ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس معاملہ پہنچا تو آپ نے معن بن زائدہ کو سو (۱۰۰) کوڑے لگوائے اور قید کردیا۔ معن نے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا تو آپ نے انہیں پھر سو کوڑے لگائے، انہوں نے پھر کچھ کہنا چاہا تو آپ نے تیسری مرتبہ پھر سو کوڑے لگائے اور پھر جلاوطن کردیا۔ ❶

۲: ایک آدمی کوفہ میں اسلامی بیت المال سے چوری کرتا ہے:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کی سزا کے بارے میں دریافت کیا جس نے بیت المال سے چوری کی ہو تو آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس مال میں ہر ایک کا حق ہے۔ ❷ اور اسے تعزیری کوڑے لگوائے۔ ❸

۳: عام الرمادہ (قحط سالی کے سال) میں چوری کی سزا کا حکم:

عام الرمادۃ میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے ایک ''مزنی'' آدمی کی اونٹنی چوری کرلی اور اسے ذبح کرکے کھالیا۔ جب معاملہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے غلاموں کو طلب کیا اور انہوں نے محفوظ مقام سے اونٹنی کی چوری کا اعتراف کیا۔ چوری کرنے والے عاقل، بالغ اور مکلّفِ شریعت تھے۔ انہوں نے چوری کرنے کی کسی اضطراری ضرورت کا بھی دعویٰ نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے کثیر بن الصلت کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹیں، لیکن چوں کہ آپ قحط سالی اور لوگوں کی بھوک کا مشاہدہ کررہے تھے اس لیے ان کے لیے عذر تلاش کرتے ہوئے ان کے آقا حاطب رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے لگتا ہے تم انہیں بھوکا رکھتے تھے؟ پھر اسی پر بس کیا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم منسوخ کردیا اور حاطب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''مزنی'' کو اس کی اونٹنی کی دگنی قیمت یعنی (۸۰۰) آٹھ سو درہم ادا کرو۔ ❹ اس طرح آپ نے اضطراری حالت دیکھ کر ان سے چوری کی حد ساقط کردی۔ ❺

---

❶ أولیات الفاروق، ص:٤٥٣.

❷ المغنی: ١٢/ ٣٨٦۔ ارواء الغلیل، حدیث نمبر: ٢٤٢٢۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

❸ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص:١٤٨.

❹ المنتقیٰ، شرح الموطأ، الباجی:٦/ ٦٣.

❺ عصر الخلافۃ الراشدۃ، ص:١٤٨.

۴: پاگل زانیہ عورت:

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پاگل عورت لائی گئی جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا اور اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ ادھر سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو کہا: اسے واپس لے جاؤ اور پھر آپ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہ "مرفوع القلم" میں سے ہے، اور پھر اس سلسلے کی پوری حدیث سنائی۔ ❶ آخر میں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں، یہ ضرور ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر یہ کیوں رجم کی جا رہی ہے؟ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا ❷ اور اللہ اکبر کہنے لگے۔ ❸

۵: ایک ذمی نے مسلمان عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس طرح کا ایک واقعہ پیش آیا تو آپ نے اسے پھانسی دی، اس لیے کہ اس نے شروط ومعاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ ❹

۶: کچھ عورتیں زنا پر مجبور کی گئیں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ریاست کی کچھ باندیاں لائی گئیں، انہیں ریاست کے کچھ غلاموں نے زنا کرنے پر مجبور کیا تھا، تو آپ نے غلاموں کو کوڑے لگائے اور لونڈیوں کو چھوڑ دیا۔ ❺

اسی طرح آپ کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس سے زنا کی حرکت سرزد ہوگئی تھی، عورت نے عرض کیا: میں سو رہی تھی اور اس وقت بیدار ہوئی جب کہ آدمی مجھ پر غالب آ چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے یہ سن کر اس سے درگزر کیا اور سزا نہیں دی۔ ❻ آپ نے یہ موقف اس لیے اختیار کیا کہ یہ واقعہ شبہ پر قائم تھا اور حدود وقصاص کو شبہ کی بنیاد پر نافذ نہیں کیا جاتا۔

بہرحال جبر واکراہ خواہ زبردستی قابو میں کر لینے کی صورت میں ہو یا قتل وغیرہ کی دھمکی کے ذریعے سے ہو دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ آپ کے عہد خلافت میں ایک عورت نے ایک چرواہے سے پانی مانگا، چرواہے نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور دینے کے لیے اس سے زنا کی شرط لگا دی۔ چنانچہ اس عورت نے (مجبوراً) اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا، چنانچہ جب یہ قضیہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے خیال میں اس کی اضطراری حالت تھی، پھر آپ نے عورت کو مزید کچھ عطیہ دے کر چھوڑ دیا۔

❶ وہ حدیث اس طرح ہے: " رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ . "
❷ الخلافة الراشدة، د/ یحییٰ الیحییٰ، ص: ۳۵۱۔ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۴۸ .
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۴۸ .
❹ الموطا: ۲/ ۸۲۷۔ المغنی: ۱۲/ ۲۱۷۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۵۴۸ .
❺ السنن الکبریٰ، البیهقی: ۸/ ۳۵۔ المغنی: ۱۲/ ۲۱۷ .
❻ السنن الکبریٰ، البیهقی: ۸/ ۲۳۶۔ المغنی: ۱۲/ ۲۱۸ .

Marfat.com

۷: حرمت زنا سے عدم واقفیت کا حکم:

سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک افسر نے خط لکھ کر آپ کو مطلع کیا کہ ایک آدمی نے زنا کا اعتراف کیا ہے، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا کہ اس سے پوچھو کہ اسے زنا کی حرمت معلوم تھی، اگر ہاں کہتا ہے تو اس پر حد شرعی نافذ کرو اور اگر نہیں کہتا ہے تو اسے بتادو کہ یہ فعل حرام ہے، او اگر پھر دوبارہ ایسا کرے تو اس پر حد نافذ کرو۔ ❶

۸: ایک عورت نے عدت میں شادی کر لی، اسے اور اس کے شوہر کو اس کی حرمت کا علم نہ تھا:

ایک عورت نے اپنی عدت کے ایام میں نکاح کر لیا اور جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عورت کی پٹائی کی، جو حد سے کم تھی۔ ❷ اور شوہر کو بھی تعزیری طور پر کوڑے لگائے۔ ❸

۹: ایک خاوند کے ہوتے ہوئے منکوحہ نے خفیہ طریقے سے دوسرے آدمی سے شادی رچائی:

عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی عورت کو رجم کیا اور دوسرے شوہر کو سو کوڑے لگوائے اور اسے رجم نہیں کیا، کیوں کہ اسے منکوحہ کے پہلے شوہر کا علم نہ تھا۔ ❹

۱۰: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ''زنا'' کے معاملہ میں متہم ہونا:

چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تین آدمیوں نے شہادت دی اور چوتھے نے انکار کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شکر ہے اللہ ربّ العالمین کا کہ اس نے شیطان کو اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنسنے کا موقع نہ دیا۔ ❺ پھر آپ نے تینوں گواہوں پر تہمت کی حد نافذ کی کیوں کہ تین کی شہادت سے اتہام زنا کی مطلوبہ شہادت پوری نہیں ہوتی۔ ❻

۱۱: اس عورت کا حکم جس نے شادی کے لیے خود کو اپنے غلام کے حوالے کیا:

ایک عورت نے اپنے غلام سے شادی کر لی، اس سے اس سلسلہ میں کہا گیا، اس نے جواب دیا: کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

﴿ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾

''یا جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔''

---

❶ المحلی: ۱۲/ ۱۰۷، اثر نمبر: ۲۱۹۸.
❷ المحلی: ۱۲/ ۱۹۲، اثر نمبر: ۲۲۱۵.
❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۴۹.
❹ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۴۹.
❺ المغنی: ۱۲/ ۲۴۵.
❻ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۴۹.

Marfat.com

اور یہ ہمارا ملک یمین (غلام) ہے۔ چنانچہ قضیہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا: تمہارا غلام تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں میں جدائی کرا دی اور عورت کو حد میں نہیں بلکہ تعزیری طور پر سو کوڑے لگوائے اور اس سے حد اس لیے ساقط کر دی کہ اسے درپیش معاملہ کی حرمت کا علم نہ تھا۔ ❷

۱۲: ایک عورت اپنے شوہر پر اپنی لونڈی سے زنا کی تہمت لگاتی ہے:

ایک عورت نے اپنے شوہر پر اپنی لونڈی سے زنا کرنے کی تہمت لگائی، پھر اقرار کیا کہ اس نے اپنی لونڈی کو خاوند کی ملکیت میں دے دیا تھا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے عورت پر اسّی (۸۰) کوڑے تہمت کی حد نافذ کرنے کا حکم دیا۔ ❸

۱۳: طنز واشارہ میں تہمت لگانے پر حد تہمت کا نفاذ:

آپ کے عہد خلافت میں ایک آدمی نے دوسرے پر طنز کیا اور کہا: نہ میرا باپ زانی ہے اور نہ میری ماں بدچلن۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس قضیہ کی شکایت سن کر لوگوں سے اس معاملہ میں مشورہ لیا، کسی نے کہا: اس نے اپنے ماں باپ کی تعریف کی ہے اور کچھ لوگوں نے کہا: وہ اپنے والدین کے بارے میں ایسا کہہ کر کچھ دوسری بات کہنا چاہتا ہے (یعنی میرے والدین اس طرح نہیں لیکن تمہارے والدین بدکار ہیں) ہماری رائے ہے کہ آپ اس پر تہمت کی حد نافذ کریں۔ چنانچہ آپ نے اس پر اسّی (۸۰) کوڑے تہمت کی حد نافذ کی۔ ❹

گویا عمر رضی اللہ عنہ نے تہمت پر مبنی طنز واشارہ پر حد نافذ کی، اس لیے کہ قرینہ صاف ظاہر تھا، وہ آدمی اپنے فریق مخالف پر اشاروں میں تہمت لگا رہا تھا کیوں کہ یہ بات اس نے کافی گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کے بعد کہی تھی۔ پس عمر رضی اللہ عنہ کی اس سلسلہ میں کارروائی اس سیاست پر مبنی تھی کہ اس سے احمقوں کو تادیبی سزا بھی مل جائے اور پاک دامن لوگوں کی عزتیں محفوظ رہیں۔ آپ کی یہ حکیمانہ سیاست تھی جو کتاب وسنت کے خلاف نہ تھی بلکہ شریعت اسلامیہ کی روح واساسی مقاصد کے بالکل موافق تھی۔ ❺

۱۴۔ عزت پر ڈاکا ڈالنے والے یہودی کا خون مباح ہے:

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دو نیک نوجوان تھے، جن میں مواخات کا رشتہ تھا۔ ان میں سے ایک غزوہ پر جانے لگا اور اپنے بھائی کو نصیحت کر دی کہ ہماری آل واولاد کی دیکھ بھال کرے گا۔ چنانچہ ایک رات اس کا بھائی اس کے

❶ المحلی: ۱۲/ ۱۹٤، اثر نمبر: ۲۲۱٦.

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۲۰۳.

❸ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۵۰.

❹ السنن الکبرٰی، البیهقی: ۸/ ۲۵۲.

❺ اولیات الفاروق، ص: ٤۳۹، ٤٤۰.

Marfat.com

بیوی بچوں کی خیریت معلوم کرنے گیا تو دیکھا کہ گھر میں ایک چراغ جل رہا ہے اور ایک یہودی اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ گھر میں موجود ہے، اور شعر پڑھ رہا ہے:

واشعث غرة الاسلام منی
خلوت بعرسه ليل التمام

''میری وجہ سے اسلام کی چمک داغ دار ہوگئی، میں اس (اسلامی مجاہد) کی بیوی کے ساتھ طویل رات خلوت میں رہا۔''

ابيت على ترائبها ويمسى
على جرداء لاحقة الحزام

''میں اس کی دوشیزہ کے ساتھ اس کے پستانوں سے لپٹ کر رات گزارتا ہوں اور وہ چٹیل تنگ زمین میں رات گزارتا ہے۔''

كان مجامع الربلات منها
فئام ينهضون الى فئام

''رانیں اور شرمگاہ اس کی ایسی جماعت ہے جو استقبال کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔''

یہ منظر دیکھ کر مجاہد کا بھائی اپنے گھر آیا، تلوار سونتی اور اپنے بھائی کی بیوی کے پاس پہنچا اور یہودی کو قتل کردیا، پھر اسے ننگا کرکے راستے میں پھینک دیا۔ جب صبح ہوئی تو یہودیوں نے دیکھا کہ ان کا ایک آدمی قتل کردیا گیا ہے اور قاتل کا پتہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور واقعہ سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے "اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ" کی ندا لگوائی۔ لوگ اکٹھے ہوئے اور آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر کسی شخص کو اس کے قاتل کا علم ہے تو وہ مجھے بتا دے۔ وہ نوجوان کھڑا ہوا اور عمر رضی اللہ عنہ کو وہی اشعار پڑھ کر سنائے اور واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تیرے ہاتھوں کو مضبوط کرے، اور پھر یہودی کا خون مباح قرار دیا۔ ❶

۱۵: محرماتِ الٰہیہ کا تقدس چاک کرنے والے مقتول کی کبھی دیت نہیں دی جائے گی:

امام عبدالرزاق نے اپنی کتاب "المصنف" اور امام بیہقی نے ''السنن الکبریٰ'' میں روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے ہذیل کے کچھ لوگوں کو دعوت دی اتفاق سے انہوں نے لکڑیاں لانے کے لیے اپنی لونڈی کو بھیج دیا، میزبان کو وہ لونڈی پسند آگئی اور اس نے اس کا پیچھا کیا، اور اس سے منہ کالا کرنا چاہا، لیکن لونڈی نے انکار کردیا۔ پھر دونوں میں کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر لونڈی بھاگ نکلی، دور آکر ایک پتھر اٹھایا اور اس آدمی کو زور

❶ اولیات الفاروق، ص: ٤١٤.

Marfat.com

سے مارا، آدمی کا کلیجہ پھٹ گیا پھر وہ مر گیا۔ وہ لونڈی بھاگ کر اپنے گھر والوں کے پاس آئی اور انہیں واقعہ کی خبر دی، اس کے گھر والے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور واقعہ سے خبردار کیا۔ آپ نے اپنے تفتیشی عملہ (جانچ کرنے والی ٹیم) کو واقعہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، وہ گئے تو دونوں کی لڑائی کے آثار ملے۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ (کے دین) کے لیے قتل کرنے والے سے کبھی دیت نہیں لی جائے گی، اور آپ نے اس عزت کے لٹیرے ظالم کا خون مباح قرار دیا، نہ کوئی قصاص نافذ کیا، نہ دیت اور نہ کفارہ۔

۱۶: اگر اس میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا:

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بچہ بے خبری کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس میں "صنعاء" کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا اور ایک روایت میں ہے کہ چار آدمیوں نے مل کر ایک بچے کو قتل کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا۔ ❶

اس واقعہ میں بھی عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے بارے میں قرآن وسنت سے کوئی نص ثابت نہیں ہے اور نہ کوئی دورِ صدیقی کا واقعہ ایسا ملتا ہے جس میں ایسا فیصلہ ہوا ہو۔ بلکہ آپ نے فیصلہ مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر اپنی سمجھ سے صادر کیا، کیوں کہ اسلامی شریعت کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ سے بدعنوانی دور رہے اور اس کے امن کی حفاظت واستحکام ہو۔ خون کا معاملہ آسان نہیں ہے، وہ بڑی دقت سے انصاف اور امت کی مصلحت چاہتا ہے۔ پس اس طرح کے واقعات میں اسلامی شریعت کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس جرم میں متعدد لوگوں کی شرکت ثابت ہو جائے تو سب پر قصاص نافذ ہو، یہی جمہور علماء، ائمہ اربعہ، سعید بن مسیّب، حسن، ابوسلمہ، عطاء، قتادہ، ثوری اور اوزاعی وغیرہم رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔ ❷ نیز یہی بات راجح اور سنت سے قریب تر ہے، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے عمل اور اجماع صحابہ سے اس کی قوی دلیل موجود ہے اور معاشرہ میں انسانی جانوں کی حفاظت اور جرائم پیشہ افراد کو مجرمانہ کارروائیوں سے باز رہنے کی ایک حکیمانہ دھمکی بھی ہے۔ ❸

۱۷: جادوگر کی سزا قتل ہے:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آفیسروں کو یہ عمومی حکم نامہ بھیجا تھا کہ ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ ❹ اور آپ نے یہ حکم نافذ کیا اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ ❺

❶ صحیح البخاری، الدیات، حدیث نمبر: ٦٨٩٦.

❷ المغنی، ابن قدامہ: ١١/ ٢٨٧. ❸ اولویات الفاروق السیاسیة، ص: ٤٠٩.

❹ اولویات الفاروق السیاسیة، ص: ٤٤٧.

❺ أولیات الفاروق السیاسیة ، ص: ٤٤٧.

Marfat.com

۱۸: اپنی اولاد کے قاتل اور ذمی کے مسلمان قاتل کا کیا حکم ہے؟

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے قاتل کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ وہ دیت ادا کرے۔ ❶ اور جو مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے، آپ کے دورِ خلافت میں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا، شام میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تو آپ نے قصاص میں اسے قتل کروا دیا۔ ❷

۱۹: دیت اور قسامہ ایک ساتھ:

قتل کے مقدمہ میں مقتول کے اولیاء یا مدعا علیہم کا اپنے ثبوت میں مکرر قسمیں کھانا ہی ''قسامہ'' کہلاتا ہے۔ ❸ عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی (یمن کے دو قبیلے) ''وداعہ'' اور ''شاکر'' ❹ کے درمیان مقتول پایا گیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے مقتول کے اولیاء کو حکم دیا کہ مقتول کی جگہ سے دونوں قبیلوں کی دوری کی پیمائش کریں۔ چنانچہ اسے ''وداعہ'' سے قریب پایا گیا۔ آپ نے ان سے پچاس قسمیں لیں، ہر آدمی نے حلفیہ بیان دیا کہ نہ تو میں نے اسے قتل کیا اور نہ اس کے قاتل کو جانتا ہوں۔ پھر آپ نے ان پر دیت کی ادائیگی کا جرمانہ قائم کیا۔ انہوں نے کہا: امیر المومنین! ہماری قسموں نے نہ تو ہمارا مال بچایا، اور نہ ہمارے مال نے ہمیں قسموں سے بچایا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی صحیح فیصلہ ہے۔ ❺

۲۰: اے اللہ میں نہ حاضر تھا، نہ حکم دیا، نہ راضی ہوں اور نہ واقعہ سن کر خوش ہوں:

جب فتح ''تُستر'' کی خبر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا: کیا کوئی نئی بات تو نہیں پیش آئی؟ لوگوں نے کہا: ہاں ایک بات ہوئی ہے، وہ یہ کہ ایک آدمی اسلام سے مرتد ہو گیا۔ آپ نے پوچھا: تم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے اسے قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تم نے اسے ایک گھر میں بند کر دیا اور ہر روز اسے کھانے کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا دیتے، پھر اس سے توبہ کرواتے، اگر توبہ کر لیتا تو ٹھیک تھا، ورنہ اسے قتل کر دیتے۔ پھر آپ نے کہا: اے اللہ میں اس واقعہ کے وقت حاضر نہ تھا، نہ اس کا حکم دیا، نہ راضی ہوں اور جب واقعہ سنا تو مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ ❻

---

❶ عصر الخلافة الراشدة، ص:۱۵۳۔ المغنی: ۱۱/ ۴۰۵.

❷ عصر الخلافة الراشدة، ص: ۱۵۳۔ یہ روایت ضعیف ہے کیوں کہ اس کی سند منقطع ہے، مصنف عبدالرزاق: ۱۰/ ۱۰۱ میں اس کی سند یوں ہے: "عن الثوری عن حماد بن ابراھیم اَنَّ رَجُلًا مُسْلِمًا قَتَلَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ الْحِيْرَةِ فَاَقَادَ مِنْهُ عُمَرُ. ابراہیم اور عمر کے درمیان انقطاع ہے۔ ابراہیم نے عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، اور اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/ ۳۶۳ کی روایت میں مجہول العین راوی ہے: عن ابی نضرة قال حَدَّثنا ان ......

❸ اولیات الفاروق، ص: ۲۶۴۔ کتاب وسنت کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ ''مسلم کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔'' بخاری: ۶۹۱۵۔ (مترجم)

❹ أولیات الفاروق، ص: ۲۶۶۔ ❺ السنن الکبریٰ، البیہقی: ۸/ ۱۲۳، ۱۲۴۔ اولیات الفاروق، ص: ۴۶۶.

❻ محض الصواب: ۱/ ۳۷۲.

Marfat.com

۲۱: شراب نوشی کی حد اسّی (۸۰) کوڑے مقرر کرنا:

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا اور اسلامی فتوحات کی کثرت ہوگئی، آبادیاں دور دور تک پھیل گئیں، لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی اور ایسے بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا جو مکمل طریقے سے اسلامی تربیت اور دینی معلومات سے ناآشنا تھے، تو ان میں بہت زیادہ شراب نوشی ہونے لگی اور عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑی پریشانی آ کھڑی ہوئی۔ چنانچہ آپ نے بزرگ صحابہ کو اکٹھا کیا اور اس سلسلہ میں مشورہ لیا، سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ان کی سزا اسّی (۸۰) کوڑے بطور حد مقرر کی جائے، یہ حدود کی سب سے کم تر مقدار ہے۔ بہرحال آپ نے اسی پر عمل کیا اور آپ کی پوری مدت خلافت میں کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہ کی۔ ❶

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وبرہ الصلیتی کو شام سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ ان کا بیان ہے کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ کے پاس طلحہ، زبیر بن عوام اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم مسجد میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے، میں نے آپ سے کہا: خالد بن ولید نے آپ کو السلام علیکم عرض کیا ہے اور آپ کو خبر دی ہے کہ لوگ کثرت سے شراب نوشی کرنے لگے ہیں اور سزا کا مذاق اڑاتے ہیں، لہٰذا آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ سب تمہارے سامنے ہیں، (معاملہ پر غور وخوض ہو رہا ہے) وبرہ کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں جب وہ نشہ سے بدمست ہوگا تو بکواس وبے ہودہ بکے گا، اور جب بے ہودگی بکے گا تو (دوسروں پر) تہمت لگائے گا، اور تہمت لگانے والے کی شرعی حد اسّی (۸۰) کوڑے ہے۔ یہ سن کر سب نے اسی پر اتفاق ظاہر کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے مشورہ سے تمہارا حاکم (یعنی میں) نتیجہ پر پہنچ گیا۔ پھر سیّدنا عمر اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے بھی ایسے مجرموں کو (۸۰) کوڑے لگوائے۔ ❷

۲۲: شراب کی دکان نذرِ آتش کر دینا:

یحییٰ بن سعید بن عبیداللہ نافع سے روایت کرتے ہیں اور نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی کے گھر میں کافی مقدار میں شراب ملی، تو آپ نے حکم دیا کہ اس گھر کو نذرِ آتش کردو، چنانچہ اسے جلا دیا گیا، مالک مکان کا نام ''رویشد'' تھا، آپ نے اس سے کہا: تم ''فویسق'' ہو۔ ❸

علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ''رویشد ثقفی'' کا گھر نذر آتش کردیا، وہ نبیذ کے ایک تاجر تھے۔ اور علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب کی دکان کو شراب کے ساتھ نذر آتش کردیا اور

---

❶ إعلام الموقعين: ۱/ ۲۱۱.

❷ إعلام الموقعين: ۱/ ۲۱۱.

❸ الأموال، أبوعبيده، ص: ۱۲۵، اثر نمبر: ۲۶۷۔ اولیات الفاروق، ص: ۴۳۵.

Marfat.com

ایک ایسی بستی بھی جلا دی جس میں شراب کی تجارت ہوتی تھی۔ ❶

۲۳: پاک دامن مسلمان خاتون کی طرح اس کا نکاح کر دو:

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میری ایک بچی تھی زمانہ جاہلیت میں میں نے اس کو زندہ درگور کرنا چاہا تھا، لیکن مرنے سے پہلے ہم نے اسے قبر سے نکال لیا، پھر اس نے اسلام کی حقیقت سمجھ لی اور اسلام لے آئی، پھر حد نافذ کرنے والا جرم (زنا) کر گزری، اس نے چھری لی تا کہ خودکشی کر لے، ہم نے اس کو پکڑ لیا، حالاں کہ وہ اپنی گردن کی رگیں کاٹ بھی چکی تھی، میں نے اس کا علاج کرایا اور وہ شفایاب ہوگئی، پھر اس نے صدقِ دل سے توبہ بھی کر لی، اب اس نے ایک جگہ اپنی شادی کا پیغام دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ انہیں اس بچی کے ماضی سے آگاہ کر دوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا جس چیز کو اللہ نے چھپایا ہے تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے اس کے بارے میں کسی کو بتایا تو تمہیں ایسی سزا دوں گا جو پورے ملک والوں کے لیے عبرت ہوگی، جاؤ اور اس کا پاک دامن مسلمان خاتون کی طرح نکاح کر دو۔ ❷

۲۴: ایک آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اسے میراث سے محروم کر دیتا ہے:

سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ غیلان ثقفی جب اسلام لائے تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان میں سے صرف چار کو منتخب کر لو اور باقی کو چھوڑ دو۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، اور اپنی جائداد بیٹوں میں تقسیم کر دی۔ اس بات کی خبر عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، آپ نے انہیں بلا بھیجا، وہ آپ کے پاس آئے، آپ نے ان سے کہا: مجھے لگتا ہے کہ شیطان جو کچھ چوری سے ملأ اعلیٰ کی گفتگو سنتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری موت کے بارے میں سن لیا ہے، اور پھر تمہارے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تم جلد ہی مر جاؤ گے، اس طرح اس کی سبقت بیانی نے تم کو اس کام پر مجبور کیا ہے۔ اور میں اللہ کی قسم! تمہارے بارے میں یہ سوچتا ہوں کہ میری اس جگہ سے تم اٹھ کر نہیں جاؤ گے کہ تمہاری موت ہو جائے گی اور اللہ کی قسم اپنی بیویوں کو لوٹانے اور بیٹوں میں تقسیم کردہ مال کو واپس لینے سے پہلے اگر تم مر گئے تو تمہاری بیویوں کو تمہاری جائداد میں حصہ دلاؤں گا، پھر تمہاری قبر پر پتھر برساؤں گا اور جس طرح ابو رغال کی قبر کے ساتھ ہوا ہے اسی طرح تمہاری قبر کے ساتھ بھی کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی بیویوں کو لوٹا لیا اور وہ مال بھی واپس لے لیا جو اپنے بیٹوں میں تقسیم کیا تھا، پھر تھوڑی دیر بعد ہی وفات پا گیا۔ ❸

❶ الطرق الحکمیة، ص: ۱۵، ۱۶.

❷ محض الصواب: ۲/ ۷۰۹ شعبی تک اس کی سند صحیح ہے، البتہ شعبی اور عمر کے درمیان انقطاع ہے۔

❸ موسوعة فقه عمر، ص: ٤٧.

Marfat.com

۲۵: حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت:

عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت کا قضیہ پیش کیا گیا جس کو چھ مہینے میں ولادت ہوئی تھی، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم (سنگسار) کرنا چاہا، لیکن اس عورت کی بہن علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور کہا: عمر رضی اللہ عنہ میری بہن کو سنگسار کرنا چاہتے ہیں، میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ کیا میری بہن کے لیے رجم سے بچنے کے لیے کوئی عذر ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اس کے لیے عذر ہے۔ اس عورت نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا، جسے عمر رضی اللہ عنہ نیز آپ کے ساتھ بیٹھنے والے دیگر لوگوں نے سنا۔ وہ عورت وہاں سے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا: بے شک علی رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ میری بہن کے لیے ایک عذر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پوچھا کہ اس کے لیے کیا عذر ہے؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲۳۳)

''مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔''

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الاحقاف: ۱۵)

''اس (ماں) کے حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس (۳۰) مہینے ہے۔''

اس طرح حمل کی مدت چھ مہینے اور دودھ چھڑانے کی مدت چوبیس (۲۴) مہینے ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استنباط سن کر اس عورت کو معاف کر دیا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ماں کے پیٹ میں حمل نو (۹) مہینے سے زیادہ بھی رہتا ہے۔ آپ کے پاس ایسی ہی عورت کا معاملہ پیش ہوا، اس کا شوہر دو سالوں سے غائب تھا، جب وہ گھر واپس آیا تو بیوی حاملہ تھی، آپ نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا، تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ عورت پر حکم نافذ کر سکتے ہیں لیکن پیٹ میں پلنے والے بچے کا کیا قصور ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اس وقت جانے دیا پھر لڑکے کی ولادت ہوئی تو اس کے دونوں اگلے دانت نکلے ہوئے تھے اور شوہر نے بچے کو اپنے مشابہ پایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں معاذ جیسے لوگوں کو پیدا کرنے سے بانجھ ہوگئی ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ [1]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ حمل کی اکثر مدت چار سال قرار دیتے تھے، اس لیے کہ جس عورت کا خاوند گم ہو گیا ہو اسے آپ حکم دیتے تھے کہ چار سال تک انتظار کرو، پھر شوہر کی وفات کی عدت گزارو۔ علامہ ابن قدامہ اس سلسلہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا مسلک لکھتے ہیں کہ مفقود (غائب ہو جانے والے) کی بیوی حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت یعنی چار سال انتظار کرے گی، پھر چار مہینے دس دن یعنی وفات کی عدت گزارے گی اور پھر دوسروں سے نکاح

[1] موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۳۷۱.

Marfat.com

کے لائق ہو جائے گی۔ ❶

شخصی ملکیت پر پابندیاں لگانا تاکہ اس کے استعمال میں بے راہ روی نہ ہو:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جن فاروقی اجتہادات کو سبقت حاصل ہے اور جن میں ذاتی مفادات پر عوامی مفادات کی ترجیحات نمایاں ہیں، نیز جن میں ذاتی ملکیت پر چند پابندیاں عائد کی جاتی ہیں تاکہ اس کے استعمال میں بے راہ روی نہ ہو، انہی میں سے ایک مثال وہ واقعہ بھی ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الموطا'' میں نقل کیا ہے: ''عمر بن یحییٰ المازنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ضحاک بن خلیفہ نے اپنے لیے پانی لے جانے کی ایک کشادہ نالی کھودی اور چاہتے تھے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زمین سے ہو کر یہ نالی آگے نکل جائے، لیکن محمد بن مسلمہ نے نالی کے لیے اپنی زمین دینے سے انکار کر دیا۔ تو ضحاک نے ان سے کہا: آپ مجھے کیوں روکتے ہیں، اس میں آپ کے لیے بھی فائدہ ہے۔ پانی لے جاتے وقت اور بند کرتے وقت، یعنی شروع اور آخر میں آپ اس سے اپنی کھیتی سیراب کر سکتے ہیں اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا، لیکن محمد بن مسلمہ نے اجازت نہیں دی۔ چنانچہ ضحاک نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس یہ معاملہ پیش کیا، آپ نے محمد بن مسلمہ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ضحاک کو پانی لے جانے دیں۔ لیکن محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، میں اجازت نہیں دوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے ایسی چیز کیوں بند کرتے ہو جو اس کے لیے فائدہ مند ہے اور تمہارے لیے بھی مفید ہے، شروع میں اور آخر میں تم اس سے اپنی کھیتی سیراب کر لو، تمہیں اس سے کوئی نقصان ہونے والا نہیں۔ لیکن محمد بن مسلمہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم میں اجازت نہیں دوں گا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ نالی ضرور لے جائیں گے چاہے تمہارے پیٹ پر سے گزر کر جائے۔ پھر آپ نے ضحاک کو نالی لے جانے کا حکم دیا اور ضحاک نے نالی بنالی۔'' ❷

دراصل عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پر قیاس تھا کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَهُ .))

''تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے۔''

پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تم کو اس سے اعراض کرنے والا دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! (اگر اس کی اجازت نہ دو گے تو) میں تمہارے کندھوں کے درمیان اسے گاڑوں گا۔ ❸

---

❶ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۳۷۱.

❷ الموطأ: ۲/ ۷۴۶۔ اسعاف المبطأ برجال الموطأ، ص: ۶۳۸، ۶۳۹.

❸ سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۳/ ۶۰۔ بخاری، رقم الحدیث: ۲۴۶۳.

Marfat.com

اس واقعہ سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا عمل قیاس اولیٰ پر مبنی تھا، اس لیے کہ پڑوسی کو اپنے پڑوسی کے لیے لکڑی گاڑنے سے روکنے کی ممانعت میں اگرچہ جس کی دیوار میں لکڑی گاڑی جا رہی ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے، جب کہ پانی کی نالی گزرنے کی صورت میں نقصان نہ ہونے کے ساتھ ساتھ فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اس لیے آپ نے قیاس اولیٰ پر عمل کیا۔ چنانچہ ہمارے دور کے ایک ماہر عالم احمد ابراہیم کا یہی خیال ہے کہ اس قضیہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے موجودہ دور میں ''ضابطۂ فوجداری'' کہے جانے والے اصول کی رو سے فیصلہ دیا۔ ❶

عبدالسلام سلیمانی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ موجودہ دور کے مغربی عدالتی قانون ''دفعہ برائے ملکیت کا بے جا استعمال'' کے تحت آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مغربی عدالتی قانون کے وجود میں آنے سے کئی صدیاں پیشتر ہی مسلمان اس اصول کو عملی جامہ پہنا چکے ہیں۔ انہوں نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث سے سیکھا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کے حکم کو عام کرتے ہوئے پڑوسی کی ہر ملکیت سے دوسرے ضرورت مند پڑوسی کو فائدہ اٹھانے کا حق دیا، خواہ وہ گھر ہو یا زمین، جب کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ بغیر پڑوسی کی اجازت کے اس کی ملکیت کے سامان سے فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے۔ ❷

مذکورہ واقعہ کے چند پہلو قابل غور اور باعث عبرت ہیں:

- اس واقعہ کا شمار عمر رضی اللہ عنہ کے قضائی اجتہاد میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ فیصلہ آپ نے اس وقت دیا جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے نرمی واخوت کے ساتھ مطالبہ کو پورا نہ کیا اور ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ قضیہ عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں طلب کیا گیا۔
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں اٹکل پچو فیصلہ نہیں دیا، بلکہ معاملہ کی تحقیق کر لی، پیچیدگی کو سمجھ لیا اور متاکد ہو گئے کہ مدعا علیہ اپنے انکاری موقف پر ڈٹا ہوا ہے، حالاں کہ اس کی کوئی معقول وجہ اور کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ اس کا فائدہ ہی ہے اور اس میں دونوں کا مفاد ہے، ایسی صورت میں مدعا علیہ کی ضد مفاد عامہ کے حق میں رکاوٹ بن کر سامنے آ رہی ہے۔ گویا ذاتی ملکیت کا بے جا استعمال ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ تنگ نظری برتی جا رہی ہے، اس لیے آپ نے سختی کا رویہ اپنایا، آپ امت مسلمہ کے ہر فرد کے افادۂ عام کے لیے قطعاً کسی طرح کی کوتاہی نہیں برتتے تھے۔
- سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کے ساتھ شروع میں نرمی کا برتاؤ کیا، اسلامی بھائی چارگی کے حوالے سے انہیں سمجھایا اور پوری کوشش کی کہ صحیح اور مناسب بات مانی جائے، لیکن جب محمد بن مسلمہ نے اس نرمی کا جواب سختی سے دیا اور اپنی بات پر بضد رہنے کے لیے قسم کھا لی، بالفاظ دیگر انہوں نے خلیفہ کے

❶ علم أصول الفقه وتاريخ التشريع الإسلامي، ص: ٣٩.

Marfat.com

حکم ومشورہ کو چیلنج کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری کے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے سخت ردّعمل ظاہر کیا کہ منصب خلافت کا وہ دبدبہ محفوظ رہے جسے آپ صرف حقوق کی حفاظت اور تمام مسلمانوں کے افادۂ عام کی خاطر ہی استعمال کرتے تھے۔ [1]

آپ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین شمار کیا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ اس معاملے میں جلدی کرنے لگے ہیں جس میں ان کے لیے مہلت تھی، لہٰذا اگر ہم اسے ان پر نافذ کر دیتے (تو اچھا ہوتا) چنانچہ آپ نے ایسا ہی کر دیا۔ [2]

ابوصہباء سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ عہد نبوت، عہد صدیقی اور خلافت فاروقی کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں۔ [3]

مذکورہ دونوں آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے معمول بہ طریقہ ...... یعنی ایک لفظ یا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ماننے ...... کے خلاف عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی اور اس تعزیری وتادیبی کارروائی کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ لوگ تین طلاقیں ایک ساتھ کثرت سے دینے لگے ہیں، تو ضروری سمجھا کہ (ان پر سختی کر کے) انہیں مسنون وشرعی طریقۂ طلاق کی طرف لوٹایا جائے اور وہ طریقہ یہ [4] ہے کہ ایک طلاق دینے کے بعد عورت کو چھوڑ دیا جائے (رجعت نہ کی جائے) یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔ لیکن اگر وہ اس کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے یا رشتۂ زوجیت میں رکھنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی طرف رجوع کر لے یہاں تک کہ تین طلاقیں پوری ہو جائیں۔ [5]

ڈاکٹر عطیہ مصطفیٰ مشرفہ جیسے بعض لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو نصوص شرعیہ کے مخالف قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے:

---

[1] الاجتهاد فی الفقه الإسلامی، ص: ۱۴۱، ۱۴۲.

[2] صحیح مسلم، الطلاق، حدیث نمبر: ۱۴۷۲.

[3] صحیح مسلم، الطلاق، حدیث نمبر: ۱۴۷۲.

[4] طلاق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو بحالت طہر جس میں ہم بستری نہ کی ہو، بوقت ضرورت ایک طلاق دی جائے، اب اگر عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو کر لے اور عدت گزر جانے کے بعد طرفین آزاد ہیں، اگر دونوں دوبارہ رشتۂ زوجیت میں آنا چاہتے ہیں تو طرفین کی رضا سے تجدید نکاح کرنا ہوگا، اگر پھر دوبارہ طلاق کی نوبت آ گئی تو پھر عدت کے اندر رجعت اور عدت کے بعد تجدید نکاح کے ذریعہ رشتہ زوجیت سے منسلک ہو سکتے ہیں، لیکن اگر تیسری بار پھر طلاق کی نوبت آ گئی تو پھر نہ رجعت کا حق ہوگا اور نہ تجدید نکاح کا۔ (مترجم)

[5] القضاء فی عهد عمر بن الخطاب، د/ ناصر الطریفی: ۲/ ۷۳۳

''عمر رضی اللہ عنہ رائے واجتہاد پر عمل کرنے میں بہت جری تھے اگر چہ وہ آراء واجتہادات بعض نصوص شرعیہ اور معمول بہ طور طریقہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی حکم جدید اسلامی معاشرہ کے تقاضوں کے موافق ہو جائے۔''

اور پھر ڈاکٹر موصوف نے ایک لفظ یا مجلس میں تین طلاقوں کے تین شمار کرنے کی فاروقی کارروائی کو بطور مثال ذکر کیا ہے۔ ❶ لیکن صحیح اور حق بات یہ ہے کہ آپ کا یہ اقدام نصوص قطعیہ کے بالکل مخالف نہ تھا بلکہ چند معتبر شرعی دلائل وامثال کی بنیادوں پر آپ نے شرعی نص کے سمجھنے میں اجتہاد کیا تھا، مثلاً:

۱: امام مالک نے اشہب سے، انہوں نے قاسم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے یحییٰ بن سعید نے اور ان سے ابن شہاب نے اور ان سے ابن مسیب نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس سے چند صحابہ نے کہا: تمہیں اسے لوٹانے کا اختیار ہے۔ چنانچہ اس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: میرے شوہر نے ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دے دی ہیں، (اب میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

((قَدْ بَنْتِ مِنْهُ وَلَا مِيْرَاثَ بَيْنَكُمَا .)) ❷

''تم اس سے جدا ہوگئی، تم دونوں کے درمیان کوئی میراث نہیں۔''

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ میں دی جانے والی تین طلاقوں کو تین شمار کیا۔

۲: امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے بارے میں خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت غصہ ہوئے اور فرمایا:

((اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ .))

''کیا اللہ کی کتاب سے کھلواڑ کیا جائے گا، حالاں کہ میں تمہارے درمیان (ابھی موجود) ہوں۔''

یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟'' ❸

---

❶ القضاء فی الإسلام، ص: ۹۸، ۹۹.

❷ المدونة الکبریٰ، الطلاق، طلاق السنة: ۲/ ۶۲ . یہ روایت مرسل ہے۔ لیکن سعید بن مسیب کے مراسیل میں سے ہے جسے محدثین نے قابل قبول مانا ہے۔

❸ سنن النسائی، الطلاق الثلاث المجموعة: ۶/ ۱۴۳، رقم الحدیث: ۳۴۰۱ . حافظ ابن حجر نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری: ۹/ ۳۶۲ . حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔ دیکھئے: زاد المعاد: ۵/ ۲۴۱ . شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھئے ضعیف سنن النسائی. اس روایت کو صحیح مان لینے کی صورت میں بھی مصنف کا استدلال عجیب ہے کہ سخت ناراضگی کا اظہار کرنے کے باوجود ان دی ہوئی طلاقوں کو صحیح مان لیا، حالاں کہ آپ کی ناراضگی اس کی عدم شرعیت کی دلیل ہے کیوں کہ یہ فعل غیر مشروع ہے، اور جب غیر مشروع ہے تو پھر اس کے وقوع کا سوال کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .)) رواہ مسلم: ۱۷۱۸ . جو کوئی ایسے عمل کا ارتکاب کرے جو ہمارے طریقے کے خلاف ہے وہ مردود ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس آدمی نے ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بہت سخت ناراض ہوئے اور اس کو ڈانٹا۔ پس آپ کی ناراضی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ طلاقیں واقع ہوگئی تھیں، کیوں کہ وہاں بیان اور وضاحت کی ضرورت تھی، اگر وہ واقع نہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان کرتے اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ جس مقام ووقت پر بیان ووضاحت کی ضرورت ہو اسے بلا کسی مجبوری کے وہاں سے مؤخر کرنا درست نہیں ہے۔ ❶

۳: نافع بن عمیر بن عبد یزید بن رکانہ سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمیہ کو طلاق بتہ دے دی اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم میں نے اس سے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَ اِلَّا وَاحِدَةً؟))

''اللہ کی قسم! کیا یقیناً تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟''

رکانہ نے جواب دیا:

''قسم اللہ کی، میں نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کے پاس واپس کر دیا۔ اور رکانہ نے پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اپنی بیوی کو دوسری طلاق اور عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تیسری طلاق دی۔ ❷

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رکانہ نے اپنی بیوی کو ''طلاق بتہ'' دے دی اور کہا کہ میری نیت ایک طلاق دینے کی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بات پر قسم لی کہ کیا واقعتاً تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟ اور جب انہوں نے قسم کھالی تو آپ نے ان کی بیوی کو ان کے پاس واپس کر دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ بیان لینا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ''طلاق بتہ'' سے انہوں نے تینوں طلاقوں کی نیت کی ہوتی تو وہ واقع ہو جاتیں، ورنہ نیت پر حلفیہ بیان لینے کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے۔ بہر حال مذکورہ دلائل وامثال کی روشنی میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے طلاق سے متعلق مذکورہ اقدام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں کیا تھا،

❶ القضاء في عهد عمر بن الخطاب: ۲/ ۷۳٦

❷ سنن أبی داؤد، باب فی البتة: ۱/ ٥۱۱، رقم الحدیث: ۲۲۰٦. امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جریج کی سند سے آئی ہوئی روایت جس میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دی تھیں اس کے مقابلے میں یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کو نقل کرنے والے رکانہ کے اہل خانہ ہیں اور وہ واقعہ سے زیادہ آگاہ ہیں۔ امام نووی کا کہنا ہے کہ دوسری روایت جس میں ہے کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں، پھر اس کو ایک شمار کیا تھا، سو یہ روایت ضعیف ہے، اس میں مجہول راوی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ''طلاق بتہ'' دی تھی، اور ''بتہ'' کا لفظ ایک اور تین دونوں کو محتمل ہے۔'' شرح النووی: ۱۰/ ۷۱. یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں نافع بن عجیر ہیں ابن حبان کے علاوہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے اور ابن قیم نے انہیں مجہول قرار دیا ہے۔ زاد المعاد: ۲/ ۲٦۳. تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ارواء الغلیل: ۲/ ۱٤۷.

Marfat.com

اور ایک لفظ میں تین طلاقوں کو تین شمار کر کے آپ نے اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی۔ نیز واضح رہے کہ آپ کے اس اقدام کی توثیق و تائید کرنے والے عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین جیسے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور ان سے اس سلسلہ میں کئی کئی روایات وارد ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایک لفظ میں یا متعدد الفاظ میں تین طلاقیں دینا مثلاً اس طرح کہا جائے کہ تجھے تین طلاق، یا تجھے طلاق، طلاق، طلاق یا تجھے طلاق، پھر طلاق، پھر طلاق، یا یوں کہا جائے کہ تجھے طلاق ہے، تین، دس، سو، یا ہزار طلاقیں، یا اس طرح کی کوئی بھی تعبیر اختیار کی جائے، یہ مسئلہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ وقت اور زمانہ کے مفاد کی رعایت کرتے ہوئے جیسا مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔ انہیں تین طلاق شمار کرے یا ایک طلاق، طلاق رجعی۔ ❶

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (مسئلہ طلاق میں) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے متقدمین (صحابہ کرام) کے اجماع کی مخالفت نہیں کی، بلکہ اس معاملہ میں عجلت کرنے والوں کے لیے بطور سزا تینوں طلاقیں نافذ کر دینا مناسب سمجھا، کیوں کہ بلا کسی شرعی وجہ جواز کے طلاق دینے کی حرمت سب کو معلوم تھی۔ تاہم ان میں اس کا عام چلن ہوتا جا رہا تھا اور بلاشبہ ان حالات میں ائمہ وقت (حکام) کو یہ اختیار ہے کہ لوگ جس مشقت کو خود مول لینے پر تلے ہوئے ہوں اور اللہ کی نرمی و رخصت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں وہ انہیں اسی کا پابند کر دے۔ ❷

نکاح متعہ کی حرمت:

نکاح متعہ کی حرمت اور اس پر سختی کے سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے کئی آثار و روایات وارد ہیں۔ آپ اسے زنا قرار دیتے تھے کہ اگر شادی شدہ شخص اس کا مرتکب ہو تو وہ رجم کا مستحق ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی شدت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے یہاں تک گمان کر لیا کہ ''نکاحِ متعہ'' کو حرام قرار دینے والے دراصل عمر رضی اللہ عنہ ہیں نہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ ابونضرہ کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حج تمتع کا حکم دیتے تھے جب کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے۔ میں نے اس بات کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہمارے سامنے بات ہوئی تھی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا تھا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا اور جس طرح چاہتا تھا حلال کرتا تھا، قرآن کا نزول مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس طرح حج و عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا اسے پورا کرو، اور عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے دور رہتے ہوئے ہمیشگی کی شادی کرو۔ اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے متعینہ مدت کے لیے نکاح (یعنی نکاح متعہ) کیا اور

❶ الفقهاء فی عهد عمر بن الخطاب: ۲/ ۷۳۶، ۷۳۹.

❷ زاد المعاد: ۵/ ۲۷۰. طلاق سے متعلق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کارروائی سے متعلق امام ابن قیم رحمہ اللہ کا موقف ہی راجح ہے کہ یہ ایک تعزیری اقدام تھا، تاکہ لوگ ایک ساتھ ایک سے زیادہ طلاق دینے سے باز آجائیں اور حاکم کو اس طرح تعزیری قانون نافذ کرنے کا اختیار ہے شریعت نے حاکم کو اس کا حق دیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

پکڑا گیا تو میں ضرور بالضرور اسے سنگسار کروں گا۔ ❶

پس اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں متعہ جائز تھا اور جس نے اسے حرام قرار دیا وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مزید برآں صحیح مسلم اور مصنف عبدالرزاق میں اور کئی آثار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں متعہ حلال تھا اور جس نے اسے سب سے پہلے حرام قرار دیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ نکاح متعہ کو حرام قرار دینے والے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو صحابہ نکاح متعہ کے جواز کے قائل تھے انہیں اس کی قطعی ممانعت کا نبوی فرمان نہیں پہنچا تھا۔ اسی طرح متاخرین میں سے ابوہلال عسکری ❷ اور رفیق العظم ❸ جیسے لوگوں کا بلا کسی شرعی دلیل کے یہ کہنا کہ ''نکاحِ متعہ'' کو حرام قرار دینے والے پہلے فرد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، سراسر غلطی اور ادلۂ شرعیہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ''نکاحِ متعہ'' کی حرمت پر سختی سے کاربند ہونے کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور دلیل تھیں ان میں سے چند ایک کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے، ان احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ اسے حرام کرنے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

۱: امام مسلم نے اپنی سند سے مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: عام اوطاس ❹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین دن ''نکاحِ متعہ'' کی اجازت دی، پھر اس سے منع کر دیا۔ ❺

۲: امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی سند سے سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نکاحِ متعہ کی اجازت دی، تو میں اور میرا ایک ساتھی بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے، وہ گویا لمبی گردن والی جوان اونٹنی تھی (یعنی حسن اور جسمانی ساخت میں مکمل تھی) ہم نے (نکاح متعہ کے لیے) اس سے پیش کش کی۔ اس نے کہا: تم کیا دو گے؟ میں نے کہا: اپنی چادر اور میرے ساتھی نے کہا: اپنی چادر، میرے ساتھی کی چادر مجھ سے بہتر تھی اور میں اس سے زیادہ نوجوان تھا۔ ❻ جب وہ میرے ساتھی کی چادر دیکھتی تو وہ اسے بھاتا اور جب میری طرف دیکھتی تو میں اسے بھاتا۔ پھر اس نے کہا: تم اور تمہاری چادر میرے لیے کافی ہے۔ چنانچہ میں تین دن اس کے ساتھ رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا:

---

❶ صحیح مسلم، الحج، حدیث نمبر: ۱۲۱۷.

❷ الأوائل: ۱/ ۲۳۸، ۲۳۹.

❸ أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۴۳۲. القضاء فی عهد عمر بن الخطاب: ۲/ ۷۵۶.

❹ ''اوطاس'' طائف کی ایک وادی کا نام ہے، معرکہ اوطاس اور فتح مکہ ایک ہی سال یعنی ۸ھ میں پیش آیا۔ شرح النووی علی الصحیح مسلم: ۹/ ۱۸۴.

❺ صحیح مسلم، النکاح، نکاح المتعة وبیان انه ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستقر تحریمه الی یوم القیامة ۲/ ۱۰۳۳، رقم الحدیث: ۱۸/ ۱۴۰۵.

❻ مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ وہ (ساتھی) تھوڑا بدشکل بھی تھا۔

Marfat.com

((مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ النِّسَاءِ الَّتِي يَتَمَتَّعُ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا .)) ❶

''جس کے پاس نکاح متعہ کی کوئی عورت ہو وہ اسے چھوڑ دے۔''

۳: امام مسلم نے اپنی ہی سند سے سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهُ وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا .)) ❷

''اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، (لیکن اب) بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس اس طرح کی کوئی (عورت) ہو تو اسے چاہیے کہ چھوڑ دے اور جو کچھ تم نے ان کو (عوض میں) دے دیا ہے اسے واپس نہ لو۔''

۴: امام مسلم نے اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں سنا کہ وہ عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں نرم رویہ اپناتے ہیں، تو ان سے کہا: اے ابن عباس! اس سے باز آ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر اس سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔ ❸

خلاصۂ کلام یہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے من مانے طریقے سے نکاح متعہ کو حرام نہیں قرار دیا تھا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی تھی، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا۔ دراصل ۷ھ میں اسے غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا تھا، لیکن فتح مکہ کے موقع پر پندرہ دنوں کے لیے اس کی دوبارہ اجازت دی تھی اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے اسے حرام قرار دے دیا۔ ❹

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی چند فقہی ترجیحات:

محکمۂ قضا میں قصاص، حدود، انسداد جرائم، اور تعزیرات (تادیبی سزاؤں) کے باب میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مخصوص اجتہادی نقوش ہیں۔ اسی طرح فقہ اسلامی کی نشو ونما میں آپ کی وسعت علمی، دینی فقہ کی گہرائی اور اسلامی اسرار و مقاصد کی واقفیت پر مبنی آپ کے فقہی اجتہادات کا بڑا اثر ہے۔ یوں تو اسلامی فقہ میں جن مسائل میں آپ کی ذاتی ترجیحات ہیں ان کی تعداد کافی ہے، لیکن یہاں صرف چند مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے:

❶ صحيح مسلم مع النووي: ۹/ ۱۸٤، ۱۸٥ .

❷ صحيح مسلم، النكاح، حديث نمبر: ۲۱/ ۱٤۰٦ .

❸ صحيح مسلم، النكاح: ۲/ ۱۰۲۷، حديث نمبر: ۳/ ۱٤۰۷ .

❹ القضاء فی عهد عمر بن الخطاب: ۲/ ۷٥٦ .

Marfat.com

۱: مردار جانور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جائے گا، بشرطیکہ وہ زندگی کی حالت میں پاک جانوروں میں سے رہا ہو۔

۲: لومڑی کے چمڑے میں نماز ادا کرنا حرام ہے۔

۳: سورج ڈھلنے کے بعد روزے دار کے لیے مسواک کرنا حرام نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

۴: دونوں موزوں یا ان کے قائم مقام چیزوں پر مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات مسح کرنا جائز ہے۔

۵: موزوں پر سابقہ مسح کی مدت ختم ہونے اور مسح جدید کی مدت کے آغاز کا اعتبار حدث (وضو ٹوٹنے) کے بعد سے ہوگا۔

۶: سورج ڈھلنے کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہوگا۔

۷: شرم گاہ چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۸: عید الاضحیٰ کی تکبیر کا وقت عرفہ کے دن فجر سے شروع ہوتا ہے اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کے وقت ختم ہوتا ہے۔

۹: ابوبکر اور عمر دونوں کے نزدیک جنازہ کے آگے آگے چلنا افضل ہے۔

۱۰: بچے اور جوان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

۱۱: بیع وشراء میں بائع ومشتری کو عقد بیع فسخ کرنے یا نافذ کرنے کا اختیار ہے، بشرطیکہ ابھی مجلس ختم نہ ہوئی ہو۔

۱۲: حیوانات میں بیع سلم جائز ہے۔ ❶

۱۳: مرتہن اگر یہ شرط لگائے کہ وقت پورا ہو جانے پر اگر قرض کی ادائیگی نہ ہوئی تو قرض کے بدلے رہن رکھا ہوا مال مرتہن کا ہو جائے گا، تو یہ شرط فاسد ہے۔

۱۴: اگر قرض خواہ مفلس ❷ کے پاس قرض میں دیا ہوا اپنا مال پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

۱۵: بچی اگر بالغ ہو جائے تو بوجہ بلوغت اسے اس کا مال نہیں دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ شادی کر لے، یا اسے ولادت ہو جائے، یا شوہر کے گھر میں ایک سال کی مدت گزر جائے۔

۱۶: اگر کوئی شخص چوپائے کی آنکھ پھوڑ دے تو وہ جانور کی قیمت کا چوتھائی حصہ (۱/۴) اس کے مالک کو ادا کرے گا۔

۱۷: شفعہ صرف مشترکہ ملکیت میں جائز ہے، صرف پڑوسی ہونا شفعہ کے وجوب کے لیے کافی نہیں ہے۔

---

❶ بیع سلم میں قیمت پیشگی دے دی جاتی ہے اور مال بعد میں لیا جاتا ہے۔ (مترجم)

❷ مفلس وہ شخص جس کا دیوالیہ ہو گیا ہو۔

Marfat.com

۱۸: ہر قسم کے پھل دار درخت کو نصف، ربع، ثلث وغیرہ مشترکہ تمام حصوں کے عوض آب پاشی پر دیا جا سکتا ہے۔

۱۹: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک کپڑے کی اجرت پر نوکر رکھنا جائز ہے۔

۲۰: ''ہبہ'' کا حکم اس وقت تک نہیں نافذ ہوگا جب تک کہ موہوب لہ کا اس پر قبضہ نہ ہو جائے۔

۲۱: اگر کوئی آدمی کسی غیر ذی رحم (عام آدمی) کو کچھ ہبہ کر دے تو موہوب لہ کے اس پر قبضہ پانے سے پہلے ہبہ کرنے والے کو اس کا واپس لینا درست ہے، جب کہ ذی رحم (قریبی رشتہ دار) کو ہبہ کیے ہوئے مال کا واپس لینا درست نہیں ہے۔

۲۲: لقطہ (گری پڑی چیز) کے اعلان کی مدت ایک سال ہے۔

۲۳: لقطہ (گری پڑی چیز) اگر معمولی نوعیت کی ہو تو اعلان کیے بغیر اسے استعمال کر لینا اور رکھ لینا جائز ہے۔

۲۴: اگر شریعت کی مقررہ مدت تک لقطہ کا اعلان کیا جائے اور اس کا کوئی مالک نہ مل سکے تو وہ مال پانے والے کا ہو جائے گا۔ وہ مالدار ہو یا فقیر۔

۲۵: حدود حرم اور حدود حرم سے باہر کے لقطہ کا حکم یکساں ہے۔

۲۶: گری پڑی چیز پانے والے کی امانت کا تقاضا ہے کہ یہ بتا دے کہ یہ مال اسے کس نے دیا۔

۲۷: وصیت کردہ مال کو واپس لینا درست ہے، نیز آدمی اپنی وصیت میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

۲۸: ''کلالہ'' اس میت کو کہتے ہیں جس کے نہ کوئی اولاد ہو اور نہ والدین۔

۲۹: لڑکیوں کی موجودگی میں بہنیں عصبہ ہوں گی بشرطیکہ مال باقی بچے۔

۳۰: اگر میت بیوی ہو اور اس کے ورثاء میں شوہر، ماں، سگے بھائی اور اخیافی بھائی ہوں تو قدیم وجدید ہر دور میں اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے۔ عمر، عثمان اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے ثلث میں سگے بھائیوں کے ساتھ اخیافی بھائیوں کو بھی حصہ دیا ہے، اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق ہر ایک کو برابر برابر تقسیم کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سگے بھائیوں کو ایسی حالت میں حصہ دینے کے قائل نہ تھے تو ان میں سے بعض نے کہا: اے امیر المومنین! مان لیں ہمارا باپ گدھا تھا، کیا ہماری مائیں ایک نہیں ہیں؟ تو آپ نے ان کو بھی شریک کر دیا۔ اسی وجہ سے علم المواریث میں اس مسئلہ کو مُشَرَّكَة" اور "حماریه" کہتے ہیں۔

۳۱: جدات (دادیوں) کا حصہ (۱/۶) سدس ہے، ان کی تعداد خواہ کتنی بھی ہو، یہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی قول ہے۔

۳۲: ایک میت کے ورثاء میں اگر ماں، بہن، اور دادا ہوں تو بہن کو نصف (۱/۲) اور ماں کو باقی ماندہ مال کا (۱/۳) ثلث، پھر جو بچے وہ دادا کا ہے۔

۳۳: ایک میت (بیوی) کے ورثاء میں شوہر اور میت کے ماں باپ ہوں تو شوہر کو نصف (۱/۲) اور ماں کو باقی ماندہ مال کا ثلث (۱/۳) اور پھر جو بچے وہ باپ کا ہے۔ اور اگر میت شوہر ہے، تو بیوی کو ربع (۱/۴)، ماں کو

Marfat.com

ثلث (۱/۳) اور بقیہ جائداد باپ کی ہوگی۔ ان دونوں مسئلوں کو مسئلہ عمریہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں اسی طرح فیصلہ دیا تھا۔

۳۴: اگر اصحاب الفروض اور عصبہ نہ ہوں تو ذوی الارحام (قریبی رشتہ داروں) میں وراثت تقسیم کر دی جائے۔ [1]

اسلامی فقہ واجتہاد کے میدان میں انہی چند فاروقی فقہی ترجیحات پر بس کیا جاتا ہے، یہاں میں نے صرف بطور اشارہ انہیں ذکر کیا ہے ورنہ یہ مسائل کافی بحث وتحقیق اور تفصیل کے متقاضی ہیں۔

---

[1] محض الصواب: ۳/ ۷۵٤، ۷۷٤.

Marfat.com

پانچویں فصل

گورنران ریاست کے ساتھ فاروقی طرزِ عمل

- ملک کی ریاستیں (صوبے)
- دورِ فاروقی میں والیانِ ریاست کی تقرری
- والیانِ ریاست کی نگرانی اور ان کا فاروقی محاسبہ

گورنران ریاست کے ساتھ
فاروقی طرز تعامل

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا تو آپ نے ملک اور ملکی انتظامات کو کئی بڑے بڑے شعبوں میں تقسیم کر دیا، تا کہ حکمرانی اور ملکی املاک کی نگرانی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ آپ کے حکومتی اداروں کی ترقی و تشکیل جدید کا اصل سبب فتوحات کی کثرت تھی اور انہیں کے نتیجہ میں والیان ریاست کا ادارہ وجود میں آیا

Marfat.com

(۱)

ملک کی ریاستیں (صوبے)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے عہد خلافت میں ملکی سطح پر صوبوں کو تقسیم کرنا دراصل عہد صدیقی کی صوبائی تقسیم میں چند علاقوں کا اضافہ کرنا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے بیشتر مواقع پر ان ریاستوں کے اعلیٰ مناصب کے عہدیداروں میں تبدیلیاں بھی کیں۔ اس بحث میں عہد فاروقی کی ریاستوں اور ان کے والیان (گورنران) کا مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

مکہ مکرمہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں محرز بن حارثہ بن ربیعہ بن عبدشمس رضی اللہ عنہ مکہ کے پہلے والی (گورنر) تھے، ان کے بعد آپ کے عہد خلافت میں قنفذ بن عمیر بن جدعان تیمی رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر ہوئے۔ یہ بھی اپنے پہلے گورنروں کی طرح رہے۔

محرز بن حارثہ اور قنفذ بن عمیر کی مدت ولایت میں مکہ کے حالات سے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی اور نہ ہی اس کا ذکر ملتا ہے کہ یہ کتنے دن اس منصب پر فائز رہے۔ ان کے بعد نافع بن حارث الخزاعی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے گورنر مقرر ہوئے اور یہی آپ کی وفات تک مکہ کے گورنر رہے۔ تاریخی مصادر میں ان کی گورنری کے دوران رونما ہونے والے دو ایک اہم واقعات کا ذکر ملتا ہے، مثلاً یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا گھر اس مقصد سے خریدا تھا کہ اسے جیل خانہ بنائیں گے۔ [1]

اسی طرح ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے مکہ آئے تو مقام "عسفان" پر نافع رضی اللہ عنہ کی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وادی یعنی مکہ پر کس کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے ہو۔ نافع نے کہا: ابن (ابزیٰ) کو۔ آپ نے پوچھا: ابن ابزیٰ کون ہے؟ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مکہ والوں پر ایک غلام کو حاکم بنا کر آئے ہو؟ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ قرآن مجید کے حافظ و عالم اور علم فرائض کے ماہر ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برحق فرمایا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ.)) [2]

---

[1] صحیح البخاری الخصومات (۳/ ۲۵) باب الربط والحبس، مسند أحمد، حدیث نمبر (۲۳۲) الموسوعۃ الحدیثیۃ۔ اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ......

[2] الولایۃ علی البلدان/ عبدالعزیز العمری (۱/ ۶۷) اس فصل کا یہ اہم مرجع ہے میں نے اس فصل میں اسی کتاب کی تلخیص پیش کی ہے۔

Marfat.com

''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ بہت سی قوموں کو بلند کرتا ہے اور دوسری بہت سی قوموں کو پست کرتا ہے۔''

عہد فاروقی میں ریاست مکہ مکرمہ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ حرم مکی کی توسیع کی گئی۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اردگرد کے مکانات کو خرید کر منہدم کرا دیا اور اسے حرم مکی میں شامل کر کے چاروں طرف سے معمولی اونچائی کی چاردیواری قائم کر دی۔

حج کے موسم میں مکہ مکرمہ ہی مختلف علاقوں اور صوبوں سے آنے والے والیان وامراء کی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے جائے اجتماع ہوتا تھا اور اس طرح عہد فاروقی میں اسلامی سلطنت کے لیے ایک عظیم صوبے کی حیثیت سے مکہ مکرمہ کا بنیادی کردار ہوا کرتا تھا۔

مدینہ نبویہ:

جو خلیفہ ہوتا وہی مدینہ نبویہ کا گورنر بھی ہوا کرتا تھا، یہ اس لیے تھا کہ خلیفہ بھی یہیں پر مقیم ہوتا تھا اور خود یہاں کا نظم ونسق دیکھتا اور معاملات کے لیے تدبیریں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں جب مدینہ میں موجود نہ ہوتے تھے تو کسی کو اپنا نائب بنا کر جاتے اور وہ مدینہ کے مختلف امور ومعاملات کو دیکھتا، حج اور دیگر بعض سفروں میں آپ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ پر اپنا نائب حاکم بنایا۔ ❶ اسی طرح اور کئی مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا نائب بنا کر گئے۔ ❷

اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی عدم موجودگی میں دوسروں کو اپنا نائب مقرر کر کے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صدیقی پر عمل پیرا رہے۔ اُس دور میں چند اہم اسباب کی بنا پر دیگر صوبوں کے درمیان صوبہ مدینہ نبویہ کا منفرد سیاسی مقام تھا۔ ان اسباب میں سب سے اہم یہ تھا کہ وہ خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ تھا، دیگر اسلامی علاقوں کے لیے وہیں سے احکامات صادر ہوتے تھے اور وہاں سے مجاہدین اسلام کے قافلے روانہ کیے جاتے تھے۔ مزید برآں وہ ایسے بہت سارے بزرگ وممتاز صحابہ کرام کی رہائش گاہ تھا جنھیں عمر رضی اللہ عنہ دوسرے صوبوں میں سکونت پذیر ہونے سے منع کرتے تھے ❸ اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم حاصل کرنے اور اسے سیکھنے کی غرض سے طالبان علوم نبوت کا تانتا مدینہ نبویہ کی طرف کشاں کشاں چلا آتا تھا۔ ❹

طائف:

طائف کا شمار دور فاروقی کے اہم اسلامی شہروں میں ہوتا ہے۔ یہ شہر طاقتور مجاہدین اسلام کی فوجی تحریک کو

---

❶ الولاية على البلدان: ١/ ٦٨.
❷ تاريخ اليعقوبي: ٢/ ١٤٧.
❸ الولاية على البلدان: ١/ ٦٨.
❹ تاريخ اليعقوبي: ٢/ ١٥٧.

قوت فراہم کرتا تھا۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ یہاں کے والی (گورنر) تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انھیں یہیں اسی منصب پر باقی رکھا۔ خلافت فاروقی میں بھی دو سال تک آپ یہاں کے گورنر رہے، لیکن اس وقت آپ کا دل جذبہ جہاد سے معمور تھا، چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس سلسلہ میں خط لکھا اور جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو آپ کو معزول نہیں کرسکتا، البتہ آپ باشندگان طائف میں سے جسے اپنا نائب مناسب سمجھیں بنالیں اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں عثمان رضی اللہ عنہ کو عمان اور بحرین کا گورنر مقرر کیا۔ ❶

تاریخی روایات میں یہ بات ملتی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہوئی تو اس وقت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر تھے۔ ❷ ان کے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان شہد، میوہ جات اور سبزیوں سے زکوٰۃ لینے کے متعلق خط وکتابت ہوتی رہتی تھی، ❸ جو اس بات کی دلیل ہے کہ دور فاروقی میں طائف زرعی پیداوار کی فراوانی اور بکثرت کھیتیوں والا شہر تھا۔ آپ کے عہد میں طائف اور اس کے قرب و جوار کے شہروں کو استحکام اور خوشحالی نصیب تھی۔ مکہ کے لوگ گرمی کے موسم میں یہاں خوشگوار فضا کے مزے لینے آیا کرتے تھے۔ ❹ اس طرح دور فاروقی میں اسلامی سلطنت کے اہم شہروں میں طائف کا شمار ہوتا رہا۔ ❺

یمن:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس وقت مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت یمن خوشحال اور امن و استقرار کی دولت سے مالا مال تھا۔ اس کے مختلف علاقوں اور اطراف میں پھیلے ہوئے امراء وافسران کی بہترین کارکردگی کی وجہ سے وہاں کا انتظام وانصرام بھی کافی بہتر تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ افسران کو یمن میں بھی ان کے مناصب پر باقی رکھا۔ ❻ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ جو ابوبکر صدیق کے مقرر کردہ یمن کے گورنر تھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمن کے گورنر تھے، جن کا نام آپ کے دور میں خوب روشن ہوا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یعلی رضی اللہ عنہ کی نیک نامی سے لوگوں کو یہاں تک خیال پیدا ہوگیا کہ شاید یمن کی گورنری کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے نائب یہی بنیں اور عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک یہ بات لوگوں میں مشہور رہی۔ ❼ تاریخی مصادر میں والی یمن یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کے تعلق ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اور بعض یمنی باشندوں کے درمیان کچھ مسائل پر اختلاف بھی رہا، مزید برآں بعض معاملات سے متعلق ان کے خلاف شکایتیں لے کر بعض

❶ تاریخ خلیفة بن خیاط، ص:۱۳٤. ❷ تاریخ الطبری: ٥/ ۲۳۹.

❸ الطائف فی العصر الجاهلی و صدر الإسلام، نادية حسين صقر، ص:۱۹.

❹ الطائف فی العصر الجاهلی و صدر الإسلام، نادية حسين صقر، ص:۱۹.

❺ الولاية علی البلدان:۱/ ٦۹. ❻ غاية الأمانی فی اخبار القطر اليمانی، يحيیٰ الحسين:۱/ ۸۳.

❼ تاریخ الطبری:۲/ ۱٥۷.

Marfat.com

یمنی لوگ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک چلے گئے اور ان مسائل و معاملات کی تحقیق اور شکایتوں کے تصفیہ کے لیے کئی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے بلانے پر یعلی رضی اللہ عنہ کو مدینہ نبویہ آنا پڑا۔ ❶

یعلی رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں کبھی کبھار عمر رضی اللہ عنہ دوسرے کو ان کا نائب مقرر کردیا کرتے تھے، زکوٰۃ سے متعلق کئی مسائل میں یعلی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان خط و کتابت بھی ہوئی ہے۔ ❷ اسی طرح یعلی رضی اللہ عنہ کا خود کہنا ہے کہ میں ان گورنروں میں سے ایک تھا جن کی ذاتی جائداد آمدنی سے زیادہ ہونے کی بنا پر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں تقسیم کرایا تھا۔ ❸

عہد فاروقی کے یمنی گورنران میں عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے، لیکن شاید وہ یمن کے ایک مخصوص علاقہ ''جند'' پر حاکم تھے، جیسا کہ امام طبری نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت کے گورنروں کا ذکر کرتے ہوئے جہاں یعلی رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر لکھا ہے وہیں اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ یمن کے ایک علاقہ ''جند'' پر حاکم تھے۔ ❹

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی فتوحات میں باشندگان یمن کا بنیادی اور اہم کردار تھا، وہ لوگ شام، عراق اور مصر کی فتوحات میں برابر کے شریک رہے۔ ❺ اور جب عراق کی آبادکاری کے وقت اس کے جدید اسلامی شہروں مثلاً کوفہ و بصرہ وغیرہ کا خاکہ تیار کیا گیا تو وہاں بہت سارے یمنی قبائل جاکر آباد ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا قبیلہ کندہ تھا، جو کوفہ میں آباد ہوا تھا، ❻ اسی طرح بہت سے یمنی قبائل نے شام میں سکونت اختیار کیا، اور فتوحات شام میں ان کا اہم کردار رہا اور جب مصر کے دارالحکومت ''فسطاط'' کی آبادکاری ہوئی تو وہاں بھی کئی یمنی قبائل منتقل ہوگئے۔ ❼

بہرحال دورِ فاروقی میں منظم شکل میں ان یمنی قبیلوں کی ہجرت کی منصوبہ بندی کی گئی تھی اور کن شہروں میں کون سے قبیلے جائیں اس کی منصوبہ بندی میں یمن کے بڑے بڑے شہروں کے امراء و سرکاری افسران کا کافی اہم کردار تھا۔ اس طرح یمن عہد فاروقی کی اہم اسلامی ریاستوں میں سے ایک تھا اور ملکی سیاست میں دیگر ریاستوں کے بالمقابل اس ریاست کے اثرات اور سرکاری امراء کے کردار زیادہ نمایاں رہے۔ ❽

بحرین:

جس وقت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اس وقت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے

---

❶ غاية الأماني: ١/ ٨٣.
❷ الأموال: قاسم بن سلام، ص:٤٣٦.
❸ تاريخ اليعقوبي: ٩/ ١٥٧.
❹ تاريخ الطبري: ٥/ ٢٣٩.
❺ الولاية على البلدان: ١/ ٧١.
❻ اليمن في ظل الاسلام، د/ عصام الدين، ص:٤٩.
❼ فتوح مصر و أخبارها، ابن عبد الحكيم: ١١٩-١٢٣.
❽ الوليات على البلدان: ١/ ٧١.

Marfat.com

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین کے گورنر تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی ایام خلافت میں ان کو ان کے منصب ولایت پر راجح قول کے مطابق ۱۴ ہجری تک باقی رکھا۔ ❶

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بلاد فارس کے مختلف علاقوں میں ہونے والی اولین مجاہدانہ کارروائیوں میں شرکت کی اور اس میں آپ کا سب سے بنیادی کردار رہا۔ بحرین پر آپ کی گورنری کے آخری ایام میں عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ان کو معزول کر کے بصرہ کا گورنر بنا دیا، لیکن علاء کو یہ قدرے ناگوار گزرا اور بصرہ پہنچنے سے قبل ہی فوت ہوگئے، بحرین ہی میں آپ کی تدفین ہوئی۔ بحرین سے علاء رضی اللہ عنہ کی معزولی کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اطلاع واجازت کے بغیر سمندری راستے سے فارس پر حملہ آور ہوئے تھے. حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کا سمندری راستوں سے گزرنا ناپسند کرتے تھے۔

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بحرین کے گورنر مقرر ہوئے اور بحرین سے متصل بلاد فارس کے علاقوں پر حملہ کرتے رہے اور رفتہ رفتہ آپ کی فتوحات سندھ کے علاقوں تک وسیع ہوگئیں۔ نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم صادر فرمایا تھا کہ اپنی فتوحات اور جنگی کارروائیوں میں بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے تعاون لیتے رہیں۔ چنانچہ فارس کے جنگی محاذ میں بصرہ کے راستہ سے دونوں ریاستوں کی اسلامی فوجیں باہم متعاون ہوکر پیش قدمی کرتی تھیں۔ ❷

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نہایت پرہیزگار، نیک طبیعت کے مالک اور محرمات سے دور رہنے والے تھے۔ ❸ عثمان بن ابی العاص، عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو مختلف اوقات میں دو مرتبہ بحرین کے گورنر مقرر ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۵ ہجری میں ان کو گورنر بنایا گیا لیکن بصرہ کے بعض علاقوں میں بعض اسلامی فوجوں کی قیادت وکمانڈری اور فتوحات میں پیش قدمی کے لیے ان کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ کو بحرین سے بلا لیا اور عیاش بن ابی ثور رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا۔ ❹ عیاش کی مدت ولایت بہت مختصر تھی اور ان کے بعد قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنایا۔ قدامہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہ چکے تھے اور پہلے بحرین کے قاضی بھی تھے نیز مزید کچھ ریاستی ذمہ داریاں ان کے سر تھیں، وہ جب تک بحرین کے گورنر رہے لوگوں نے ان کی تعریف کی، البتہ گورنری کے آخری ایام میں ان پر یہ تہمت لگ گئی کہ وہ شراب نوشی کرتے ہیں، تحقیق کے بعد یہ اتہام پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد ان پر عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی حد جاری کی۔ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بچوں عبداللہ اور ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔ ❺

---

❶ الولاية على البلدان: ۱/ ۷۵. ❷ الولاية على البلدان: ۱/ ۷۳.

❸ سير أعلام النبلاء: ۲/ ۳۷٤. ❹ الولايات على البلدان: ۱/ ۷۳.

❺ الطبقات: ٥/ ٥٦٠، تاريخ المدينة ۳/ ۸٤۳، الولاية على البلدان: ۱/ ۷٤.

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تادیبی کارروائی سے قدامہ رضی اللہ عنہ آپ پر برہم ہو گئے لیکن امیر المومنین ان کو منانے کی پیہم کوشش کرتے رہے، اور ان سے کہتے تھے: ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی آیا اور مجھ سے کہا: ''قدامہ مصالحت کر لو، وہ تمہارا بھائی ہے۔'' ❶ ایک روایت کے مطابق قدامہ ۲۰ ہجری میں بحرین کی ولایت (گورنری) سے معزول کیے گئے۔ ❷

قدامہ رضی اللہ عنہ کے بعد بحرین کی منصب ولایت معروف صحابی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی، قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی سابقہ گورنری کے دوران ہی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بعض ریاستی ذمہ داریوں کو دیکھتے تھے۔ آپ ان گواہوں میں سے ایک تھے جنہوں نے شراب نوشی کے معاملہ میں قدامہ کے خلاف گواہی دی تھی۔ بہر حال عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنا دیا۔ ❸ اور پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بحرین کا گورنر بنایا اور آپ کی وفات تک عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر رہے۔ ❹ بہت ساری تاریخی روایات میں عمان کو بھی صوبہ بحرین کا ایک علاقہ بتایا گیا ہے، اس طرح بعض روایات میں جہاں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی گورنری کا تذکرہ ہے وہاں یہ بھی ہے کہ وہ بحرین اور یمامہ کے گورنر بھی رہے ہیں۔ ❺

آخر الذکر دونوں روایتیں اس بات کا قوی ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ بحرین کا عمان اور یمامہ سے کافی گہرا تعلق تھا اور یہ بات بالکل ممکن ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ دونوں بحرین کا ایک حصہ رہے ہوں۔ مزید برآں یہ بات نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے کہ جغرافیائی اور انسانی آمد و رفت کی سطح پر بھی ان دونوں شہروں (عمان اور یمامہ) کا بحرین سے کافی ربط تھا۔

علاوہ ازیں مورخین کی بار بار یہ تعبیر کہ ''بحرین اور اس سے متصل علاقے'' نیز یہ کہ ''بحرین سے ملحقہ علاقے'' شاید اس طرز تعبیر سے ان کا مقصود ''عمان اور یمامہ'' کو شمار کرنا تھا۔ بحرین جزیہ اور خراج کی آمدنی کا ایک اہم مرکز تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں بحرین ایک خوشحال و مال دار ریاست تھی۔ بحرین کے مسلم قبائل اور وہاں کے امراء نے فارس و مشرق کی جنگ میں بھی شرکت کی اور وہاں کی فتوحات میں ان کا کافی اہم کردار رہا۔ ❻

مصر:

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا۔ (ان شاء اللہ اس فتح کا تفصیلی بیان فتوحات کے باب میں آئے گا۔)

❶ الولایة علی البلدان: ۱/ ۷۴.
❷ البدایة والنهایه: ۷/ ۱۰۱.
❸ الولایة علی البلدان: ۱/ ۷۵.
❹ الولایة علی البلدان: ۱/ ۷۵.
❺ تاریخ الطبری: ۵/ ۲۳۹.
❻ الولایة علی البلدان: ۱/ ۷۶.

Marfat.com

اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور باوجودیکہ چند ایک معاملات میں کبھی کبھار انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے خلاف کام کیا جس کے نتیجہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو ان پر تادیبی کارروائی کرنا پڑی تاہم وہ عمر رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت میں وہاں کے گورنر رہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے جنرل گورنر تھے اور آپ کی ماتحتی میں مصر کے مختلف علاقوں پر چھوٹے چھوٹے امراء و گورنران مقرر تھے، جیسے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی اسرح رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ خلیفۂ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت مصر کے علاقہ ''الصعید'' پر والی مقرر تھے۔ ❶

دور فاروقی میں مصر میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت (گورنری) میں یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ صوبہ کے مختلف معاملات میں بکثرت دخل اندازی کرتے تھے۔ ❷

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی مدت ولایت میں خراج اور جزیہ کے بارے میں قبطیوں کی مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اس کام پر مامور کیا۔ ❸ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حکم کی بنا پر اپنے فوجیوں کو زراعت و کاشت کاری کرنے اور اس سے دلچسپی لینے سے منع کر دیا تھا اور خلاف ورزی کی صورت میں مخالفین کو سزا دیتے تھے۔ ❹ اس ممانعت کا سب سے اہم مقصد یہی تھا کہ اسلامی فوج ہمیشہ مجاہدانہ کارروائی کے لیے چاق چوبند رہے اور کاہلی و سستی کی طرف مائل نہ ہو اور صرف زمین سے ہی مربوط ہو کر نہ رہ جائے کیونکہ اسلامی فوج کو بیت المال سے اتنی تنخواہ دی جاتی تھی جو انہیں کسب معاش سے بے نیاز رکھے۔ خلیفۂ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مسلسل نگرانی کی وجہ سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے چند ہی سالوں میں صوبہ اور اس کے معاملات کو کافی منظم و مستحکم کر دیا اور مختصر سی مدت میں اسلامی سلطنت کی ریاستوں میں ایک عظیم ریاست کا درجہ پالیا اس میں رونما ہونے والے حالات وواقعات صوبہ میں امن و استقرار پر دلالت کرتے ہیں باوجودیکہ چاروں طرف سے روم کی انتقامی کارروائی کے خطرات بھی منڈلا رہے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ سمندروں راستوں سے اسکندریہ پر حملہ بول کر مصر پر دوبارہ قابض ہو جائیں۔

عہد فاروقی میں اسلام کی نشرواشاعت کے لیے یہ صوبہ بہت زرخیز ثابت ہوا کیونکہ یہاں لوگوں کو عدل وانصاف اور رحمت وشفقت کا ایسا پیغام ملا جسے انہوں نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ وہ اسلام کی حقانیت اور اس کی واضح و آسان تعلیمات سے مطمئن ہوئے اور پھر اسلام قبول کر کے اس کے سپاہی بنے۔ مصر میں اداری کام اور سرکاری امور بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ انجام پاتے تھے۔ سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں کے جنرل گورنر تھے اور وہی خراج کے اعلیٰ ذمہ دار بھی۔ ہر چند کہ وہ گورنر جنرل اور صوبائی امور کے نگران اعلیٰ تھے، پھر بھی مصر کے دیگر علاقوں میں اپنی ماتحتی میں چند لوگوں کو گورنری اور امارت کا اختیار دے رکھا تھا اور ان سے ریاستی مسائل میں

---

❶ فتوح مصر: ص ۱۷۳ .
❷ الولایة علی البلدان: ۱/ ۷۹ .
❸ فتوح مصر وأخبارها: ص ۱۵۲ .
❹ الولایة علی البلدان: ۱/ ۸۲ .

Marfat.com

تعاون لیتے رہتے تھے۔ البتہ خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے گورنر جنرل اور ذمہ دار کی حیثیت سے تمام تر صوبائی معاملات کے جواب دہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہوتے تھے۔ آپ نے خراج اور دیگر مالیاتی معاملات کی تنظیم و ترتیب سے متعلق اپنے ہی صوبہ کے چند ماہرین اشخاص سے بہت کچھ استفادہ کیا تھا۔ ❶

شام اور اس کی ریاستیں:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت شام کی اسلامی فوج اور وہاں کے ملکی انتظام وانصرام کے اعلیٰ ذمہ دار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری سے معزول کر کے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو وہاں کے امراء وافسران کا گورنر جنرل واعلیٰ ذمہ دار بنا دیا۔ ❷ چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وہاں کے امور و معاملات کو جدید طریقے سے منظم کرنے لگے۔ شام کے بعض جدید علاقوں پر اپنی صوابدید سے نئے گورنران کی تقرری کی، جبکہ دیگر علاقوں کے گورنران میں سے بعض کو انہی کے مقام پر باقی رکھا اور بعض کو معزول کر دیا۔ مؤرخ خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں: ”جب شام کے تمام علاقے اسلامی سلطنت کے زیر نگیں ہو گئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ولایت کے دوران فلسطین اور اس سے متصل علاقوں پر یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کو، اردن پر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو، دمشق پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور حمص پر حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کے امیر کی حیثیت سے مقرر کیا، البتہ آخر الذکر کو آخر میں معزول کر کے ان کی جگہ پر عبداللہ بن قرط ثمالی رضی اللہ عنہ ❸ کو مقرر کر دیا تھا۔ اسی طرح عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو والی (نائب گورنر) بنایا لیکن پھر ان کو معزول کر کے ان کی جگہ دوبارہ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا۔ ❹ کبھی کبھار آپ اپنے معاونین ومصاحبین کو ایک محدود وقت کے لیے شام کے بعض خطوں کا حاکم بنا کر بھیجتے تھے، مثلاً معاذ بن جبل کو اردن پر اسی نوعیت کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ ❺ اسی طرح جب کبھی جہاد کے سفر پر نکلتے تو کسی کو اپنا نائب بنا کر جاتے تھے۔ جیسے بیت المقدس میں جاتے ہوئے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کو دمشق میں اپنا نائب بنایا تھا۔ ❻ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب تک شام کے گورنر رہے اپنے ماتحت دیگر امراء وذمہ داران، نیز عوام کے لیے ایک نیک اور رحم دل انسان کی سچی تصویر کا نمونہ بن کر رہے، آپ کی وفات طاعون عمواس میں ہوئی اور پھر آپ کے بعد معاذ رضی اللہ عنہ یہاں کے گورنر ہوئے، لیکن مختصر ہی مدت میں ان کی بھی وفات ہو گئی۔ چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما کی وفات کی خبر ملی تو یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو شام کی فوجوں کا اعلیٰ ذمہ دار (کمانڈر ان چیف) مقرر کیا اور دوسرے کئی امراء کو

❶ الولایة علی البلدان: ۱/ ۸۳. ❷ تہذیب تاریخ دمشق: ۱/ ۱۵۲.

❸ عبداللہ بن قرط الثمالی الازدی صحابی ہیں، آپ سے احادیث مروی ہیں، شام کی فتوحات میں آپ نے شرکت کی ہے۔

❹ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص: ۱۵۵. ❺ فتوح الشام: ص ۲۴۸.

❻ الفتوح: ابن اعثم الکوفی، ص: ۲۸۹، الولایة علی البلدان: ۱/ ۹۰.

Marfat.com

صوبائی ذمہ داریاں دے کر شام کے مختلف علاقوں کا الگ الگ انتظام وانصرام سونپ دیا، یزید رضی اللہ عنہ کو فوجی قیادت میں مہارت حاصل تھی، کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کے محاذ پر جن فوجوں کو روانہ کیا تھا ان میں سے ایک کی قیادت آپ کر چکے تھے۔ اسی طرح ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لیے نکلتے وقت کئی مرتبہ ان کو اپنا نائب بنایا تھا۔ ❶

مورخین نے لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب یزید رضی اللہ عنہ کو شام کی فوجوں کا اعلیٰ کمانڈر بنایا تو دوسرے امراء و جرنیلوں کو ان کے ماتحت کر کے وہاں کے مختلف علاقوں میں بھیج دیا، البتہ یزید رضی اللہ عنہ کو فلسطین واردن کے لیے خاص کر دیا۔ ❷ چونکہ شام پر یزید رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت بہت مختصر رہی اس لیے تاریخی مصادر میں ان کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ ۱۸ ہجری میں یزید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، اپنی وفات سے کچھ پہلے یزید رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ولایت کے لیے اپنا نائب نامزد کر کے اس کی اطلاع عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی۔ یزید رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت تقریباً ایک سال تھی۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت کی منظوری دیتے ہوئے شام کے چند سرکاری امور وانتظام میں کچھ تبدیلیاں کیں، مثلاً معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کی اسلامی فوج اور وہاں کے اخراج سے متعلقہ امور کا مکمل اختیار دیا اور نماز کی امامت نیز منصب قضاء کی ذمہ داریوں سے ان کو سبکدوش کر کے اس کے لیے اپنے یہاں سے دو ممتاز علماء وصحابہ کرام کو وہاں بھیجا۔ ❹ گویا ایک اہم تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختیارات محدود کر دیے گئے، بالخصوص اس سے قبل نماز کی امامت وہی شخص کرتا تھا جو صوبہ کی ولایت وامارت پر مامور ہوتا تھا، لیکن اب وہ ذمہ داری دوسرے کے ذمہ ہو گئی، شاید وہاں کچھ ایسے اسباب موجود تھے جن کی بنا پر عمر رضی اللہ عنہ کو یہ جدید طریقہ اختیار کرنا پڑا اور پھر یہی طریقہ دیگر ریاستوں میں بھی نافذ ہوا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی اسلوب پر عمل کیا (یعنی اپنے ماتحت نائب گورنران کو امامت نماز اور قضاء کی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا) معاویہ رضی اللہ عنہ بردباری اور سخاوت میں کافی مشہور ہوئے جس کی وجہ سے عراق وغیرہ کے بہت سے باشندے یہاں آکر آپ کی ریاست میں آباد ہو گئے۔ ❺

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بعض امراء کو شام کے مختلف علاقوں کے لیے نامزد کر کے بھیجا اور انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی مامور کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ منصب ولایت پر فائز ہوتے ہوئے کبھی کبھار شام کے شمالی علاقوں میں رومیوں کے خلاف محاذ جنگ قائم کرتے تھے، انہی جنگوں کو صوائف یعنی موسم گرما کی جنگی کارروائی کہا جاتا تھا۔ ❻

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منصب ولایت سنبھالنے کے بعد سے عمر رضی اللہ عنہ کی وفات تک ریاست شام کے فرائض برابر انجام دیتے رہے۔ جبکہ وہاں کے دوسرے علاقوں سے اپنا رابطہ رکھتے تھے، بس ان امراء واحکام اور

---

❶ فتوح البلدان: ص ۱۳۷ . ❷ فتوح البلدان: ص ۱۴۵ ، ۱۴۶ .

❸ الوثائق السياسة للعصر النبوى والخلافة الراشدة: ص ۴۹۳ .

❹ الولاية على البلدان: ۱/ ۹۲ . ❺ تايخ الطبرى: ۵/ ۲۳۹ . ❻ الولاية على البلدان: ۱/ ۹۲ .

Marfat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ میں فرق اتنا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان میں سب سے زیادہ شہرت حاصل تھی کیونکہ وہ بلقاء، اردن، فلسطین، انطاکیہ، قلقلیہ اور معرہ مصرین وغیرہ شام کے دیگر کئی شہروں کے گورنر تھے۔

بعض مورخین نے آپ کو پورے شام کا تنہا گورنر بتایا ہے، جبکہ بعض مورخین نے اس سلسلے میں قید لگائی ہے اور جہاں عمر رضی اللہ عنہ کے گورنروں کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ ''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما شام کے بعض علاقوں کے گورنر تھے۔'' اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو پورے شام کا گورنر بنا دیا تھا۔ [2]

بہرحال جو کچھ بھی ہو یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس دور میں ملک کے احوال وظروف بالخصوص فوجی حالات کے پیش نظر ریاستوں کی حدود میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ اردن کبھی کبھار مستقل ایک ریاست ہوتی تھی اور کبھی اس کے ساتھ دیگر ریاستیں بھی شامل کر دی جاتی تھیں اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس کے کچھ شہروں کو اردن سے نکال کر شام یا فلسطین میں شامل کر دیا جاتا تھا، اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کا تفصیلی بیان یہاں مقصود نہیں ہے۔ [3]

عراق اور فارس کی ریاستیں:

عراق میں فتوحات کا سلسلہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور ہی سے شروع ہو چکا تھا، ابتدا میں مثنی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ عراق کے امیر تھے، لیکن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق پہنچے تو وہاں کی گورنری انہی کو سونپ دی گئی اور جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو شام کی طرف فوج کشی کا حکم ملا تو اس وقت دوبارہ مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں وہاں کی امارت آ گئی۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر ابوعبید بن مسعود ثقفی کو وہاں کی امارت دے دی۔ مثنی کی معزولی کا یہ وہی وقت تھا جب آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کو بھی معزول کیا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس سیاست نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کہ آخر آپ نے ایسا اقدام کیوں کیا؟ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے کہا:

''میں نے کسی شک اور تہمت کی بنا پر ان دونوں کو معزول نہیں کیا بلکہ لوگ ان دونوں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگے تھے تو مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ انہی دونوں پر حقیقی بھروسا نہ کر لیں۔'' [4]

مثنی رضی اللہ عنہ اگرچہ معزول کر دیے گئے تاہم وہ ایک مخلص فوجی کی طرح زندہ رہے اور ابوعبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بیشتر معرکوں میں شریک رہے اور جنگ میں پوری بہادری دکھائی۔ [5]

---

[1] الولاية على البلدان: ١/ ٩٣.
[2] تاريخ خليفه بن خياط: ص ١٥٥. سير أعلام النبلاء: ٤/ ٨٨.
[3] الولاية على البلدان: ١/ ١٠٢.
[4] الولاية على البلدان: ١/ ١٠٨.
[5] البداية والنهاية: ٧/ ٢٨.

Marfat.com

ابوعبید ثقفی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قیادت کی باگ ڈور پھر مثنی رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور ان کے بعد عراقی افواج کی قیادت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں رہی۔ مثنی رضی اللہ عنہ کو معرکہ "جسر" کے موقع پر جو زخم لگا تھا وہ ناسور بن گیا تھا جس کی وجہ سے آپ سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے عراق پہنچنے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ ❶

معرکہ قادسیہ سے کچھ ہی دنوں پہلے واقعات وحوادث کے اسٹیج پر بصرہ ایک صوبہ کی حیثیت سے ظاہر ہونے لگا تھا، لیکن قادسیہ کی فتح اور مسلمانوں کے ہاتھوں سقوط مدائن نے بلاد عراق کی تنظیم میں ایک جدید وقوی مرحلے کا آغاز کر دیا اور اس میں منظّم طور پر ریاستوں کی تشکیل جدید شروع ہو گئی اور تشکیل جدید کے بعد ان ریاستوں میں تمام تر صوبائی علامتیں نمایاں طور پر نظر آنے لگیں خواہ وہ بصرہ کی ریاست ہو یا کوفہ کی یا ان دونوں کے زیر نگیں عراق وفارس کے دیگر علاقے، یا ان سب سے الگ فارس کی کوئی دوسری مستقل ریاست ہو۔ ❷

بصرہ:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی آبادکاری سے قبل اس کے اطراف وجوانب میں بنوسعد بن بکر کے ایک فرد شریح بن عامر رضی اللہ عنہ کو قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا، پھر انہی کو بصرہ کے اطراف وجوانب کا گورنر بنا دیا تھا، وہ کسی مجاہدانہ کارروائی میں شہید ہو گئے۔ ❸

شریح رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو ایک فوجی لشکر کے ساتھ وہاں کا امیر بنا کر انہیں روانہ کیا، یہ واقعہ ۱۴ ہجری کا ہے، نہ کہ ۱۶ ہجری کا، جبکہ صالح احمد العلی ۱۴ ہجری کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بعض مورخین کا خیال ہے کہ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ معرکۂ قادسیہ یا جلولاء کے بعد ۱۶ ہجری میں بصرہ کے مضافاتی علاقوں کے گورنر بنا کر بھیجے گئے، لیکن جمہور مورخین اسی بات کے قائل ہیں کہ وہ ۱۴ ہجری میں بھیجے گئے تھے اور اسی وجہ سے ہم جمہور کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔" ❹

بصرہ کی عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی ولایت کا دور درحقیقت بصرہ کی تاسیس اور اس کی زندگی میں ترقی کی روح پھونکنے کا دور تھا، اس میں بہت سارے مقدس وعظیم کارنامے سامنے آئے اور اسی دور میں دجلہ وفرات کے ساحل پر بلاد فارس کے کئی علاقوں میں آپ کی فاتحانہ معرکہ آرائیاں بھی ہیں۔ ❺

حج کے موسم میں عتبہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو منصب ولایت سے استعفا نامہ پیش کیا، لیکن آپ نے ان کا استعفا

---

❶ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۱۱.
❷ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۱۳.
❸ تاریخ خلیفة بن خیاط: ص ۱۵۵.
❹ التنظیمات الاجتماعیة والاقتصادیة فی البصرة: ص۳۶.
❺ تاریخ خلیفة بن خیاط: ص ۱۲۷، ۱۲۸.

نامنظور کر دیا اور کہا کہ آپ واپس جائیں اور اسی منصب کو سنبھالیں۔ بہر حال عتبہ رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے اور بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں آپ کی وفات ہو گئی۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر ملی تو کہنے لگے: اگر موت کا ایک مقررہ وقت نہ ہوتا (تو میں یہی سمجھتا کہ) میں نے ان کو قتل کیا ہے اور پھر ان کے حق میں آپ خیر کے کلمات کہنے لگے۔ ان کی وفات ۱۷ ہجری میں ہوئی۔ ❶

سیّدنا عتبہ رضی اللہ عنہ کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر مقرر کیے گئے، آپ نے منصب ولایت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے بصرہ کا دیوان (رجسٹر مردم شماری و وظائف) مرتب کیا اور اپنی ذمہ داریاں آخری وقت تک نبھاتے رہے، لیکن جب ۱۷ ہجری میں آپ پر ''زنا کاری'' کی تہمت لگائی گئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو منصب ولایت سے معزول کر دیا اور پھر ان پر تہمت کی تحقیق کرنے لگے، تحقیق و تفتیش میں مغیرہ رضی اللہ عنہ بری ثابت ہوئے اور تینوں گواہوں پر تہمت کی حد نافذ کی گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو احتیاطاً اور مصلحتاً معزول کر دیا تھا لیکن بعد میں ان کو دوسری جگہوں کی امارت و قیادت عطا فرمائی۔ ❷

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے بعد آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر بنا کر بھیجا، واضح رہے کہ دور فاروقی میں جتنے لوگ بصرہ کے گورنر بنا کر بھیجے گئے ان میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ شہرت ملی، ان کے دور میں فارس کے بہت سارے معرکے فتح ہوئے، آپ خود جہاد میں شریک ہوتے اور مختلف علاقائی مہموں کے لیے بصرہ سے فوجی جرنیلوں کو بھیجتے، چنانچہ آپ کی مدت ولایت (گورنری) میں مجاہدین بصرہ نے ''اہواز'' اور اس کے گرد و پیش مختلف علاقوں اور دیگر کئی اہم مقامات کو فتح کیا۔ آپ کی گورنری کا زمانہ مجاہدانہ سرگرمیوں سے بھرا پڑا ہے۔ بہت ساری فتوحات اور جنگی کارروائیوں میں آپ نے اپنے قرب و جوار کے حکام اور گورنروں سے تعاون لیا۔ آپ نے مفتوحہ علاقوں کی تنظیم، ان پر گورنروں کی تعیین اور ان کے مختلف اداری امور کی ترتیب دینے نیز انہیں امن و استحکام بخشنے میں کافی محنت کی۔ متعدد معاملات میں آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان خط و کتابت بھی ہوئی۔ بعض خطوط میں آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ رہنمائی فرمائی کہ مجلس امارت میں لوگوں کا کس طرح استقبال کریں اور بعض میں تقویٰ و خدا ترسی اور رعایا کو خوش رکھنے کی رہنمائی تھی۔ یہ رہنمائی بہت بیش قیمت تھی اس میں آپ نے فرمایا:

''حمد و صلاۃ کے بعد! لوگوں میں سب سے خوش بخت وہ ہے جس سے اس کی رعایا خوش و مطمئن ہو اور سب سے بدبخت وہ ہے جس سے اس کی رعایا نالاں ہو، تم خود کو حکومت کے پیچھے پڑنے سے دور رکھو، ورنہ تمہارے ماتحت افسران تمہاری طرح اس کے پیچھے دوڑنے لگیں گے پھر تمہاری مثال اس چوپائے جیسی ہو جائے گی جس نے کسی شادابی و سرسبزی کو دیکھا تو اس میں چرنا شروع کر دیا

❶ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۱۵.
❷ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۱۵.

Marfat.com

تاکہ خوب موٹا ہو جائے، حالانکہ اس کے موٹاپے ہی میں اس کی موت ہوتی ہے۔'' ❶

سیّدنا عمر فاروق اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے مابین کئی ایسے رسائل کا بھی تبادلہ ہوا جن میں مختلف اداری وتنفیذی امور پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی گئی تھی اور آپ انہیں بخوبی انجام دیتے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان خطوط کو اپنی قیمتی کتاب ''الوثائق السیاسیۃ'' میں جمع کیا ہے۔ ❷

بصرہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی گورنری کا دور سب سے بہتر شمار ہوتا ہے، اس دور کی خوبیوں کو حسن بصری رحمہ اللہ نے سراہتے ہوئے کہا ہے کہ ''بصرہ والوں کے لیے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑا خیر خواہ کوئی امیر نہیں۔'' ❸ ان کی بھلائیوں کی یہ شہادت بالکل سچ ہے کیونکہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر ہوتے ہوئے وہاں کے معلم قرآن بھی تھے، آپ وہاں کے باشندوں کو قرآن اور دین اسلام کی تعلیمات دیتے تھے۔ ❹

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فارس کے کئی مفتوحہ شہر بصرہ ہی کے تابع تھے اور بصرہ کا حاکم ہی وہاں اپنے افسران کو بھیجتا تھا اور وہ سب بصرہ ہی سے مربوط ہوتے تھے۔ اس طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے گورنروں میں سب سے اہم گورنر شمار کیے گئے اور ان کے خطوط سیرت فاروقی کے مختلف گوشوں کو نکھارنے اور گورنروں کے ساتھ فاروقی برتاؤ کو واضح کرنے والے مصادر میں اہم مصدر قرار پائے۔ ❺

کوفہ:

کوفہ کی آبادکاری مکمل ہو جانے کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہاں کے پہلے گورنر مقرر ہوئے، درحقیقت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ہی نے سب سے پہلے شہر کوفہ کو آباد کیا تھا اور آپ کوفہ کی آبادکاری سے پہلے ہی وہاں اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں کے گورنر تھے، آپ بحسن وخوبی منصب ولایت کے فرائض ادا کرتے رہے اور جب گورنر کی حیثیت سے کوفہ ہی آپ کی جائے سکونت ٹھہری تو بلاد فارس کے علاقوں میں آپ کی عظیم فتوحات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ❻

آپ نے اپنی ریاست میں کئی زرعی اصلاحات کیں، انہی میں سے ایک یہ تھا کہ جاگیرداروں کی ایک جماعت نے آپ سے اپنے علاقے کے کاشتکاروں کے لیے نہر کھودنے کا مطالبہ کیا، چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے متعلقہ شعبہ کے افسران کو نہر کھودنے کا حکم دیا، پھر اس کے لیے مال جمع کیا گیا اور نہر کھودی گئی۔ آپ کوفہ کے زیر نگرانی علاقوں کے تمام امور ومعاملات کو خود منظم کرتے تھے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے صلاح ومشورہ کے بعد وہاں اپنی

❶ مناقب عمر، ابن الجوزی: ص ۱۳۰.

❷ کتاب کا پورا نام ''الوثائق السیاسیة للعهد النبوی والخلافة الراشدة'' ہے۔ اردو زبان میں ان خطوط کو مولانا محمد تقی امینی نے کتابی شکل میں ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط'' کے نام سے جمع کیا ہے۔ (مترجم)

❸ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۳۸۹. ❹ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۲۰.

❺ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۲۰. ❻ فتوح البلدان: ص۱۳۹، تاریخ الیعقوبی: ۲/ ۱۵۱.

Marfat.com

صواب دید پر اپنا نائب گورنر بھیجتے۔ کوفہ کے دانشور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بہت خوش ہوئے اور ان کی تعریف کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے کسی معروف و مشہور آدمی سے سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے جواب دیا: خراج وغیرہ کی وصولی میں متواضع ہیں، بہادری و سبک روی میں خالص عربی ہیں، رعب و دبدبہ میں شیر ہیں، نزاعی معاملات میں عدل سے کام لیتے ہیں، تقسیم میں مساوات و عدل کرتے ہیں، فوج کو روانہ کرتے ہیں اور مشفق ماں کی طرح ان پر شفقت کرتے ہیں اور ہمارے لیے چیونٹیوں کی طرح جمع کرتے ہیں۔ [1]

اسی طرح آپ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کی ولایت کے بارے میں استفسار کیا تو جریر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں ان کو ان کی ریاست میں اس حال میں دیکھ کر آرہا ہوں کہ قدرت وصلاحیت میں سب سے فائق، سب سے کم سختی کرنے والے اور رعایا کے لیے مشفق ماں کی طرح ہیں، لوگوں کے لیے مال واسباب اسی طرح جمع کرتے ہیں جس طرح چیونٹیاں جمع کرتی ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت انتہائی سخت اور لوگوں کی نگاہوں میں قریش کے محبوب ترین فرد ہیں۔'' [2]

باوجودیکہ کوفہ کے شرفاء و دانشور سعد رضی اللہ عنہ سے بالکل مطمئن اور ان کے مداح تھے، تاہم بعض عوام نے آپ کے خلاف عمر سے شکایت کی، جس کی بنا پر امیر المومنین نے آپ کو معزول کر دیا۔ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں ''گورنروں کے خلاف شکایتیں'' کے زیر عنوان اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

کوفہ سے سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اہل کوفہ کی امامت (نماز) کی ذمہ داری دے کر وہاں بھیجا۔ واضح رہے کہ عمار رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کوفہ کے فوجی جرنیلوں میں سے ایک جرنیل تھے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی گورنری کے دور میں بہت سارے معاملات میں ان سے تعاون لیتے رہتے تھے۔ اسی لیے منصب ولایت پر سرفراز ہونے سے پہلے ہی آپ کو گورنری کے بارے میں کافی معلومات ومہارت تھی۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سعد اور عمار رضی اللہ عنہما کے منصبی اختیارات میں کافی فرق تھا، مثلاً عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر نامزد کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی ذمہ داریاں دے کر آپ کے ساتھ دیا تاکہ وہ لوگ الگ الگ اپنے کام سنبھالیں۔ چنانچہ عمار رضی اللہ عنہ نماز کی امامت پر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال پر اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ زمین کی پیمائش (بندوبست) پر مامور تھے۔ (جبکہ سعد کے دور میں یہ تقسیم بالکل نہ تھی) اسی لیے دونوں کی گورنری کے حالات بہت حد تک مختلف نظر آتے ہیں۔ صوبائی سطح پر ذمہ داریوں کی اس جدید تقسیم کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

---

[1] الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۲۳.
[2] الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۲۳.

Marfat.com

بہر حال ذمہ داریوں کی اس تقسیم کے بعد ہر ایک نے اپنے فرض کو نبھایا، عمار رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کرتے رہے، صوبائی انتظام و انصرام کے ساتھ اسلامی فوجوں کی قیادت کرتے رہے اور بعض فتوحات میں خود شریک بھی ہوئے۔ آپ کی گورنری کے دور میں اہل کوفہ نے اہل فارس کی مسلم مخالف فوجوں سے کئی ایک مرتبہ ٹکر لی اور غلبہ پایا، اس طرح عمار رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی کے مطابق جنگی احوال وظروف کی رعایت کرتے ہوئے اپنی ریاست میں سیاست کرتے رہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تعاون سے اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے، جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مالیاتی نظام کی مکمل دیکھ بھال کے ساتھ لوگوں کو قرآن اور اسلام کی تعلیمات بھی دیتے تھے۔ ❶ کوفہ پر عمار رضی اللہ عنہ کی گورنری کا دور تقریباً ایک سال نو مہینے ہے۔ اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ کے خلاف اہل کوفہ کی شکایتوں کے پیش نظر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا۔ اسی مناسبت سے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا معزولی تم کو بری لگی؟ تو عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''جب آپ نے مجھے گورنر بنایا تھا تب مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی البتہ جب آپ نے مجھے معزول کر دیا تو مجھے ناگوار گزرا۔''

اور ایک روایت کے مطابق آپ نے دوسرے لفظوں میں اس طرح جواب دیا:

''جب آپ نے مجھے گورنری دی تو اس سے مجھے خوشی نہیں ہوئی اور جب آپ نے مجھے معزول کر دیا تو مجھے اس پر کوئی رنج بھی نہیں ہوا۔'' ❷

اور بعض تاریخی مصادر میں ہے کہ جب عمار رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اہل کوفہ میری امارت کو ناپسند کرنے لگے ہیں تو خود ہی عمر رضی اللہ عنہ کو منصب ولایت سے استعفا پیش کیا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے استعفا قبول کر لیا اور ان کو خود معزول نہیں کیا۔ ❸ عمار رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا لیکن ان کے کوفہ جانے سے پہلے ہی اس حکم کو منسوخ کر دیا، اس لیے کہ آپ نے ان سے کہا تھا کہ اپنے گورنر مقرر کیے جانے کی خبر دوسروں کو نہیں دیں گے، لیکن انہوں نے یہ راز فاش کر دیا اور جب لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی تو عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور اپنا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ پھر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنایا اور وہی عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام تک وہاں کے گورنر رہے۔ ❹

مدائن:

مدائن کسریٰ کا دارالحکومت تھا، اسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا اور عرصہ دراز تک آپ وہاں

---

❶ الطبقات: ۳/ ۱۵۷.
❷ الفتوح، ابن اعثم: ۲/ ۸۲.
❸ نهاية الأرب: ۱۹/ ۳۶۸.
❹ تاريخ خليفة: ص ۱۵۵، تاريخ الطبری: ۵/ ۲۳۹.

اقامت گزیں تھے۔ پھر جب کوفہ کو شہری حیثیت حاصل ہوگئی تو آپ وہاں منتقل ہوگئے۔ سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجاہدین کا لشکر تھا اس میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور فارس کے خلاف متعدد معرکہ آرائیوں میں برابر کے شریک تھے، اہل فارس سے جنگ چھیڑنے سے قبل انہیں اسلام کی دعوت دینے میں سلمان رضی اللہ عنہ کا بڑا اہم کردار تھا۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا والی (گورنر) بنایا اور آپ ان میں اچھی طرح زندگی گزارتے رہے۔ اسلامی تعلیمات کو عملی طور پر نافذ کرنے میں آپ کی شخصیت ایک زندہ مثال تھی۔

روایات میں وارد ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ منصب ولایت قبول کرنے کے لیے راضی نہ تھے، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ عہدہ سنبھالنے کے لیے مجبور کیا، تاہم آپ برابر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھ کر اس عہدہ سے سبکدوشی کا مطالبہ کرتے رہے اور عمر رضی اللہ عنہ اسے نامنظور کرتے رہے۔ بہرحال سلمان رضی اللہ عنہ ایک زاہد وتقویٰ شعار آدمی تھے، اونی لباس پہنتے، گدھے کی ننگی پیٹھ پر (بغیر پالان کے) سواری کرتے اور جو کی موٹی روٹی کھاتے تھے۔ آپ عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ ❶

سلمان رضی اللہ عنہ ایک گورنر کی حیثیت سے مدائن میں زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ راجح قول کے مطابق ۳۲ ہجری میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی وفات ہوگئی۔ بظاہر سلمان رضی اللہ عنہ، دور فاروقی کے آخری ایام تک مدائن کے گورنر نہیں تھے، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے آخر میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا۔ البتہ مورخین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ انہوں نے بار بار جس استعفا کا مطالبہ کیا تھا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کئی مرتبہ نامنظور کرنے کے بعد بالآخر منظوری دے دی ہو اور اس کے بعد حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا دیا ہو۔

مدائن پر حذیفہ رضی اللہ عنہ کی گورنری سے متعلق متعدد روایات وارد ہیں، انہی میں سے ایک یہ ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل مدائن کے نام سرکاری خط بھیج کر انہیں اطلاع دی کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ان کے گورنر بنائے جا رہے ہیں، اہل مدائن کو چاہیے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت وفرماں برداری کریں۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ دور فاروقی کے آخری ایام اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی مکمل مدت خلافت تک وہاں کے گورنر رہے۔ ❷

آذربائیجان:

آذربائیجان کے سب سے پہلے گورنر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے پھر جب آپ کو مدائن منتقل کر دیا گیا تو ان کی جگہ پر عتبہ بن فرقد السلمی رضی اللہ عنہ گورنر بن کر آئے، عتبہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کئی مرتبہ خط وکتابت ہوئی، چنانچہ ایک مرتبہ ایک واقعہ اس طرح پیش آیا کہ عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ جب بحیثیت گورنر آذربائیجان آئے تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ ''حبیص'' نام کا ایک لذیذ حلوہ تیار کرتے ہیں، آپ نے سوچا کہ اسے بنوا کر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجنا چاہیے

❶ مروج الذهب: ٢/ ٢٠٦، الولاية على البلدان: ١/ ١٣١.
❷ سير أعلام النبلاء: ٢/ ٣٦٤.

Marfat.com

اور پھر آپ نے اسے تیار کرایا اور دو ڈبوں میں بند کر کے اوپر سے چمڑے وغیرہ سے ڈھانپ کر آپ کے پاس مدینہ نبویہ بھیج دیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے وصول کیا اور حلوہ کو چکھا، حلوہ آپ کو بہت پسند آیا۔ آپ نے لانے والوں سے پوچھا: کیا وہاں کے تمام مہاجرین اسے شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں؟ عتبہ کے ایلچی نے نفی میں جواب دیا اور کہا: یہ صرف آپ کے لیے پکوایا گیا ہے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آذربائیجان میں عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لے جانے کا حکم دیا اور عتبہ کے نام خط لکھا: ''اے عتبہ! تمہارا بھیجا ہوا تحفہ تمہاری اور تمہارے باپ کی کمائی نہیں ہے، تم اپنے دوران سفر جو کھاتے ہو اسی خوراک سے تمام مسلمانوں کو ان کے سفروں میں شکم سیر کرو، عیش پرستی، مشرکین کی پوشاک اور ریشمی لباس پہننے سے دور رہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔ ❶ یہ واقعہ مختلف روایات سے ثابت ہے جو ہر ایک دوسرے کی موید ہیں۔

بہر حال عتبہ رضی اللہ عنہ کے بقیہ ایام خلافت تک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایام خلافت میں آذربائیجان کے گورنر رہے۔ علاوہ ازیں عراق وفارس کے مختلف علاقوں میں عمر رضی اللہ عنہ کے متعدد گورنر تھے۔ بعض تو اپنی ریاست کے خودمختار گورنر تھے، جبکہ بعض کی ولایت عراق کی دونوں بڑی ریاستوں یعنی کوفہ اور بصرہ کے ماتحت تھی کیونکہ یہی دونوں ریاستیں بلاد عراق وفارس کی تنظیم وحکمرانی کا مرکز تھیں۔ اس بحث میں مذکورہ ریاستوں کے علاوہ بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھی جہاں پر گورنر ہوا کرتے تھے، مثلاً موصل، حلوان اور کسکر وغیرہ۔ ❷

---

❶ الولایة علی البلدان: ١/ ١٣٣.

❷ الولایة علی البلدان: ١/ ١٣٣، ١٣٤، ١٣٥.

Marfat.com

(۲)

دور فاروقی میں گورنران ریاست کی تقرری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ والیان ریاست کے انتخاب اور ان کی تقرری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کی پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ اس منصب پر انہی لوگوں کو فائز کرتے تھے جو باصلاحیت، امانت دار اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں سب سے بہتر ہوں۔ تقرری کا مسئلہ ہو یا معزولی کا، دونوں مواقع پر بھرپور چھان بین کرتے تھے، ایسے آدمی کو عہدہ ہرگز نہیں دیتے تھے جو اس کا خواہاں ہو۔ گورنر کی تقرری کو ایک امانت سمجھتے تھے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر عہدہ کے لیے وہی لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں جو اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں ومناسب ہوں۔ اگر بلا کسی معقول عذر کے اصلح وباصلاحیت فرد کو چھوڑ کر اس سے ادنیٰ درجہ کے آدمی کو مقرر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے ساتھ خیانت ہے۔ ❶ اس سلسلے میں آپ کے چند ایک اقوال زریں ہیں، مثلاً:

''میں اپنی امانت اور عہدہ کا ذمہ دار ہوں، میرے دل میں جو خیالات آتے ہیں اس کو ان شاء اللہ میں جانتا ہوں، اسے دوسروں کے حوالہ نہیں کروں گا اور جو (باتیں) مجھ سے دور ہیں انہیں میں امانت داروں اور امت مسلمہ کے خیر خواہوں کے ذریعے ہی سے جان سکتا ہوں، ان (امانت داروں اور خیر خواہوں) کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنی امانت نہیں دوں گا۔'' ❷

اور فرمایا: ''جس نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا ذمہ دار بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے بہتر اور اللہ ترس آدمی موجود ہے تو اس نے اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی۔'' ❸

نیز فرمایا: ''جو شخص مسلمانوں کا حکم بنایا گیا اور اس نے کسی قرابت داری یا ذاتی محبت کی بنا پر کسی کو عہدہ دیا اس نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔'' ❹

گورنران ریاست کی تقرری کا فاروقی معیار اور اس کی لازمی شرطیں

ا: قوت وطاقت اور امانت داری:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس اصول کو عملاً نافذ کیا اور قوی فرد کے مقابلے میں اقویٰ (قوی ترین) فرد کو ترجیح دی۔ (چنانچہ آپ نے جب شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا تو شرحبیل رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ: اے امیر المومنین! کیا آپ نے ناراض ہو کر مجھے معزول کیا ہے؟ تو آپ نے

❶ وقائع ندوة النظم الإسلامية: ۱/ ۲۹۵، ۲۹۶.
❷ دور الحجاز فی الحیاة السیاسیة: ص: ۲۵۵.
❸ الفتاوٰی: ۲۸/ ۴۲.
❹ الفتاوٰی: ۲۸/ ۱۳۸.

Marfat.com

جواب دیا: نہیں، بلکہ میں جس طرح چاہتا تھا تم اسی طرح ہو، لیکن میں (اس منصب کے لیے) قوی ترین آدمی کو چاہتا ہوں۔ ❶ اس سلسلے میں آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی کیا ہی بہترین بات ہے: ''اے اللہ! تجھ سے میری التجا ہے کہ فاجر کو قوت نہ دے اور امانت دار و ثقہ آدمی کو عجز (کمزوری) نہ دے۔'' ❷

۲: تقرری میں علم کی اہمیت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام تر مناصب کے بالمقابل خاص طور سے اسلامی فوجوں کے امراء و قائدین کی تقرری میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ جب اسلامی فوج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتی تو آپ اس پر ایک عالم دین اور شرعی بصیرت رکھنے والے آدمی کو مقرر کر دیتے۔ ❸

۳: تجربہ کاری اور بصیرت:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سرکاری عہدوں کے لیے صاحب فضیلت افراد کو چھوڑ کر ایسے افراد کو افسر بناتے تھے جو تجربہ کار اور بصیرت کے حامل ہوں۔ ❹ صاحب فضیلت افراد کو چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اگرچہ دین داری، تقویٰ و طہارت اور اخلاق و کردار میں افضل و مقدم ہوں، لیکن معاملات کی سیاست میں دوسروں کے بالمقابل ان کی مہارت کم ہو۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ دونوں چیزیں (تقویٰ و طہارت اور حسن سیاست) ایک آدمی میں بدرجہ اتم پائی ہی جائیں۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وضع کردہ یہ معیار انتخاب آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں معتبر و معمول بہ ہے اور یہ برحق ہے کہ دین پرست، متقی اور با اخلاق آدمی کو اگر سیاست اور حکومتی معاملات میں بصیرت نہ ہو تو وہ نفس پرستوں اور گمراہوں کے دھوکے میں آ سکتا ہے، لیکن کہنہ مشق اور تجربہ کار صاحب بصیرت شخص کی دور اندیش نگاہیں فوراً الفاظ کے معانی اور ان کے مقاصد و انجام کو بھانپ لیتی ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ایسے ہی ایک آدمی کو ذمہ دار بنانے کا ارادہ کیا اور پھر اپنا فیصلہ اس لیے بدل لیا کہ وہ برائیوں کو قطعاً نہیں جانتا تھا۔ واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ آپ ایک آدمی کو کسی ذمہ داری پر مامور کرنا چاہتے تھے، اس کے بارے میں لوگوں سے معلومات حاصل کیں، چنانچہ آپ کو بتایا گیا کہ اے امیر المومنین! وہ آدمی برائی جانتا ہی نہیں۔ (یعنی اس کی تعریف کی) سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہنے والے سے کہا: پھر تو ستیاناس ہے، عین ممکن ہے کہ (لاعلمی میں) وہ اس کو کر گزرے۔ ❺

بہر حال اس واقعہ کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسی شعبہ کا ذمہ دار یا افسر قوت، امانت، علم اور اہلیت و صلاحیت جیسی اعلیٰ صفات و کردار جو کسی بہترین حکومت اور ادارہ کے لیے ضروری ہیں ان سے عاری ہو، بلکہ اس کا مقصد یہ

---

❶ تاريخ الطبری: ٥/ ٣٩.
❷ الفتاوىٰ: ٢٨/ ٤٢.
❸ نظام الحكم فی الشريعة والتاريخ الإسلامی: ١/ ٤٧٩.
❹ المدينة النبوية فجر الإسلام: ٢/ ٥٦.
❺ نظام الحكم فی الشريعة والتاريخ الإسلامی: ١/ ٤٨٢.

Marfat.com

ہے کہ ان صفات کے حاملین میں تفاوت پایا جاتا ہے، لہٰذا ایسے وقت میں ترجیح اسی آدمی کو حاصل ہوگی جو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق کہنہ مشق اور تجربہ کار صاحب بصیرت ہو۔ ❶

۴: دیہاتی اور شہری:

عمر رضی اللہ عنہ اپنے افسران کی تقرری کے وقت بعض خصوصیات، طبائع، عادات اور عرف (رواج ومراسم) کو خاص طور سے نگاہ میں رکھتے تھے۔ آپ کی سیاست کا یہ پہلو کافی مشہور ہے کہ بادیہ نشینوں و دیہاتیوں یعنی دیہاتیوں کو شہریوں یعنی متمدن لوگوں کا حاکم وذمہ دار بنانے سے منع کرتے تھے۔ ❷ گویا موظفین وعہدیداران کی انتخابی سیاست میں معاشرتی اور تہذیبی اقدار وروایات کی ایک ساتھ رعایت کی گئی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بادیہ نشینوں اور شہریوں کی طبیعتیں، عادتیں، تہذیبیں اور طرز زندگی مختلف ہوتی ہیں۔ پس فطری تقاضا یہی ہے کہ حاکم اپنی رعایا کی نفسیات سے واقف ہو۔ یہ بالکل ناانصافی ہے کہ رعایا کے معاملات ایسے آدمی کے ہاتھ میں دیے جائیں جو ان سے بالکل ناواقف ہو۔ کیونکہ وہ بسا اوقات اصطلاحات اور عرف سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک معروف شے کو منکر قرار دے سکتا ہے۔ اسی طرح بعض فطری امر طبعی امر کو انوکھا تصور کرسکتا ہے اور پھر اس کا انجام معاشرہ وسماج کے مطلوبہ اہداف ومقاصد کے خلاف ہو جائے گا۔ ❸

۵: رعایا پر شفقت ومہربانی:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت ذمہ داروں اور گورنروں سے اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ وہ اپنی رعایا پر شفقت ومہربانی کریں، بے شمار مواقع پر آپ نے اسلامی فوجوں کے قائدین کو حکم دیا کہ مسلمانوں (مجاہدین) کو خطرے کا نشانہ نہ بننے دیں اور انہیں تباہی وہلاکت میں نہ ڈالیں۔ آپ نے ایک مرتبہ بنو اسلم کے ایک آدمی کو خط لکھ کر اس سے ایک کام لینا چاہتے تھے وہ آدمی آپ کے پاس آیا اور آپ کے بعض بچے آپ کی گود میں موجود تھے، آپ ان کو پیار ومحبت کا بوسہ دے رہے تھے، اس آدمی نے یہ منظر دیکھ کر (تعجب سے) کہا: اے امیر المومنین! آپ ایسا کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم میں نے آج تک کسی اولاد کو بوسہ نہیں دیا۔ تو آپ نے فرمایا: پھر تو اللہ کی قسم تیرے اندر لوگوں پر رحمت ومہربانی کا جذبہ بہت کم ہوگا، جاؤ تم ہمارے کام کے نہیں ہو، پھر آپ نے اسے واپس لوٹا دیا اور کام نہیں دیا۔ ❹

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کی بعض اسلامی فوجوں نے جب بلاد فارس پر حملہ کیا تو فاتحانہ کارروائیوں میں وہ فوجیں ایک ایسی نہر تک پہنچ گئیں جس پر پل نہ تھا، فوج کے امیر نے اپنے ایک فوجی سے کہا کہ دریا میں اتر کر اس

---

❶ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ١/ ٤٨٢ . ❷ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ١/ ٤٨٢

❸ نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ الإسلامی: ١/ ٤٨٣ ❹ محض الصواب: ٢/ ٥١٩ .

کی گہرائی معلوم کرے تاکہ اسے فوجی گزرگاہ بنایا جا سکے اور وقت سخت سردی کا تھا، فوجی مجاہد نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ اگر پانی میں اتروں گا تو مر جاؤں گا۔ لیکن امیر نے اسے مجبور کیا۔ چنانچہ وہ آدمی چیخ چیخ کر ہائے عمر! ہائے عمر! کہتے ہوئے (مجبوراً) دریا میں اتر گیا اور تھوڑی دیر ہی میں وفات پا گیا۔ جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ مدینہ کے بازار میں تھے، آپ نے واقعہ سنتے ہی کہا: ''ہائے اے فلاں! میں حاضر ہوں، ہائے اے فلاں! میں حاضر ہوں۔ پھر آپ نے فوراً امیر لشکر کو طلب کیا اور امارت سے سبکدوش کرتے ہوئے کہا:

''اگر اطاعت امیر کا شرعی حکم نہ ہوتا تو آج میں تجھ سے بدلہ لیتا، آج سے تم میرے کسی کام کے لائق نہیں ہو۔'' ❶

آپ نے اپنے گورنروں کے درمیان خطبہ دیتے ہوئے کہا:

''امام (حاکم) کی نرمی و بردباری سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی بردباری محبوب اور عام نہیں ہے اور اسی طرح حاکم کی جہالت وحماقت سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک مبغوض نہیں ہے۔ یاد رکھو! جو شخص اپنے ماتحتوں کے ساتھ عفو و درگزر اور شفقت و مہربانی کرتا ہے وہ اپنے بڑوں کی طرف سے بھی عافیت و مہربانی سے نوازا جاتا ہے۔'' ❷

۶: اپنے قرابت داروں میں سے کسی کو حاکم نہ بنانا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ پوری کوشش ہوتی تھی کہ اگرچہ آپ کے بعض قرابت داروں مثلاً چچا زاد بھائی سعید بن زید اور لڑکے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور عہدہ سنبھالنے کی صلاحیت موجود تھی، لیکن ان میں سے کسی کو گورنر نہیں بنایا۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے ایک آدمی نے ایک مرتبہ آپ سے کوفہ کے گورنران کے ساتھ کوفہ والوں کے عدم تعاون کی شکایت سنی اور آپ کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ میری خواہش ہے کہ اگر کوئی طاقت ور اور امانت دار مسلمان مل جاتا تو میں اسے ان پر گورنر بنا کر بھیجتا۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! اس سلسلہ میں ایک آدمی کی نشان دہی کر رہا ہوں، وہ ہیں عبداللہ بن عمر۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تمہیں غارت کرے، اللہ کی قسم! تو نے اس رائے سے اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی ہے۔ ❸

نیز آپ کہا کرتے تھے:

''جس نے ذاتی محبت یا قرابت داری کی بنا پر کسی کو حاکم بنایا اور اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی۔'' ❹

❶ مناقب أمیر المومنین، ابن الجوزی: ص ۱۵۰ . ❷ الدولة الإسلامیة فی عصر الخلفاء الراشدین: ص ۳۳٤ .

❸ مناقب عمر بن الخطاب، ابن الجوزی: ص۱۰۸، الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۲۸ .

❹ الفتاوٰی: ۲۸/ ۱۳۸ .

Marfat.com

۷: طالب عہدہ کو عہدہ نہ دینا:

آپ کسی ایسے آدمی کو ہرگز عہدہ و گورنری نہیں دیتے تھے جو اس کا طالب ہوتا۔ اس سلسلے میں کہا کرتے تھے: ''جس نے اس (عہدہ) کا مطالبہ کیا وہ (اللہ) کی مدد سے محروم رہا۔'' آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اسی روش پر قائم تھے۔

۸: گورنروں کو تجارت کرنے کی ممانعت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنران و افسران کو تجارت و سوداگری سے منع کرتے تھے، خواہ وہ خریدنے والے ہوں یا فروخت کرنے والے۔ ❶ آپ کے ایک افسر حارث بن کعب بن وہب کے بارے میں ایک روایت میں وارد ہے کہ ان کی مال داری (بہت جلد) نمایاں ہونے لگی تو آپ نے ان کی مال داری کا سبب انہی سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا: میں کچھ سامان تجارت لایا تھا، اسی کی تجارت کی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سن لو! اللہ کی قسم! میں نے تمہیں تجارت کرنے کے لیے نہیں بھیجا ہے اور پھر آپ نے حاصل کردہ منافع ان سے لے لیا۔ ❷

۹: افسران کی تقرری کے وقت ان کی جائداد کی پڑتال:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنران و افسران کی تقرری سے پہلے ان کے اموال و جائداد کی پڑتال کر لیتے تھے، تاکہ عہدہ سنبھالنے کے بعد آمدنی سے غیر معقول زیادتی پر ان کا محاسبہ کر سکیں اور اگر یہ محاسبہ کے وقت مال کی زیادتی کی وجہ بیان کرتا کہ یہ میری تجارت کی آمدنی ہے تو آپ اسے قبول نہ کرتے، ان سے کہتے: ''میں نے تمہیں گورنر (ذمہ دار) بنا کر بھیجا ہے تاجر بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' ❸

۱۰: افسران کی تقرری کے وقت چند شرائط کی پابندی کا معاہدہ:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس سے چند شرائط کی پابندی کا عہد لکھواتے اور انصار صحابہ کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بناتے۔ وہ شرائط یہ تھیں کہ غیر عربی النسل گھوڑے پر سوار نہ ہو گے، میدے کی روٹی کھاؤ گے، باریک لباس نہ پہنو گے، مسلمانوں کی ضروریات کے سامنے اپنے گھر کا دروازہ بند نہیں کرو گے۔ پھر فرماتے: ''اے اللہ! تو گواہ رہ۔'' ❹

آپ ان شرائط کی پابندی کا عہد اس لیے لیتے تھے کہ ہمارے عمال زہد و عبادت اور انکساری و تواضع کی زندگی بسر کریں۔ پس امت کی اصلاح و تربیت کا پہلا قدم یہ ہے کہ اسے خورونوش، لباس و پوشاک اور سواری وغیرہ میں اعتدال پسندی کی تعلیم دی جائے، کیونکہ جو زندگی اعتدال پسند ہوگی اس کے معاملات درست ہوں گے۔

---

❶ الإدارة الإسلامية فی عصر عمر بن الخطاب: ص۲۱۳ . ❷ الإدارة الإسلامية فی عصر عمر بن الخطاب: ص۲۱۳ .
❸ الإدارة الإسلامية فی عصر عمر بن الخطاب: ص۲۱۵ . ❹ محض الصواب: ۱/ ۵۱۰ .

Marfat.com

درحقیقت آپ کی یہ شرطیں نہایت حکیمانہ منصوبے پر مشتمل ہیں۔ آپ کے لیے امت مسلمہ کے تمام افراد کو اسلام کے غیر واجبی امور (یعنی زہد و تواضع کی اعلیٰ مثالوں) کا پابند بنانا ناممکن تھا، لیکن آپ اس بات پر ضرور قادر تھے کہ اپنے گورنران، افسران و قائدین کو اس کا پابند کر دیں اور جب یہ ہستیاں زہد و تواضع اور اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کریں گی تو وہی معاشرہ کے لیے نمونہ ہوں گی۔ واقعتاً معاشرہ کی اصلاح اور اسے اسباب زوال سے دور رکھنے کے لیے یہ ایک کامیاب منصوبہ بندی تھی۔ ❶

۱۱: والیان ریاست کے انتخاب اور ان کی تقرری کے لیے مشورہ:

ممتاز و بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کے بعد گورنروں کا انتخاب اور ان کی تقرری ہوئی تھی۔ ❷ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشین صحابہ سے ایک دفعہ کہا: مجھے ایسا آدمی بتاؤ کہ اگر وہ لوگوں میں امیر (حاکم) بن کر رہے تو امیر نہ معلوم ہو اور جب امیر نہ ہو تو ایسا لگے گویا کہ وہ امیر ہے۔ ❸ لوگوں نے اس کے لیے ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ ❹ ایک مرتبہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ اہل کوفہ پر کس کو گورنر بنایا جائے۔ آپ کا قول تھا کہ اہل کوفہ اور اپنے امراء کے خلاف ان کے عدم تعاون و بدسلوکیوں کے لیے کون مجھے بچاؤ کا راستہ بتائے گا؟ اگر میں ان پر نرم دل و پاک دامن آدمی کو حاکم بناتا ہوں تو وہ اسے کمزور سمجھتے ہیں (اور اس کی ناقدری کرتے ہیں) اور اگر سخت و قوی آدمی کو بناتا ہوں تو وہ اس کے خلاف بے ہودہ گوئی کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جن میں ایک کمزور تو ضرور ہے لیکن تقویٰ شعار مسلمان ہے اور دوسرا طاقتور اور سخت گیر ہے۔ ان دونوں میں امارت (گورنری) کے لیے کون زیادہ مناسب ہے؟ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! کمزور مسلمان کا اسلام اسی کے لیے ہے اور اس کی کمزوری (کا اثر) آپ اور مسلمانوں پر (پڑنے والا) ہے، جبکہ طاقتور اور سخت گیر کی سختی اس کی ذات تک محدود ہے اور اس کی قوت سے آپ کو اور سارے مسلمانوں کو فائدہ پہنچنے والا ہے۔ آپ اپنی رائے سے جو مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مغیرہ تم نے سچ کہا اور پھر ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور نصیحت کی کہ خیال رکھنا، تم ان لوگوں میں سے بننا جن کے دامن میں ابرار و نیکوکار لوگ امان محسوس کرتے ہیں اور بدکار و فاجر لوگ خوف کھاتے ہیں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں ایسا ہی کروں گا۔ ❺

۱۲: گورنروں کی تقرری سے پہلے ان کا امتحان لینا:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ افسران و گورنران کی تقرری سے پہلے ان کا امتحان لیتے تھے، یہ امتحان کبھی کبھار کافی طویل ہوتا

❶ التاريخ الاسلامي: ١٩، ٢٠/ ٢٦٨.
❷ عصر الخلافة الرشدة: ص ١١٤.
❸ فرائد الكلام: ص ١٦٥.
❹ فرائد الكلام: ص ١٦٥.
❺ الولاية على البلدان: ١/ ٢٨.

Marfat.com

تھا۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ نے تقریباً ایک سال کے لیے مجھے اپنے پاس روک لیا اور آخر میں مجھ سے کہا: اے احنف! میں نے تم کو آزما لیا اور جانچ لیا۔ میں نے دیکھا کہ تمہارا ظاہر بہت اچھا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ باطن بھی ظاہر ہی کی طرح ہوگا۔ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اس امت کو ہر چالاک وہوشیار منافق ہلاک کرے گا۔ پھر آپ نے ان سے کہا: کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں روک رکھا تھا؟ اس کے بعد بتایا کہ تمہارا امتحان مقصود تھا۔ پھر آپ نے انہیں گورنر بنا دیا۔ ❶ آپ نے احنف کو کئی نصیحتیں کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ اے احنف! جو بہت زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے، جو مذاق کرتا ہے اس کی ہنسی اڑائی جاتی ہے اور جو کسی چیز کی کثرت کرتا ہے وہ اسی سے معروف ہو جاتا ہے۔ جو بہت زیادہ بولتا ہے اس سے لغزش زیادہ سرزد ہوتی ہے اور جس کی لغزشوں میں زیادتی ہوتی ہے اس سے حیا وشرم چھن جاتی ہے اور جس سے حیا وشرم چھن جاتی ہے اس سے ورع وتقویٰ ختم ہو جاتا ہے اور جس سے ورع وتقویٰ ختم اور اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ❷

۱۳: مقامی لوگوں کو گورنر بنانا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاست کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ آپ عموماً مقامی لوگوں ہی کو رعایا کا گورنر مقرر کرتے تھے، بشرطیکہ وہ گورنری کے لیے زیادہ مناسب اور مصلحت کے موافق رہے ہوں، جیسا کہ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو قوم بجیلہ کا اس وقت حاکم بنایا جب انہیں عراق روانہ کیا۔ ❸ اسی طرح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مدائن، نافع بن حارث رضی اللہ عنہ کو مکہ اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو طائف والوں کا گورنر مقرر کیا۔ غالباً اس طرز سیاست کے پیچھے بعض مخصوص مقاصد کا حصول تھا جنہیں دوسروں کے بالمقابل مقامی لوگ ہی پورا کر سکتے تھے۔ ❹

۱۴: قرار دادِ خلافت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ گورنروں کے انتخاب کے سلسلہ میں اہل شوریٰ سے مشورہ لینے اور گورنر نامزد کر دینے کے بعد ایک قرارداد تیار کرتے تھے، اکثر مؤرخین نے اسے معاہدۂ تقرری کا نام دیا ہے۔ ہم مجازی طور پر اسے قرار داد خلافت کا نام دے سکتے ہیں۔ افسران و گورنران کی تقرری کے وقت آپ کے تیار کردہ حلف نامے کی متعدد عبارتیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ❺ البتہ جس بات پر تقریباً تمام مورخین متفق نظر آتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو افسر یا گورنر مقرر کرتے تو مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو گواہ بناتے اور عہدیداروں سے قرار داد میں درج کردہ شرائط کی پابندی کرنے کا عہد لیتے۔ ❻ بسا اوقات گورنری کے

---

❶ الولاية على البلدان: ١/ ١٤٢ ، مناقب أمير المؤمنين ، ص: ١١٧ .
❷ صفة الصفوة: ١/ ٢٨٧ .
❸ الولاية على البلدان: ١/ ١٤٢ .
❹ الولاية على البلدان: ١/ ١٤٢ .
❺ الوثائق السياسية للعهد النبوى والخلافة الرشدة: ص٤٠٧ .
❻ الولاية على البلدان: ١/ ١٤٤ .

Marfat.com

لیے تجویز کردہ شخص مجلس میں موجود نہ ہوتا تو آپ اس کے نام سے عہد نامہ تیار کرتے اور اسے اس کے پاس بھیج کر حکم دیتے کہ فلاں ریاست میں چلے جاؤ وہاں تمہاری تقرری ہو گئی ہے۔ جیسا کہ بحرین کے گورنر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو عہد نامہ ارسال کیا اور حکم دیا کہ بصرہ چلے جاؤ، اب عتبہ کے بعد تم وہاں کے گورنر بنائے جا رہے ہو۔ اسی طرح اگر آپ کسی امیر کو معزول کر کے دوسرے کو اس کی جگہ پر بھیجتے تو نیا امیر سرکاری خط کے ساتھ وہاں جاتا جس میں پہلے امیر کی معزولی اور نئے امیر کی تقرری کا حکم ہوتا، جیسے کہ آپ نے جب بصرہ کی گورنری سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور ان کی جگہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کا خط لکھ کر دیا۔ ❶

۱۵: مسلمانوں کے معاملات میں نصاریٰ سے عدم تعاون:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح شام کا خط آیا، آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے محرر کو بلاؤ، وہ مسجد میں لوگوں کو یہ خط پڑھ کر سنائے۔ ابوموسیٰ نے کہا: وہ مسجد میں نہیں داخل ہو سکتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ کیا وہ جنبی ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ نصرانی ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی اور کہا: ''ان کو قریب نہ کرو، اللہ نے انہیں دور کر دیا ہے، انہیں عزت نہ دو، اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا ہے، انہیں امانت دار نہ جانو، اللہ نے انہیں خائن کہا ہے۔ میں نے تم کو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) سے تعاون لینے سے منع کیا ہے، کیونکہ وہ رشوت کو حلال مانتے ہیں۔'' ❷

''اُشّق'' ❸ کا بیان ہے کہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی غلام تھا، تو آپ نے مجھ سے کہا: اسلام لے آؤ تاکہ مسلمانوں کے بعض معاملات میں ہم تم سے مدد لے سکیں، کیونکہ جو مسلمان نہیں ہے ہم اس سے مسلمانوں کے مسائل میں کام لینا اچھا نہیں سمجھتے اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا: جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنران ریاست کی چند اہم صفات وخصوصیات

صحیح عقیدہ، اسلامی شریعت کا علم، اللہ پر اعتماد کامل، قدوہ حسنہ، صداقت، دینی صلاحیت، شجاعت، مروت، زہد وورع، جذبہ فدائیت، تواضع، نصیحت کی قبولیت، بردباری، صبر، حوصلہ مندی، بلند ہمتی، دور اندیشی، عدل و انصاف اور مشکلات سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت وقدرت جیسے اوصاف حمیدہ واخلاق عالیہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی اہم صفات تھیں، ان میں جن چند اوصاف میں انہیں امتیازی شان حاصل ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے:

ا: زہد:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنران میں سعید بن عامر بن حذیم، عمیر بن سعد، سلمان فارسی، ابوعبیدہ بن جراح اور

❶ الولایة علی البلدان: ۲/ ۴۹.
❷ بدائع السالك: ۲/ ۲۷.
❸ حافظ ابن حجر نے اسے الاصابة میں ذکر کیا ہے۔
❹ محض الصواب: ۲/ ۵۱۴، الطبقات: ٦/ ۱۵۸.

Marfat.com

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو زہد و ورع میں شہرت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ بعض گورنروں کی بیویاں اپنے شوہروں کی بیزاری اور زہد میں مشغولیت کی شکایت لے کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آتی تھیں، مثلاً معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیوی ان کی شکایت لے کر آپ کے پاس آئی۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں جو کچھ بھی وصول کیا وہیں کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، اپنے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا، اپنے کندھے پر بیٹھنے کے لیے جو بوریا لے کر گئے تھے، وہی لے کر واپس آئے، تو ان کی بیوی نے کہا: عمال و محصلین اپنی بیویوں کے لیے سفر سے واپسی پر کچھ لاتے ہیں، تم جو لائے ہو وہ کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا: میرے اوپر ایک نگراں تھا۔ بیوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تم امانتدار شمار ہوتے تھے، کیا عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ نگراں بھیجا تھا؟ چنانچہ وہ اپنی سہیلیوں میں یہ بات پھیلانے لگی اور عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنے لگی، جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے پوچھا: کیا تم پر کوئی نگراں مقرر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے علاوہ اس (بیوی) سے معذرت کے لیے میرے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور معاذ رضی اللہ عنہ کو کچھ سامان دے کر کہا: اسے لے جاؤ اسے دے کر خوش کر دو۔ [1]

۲: تواضع:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے والیان ریاست تواضع میں بہت مشہور ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اپنے شہروں میں جاتے تو ان میں اور عوام میں فرق نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے لباس، رہائش اور سواری وسفر وغیرہ میں عام لوگوں کی طرح رہتے تھے، کسی خاص چیز میں خود کو ممتاز نہیں رکھتے تھے۔ اس کی مثالوں میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ چنانچہ شاہ روم نے سیاسی گفت وشنید کے لیے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا، وہ مسلمانوں کے پاس آیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا، لیکن ان میں اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ میں وہ تمیز نہ کر سکا اور نہیں جان سکا کہ اس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں یا نہیں اور اسی لیے دربار امارت کا خوف بھی محسوس نہ ہوا۔ بہرحال اس نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا: اے عرب کے لوگو! تمہارا امیر کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ دیکھو، یہی ہیں۔ اس نے دیکھا کہ آپ کمان کے سہارے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں۔ آپ انہیں الٹ پلٹ رہے ہیں۔ ایلچی نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ان کے امیر ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: پھر آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہیں؟ اگر آپ مسند پر بیٹھیں تو کیا وہ آپ کے اللہ کے نزدیک آپ کی ذلت کا سبب ہے یا یہ چیز آپ کو احسان سے روکنے والی ہے؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ حق بات سے شرم نہیں کرتا، تمہاری بات کی ضرور میں تصدیق کروں گا۔ میں درہم و دینار کا مالک نہیں ہوں اور نہ گھوڑا، ہتھیار اور تلوار کے علاوہ میرے پاس اور کچھ ہے۔ آج شام کو مجھے کچھ

[1] الولایۃ علی البلدان: ۲/ ۵۳.

Marfat.com

اخراجات کی ضرورت پڑی اور میرے پاس کچھ نہ تھا ایسے نازک وقت میں میں نے اپنے بھائی یعنی معاذ رضی اللہ عنہ سے کچھ قرض لیا اور انہوں نے مجھے قرض دیا ہے۔ اگر میرے پاس مسند، قالین ہوتی بھی تو میں اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم نشینوں کو چھوڑ کر اس پر نہ بیٹھتا، بلکہ میں اس پر اپنے مسلمان بھائی کو بٹھاتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ بہتر ہوں، ہم سب اللہ کے بندے ہیں، زمین پر چلتے ہیں، زمین پر بیٹھتے ہیں، زمین پر کھاتے ہیں، زمین پر سوتے ہیں، اس سے اللہ کے یہاں ہمارا مقام کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس تواضع کی وجہ سے ہمارا ثواب بڑھا دیتا ہے، ہمارا مرتبہ بلند کر دیتا ہے اور ہم اس عمل کے ذریعہ اللہ کے سامنے تواضع و خاکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔" ❶

۳: ورع:

عہد فاروقی کے بہت سارے گورنر اس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ وہ کسی طرح حکومتی ذمہ داری سے دور رہیں، عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بصرہ کی گورنری سے استعفا پیش کیا، لیکن آپ نے ان کا استعفا نامنظور کر دیا۔ ❷ اسی طرح "کسکر" کے گورنر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے عمر رضی اللہ عنہ کو گورنری سے استعفا پیش کیا اور جذبہ شہادت سے معمور ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی۔ ❸ اسی طرح اور بہت سارے صحابہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر بنانا چاہا لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے جب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے مصر کا گورنر بنانا چاہا کہ اے ابوعبداللہ! کیا تم مصر کا گورنر بننا پسند کرو گے؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے اس کی قطعاً ضرورت نہیں میں مجاہد اور مسلمانوں کا مددگار بن کر جانا چاہتا ہوں۔ ❹ اسی طرح آپ نے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو "حمص" کے سابق امیر کی وفات کے بعد گورنر بنانا چاہا تو آپ نے یہ منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ❺

۴: سابق گورنروں کا احترام:

عہد فاروقی کے گورنران کی ایک امتیازی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے سابق گورنروں کی عزت و احترام کرتے تھے۔ عہد فاروقی ہی نہیں بلکہ جملہ خلفائے راشدین کے بیشتر گورنران کی یہ نمایاں خوبی تھی، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ پر شام کے گورنر بن کر آئے تو آپ نے قطعاً یہ گوارا نہ کیا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے کر کے خود نماز کی امامت کریں اور اسی طرح جب شام کی اسلامی افواج کی سپہ سالاری سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کے احترام

---

❶ فتوح الشام، ازدی: ص ۱۲۲، ۱۲۳ .
❷ الولاية على البلدان: ۲/ ٥٤ .
❸ الولاية على البلدان: ۲/ ٥٤ .
❹ فتوح البلدان، بلاذری: ص ۲۱٤ .
❺ الخراج، أبو يوسف: ص ۲۲، ۲۳ .

Marfat.com

میں فاروقی حکم نامہ پوشیدہ رکھا اور خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ دی، یہاں تک کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خط آیا۔ اس وقت آپ کو واقعہ کی اطلاع ملی اور اطلاع نہ دینے کی وجہ سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر عتاب کیا۔ ❶

ڈاکٹر عبدالعزیز العمری لکھتے ہیں:

"پوری بحث و تحقیق کے باوجود والیان ریاست کی تاریخ میں مجھے ایسا کوئی واقعہ نہیں ملا جس میں کسی نومنتخب گورنر نے سابق گورنر کو ذلیل کیا ہو یا اس کے خلاف زبان درازی کی ہو، بلکہ عموماً وہ لوگ منصب سنبھالنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیتے تھے اس میں اپنے سابق گورنر کی تعریف کرتے تھے۔" ❷

گورنروں کے حقوق

بے شک گورنروں کے مختلف حقوق ہیں، کچھ کا تعلق رعایا سے ہے اور کچھ کا خلیفہ سے، مزید برآں کچھ ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق بیت المال سے ہے۔ بہرحال ان تمام تر مادی اور اخلاقی حقوق کا اولین مقصد گورنران سے تعاون کرنا ہے، تاکہ وہ دین اسلامی کی بخوبی خدمت اور اپنے فرائض کو احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔ ان کے اہم ترین حقوق کچھ اس طرح ہیں:

ا: غیر معصیت کے کاموں میں گورنروں کی اطاعت:

اسلامی شریعت نے عوام کے لیے امراء و حکام کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ٥٩)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔"

یہ آیت کریمہ اولی الامر کی اطاعت کا واجبی حکم دیتی ہے، گورنر اور امراء و حکام جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنے والے ہیں، انہی اولی الامر میں سے ہیں۔ ❸ بلاشبہ امراء و حکام اور خلفاء کی اطاعت واجب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے موافق ہو، اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان چیزوں میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ ❹

---

❶ تاريخ اليعقوبي: ٢/ ١٣٩، ١٤٠.
❷ الولاية على البلدان: ٢/ ٥٥.
❸ الولاية على البلدان: ٢/ ٥٦.
❹ الولاية على البلدان: ٢/ ٥٦.

Marfat.com

۲: گورنروں کے لیے خیر خواہی:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے امیر المومنین! اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرنا بہتر ہے یا اپنی ذات محفوظ رکھنا؟ آپ نے فرمایا: جو شخص مومنوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے اسے چاہیے کہ اللہ کے (حقوق) کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ اپنی ذات پر اکتفا کرے اور اپنے امراء و حکام کی خیر خواہی کرے۔ ❶

۳: والیان ریاست تک سچی خبریں پہنچانا:

رعایا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حکام و گورنران کے پاس صحیح اور سچی خبریں پہنچائیں، خواہ اس کا تعلق عوامی امور سے ہو یا ملک دشمنوں سے ہو، یا والی ریاست کے ماتحت افسران و عہدیداران سے ہو۔ نیز ایسی خبریں پہنچانے میں جتنی جلدی ہو سکے کرنی چاہیے۔ خاص طور سے اگر واقعہ کا تعلق جنگی حالات اور ملک دشمنوں سے ہو یا ماتحت افسران کی خیانت اور اس جیسے دیگر ایسے معاملات سے ہو، جس کی ذمہ داری کا براہ راست تعلق حاکم وقت سے ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے ضروری ہے کہ اسی میں امت مسلمہ کی مصلحت پوشیدہ ہے۔ ❷

۴: گورنر کے موقف کی تائید کرنا:

اگر گورنر کا موقف رعایا کے مفاد میں ہو اور خلیفہ کی طرف سے اس کو اولین تائید حاصل ہو تو گورنر کو تقویت دینا اور اس کی تائید کرنا ضروری ہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پہلو پر کافی زور دیتے تھے، آپ اس بات پر خاص توجہ دیتے تھے کہ رعایا اپنے گورنروں کو محترم سمجھے اور انہیں عزت بخشے، اس مقصد برآری کے لیے آپ مختلف اسباب و وسائل استعمال کرتے تھے، جب کہ گورنران کے ساتھ معاملات میں آپ سخت گیری کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن اگر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی رعایا کی طرف سے گورنر پر زیادتی ہوئی ہے یا زیادتی کا شائبہ ہے تو ظالم و گستاخ کا سختی سے مواخذہ کرتے اور اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں گورنر کا رعب اور اس کی عظمت باقی رہے اور اس کے ذریعہ عوام و خواص کی بے اعتدالیوں کو لگام دی جا سکے۔ ❸

۵: امیر کو اجتہاد کا مکمل اختیار ہے:

امیر و گورنر کو یہ حق حاصل ہے کہ اجتہادی مسائل و معاملات میں اجتہاد کرے۔ خاص طور سے اگر ایسے مسائل ہوں جن کے بارے میں شریعت کا کوئی خاص حکم نہ ہو اور اس کی شرعی حد بندی نہ کی گئی ہو یا دیگر ایسے معاملات ہوں کہ جن میں خلیفہ کی طرف سے تصرف کا دائرہ محدود نہ ہو۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گورنران میں سے ایک گورنر نے فتح شام کے موقع پر پا پیادہ اور سوار مجاہدین کے حصوں کی تقسیم میں اجتہاد کیا اور آپ نے اس کی موافقت کی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جو ایک گورنر تھے انہوں نے تقریباً سو (۱۰۰) سے زیادہ اجتہادی مسائل میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ

---

❶ الخراج، أبو یوسف: ص۱۵ ، الولایة علی البلدان: ۲/ ۵۷ .
❷ الولایة علی البلدان: ۲/ ۵۷ .
❸ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۵۲ .

Marfat.com

کی مخالفت کی ہے۔ ❶

٦: معزولی کے بعد ان کی عزت واحترام:

عوام پر گورنروں کا ایک حق یہ ہے کہ عہدہ سے معزولی کے بعد بھی وہ ان کا ادب واحترام کریں۔ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ''اردن'' کی گورنری سے شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو معزول کیا تو ان کی معزولی کی وجہ بھی بتا دی اور خود جب شرحبیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ نے ناراضی کی بنا پر مجھے معزول کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں جس طرح چاہتا ہوں تم اسی طرح ہو، لیکن اس منصب کے لیے تم سے زیادہ طاقتور آدمی مجھے مطلوب ہے۔ ❷

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور آپ نے مناسب سمجھا کہ آپ کی نماز میں عیب لگانے والوں سے دور رکھنے میں آپ کا احترام ہے۔ حالانکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ نماز کا مکمل علم تھا اور مکمل نماز نبوی کی طرح لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ بہر حال آپ نے احتراماً سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کرنے سے منع کر دیا کہ مبادا آپ جاہلوں کی زبان درازی اور گستاخی کے شکار ہو جائیں۔ ❸

٧: ان کے مادی حقوق:

مادی اعتبار سے گورنران کے کچھ حقوق ہیں، ان میں سب سے اہم تنخواہ ہے جس پر زندگی گزارنے کا انحصار ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام، بالخصوص خلفائے راشدین نے گورنروں کی تنخواہ کو کافی اہمیت دی، انہیں ان کا حق دیا، مزید برآں مالی تعاون کر کے انہیں عوام الناس سے بے نیاز کر دیا تاکہ لوگ ان پر اثر انداز نہ ہوں اور انہیں رشوت کے چکر میں پھنسانے کی کوشش نہ کریں۔ ❹ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے لیے ہمیشہ کوشاں تھے کہ ہمارے گورنران پارسائی اور رعایا کے مال سے پاک دامنی و بے نیازی کی زندگی گزاریں اور ان کے پاس اتنا مال رہے کہ وہ دوسروں کے مال سے بے نیاز رہیں۔ شاید آپ نے اس سلسلے میں خطرناک متوقع اندیشوں کو محسوس کر لیا تھا اور یہ جان لیا تھا کہ اگر اپنے گورنران کو پاک دامن بنانا ہے اور رعایا کی دولت سے بے نیاز کرنا ہے تو ضروری ہے کہ انہیں ان کی ضروریات سے زیادہ مال دیا جائے۔ ایک مرتبہ ابوعبیدہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اسی موضوع پر گفتگو ہوئی، تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! آپ نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کر ڈالی، یعنی انہیں گورنر بنا کر۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے ابوعبیدہ! اگر اپنے دین کی سلامتی کے لیے دین پرستوں سے تعاون نہیں لوں گا تو پھر کس سے لوں گا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ ایسا کر ہی رہے ہیں تو انہیں تنخواہ دے کر خیانت

---

❶ اعلام الموقعین: ٢/ ٢١٨.
❷ تاریخ الطبری: ٥/ ٣٩.
❸ الولایة علی البلدان: ٢/ ٥٩.
❹ الولایة علی البلدان: ٢/ ٦٠.

Marfat.com

سے بچایے۔ ❶ ابوعبیدہ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر انہیں (صحابہ کو) کسی چیز کا ذمہ دار بنائیں تو قابل قدر تنخواہ سے نوازیں تاکہ ان میں خیانت یا لوگوں سے مال لینے کا احساس تک نہ پیدا ہو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے کمانڈروں، گاؤں کے امراء وحکام اور تمام گورنروں وافسران کو ان کے عمل کے حساب سے معاوضہ وعطیہ دیتے تھے، تاکہ وہ اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیں۔ ❷ جیسا کہ ابھی یہ بات گزری ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو رعایا کے مال سے مستغنی اور پارسا دیکھنا چاہتے تھے، چنانچہ اسی مناسبت سے ان سے کہتے تھے: ''میں نے تم کو اور خود اپنی ذات کو بیت المال (ملکی خزانہ) کے لیے یتیم کے وصی کے قائم مقام کر دیا ہے، لہٰذا جو مال دار ہو وہ پاک دامنی اختیار کرے اور جو محتاج ہو وہ اس میں سے معروف طریقے سے کھائے۔ ❸ آپ نے تقریباً اپنے تمام تر گورنران وافسران اور سرکاری کارندوں کے لیے خاص اور مستقل تنخواہیں مقرر کر دی تھیں۔ خواہ وہ روزینہ کی شکل میں رہی ہوں یا ماہانہ اور سالانہ شکل میں، تاریخی مصادر میں بعض تنخواہوں اور وظیفوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں کچھ خوراک کی شکل میں تھیں اور کچھ مقررہ نقود ومبالغ کی شکل میں۔ ❹

روایات سے ثابت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قضاء اور بیت المال کا، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو فرات سے سیراب ہونے والے علاقوں کی پیمائش کا اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز اور اسلامی فوج کا ذمہ دار بنایا تھا اور ان سب کو ایک بکری روزینہ دیتے تھے، نصف بکری، اس کے بازو اور پائے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا حصہ تھا اس لیے کہ وہ نماز اور فوج کے ذمہ دار تھے اور اس کا ربع (1/4) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا ربع (1/4) عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ اسی طرح روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے مصر پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گورنری کے دوران ان کی تنخواہ دوسو (۲۰۰) دینار مقرر کی تھی۔ ❺

سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب ۳۰ ہزار آبادی والے شہر مدائن پر گورنر تھے تو ان کی تنخواہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) درہم مقرر کی تھی، لیکن ان کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ کی معمولی کمائی پر گزر بسر کر لیتے اور تنخواہ محتاجوں وضرورت مندوں پر صدقہ کر دیتے۔ ❻

علاوہ ازیں دوسری بہت سی روایات وارد ہیں جو عمر رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی تنخواہوں میں تفاوت واختلاف پر دلالت کرتی ہیں لیکن واضح رہے کہ یہ اختلاف فاروقی دور حکومت میں حالات وظروف کی ترقی وتبدیلی پر منحصر تھا۔ یہ غیر معقول بات تھی کہ آپ کی حکومت کے اول دن سے عمال وگورنران کی جو تنخواہیں تھیں وہ اسی مقدار میں آپ کے عہد خلافت کے آخری ایام تک باقی رہیں، اس لیے کہ فتوحات کی وسعت اور بیت المال کی آمدنی میں

---

❶ الخراج، أبویوسف: ص ۱۲۲.
❷ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۴۹.
❸ تاریخ المدینة: ۲/ ۶۹۴، الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۴۹.
❹ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۵۰.
❺ الطبقات الکبریٰ: ۴/ ۲۶۱.
❻ سیر أعلام النبلاء: ۱/ ۵۴۷.

اضافے کے سبب دور کے احوال وظروف میں تبدیلی اور لوگوں کی ضروریات میں اضافہ ہو چکا تھا۔ ❶

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کی گورنری پر دس ہزار (۱۰۰۰۰) دینار سالانہ دیتے تھے، نیز اسلامی لشکر کے امراء اور بستیوں کے ذمہ داروں کو ان کی ذمہ داریوں اور ملکی غلہ جات کی آمدنی کے حساب سے ۹ ہزار، ۸ ہزار اور ۷ ہزار دینار کے درمیان وظیفہ دیتے تھے۔ ❷

آپ کے بعض گورنران اپنی گورنری وامارت کی کارگزاریوں کی تنخواہ لینا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن آپ انہیں لینے کا مشورہ دیتے رہے، اسی مناسب سے ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک گورنر سے کہا: کیا بات ہے کہ تم مسلمانوں کے کئی کاموں کے ذمہ دار ہو، لیکن جب اپنی محنت کا معاوضہ دیے جاتے ہو تو اسے لینا ناپسند کرتے ہو، اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا: میرے پاس گھوڑے ہیں، غلام ہیں، میں خیریت وکشادگی میں ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرا معاوضہ مسلمانوں پر صدقہ کر دیا جائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ایسا نہ کرو، جو تم چاہتے ہو میں نے بھی یہی چاہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دیتے تھے اور میں کہتا تھا: اسے مجھ سے زیادہ ضرورت مند شخص کو دے دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اسے لے لو، اپنا مال بنا لو اور پھر اسے صدقہ کرنا، بغیر مطالبہ اور لالچ کیے اس قسم کا جو مال تمہارے پاس آئے اسے لے لو اور جو اس طرح نہ ہو اسے نہ لو۔'' ❸

بہرحال گورنران وافسران کو تنخواہوں اور عطیات سے نوازنا اور انہیں عوام کی دولت سے مستغنی کرنا ایک اسلامی اصول تھا، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کیا تھا، اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اس پر عمل پیرا رہے۔ انہوں نے اپنے افسران کو رعایا کے مال سے بے نیاز کیا اور انہیں حکومتی کارگزاریوں اور اسلامی سلطنت کی مصلحت ومفاد کے لیے فارغ کیا۔ ❹

۸: عمال اور گورنروں کی بیماری کے وقت ان کا علاج کرانا:

عہد فاروقی میں بیت المال کے خازن معیقیب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، تو عمر رضی اللہ عنہ جس کسی کے بارے میں سنتے کہ اس کے پاس ان کا علاج ہے اسے تلاش کرتے اور علاج کراتے، اتفاق سے آپ کے پاس یمن سے دو آدمی آئے، آپ نے ان سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کے پاس اس نیک آدمی کے لیے کوئی علاج ہے؟ اس کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ان دونوں نے کہا ایسا کوئی علاج جو اس بیماری کو بالکل ختم کر دے اس کی طاقت تو ہم نہیں رکھتے۔ البتہ ایک دوا سے ہم ان کا علاج کر دیں گے جس سے مرض میں اضافہ نہ ہو گا اور انہیں آرام ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: مرض میں مزید اضافہ نہ ہو، یہیں موقوف ہو جائے تو یہی بڑی عافیت

---

❶ الولاية على البلدان: ۲/ ٦٣.
❷ الخراج، أبو يوسف: ص٥٠، الولاية على البلدان: ۲/ ٦٣.
❸ الولاية على البلدان: ۲/ ٦٤، الإدارة الإسلامية، محمد كرد: ص٤٨.
❹ الولاية على البلدان: ۲/ ٦٤.

ہے۔ ان دونوں نے کہا: کیا یہاں کی زمین میں اندرائن کی پیدائش ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا: تو کچھ اندرائن منگوائیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں سے اندرائن لانے کو کہا، اور پھر دو بڑی ٹوکریاں بھر کر اندرائن لائی گئی۔ ان دونوں نے ایک ٹوکری سے اندرائن کو نصف نصف دو حصوں میں کر دیا پھر معیقیب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا دیا اور معیقیب رضی اللہ عنہ کے ایک ایک پاؤں کو ہاتھ میں پکڑا، پھر پاؤں کے تلوؤں پر اندرائن کی مالش کرنے لگے، جب ایک ختم ہو جاتی تو دوسری لیتے، پھر انہوں نے معیقیب رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ علاج دیکھ کر تعجب سے کہا: حقیقت میں اس سے اب معیقیب رضی اللہ عنہ کے مرض میں اضافہ نہیں ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم اس کے بعد معیقیب رضی اللہ عنہ بالکل ٹھیک ٹھاک رہنے لگے اور ان کی زندگی بھر ان کے اس مرض میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ [1]

گورنر اور ان کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے گورنران کو جس طرح بلند مقام و مرتبہ دیا اسی طرح ان کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا بھاری بھرکم بوجھ بھی ڈالا ہے۔ چنانچہ ان کے جن اہم فرائض و ذمہ داریوں پر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خاص توجہ دی ان کی تفصیل یوں ہے:

ا: اقامت دین:

اقامت دین میں دین اسلام کی نشر و اشاعت، اقامت نماز، دین اور اس کے اصول و مصادر کی حفاظت، مساجد کی تعمیر، مناسک حج کی ادائیگی کے لیے سہولیات کی فراہمی اور شرعی حدود کا قیام وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے متعلق قدرے وضاحت سے گفتگو کی جا رہی ہے:

دین اسلام کی نشر و اشاعت:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور عظیم فتوحات کا دور تھا، اس لیے ان حالات کا تقاضا تھا کہ آپ کے گورنر مفتوحہ ممالک میں اپنے ساتھ دیگر صحابہ کرام کے تعاون سے دین اسلام کی نشر و اشاعت کریں۔ [2] آپ کے دور خلافت میں شام کے گورنر یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے آپ کے نام خط لکھا کہ ''شام کی آبادی کافی بڑھ گئی ہے، شہروں میں لوگوں کا ہجوم ہے، انہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قرآن کی تعلیم اور دین اسلام کی فقہ و بصیرت دے سکیں، آپ ایسے معلّمین کو یہاں بھیج کر ہماری مدد کریں۔'' چنانچہ خط پانے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے پانچ علماء و ممتاز صحابہ کرام کو وہاں بھیجا۔ [3]

آپ کے بارے میں یہ بات کافی مشہور ہے کہ آپ گورنران کو بھیجتے وقت لوگوں سے بار بار یہ کہتے تھے:

---

[1] أخبار عمر، طنطاویات: ص ۳٤۱.
[2] إعلام الموقعين: ۲/ ۲٤۸.
[3] سير أعلام النبلاء: ۲/ ۲٤۷.

Marfat.com

''لوگو سن لو! اللہ کی قسم میں اپنے گورنروں کو اس لیے نہیں بھیج رہا ہوں کہ تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں اور تمہارا مال تم سے چھین لیں۔ بلکہ انہیں اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ تمہیں تمہارے دین کی باتیں اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں بتائیں اور سکھائیں۔'' [1]

اور آپ اپنے گورنروں سے فرماتے تھے:

''میں تمہیں مسلمانوں پر ظلم کرنے اور ان کی چمڑی ادھیڑنے کے لیے گورنر نہیں بنا رہا ہوں بلکہ اس لیے یہ ذمہ داری دے رہا ہوں تاکہ انہیں نماز پڑھاؤ اور قرآن سکھاؤ۔'' [2]

بہرحال آپ نے بہت سارے معلّمین و مبلغین کو مختلف اسلامی شہروں میں بھیجا اور انہوں نے وہاں جا کر مشہور علمی مدارس کی بنیاد ڈالی، جیسا کہ اس کی تفصیل پچھلے مباحث میں گزر چکی ہے۔

اقامت نماز:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے گورنران کے نام خط لکھتے تھے:

''میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام اقامت نماز ہے، جس نے اس کی پابندی کی اور دوسروں سے کروائی، اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کا زیادہ ہی ضائع کرنے والا ہوگا۔'' [3]

اسی طرح آپ گورنروں کو لوگوں کی امامت کا تاکیدی حکم دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے: ''میں تم کو گورنر بنا رہا ہوں تاکہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور انہیں شریعت کا علم اور قرآن سکھاؤ۔'' [4]

نیز گورنروں کی قرارداد تقرری میں ملکی قوانین کی پابندی کے ساتھ ایک قرارداد یہ بھی ہوتی تھی کہ فلاں نماز اور جنگ کے امیر ہوں گے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے ایک قرارداد میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو نماز اور جنگ کا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو محکمہ قضاء اور بیت المال کا امیر بنایا۔ [5] جن فقہاء نے اسلامی سیاست پر کتابیں تحریر کی ہیں انہوں نے امیر کے لیے نماز کی اہمیت پر خوب روشنی ڈالی ہے اور اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے دینی و دنیوی فوائد کا تذکرہ کیا ہے۔ [6]

دین اور اس کے اصول ومبادی کی حفاظت:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین اسلام کے صحیح اصول و مصادر، یعنی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول ہوا تھا

---

[1] السياسة الشرعية: ص١٥٠.
[2] نصيحة الملوك، الماوردي: ص٧٢، الولاية على البلدان: ٢/ ٦٥.
[3] الطريقة الحكمية: ص٢٤٠، الولاية على البلدان: ٢/ ٦٧.
[4] نصيحة الملوك: ص٧٢.
[5] الأحكام السلطانية: ص٣٣.
[6] الولاية على البلدان: ٢/ ٦٧.

Marfat.com

اسی شکل میں اس کی حفاظت کے لیے بہت حریص تھے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احیاء و عمل، بدعات کے خاتمہ اور دین الٰہی کے احترام و تقدس کو زندہ رکھنے کے لیے پوری محنت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی جو متشابہات قرآن سے متعلق کافی شکوک وشبہات پیدا کرتا تھا آپ نے اسے جلا وطن کر دینے کا حکم دیا۔ ❶ جیسا کہ یہ واقعہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔

اصول شریعت کی حفاظت کرتے ہوئے آپ نے رمضان میں باجماعت تراویح کی نماز پڑھنے کا عام فرمان پوری اسلامی سلطنت میں جاری کر دیا۔ ❷

ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تمہارے یہاں کچھ لوگ "یا آل ضبہ" یعنی "ضبہ" کی دہائی دے کر جاہلیت کی پکار پکارتے ہیں، لہٰذا جب تم کو میرا یہ خط ملے تو انہیں سخت ترین مالی اور جسمانی سزا دو تاکہ اگر وہ نہ بھی سمجھ سکیں تو کم از کم خوفزدہ ہو کر اس سے باز آجائیں۔ ❸

مساجد کی تعمیر:

بعض احصائیات کے مطابق عہد فاروقی میں صرف جزیرۂ عرب کے مختلف شہروں میں تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) مسجدیں تعمیر کی گئیں، آپ کے گورنران نے بھی اپنے اپنے زیر اقتدار مختلف علاقوں میں مسجدیں تعمیر کیں۔ مثلاً عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے الجزیرہ کے مختلف علاقوں میں بہت ساری مسجدیں بنوائیں۔ ❹

مناسک حج کے لیے سہولیات کی فراہمی:

عہد خلافت راشدہ کے تمام گورنر اپنی اپنی ریاستوں میں اس بات کے ذمہ دار تھے کہ حجاج کرام کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور ان کے لیے بحفاظت مناسک حج کی ادائیگی یقینی بنائیں۔ چنانچہ وہ لوگ حج کے قافلوں پر امیر مقرر کر دیتے تھے اور ان کے سفر کے لیے وقت کی تعیین بھی کر دیتے جس کی وجہ سے حجاج کرام گورنر کی اجازت کے بعد ہی اپنے شہروں سے کوچ کرتے تھے۔ بعد کے ادوار میں فقہاء نے گورنران کی اہم ذمہ داریوں میں اس بات کو شامل کیا کہ حجاج کرام کی حفاظت وسہولت کو یقینی بنانا ان پر واجب ہے۔ علامہ ماوردی کا قول ہے کہ: "حجاج کرام کو اپنی نگرانی میں روانہ کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا گورنر کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اس لیے کہ یہ اسی کی طرف منسوب ہونے والے رفاہی وخیراتی امور کا ایک حصہ ہے۔" ❺

شرعی حدود کا قیام:

مصر کے گورنر سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے پر حد نافذ کی اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے خود بھی کوڑے لگا کر اسے سزا دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی اس سزا کے بعد کچھ ہی دنوں

❶ الولایة علی البلدان: ۲/ ۶۸.
❷ الولایة علی البلدان: ۲/ ۶۸.
❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب: ص۱۳۳.
❹ فتوح البلدان، البلاذری: ص۱۸۲، الولایة علی البلدان: ۲/ ۶۹.
❺ الأحکام السلطانیة: ص۳۳.

Marfat.com

بعد اس لڑکے کی وفات ہوگئی۔ ❶ ابتداء میں گورنر کو اختیار تھا کہ خلیفہ سے اجازت لیے بغیر بھی وہ قصاص میں حد قتل نافذ کر سکتا تھا لیکن بعد میں عمر رضی اللہ عنہ نے تمام گورنران کو فرمان جاری کیا کہ میری اجازت کے بغیر کسی پر حد قتل نافذ نہ کرو۔ ❷ چنانچہ اس کے بعد گورنران حد قتل نافذ کرنے سے پہلے آپ سے اجازت لے لیا کرتے تھے۔ کیونکہ شرعی حدود قائم کرنے کا تعلق دینی و دنیوی دونوں سے تھا اور جس میں خلفاء اور گورنران سب کو دقت نظری سے کام لینا واجب تھا، اسی وجہ سے وہ لوگ جس طرح دین اسلام کے مختلف شعائر کا اہتمام کرتے تھے اسی طرح اس کا بھی اہتمام کرتے۔ ❸

۲: رعایا کے لیے امن وسکون کو یقینی بنانا:

ریاستوں میں امن وامان برقرار رکھنا گورنران کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ وہ اسے مستحکم ویقینی بنانے کے لیے متعدد وسائل استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ مجرموں، فاسقوں اور فسادیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ان پر شرعی حدود کا نفاذ کرتے ہیں تاکہ عوام کی زندگی اور ان کے املاک کو تباہ کرنے والے جرائم کا انسداد ہو سکے۔ ❹

آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط میں لکھا تھا:

''فاسقوں اور مجرموں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں کاٹ کر سزا دو۔'' ❺

واضح رہے کہ اسلامی ممالک اور شہروں کو امن وسکون بخشنے میں دشمنان اسلام کے خلاف فریضہ جہاد قائم کرنے کا بہت بڑا اثر رہا۔ ❻

۳: جہاد فی سبیل اللہ:

اگر ہم خلافت صدیقی کے آغاز سے خلافت فاروقی تک کے امراء وگورنران پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو فتوحات میں ان کا کردار واضح نظر آتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ اپنے امرائے لشکر (فوجی کمانڈروں) کو ان علاقوں کی طرف توجہ دلاتے تھے جو اب تک فتح نہ ہوئے تھے۔ وہ لوگ وہاں جاتے اور اسے فتح کرتے اور پھر اس کی تنظیم وتنسیق کرتے، مثلاً شام کے فوجی کمانڈروں میں ابوعبیدہ، عمرو بن عاص، یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔ جب کہ عراق کے کمانڈروں میں مثنی بن حارثہ، خالد بن ولید اور عیاض بن غنم وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ❼

خلفائے راشدین کے عہد کے گورنران کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی ریاستوں کے نظم ونسق

---

❶ مناقب عمر بن الخطاب، ابن الجوزي: ص: ٢٤٠، ٢٤٢.

❷ الوثائق السياسية للعهد النبوي والخلافة الراشدة: ص٥٢١. ❸ الولاية على البلدان: ٢/ ٧٠.

❹ الولاية على البلدان: ٢/ ٧٠. ❺ عيون الأخبار: ١/ ١١.

❻ الولاية على البلدان: ٢/ ٧١. ❼ الولاية على البلدان: ٢/ ٧١.

Marfat.com

کی ذمہ داریوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ دشمن کی جانب مجاہدانہ پیش رفت میں بھی شرکت کرتے تھے اور ریاست کی دیگر ذمہ داریاں اس سے مانع نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ مجاہدانہ تحریک کو مضبوط بنانے میں گورنروں کے جن اہم کارناموں کا تاریخی مصادر میں ثبوت ملتا ہے ان میں سے چند ایک کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:

رضا کار مجاہدین کو جنگی محاذ پر بھیجنا:

یہ لوگ جن اہم مقاصد کو انجام دیتے تھے وہ یہ تھے:

ریاست کی طرف سے دشمنوں کا دفاع:...... آپ نے فرمایا: ''مجھ پر تمہارا حق یہ ہے کہ تمہاری سرحدوں کو محفوظ کروں۔''

شہروں میں قلعوں کی تعمیر:...... آپ نے مصر کے شہر ''جیزہ'' میں آنے والے فاتح قبیلوں کے لیے قلعے بنانے کا حکم دیا تاکہ دشمن کے اچانک حملوں سے انہیں محفوظ کیا جا سکے۔ ❶

دشمنوں کی نقل وحرکت کا سراغ لگانا:...... ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ شام کے شہروں میں رومی فوجیوں کے خفیہ اجتماع کا دقت نظری سے سراغ لگاتے تھے اور انہی خبروں کی بنا پر دشمن کو چکمہ دیتے ہوئے کچھ اسلامی فوجوں کے انخلاء کا آغاز بھی کر دیتے۔ ❷

اسلامی شہروں میں فوجی گھوڑوں کی مدد بھیجنا:...... اسلامی شہروں میں ان کی ضرورت کے مطابق جہاد کے لیے گھوڑوں کی فراہمی کے لیے آپ کی پوری سلطنت میں ایک عام سیاست تھی، اسی سیاست کے پیش نظر آپ نے کچھ لوگوں کو بصرہ کی کچھ زمینیں اس مقصد سے دی تھیں تاکہ اس میں حکومتی گھوڑے تیار کر کے ان کی پرورش کریں اور انہیں جنگی تربیت دیں۔ ❸

اسی طرح دمشق میں بھی کچھ زمینیں بعض مسلمانوں کو اسی مقصد کے لیے دی تھیں کہ وہ اس میں حکومتی گھوڑوں کی پیداوار بڑھائیں گے اور ان پر توجہ دیں گے لیکن انہوں نے اس میں کاشتکاری شروع کر دی۔ تو آپ نے ان سے زمین چھین لی اور حکومتی مقصد کی خلاف ورزی کے جرم میں ان پر جرمانہ عائد کیا۔

آپ اسی مقصد سے کوفہ میں چار ہزار (۴۰۰۰) گھوڑوں کی پرورش کر رہے تھے اور باشندگان کوفہ کے چند لوگوں کو معاون بنا کر سلمان بن ربیعہ الباہلی رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر کر دیا تھا۔ وہ سب لوگ سابقہ روایات کے مطابق انہیں تیار کرتے اور ہر سال انہیں ضرورت کے مطابق کام میں لاتے۔ بصرہ میں بھی اتنے ہی گھوڑے اسی

---

❶ الولایۃ علی البلدان: ۱/ ۷۷.

❷ الفتوح، ابن اعثم: ص ۲۱۵.

❸ الولایۃ علی البلدان: ۲/ ۷٤.

Marfat.com

مقصد سے تیار کیے جا رہے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آٹھ بڑے شہروں میں سے ہر شہر میں تقریباً مذکورہ تعداد میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت ہو رہی تھی۔ ❶ یہ گھوڑے اسلامی سلطنت کی طرف سے فوری دفاعی ضرورت کے مقصد سے تیار کیے جاتے تھے۔ ❷

بچوں کو دینی تعلیم دینا اور انہیں جہاد کے لیے تیار کرنا:

عمر رضی اللہ عنہ شہر کے ذمہ داران کو خط لکھ کر انہیں حکم دیتے تھے کہ وہاں کے بچوں کو شہسواری، تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دیں۔ شام میں تیر اندازی سیکھنے کے دوران ایک بچے کو تیر لگ گیا جس کی وجہ سے وہ وفات پا گیا۔ لوگوں نے اس خبر کی اطلاع عمر رضی اللہ عنہ کو دی تو آپ نے بچوں کو تیر اندازی سکھانے کا دوبارہ حکم نہیں دیا۔ ❸

فوجی دفاتر و دواوین کا اہتمام و جائزہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہریوں کے دفاتر و دواوین پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کے خیال میں دوسروں کے بالمقابل ان کی مردم شماری اور ان کے دواوین کی تنظیم کی زیادہ ضرورت تھی۔ خاص طور سے وہ شہر اور آبادیاں جو دشمنوں کی سرحدوں سے قریب تھیں اور وہاں مستقل فوجوں کی ضرورت تھی۔ ❹

اگرچہ ہر ریاست میں فوجیوں کے دواوین و دفاتر کے مخصوص ذمہ دار تھے جو ان کے لوازمات کو منظم کرتے تھے تاہم والیان ریاست ان فوجی دفاتر کے ذمہ دار اعلیٰ ہوتے تھے اور چونکہ یہ گورنران جنگی مہمات کی امارت بھی سنبھالتے تھے اس لیے گویا وہ لوگ نائب خلیفہ کی حیثیت سے فوجی دفاتر و دواوین کے ذمہ دار اعلیٰ ہوتے تھے۔ ❺

معاہدات کی تنفیذ:

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور شام کے بعض شہروں کے درمیان معاہدے ہوئے۔ اسی طرح عراق کے گورنران میں سعد بن ابی وقاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اپنے اپنے وقت میں معاہدے کیے۔ مزید برآں یہ گورنران ذمیوں کے حقوق کی حفاظت اور شخصی و ملکی معاہدوں کی پابندی کرتے تھے اور معاہدوں کی پاسداری ورعایت سے متعلق شرعی احکام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے معاہدوں کو نافذ کرتے تھے۔ ❻

آپ نے ذمیوں کے بارے میں اپنی رعایا کو نصیحت کی کہ ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر تمہیں بھلائی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، ان ذمیوں کی طرف سے دفاع کیا جائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کیا جائے۔'' ❼

---

❶ الولایة علی البلدان: ٢/ ٧٤.
❷ الولایة علی البلدان: ٢/ ٧٤.
❸ الوثائق السیاسیة للعهد النبوی والخلافة الراشدة: ص٤٨٦.
❹ النظم الاسلامیة: صبحی الصالح، ص ٤٨٨، ٤٩١.
❺ الولایة علی البلدان: ٢/ ٧٧.
❻ الولایة علی البلدان: ٢/ ٧٧.
❼ موسوعة فقه عمر بن الخطاب: ص١٣٣.

۴: عوام کو معاشی خوشحالی فراہم کرنے کی جدوجہد:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح سالم باقی رکھا تو میں عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔'' اس موضوع کے تحت ہمیں آپ کا وہ موقف نہیں بھولنا چاہیے جو آپ نے عام الرمادہ میں قحط کے موقع پر اختیار کیا تھا کہ جب آپ نے لوگوں کی بھوک مٹانے اور بحران سے نمٹنے کے لیے ملک کے تمام تر ممکنہ وسائل و ذرائع کو استعمال کر ڈالا تھا۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عام الرمادہ کے موقع پر متاثرین کے درمیان سب کچھ خرچ کر دیا اور جب بارش ہوگئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر حالات کا جائزہ لینے باہر نکلے، آپ نے دیکھا کہ لوگ اپنے بال بچوں کے ساتھ اب کوچ کرنے لگے ہیں، اس وقت آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ بنو محارب بن خصفہ کے ایک آدمی نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بلا آپ سے ٹل گئی، آپ آزاد خاتون کے سپوت ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! اس (تعریف) کا میں اس وقت حقدار ہوتا جب اپنے مال سے یا اپنے باپ خطاب کے مال سے خرچ کیا ہوتا، میں نے تو اللہ کا مال خرچ کیا ہے۔ ❶

آپ نے ایک موقع پر فرمایا: اے لوگو! تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ اگر تم سے تمہارا مال میرے ہاتھوں میں آجائے تو وہ اللہ کے راستہ ہی میں خرچ کروں۔ نیز تمہارا مجھ پر یہ بھی حق ہے کہ اگر اللہ چاہے اور توفیق دے تو تمہارے عطیات اور وظائف میں اضافہ کردوں۔ ❷

آپ کے عہد میں نہایت منظم شکل میں عطیات و وظائف کی تقسیم شروع ہوگئی تھی اور اس سے استفادہ کرنے والے صرف شہر ہی کے لوگ نہ تھے بلکہ اس کا دائرہ بادیہ نشین قبائل تک وسیع تھا۔ آپ مدینہ سے نکل کر ان بادیہ نشین قبائل تک جاتے اور بذات خود ان میں ان کے عطیات تقسیم کرتے۔ اپنے بعض گورنروں کو آپ نے تحریری حکم بھیجا کہ لوگوں کو ان کے عطیات اور وظائف دیا کرو، جو مال اللہ نے ان کو دیا ہے وہ عمر اور ان کے خاندان کا نہیں ہے، میں صرف اس کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ ❸

آپ نے لوگوں میں صرف عطیات و وظائف کی تقسیم پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی خوراک کی بھی کفالت کی، چنانچہ ایک مرتبہ آپ شام تشریف لے گئے تو وہاں بلال بن رباح رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا: اے امیر المومنین! شام میں آپ کے فوجی کمانڈروں کی خوراک صرف چڑیوں کا گوشت اور عمدہ قسم کی روٹی ہے اور عام مسلمان اسے دیکھ بھی نہیں پاتے۔ آپ نے ان کمانڈروں سے پوچھا کہ بلال کیا کہہ رہے ہیں؟

---

❶ سنن البیهقی: ٦/ ٣٥٧ ، موسوعة فقه عمر بن الخطاب: ص ١٣٥ . ❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب: ص ١٣٧ .

❸ الولاية على البلدان: ٢/ ٧٧ .

Marfat.com

یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! ہم حجاز میں اپنے اہل خانہ کو جو کھلاتے تھے اس کے مقابلے میں یہ چیزیں جن کا بلال نے ذکر کیا ہے، یہاں سستی قیمت میں ہمیں دستیاب ہیں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم مجھے ضمانت نہ دے دو کہ ہر مہینہ مسلمانوں کی پوری خوراک اور وظائف ان میں تقسیم کر دو گے۔ پھر آپ نے فرمایا: دیکھو کہ ایک آدمی کو کتنی خوراک کافی ہوگی؟ انہوں نے کہا: ہر مہینہ کے شروع میں دو جریب کے مقدار غلہ اور اسی کے مناسب تیل اور سرکہ۔ چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ مقدار تقسیم کرنے کی ضمانت لی اور اس کے بعد آپ نے عام مسلمانوں کو خطاب کیا: ''یہ ماہانہ خوراک تمہارے عطیات کے علاوہ ہے، میں نے تمہارے لیے ان حکام پر جو فرض کیا ہے اگر یہ امراء اسے تمہیں پورا پورا ہر مہینے دیتے ہیں تو بہت اچھی بات ہے اور اگر ایسا نہیں کرتے تو مجھے خبر دو تاکہ انہیں معزول کر دوں اور ان کی جگہ دوسروں کو حاکم بنا دوں۔'' ❶

آپ اس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ شہروں میں خوراک کی کمی نہ ہو، آپ بازاروں کی جانچ ونگرانی کرتے رہتے تھے اور ذخیرہ اندوزی سے منع کرتے تھے۔ بازاروں کی نگرانی کرنے میں آپ کے گورنران بھی آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ آپ تاجروں کو حکم دیتے تھے کہ عالمی پیمانے پر تجارت کریں اور مسلمانوں کے لیے مال درآمد کریں اور ان کی منڈی کو مال وسامان سے بھر دیں۔ ❷

صرف اتنا ہی نہیں کہ آپ اور آپ کے گورنروں نے عوام کے لیے خوراک کے انتظام اور بازاروں کی نگرانی پر بس کیا ہو بلکہ رہائش گاہوں کا انتظام اور مستحقین میں ان کی تقسیم بھی گورنران کی ذمہ داری کا ایک حصہ ہوتا تھا۔

چنانچہ جب شہروں کی خاکہ بندی اور آبادکاری ہوئی تو کوفہ، بصرہ ❸ اور فسطاط میں وہاں کی زمینوں کو ان کے باشندوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان تمام ذمہ داریوں کے ساتھ امرائے ریاست مفتوحہ شہروں مثلاً حمص، دمشق اور اسکندریہ کے مکانات کی تقسیم کی بھی نگرانی کرتے تھے۔ ❹

۵: افسران وملازمین کی تقرری:

ریاستی عہدوں پر افسران وملازمین کی تقرری بیشتر اوقات گورنران کے ذمہ ہوا کرتی تھی چونکہ عموماً ایک مرکزی شہر کے ساتھ دیگر چھوٹے چھوٹے شہروں اور ذیلی شاخوں سے مل کر ایک ریاست وجود میں آتی ہے اور اسے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے زیر نگرانی تمام امور منظم رہیں اس لیے اس ضرورت کی تکمیل کرتے ہوئے گورنروں حضرات اپنے جیسے افراد کو ماتحت علاقوں پر افسر وملازم مقرر کرتے تھے۔ خواہ وہ ان علاقوں کے امیر ہوں

---

❶ فتوح الشام: الازدی، ص۲۵۷، الولایة علی البلدان: ۲/ ۷۸۔
❷ تاریخ المدینة: ۲/ ۷۴۹۔
❸ الولایة علی البلدان: ۲/ ۷۹۔
❹ فتوح البلدان: البلاذری، ص۱۴۳، ۲۲۴۔

Marfat.com

یا خراج وغیرہ کے افسر۔ واضح رہے کہ عموماً یہ تقرری خلیفہ وقت اور گورنر کے اتفاق رائے سے ہوتی تھی۔ ❶

۶: ذمیوں کے حقوق کی رعایت:

شرعی احکامات کی بجا آوری کرتے ہوئے ذمیوں کی رعایت، ان کے عہد و پیمان کا احترام، شرعی حقوق کی پاسداری، مسلمانوں کے تئیں ان پر واجبی حقوق کا مطالبہ، ان کی خبر گیری اور ان پر ظلم کرنے والوں سے ظلم کا بدلہ دلانا وغیرہ امور گورنران ریاست کے فرائض میں داخل ہوتے تھے۔ بیشتر اوقات میں خلفاء ذمیوں سے مصالحت کرنے سے پہلے ان سے کچھ خاص شرطیں لگا دیتے تھے اور پھر ان کے حقوق ان تک پہنچاتے تھے اور ان سے شرائط کی بخوبی پابندی کا مطالبہ کرتے تھے۔ ❷

۷: دانشوران قوم سے مشورہ طلبی اور ان کی عزت و توقیر:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے والیان ریاست کو سختی سے اس بات کا حکم دیا تھا کہ ان کی ریاستوں میں جو لوگ رائے دینے کے اہل ہوں اور دانشور ہوں، ان سے مشورہ لیتے رہیں۔ چنانچہ وہ لوگ اسے عملاً انجام دیتے تھے اور دانشوران قوم کی مجلسیں منعقد کیا کرتے تھے۔ ❸

عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دے رکھا تھا کہ اہل الرائے سے برابر مشورہ لیتے رہو اور لوگوں کے مقام و مرتبہ کے حساب سے انہیں محترم جانو، آپ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگوں کی بڑی بھیڑ جمع کرتے ہو۔ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو اپنے پاس صرف ایسے لوگوں کی مجلس منعقد کرو جو شرافت و نجابت والے، قرآن کے پابند اور تقویٰ و دینداری کے خوگر ہوں۔ جب وہ لوگ پہلے اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں تب عوام الناس کو اجازت دو۔'' اور ایک مرتبہ تحریر کیا کہ: ''ہمیشہ سے ایسا ہوا ہے کہ معزز لوگ کئی لوگوں کے نمائندے ہوتے ہیں جو ان کی ضرورتیں پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا تم ان معزز حضرات کو اکرام و عزت سے نوازو، کمزور مسلمان کے لیے یہی کافی ہے کہ فیصلہ اور تقسیم میں انصاف پا جائے۔'' ❹

۸: ریاست کے تعمیراتی منصوبوں پر توجہ:

اس باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کاشتکاروں کی زرعی مصلحت کے پیش نظر بعض اہل فارس کی سفارش پر اپنی ریاست میں نہر کھدوائی۔ ❺ اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر حکم دیا کہ بصرہ والوں کے لیے نہر کھودی جائے۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے باشندگان بصرہ تک پانی لانے کے لیے چار فرسخ لمبی نہر کھدوائی۔ ❻

❶ الولایة علی البلدان: ۲/ ۷۹.
❷ الولایة علی البلدان: ۲/ ۸۰.
❸ الولایة علی البلدان: ۲/ ۸۰.
❹ نصیحة الملوك: الماوردی، ص ۲۰۷، موسوعة فقه عمر: ص ۱۳٤.
❺ فتوح البلدان: البلاذری، ص۲۷۳، الولایة علی البلدان: ص۸۷۲.
❻ فتوح البلدان: البلاذری، ص۳۵۱، ۳۵۲.

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے دیگر گورنران نے جب کوفہ، بصرہ اور فسطاط جیسے بڑے بڑے شہروں کو آباد کیا تو وہاں کی سڑکوں کی تعمیر واصلاح، اراضی کی تقسیم، مساجد کی تعمیر اور آبی وسائل کی ایجاد جیسے دیگر مصالح عامہ کی چیزوں پر خاص توجہ دی۔ نیز انہوں نے بعض ایسے علاقوں میں لوگوں کو بسایا جہاں وہ لوگ محض جانا پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ علاقے دشمن کی سرحدوں سے متصل یا قریب ہوتے تھے۔ لیکن والیان ریاست نے ان کے لیے طبعی میلان کے اسباب اور شوق دینے والی چیزوں کو فراہم کیا، وہاں بسنے والوں کو ہمت افزائی کے طور پر جاگیریں دی گئیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ اور جزیرہ عرب کے بعض دوسرے شہروں میں یہی پالیسی اختیار کی تھی۔

۹: باشندگان ریاست کے معاشرتی احوال وظروف کی رعایت:

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ریاستوں کے وفود آتے تھے تو آپ ان سے ان کے ''امیر'' کے بارے میں دریافت کرتے، اگر وفد کے لوگ کہتے کہ ''امیر'' خیریت سے ہیں تو آپ ان سے پوچھتے: کیا وہ تمہارے بیماروں کی عیادت کرتے ہیں؟ اگر وہ کہتے: ہاں، تو پوچھتے کہ کیا غلاموں کی بھی عیادت کرتے ہیں؟ اگر کہتے ہاں، تو پوچھتے کہ کمزوروں کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا ہے؟ کیا ان کے گھر جاتے ہیں؟ چنانچہ اگر مذکورہ سوالات میں سے کسی کا جواب نفی میں ملتا تو وہاں کے امیر کو معزول کر دیتے ❶ خاص طور سے اگر یہ خبر ملتی کہ وہ امیر مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی (خوف سے) اس کے پاس نہیں جاتا۔ ❷

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات کے حریص تھے کہ آپ کے افسران عوام میں سرتاپا تواضع وخاکساری کا مظہر ہوں تاکہ عوام یہ محسوس کریں کہ ان کا گورنر انہی میں سے ایک فرد ہے، وہ ان سے ممتاز وبرتر نہیں ہے۔ اسی لیے آپ اپنے افسران وگورنران کے لیے لوگوں کی طرح عام سواری اور لباس استعمال کرنے کی شرط لگا دیتے تھے اور انہیں دربان رکھنے سے منع کرتے تھے۔ ❸

۱۰: عربی اور غیر عربی میں عدم امتیاز:

والیان ریاست کے لیے فرض ہے کہ وہ عوام میں مساوات برتیں، مسلمانوں میں عربی اور غیر عربی کا امتیاز نہ ہو۔ چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ ایک افسر کے پاس کچھ لوگ جماعت کی شکل میں آئے۔ اس نے عربوں کو عطیات سے نوازا اور غلاموں کو نظر انداز کر دیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ نے اس کے نام خط لکھا: ''حمد وصلاۃ کے بعد! آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔'' اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے لکھا: ''تم نے ان سب میں برابری کیوں نہیں کی؟'' ❹

بہر حال اس بحث میں مذکورہ فرائض کے علاوہ بھی گورنران پر بعض دیگر اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں

---

❶ الولایة علی البلدان: ۲/ ۸۲.
❷ الولایة علی البلدان: ۲/ ۸۲.
❸ الولایة علی البلدان: ۲/ ۸۲.
❹ الوثائق السیاسیة للعهد النبوی والخلافة الراشدة: ص ۵۲۳.

Marfat.com

اور ان کی بجا آوری کا اسلام میں سختی سے حکم دیا گیا ہے مثلاً عہد و پیمان کی وفاداری، عمل میں خلوص وللّٰہیت اور ہمہ وقت اللہ کا خوف، نیکی، تقویٰ اور جملہ اعمال خیر میں کاروانِ خیر واصلاح کے ساتھ تعاون، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حکام وعوام کے لیے خیر خواہی وہمدردی وغیرہ۔ بلاشبہ ان مکارم اخلاق کی پابندی پوری انسانیت کو اصلاح ودرستی کی راہ پر لے جانے والی ہے۔ ❶

ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کی پابندی اور ان کی بجا آوری صرف گورنران کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ ان پر واجب تھا کہ وہ خود اس کا التزام کرنے کے ساتھ اپنے خطبوں ونصیحتوں میں، خطوط ورسائل میں اور عملی برتاؤ میں اسے لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ خلافت راشدہ کے دور میں گورنران عموماً ان اعلیٰ اخلاقیات کی بجا آوری اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں ذاتی طور پر اور رعایا کے ساتھ اپنے برتاؤ میں بھی ایک صالح نمونہ تھے۔ ❷

شعبہ ترجمہ اور گورنران کے اوقات عمل

شعبہ ترجمہ:

خلفائے راشدین کے دور میں ترجمہ کا کام والیان ریاست کے معاون عہدوں میں شمار کیا جاتا تھا اور بیشتر اوقات میں اس کی سخت ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عراقی گورنران سے مطالبہ کیا کہ دارالخلافہ مدینہ میں ہمارے پاس فارس کے کچھ جاگیرداروں کو بھیج دو تاکہ خراج کے بارے میں ان سے کچھ تبادلہ خیال کیا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس جاگیرداروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ایک ترجمان بھی بھیجا۔ ❸ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہیں فارسی زبان اچھی طرح آتی تھی اور انہوں نے ہی مدینہ میں عمر رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کے درمیان ترجمانی کی تھی۔ ❹

خلفائے راشدین کے دور میں پوری اسلامی سلطنت میں بلکہ اس سے پہلے بھی ترجمہ اور ترجمانی کا عام رواج تھا۔ پچھلے مباحث میں جہاں یہ ہم جان چکے ہیں کہ خراج کے دواوین ودفاتر غیر عربی زبان میں تھے وہیں ہمیں اس بات کا بھی شعور ہوتا ہے کہ ان ریاستوں میں مترجمین کی کس قدر ضرورت رہی ہوگی جو خراج وغیرہ کے معاملات میں ترجمانی کا کام کرتے رہے ہوں گے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ خراج کے اعلیٰ افسران غیر عربی تھے۔ اسی طرح غلاموں اور مختلف اسلامی شہروں میں نومسلموں کی کثرت نے عدل وقضاء سے متعلق بہت سارے معاملات میں ترجمہ کی ضرورت کو کافی اہم بنا دیا تھا۔ اسی طرح فاتح قائدین اسلام جو عموماً گورنران ہی ہوا کرتے تھے ان کے اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے درمیان بات چیت کے لیے مترجمین کی ضرورت یقینی ہوا کرتی تھی۔ ❺

❶ النظريات السياسية الإسلامية: محمد ضياء الريس، ص٣٠٧، ٣٠٨ . ❷ الولاية على البلدان: ٢/ ٨٥ .
❸ الخراج: أبو يوسف، ٤٠، ٤١ ، الولاية على البلدان: ٢/ ١٠٥ .
❹ الخراج: أبو يوسف، ٤٠، ٤١ ، الولاية على البلدان: ٢/ ١٠٥ . ❺ الولاية على البلدان: ٢/ ١٠٤ .

گورنران کے اوقات عمل:

عہد فاروقی میں گورنران کے اوقات عمل کی کوئی خاص تنظیم نہ تھی، خلیفہ اور والیان تمام اوقات میں کام کرتے تھے، جب کہ ان پر ایسی کوئی پابندی بھی نہ تھی حتیٰ کہ ان میں سے بعض تو رات میں گھوم گھوم کر پہرہ دیتے اور احوال معلوم کرتے، ان میں خود عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ آپ رات کو گشت کرتے اور مدینہ کے حالات کا جائزہ لیتے۔ والیان ریاست کے پاس لوگ مختلف اوقات میں جاتے اور وہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے۔ کوئی دربان یا چپراسی نہ ہوتا تھا جو یہ کہہ کر ان کے پاس جانے سے روک دیتا کہ "یہ کام کا وقت نہیں ہے۔" والیان ریاست بلا تاخیر پہلی فرصت میں اپنے کاموں کو انجام دے لینے کے حریص تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے خط لکھا تھا کہ "آج کا کام کل پر مت ٹالو، ورنہ تمہارے پاس کاموں کی کثرت ہو جائے گی اور بہت سے کام خراب ہو جائیں گے۔ واضح ہو کہ لوگ اپنے بادشاہوں سے دور بھاگتے ہیں، اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ پرانے کینے، دنیاوی مفادات اور ذاتی مصلحتیں میرے یا تمہارے اوپر غلبہ پا لیں۔" [1]

---

[1] مناقب امیر المومنین/ ابن الجوزی ص: ۱۲۹.

(۳)

والیان ریاست کی نگرانی اور ان کا محاسبہ

والیان ریاست کی نگرانی:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے قطعاً مطمئن نہ تھے کہ صرف بہترین گورنران کے انتخاب کا اہتمام کر کے اس پر خوش رہیں بلکہ انہیں ان کی ذمہ داریاں سونپنے کے بعد پوری کوشش سے ان کی نگرانی کرتے رہتے تاکہ ان کی بہترین سیرت اور اخلاقیات سے مطمئن ہو جائیں اور عدم نگرانی کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نفس پرستی میں بہک جائیں۔ گورنران کے تئیں آپ کا بس ایک ہی شعار تھا کہ ''روزانہ میں ایک والی کو معزول کروں، یہ میرے لیے اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ کسی ظالم کو اس منصب پر ایک گھنٹہ کے لیے باقی رکھوں۔''❶

اور فرماتے تھے:

''اگر میرا کوئی افسر کسی پر ظلم کرے اور مجھے اس کی خبر ہو جانے کے بعد میں اسے نہ بدلوں تو گویا میں نے اس پر ظلم کیا ہے۔''❷

ایک دن آپ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: ''اگر میں اپنے علم کے مطابق کسی کو اچھا جان کر تم پر عامل (افسر) مقرر کر دوں، پھر اسے عدل وانصاف کرنے کا حکم دے دوں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی؟ آپ کے ہم نشینوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا:

''نہیں نہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کے کام کو دیکھ لوں کہ کیا میرے حکم کے مطابق اس نے کام کیا یا نہیں۔''❸

آپ بڑی ثابت قدمی اور دقت سے اپنے افسران وگورنران کے ادارتی کاموں کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ ادارتی نظم ونسق کے سلسلے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ مقامی معاملات میں عامل (افسر) کو مکمل اختیار دے دیتے، عام مسائل میں اس کے اختیارات محدود رکھتے اور اس کے اخلاق وکردار نیز ادارتی کارگزاری پر گہری نگاہ رکھتے۔ آپ کے پاس ایک خفیہ ایجنسی تھی جس سے آپ گورنران ورعایا کے صحیح حالات تک رسائی حاصل کرتے تھے۔ تاریخی مصادر اس بات پر شاہد ہیں کہ موجودہ دور میں جسے تفتیشی عملہ (انٹیلی جنس بیورو) کہا جاتا ہے

❶ النظم الإسلامية: صبحی الصالح ص ۸۹، الإدارة الإسلامية: ۲۱۵.

❷ مناقب امیرالمومنین عمر بن الخطاب: ابن الجوزی ص ۵۶، الإدارة الإسلامية: ۲۱۵.

❸ الإدارة الإسلامية فی عهد عمر بن الخطاب: ص۲۱۵.

وہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود تھا چنانچہ آپ کے علم میں یہ بات ہوتی تھی کہ آپ کا کون سا افسر اپنے فرائض سے دور ہے۔ ایک بستر اور ایک ہی تکیہ پر کون کس کے ساتھ سویا ہے۔ کسی علاقے اور کسی بھی ریاست میں کوئی افسر یا امیر لشکر کسی حالت میں ہوتا اس کے ساتھ آپ کا جاسوس برابر لگا رہتا۔ اسلامی سلطنت کے مشرق ومغرب میں بولے گئے الفاظ ہر صبح وشام آپ کے پاس موجود ہوتے۔ آپ نے اپنے افسران کے نام جو خطوط ارسال کیے تھے ان میں اس بات کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اسی نگرانی کی برکت تھی کہ وہ افسران اپنے قریبی اور خاص لوگوں سے بھی بے خوف نہیں ہوتے تھے۔ ❶

آپ اپنے عمال کی نگرانی میں متعدد وسائل استعمال کرتے تھے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱: والیان ریاست دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں:

آپ مدینہ آنے والے اپنے والیان ریاست کو حکم دیتے تھے کہ وہ دن کے وقت مدینہ میں داخل ہوں، رات کو داخل نہ ہوں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ وہ جو کچھ بھی اموال واسباب لے کر آئیں وہ سامنے رہے اور اس کے بارے میں استفسار ومحاسبہ کرنا آسان رہے۔ ❷

۲: والیان ریاست سے وفود بھیجنے کا مطالبہ:

عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنران سے مطالبہ کرتے تھے کہ وہ ریاست کے کچھ افراد پر مشتمل وفد بھیجا کریں تاکہ آپ ان سے ان کے شہروں کے حالات اور حکومت کی عائد کردہ خراج (لگان) کے بارے میں معلومات لے سکیں اور آپ کو یقین ہو جائے کہ گورنر ظلم نہیں کر رہے ہیں۔ آپ وفد سے گورنران کے ظلم نہ کرنے کی گواہی لیتے تھے چنانچہ جب کوفہ سے خراج کا مال آپ کے پاس آتا تھا تو اس کے ساتھ باشندگان کوفہ میں سے دس افراد پر مشتمل ایک وفد ہوتا تھا، اسی طرح بصرہ سے آنے والے خراج کے ساتھ ایک وفد ہوتا تھا۔ جب وہ لوگ آپ کے سامنے آتے تو حلفیہ گواہی دیتے کہ یہ مال حلال اور پاک ہے اس میں کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کا مال نہیں ہے۔ ❸

آپ کی یہ حکیمانہ کارروائی والیان ریاست کو لوگوں پر ظلم کرنے سے روکنے میں کافی موثر تھی کیونکہ انہیں معلوم ہوتا تھا کہ اگر ان کی طرف سے کچھ بھی ظلم ہوگا تو یہ وفد امیر المومنین تک اسے پہنچا دے گا اور آپ کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ عموماً عمر رضی اللہ عنہ ان وفود سے کافی بحث ومباحثہ کرتے اور کرید کرید کر ان کے شہروں اور گورنروں کے اخلاق وبرتاؤ کے بارے میں پوچھتے۔ ❹

---

❶ التاج فی أخلاق الملوك: ص١٦٨ .

❷ فن الحكم: ص ١٧٤ .

❸ ابحراج، أبو يوسف، ص ١٢٤ ، الولاية على البلدان: ١/ ١٥٧ .

❹ الولاية على البلدان: ١/ ١٥٧ .

Marfat.com

۳: ڈاک خانے کے خطوط و رسائل:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ گورنران کے پاس قاصد (ڈاکیا) کے ذریعہ ڈاک بھیجتے تھے اور قاصد کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ مدینہ لوٹنے لگے تو لوگوں میں اعلان کر دے کہ کیا کوئی شخص امیر المومنین کے نام کوئی خط بھیجنا چاہتا ہے؟ اس اعلان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ قاصد اس خط کو والی ریاست کی کسی دخل اندازی کے بغیر امیر المومنین تک پہنچائے۔ خود نامہ بر بھی یہ نہ جانتا تھا کہ ان خطوط میں کیا تحریر ہے۔ چنانچہ اس امانت داری کا نتیجہ یہ ہوتا کہ والی ریاست یا اور کسی کی اطلاع کے بغیر براہ راست عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی شکایت اور دکھ درد پیش کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے راستہ کھلا رہتا۔ جب وہ قاصد خطوط لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچتا تو آپ انہیں زمین پر پھیلا دیتے اور ایک کر کے سارے خطوط دیکھتے اور پڑھتے۔ ❶

٤: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ مفتش عام (انسپکٹر جنرل) کی حیثیت سے:

والیان ریاست کی نگرانی، ان کے محاسبہ اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایات کی تحقیق کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے تعاون لیتے تھے۔ گویا فاروقی عہد خلافت میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ منفتش عام (انسپکٹر جنرل) کے منصب پر فائز تھے۔ چنانچہ آپ گورنران کی کارکردگی کے حقائق معلوم کرتے رہتے اور ان میں جو کوتاہ ملتا اس کا محاسبہ کرتے، بڑے بڑے گورنران کی نگرانی اور ان کی جانچ اور ان کے خلاف آئی ہوئی شکایتوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ انہیں بھیجتے تھے۔ ❷ اور وہ لوگوں کے روبرو معاملہ کی اصلیت معلوم کر کے گورنران کے بارے میں عوام کی رائے براہ راست عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے تھے۔ واضح رہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے کچھ معاونین بھی ہوتے تھے۔

۵: حج کا موسم:

عمر رضی اللہ عنہ موسم حج کو اپنی رعایا اور والیان ریاست کی صحیح معلومات حاصل کرنے کا ایک بہترین موقع شمار کرتے تھے اور اسے حکومتی کارکردگی کے جائزہ و محاسبہ اور مختلف حکومتی امور و شعبہ جات میں تبادلہ خیال کا موسم قرار دیتے تھے چنانچہ اس میں وہ لوگ اکٹھے ہوتے جنہیں حکومت سے کوئی شکایت ہوتی یا مظالم کے شکار ہوتے اور وہ لوگ بھی ہوتے جو آپ کی طرف سے ملک کے مختلف علاقوں میں عمال و والیان ریاست کی نگرانی پر مامور ہوتے تھے۔ خود والیان اپنی کارکردگی کا حساب پیش کرنے کے لیے وہاں آتے تھے گویا حج کا موسم موجودہ دور کی ترقی یافتہ جنرل اسمبلیوں سے کہیں زیادہ بہتر جنرل اسمبلی کا منظر پیش کرتا تھا۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کے موسم میں رعایا کے سامنے اپنے عمال کی ذمہ داریوں کو مختصراً بیان کرتے تھے اور پھر کہتے:

❶ تاريخ المدينة: ۲/ ۷٦۱. ❷ الأنصار فی العصر الراشدی: ص ۱۲۳ـ ۱۲٦.

❸ عبقرية عمر: العقاد ص: ۸۲، الدولة الإسلامية: حمدی شاهين: ص ۱۳۸.

Marfat.com

''جس کے ساتھ اس کے خلاف برتاؤ ہوا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور بتائے۔'' اس وقت پورے حجاج کے جم غفیر سے صرف ایک آدمی کے علاوہ کوئی دوسرا کھڑا نہ ہوا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ والیان ریاست عدل پرور و انصاف پسند تھے اور ان کی رعایا ان سے خوش تھی اور جو آدمی کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ: آپ کے فلاں عامل نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عامل سے اس کی وجہ دریافت کیا لیکن عامل سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آپ نے اس آدمی سے کہا: اٹھو اور ان سے بدلہ لو۔ درمیان میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے ایسا کیا تو ایسے معاملات کی کثرت ہو جائے گی اور ایک سنت چل پڑے گی جسے آپ کے بعد آنے والے نافذ کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں بدلہ نہ دلواؤں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے خود اپنی ذات سے بدلہ دلوایا؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اجازت دیجیے ہم اسے راضی کر لیں۔ آپ نے فرمایا: لے جاؤ اسے راضی کر لو۔ چنانچہ دو سو دینار (یعنی ہر کوڑے پر دو دینار) کے بدلے اس آدمی کو راضی کر لیا۔ ❶

۶: اسلامی ریاستوں کا تحقیقاتی دورہ:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے پہلے یہ سوچا کرتے تھے کہ عمال کی نگرانی، رعایا کی خبر گیری اور حکومت کی گوناگوں و کثیر معاملات میں اطمینان طلبی کا تقاضا ہے کہ میں بذات خود ریاستوں کا تحقیقاتی دورہ کروں چنانچہ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ اگر میں زندہ رہا تو پورے ایک سال اپنی رعایا کا دورہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ لوگوں کی کچھ ضرورتیں ہیں جو مجھ تک نہیں پہنچتی ہیں۔ ان کے افسران ان کی ضرورتیں مجھ تک نہیں پہنچاتے اور وہ خود مجھ تک نہیں پہنچ پاتے۔ میں شام جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا پھر الجزیرہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا، پھر بصرہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینے قیام کروں گا۔ پھر اللہ کی قسم میری زندگی کا یہ کتنا پیارا سال ہوگا۔ ❷ بہرحال آپ نے اپنے ان ارادوں میں سے کچھ کو تو عملی جامہ پہنایا خاص طور سے شام کی ریاست کا آپ نے کئی مرتبہ دورہ کیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیا، وہاں کے گورنران و افسران کے گھروں میں داخل ہوئے، ❸ تاکہ ان کی طرز رہائش کو قریب سے جان سکیں۔ چنانچہ آپ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی طرز رہائش وزاہدانہ زندگی کا مشاہدہ کیا، اسی دوران امیر المومنین اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے درمیان کچھ گفت و شنید بھی ہوگئی جس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے گھرانے کی بدحال زندگی کے واسطہ سے عمر رضی اللہ عنہ کو کافی طنز و ملامت کی۔ بالکل اسی طرح آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کوئی قابل ذکر چیز ان کے یہاں نہ ملی، صرف اسلحہ ملا جس کو درست کرنے میں اس وقت خالد بن

❶ الطبقات ابن سعد: ۳/ ۲۲۲.
❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۸، الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۶۱.
❸ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۶۱.

Marfat.com

ولید رضی اللہ عنہ مشغول تھے۔ واضح رہے کہ جب آپ ان (گورنران وافسران) کی تحقیق وتفتیش میں نکلتے تھے تو اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر اچانک ان کے گھر پہنچتے، وہ آدمی گورنر کا دروازہ کھٹکھٹاتا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود اندر آنے کی اجازت مانگتا، انہیں نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اجازت لینے والے کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ اس طرح جب عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوجاتے تو دقت نظر سے گھر کے ایک ایک سامان کا معائنہ کرتے اور ہر چیز کی جانچ پڑتال کرتے۔ ❶

ایک مرتبہ آپ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں سنا کہ وہ کھانے میں متنوع غذائیں استعمال کرتے ہیں تو آپ نے شام کے کھانے کے وقت ان کے گھر پہنچنے کا ارادہ کیا اور بالکل کھانے کے وقت پہنچے۔ جب ان کا کھانا دیکھا تو انہیں کھانے میں اسراف کرنے سے منع کیا۔ ❷

آپ نے تحقیق وتفتیش کے لیے صرف انہی دوروں پر بس نہ کی بلکہ اس کے لیے دوسرے طریقے بھی اختیار کیے مثلاً یہ کہ بسا اوقات والیان ریاست کے پاس بہت زیادہ مال بھیجتے اور اس کے پیچھے ہی اپنے جاسوسوں کو بھی بھیجتے تاکہ یہ معلوم کریں کہ ہمارے گورنران وحکام ملکی خزانے میں کس طرح تصرف کرتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو (۵۰۰) دینار بھیجے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پاتے ہی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ ان کی بیوی کہنے لگیں:

> ''اللہ کی قسم ہمارے گھر میں دیناروں کی آمد سے ہمیں نفع سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ہمارے پاس نماز پڑھنے کے لیے ایک پرانا کپڑا تھا، ابوعبیدہ نے اسے پھاڑ ڈالا اور اس میں دیناروں کو بھر بھر کر ضرورت مندوں تک پہنچانا شروع کر دیا، سارے دینار ان پر تقسیم کر دیے، کچھ باقی نہ بچا۔'' ❸

عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے سفر میں بالکل یہی طریقہ اپنے بعض دوسرے گورنران کے ساتھ اپنایا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ نے صرف دوران سفر اپنے گورنران کو جانچنے و پرکھنے پر اکتفا کیا ہو بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ انہیں مدینہ طلب کرتے اور ان کے کھانے پینے اور لباس پہننے کے انداز پر نگرانی کرنے کے لیے کسی کو مقرر کر دیتے۔ آپ کبھی کبھار خود یہ کام کیا کرتے تھے۔ ❹

۷: سرکاری دستاویزات اور فائلوں کی حفاظت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی پوری کوشش کرتے تھے کہ ریاستوں سے متعلق مخصوص کاغذات اور اسلامی خلافت کی عمومی دستاویزات مکمل طور پر محفوظ رہیں۔ خاص طور پر والیان ریاست اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے درمیان معاہدات ومصالحت کی فائلیں محفوظ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے تاکہ فریقین میں سے

---

❶ تاریخ المدینۃ: ۳/ ۸۳۷.
❷ الولایۃ علی البلدان: ۱/ ۱۶۲.
❸ تاریخ المدینۃ: ۳/ ۸۳۷.
❹ الولایۃ علی البلدان: ۱/ ۱۶۲.

Marfat.com

کبھی کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

روایات میں آتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صندوق تھا، آپ اس میں معاہدے و مصالحت کے تمام کاغذات رکھتے تھے۔ عصر حاضر میں ہم اسے ریکارڈ فائل یا حفظ خانہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ زیادہ امکان ہے کہ والیان ریاست بھی اپنے اہم کاغذات اور سرکاری خطوط کو محفوظ رکھتے رہے ہوں گے تاکہ بوقت ضرورت وہ ان کو دیکھ سکیں اور معاملات میں کوئی پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ ❶

والیان ریاست کے بارے میں رعایا کی شکایتیں:

عمر رضی اللہ عنہ والیان ریاست کے خلاف رعایا کی شکایتوں کی خود تحقیق کرتے تھے اور اس بات کی پوری کوشش کرتے تھے کہ معاملہ کی ہر اعتبار سے وضاحت اور گہری تحقیق ہو نیز اس سلسلے میں اپنے ہم نشین اصحاب فکر و نظر اور دانشوران سے مشورہ لے لیا جائے اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچنے کے بعد جو جس بدلہ اور سزا کا مستحق ہوتا تھا اسے سزا دیتے، خواہ وہ گورنر ہو یا رعایا ❷ چنانچہ اس بحث میں گورنران کے خلاف رعایا کی شکایتوں اور ان کے ساتھ فاروقی برتاؤ کے چند نمونے پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خلاف اهل کوفه کی شکایت:

جراح بن سنان اسدی کی قیادت میں کوفہ کے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنے امیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ واضح رہے کہ یہ ایسے نازک وقت کا واقعہ ہے کہ جب نہاوند میں مجوسیوں کا فوجی لشکر مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کے لیے زور شور سے تیاریاں شروع کر رہا تھا اور شکایت کرنے والے گروہ کو مسلمانوں پر دشمن کے ناگہانی حملہ آور ہونے کی کوئی فکر نہ تھی، حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کے لیے نہایت مہربان اور عدل پرور ثابت ہوئے تھے۔ باطل پسندوں اور فرقہ بندی کرنے والوں کے خلاف سخت تھے اور حق پرستوں اور اطاعت شعاروں کے لیے نرم تھے۔ اس کے باوجود جو لوگ برحق فیصلہ کے سامنے خود کو جھکانا نہیں چاہتے تھے اور من مانی زندگی گزارنا چاہتے تھے انہوں نے آپ کے خلاف ہنگامہ آرائی کی اور امیر المومنین سے شکایت کے لیے ایسا وقت منتخب کیا جس کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ امیر المومنین ہماری شکایت پر زیادہ توجہ دیں گے۔ وہ نازک وقت یہی تھا کہ مسلمان عنقریب شروع ہونے والی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور وقت کا تقاضا تھا کہ وہ متحد رہیں اور ان کی اتحادی قوت دشمنوں سے مقابلہ آرائی کے لیے کام آئے۔ واضح رہے کہ اس شر پسند گروہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے بالخصوص پیش نظر جنگی حالات میں۔ بہرحال شر پسند گروہ کو یہ امید تھی کہ موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسری طرف عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی شکایت کو قبول کیا اور کہا کہ اس کی تحقیق کی

---

❶ الولایة علی البلدان: ۱/ ۱۶۳. ❷ الإدارة الإسلامیة فی عهد عمر بن خطاب، ص: ۲۲۳.

Marfat.com

جائے گی۔ حالانکہ آپ بخوبی واقف تھے کہ یہ لوگ فتنہ انگیز وشر پسند ہیں اور من مانی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ نے ان کے بارے میں اپنی رائے پوشیدہ نہیں رکھی اور اسے کھلے لفظوں میں کہہ دیا ''مجھے غالب گمان ہے کہ تم لوگ گورنر پر ظلم کر رہے ہو اور حقائق چھپا رہے ہو پھر بھی آپ لوگوں کی شکایت کی تحقیق کی جائے گی۔'' آپ نے شکایت کے لیے ایسے نازک وقت کے انتخاب کو دیکھ کر ہی سمجھ لیا تھا کہ ان کی نیت بری ہے۔ ان سے کہا:

''تمہارے برے ارادے کی دلیل یہی ہے کہ تم ایسے وقت میں یہ معاملہ پیش کر رہے ہو جب دشمنوں اور مسلمانوں کی جنگی تیاریاں انتہائی عروج پر ہیں، تاہم اللہ کی قسم تمہارے معاملے کی تحقیق سے کوئی چیز میرے لیے مانع نہیں ہوسکتی اگرچہ دشمن تم پر حملہ آور ہی کیوں نہ ہو جائے۔'' ❶

چنانچہ ایک طرف مسلمان ایرانیوں سے محاذ آرائی کے لیے تیاریاں کر رہے تھے، عجمی بھی اپنا لشکر اکٹھا کر رہے تھے اور دوسری طرف عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو جو افسران کے خلاف آنے والی شکایتوں کی تحقیق کرتے تھے معاملہ کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تاکہ اہل کوفہ سے ان کے خلاف شکایت کی حقیقت معلوم کریں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ نہاوند کی جنگ میں شرکت کے لیے مختلف شہروں میں مجاہدین کے دستے تقسیم کیے جا رہے تھے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لے کر کوفہ کی مسجدوں میں جاتے اور علی الاعلان ان کے بارے میں لوگوں سے تحقیق کرتے۔ ان کے خلاف شکایتوں کی تحقیق خفیہ طریقے سے نہیں کرتے تھے اور ایسا کرتے کیوں؟ اس دور میں یہ ان کی شان کے خلاف تھا۔ ❷

اس طرز تحقیق سے ہمارے سامنے صحابہ کرام کا یہ منہج سامنے آتا ہے کہ ذمہ داروں اور ان کے ماتحت عملہ کے درمیان اگر کوئی اختلاف اور رنجش ہوتی تو وہ کس طرح اس کی تحقیق کرتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تحقیق علی الاعلان ہوتی تھی۔ ذمہ دار بھی موجود ہوتا اور اس کا ماتحت عملہ بھی۔ بہرحال محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جس مسجد میں بھی جاتے وہاں کے لوگوں سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتے اور ان سب کا یہی جواب ہوتا کہ ''ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں، ان کی جگہ پر ہم دوسرا امیر نہیں چاہتے، ان کے خلاف ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شکایت کی تائید کرتے ہیں۔'' صرف وہ لوگ جنہیں جراح بن سنان اور اس کے ساتھیوں نے بھکا رکھا تھا وہ لوگ سعد رضی اللہ عنہ کی طرف کسی برائی کو منسوب تو نہ کرتے البتہ خاموش رہتے اور قصداً کوئی تعریف نہ کرتے۔ جب یہ تحقیقی ٹیم بنوعبس تک پہنچی تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اگر تم میں سے کوئی آدمی شکایت کی حقیقت جانتا ہو تو وہ بتا دے چنانچہ اسامہ بن قتادہ نے کہا: اگر آپ نے ہمیں اللہ کا واسطہ دیا ہے تو ہم بتاتے ہیں، سنیے، یہ (عطیات وغنائم کو) برابر تقسیم نہیں کرتے، رعایا میں عدل وانصاف نہیں کرتے اور غزوات میں شریک نہیں ہوتے۔ اس وقت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! اگر اس کی بات جھوٹ ہے اور

---

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۰۳۔ ❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۰۳۔

Marfat.com

یہ شہرت و مکاری کے لیے یہ بات کہہ رہا ہے تو اس کی آنکھیں بے نور کر دے، بچوں کی کثرت کر دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔'' پھر نتیجہ یہی ہوا: کہ وہ اندھا ہو گیا اور اس کے دس بیٹیاں پیدا ہوئیں کسی عورت کے بارے میں سنتا تو غلط نیت سے اسے قبضہ میں کرنا چاہتا اور جب پکڑا جاتا تو کہتا: ''یہ سعد جیسے نیک و بابرکت آدمی کی بددعا کا نتیجہ ہے۔'' پھر سعد رضی اللہ عنہ نے پورے فتنہ پرور گروہ کے لیے یہ بددعا کی: ''اے اللہ! اگر یہ لوگ غرور، شر و فساد اور جھوٹا علم لے کر نکلے ہیں تو انہیں سخت آزمائش میں ڈال دے۔'' چنانچہ وہ سب سخت آزمائش سے دوچار ہوئے۔ جس دن حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر بلاس آباد میں ''جراح'' نے جان لیوا حملہ کیا تو تلواروں سے اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے۔ ''قبیصہ'' پتھروں سے مارا گیا، اور ''اربد'' تلوار کی پشت سے مار مار کر ہلاک کیا گیا۔

اس واقعہ میں پرہیزگاروں اور اللہ کے مقرب بندوں کے لیے اس کی مدد و معیت کی ایک نادر مثال موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے خلاف سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور ان سب کو بددعا کے برے انجام کا سامنا کرنا پڑا۔ بے شک سعد رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں کی دعا کی قبولیت اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں پر اللہ کی خاص عنایت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے منکرین اسلام کے اس پوشیدہ و موثر ہتھیار سے بہت خوف کھاتے ہیں اور تمام تر دنیاوی و مادی اسلحوں سے لیس ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ نہیں کر پاتے اور نہ اسے روک پاتے ہیں۔ جن لوگوں کے خلاف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بددعا کی تھی ان کی بری موت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے دل شر و فساد اور نفس پرستی کی آماجگاہ تھے اور اسی چیز نے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا۔

اس موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے دفاع کیا تھا اور کہا تھا: ''میں پہلا شخص ہوں جس نے مشرکوں سے لڑتے ہوئے کسی مشرک کا خون بہایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نام کے ساتھ اپنے ماں باپ کو ذکر کیا، مجھ سے پہلے کسی کو یہ سعادت نہ ملی چنانچہ آپ نے غزوہ احد کے موقع پر کہا تھا: ((فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .)) ''تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' میں اسلام لانے والا پانچواں فرد ہوں۔ بنو اسد کے لوگ کہتے ہیں کہ میں انہیں اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا ہوں اور شکار میں مشغول رہتا ہوں۔

بہرحال محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پوری تحقیق سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: اے سعد! تم نماز کیسی پڑھاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: پہلی کی دو رکعتیں لمبی اور آخر کی دونوں مختصر کرتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بارے میں میرا ایسا ہی گمان ہے۔ پھر فرمایا: اگر احتیاط کا تقاضا نہ ہوتا تو ان شرپسندوں کا راستہ بالکل واضح تھا۔ پھر پوچھا: اے سعد! تم کوفہ پر کس کو اپنا جانشین بنا کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ہی کو وہاں کا مستقل گورنر نامزد کر دیا۔ [1]

---

[1] تاریخ الطبری: ٥/ ١٠٤.

اس واقعہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے قول ''اگر احتیاط کا تقاضا نہ ہوتا تو ان شر پسندوں کا راستہ واضح تھا'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کی شکایتوں کی حقیقت واضح ہوگئی، وہ ظالم اور جاہل ہیں اور پھر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ سعد رضی اللہ عنہ ان شکایتوں سے بے داغ اور بری ہیں، تاہم امت مسلمہ کی مصلحت اس بات کی متقاضی ہے کہ فتنوں کے وجود میں آنے اور پر پرزے نکالنے سے قبل ہی انہیں دبا دیا جائے تاکہ اختلاف وانتشار اور قتل وخونریزی کی نوبت نہ آئے۔ چونکہ مدعی علیہ یعنی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تہمت سے بری تھے اس لیے ان کی ثقاہت وعظمت میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گورنری اور کسی بھی ذمہ داری کو اپنے لیے غنیمت نہیں بلکہ بارگراں سمجھتے تھے اور مکلّف کیے جانے پر اسے ایسا فریضہ سمجھتے تھے جس سے اللہ کی رضا مندی حاصل کر سکیں گویا مسلمانوں کے کسی معاملہ کی ذمہ داری اللہ کے پرہیزگار بندوں کے لیے عمل صالح کی بجا آوری اور آخرت سنوارنے کا ایک ذریعہ ہے اور اگر یہ مناصب وذمہ داریاں باعث فتنہ ہو جائیں تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس سے کنارہ کشی کر لی جائے، جیسا کہ ہم اس واقعہ میں دیکھ رہے ہیں اور چونکہ ہرنا گہانی واقعہ سابقہ روایات میں تبدیلی کا ایک رخ متعین کرتا ہے اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کچھ کیا کہ جب سعد رضی اللہ عنہ پر کچھ لوگوں نے انگلی اٹھائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس منصب سے ہٹا دیا اور آپ کے نائب اور قابل اعتماد فرد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ ❶ پھر سعد رضی اللہ عنہ کو آپ نے مدینہ میں باقی رکھا اور انہیں اپنے مشیروں میں شامل کر لیا ❷ اور جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا کہ جس سے پھر جانبر نہ ہو سکے تو جن چھ افراد کو خلافت کے لیے نامزد کیا ان میں سعد رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا اور اپنے بعد نامزد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کر گئے کہ سعد کو کہیں کا گورنر ضرور بنا دیں گے کیونکہ ان میں کسی برائی کی وجہ سے میں نے ان کو معزول نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ شر پسند عناصر کی برائی کا نشانہ نہ بن جائیں۔ ❸

۲: مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے تئیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں کافی سختی تھی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے زیر کنٹرول ریاست کے مختلف امور میں عمر رضی اللہ عنہ دخل اندازی کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے منبر بنوایا تو ان کی طرف خط لکھا کہ ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنے لیے منبر بنوایا ہے، تم اس پر چڑھ کر لوگوں کی گردن پر بیٹھنا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ کھڑے رہو اور مسلمان تمہارے قدموں کے پاس رہیں۔ میں تمہیں زور دے کر کہتا ہوں کہ اسے فوراً توڑ دو۔'' ❹

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سخت نگرانی سے کافی ڈرتے تھے اور جانتے تھے کہ امیر المومنین عدل وانصاف قائم کرنے اور شرعی حدود کے نفاذ میں کس قدر حریص ہیں۔ اس لیے آپ پوری کوشش

---

❶ التاريخ الإسلامي: الحميدی ۱۱/ ۲۲۲.
❷ دور الحجاز فی الحياة السياسية: ص۲۵۷.
❸ تاريخ الطبری: ۵/ ۲۲۵.
❹ فتوح مصر وأخبارها: ص۹۲.

کرتے تھے کہ امیر المومنین کے پاس میری کوئی ناپسندیدہ خبر نہ پہنچے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ یوں پیش آیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ایک دوسرے آدمی نے ایک شربت پی لیا، وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ نشہ آور ہے لیکن پینے کے بعد مدہوش ہوگئے پھر خود ہی وہ دونوں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنے اوپر شراب نوشی کی حد نافذ کرنے کا مطالبہ کرنے لگے۔ لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: اگر آپ حد نافذ نہ کرو گے تو میں اپنے والد کو بتا دوں گا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سوچا کہ اگر میں ان دونوں پر حد نافذ نہیں کرتا تو یقیناً خبر پا کر عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوں گے اور مجھے معزول کر دیں گے۔ پھر آپ نے لوگوں کے مجمع میں ان دونوں کو کوڑے لگوائے اور اپنے گھر میں لا کر ان کے سر کے بال منڈوا دیے۔ جب کہ سزا دینے کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ مجمع عام میں کوڑے لگتے اور وہیں سر کے بال بھی منڈائے جاتے۔ خبر ملنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے تہدید آمیز انداز میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، اس کا عنوان یہ تھا:

''تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں کوڑے مارے اور اپنے گھر میں اس کا سر منڈوایا حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے حکم کے خلاف ہے۔ عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک عام فرد ہے، تم اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کرتے جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے سوچا کہ وہ امیر المومنین کا صاحبزادہ ہے جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس آدمی پر اللہ کا حق واجب ہوتا ہو اسے اس پر نافذ کرنے میں میرے نزدیک کسی کے لیے کوئی مروت نہیں ہے۔''[1]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گورنری کے دوران میں ان کے فوجیوں کی طرف سے بھی ان کے خلاف کچھ شکایتیں کی گئیں نیز بعض قبطیوں نے بھی کبھی کبھی آپ کے خلاف عمر رضی اللہ عنہ سے شکایتیں کی۔ جس کی وجہ سے کئی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ طلب کیا تاکہ ان کی سرزنش کر سکیں۔ بلکہ کبھی کبھی بعض بے اعتدالیوں کی وجہ سے ان کو سزا بھی دی۔ مثلاً ایک مرتبہ جب ایک مصری آدمی کوڑے سے مارے جانے کی شکایت لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے کو طلب کیا پھر مصری رضی اللہ عنہ کو عمرو کے بیٹے سے بدلہ لینے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر تم اس کے باپ عمرو کو بھی مارو گے تو ہم بیچ میں نہیں آئیں گے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنم دیا ہے۔''[2]

اسی نوعیت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک فوجی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آیا کہ انہوں نے اسے منافق کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے شکایت سننے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھ کر اس

---

[1] تاریخ المدینة: ۳/ ۸٤۱.
[2] الولاية على البلدان: ۱/ ۸۱.

فوجی کے حوالے کیا کہ یہ خط لے جاؤ اور انہیں دے دو۔ اس خط میں حکم دیا تھا کہ عمرو مجمع عام میں بیٹھیں اور گواہوں کی گواہی سے فوجی کی شکایت کی تصدیق ہو جانے پر اس سے اپنے اوپر کوڑے لگوائیں چنانچہ گواہوں نے تصدیق کر دی کہ ہاں عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے منافق کہا ہے۔ جب یہ تصدیق ہوگئی تو بعض لوگوں نے سوچا کہ اگر فوجی عمرو رضی اللہ عنہ کو نہ مارتا اور اس کے بدلے کچھ معاوضہ لے کر چھوڑ دیتا تو بہتر ہوتا لیکن اس نے انکار کر دیا اور جب عمرو رضی اللہ عنہ کے سر کے پاس انہیں مارنے کھڑا ہوا تو ان سے پوچھا: کیا آپ کو مارنے سے مجھے کوئی چیز روک سکتی ہے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ جس بات کا تمہیں حکم ملا ہے اسے کر گزرو۔ تب اس آدمی نے کہا: میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ ❶

۳: بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایتیں:

جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی تھا، وہ دشمنوں میں کافی رعب رکھنے والا اور انہیں زیر کرنے والا تھا۔ ایک فتح کے موقع پر مجاہدین کو مال غنیمت حاصل ہوا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو اس کے حصے کا کچھ مال دے دیا لیکن اس نے کہا: میں اتنا ہی نہیں بلکہ سب لوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ناراض ہوگئے اور اسے بیس کوڑے مارے اور سر کے بال منڈوا دیے۔ اس آدمی نے اپنے بالوں کو اکٹھا کیا اور لے کر سیدھا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔ اس آدمی نے آتے ہی اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور بالوں کو نکال کر انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر پھینک دیا اور کہا: سنیے! اللہ کی قسم اگر جہنم کا خوف نہ ہوتا تو...... عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو کہ اگر جہنم کا خوف نہ ہوتا تو...... پھر اس نے اپنا پورا قصہ بیان کیا کہا کہ میں دشمنوں کو زیر کرنے والا اور ان میں رعب رکھنے والا آدمی تھا اور پھر اپنا پورا واقعہ بتایا اور کہا: مجھے ابو موسیٰ اشعری نے بیس کوڑے مارے ہیں اور میرا سر منڈوایا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ان سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا: اگر میری ساری رعایا اس آدمی کی طرح جرأت مند ہو جائے تو یہ میرے نزدیک سارے مال غنیمت سے بہتر ہے پھر آپ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''السلام علیك...... حمد و صلاۃ کے بعد! فلاں نے مجھے ایسی ایسی بات بتائی ہے اگر تم نے یہ حرکت مجمع عام میں کی ہے تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجمع عام میں بیٹھو تا کہ وہ تم سے بدلہ لے اور اگر تنہائی میں کی ہے تو تنہائی میں بیٹھو تا کہ وہ تم سے بدلہ لے۔'' چنانچہ وہ آدمی آیا، تو لوگوں نے اس سے کہا: معاف کر دو۔ اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم نہیں کسی کے بھی کہنے سے نہیں چھوڑوں گا اور جب بدلہ دینے کے لیے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیٹھے تو آدمی نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور کہا: اے اللہ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ ❷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، آپ نے ایک آدمی کو تیزی سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ آدمی ہم سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور اس آدمی

❶ تاریخ المدینة: ۳/ ۸۰۷، ۸۰۸ اس روایت کی سند منقطع ہے۔ ❷ محض الصواب: ۲/ ٤٦٧ اس کی سند حسن ہے۔

Marfat.com

کی ضرورت سننے خود گئے۔ چنانچہ وہ آدمی آیا اور رونے لگا۔ آپ بھی رونے لگے پھر پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے شراب پی لی تھی، جس پر ابوموسیٰ اشعری نے مجھے کوڑے مارے اور میرے چہرہ پر کالک ملی، لوگوں میں گھمایا اور سب کو میرا بائیکاٹ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ تلوار اٹھاؤں اور ابوموسیٰ کو مار ڈالوں یا آپ کے پاس چلوں تاکہ مجھے ایسی جگہ بھیج دیں جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو یا پھر دیار کفر میں چلا جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا: اگر صرف شراب نوشی ہی تمہارا جرم ہے تو اور لوگوں نے بھی دور جاہلیت میں شراب پی ہے۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ''میرے پاس فلاں آدمی آیا تھا اور اس نے یہ یہ بات بتائی لہٰذا اس خط کو پاتے ہی لوگوں کو حکم دو کہ اس کا بائیکاٹ بند کریں اس کے ساتھ میل محبت سے رہیں اور وہ اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی گواہی کو معتبر جانو۔'' پھر آپ نے اسے کپڑوں کا ایک جوڑا دیا اور دو سو درہم دینے کا حکم دیا۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ ''فلاں بن فلاں تیمی نے مجھے ایسی ایسی باتیں بتائی ہیں۔ اللہ کی قسم اگر تم نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو تمہارے چہرہ پر کالک ملوں گا اور لوگوں میں گھماؤں گا لہٰذا اگر تم چاہتے ہو کہ میری اس بات کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے تو فوراً لوگوں کو اس سے ملنے، اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کی اجازت دے دو اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اس کی گواہی بھی معتبر جانو۔'' پھر آپ نے اسے ایک جوڑا کپڑا، ایک سواری اور دو سو درہم دے کر روانہ کیا۔ ❷

اس واقعہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ خالص نمایاں نظر آتا ہے کہ آپ کا کوئی بھی گورنر مجرموں کو سزا دیتے وقت شرعی سزاؤں میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ ❸

٤: سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے خلاف حمص والوں کی شکایت:

خالد بن معدان کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حمص میں سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ کو ہمارا گورنر بنایا اور ایک مرتبہ جب عمر رضی اللہ عنہ حمص آئے تو کہا: اے حمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ تو انہوں نے ان کی شکایت کی۔ واضح رہے کہ اس وقت حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا کیونکہ اپنے حکام کے خلاف ان کی بھی شکایتیں کافی رہتی تھیں۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ سعید کے متعلق ہماری چار شکایتیں ہیں۔ وہ ہمارے پاس دن کافی چڑھ جانے کے بعد آتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: اس سے بڑی شکایت اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ آپ نے کہا: یہ تو بڑی شکایت ہے اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مہینے میں ایک دن بالکل گھر سے نہیں نکلتے۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی بڑی بات ہے اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مہینہ میں کسی نہ کسی دن اچانک بے ہوش ہو

❶ محض الصواب: ٢/ ٥٥٢ اس کی سند حسن ہے۔ ❷ صحیح التوفیق سیرۃ وحیاۃ الفاروق: ص ١٣٤، اس کی سند حسن ہے۔
❸ صحیح التوفیق سیرۃ وحیاۃ الفاروق: ص ١٣٣، اس کی سند حسن ہے۔

Marfat.com

جاتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو اور سعید رضی اللہ عنہ کو اکٹھا کیا اور گویا ہوئے: ''اے اللہ! سعید کے بارے میں میرے حسن ظن کو آج غلط نہ ٹھہرانا۔'' پھر فیصلہ شروع کیا۔ سعید رضی اللہ عنہ کے سامنے ہی لوگوں سے پوچھا: ان کے بارے میں تمہیں کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اس وقت تک گھر سے نہیں نکلتے جب تک کہ سورج کافی اوپر نہیں چڑھ جاتا۔ آپ نے سعید رضی اللہ عنہ سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں وجہ بتانا اچھا نہیں سمجھتا۔ پھر بھی ''میرے اہل خانہ کا خادم کوئی نہیں ہے، میں اپنا آٹا خود گوندھتا ہوں، اس میں خمیر آنے کا انتظار کرتا ہوں، اپنی روٹی خود پکاتا ہوں، وضو کرتا ہوں اور پھر گھر سے باہر نکلتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: رات کو کسی کی بات نہیں سکتے۔ آپ نے کہا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں وجہ بتانا معیوب سمجھتا ہوں پھر بھی ''میں نے دن ان لوگوں کے لیے اور رات اللہ کے لیے خاص کی ہے۔'' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کی اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: یہ مہینہ میں ایک دن گھر سے باہر بالکل نہیں نکلتے۔ آپ نے کہا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرے پاس کوئی خادم نہیں جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس دوسرے کپڑے ہیں کہ بدل لوں لہٰذا میں کپڑے دھو کر بیٹھا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ سوکھ جاتے ہیں، پھر انہیں درست کرتا ہوں اور دن کے آخری وقت میں لوگوں کے پاس آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا: اچانک کسی نہ کسی دن ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: سعید تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے مکہ میں خبیب کی شہادت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، قریش نے ان کے جسم کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹ دیا تھا پھر انہیں سولی پر چڑھا دیا اور کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا: اللہ کی قسم! میں ہرگز یہ پسند نہ کروں گا کہ اپنے اہل وعیال میں مزے اڑاؤں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ میں جب اس منظر کو سوچتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ اس وقت میں مشرک تھا، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اس لیے ان کی مدد نہ کر سکا، تو مجھے یہ خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز نہ بخشے۔ یہ سوچ کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب سن کر کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے میرے حسن ظن کو غلط نہیں ٹھہرایا اور پھر واپس جا کر سعید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہا: ان سے اپنا کام چلاؤ لیکن سعید رضی اللہ عنہ نے انہیں ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ [1]

۵: رعایا کے ایک فرد کے ساتھ حقارت واستہزاء کی وجہ سے گورنر کی معزولی:

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری نوجوان کو عامل (افسر) بنا کر بھیجا۔ وہ باشندگان حیرہ کے ایک رئیس عمرو بن حیان بن بقیلہ کے یہاں مہمان ہوئے، اس نے ان کی طلب کے مطابق

[1] حلیة الأولیاء: ۱/ ۲۴۵، أخبار عمر: ص ۱۵۲.

Marfat.com

خوب کھانا و پانی پیش کیا انہوں نے اس کا کافی مذاق اڑایا اور اسے بلا کر اس کی داڑھی پکڑ لی۔ وہ آدمی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور کہا: اے امیر المومنین! میں نے قیصر و کسریٰ کی بھی خدمت کی ہے لیکن آپ کی حکومت میں مجھے جس بے عزتی کا سامنا کرنا پڑا وہ ان میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ آپ کا فلاں عامل میرے یہاں مہمان بنا، ہم نے خور و نوش کی اشیاء اس کے سامنے پیش کیں تو اس نے میرا بہت مذاق اڑایا اور مجھے بلا کر میری داڑھی پکڑ لی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس عامل کو بلوایا اور کہا: سنو! اس نے تمہارے سامنے کھانا و پانی پیش کیا جیسا کہ تم نے طلب کیا تو کیا تم نے اس کی داڑھی پکڑی ہے؟ اللہ کی قسم اگر داڑھی رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوتی تو تمہاری داڑھی کے بال کا ایک ایک رواں اکھاڑ لیتا لیکن جاؤ اللہ کی قسم! آج سے تم کسی منصب کے قابل نہیں ہو۔ [1]

عہد فاروقی میں والیان ریاست کو دی جانے والی سزاؤں کی نوعیت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والیان ریاست کی نگرانی کے دوران ان کی بعض قابل سرزنش غلطیوں کو دیکھا، جس کی وجہ سے تادیبی کارروائی کی اور انہیں سزا بھی دی۔ البتہ واقعات کی نوعیت میں تفاوت اور خلیفہ کی صواب دید کی وجہ سے ان تادیبی کارروائیوں کی شکلیں مختلف رہی ہیں۔ یہاں چند اہم نوعیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا: غلطی کرنے کی صورت میں امراء و گورنران سے بدلہ دلانا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''سن لو! میں نے اپنے عمال (افسران) کو تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ وہ مار مار کر تمہاری چمڑیاں ادھیڑیں اور تمہارا مال تم سے چھینیں بلکہ انہیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تمہیں سنت نبوی اور دین کی باتیں سکھائیں۔ پس جس کے ساتھ اس کے خلاف برتاؤ کیا گیا ہو وہ اٹھے اور بتائے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے، میں اسے ضرور بدلہ دلواؤں گا۔'' [2]

آپ نے گورنروں کو ڈرانے اور عوام پر ظلم روکنے والے سرکاری بیانات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے عملی جامہ پہنایا جیسا کہ ہم نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی شکایت کرنے والوں کے گذشتہ واقعات میں بیان کیا ہے۔ [3]

۲: غلطی کرنے کی صورت میں والی کو معزول کرنا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غلطی کرنے اور ناپسندیدہ حرکتیں کرنے کی وجہ سے گورنران کو معزول کیا، اپنے ایک امیر کو فوجی معاملات میں بلا ضرورت دخل اندازی کرنے کی وجہ سے معزول کر دیا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ

[1] تاریخ المدینۃ: ۳/ ۸۱۳، یہ خبر سنداً صحیح ہے۔ الفاروق الحاکم العادل: ص ۱۱۔

[2] الولایۃ علی البلدان: ۲/ ۱۲۷، الأموال: ابی عبید، ص ۶۳، ۶۴۔ [3] الولایۃ علی البلدان: ۲/ ۱۲۶۔۱۲۷۔

امیر ریاست کو مجاہدین کے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو کہا: میں تم سے زور دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو کچھ بھی غلطیاں اور گناہ کیے ہیں ان سے مجھے آگاہ کر دو۔ وہ لوگ اپنی غلطیوں اور گناہوں کا اعتراف کرنے لگے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو کہا: وہ برباد ہو، آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟ جس چیز کو اللہ نے پردہ کی چادر میں رکھا ہے وہ اسے پھاڑنا چاہتا ہے؟ اللہ کی قسم وہ میرا عامل کبھی نہیں بن سکتا۔ ❶ اسی طرح جب آپ نے اپنے ایک گورنر کے بارے میں سنا کہ وہ اپنے شعری کلام میں شراب سے مثالیں دیتا ہے تو اس پر سخت غصہ ہوئے اور عہدہ سے معزول کر دیا۔ ❷

۴: والیان ریاست کے گھروں کے کچھ حصوں کو گرا دینا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کارروائی انہی گھروں کے ساتھ کرتے تھے جن میں شرعی مخالفت پاتے۔ آپ چاہتے تھے کہ گورنران کے مکانات بغیر دروازوں اور بغیر پردوں کے رہیں چنانچہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے سنا کہ انہوں نے اپنے گھر میں دروازہ لگوایا ہے تو ان کے پاس محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اس دروازے کو آگ لگا دیں۔ ❸ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دروازہ لگانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کا گھر بازار سے بالکل قریب تھا اور بازار کے شور و ہنگامے سعد رضی اللہ عنہ کو تکلیف دیتے تھے تو انہوں نے دروازہ لگوا لیا تھا تاکہ وہ ہنگامے اور آوازیں آپ تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ کو سعد رضی اللہ عنہ کے گھر اور دروازے کے بارے میں خبر مل گئی اور سنا کہ لوگ اسے "قصر سعد" (سعد کا محل) کہتے ہیں تو آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور کوفہ بھیجا اور کہا: سیدھا اس کے محل پہنچو اور اس کے دروازے کو آگ لگا دو پھر واپس آ جاؤ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے، لکڑیاں خریدیں اور محل تک آئے پھر دروازے کو آگ سے جلا دیا۔ ❹

ابن شبہ روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک کام کا ذمہ دار بنا کر بھیجا پھر آپ نے سنا کہ ان کی بیوی اپنے گھر کو بہت رنگ روغن کرتی ہے تو آپ نے مجاشع رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: "عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام...... سلام علیك ......اما بعد! مجھے خبر ملی ہے کہ "خضیراء" اپنے گھر کی بہت تزئین کرتی ہے لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو اس خط کو ہاتھ سے زمین پر رکھنے سے پہلے اس کے دلکش پردوں کو پھاڑ دو۔" راوی کا بیان ہے کہ مجاشع رضی اللہ عنہ کے پاس جب خط پہنچا تو ان کے پاس اور کئی لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے خط کو غور سے پڑھا، لوگوں کو محسوس ہو گیا کہ شاید کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ چنانچہ خط کو ہاتھ میں دبایا اور لوگوں سے کہا: اٹھیے چلیے، وہ لوگ اٹھے اور آپ کے ساتھ چل پڑے، اللہ کی قسم انہیں بالکل نہیں معلوم تھا کہ وہ کس کام کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ ان کو لے کر اپنے گھر کے دروازے پر آئے پھر خود گھر میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی بیوی سے

---

❶ تاریخ المدینة: ۳/ ۸۱۸.
❷ السیاسة الشرعیة: ابن تیمیة ص ۱۰۵.
❸ فتوح البلدان: ص ۷۷، نهایة الأرب: ۱۹/ ۸.
❹ الادارة الإسلامیة: مجدلاوی ص ۲۱۶.

Marfat.com

ملاقات ہوگئی، اس نے دیکھتے ہی ناراضی کو بھانپ لیا اور کہا: کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہٹ جاؤ، تم نے مجھے تکلیف دی ہے اور غصہ دلایا ہے۔ وہ عورت ہٹ گئی۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا: اندر داخل ہو جاؤ، وہ سب اندر گئے۔ پھر آپ نے کہا: آپ لوگ اپنی اپنی طرف سے اس پردے کو کھینچیں اور اسے پھاڑ دیں چنانچہ انہوں نے اسے مکمل طور پر پھاڑ دیا اور زمین پر گرا دیا اور مجاشع رضی اللہ عنہ ابھی خط اپنے ہاتھ میں لیے تھے اسے زمین پر نہ رکھا تھا۔

اسی طرح شام کے سفر کے دوران عمر رضی اللہ عنہ کو یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے کھانے پر مدعو کیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو اس میں کچھ پردوں کو لٹکتے ہوئے دیکھا۔ آپ انہیں پھاڑنے لگے اور کہتے: تیرا برا ہو، کیا تم دیواروں کو وہ کپڑا پہناتے ہو کہ اگر اسے انسانوں کو پہناؤ تو گرمی و سردی میں وہ ان کی ستر پوشی کرے۔ ❶

۴: تادیبی کارروائی میں مارنا پیٹنا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی تادیبی کارروائیوں میں مار میں بھی استعمال کیا۔ آپ کے بارے میں یہ بات کافی مشہور تھی کہ کوڑا ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی سے مارتے ہیں۔ بعض ناپسندیدہ حرکتوں کی وجہ سے آپ نے اپنے کچھ گورنروں کو مارا بھی ہے۔ چنانچہ جب آپ نے شام کا دورہ کیا تو اپنے بعض گورنران کے پاس ضرورت سے زیادہ سامان دیکھا، ان پر سخت ناراض ہوئے اور اپنے درّے سے ان کی پٹائی کی۔ ❷

شام ہی کے سفر میں بعض سپہ سالاروں نے آپ کا استقبال کیا، سب سے پہلے یزید بن ابی سفیان اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما ملے پھر خالد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی یہ سب لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور نہایت قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے جو مجاہدین کے لیے مناسب نہ تھا۔ آپ ان لوگوں کو دیکھ کر اونٹ سے اتر گئے اور پتھر اٹھا کر انہیں مارا اور کہا: کتنی جلدی تم اپنی باتوں سے پلٹ گئے ہو۔ خبردار! اس پوشاک میں کبھی میرا استقبال نہ کرنا۔ دو سال میں تم لوگ کافی آسودہ ہو گئے۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے دوبارہ ایسا کیا تو تمہیں بدل کر دوسروں کو سپہ سالار مقرر کر دوں گا۔ ان لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! لباسوں کی یہ چمک دمک صرف اوپر ہی ہے، اندر سے ہم ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ آپ نے فرمایا: تب ٹھیک ہے۔ ❸

عہدۂ گورنری سے ہٹا کر بکریوں کا چرواہا بنا دینا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کی تادیبی کارروائی میں یہ طریقہ بھی استعمال کیا۔ ابن شبہ روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو شام کا امیر بنا کر بھیجا پھر آپ کو خبر ملی کہ انہوں نے اپنے لیے اعلیٰ قسم کا ایک حمام بنایا ہے اور کچھ مخصوص لوگوں کو اپنا ہم نشین مقرر کیا ہے۔ آپ نے خط لکھ کر انہیں بلوایا، وہ آئے تو آپ نے انہیں تین دن کے لیے نظر بند کر دیا پھر باہر نکلنے کی اجازت دی اور ان کے لیے ایک اونی

---

❶ تاريخ المدينة: ٣/ ٨٣٢، الولاية على البلدان: ٢/ ١٢٨ . ❷ تاريخ المدينة: ٣/ ٨٣٤ .

❸ الولاية على البلدان: ٢/ ١٢٩ .

Marfat.com

جبہ منگوایا اور کہا: اسے پہنو۔ پھر انہیں چرواہے کا تھیلا دیا اور ساتھ تین سو بکریاں دے کر کہا: لے جاؤ انہیں چراؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو۔ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ انہیں لے کر چلے جب کچھ دور چلے گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا۔ وہ دوڑ کر آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا: اس اس طرح سے کام کرنا، جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے، ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آپ نے انہیں پھر بلا لیا اور کہا: عیاض ادھر آؤ، اس طرح کئی بار آپ ان کو کچھ سمجھاتے اور جانے کو کہتے، پھر بلاتے پھر جانے کو کہتے، یہاں تک کہ عیاض رضی اللہ عنہ کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ اور فلاں دن بکریوں کو لے کر میرے پاس آنا۔ عیاض رضی اللہ عنہ مقررہ دن پر بکریوں کو لے کر حاضر ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور کہا: ان بکریوں کے لیے پانی بھرو۔ عیاض رضی اللہ عنہ نے حوض بھرنا شروع کیا یہاں تک کہ اسے بھر دیا اور بکریوں کو پلایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں پھر لے جاؤ، چراؤ اور ان کی دیکھ بھال کرو اور فلاں دن لے کر آنا۔ اس طرح عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ دو یا تین ماہ اس تادیبی سزا کو جھیلتے رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا اور کہا: سنو! تم نے اعلیٰ قسم کا حمام بنوایا تھا اور اپنے نواب اور ہم نشین مقرر کیے تھے۔ کیا پھر ایسا کرو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تب آپ نے فرمایا: جاؤ اب اپنا کام سنبھالو۔ ❶ چنانچہ اس تادیبی سزا کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بعد عیاض رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے افضل ترین والیان ریاست میں شمار ہونے لگے۔ ❷

٦: والیان ریاست کا مال تقسیم کر لینا:

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں والیان ریاست کا مال تقسیم کرا لینے کا نظام آپ کی طرف سے ایک احتیاطی اقدام تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہمارے بعض گورنران کے پاس مالی آمدنی میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ لوگ اپنے منصب کے سبب یہ مال حاصل کرتے ہیں۔ ❸

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس احتیاطی تدبیر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خرید وفروخت، اجرت وٹھیکہ داری، مضاربت وشراکت، کھیتوں کو بٹائی وغیرہ دینے کے معاملات میں والیان ریاست کے ساتھ نرمی وسہولت کرنا، انہیں ہدیہ دینے کی ایک شکل ہے۔ اسی وجہ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دیندار اور مال دار گورنروں سے ان کا مال نصف نصف تقسیم کر لیا اور انہیں خیانت سے متہم نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں صرف منصب ملنے کی وجہ سے سہولتیں اور نرمی مل جاتی تھی لہٰذا ان کے ساتھ یہی برتاؤ مناسب تھا۔ آپ کا ایسا کرنا بالکل بجا تھا، اس لیے کہ آپ عادل حکمران تھے اور سب کو حقوق برابر تقسیم کرتے تھے۔ ❹

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جن گورنروں کا مال تقسیم کروایا تھا ان میں سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تھے، آپ جب کسی کو کہیں کا گورنر یا افسر بنا کر بھیجتے تو اس کی ذاتی جائداد لکھ لیا کرتے تھے اور آمدنی سے زیادہ

---

❶ تاریخ المدينة: ٣/ ٨١٧، ٨١٨، الولاية على البلدان: ٢/ ١٣٠.
❷ الولاية على البلدان: ٢/ ١٣٠.
❸ الولاية على البلدان: ٢/ ١٣٠.
❹ الفتاوى: ٢٨/ ١٥٧.

Marfat.com

جائداد ہونے کی صورت میں اسے تقسیم کرا لیتے اور کبھی مصلحت سمجھتے تو پوری جائداد لے لیتے۔ ❶ بسا اوقات والیان ریاست کے اقرباء و رشتے داروں کا مال بھی تقسیم کرا لیتے تھے بشرطیکہ آپ کے سامنے اس اقدام کی کوئی معقول وجہ ہوتی چنانچہ آپ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے مال سے آدھا حصہ لے لیا تھا تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور کہا: میں تو آپ کی کسی ذمہ داری پر مامور نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: لیکن تمہارا بھائی تو اسلامی بیت المال اور ''ابلہ'' کی کسٹم آمدنی کا ذمہ دار ہے۔ وہ تمہیں بطور قرض مال دیتا ہے تاکہ تم اس سے تجارت کرو۔ ❷

۷: زبانی اور تحریری ڈانٹ:

جناب عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر جب آپ کے پاس اکٹھے ہوتے تو آپ ان کے بے جا تصرفات پر انہیں سختی سے ڈانٹتے تھے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ ڈانٹ پلائی، اسی طرح عیاض بن غنم، خالد بن ولید اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھی ڈانٹا۔ ❸

آپ کی حکومت میں آپ کی تحریری ڈانٹ پھٹکار کی بہت سی مثالیں ہیں۔ انہی میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے ایک گورنر کے پاس کچھ لوگ آئے، انہوں نے عربوں کو عطیات سے نوازا اور غلاموں کو نہیں دیا تو آپ نے ان کو خط لکھ کر ڈانٹ پلائی: ''حمد و صلاۃ کے بعد! آدمی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ والسلام'' ❹

تادیبی کارروائیوں کی مذکورہ تمام مثالوں سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ والیان ریاست حکومتی محاسبہ اور مختلف شکل کی تادیبی کارروائیوں سے بالاتر نہ تھے۔ دورِ نبوی کے بعد خلافت راشدہ نے عدل و مساوات کا جو تابناک منظر پیش کیا پوری انسانیت نے کبھی اسے دیکھا بھی نہ تھا اور اسی بے لاگ عدل و انصاف ہی نے دنیا کے سامنے اسلامی تہذیب و تمدن کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ ❺

حکومتی مشکلات و پیچیدگیوں سے متعلق بحث و مباحثہ کے بارے میں آزادی کا جو تصور بھی ہمارے ذہنوں میں آ سکتا ہے وہ ساری آزادیاں خلیفہ اور ان کے گورنران کے بحث و مباحثہ میں موجود تھیں۔ والی ریاست خلیفہ وقت کی قوت واقتدار سے کبھی خوفزدہ نہ ہوتا تھا، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا دورہ کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ ایک جلوس لے کر آپ کا استقبال کیا اور جب دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو اپنے گھوڑے سے اترے اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور کہا: ''السلام علیکم!'' لیکن عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور جواب نہ دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ، امیر المومنین کے اونٹ کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہے، وہ موٹے آدمی تھے، چلتے چلتے ہانپنے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے اسے تھکا دیا اگر

❶ فتوح البلدان: ص ۲۲۰۔ ۲۲۱، الولایۃ البلدان: ۲/ ۱۳۱. ❷ شهيد المحراب: ص ۲۵۰.
❸ الولاية على البلدان: ۱/ ۱۳۱. ❹ فتوح البلدان: ص ٤٤٣.
❺ فتوح البلدان: ص ۲/ ۱۳۳.

Marfat.com

آپ اس سے بات کر لیں تو............ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے معاویہ! کیا تم ہی اس جلوس کے سردار ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں اے امیر المومنین۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باوجودیکہ تم اکثر گھر ہی میں رہتے ہو اور ضرورت مند تمہارے دروازے پر ہوتے ہیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں اے امیر المومنین۔ آپ نے پوچھا: تمہارا برا ہو، ایسا کیوں کرتے ہو؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس لیے کہ ہمارے شہروں میں دشمنوں کے بہت سارے جاسوس گھومتے ہیں اگر ہم پوری تیاری اور جماعت کے ساتھ نہ رہیں تو خوف ہے کہ ہماری تذلیل کی جائے اور ہم پر حملہ ہو جائے۔ رہی بات پردہ لگانے، گھر میں بیٹھنے اور ضرورت مندوں کے دروازوں پر کھڑے رہنے کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں رعایا کی نازیبا حرکتوں اور ان کی جرأت کا خوف ہے۔ اس سب کے باوجود میں آپ کا گورنر ہوں اگر آپ مجھے ان چیزوں سے روک دیں تو میں رک جاؤں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جب بھی تم سے کسی چیز کے بارے میں استفسار کیا تو تم کسی نہ کسی طرح بچ گئے۔ بہر حال اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تم نے عقلمندی کا کام کیا ہے اور اگر جھوٹے ہو تو کافی چالاک ہو، نہ میں تم کو کچھ حکم دیتا ہوں اور نہ کسی چیز سے روک رہا ہوں اور پھر آپ واپس لوٹ گئے۔ ❶

اس مقام پر قابل غور پہلو یہ ہے کہ باوجودیکہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنران کے سلسلے میں سخت گیر اور دقت نظر سے ان کا محاسبہ کرنے والے تھے اور جس کے خلاف معقول شکایتیں آتیں یا جو بے اعتدالی کے لیے مشکوک ہوتا اس کے خلاف تادیبی اقدام کرتے، پھر بھی اپنے والیان ریاست کے لیے آپ کے دل میں لگاؤ اور گہری محبت تھی، جس کی وجہ سے آپ کے گورنران بھی اپنے خلیفہ کے اخلاص، حسن نیت اور سچی وعادلانہ سیاست پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ اگر معرکہ کارزار سے مجاہدین کمانڈروں کے بارے میں اطلاع آنے میں دیر ہوتی تو ایسا لگتا تھا کہ آپ بے چینی سے وفات پا جائیں گے۔ آپ ان پر بہت شفیق ومہربان تھے۔ بعض عظیم جنگوں میں گہری نظر سے حالات کا جائزہ لینے خود نکلتے اور اطمینان قلب کی خاطر مجاہد کمانڈروں کے حالات معلوم کرتے رہتے، کبھی کبھار گورنروں وکمانڈروں سے اس طرح ملتے کہ ان کے درمیان محبت وشفقت دیکھنے کے لائق ہوتی۔ چنانچہ آپ بیت المقدس فتح کرنے نکلے اور جابیہ تک پہنچے تو آپ کے دونوں کمانڈر یعنی عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان دونوں نے فرط عقیدت سے عمر رضی اللہ عنہ کے گھٹنوں کو چوم لیا اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے جذبہ محبت سے سرشار ہو کر ان دونوں کو سینہ سے چمٹا لیا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا واقعہ

اس واقعہ میں دشمنان اسلام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصویر مسخ کرنے والی جھوٹی روایات کو سنوارنے اور ان

❶ الفاروق عمر بن خطاب: الشرقاوی ص: ۲۸۷.

Marfat.com

کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا اچھا موقع مل گیا اور جب اس سے بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا تو ایسی جھوٹی باتیں گھڑیں کہ جو قارئین پر فوراً اثر انداز ہو سکیں۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ عظمت صحابہ کو داغدار کرنے والی جن روایات کو جھوٹے راویان اور مولفین اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں اس کو سند مل جائے چنانچہ عمر بن خطاب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما دونوں ان دشمنانِ اسلام کی افتراء پردازیوں کا نشانہ بنے جنھوں نے ان دونوں کی تابناک تاریخ کے زریں صفحات کو مسخ کرنا چاہا اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب بیان کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا۔ دونوں عظیم شخصیتوں پر باطل تہمتیں چسپاں کیں اور ایسی روایات کو دلیل بنایا جن کی کوئی اساس نہیں اور خالص علمی تحقیق کے میدان میں ان کا کوئی وزن نہیں۔ ❶

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے واقعہ کو میں آئندہ صفحات میں بغیر کسی ہیرا پھیری اور حقائق کو توڑے مروڑے بالکل صحیح شکل میں نقل کر رہا ہوں۔ واقعہ کا آغاز اس طرح ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے دو مرحلے ہیں اور دونوں کے مخصوص اسباب ہیں:

ا: پہلی معزولی:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پہلی مرتبہ شام کے سپہ سالار اعظم کے عہدے اور قیادت عامہ سے معزول کیا۔ یہ معزولی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بالکل آغاز میں ۱۳ ہجری میں عمل میں آئی۔ یہ معزولی امراء و والیان ریاست کے ساتھ تعامل میں صدیقی و فاروقی منہج میں اختلاف کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے والیان ریاست و افسران امور کے ساتھ تعامل کا یہ طریقہ تھا کہ آپ انہیں تمام تر ملکی نظام میں تصرف کا مکمل اختیار دیتے تھے بشرطیکہ وہ افراد و جماعات سب کے درمیان عدل و انصاف برقرار رکھیں۔ آپ کا یہ نظریہ تھا کہ عدل و مساوات کا علم بلند رہے خواہ وہ آپ کے ہاتھ میں ہو یا آپ کے گورنران و آفیسران کے ہاتھ میں ہو۔ گورنر و امیر کو خلیفہ کی طرف سے یہ اختیار و حق تھا کہ اپنے ریاستی معاملات میں جو تدبیر و سیاست مناسب سمجھے کرے، ہر چھوٹی چھوٹی چیز کے خلیفہ کے حکم و اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بس یہی کوشش رہتی تھی کہ جب تک والیان و امراء رعایا میں عدل و انصاف قائم رکھتے ہیں انہیں مالی و غیر مالی اختیارات و ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ❷ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ آپ ان کو خط لکھ دیں کہ وہ بغیر آپ کی اجازت کے کسی کو ایک بکری یا اونٹ تک نہ دیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کے نام یہ حکم لکھ بھیجا تو خالد رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا: ''میں جس طرح کام کرتا ہوں کرنے دیں یا آپ جانیں اور آپ کا کام'' یہ جواب دیکھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے

---

❶ أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ: إبراهيم شعوط ص: ۲۲۳.

❷ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۲۱، ۳۲۲.

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیجیے۔ ❶ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر باقی رکھا۔ ❷

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو خلیفہ کے فرائض میں یہ چیز بھی شمار کی کہ وہ اپنے امراء و گورنروں کے اختیارات محدود کر دیں اور ان پر واجب کر دیں کہ جب کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اسے خلیفہ کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ خلیفہ خود اس پر غور کرے اور جس نتیجہ پر پہنچے اسے امراء و گورنران خلیفہ کے حکم کے بموجب نافذ کریں۔ آپ کا خیال تھا کہ خلیفہ خود اپنے عمل اور اپنی رعایا پر مقرر کیے ہوئے حکام و گورنران کے عمل کا بھی ذمہ دار ہے اور یہ ذمہ داری اتنی عظیم ہے کہ کسی گورنر یا امیر کی خطرناک غلطی کر جانے کے بعد یہ کہنے سے چھٹکارا ملنے والا نہیں کہ میں نے تو بہتر والی ریاست (گورنر) کے انتخاب میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ چنانچہ جب آپ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے کہا: ''اللہ نے تمہارے ذریعہ مجھ کو اور میرے ذریعہ تم کو آزمایا ہے، میرے دونوں ساتھیوں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے بعد اس نے مجھے باقی رکھا۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے معاملات میں سے کوئی بھی معاملہ مجھ تک پہنچنے والا تھا اور کسی نے اسے مجھ تک پہنچنے سے روک دیا تو میں اس میں امانت اور بدلہ کی پورا خیال رکھوں گا۔ اگر والیان ریاست نے اپنے عمل میں اچھائی کا مظاہرہ کیا تو میں ان سے اچھا برتاؤ کروں گا اور اگر برائی کا مظاہرہ کیا تو انہیں سخت سزا دوں گا۔'' ❸

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: ''میں نے اپنی صوابدید سے کسی کو بہتر جان کر اگر تم پر افسر بنایا پھر اسے عدل کرنے کا حکم دے دیا تو کیا میں نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی؟'' حاضرین نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس وقت تک ادا نہ کی جب تک کہ اس کے کام کو نہ دیکھ لوں کہ کیا اس نے میرے حکم کے مطابق کیا یا نہیں؟'' ❹

چنانچہ خلافت سنبھالتے ہی آپ نے چاہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ والیان ریاست کو اپنے منہج اور طرز سیاست پر کاربند کریں۔ ان میں سے کچھ نے آپ کے نظریہ کو تسلیم کر لیا اور کچھ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ انکار کرنے والوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ❺

مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا: ''میری اجازت کے بغیر کسی کو ایک اونٹ یا بکری تک نہ دینا۔'' خالد رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا: ''میں جس طرح کام کرتا ہوں یا تو مجھے اسی طرح کرنے دیں یا آپ کا کام آپ کے حوالے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جس چیز کا اشارہ کیا تھا اگر اب اسے نافذ نہیں کر دیتا تو اللہ کے نزدیک میں سچا نہیں ہوں اور پھر

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۱۱۵.　❷ التاريخ الاسلامي: ۱/ ۱٤٦.
❸ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۳۱.　❹ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۳۲.
❺ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۳۲.

Marfat.com

آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ ❶ پھر عمر فاروق، خالد رضی اللہ عنہما کو منصب قبول کرنے کو کہتے تھے تو وہ یہی کہتے تھے کہ میں خود جیسا مناسب سمجھوں گا وہی کروں گا لیکن عمر رضی اللہ عنہ ماننے سے انکار کر دیتے اور منصب دینے سے رک جاتے۔ ❷ چنانچہ معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو حکومتی سیاست اور اس نقطہ نظر سے معزول کیا تھا کہ حاکم اپنی پوری سلطنت کا ذمہ دار اعلیٰ ہے اور اسے تمام تر ملکی معاملات میں تصرف کا اختیار حاصل ہے اور حاکم کی سیاسی زندگی میں اس طرح کا واقعہ کسی کے ساتھ اور کسی وقت بھی پیش آنا ایک فطری چیز ہے۔ پس خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی میں بھی کوئی ایسی انوکھی چیز ظاہر نہیں ہوئی کہ اس کے اسباب کی وضاحت کے لیے غیر مستند روایات، فکری انحرافات اور ظن و وہم پر مبنی رجحانات کا سہارا لیا جائے اور ان کے متعلق من مانی رائے قائم کی جائے۔ ایک پہلو یہ بھی قابل غور ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے دور میں مسلمانوں کے خلیفہ بنے کہ اس میں لوگ کامل انسان تھے، فیض نبوت کے تربیت یافتہ تھے اور آپ کے اولین حقوق میں یہ چیز شامل تھی کہ جو امیر و گورنر آپ کے حکومتی وسیاسی نظریہ سے اتفاق رکھتا ہو آپ اسے منتخب کر لیں اور امت مسلمہ جب تک اعلیٰ صلاحیتوں سے مالا مال ہے تب تک آپ اس پر حکومت کریں کیونکہ کسی بھی حاکم وافسر کو اپنے منصب پر ہمیشہ باقی رہنے کا حق نہیں ہے۔ خاص طور پر ایسے وقت میں جب کہ حاکم وقت اور اس کے ماتحت افسران کے سیاسی طرز عمل میں اتفاق نہ ہو اور حاکم وقت کا کوئی متبادل بھی نہ ہو۔

بہر حال تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو توفیق الٰہی حاصل تھی اور اپنی مذکورہ سیاست میں ان کو بے نظیر کامیابی ملی۔ ایک کو معزول کیا تو فوراً دوسرے کو ذمہ دار بنایا اور جسے ذمہ دار بنایا وہ معزول کردہ شخصیت سے کم صلاحیت کا حامل نہ تھا۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسلام کی روحانی تربیت کا نتیجہ تھا جس کی اساس ہی اس بات پر قائم ہے کہ وہ ہمیشہ اس امت مسلمہ کو فدائی قوتیں اور اعلیٰ سیاسی صلاحیتیں فراہم کرتی رہے۔ ❸

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی معزولی کے حکم نامے کو بغیر کسی اعتراض کے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ہاتھوں سے ''قنسرین'' فتح کرایا۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہاں کا امیر بنا دیا اور امیر المومنین کے نام ''قنسرین'' کی فتح اور اس میں خالد رضی اللہ عنہ کے فاتحانہ کارنامے کے تذکرہ پر مشتمل ایک خط لکھا۔ خط پڑھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالد نے اپنے آپ کو خود ہی امیر بنا لیا ہے، اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے، وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔ ❹

گویا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ بہادری وجانبازی اور حرب و جنگ کے جن فنون وصلاحیتوں سے فطری طور پر نوازے گئے ہیں ان کے لیے انہوں نے خود کو وقف کر دیا ہے اور اسی لیے خطرناک

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۵۱۱.
❷ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۳۲.
❸ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۳۲، ۳۳۳.
❹ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ۳۲۱.

Marfat.com

سے خطرناک مواقع پر بھی پیش قدمی کرنے اور جان جوکھوں میں ڈالنے سے بالکل نہیں گھبراتے اور باوجودیکہ خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بہت اصرار کیا پھر بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول نہ کیا، وہ شاید اسی یقین واعتماد کی بناپر کہ خالد رضی اللہ عنہ فوجی قوت اور جنگی صلاحیت کے شاہکار ہیں اور امت مسلمہ کے بہادروں میں گنے چنے مخصوص افراد ہی ان جیسی ہستیوں کے متبادل ہو سکتے ہیں۔ ❶

اس طرح خالد رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چار سال تک کام کرتے رہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کبھی ایک مرتبہ بھی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی اختلاف و معارضہ نہیں ہوا اور خالد رضی اللہ عنہ پر معزولی کے اثر کو کم کرنے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فضل عظیم کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ کے دل کو پالش کرنے اور صاف کرنے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے عزت دینے، ان کے مقام ومرتبہ کو پہچاننے، ان کی بات کو فوقیت دینے اور مشورہ پر عمل کرنے نیز امارت سنبھالنے کے بعد اسلامی جنگوں میں انہیں پیش پیش رکھنے کا اتنا عمدہ اثر ہوا کہ اس نے انہیں میدان جنگ کا ایک بے مثال بہادر انسان بنا دیا۔ دمشق، قنسرین اور فحل کے معرکوں میں آپ کے فاتحانہ کارنامے آپ کی اس اعلیٰ روحانی تربیت کے سچے گواہ ہیں جس کے ذریعہ آپ نے معزولی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ آپ معزولی سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں سیف اللہ ہی بن کر زندہ رہے۔ ❷ اس مقام پر تاریخ نے ہمارے لیے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا وہ زریں قول بھی محفوظ رکھا ہے جسے آپ نے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے وقت ان کی ہمدردی میں کہا تھا۔ آپ نے کہا تھا: ''میں دنیا کی بادشاہت نہیں چاہتا اور نہ دنیا کے لیے کام کرتا ہوں، آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں بالآخر اس کا انجام فنا ہے، ہم دونوں آپس میں بھائی ہیں اور اللہ کے حکم کو قائم کرنے والے ہیں۔ کسی آدمی کے لیے یہ کوئی عیب کی بات نہیں کہ اس پر اس کا دینی بھائی حاکم ہو۔ والی (گورنر) جانتا ہے کہ خطرات وہلاکتوں کے وقت وہی آزمائش سے زیادہ قریب اور غلطیوں میں واقع ہونے والا ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے محفوظ کر دے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' ❸ اور جس وقت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت کی ماتحتی میں سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ سے جنگی مہم کے نفاذ کا مطالبہ کیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں ان شاء اللہ اس کے لیے حاضر ہوں، میں آپ کے حکم کا منتظر تھا'' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوسلیمان! آپ کو کچھ حکم دیتے ہوئے میں شرما رہا تھا، تو خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر میرے اوپر ایک چھوٹا بچہ بھی امیر بنا دیا جاتا تو میں اس کی اطاعت کرتا، پھر بھلا آپ کی مخالفت کیوں کر سکتا ہوں، حالانکہ آپ کا ایمان مجھ سے پہلے ہے، آپ مجھ سے پہلے اسلام لائے، اسلام میں سبقت لے جانے والوں کے ساتھ آپ نے سبقت کی اور جلدی ایمان قبول کرنے والوں کے ساتھ ایمان قبول کرنے میں جلدی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''امین'' کا لقب دیا، میں آپ کے مقام ومرتبہ کو

❶ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۲۱۔ ❷ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۴۶۔
❸ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۲۳۔

کیونکر پا سکتا ہوں۔ اس وقت آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے، میں کبھی آپ کی مخالفت نہیں کر سکتا اور نہ اب کبھی کسی امارت کو سنبھال سکتا ہوں۔'' سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ نے صرف ان باتوں کے کہنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اسے کر دکھایا اور فوراً مطلوبہ مہم کے نفاذ کے لیے نکل پڑے۔ ❶ اس واقعہ میں سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے قول وعمل سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ خالد اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما دونوں کے طرز فکر وعمل پر مذہب واخلاق کا رنگ غالب تھا اور جناب خالد رضی اللہ عنہ باوجودیکہ فوجی قیادت (سپہ سالاری) سے معزول ہو جانے کے بعد ذاتی طور پر حاکم سے محکوم بن چکے تھے پھر بھی خلیفہ ووالی کی اطاعت کے اصول پر قائم تھے۔ ❷

دراصل پہلی مرتبہ خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی اس وجہ سے نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ کو آپ پر کوئی شک تھا یا ان کے خلاف کوئی جاہلی کینہ دل میں مخفی تھا یا ان پر محرمات شریعت کے ارتکاب کی کوئی تہمت تھی، یا ان کے عدل وتقویٰ پر کوئی سوالیہ نشان تھا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ دو عظیم شخصیتوں کے سوچنے وعمل کرنے کا الگ الگ انداز تھا اور وہ دونوں ایسی قوی شخصیتیں تھیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہی طرز فکر وعمل کو نافذ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ پس ایسی صورت حال میں ضروری تھا کہ کوئی ایک اپنے طرز فکر وعمل سے پیچھے ہٹ جائے اور چونکہ امیر المومنین اور فوجی قائد کا ٹکراؤ تھا اس لیے مناسب یہی تھا کہ فوجی قائد بغیر کسی کینہ، دشمنی اور باطنی کدورت کے امیر المومنین کے سامنے جھک جائے۔ ❸

بے شک سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام کی فوجوں کا قائد وسپہ سالار بنانا بھی عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ توفیق الٰہی کا ایک مظہر تھا۔ بایں طور کہ یہ سب کچھ جنگ یرموک کے بعد پیش آیا تھا اور وہ وقت صلح کرنے، دشمن کے سینوں سے حسد وکدورت مٹانے، ان کے زخموں کو بھرنے اور دلوں کو جوڑنے کا متقاضی تھا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی یہ خوبی تھی کہ اگر دشمن کی طرف سے صلح ومصالحت کے دروازے کھلتے تو آپ صلح کو ترجیح دیتے اور اگر اسبابِ جنگ جنگ پر مجبور کرتے تو اس سے بھی پیچھے نہ ہٹتے گویا اگر صلح ومصالحت مناسب ہوتی تو وہی کرتے ورنہ جنگ کے لیے تیار رہتے اور چونکہ شامی شہروں کے باشندوں کے درمیان ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بردباری کا بڑا چرچا تھا، اس لیے وہ خود کو آپ کے سامنے جھکانے کے لیے تیار رہتے اور دوسروں کے مقابلہ میں ان کے سامنے اپنی بات کو پیچھے کر لیتے۔ اس طرح ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی شام کی گورنری فاروقی طرز سیاست کا نمونہ تھی اور اس مرحلہ میں ریاست شام کی سابقہ حکومتوں کے مقابلہ میں آپ کی ولایت (گورنری) سب سے بہتر تھی۔ ❹

۲: دوسری معزولی:

۱۷ ہجری میں ''قنسرین'' میں سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کی دوسری معزولی کا حکم آیا۔ ❺ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

❶ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین: ص ٨٤.
❷ نظام الحکم فی عهد الخلفاء الراشدین: ص ٨٤.
❸ أباطیل یجب أن تمحی من التاریخ: ص ١٣٢.
❹ عبقریة خالد: العقاد ص ١٥٤، ١٥٥، ١٥٦.
❺ تاریخ الطبری: ٥/ ٤١.

Marfat.com

کو خبر ملی کہ خالد اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہما روم میں دشمن کے علاقہ میں کافی اندر تک گھس گئے ہیں اور بے شمار مال غنیمت لے کر واپس ہوئے ہیں، ادھر سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کی شہرت سن کر لوگ مختلف علاقوں سے انہیں دیکھنے آتے تھے، انہیں میں سے اشعث بن قیس الکندی بھی تھے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطور عطیہ و بخشش اشعث کو دس ہزار درہم دیے۔ واضح رہے کہ خالد رضی اللہ عنہ کا کوئی کام سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہتا تھا۔ ❶ بہر حال جناب خالد رضی اللہ عنہ کی اس عطیہ نوازی کی خبر پا کر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سپہ سالار اعظم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جس مال سے خالد نے اشعث کو نوازا ہے اس کی آمدنی کی بابت تحقیق کریں اور فوج میں کام کرنے سے انہیں فوراً معزول کر کے مدینہ بھیج دیں۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جواب دہی کے لیے حاضر کیے گئے اور خلافت کی طرف سے مقررہ افراد کی کمیٹی معاملہ کی تحقیق کرنے لگی، اس کی قیادت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام کر رہا تھا چنانچہ معاملہ کی تحقیق میں خالد رضی اللہ عنہ اس بات سے بری ثابت ہوئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے مال غنیمت میں ناجائز تصرف کر کے اشعث کو دس ہزار درہم دیے ہوں۔ ❷

اور جب خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی معزولی کی خبر سنی تو اہل شام کو الوداع کہا اور اس موقع پر زیادہ سے زیادہ جس افسوس کا اظہار کیا اسے ان لفظوں میں بیان کر دیا: ''بے شک امیر المومنین نے مجھے شام کا امیر بنایا اور جب ملک شام مکھن اور شہد دینے لگا تو مجھے معزول کر دیا۔'' یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا: ''اے امیر! صبر کریں، اس بات سے ایک فتنہ برپا ہو سکتا ہے۔'' خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''نہیں، سن لو! ابن خطاب جب تک زندہ ہیں کوئی فتنہ برپا نہیں ہو سکتا۔ ❸''

یہ ہے زور آور اور قوی ایمان کی ایک جھلک، جس سے چنندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نوازے گئے تھے۔ غور کا مقام ہے کہ ایسے نازک موڑ پر کون سی روحانی قوت سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے اعصاب پر غالب تھی؟ اور خالد رضی اللہ عنہ کی زبان پر کون سا الہام ہوا کہ آپ نے یہ خوش گوار و حکیمانہ جواب دیا؟ ❹

سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کی زبان سے فاروقی خلافت کی بنیادوں کو استحکام عطا کرنے والے ان کلمات کو سن کر حیرت وغصہ سے بھڑکتے ہوئے لوگوں کے دل ٹھنڈے پڑ گئے اور انہوں نے جان لیا کہ ان کا معزول سپہ سالار ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو فتنوں اور تباہ کن انقلابات کی بوسیدہ و منتشر ہڈیوں پر اپنی عظمت کے محل تیار کرتے ہیں، بلکہ ان عبقری زماں لوگوں میں سے ہے جو تعمیر و اصلاح کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اگر زندگی ان کی اصلاحی و تعمیری کارناموں کو ڈھانا چاہے تو اپنی ذات کا اس بات پر سودا کر لیتے ہیں کہ اس کے غرور کا سر نیچا ہو جائے۔ ❺

سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف نکل پڑے اور وہاں پہنچ کر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی شان میں یہ شعر پڑھا:

---

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۲.
❷ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۲۴.
❸ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۴۷، الکامل فی التاریخ: ۲/ ۱۵۶.
❹ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۴۷.
❺ خالد بن ولید: صادق عرجون ص ۳۴۷.

صنعت فلم یصنع کصنعك صانع
وما یصنع الأقوام فاللہ یصنع ❶

''یقیناً تم نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جسے تمہاری طرح کوئی نہ کر سکا۔ (لیکن معلوم ہے کہ) قومیں جو کچھ بھی کارنامے انجام دیتی ہیں اللہ ہی حقیقت میں اس کا کارساز ہے۔''

سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کے بارے میں اپنا گلہ شکوہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے اور اے عمر! اللہ کی قسم! میرے معاملہ میں آپ اچھا نہیں کر رہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آ گیا؟ خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مال غنیمت سے ملے ہوئے میرے حصے میں سے ساٹھ ہزار سے جتنا زیادہ ہو وہ آپ لے لیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے حساب کیا تو خالد رضی اللہ عنہ کے پاس صرف بیس ہزار زیادہ نکلے اور پھر آپ نے اسے بیت المال میں داخل کر لیا۔ فرمایا: اے خالد! اللہ کی قسم تم مجھ پر مہربان ہو اور تم میرے نزدیک بہت محبوب ہو آج کے بعد تم مجھے کسی چیز پر ملامت نہ کرنا۔ ❷

اور پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں میں خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی پر معذرت کا خط بھجوا دیا، جس کا عنوان تھا: ''میں نے خالد کو ناراضی اور خیانت کی پاداش میں معزول نہیں کیا، بلکہ اس لیے کہ لوگ ان کے ذریعہ فتنہ میں واقع ہو رہے تھے، میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ انہی کی ذات پر بھروسا کر لیں اور ان کی وجہ سے آزمائش میں پڑ جائیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ لوگ جان لیں کہ اللہ ہی حقیقی کارساز (فتح دینے والا) ہے، وہ فتنہ کا نشانہ نہ بنیں۔'' ❸

۳: سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب کا اجمالی بیان و بعض فوائد:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت و سیاست کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی چند اہم اسباب کی بنا پر عمل میں آئی تھی، مثلاً:

توحید کی حفاظت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ: ''لوگ ان کے ذریعہ فتنے میں واقع ہو رہے تھے، میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ انہی کی ذات پر بھروسہ کر لیں اور ان کی وجہ سے آزمائش میں پڑ جائیں۔'' یہ قول اس بات کا غماز ہے کہ آپ کو خالد رضی اللہ عنہ کی ذات سے لوگوں کے فتنے میں واقع ہونے کا اندیشہ تھا، وہ یہ کہ لوگ کہیں ایسا نہ گمان کر لیں کہ یہ فتوحات اور مدد خالد رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ ہیں اور ان کا ایمان و یقین اس بات پر کمزور ہو جائے کہ مدد و فتوحات تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے قائد رہیں یا نہ رہیں اور آپ کی یہ احتیاطی کارروائی آپ کی کوشش و تمنا کے بالکل موافق تھی، جس میں آپ اپنے پورے حکومتی ادارے کو خالص اسلامی عقائد والی سلطنت میں رنگ دینا چاہتے تھے۔ خاص طور پر ان حالات میں جب کہ عقیدہ اور عقیدہ کی قوت کے

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۳. ❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۳. ❸ تاریخ الطبری: ۵/ ۴۳.

Marfat.com

نام پر اسلامی سلطنت اپنے دشمنوں سے خون ریزی اور طویل لڑائیوں میں مصروف تھی اور بہت ممکن تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ جیسے عظیم قائد غرور کے فتنے میں خود مبتلا ہو کر عوام کے فتنے کا سبب بن جائیں اور اپنے کو قوت وشجاعت کا ناقابل تسخیر پہاڑ سمجھنے لگیں۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ وہ سپہ سالارانہ عبقری شخصیت اور داد و دہش کے مالک ہیں اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ خود خالد رضی اللہ عنہ اور دولت اسلامیہ کو بھی خسارے کا سامنا کرنا پڑے۔

دراصل جس طرح لوگ اپنے خلیفہ یعنی عمر رضی اللہ عنہ سے مربوط اور ان سے خوش تھے اور خالد رضی اللہ عنہ سپہ سالاری کے اصولوں کے پابند اور تقویٰ کے جذبہ سے سرشار تھے ان کے ہوتے ہوئے اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ کے اندیشے ایک بعید احتمال معلوم ہوتے ہیں تاہم یہ عین ممکن تھا کہ آپ کی زندگی کے بعد اور خالد رضی اللہ عنہ جیسے فاتح دوراں سپہ سالار کے ساتھ کبھی یہ فتنے اور اندیشے حقیقی شکل اختیار کرلیں، لہٰذا ضرورت تھی کہ اسی دور میں اور خالد رضی اللہ عنہ جیسے عبقری زماں افراد کے ساتھ ہی ان فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ ❶

واضح رہے کہ ایک چھوٹا فوجی قائد جو اللہ کے راستے میں اچھی طرح آزمایا نہ گیا ہو اور جس کے کارناموں کی کوئی قابل شہرت نہ ہو، اس کے مقابلے میں ایک لیاقت مند باصلاحیت سپہ سالار کے بارے میں اس قسم کے فتنوں کا زیادہ ہی اندیشہ رہتا ہے۔ ❷ چنانچہ شاعر مصر حافظ ابراہیم نے اپنے دیوان میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس اندیشے کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

وقيل خالفت يا فاروق صاحبنا

فيه وقد كان أعطى القوس باريها

"اور کہا گیا کہ اے فاروق آپ نے ہمارے ساتھی (قائد) کے سلسلے میں صحیح فیصلہ نہیں کیا، (یا کہ ان کی مخالفت کی) حالانکہ کمان کے خالق نے ہی اسے کمان عطا کیا تھا۔"

فقال خفت افتتان المسلمين به

وفتنة الناس أعيب من يداويها ❸

"تو آپ (عمر رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: میں ان کی وجہ سے مسلمانوں کے فتنہ میں پڑ جانے سے ڈرا اور جب عوام فتنے میں پڑ جائیں تو اس کا کوئی علاج کرنے والا نہیں ہوتا۔"

مال خرچ کرنے میں نظریے کا تضاد:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سوچتے تھے کہ مال وعطا کے ذریعہ تالیف قلب اور کمزور عقیدہ لوگوں کی حوصلہ افزائی کا دور ختم ہو چکا اور اسلام اب ایسے لوگوں کا محتاج نہیں رہا، لوگ خود اپنے ایمان وضمیر کی حفاظت کریں تاکہ جس حد تک لوگوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا ہے کم از کم اس حد تک مثالی انسانوں کا ایک نمونہ پیش کر کے اسلامی

❶ الدولة الإسلامية في عصر الخلفاء الراشدين: حمدي شاهين ص ١٤٩ . ❷ عبقرية عمر: ص ١٥٨ .

❸ حروب الإسلام في الشام، باشميل، ص: ٥٦٦ .

Marfat.com

تربیت اپنے پیغام کو عام کر سکے، جب کہ دوسری طرف خالد رضی اللہ عنہ یہ سوچتے تھے کہ جو جیالے مجاہدین آپ کے ساتھ میدان جنگ میں برسر پیکار رہتے ہیں اور محض اللہ کی رضا کے لیے ان کی نیتیں شاید ابھی خالص نہیں ہیں، مال کے ذریعہ ان کی ہمت افزائی کرنے، ان کی عزیمت میں پختگی لانے اور ان کے جذبات کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ❶

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ یہ سوچتے ہیں کہ دوسروں کے بالمقابل کمزور مہاجرین مال کے زیادہ مستحق ہیں، اسی لیے جب جابیہ میں لوگوں کے سامنے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا عذر بیان کیا تو کہا: ''میں نے انہیں حکم دیا تھا کہ اس مال کو بے بس مہاجرین میں تقسیم کریں لیکن وہ طاقتوروں کو دیتے تھے۔'' ❷ بہرصورت سیدنا عمر اور خالد رضی اللہ عنہما دونوں کا اپنا اپنا اجتہاد تھا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے جن امور کا ادراک کر لیا خالد رضی اللہ عنہ اس کا نہیں کر سکے۔ ❸

سیدنا عمر اور خالد رضی اللہ عنہما کے سیاسی منہج کا اختلاف:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر بضد تھے کہ آپ کے گورنران ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں آپ سے اجازت لینے کے بعد ہی کوئی اقدام کریں، جبکہ خالد رضی اللہ عنہ کا سیاسی منہج یہ تھا کہ مجاہدانہ وفوجی کارروائیوں کے بارے میں وہ مطلق آزاد رہیں، کیونکہ انہیں اس بات پر یقین تھا کہ موقع پر موجود شخص حالات کی نزاکت کو جس قدر سمجھ سکتا ہے، غائب شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ❹

اور شاید یہ بات بھی ایک سبب رہی ہو کہ جدید دستوں کے لیے بھی میدان ملے تاکہ وہ مسلمانوں کو خالد، مثنی اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جیسے کئی دیگر سپہ سالار فراہم کر سکیں اور لوگوں کو اس بات کا احساس ویقین ہو جائے کہ نصرتِ الٰہی کسی ایک فرد کے ساتھ مرہون نہیں ہے، خواہ کوئی بھی ہو۔ ❺

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی پر اسلامی معاشرہ کا رد عمل:

اسلامی معاشرہ نے خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی قرارداد کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ کیونکہ کسی کو منصب پر فائز کرنا اور اسے معزول کرنا خلیفہ ہی کا حق ہے۔ چنانچہ شرعی نظم وطاعت کے تقاضوں اور خلافت کے تئیں اس عقیدہ واقرار پر سب متفق رہے کہ معزولی ومنصب نوازی فقط خلافت کا حق ہے۔

روایت ہے کہ رات کی تاریکی میں عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے، راستہ میں علقمہ بن علاثہ کلابی سے ملاقات ہوگئی، عمر رضی اللہ عنہ کافی حد تک خالد رضی اللہ عنہ کے ہم شکل تھے۔ علقمہ نے سمجھا کہ شاید یہ خالد رضی اللہ عنہ ہیں اور کہنے لگے: خالد! اس نے تم کو معزول کر دیا، یہ محض اپنی بخیلی کی وجہ سے کیا ہے، میں اور میرا چچا زاد بھائی، ہم دونوں ان کے پاس چیز طلب کرنے گئے تھے اور جب انہوں نے تمہیں معزول کر دیا تو اب ان سے کچھ نہیں طلب کریں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

❶ اباطيل يجب أن تمحى من التاريخ: ص ١٣٤ .
❷ البداية والنهاية: ٧/ ١١٥ .
❸ التاريخ الاسلامي: ١١/ ١٤٧ .
❹ الخلافة والخلفاء الراشدون: سالم البهنساوي ص ١٩٦ .
❺ أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ: ص ١٣٤ .

Marfat.com

نے علقمہ کے دل کی بات جاننا چاہی اور کہا: اے فلاں! تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: وہ (خلیفہ) ان لوگوں میں سے ہے جن کا ہمارے اوپر حق ہے، ہم ان کا حق ادا کریں اور ہمارا ثواب اللہ کے حوالے ہے۔

جب صبح ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا، علقمہ بھی وہاں موجود تھے، کہا: اے خالد آج رات علقمہ نے تم سے کیا کہا؟ خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم، اس نے کچھ نہیں کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حیرت ہے، انکار بھی کرتے ہو اور قسم بھی کھا رہے ہو؟ اس پر علقمہ کو جوش آ گیا کیونکہ ان کو یقین تھا کہ رات کو میں نے خالد رضی اللہ عنہ ہی سے بات کی ہے، چنانچہ وہ خالد رضی اللہ عنہ سے الزاماً کہنے لگے: اے خالد تم غلط کہتے ہو اور اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے علقمہ کو انعام دیا نیز ان کی ضرورت پوری کی اور کہا: اگر میرے پیچھے جو لوگ ہیں (یعنی رعایا) میری مخالفت کے باوجود تمہاری طرح سوچ رکھیں یعنی حاکم کی اطاعت بہر حال واجب جانیں تو یہ میرے نزدیک ہر چیز سے محبوب ہے۔ ❶

اسلامی سماج کے اس بے نظیر سمع و طاعت کے مظاہرے کے باوجود بعض اعتراضات بھی سامنے آئے چنانچہ جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خالد کی معزولی کا عذر بیان کرتے ہوئے کہا تھا: ''میں خالد بن ولید کی معزولی پر تم سے معذرت خواہ ہوں، میں نے انہیں حکم دیا تھا کہ یہ مال کمزور مہاجرین پر خرچ کریں، لیکن انہوں نے اسے طاقت وروں اور اغنیاء میں تقسیم کیا، اس لیے میں نے انہیں معزول کر دیا اور ابوعبیدہ بن جراح کو امیر بنا دیا۔''

یہ سن کر سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ نے کہا: ''اے عمر! میں آپ کی معذرت قبول کرنے کو تیار نہیں، آپ نے ایسے ذمہ دار کو معزول کیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا اور ایسی تلوار کو نیام میں ڈالا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نیام کیا تھا، ایسے جھنڈے کو جھکایا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب کیا تھا، آپ نے قطع رحمی کی ہے اور میرے چچا زاد بھائی کے ساتھ حاسدانہ برتاؤ کیا ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم قرابت و رشتہ داری کا حق ادا کر رہے ہو، نوعمر ہو، اپنے چچیرے بھائی کے سلسلہ میں آپے سے باہر ہو۔'' ❷

یہ ہے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کشادہ دلی کا مظاہرہ کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع کرتے کرتے عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ''حسد'' کی تہمت لگا دیتے ہیں، پھر بھی آپ اس کے لیے نہایت بردباری کا ثبوت دیتے ہیں۔ ❸

---

❶ الدولۃ الإسلامیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین: ص ۱۵۱ .

❷ السنن الکبرٰی، النسائی: ۸۲۸۳، اس کی سند صحیح ہے۔ محض الصواب: ۳/ ۴۹۶ .

❸ صحیح التوثیق فی سیرۃ وحیاۃ الفاروق: ص ۲۱۹ .

Marfat.com

۴: سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات اور بستر مرگ پر فاروقی عظمت کا اعتراف:

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس ابودرداء رضی اللہ عنہ عیادت کرنے کے لیے گئے، سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابودرداء! اگر عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو تم کئی ناپسندیدہ چیزیں اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میرا بھی یہی خیال ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کئی معاملات میں میں ان پر دل ہی دل میں بہت غصہ ہوا، لیکن اب اپنی اس بیماری میں جب اللہ کا فرشتہ عزرائیل میرے پاس آنے والا ہے میں نے ان معاملات میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے۔ جب آپ نے میرا مال تقسیم کرانے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو اس نے میرا ایک جوتے کا جوڑا بھی تقسیم کر دیا ایک اور لے لیا اور دوسرا میرے لیے چھوڑا، لیکن انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جو اسلام میں سبقت کرنے والے تھے اور بدری صحابہ تھے۔ وہ مجھ سختی کرتے تھے اور دوسروں پر بھی میری ہی طرح سختی کرتے تھے۔ میں انہیں قرابت داری کا حوالہ دیتا تھا لیکن وہ اللہ کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت یا کسی رشتہ دار کی رشتہ داری کی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کے اسی عمل کو دیکھ کر میرا غصہ جاتا رہا۔ وہ مجھ پر زیادہ ہی سختی کر رہے تھے اور یہ سب کچھ صرف فکر ونظر کے اختلاف کی وجہ سے تھا۔ میں جنگ میں ہوتا، مشکلات کو جھیلتا اور موقع کی نزاکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور وہ موجود نہیں ہوتے تھے، وہ یہ سب نہیں جانتے تھے، اسی وجہ سے میں لوگوں کو نوازا کرتا تھا اور میری یہ چیز ان کی مخالفت کا سبب بنی۔''[1]

اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو رونے لگے اور کہا: ''لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد مجھے اپنے تمام کارناموں میں ایک کارنامے کی وجہ سے بخشش کی زیادہ امید ہے، جب سخت سردی کے موسم میں رات کے وقت میں مہاجرین کے سریہ میں شریک تھا، ڈھال سنبھالے ہوئے پوری رات کاٹی تھی اور آسمان سے بارش ہو رہی تھی، میں صبح کے انتظار میں تھا کہ کافروں پر دھاوا بولوں۔ آپ لوگ بھی اپنے لیے جہاد لازم کر لو، میں اتنے اتنے معرکوں میں شریک ہوا، میرے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں ہے جس پر تلوار نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو اور اب دیکھو میں اپنے بستر پر مر رہا ہوں جیسے اونٹ مرتا ہے۔ بزدلوں کی آنکھیں خوف سے نہ سوئیں، میں شہادت کی موت مرنا چاہتا تھا لیکن قضا وقدر کا یہی فیصلہ تھا کہ اپنے بستر پر مروں۔''[2]

آپ نے موت کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بناتے ہوئے کہا:

''میں اپنی وصیت، میراث کی تقسیم اور اپنے عہد کا نفاذ عمر بن خطاب کے حوالے کرتا ہوں۔''

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کی اور خالد کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ شاعر نے کہا ہے:

---

[1] خالد بن وليد: صادق عرجون ص: ٣٤٩، الخلافة والخلفاء: ص ١٩٨ .

[2] سير أعلام النبلاء: ١/ ٣٨٢، الطريق إلى المدائن: ص ٣٧٦ .

لا ألفينك بعد الموت تندبني
وفي حياتي ما زودتني زادي ❶

''تمہیں میں ایسا نہ پاؤں کہ تم میرے مرنے کے بعد آہ وبکا کرتی رہو اور میری زندگی میں میرے لیے توشہ تک تیار نہ کیا۔''

خالد رضی اللہ عنہ کی وفات پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت غمگین ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہنیں بھی ان پر روئیں۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا: آپ انہیں (عورتوں کو) منع کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: اگر وہ ابوسلیمان کو اس طرح روئیں کہ نہ گریبان پھاڑیں نہ واویلا مچائیں تو انہیں رونے دیں۔ رونے والیوں کو ابو سلیمان جیسے لوگوں پر رونا چاہیے۔ ❷

اور خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''خالد کی موت سے اسلام میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو جلدی پُر نہیں ہوگا، کاش وہ زندہ ہوتے! جب تک رہے میدان کارزار میں ناقابل تسخیر پہاڑ بن کر رہے۔ اللہ کی قسم، وہ دشمن کے مقابلے میں ایک مضبوط دیوار تھے، ان کے مشورے قابل قدر ہوتے تھے۔'' ❸

ہشام بن بختری بنی مخزوم کے چند لوگوں کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہشام ایک شاعر آدمی تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ہشام مجھے وہ شعر سناؤ جو تم نے خالد کے بارے میں کہے ہیں۔ ہشام نے اپنے بہترین اشعار سنائے، پڑھ چکا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان پر اللہ رحم فرمائے، تم نے ان کی توصیف کا حق ادا نہیں کیا، وہ شرک اور مشرکوں کو قعر مذلت میں ڈالنا پسند کرتے تھے، ان کو برا بھلا کہنے والا اللہ کی ناراضی کا مستوجب قرار پائے گا۔ پھر آپ نے شاعر کے قول سے مثال دی:

فقل للذي يبغى خلاف الذي مضى
تهيأ لأخرى مثلها فكأن قد

''اس شخص سے کہہ دو جو گزری ہوئی چیز کے خلاف خواہش رکھتا ہے کہ اس کے مثل دوسری چیز کی تیاری کرے وہ تو گزر چکی۔''

فما عيش من قد عاش بعدي بنافعي
ولا موت من قد مات بعد بمخلدي

''جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا اس کی زندگی سے مجھے کوئی فائدہ نہیں اور نہ میرے بعد مرنے والے کی موت مجھے زندگی عطا کر سکتی ہے۔''

---

❶ الفاروق عمر: ص ٢٨٧ . ❷ الطريق إلى المدائن: ص ٣٦٦ .
❸ خالد بن وليد: صادق عرجون ص ٣٤٨ .

پھر عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''ابوسلیمان پر اللہ کی رحمت ہو، دنیا کی عظمت وشرافت کے مقابلے میں اللہ کے پاس ان کے لیے جو کچھ ہے وہ بہتر ہے۔ وہ بہتر کارناموں کے ساتھ زندہ رہے اور سب کو رنجیدہ چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر گئے۔''❶ میں نے نہیں دیکھا کہ زمانہ نے کسی کو دنیا میں ہمیشہ کے لیے زندگی عطا کی ہو۔ اس طرح ۲۱ ہجری میں خالد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور شام کے شہر حمص میں آپ کی تدفین ہوئی۔❷

اللہ تعالیٰ خالد رضی اللہ عنہ پر رحمت کے پھول برسائے اور مصلحین امت میں ان کی یادگار کو تا ابد باقی رکھے۔ (آمین)

❶ تهذيب تاريخ دمشق: ٥/ ١١٦.

❷ تاريخ الطبري: ٥/ ١٣٠، القيادة العسكرى: ص ٥٨٩.

Marfat.com

چھٹی فصل

عہد فاروقی میں عراق ومشرق کی فتوحات

- عراق ومشرق کی فتوحات کا دوسرا مرحلہ
- معرکہ قادسیہ
- معرکہ نہاوند (فتح الفتوح)
- بلاد عجم میں فتوحات کے دروازے کھل جانا
- دروس وعبر اور فوائد

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

عراق و مشرق کی فتوحات کا دوسرا مرحلہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت عراق میں جو فتوحات ہوئیں وہ مشرق میں پیش رفت کرنے والی اسلامی فتوحات کا پہلا مرحلہ تھیں۔ میں نے اپنی کتاب ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، شخصیت اور کارنامے'' میں انہیں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے صدیقی منصوبہ بندی کو کئی مرحلوں سے گزار کر پایہ تکمیل تک پہنچایا، گویا مشرق میں فتوحات کا یہ دوسرا مرحلہ تھا جس کا بیان کچھ اس طرح ہے:

ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کی امارت میں عراق کی جنگ:

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری کو منگل کی رات آپ کی تدفین عمل میں آئی، اس کے بعد جب صبح عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو اہل عراق سے جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو آمادہ کیا، انہیں جوش دلایا اور ثواب کی رغبت دلائی لیکن کوئی آگے نہ آیا۔ اس لیے کہ وہ اہل فارس کی جنگی قوت اور خونریز معرکہ آرائی کی وجہ سے ان سے جنگ کرنا ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے دوسرے اور پھر تیسرے دن بھی لوگوں کو اہل فارس سے جنگ کے لیے آمادہ کیا، مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی تائید میں بہت اچھی تقریر کی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عراق کے بیشتر علاقے مسلمانوں کو فتح میں نصیب کیے ہیں اور وہاں مجاہدین اسلام کو غنیمت میں بہت کچھ مال و جائداد اور زمینیں ملنے والی ہیں، لیکن تیسرے دن بھی کوئی آگے نہ آیا۔ البتہ چوتھے دن لوگوں کو ابھارنے اور جوش دلانے کے بعد ابوعبید بن مسعود ثقفی رحمہ اللہ سب سے پہلے آگے بڑھے اور پھر یکے بعد دیگرے لوگ آپ کا ساتھ دیتے گئے۔ ❶ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز پر ابوعبید ثقفی کے بعد سلیط بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا اور بولے: امیر المومنین! ان اہل فارس سے متعلق اب تک ہم شیطان کے دھوکے میں تھے، سنیے! میں نے اور جو میرے چچا زاد بھائی ہیں نیز اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں ہم سب خود کو اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ❷ سلیط رضی اللہ عنہ کا یہ روح پرور کلام لوگوں کو ابھارنے، ان کے جذبات کو بھڑکانے اور اہل فارس سے نبرد آزما ہونے میں بہت موثر ثابت ہوا اور لوگوں نے خلیفۂ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مطالبہ شروع کر دیا کہ آپ کسی مہاجر یا انصاری کو ہمارا امیر بنا دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو ابھارنے میں پیش پیش رہا ہے میں اس سے زیادہ امارت کا حق دار کسی دوسرے کو نہیں سمجھتا۔ اگر سلیط جنگی

---

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۲۶.

❷ الفتوح: ابن أعثم ۱/ ۱۶٤، الأنصار في العصر الراشدي: ص ۲۱٦.

امور میں جلد باز نہ ہوتے تو انہی کو تمہارا امیر بناتا، لہٰذا ابوعبید امیر ہوں گے اور سلیط وزیر۔ چنانچہ لوگوں نے سمع وطاعت کا مظاہرہ کیا۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ابوعبید رحمہ اللہ کو سب کا امیر بنا دیا تھا، وہ صحابی نہ تھے، تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے کسی صحابی کو ہمارا امیر کیوں نہیں بنایا؟ آپ نے جواب دیا: میں اس کو امیر بناؤں گا جس نے سب سے پہلے میری آواز پر لبیک کہا، بلا شبہ اس دین کی نصرت و تائید میں آپ لوگ اوروں پر سبقت لے گئے، لیکن اس معاملے میں انہوں نے تم سے پہلے رضا مندی ظاہر کی ہے، پھر آپ نے ابوعبید رحمہ اللہ کو بلایا اور انہیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کی اور کہا کہ تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ بھلائی کرنا، صحابہ کرام سے مشورہ لیتے رہنا اور سلیط بن قیس کو مشورہ میں نہ بھولنا، وہ میدان جنگ کے آزمودہ کار آدمی ہیں۔ ❷

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوعبید رحمہ اللہ کو مزید نصیحتیں کرتے ہوئے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مشوروں پر عمل کرنا، ان کو اپنے معاملات میں شریک رکھنا، جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ صبر و تحمل سے کام کرنا کیونکہ یہ جنگ ہے اور جنگ کے لیے ایسا صبر آزما اور متحمل مزاج آدمی مناسب ہوتا ہے جو موقع اور نزاکت کو پہچانتا ہو۔ میں نے سلیط کو صرف اس لیے امیر نہیں بنایا کہ وہ جنگی معاملات میں جلد باز واقع ہوئے ہیں اور جب تک کھلی ضرورت نہ ہو جنگ میں جلد بازی نقصان دہ ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ جلد باز نہ ہوتے تو انہی کو امیر بناتا۔ ❸ پھر فرمایا: تم ایسے علاقے میں جا رہے ہو جو مکر، دھوکا، خیانت اور غرور و تکبر سے بھرا پڑا ہے۔ ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جو شر و فساد کرتے کرتے اسی کے ماہر ہو گئے ہیں۔ خیر و صلاح کو پس پشت ڈال دیا ہے، گویا وہ اسے جانتے ہی نہیں، لہٰذا ان سے چوکنا رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور راز سے کسی کو واقف نہ کرانا کیونکہ راز دار جب تک راز کو راز میں رکھتا ہے وہ محفوظ ہوتا ہے اور کسی ناخوشگوار حالت کا سامنا نہیں کرتا اور جب اپنے راز فاش کر دیتا ہے تو وہ خود کو گنوا دیتا ہے۔ ❹

اس کے بعد آپ نے مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عراق جانے اور مزید فوجوں کے انتظار کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ جو مرتدین اسلام صدق دل سے توبہ کر کے اسلام میں دوبارہ داخل ہو چکے ہیں انہیں اپنے ساتھ لے لیں اور دشمن سے معرکہ آرائی میں انہیں بھی شریک کر لیں۔ مثنی رضی اللہ عنہ ان سب کو لے کر تیزی سے آگے بڑھے اور ''حیرہ'' پہنچے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ عراق، فارس اور شام کے محاذوں پر برابر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اسلامی فوجوں کو سامان رسد بھیجتے، انہیں اپنی تعلیمات، احکامات اور رہنمائیوں سے نوازتے رہتے، درپیش اور متوقع معرکوں کی منصوبہ بندی کرتے اور ان کی تنفیذ کی نگرانی و ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھتے۔

❶ ألانصار فی العصر الراشدی: ص ٢١٦ . ❷ البدایة والنهایة: ٧/ ٢٦ .
❸ إتمام الوفاء فی سیرة الخلفاء: ص ٦٥ . ❹ إتمام الوفاء فی سیرة الخلفاء، ص: ٦٥ .

Marfat.com

بہر حال سات ہزار (۷۰۰۰) کی تعداد میں غازیان اسلام سرزمین عراق کی طرف بڑھے اور عمر رضی اللہ عنہ نے والی شام ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام لکھا کہ خالد بن ولید کے ساتھ لڑنے والے جو مجاہدین عراق سے آئے تھے انہیں عراق روانہ کر دیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چار ہزار لوگوں کو عراق روانہ کیا اور وہ لوگ کوفہ پہنچے۔ مسلمانوں کی یہ جمعیت جب عراق میں اکٹھی ہوگئی تو اسے معلوم ہوا کہ اہل فارس کی حکومت میں اختلاف وانتشار ہے اور آخر کار انہوں نے کسریٰ کی بیٹی پوران کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا اور اس سے پہلے کی حاکم فارس آذرمیدخت کو قتل کر دیا اور پوران بنت کسریٰ نے رستم بن فرخزاد نامی ایک ایرانی شخص کو دس سال کے لیے ملکی باگ ڈور اس شرط پر دے دی کہ وہ اندرونی بدعنوانی اور بیرونی جنگی معاملات سے بہ نفس نفیس نمٹے گا اور دس سال گزرنے کے بعد ملکی بادشاہت پھر آل کسریٰ میں واپس آجائے گی اور رستم نے اسے قبول بھی کر لیا۔ واضح رہے کہ رستم ایک نجومی تھا، اسے علم نجوم میں مہارت تھی، اس سے پوچھا گیا کہ (ستاروں کو دیکھ کر) جب تم جانتے ہو کہ ایران کا حشر بہتر نہیں ہوگا تو پھر یہ ذمہ داری تم نے کیوں لی ہے؟ اس نے جواب دیا: اقتدار کی حرص اور شہرت کی محبت میں۔ [1]

نمارق، سقاطیہ اور باروسما کے معرکے

ا: معرکہ نمارق ۱۳ ہجری:

ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کے عراق پہنچنے اور وہاں کی فوجی کمان ہاتھ میں لینے کے بعد یہ معرکہ پیش آیا۔ دراصل اہل فارس کا مقصد یہ تھا کہ اس معرکہ کے گرمانے والے یعنی ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کو نفسیاتی طور پر دبا دیں اور عراقیوں کے دل میں اپنی کامیابی اور فتح کے قوی ارادوں کی پیشگی دھاک بٹھا دیں، چنانچہ انہوں نے اندرونی طور پر اپنی قوت مضبوط کی، لاؤ لشکر تیار کیا اور مسلمانوں کو ان کے آگے اور پیچھے ہر طرف سے گھیرنا شروع کیا۔ دوسری جانب عراق کے جاگیرداروں کو لکھا کہ اپنے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی نفرت کی آگ بھڑکائیں اور تمام اضلاع میں ایک نقیب مقرر کیا جو وہاں کے باشندوں کو بغاوت کے لیے تیار کریں، چنانچہ ''جابان'' کو حکم دیا کہ فرات کے ساحلی علاقوں سے ہوتا ہوا ''بہقباذ'' پہنچے اور ''نرسی'' اور ''کسکر'' پہنچے اور ایک لشکر روانہ کیا تاکہ وہ وہاں پہنچ کر لشکر تیار کریں اور وہاں سے مثنیٰ کی زیر قیادت اسلامی فوج پر حملہ کریں، مثنیٰ کو دشمن کے یکجا ہونے کی جب خبر ملی تو آپ نے اپنے ہتھیار بند مجاہدین کو ایک مقام پر سمیٹنا شروع کیا اور دوسری طرف عراقی جاگیرداروں نے بغاوت کا اعلان کر دیا، تمام اضلاع میں ایرانی ہرکاروں نے انقلاب کی آگ بھڑکانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور یکے بعد دیگرے ان کے علاقوں سے شر و فساد کی خبریں آنے لگیں۔ ابوعبید اور مثنیٰ اپنا اپنا لشکر لے کر ''خفان'' پہنچے اور مورچہ بندی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پھر ''نمارق'' کے میدان میں دونوں فوجیں صف آراء ہوئیں اور

[1] البداية والنهاية: ۷/ ۲۷.

Marfat.com

گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کو شکست دی۔ ایرانی فوج کا سپہ سالار ''جابان'' اور اس کے میمنہ کا افسر ''مردان شاہ'' دونوں گرفتار کر لیے گئے۔ یاد رہے کہ انھی دونوں نے مسلمانوں کے خلاف مذہبی نفرت کی آگ بھڑکانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا تھا۔ ❶ ''جابان'' کو مطر بن فضہ تمیمی نے گرفتار کیا تھا، وہ نہیں جان سکے کہ میرا قیدی حقیقت میں ایرانی فوج کا سپہ سالار ''جابان'' ہے۔ ''جابان'' نے ان کو دھوکا دیا اور کہا کہ کچھ معاوضہ لے کر مجھے رہائی دے دو۔ مسلمانوں نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور پکڑ کر ابوعبید رحمہ اللہ کے پاس لائے اور بتایا کہ یہ ایرانی لشکر کا سپہ سالار ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ابوعبید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اللہ سے خوف کھاتا ہوں، بھلا اس شخص کو کیوں قتل کر سکتا ہوں جسے ایک مسلمان امان دے چکا ہو۔ مسلمان باہمی تعاون ومحبت میں ایک جسم کی مثال ہیں، جو فرض کسی ایک مسلمان پر لازم ہو وہ سارے مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ ایرانی فوج کا قائد ہے۔ آپ نے کہا: قائد ہے تو رہا کرو، میں اس کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا اور پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ ❷

اس واقعہ میں ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ کا موقف مسلمانوں کے عفو و درگزر اور وعدہ وفائی کی ایک لازوال مثال ہے اگرچہ کسی ایک فرد ہی نے اسے مان لیا ہو۔ بے شک لوگوں کو مسلمان بنانے اور انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے میں ان بلند اخلاق کا بہت بڑا اثر تھا، چنانچہ جوں جوں غیر مسلموں میں اس بات کا چرچا ہوتا کہ مسلمانوں نے ایرانی فوج کے عظیم قائد کو محض اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ مسلمانوں کے عام آدمی نے فدیہ لے کر اسے چھوڑ دینے کا وعدہ کر لیا تھا تو وہ دین اسلام کی طرف کشاں کشاں چلے آتے۔ دراصل یہ دین اسلام کا کمال تھا جس نے ان جیسے افراد کو جنم دیا تھا۔

اس مقام پر ہم مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے شاندار موقف کو بھی نہیں بھول سکتے کہ وہ خود کو ابوعبید رحمہ اللہ کی امارت کے تابع کر دیتے ہیں جب کہ خود عراق کے قدیم سپہ سالار رہ چکے ہیں۔ ابوعبید رحمہ اللہ ابھی پہلی مرتبہ وہاں آ رہے ہیں۔ اس فرماں برداری کی روح تھی کہ امیر المومنین نے ابوعبید کو امیر بنا کر بھیجا تھا، قابل رشک ہیں وہ سپہ سالار اور ان کے ماتحت فوجی۔ مثنی رضی اللہ عنہ فطری طور پر ان اوصاف حمیدہ کے زیور سے آراستہ تھے، اس سے پہلے وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کر چکے تھے۔ اسلام کے لیے ان کی محبت و فریفتگی میں کبھی کوئی بدلاؤ نہیں آیا خواہ وہ سپہ سالار فوج رہے ہوں یا ایک عام سپاہی اور ایسا کیوں نہ ہوتا نابغہ روزگار ہستیاں اسی طرح ہوا کرتی ہیں۔ ❸

۲: کسکر میں معرکہ سقاطیہ:

ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ نے معرکہ نمارق میں فتح پانے کے بعد ایران کی شکست خوردہ فوج کا پیچھا کیا، اس نے

❶ حركة الفتح الإسلامي: شكري فيصل ص ۷۲.
❷ الكامل في التاريخ: ۲/ ۸۷.
❸ التاريخ الإسلامي: ۱۰/ ۳۳٤.

Marfat.com

بھاگ کر ’’کسکر‘‘ ❶ میں پناہ لی، یہاں کی فوجی قیادت کسریٰ کے خالہ زاد بھائی ’’نرسی‘‘ کے ہاتھ میں تھی۔ نرسی نے ابوعبید رحمہ اللہ سے پنجہ آزمائی کے لیے ان لوگوں سے بھرپور تعاون وتائید کی۔ ’’سقاطیہ‘‘ ❷ میں ان کی ابوعبید رحمہ اللہ سے معرکہ آرائی ہوئی، آپ نے ان کو ذلت آمیز شکست دی اور بہت کچھ اموال غنیمت اور کھانے پینے کی چیزیں حاصل ہوئیں۔ ❸ نرسی شکست خوردہ ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے اس کے لشکر واراضی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے خزانوں میں سے کافی بیش قیمت چیزیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اس معرکہ میں جس چیز کو پا کر مسلمان سب سے زیادہ خوش تھے وہ ’’نرسیان‘‘ ❹ کھجور کے درخت تھے۔ ’’نرسی‘‘ خاص طور سے اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ یہ کھجوریں شاہان ایران کی من بھاتی کھجوریں تھیں۔ مسلمانوں نے وہ کھجوریں آپس میں تقسیم کیں اور عراق کے کاشت کاروں کو بھی کھلائیں، نیز اس کا خمس عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور لکھا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی غذاؤں سے نوازا ہے جسے شاہان ایران اپنے لیے مخصوص رکھتے تھے، ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی اسے دیکھیں اور اللہ کے فضل وکرم کو یاد کریں۔ ❺

اس واقعہ میں ہمیں مسلمانوں کے ایک عظیم اخلاقی ومثالی کردار کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک زمانے سے انسانی حقوق سے محروم اور زخم خوردہ جذبات وشکستہ دل کسانوں کو ان کی انسانی عظمت کا احساس دلایا اور انہیں ان کے بادشاہوں کا شاہی کھانا کھلایا، جسے کھانا ان کے لیے اس سے پہلے حرام ہوتا تھا۔ گویا مسلمان فاتحین زبان حال سے گویا تھے کہ ’’اس عظیم دین اسلام کو قبول کر لو جو تمہارے مرتبہ کو بڑھاتا ہے اور شاہان عجم کی غصب کردہ تمہاری انسانی کرامت تمہیں واپس دلاتا ہے۔‘‘ ❻

ابوعبید کسکر میں قیام پذیر ہوئے اور ایرانی فوج کو پیچھے دھکیلنے نیز جن کسانوں نے مسلمانوں کا عہد وپیمان توڑ کر اہل فارس کی مدد کی تھی انہیں سزا دینے کے لیے اپنی فوج اطراف وجوانب میں پھیلا دی، اس طرح ’’کسکر‘‘ کے علاقہ میں مسلمان بھاری پڑ گئے۔ اس فتح ونصرت الٰہی کے بعد ایرانی علاقوں کے کچھ والیان ریاست وجاگیرداران ابوعبید رحمہ اللہ کے پاس صلح کی خواہش لے کر آئے، ان میں سے دو والیان ریاست نے اپنا اعلیٰ وعمدہ کھانا ابوعبید رحمہ اللہ کی ضیافت میں پیش کیا اور کہا: یہ آپ کی ضیافت میں ہے، اس کے ذریعہ ہم آپ کی قدر اور عزت وتکریم کرنا چاہتے ہیں۔ ابوعبید رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا تم نے میرے لشکر کے تمام لوگوں کی اسی طرح اعزاز واکرام سے ضیافت کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ابھی تو ہم سب کے ساتھ ایسا نہیں کر سکے ہیں لیکن ضرور ایسا کریں گے۔ ابوعبید رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ایسے کھانوں کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمارے تمام سپاہیوں کے لیے کافی

❶ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ ہے۔
❷ واسطہ کی سرزمین میں ’’کسکر‘‘ کا ایک سرحدی علاقہ ہے۔
❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٧٢.
❹ انتہائی عمدہ قسم کی کھجور کا نام ہے۔ (مترجم)
❺ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٧٢.
❻ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٣٥.

Marfat.com

نہ ہو۔ ابوعبید کی بات سن کر وہ سہم گئے اور اپنے بارے میں خطرہ محسوس کرنے لگے۔ ابوعبید نے کہا: کیا میں نے تم کو نہیں بتلایا کہ میں اس کھانے کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگانے والا ہوں جب تک کہ میرے ساتھ لڑنے والے میرے تمام سپاہیوں کو یہی کھانا نہ مل جائے۔ انہوں نے کہا: آپ کے لشکر کے تمام سپاہیوں کو ان کے ٹھکانوں پر یہی کھانا شکم سیر کر کے کھلایا جا چکا ہے۔ پھر جب آپ نے اس کی تحقیق کر لی تو ان کی ضیافت قبول فرمائی۔ آپ نے کھانا خود بھی تناول فرمایا اور آپ کے ساتھ جو لوگ مہمان ہوا کرتے تھے انہیں بھی کھانے کے لیے بلا بھیجا۔ حالانکہ اہل فارس کی طرف سے ان کی بھی مہمان نوازی ہو چکی تھی۔ ہمیشہ آپ کے ساتھ کھانے والے رفقاء کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ابوعبید رحمہ اللہ کی خدمت میں انواع واقسام کے عمدہ ولذیذ کھانے پیش کیے گئے ہیں، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ روزانہ کی طرح آج بھی کھانا جھوٹا ہوگا اور جو کھانا انہیں پیش کیا گیا تھا اسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ جو آدمی انہیں کھانے کے لیے بلانے آیا تھا اس سے انہوں نے کہلوا دیا کہ جاؤ اور ہمارے امیر لشکر سے کہہ دو کہ ہمیں اب مزید کھانے کی خواہش نہیں ہے۔ امیر لشکر ابوعبید نے پھر ایک آدمی کو یہ کہلا کر بھیجا کہ یہاں شاہان عجم کے کھانوں کی ارزانی وفراوانی ہے، ہمارے پاس آجاؤ اور دیکھو کہ جسے تم کھا رہے ہو اس کے مقابلے میں اس کی کیا شان ہے۔ ❶

اس طرح خاکسار و صاحب کمال امیر لشکر نے دو مرتبہ عجمی جاگیرداروں کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تیسری مرتبہ جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ جس طرح یہ لوگ میری ضیافت کرنا چاہتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی بہتر انداز میں میرے لشکر کے تمام افراد کو وہ یہی کھلا چکے ہیں تب آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ مزید برآں تنہا کھانا پسند نہ کیا، بلکہ اپنے مہمانوں کو بلوایا اور ان سے کھانے کے لیے اصرار کیا، نوع بہ نوع کھانوں کا ذکر کیا تاکہ وہ بھی کھانے میں شریک ہو جائیں اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ بھی میری طرح جاگیرداران عراق کا عمدہ کھانا کھا رہے ہیں تب آپ نے لقمہ اٹھایا۔ یہ ہے بلند اخلاق اور عزت کا ایک نمونہ اور کیوں نہ ہو کہ اخلاق فاضلہ کامیاب حکومت کا ایک اہم عنصر ہوا کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے یہ مواقف ہمیں سامان عبرت دیتے ہیں کہ دیکھو وہ اخلاقی بلندی اور تہذیب وتمدن کی ترقی کے کتنے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ❷

۳: معرکہ باروسما ۱۳ ہجری:

اسلامی فوج، ایرانی افواج کو سقاطیہ میں شکست دینے کے بعد سقاطیہ کے درمیان ''باروسما'' نامی ایک مقام پر ایرانیوں سے محاذ آرا ہوئی، نرسی کے میمنہ اور میسرہ پر اس کے دو ماموں زاد بھائی ''بندویہ'' اور ''بیرویہ'' تھے اور رستم ہزیمت کی خبر ملنے کے بعد جالینوس کو فوج دے کر ''نرسی'' کی مدد کے لیے روانہ کر چکا تھا۔ جب ابوعبید رحمہ اللہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ''نرسی'' تک جالینوس کی مدد پہنچنے سے پہلے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ دونوں فوجوں میں

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٧٢، ٢٧٣. ❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٣٦.

گھمسان کی لڑائی ہوئی بالآخر ایرانی فوج شکست کھا گئی اور نرسی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس کے بعد ابوعبید نے مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور دیگر فوجی دستوں کو عراق کے نشیبی علاقوں مثلاً نہر جور وغیرہ میں روانہ کیا۔ انہوں نے ان علاقوں کو کہیں صلح اور کہیں جنگ کے ذریعہ فتح کیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ وخراج نافذ کرتے ہوئے بہت سارا مال غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ انہوں نے جالینوس کی فوج کی بھی کمر توڑ دی تھی جو جابان کی مدد کے لیے آرہی تھی، اس کی فوج کا اسلحہ وغیرہ مال غنیمت کی شکل میں ہاتھ آئے اور وہ ذلت وحقارت کی کالک ملتے اپنی قوم کی طرف بھاگ گیا۔ ❶ اس طرح نہایت مختصر مدت میں پے در پے تین ایرانی لشکروں کا صفایا ہوگیا حالانکہ اہل فارس کے لیے ممکن تھا کہ اپنی فوج کو اکٹھا کرلیں اور کثرت تعداد کی بنا پر مسلمانوں کو ان کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں ہر طرف سے گھیر لیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا بلکہ دشمن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ مسلمانوں سے قدر مرعوب وخوفزدہ ہوگئے کہ ان کا ہر سپہ سالار یہی تمنا کرتا تھا کہ کاش میری جگہ دوسرے کو مقابلہ کرنا پڑتا اور وہ مسلمانوں کو کمزور کر دیتا تو بہتر ہوتا، ان تمام معرکوں میں مسلمانوں کی فوجی پیش قدمی اور دشمن کی سست رفتاری نے مسلمانوں کو خوب فائدہ پہنچایا۔ ❷

معرکہ جسر ۱۳ ہجری:

ایرانی فوج کا سپہ سالار جالینوس جب مسلمانوں سے شکست خوردہ ہوکر فارس واپس لوٹا تو اہل فارس نے اسے اور اس کی فوج کو کافی ملامت کی اور غرور کی پیشانی سے ذلت و ہزیمت کا پسینہ دھونے کے لیے آپسی اختلافات بھلا کر رستم کی حکمرانی پر سب متفق ہوگئے اور رستم نے ذوالحاجب بہمن جاذویہ کی قیادت میں بہت بڑی فوج مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کی اور اسے چیتے کی کھال کا بنا ہوا ''درفش کاویانی'' (عظیم پرچم) نامی کسروی جھنڈا دیا، اہل فارس کی نگاہوں میں وہ جھنڈا متبرک مانا جاتا تھا، گویا وہ اسے فتح کی علامت سمجھ رہے تھے۔ اس کا طول بارہ ہاتھ اور عرض آٹھ ہاتھ تھا۔ ایرانی فوج مسلمانوں کے قریب پہنچی، دونوں کے درمیان ایک نہر تھی جس پر پل بنا ہوا تھا۔ انہوں نے مسلم فوجوں سے کہا: یا تو تم دریا عبور کرو یا ہم عبور کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے امیر ابوعبید رحمہ اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ دشمن ہی کو دریا عبور کرنے دیں۔ لیکن ابوعبید رحمہ اللہ نے کہا: وہ ہم سے زیادہ موت پر دلیر نہیں ہیں، دریا ہم عبور کریں گے۔ پھر آپ دشمن کی طرف بڑھے اور اپنی فوج لے کر ایک تنگ جگہ پر اکٹھا ہوئے اور دونوں فوجوں میں ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی اس کی مثال نہیں ملتی تھی، اسلامی فوج کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی جب کہ ایرانی فوج کے ساتھ ہاتھیوں کا ایک عظیم لشکر تھا۔ مسلم فوجوں کے گھوڑوں کو بدکانے کے لیے ان کے گلوں میں گھنٹیاں باندھے ہوئے تھے۔ وہ جب مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تو گھوڑے ان ہاتھیوں اور گھنٹی وگھنگرو کی آوازوں سے بدک جاتے۔ کافی مجبور کرنے پر بہت کم ہی

❶ ترتیب وتهذيب، البداية والنهاية: محمد صامل السلمی ص ۸۹. ❷ التاريخ الإسلامي: ۱۰/ ۳۳۷.

گھوڑے میدان میں ٹک سکے اور جب مسلمان حملہ آور ہوئے تو ان کے گھوڑے آگے بڑھنے کو تیار نہ ہوئے۔ ادھر فیل نشین ایرانی فوج مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دیتی، اس طرح مسلمانوں کے اوسان خطا کر گئے اور بہت سے فوجی شہید ہو گئے تاہم انہوں نے ایرانی فوج کے چھ ہزار سپاہیوں کو مار گرایا۔ [1]

بہر حال جب ہاتھیوں کے گردن میں لٹکتی ہوئی گھنٹی کی آوازوں سے مسلمانوں کے گھوڑے بدک رہے تھے اور مسلمان ایرانی فوج تک پہنچنے سے عاجز نظر آ رہے تھے، کیونکہ ہاتھی ان کی صفوں کو منتشر کر دیتے تھے، ایسے وقت میں ابو عبید رحمہ اللہ اپنے گھوڑے سے کود پڑے، ان کو دیکھ کر دوسرے مسلم فوجی بھی اپنے گھوڑوں سے کود گئے اور تلواریں لے کر ایرانی فوج سے گتھم گتھا ہو گئے۔ ایرانی فوج کے فیل بانوں، شہ سواروں اور پیدل چلنے والوں سپاہیوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ ایرانی فوج مسلمانوں کو تیروں کا نشانہ بنا رہی تھی اور مسلمان بڑی بے جگری سے مورچہ لیتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے تھے، لیکن گھوڑوں کے آگے نہ بڑھنے کی وجہ سے مات کھا جاتے۔ ان کی تاریخ کا یہ بہت ہی مشکل وقت تھا۔ تاہم ایسے نازک وقت میں انہوں نے جس جانبازی اور قربانی کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ اسلام کے جانباز سپوت اہل فارس کے سامنے ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے رہے۔ باوجودیکہ دشمن کے پاس جنگ کے تمام اسباب اور تدبیریں موجود تھیں اور ہاتھی ان کے لیے سب سے بڑا ہتھیار ثابت ہوئے جس کا مسلمانوں کو سامنا تھا۔ وہ ہاتھی جدھر رخ کرتے فوج کی صفوں کو منتشر کر دیتے۔ ابو عبید رحمہ اللہ نے اپنے فوجیوں کو آواز دی اور کہا کہ ہاتھیوں پر دھاوا بولو، پالان کی رسیوں کو کاٹ دو اور ان پر سوار فوجیوں کو الٹ دو۔ سب سے پہلے آپ ہی نے بڑے سفید ہاتھی پر حملہ کیا اور اس کی رسی کو کاٹ دیا اور جتنے ایرانی فوجی اس پر سوار تھے سب گر پڑے۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا جو ہاتھی سامنے آتا اس کے پالان کی رسیاں کاٹ دیتے اور اس پر سوار کو الٹ دیتے پھر انہیں قتل کر دیتے، لیکن ہاتھی برابر حملے کرتے رہے کیونکہ انہیں جنگی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ابو عبید رحمہ اللہ نے پہلی فرصت میں ان کو ختم کرنا چاہا اور اس سلسلے میں تدبیریں کرنے لگے، آپ کے ساتھیوں نے بتایا کہ اگر ان کے سونڈ جڑ سے کاٹ دیے جائیں تو وہ مر جائیں گے چنانچہ آپ نے سفید ہاتھی پر حملہ کیا اور اس کی سونڈ پر زور دار تلوار ماری، لیکن خود ہاتھی کی لپیٹ میں آ گئے۔ اس نے آپ کو پٹخ دیا اور پھر پاؤں کے نیچے رکھ کر روند دیا۔ آپ کے بعد لشکر کا جھنڈا آپ کے بھائی حکم بن مسعود رحمہ اللہ نے اٹھا لیا۔ انہوں نے بھی ہاتھی کو مار کر ابو عبید رحمہ اللہ سے اس کو دور کر دیا، لیکن ہاتھی نے ان کے ساتھ بھی ابو عبید ہی جیسا کیا یعنی سونڈ میں لپیٹ کر پٹخ دیا اور پاؤں سے کچل دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے جن لوگوں کو ابو عبید نے علم بلند کرنے کے لیے نامزد کیا تھا باری باری وہ سب جھنڈا اٹھاتے رہے، انہی لوگوں میں ابو عبید کے تینوں فرزند وہب، مالک اور جبر بھی تھے۔ اس طرح سب کے سب شہید کر دیے گئے اور سورج

[1] ترتیب وتهذيب البداية والنهاية: ص ۹۰.

غروب ہوتے ہوئے سب سے آخر میں مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، اس وقت تک بعض مسلمان پیچھے ہٹتے اور کھسکتے پل کے اس پار اتر چکے تھے اور کچھ میدان چھوڑ کر پیچھے آ رہے تھے، عبداللہ بن مرثد ثقفی نے جب دیکھا کہ مسلم فوج میدان چھوڑ کر بھاگنا چاہتی ہے تو انہوں نے جلدی سے دریا پر بنا ہوا پل توڑ دیا اور کہنے لگے جس طرح تمہارے امراء و قائدین نے لڑتے لڑتے جانیں دی ہیں اسی طرح تم بھی جان دے دو یا کامیاب ہو کر لوٹو، وہ لوگوں کو دریا عبور کرنے سے روکنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ بعض لوگ ان کو پکڑ کر مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے غصہ سے ان کو مارا اور کہنے لگے: تم نے ایسا کیوں کیا؟ یعنی پل کیوں توڑ ڈالے؟ انہوں نے کہا: تاکہ فوج جم کر جنگ لڑے۔ دراصل عبداللہ بن مرثد نے اپنے اجتہاد کی بنا پر یہ اقدام کیا تھا، حالانکہ ان کا اجتہاد نامناسب مقام پر تھا۔ اس لیے کہ پل کا ٹوٹ جانا ایرانیوں کے دباؤ سے بھاگتے ہوئے بہت سارے مسلمانوں کے دریا میں غرق آب ہونے کا سبب بن گیا۔ اس وقت کی مناسب فکر تو یہ تھی کہ جس قدر ممکن ہو سکے پیچھے ہٹ کر بقیہ مسلمانوں کی جان بچائی جائے اور مثنی بن حارثہ نے یہی حکمت عملی اختیار بھی کی۔ دوبارہ پل باندھنے کا حکم دیا اور خود چند مسلم جانبازوں کو ساتھ لے کر دشمن کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنی فوج کی پشت پناہی کرنے لگے یہاں تک کہ سب دریا پار اتر گئے۔ آپ اس وقت کہہ رہے تھے: اے لوگو! ہم تمہارے لیے دشمنوں سے روک ہیں۔ اپنی رفتار سے پل پار کرتے رہو، گھبراؤ نہیں ہم یہاں سے ہٹنے والے نہیں، یہاں تک کہ تم کو دریا کے اس پار دیکھ لیں، بھگدڑ مچا کر خود کو دریا میں غرق مت کرو، اس طرح مثنی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی عاصم بن عمرو اور کلج ضبی وغیرہ مرد میدان نے سب سے آخر میں دریا عبور کیا۔ بہمن جاذویہ یہ چاہتا تھا کہ بچے کھچے مسلمانوں پر بھی اسی وقت حملہ کر دے اور اس کے لیے وہ آگے بھی بڑھا لیکن پھر ہمت نہ کر سکا۔ مثنی رضی اللہ عنہ نے اسے کوئی موقع نہ دیا اور منظم شکل میں اپنے ساتھیوں کو پیچھے کھینچ کر محفوظ کر لیا۔ یہ جانباز جنہوں نے مسلمانوں کو پیچھے کر کے خود دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ تمام مسلمان دریا عبور کر گئے، بے شک وہ دشمن کے سامنے ایک پہاڑ تھے۔ اسلامی فوج نے میدان کارزار میں چار ہزار شہداء کو چھوڑ کر بقیہ پانچ ہزار کی تعداد میں دریا عبور کیا۔ ان شہداء میں اکثر صحابہ تھے، بالخصوص اس میں وہ لوگ مارے گئے جو ابوعبید رحمہ اللہ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے اور پانچ ہزار کی جو تعداد میدان جنگ سے واپس آ گئی تھی ان میں سے دو ہزار مدینہ وغیرہ واپس چلے گئے اور صرف تین ہزار مثنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باقی رہے۔ واضح رہے کہ مسلمانوں نے اس معرکہ میں بے حد نامساعد و ابتر حالات کے باوجود چھ ہزار ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اتارا، دشمن کو اس قدر خسارہ پہنچانا درحقیقت مسلمانوں کی بہادری اور ان کی قوت تحمل کی دلیل ہے۔ ❶

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٧٩، التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٤١.

Marfat.com

معرکہ جسر کے اہم دروس وعبر اور فوائد

سچا خواب:

ابوعبید رحمہ اللہ کی بیوی دومہ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک آدمی شراب طہور سے بھرا ہوا برتن لے کر زمین پر آیا اور ابوعبید اور ان کے فرزند جبر نے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے نوش کیا۔ دومہ نے جب ابوعبید رحمہ اللہ سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر شہادت کی موت سے کی اور پھر ابوعبید رحمہ اللہ نے لوگوں سے کہا کہ اگر میں شہید کر دیا گیا تو آپ لوگ فلاں کو اپنا قائد بنا لیں۔ اس طرح اپنے خاندان سے تعلق رکھنے والے قبیلہ ثقیف کے ان سات لوگوں کو نامزد کیا جن کا ذکر ان کی بیوی نے اپنے خواب میں کیا تھا اور اگر سب کے سب شہید ہو جاتے ہیں تو قیادت مثنیٰ بن حارثہ کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ ❶

دو غلطیاں ہزیمت کا سبب بنیں:

پہلی غلطی تو یہ کہ ابوعبید رحمہ اللہ نے عمائدین لشکر کی مخالفت کی، انہوں نے ابوعبید رحمہ اللہ کو دریا عبور کرنے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانے اور اپنی بات پر جمے رہے، انہوں نے شجاعت و جانبازی کا ثبوت دیا اور شوق شہادت میں دریا پار کیا، لیکن معرکہ کا صحیح اور مکمل حساب نہ لگا سکے اور نہ جنگ کے لیے منتخب کردہ زمین کا ٹھیک ٹھیک جائزہ لے سکے۔ ❷ تنگ میدان میں گھر جانے کی وجہ سے اب آپ کے ہاتھوں سے امن کا عنصر چھوٹ چکا تھا، نیز ہتھیار بند شہ سواروں کے میدان سے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے یہ موقع بھی ہاتھ سے گنوا چکے تھے کہ مختلف اسلحوں کے درمیان تعاون کا عنصر مفقود ہو گیا۔ آپ کی فوجی قوت صرف پیادہ پا مجاہدین تک محدود رہی اور انہیں ایرانی فوج کے مسلح فیل بانوں، شہ سواروں اور پیدل جنگ کرنے والوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس طرح اس معرکہ میں باصلاحیت وقیادت مفقود ہو کر رہ گئی، یہاں تک کہ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کمان اپنے ہاتھ میں لی۔

جس طرح جگہ کی تنگ دامانی اسلامی فوجوں کے امن و امان کو غارت کرنے کا سبب بنی اسی طرح اس سے دوسرا نقصان یہ بھی ہوا کہ وہاں پورا کا پورا اسلامی لشکر اکٹھا نہیں ہو سکا اور چونکہ معرکہ کا محل وقوع جغرافیائی اعتبار سے کثیر فوجی تعداد کی اجازت نہ دیتا تھا اس لیے بڑی فوج تیار کرنے اور اسے وہاں اتارنے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ اسی طرح ابوعبید رحمہ اللہ سے جنگی ہدف کے انتخاب میں چوک ہوئی اور پھر اس کے ضمن میں معرکہ کے لیے نہ موزوں مقام منتخب کر سکے اور نہ وہاں تک پہنچنے کا مناسب راستہ۔ ان تمام مواقع کو انہوں نے خود گنوایا اور گنوایا ہی نہیں بلکہ دشمن کو اپنے اوپر حملہ کرنے کا موقع دیا۔ ❸

اور دوسری غلطی جس نے ابوعبید کی چوک کو مزید سنگین بنا دیا وہ ایسی غلطی تھی جو نقصان اور مصائب و مشکلات

---

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٢٧٧ . ❷ عوامل النصر والهزيمة: ص٥٥ . ❸ الطريق إلى المدائن: ص ٤١٤ .

Marfat.com

کے اعتبار سے پہلی غلطی سے کہیں زیادہ خطرناک تھی، وہ یہ کہ عبداللہ بن مرثد ثقفی نے دریا پر بنا ہوا پل توڑ دیا تاکہ مسلمان میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس وقت اللہ کی خاص رحمت اور پھر مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نیز ان کے ساتھیوں کی ثابت قدمی نہ ہوتی تو اس دن سارے مسلمان ہلاک ہو جاتے۔ ❶

میدانی قیادت کی اہمیت:

معرکہ جسر جنرل قیادت کی اہمیت کو نمایاں کرتا ہے اور اس کی جھلک مثنی رضی اللہ عنہ اور ان کے ماتحت عمائدین لشکر میں صاف طور پر دیکھی جا سکتی ہے، چنانچہ جب فوجیں مشکلات و آزمائشوں سے گھر جاتی ہیں تو میدانی قائدین خود آگے آتے ہیں اور اپنی افواج کو ان مشکلات سے نکالتے ہیں۔ ❷ مثنی نے ایسا ہی کیا اور بے جگری سے مقابلہ کرنے والے اپنے ساتھیوں کو لے کر اسلامی فوج کی حمایت وحفاظت میں کھڑے ہو گئے اور سب سے آخر میں پل سے دریا عبور کیا۔ یہ ہے قربانی وفدائیت کا ایک مثالی نمونہ۔ ❸

سیّدنا مثنی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں عزم وحوصلے کی روح پھونکتے ہیں:

پچھلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مثنی رضی اللہ عنہ دس ہزار اسلامی فوجوں میں سے صرف پانچ ہزار کو بچا سکے اور انہیں لے کر میدان سے پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں دو ایرانی کمانڈروں یعنی ''جابان'' اور ''مردان شاہ'' نے پیچھے دھکیل کر ''الیس'' (ساوہ) تک پہنچا دیا تھا۔ مثنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کافی لمبی مسافت میں اندر آنے دیا اور وہ خوب اندر گھس بھی گئے۔ مثنی رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ ان پر اس وقت تک دفاعی حملہ نہ کیا جائے جب تک کہ آپ پیچھے ہوتے ہوتے الیس تک نہ پہنچ جائیں۔ چنانچہ جب اس مقام تک پہنچے تو اپنے شہسواروں کے ساتھ بجلی کی طرح بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور پھر دونوں ایرانی فوجوں کو زبردست ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی فوج حواس باختہ ہوگئی اور ان کے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایسا انسان جس کے لشکر کا کافی حصہ ضائع ہو چکا ہو وہ اس طرح عزم وجانبازی کا مظاہرہ کرے گا جس سے تلوار کند پڑ جائے۔ بہرحال ایرانی فوج کی حواس باختگی اور افراتفری نے اسے بہت نقصان پہنچایا یہاں تک کہ مثنی رضی اللہ عنہ نے دونوں ایرانی کمانڈروں جابان اور مردان شاہ کو گرفتار کرلیا اور پھر انہیں تہ تیغ کیا۔ اس نصرتِ الٰہی کا زبردست اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی باقی ماندہ فوج کے عزم وحوصلے بلند ہوگئے اور وہاں کے باشندگان کے حوصلے پست ہوگئے اور خود مثنی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی نگاہوں میں اور قرب وجوار کے قبائل میں ان کی اہمیت اور مقام ومرتبہ میں اضافہ ہوگیا۔ ❹

مخلص مسلمان جب بھی کسی مصیبت میں واقع ہوئے اللہ نے اسباب پیدا کر کے انہیں مصیبت سے نکالا:

سیّدنا مثنی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی معمولی تعداد کے ساتھ عراق میں باقی رہے، وہ اتنے بھی نہ تھے کہ مسلمانوں نے

---

❶ عوامل النصر والهزيمة: ص ٥٥.
❷ الطريق إلى المدائن: ص ٤١٤.
❸ التاريخ الإسلامي: ١٠/ ٣٤٣.
❹ الحرب النفسية: د/ أحمد نوفل ٢/ ١٦٧.

Marfat.com

جن علاقوں کو فتح کیا ہے کم از کم انہی کی حفاظت کر سکیں۔ ایسے وقت میں اہل فارس کے لیے بہت آسان تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر سی فوج پر حملہ کر دیں اور انہیں عراق سے نکال باہر کر دیں۔ اس موقع پر انہیں ایسے عرب معاونین کے مل جانے کی بھی توقع تھی جو مسلمانوں کو صحرا میں کھدیڑتے لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مومن جماعت کا ساتھ دیا اور وہ ہمیشہ ہر مقام پر اپنے مومن بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب کبھی مخلص مسلمان کسی مشکل میں پھنسے اللہ نے مشکلات سے نکالنے کے لیے ان کے سامنے اسباب پیدا کر دیے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے ایسا سبب پیدا کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے غافل ہو گئے۔ بایں طور کہ ایرانی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، ایرانیوں کی ایک جماعت نے رستم کو اپنا حاکم بنا لیا اور ایک جماعت نے فیرزان کو اور جب ایرانی حکومت کے فوجی جرنیل بہمن جاذویہ کو یہ خبر ملی تو وہ فوراً مدائن واپس چلا گیا، کیونکہ وہ ایرانی سیاست کا ایک دانش مند فرد مانا جاتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے جنگ کے لیے کافی ہو گیا اور اس نے انہیں مشکل حالات سے بچا لیا۔ ادھر دار الخلافہ سے ان تک اسلامی فوجوں کو پہنچنے کا بہترین موقع مل گیا پھر مسلمانوں کی فوجی قوت میں اضافہ ہو گیا اور ان کا ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ ❶

ہزیمت کی خبر سننے کے بعد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف:

مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس معرکے کی خبر بھیجی۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ وہیں سے پوچھا: اے عبداللہ بن زید کیا خبر ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کے پاس خبر ہی دینے آیا ہوں اور پھر امیر المومنین کے قریب جا کر آہستہ سے آپ کو عراق کی صورت حال اور معرکہ کی ہزیمت سے مطلع کیا۔ ❷ آپ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن لوگوں سے بھی ہزیمت کی خبر سنی تھی ان میں سب سے تفصیلی اور معتبر خبر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی تھی۔ ❸ اس معرکہ میں اسلامی فوج کی شکست کی خبر سن کر عمر رضی اللہ عنہ اور وہاں موجود دوسرے صحابہ بہت غمگین ہوئے، پھر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ ہر مسلمان میری طرف سے آزاد ہے، میں ہر مسلمان کا مددگار ہوں، جو مسلمان اپنے دشمن سے نبرد آزما ہوا اور اس کے حملوں کا شکار ہو گیا میں اس کے لیے بھی مددگار ہوں، اے اللہ ابو عبید پر رحم فرما! اگر وہ میری طرف لوٹتا تو میں اس کا بھی مددگار ہوتا۔ ❹ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ طبعی طور پر سخت اور پختہ عزم وانسان ہونے کے باوجود جہاں نرمی اور شفقت کی ضرورت پڑتی وہاں نرمی اور غم خواری بھی کرتے تھے۔ ❺

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۴۵، ۳۴۶.
❷ الأنصاری العصر الراشدی: ص۲۱۷.
❸ الأنصاری العصر الراشدی: ص۲۱۸.
❹ تاریخ الطبری: ۴/ ۲۷۹.
❺ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۴۷.

Marfat.com

معرکہ بویب ۱۳ ہجری:

معرکہ جسر میں مسلمانوں کی شکست خوردگی کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور عراق میں باقی ماندہ اسلامی لشکر کو امدادی فوج دیتے ہوئے انہیں دشمن سے فوری مقابلہ کے لیے عراق روانہ کیا۔ اس میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما اپنی قوم کے ساتھ اور حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ہلال بن علقمہ رباب کو ایک جماعت کے ساتھ اور عبداللہ بن ذی سہمین قبیلہ خثعم کی ایک جماعت کے ساتھ شریک ہوئے۔ اسی طرح عمر بن ربعی بن حنظلہ اور ربعی بن عامر بن خالد رضی اللہ عنہما اپنے اپنے قبیلہ کے ساتھ مدد کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو بھی امدادی فوج کی شکل میں عراق بھیجا۔ اس طرح عراق تک امدادی فوجوں کے قافلوں کا تانتا بندھ گیا، ٹھیک اسی وقت مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی عراق کے مختلف علاقوں میں امراء و حکام کے نام پیغام بھیجا کہ وہ سب اپنے اپنے علاقوں سے غازیان اسلام کی جماعتیں بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے بھرپور مدد کی اور مثنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک عظیم فوجی لشکر تیار ہو گیا۔ [1]

دوسری طرف جب حکمران فارس کو مثنی رضی اللہ عنہما کے عظیم فوجی لشکر کی خبر ملی تو انہوں نے مثنی رضی اللہ عنہ کی فوج سے ٹکر لینے کے لیے مہران ہمدانی کو گھڑ سوار لشکر کا قائد بنا کر روانہ کیا اور ادھر جب مثنی کو مہران کی فوج کشی کا علم ہوا تو آپ نے دارالخلافہ سے عراق کو آنے والی امدادی فوجوں کو پیغام بھیجا کہ آپ لوگ مجھ سے مقام ''بویب'' پر ملیں۔ ان میں سرفہرست جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما کا قافلہ تھا۔ آپ نے لکھا: میں نازک صورت حال سے گزر رہا ہوں اور اس سے اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ لوگوں کا تعاون ہمیں نہ مل جائے، لہٰذا آپ لوگ پہنچنے میں جلدی کریں اور ''بویب'' میں ہم سے ملیں۔

چنانچہ اسلامی لشکر نے ''بویب'' میں پڑاؤ ڈالا ایرانی فوج اور اسلامی لشکر دونوں کے درمیان دریا حائل تھا۔ مہران نے مثنی رضی اللہ عنہ کے نام پیغام بھیجا کہ یا تم دریا عبور کرو یا ہم عبور کریں۔ مثنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تمہی پار کرو۔ مہران نے اپنا لشکر لے کر دریا عبور کیا۔ چونکہ یہ واقعہ رمضان المبارک کے مہینے میں ۱۳ ہجری میں ہوا تھا لہٰذا مثنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ روزے سے ہیں اور روزہ جسم کی کمزوری و نرمی پیدا کرنے والا ہے، میری رائے ہے کہ آپ لوگ روزہ افطار کر لیں اور کھانا کھا کر تازہ دم و طاقتور ہو جائیں، یہ تمہارے دشمن کے مقابلے میں طاقت کا سبب ہوگا۔ لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے پھر سب نے افطار کیا۔ اس کے بعد مثنی رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ترتیب دیا اور ان میں چل چل کر انہیں پامردی و استقامت پر ابھارنے لگے اور ہر لشکر کے علم بردار کے پاس جا جا کر کہتے: میں امید کرتا ہوں کہ آج عربوں کی شجاعت و شرافت پر داغ نہ آنے دو گے۔ اللہ کی قسم آج کے دن مجھے وہی چیز خوش کر سکتی ہے جو تم سب کو خوش کر سکتی ہے۔ ناقلین روایات کا بیان ہے کہ مثنی رضی اللہ عنہ نے اس وقت نہایت منصفانہ قول و فعل کا اظہار کیا، جنگ کی کلفتوں اور نتیجہ میں ملنے والی

[1] العمليات التعرضية الدفاعية: نهاد عباس، ص: ۱۱۵.

مسرتوں کو ایسے انداز میں بیان کیا کہ کوئی شخص ان پر عیب نہ لگا سکا۔ ❶ مثنی رضی اللہ عنہ کا یہ ولولہ انگیز بیان آپ کی حسن قیادت اور وسعت حکمت پر واضح دلیل ہے۔ آپ نے ایسے پرخلوص اور محبت بھرے انداز میں اپنی بات رکھی کہ پورا اسلامی لشکر کامل محبت واطمینان سے آپ کا مطیع ہوگیا اور جب آپ اپنی فوج کی تیاریوں سے مطمئن ہوگئے تو کہا: جب میں تین مرتبہ تکبیر کہوں گا تو تم حملہ کے لیے بالکل تیار ہو جانا اور چوتھی تکبیر پر حملہ کر دینا۔ چنانچہ آپ نے جوں ہی پہلی تکبیر کہی دوسری طرف سے ایرانی فوج نے اچانک حملہ کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہوگئیں حالانکہ ایرانی فوج عموماً اس طرح حملہ نہیں کرتی تھی لیکن معرکہ جسر میں مسلمانوں کو زیر کرنے میں انہیں جو کامیابی ملی تھی شاید اس نے ان کے دلوں سے مسلمانوں کے رعب و دبدبہ کم کر دیا تھا۔ ایرانیوں نے حملے میں سبقت کی اور مسلمانوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ جنگ نے شدت پکڑی اور گھمسان کا رن پڑا۔ مثنی رضی اللہ عنہ جنگ میں برابر کے شریک تھے اور نہایت باریکی سے اپنی فوج پر نگاہ بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس قدر گہری نگاہ کہ مسلمانوں کی صف میں خلل دیکھا تو وہاں ایک آدمی بھیجا کہ امیر لشکر تم کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آج مسلمانوں کو رسوا نہ کرو، جو لوگ آگے بڑھے تھے سیدھے ہوگئے اور کہا ٹھیک ہے۔ ❷ پھر جب جنگ طویل ہوتی گئی اور خوب گرما گئی تو مثنی رضی اللہ عنہ نے انس بن ہلال سے کہا: اے انس! جب تم دیکھو کہ میں نے مہران پر حملہ کر دیا ہے تو تم بھی میرے ساتھ حملہ کر دو اور ابن مردی فہر سے بھی اسی طرح کہا، ان دونوں نے آپ کو خوش آئند جواب دیا، مثنی رضی اللہ عنہ نے مہران پر حملہ کر دیا اور اسے پیچھے دھکیلتے گئے یہاں تک کہ وہ اپنی فوج کے میمنہ میں ضم ہوگیا۔ مثنی رضی اللہ عنہ اپنے دشمن پر برابر دباؤ بڑھاتے رہے اور پھر دونوں فوجوں کے قلب کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی، ہر طرف گرد ہی گرد نظر آنے لگی، فوجی دستے میمنہ اور میسرہ میں اس طرح ٹکرائے کہ کسی کو اپنے امیر و قائد کی مدد کا موقع نہ مل سکا۔ نہ مسلمانوں کو اپنے امیر کا اور نہ ایرانیوں کو اپنے قائد کا۔ مسعود بن حارثہ جو مسلمانوں کی پیدل فوج کے امیر تھے کہنے لگے: اگر تم دیکھو کہ ہم قتل کر دیے گئے ہیں پھر بھی اپنی مہم سے پیچھے نہ ہٹنا، کیونکہ فوجیں تتر بتر ہو کر پھر اکٹھا ہو جایا کرتی ہیں، تم اپنی صفوں سے مت ہٹنا اور اپنے پہلو میں لڑنے والے جاں باز کی طرح جان کی بازی کا مظاہرہ کرنا۔ ❸ پھر مسعود اور ان جیسے کئی مسلم قائدین زخم خوردہ ہو ہو کر گر پڑے جب مسعود نے دیکھا کہ مجھے زخم خوردہ دیکھ کر لوگ شکستہ دل ہو رہے ہیں تو کہا: اے بکر بن وائل کے مجاہدو! اپنے جھنڈوں کو بلند کرو اللہ تم کو بلند کرے گا۔ میرا شہید ہو جانا تمہیں شکستہ دل نہ بنائے۔ ادھر مثنی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی شہادت سے پہنچنے والے نفسیاتی جھٹکے کو محسوس کر رہے تھے انہوں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے للکارا: اے مسلمانو! میرے بھائی کی شہادت تمہیں خوفزدہ نہ کر دے۔ تمہارے بہترین جانباز ایسے ہی شہید کیے جاتے ہیں۔ انس بن ہلال نمیری بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑے اور وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ مثنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اور اپنے بھائی مسعود رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٧ . ❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٨ . ❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٨ .

Marfat.com

سینے سے لگا لیا۔ ہر محاذ پر جنگ کا شعلہ بھڑک رہا ہے لیکن ایرانی فوج کا قلب ان کے مفاد سے پیچھے ہٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اسلامی فوج کا قلب ایرانی فوج کے قلب پر ضرب کاری لگا رہا ہے، ایسے وقت میں مثنی رضی اللہ عنہ نے اپنا شکنجہ اس میں ٹھونک دیا۔ ایرانی فوج کے قلب میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما سب سے پہلے گھس گئے، ان کے ساتھ بجیر بھی تھے۔ ابن الہوبر اور منذر بن حسان نے ضبہ والوں کو لے کر حملہ کیا نیز قرط بن جماع عبدی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں سے کئی نیزے اور تلواریں ٹوٹ گئیں اور اس خون ریز معرکہ میں شہر بزار نامی ایک عظیم ایرانی جاگیر دار اور ان کے شہ سواروں کا قائد قتل کر دیا گیا، لڑائی ہوتی رہی اور مسلمانوں نے مشرکین کے قلب کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کیا۔ ❶

جب میدان جنگ دھول اور گرد و غبار سے بھر گیا تو مثنی رضی اللہ عنہ ایک لمحہ کے لیے رک گئے یہاں تک کہ گرد و غبار کے بادل چھٹ گئے، مشرکین کا قلب ختم ہو گیا اور ان کا قائد مہران بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔ قلب کے بعد میمنہ اور میسرہ کے فوجی دستے تتر بتر ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے افراتفری اور بھگدڑ کا یہ ماحول دیکھا اور دیکھا کہ دشمن کا قلب ختم ہو چکا ہے تو ان کے میمنہ و میسرہ نے ایرانیوں کے میمنہ و میسرہ پر زبردست حملہ کر دیا، دشمن کو پیچھے دھکیلتے چلے گئے، اور مثنی رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین ساتھیوں کے ساتھ اللہ سے اپنی فتح کے لیے دعائیں کرنے لگے اور تمام مسلمان فوجیوں میں یہ پیغام کہلوایا کہ ”تمہاری خوبیاں تمہی جیسے لوگوں سے ظاہر ہوں گی۔ تم اللہ کے دین کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد کرے گا، مسلمانوں نے ایرانیوں کو شکست دے دی، مثنی رضی اللہ عنہ نے دشمن کو شکست خوردہ ہو کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو بڑھ کر پل پر قبضہ کر لیا پھر اسے توڑ دیا اور دشمنوں کو گرفتار کرنے لگے، ایرانی سپاہی دریائے فرات کے ساحل پر منتشر ہو گئے اور اسلامی لشکر کے گھوڑے انہیں دوڑا دوڑا کر روندتے اور قتل کرتے۔ ان کی اس قدر لاشیں گریں کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بعض مورخین نے اس معرکہ میں ایرانی فوج کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے۔ ❷

۱: معرکہ ختم ہونے کے بعد جنگی کانفرنس:

جنگ بندی ہوئی، مثنی رضی اللہ عنہ اور اسلامی فوج نے دسیوں ہزار لاشوں پر نگاہ دوڑائی، پورا میدان کارزار خون اور لاشوں سے بھرا ہوا تھا، پھر اپنے لشکر کے ساتھ ایک مجلس کی، ایک دوسرے کے حالات و خیرت سے واقفیت چاہتے، کون کن کن مرحلوں سے گزرا، ان کی تفصیل دریافت کرتے، مجلس میں تشریف لانے والے ہر شخص سے پوچھتے کہ اپنے بارے میں بتاؤ، کن حالات سے گزرے اور پھر وہ لوگ آپ کے سامنے معرکہ کے دوران پیش آنے والے احوال کی منظر کشی کرتے۔ خود مثنی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے جاہلیت اور اسلام دونوں میں عرب و عجم سے جنگ کی ہے، اللہ کی قسم جاہلیت میں ایک سو عجمی ایک ہزار عربوں پر بھاری ہوتے تھے، لیکن آج ایک سو عرب

❶ الطريق إلى المدائن: ص ٤٣٣۔ ٤٣٤، تاريخ الطبري: ٤/ ٢٨٩.

❷ التاريخ الإسلامي: ١٠/ ٣٤٩، تاريخ الطبري: ٤/ ٢٨٩.

ایک ہزار عجمیوں پر بھاری ہیں۔ اللہ نے ایرانیوں کا رعب زائل اور مکر باطل کر دیا ہے۔ تم ان کے نمائش، کثرت تعداد اور لمبے نیزوں سے مرعوب نہ ہونا، ان سہاروں سے محروم ہوتے ہی ان کی کوئی تدبیر نہ چلے گی اور وہ ان چاپویوں کی مثل ہو جائیں گے جنہیں تم جہاں چاہو ہانک کر لے جاؤ۔ ❶

مثنی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بالکل برمحل اور وقت کے عین مناسب تھا، آپ نے ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں اپنی بہترین فوجی قیادت و مہارت کا مظاہرہ ایسے وقت میں کرایا تھا جب کہ عراقی جنگوں کی تاریخ میں ایرانیوں سے جنگ لڑنے کے لیے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شرکت کر رہی تھی۔ آپ نے نہایت مختصر انداز میں اس کے سامنے حالیہ جنگ کا آنکھوں دیکھا حال اور ماضی میں ایرانیوں کے ساتھ معرکوں کے تجربات کو ایک ساتھ بیان کر دیا۔ ❷

۲: واپسی کا راستہ کاٹ دینے پر مثنی رضی اللہ عنہ کی ندامت:

جنگ ختم ہو جانے کے بعد مثنی رضی اللہ عنہ نے پل پر قبضہ کرنے اور ایرانیوں کے بھاگنے کا راستہ بند کر دینے پر افسوس اور پشیمانی کا اظہار کیا اور کہا: میں نے ان سے پہلے پل پر قبضہ کر کے ان کا راستہ روکا تھا، یہ میری کمزوری تھی جس کی برائی سے اللہ نے بچایا، اس قسم کی حرکت اب میں کبھی نہ کروں گا اور تم بھی ہرگز ایسا نہ کرنا۔ لوگو! وہ میری غلطی تھی، جب تک دشمن کی تاب مقاومت جواب نہ دے جائے اسے اس طرح گھیرنا فوجی نقطہ نظر سے مناسب نہیں ہے۔ ❸ گویا انہوں نے بیان کے آخر میں اپنی فوجی کارروائی میں لغزش کا اعتراف کیا، آپ نے فوجی نگاہ بصیرت سے محسوس کر لیا کہ دشمن کو راہ فرار نہ دینا گویا اسے اپنے بالمقابل دفاعی جنگ پر دعوت دینا ہے، کیونکہ ان حالات میں جب انسان کو اس بات کا احساس ہو جاتا ہے کہ اب اسے ہر حال میں مرنا ہی ہے تو اپنی جان کے دفاع میں پوری طاقت لگا دیتا ہے اور پھر اسے مات دینے کے لیے مدمقابل فوج کو بھاری قیمت چکانا پڑتی ہے۔

بہر حال یہ اللہ کا فضل خاص رہا کہ اس نے مثنی رضی اللہ عنہ کی جنگی لغزش کے برے اثرات سے مسلمانوں کو بچا لیا، انہیں عزم و استقلال عطا کیا اور ان کی طاقت و قوت دشمنوں کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ گئی، اسی طرح اس نے دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا اس قدر رعب و دبدبہ بٹھا دیا کہ ان میں اپنی جان کی طرف سے دفاع کرنے کی طاقت نہ رہی۔ ❹

بے شک فتح و نصرت اور کامیابی و نیک نامی کے اوج ثریا پر مقیم ہوتے ہوئے مثنی رضی اللہ عنہ کا اپنی لغزش کا اعتراف کرنا ان کی ایمانی قوت، پاک طینت اور ذاتی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی واضح دلیل ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ عظیم اور سرکردہ افراد ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ❺

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٩٠.
❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٥٢.
❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٩١.
❹ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٥٠.
❺ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٥٥.

Marfat.com

۳۰: مثنی رضی اللہ عنہ کو فوجی نفسیات کا علم ہونا:

مثنی رضی اللہ عنہ کے بے نظیر جنگی کارناموں اور قائدانہ خوبیوں میں جہاں بہت ساری باتیں تھیں وہیں جنگ سے متعلق ایک اہم موضوع پر گہری بصیرت حاصل تھی، وہ یہ کہ آپ کو فوجی نفسیات کا علم تھا اور اس فن کے ماہر تھے کہ مجاہدین اسلام اور ہتھیار بند ساتھیوں کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے۔ فوجی کارروائی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں اور غازیان اسلام میں باہمی الفت ومحبت کی روح دوڑ رہی ہے اور آپ ان کے لیے نہایت شفقت ومہربان کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اخلاص ووفا کا یہ منظر ایک دوسرے کے تئیں دونوں کی گفتگو میں صاف نظر آتا ہے۔ ہم اس کا مشاہدہ اس وقت کر سکتے ہیں جب آپ اپنے سیماب صفت گھوڑے پر سوار ہو کر ہر قبیلے کے علم کے پاس جاتے ہیں، انہیں جوش دلاتے ہیں، رہنمائیاں کرتے ہیں، ان کے جذبات واحساسات میں عزم وحوصلہ کی روح پھونکتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! آج کے دن مجھے وہی چیز خوش کر سکتی ہے جو تم سب کو خوش کر سکتی ہے۔'' ❶ آپ کے سپاہی بھی جذبہ جہاد سے سرشار اسی طرح جواب دیتے ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ ان کی محبت وتعلق خاطر کا یہ عالم تھا کہ کوئی سپاہی کسی قول وفعل میں آپ پر عیب نہیں لگاتا تھا۔ ❷

اور جب دیکھا کہ عجم کی فوجیں حملہ کر چکی ہیں اور ان کے فلک شگاف نعرے فضا میں گونج رہے ہیں تو فوراً بھانپ لیا کہ گھمسان کی جنگ میں اس کا کتنا اثر پڑنے والا ہے۔ خاص طور پر جب کہ معرکہ جسر میں ہزیمت کی یاد ابھی ذہنوں میں تازہ تھی۔ آپ نے آہستہ سے اطمینان بخش اور دلوں سے خوف وہراس کو دور کر دینے والا ایسا جملہ کہا جو دل موہ لینے کے قابل ہے، آپ نے کہا تھا: ''جو شور وہنگامہ تم سن رہے ہو وہ بزدلانہ ہے، تم بلند آواز سے باتیں نہ کرو بلکہ سرگوشی کرتے ہوئے تدبیریں کرو۔'' ❸

اسی طرح جب ان کے بھائی مسعود زخم خوردہ ہو کر زمین پر گر پڑے تو آپ نے جو بات کہی وہ تاریخ کے اوراق میں آب زرّ اور نورانی حروف سے تحریر کیے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے کہا تھا: ''اے مسلمانو! میرے بھائی کا قتل تمہیں ہراساں نہ کرے، تمہارے بہترین جانبازوں کی قربانیاں اسی طرح ہوتی ہیں۔'' ❹

جناب مثنی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مسعود اور دیگر بعض شہداء کی نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ان لوگوں کے بارے میں ایک بات سوچ کر میرا غم ہلکا ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ معرکہ بویب میں حاضر ہوئے، اس میں پیش پیش رہے، صبر وضبط سے کام لیا، آہ وفغاں نہیں کیا اور نہ بزدلی دکھائی حالانکہ جام شہادت نوش کرنا گناہوں کا کفارہ ہے۔'' ❺

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٧ ، الطریق الی المدائن: ص ٤٤٦ .

❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٨٧ .

❸ الطریق إلی المدائن: ص ٤٤٦ .

❹ الطریق إلی المدائن: ص ٤٤٦ .

❺ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٩١ .

Marfat.com

جناب مثنی رضی اللہ عنہ اگر ایک طرف اپنی فوج کے لیے محبّ و مہربان اور ان کے احوال کی خبر گیری کرنے والے تھے تو دوسری طرف جنگی احوال وظروف میں بصیرت منداور تجربہ کار شخصیت کے مالک تھے۔ آج جدید فوجی اصطلاح میں جسے ضبط و ربط کہا جاتا ہے اس کو اختیار کیا۔ [1] چنانچہ جب آپ نے اپنی فوج کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ صف بندی توڑ کر آگے بڑھ نکلنا چاہتا ہے تو کہا: یہ کیوں ایسا کرتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ معرکہ جسر میں یہ بھاگ گئے تھے، آج وہ اللہ کے راستہ میں سرفروشی کے لیے بے تاب ہیں۔ آپ نے نیزہ کی نوک چھوتے ہوئے ان سے کہا: حماقت نہ کرو، اپنی جگہ پر کھڑے رہو، جب حریف سامنے آجائے تو اسے کسی اور کے لیے نہ چھوڑنا۔ انہوں نے کہا: ہاں، میرے لیے یہی مناسب ہے اور پھر صف میں جا کر کھڑے ہوگئے۔ [2]

مثنی رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنے ساتھیوں کے لیے محبت و رحمت کے جو جذبات موجزن تھے بالکل اسی طرح کے جذبات ان کے لیے ان کے ساتھیوں کے دل میں بھی موجود تھے۔ چنانچہ آپ کے فوجیوں نے دوران معرکہ جو اشعار پڑھے تھے ان میں یہ چیز ہمیں بالکل واضح نظر آتی ہے، اعور الشنی یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

هاجت لأعور دار الحي احزانا
واستبدلت بعد عبدالقيس حفانا

''اعور کے لیے قبیلے والے غم وحزن سے بھر گئے اور عبد قیس کے بعد حفان کو امیر بنایا۔''

وقد أرانا بها والشمل مجتمع
إذ بالنخيلة قتلى جند مهرانا

''اس نے ہمیں اسے دکھایا حالانکہ فوج اکٹھی کھڑی تھی اور مہران کے لشکر کے مقتولین کھجور کے باغات میں گر رہے تھے۔''

أزمان سار المثنى بالخيول لهم
فقتل الزحف من فرس وجيلانا

''وہ بیمار دل و کمزور لوگ ہیں، مثنی نے انہیں اپنے گھوڑوں سے روندا اور فارس و جیلان کی حملہ آور فوج کو بری طرح قتل کیا۔''

سما لمهران والجيش الذي معه
حتى أبادهم مثنى ووحدانا

''مہران اور اس کے ساتھ لڑنے والی فوج پر چڑھ دوڑے یہاں تک کہ انہیں دو دو اور ایک ایک کر کے ختم کیا۔''

---

[1] الطريق إلى المدائن: ص ٤٤٧ . [2] تاريخ الطبري: ٥/ ٢٨٣ .

Marfat.com

مــا إن رأيـنــا أمـيـر بــالـعــراق مضــى
مثـل الـمـثـنــى الـذى مــن آل شيبــانــا

''عراق کی تاریخ میں ہم نے آل شیبان کے مثنی جیسا کوئی امیر نہیں دیکھا۔''

إن الـمـثـنـى الأميـر الـقـرم لا كـذب
فـى الـحـرب اشـجـع مـن ليـث بـحـفـانـا ❶

''یقیناً مثنی عظیم لیڈر ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، حفان کے معرکہ میں وہ شیر سے بھی زیادہ بہادر نظر آئے۔''

ان اشعار میں شاعر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ پر مثنی رضی اللہ عنہ کو صراحتاً فوقیت دے رہا ہے، اس کا تعلق عبدقیس سے ہے، بنوشیبان اور بکر بن وائل کا فرد نہیں ہے کہ کہا جائے وہ اپنی قوم اور قبیلے کے لیے متعصب ہے۔ ❷ بے شک مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ فوجی نفسیات کے علم جدید کے کسی موجد سے صدیقوں پیشتر اس علم کے ایک ماہر قائد گزر چکے ہیں۔ ❸

٤: مجاهدین کی عورتوں کا قابل تحسین موقف:

اس معرکہ میں جب مسلمانوں کے امراء وقائدین نے مال غنیمت میں لیے ہوئے غلہ جات کو مجاہدین کی عورتوں کے پاس بھیجا اور انہوں نے قافلہ آتے دیکھ کر جو موقف اختیار کیا وہ حد درجہ قابل تحسین ہے۔ اس قافلہ کی قیادت عرب نژاد نصرانی قائد عمرو بن عبدالمسیح بن بقیلہ کر رہا تھا، عورتوں نے جب اس قافلہ کو دیکھا تو سمجھا کہ شاید یہ لوگ ہم پر چھاپہ مار حملہ کرنے والے ہیں، لہٰذا انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو بلایا، بچوں کو پیچھے کیا اور پتھر اور لاٹھیاں لے کر مقابلے کے لیے آگے آگئیں۔ عمرو بن عبدالمسیح نے یہ منظر دیکھ کر کہا: اسلامی لشکر کے مجاہدین کی عورتوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے، انہیں فتح کی خوش خبری دے دو۔ ❹

خواتین اسلام کا یہ موقف ان کی بہترین اسلامی تربیت اور کامل مسلم شخصیت ہونے کی دلیل ہے، وہ خواتین اس بات کی تربیت یافتہ تھیں کہ جب معاشرہ مردوں سے خالی ہو تو حالات سے کس طرح نمٹا جائے۔ بہرحال اس معرکہ کی شاندار فتح نے عراق میں دریائے دجلہ وفرات کے درمیانی علاقہ میں مسلمانوں کی قوت و دبدبہ کو بلند کر دیا اور پھر اس کے بعد مثنی رضی اللہ عنہ نے اپنے امرائے لشکر وقائدین فوج کو دیگر علاقوں میں روانہ کیا اور وہ لوگ اپنے دشمنوں کو زیر کرتے ہوئے ان کے شہروں کو فتح کرتے رہے اور ان علاقوں سے ملنے والے اموال غنیمت پر اپنی زندگی کی گزر بسر کرتے رہے۔ ❺

❶ الطريق إلى المدائن: ص ٤٤٠، تاريخ الطبرى: ٤/ ٢٩٣. ❷ الطريق إلى المدائن: ص ٤٤٧.
❸ الطريق إلى المدائن: ص ٤٤٨. ❹ التاريخ الإسلامى: ١٠/ ٣٥٢، تاريخ الطبرى: ٤/ ٢٩٢.
❺ التاريخ الإسلامى: ١٠/ ٣٥٢.

Marfat.com

۵: شکست خوردہ فوجی دستوں کا تعاقب:

اس معرکہ کی شان دار فتح کی خوشی نے مثنی رضی اللہ عنہ کو ان کے اصلی مقصد سے رکنے نہ دیا، بلکہ جنگ ختم ہوتے ہی مجاہدین کو شکست خوردہ فوج کا پیچھا کرنے کے لیے جوش دلایا اور مقام مسیّب تک ان کا پیچھا کرنے کو کہا۔ چنانچہ مجاہدین نے شکست خوردہ فوج کی بچی کھچی ٹکڑی کا پیچھا کیا۔ پیچھا کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو معرکہ جسر میں شریک تھے۔ یہ لوگ آگے بڑھتے اور دشمن کے علاقوں پر چھاپہ مار حملے کرتے، اس طرح انہیں کافی مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا اور ''ساباط'' تک پہنچ کر پھر مثنی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ آئے۔ معرکہ بویب کی فتح کی اہمیت کو نمایاں کرنے کے لیے صرف یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ معرکہ جسر میں ہزیمت اٹھانے کے بعد مسلمان جس طرح مرعوب اور شکستہ دل ہوگئے تھے، اس کا اثر ان کے دلوں سے جاتا رہا، بلکہ اس معرکہ کی فتح یابی نے مسلمانوں کو پورے عراق پر فتح کا پرچم لہرانے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے کے معرکوں میں وہ دریائے فرات سے آگے نہ جاتے تھے اور کبھی زیادہ آگے بڑھے بھی تو دریائے دجلہ وفرات کے درمیان رہے، لیکن معرکہ بویب کی فتح کے بعد دجلہ وفرات کے تمام علاقوں پر قابض ہوگئے اور ان دریاؤں میں بے خوف وخطر سیر کرتے اور انہیں پار کرتے، بویب کا یہ معرکہ شام کے معرکہ یرموک کے مشابہ ہے۔ ❶

بازاروں پر چھاپہ مار حملے:

معرکہ بویب کے بعد مسلمانوں کے حالات مضبوط ہوگئے اور عراق کے سارے باشندے ان کے تابع ہوگئے۔ ادھر مثنی رضی اللہ عنہ مزید فوجی کارروائی کے لیے دوڑ دھوپ کرنے لگے۔ قائدین کو تقسیم کیا، ہتھیاروں کو تیز کیا اور فارس وعرب کے اجتماعات ونفری ہجوم پر چھاپہ مار حملہ شروع کر دیا۔ خنافس نامی ایک بازاری پر دھاوا بولا جہاں لوگ اپنی ضروریات کے سامان خریدنے آتے تھے، اور ربیعہ ومضر والے ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ آپ ان پر اچانک حملہ آور ہوئے اور پورے بازار حتیٰ کہ سبزیوں کا بھی صفایا کر دیا۔ ❷ پھر وہاں سے تیزی سے آگے بڑھے اور اسی دن صبح سویرے ''انبار'' کے جاگیردار کسانوں پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا:

صبحنا بالخنافس جمع بكر
وحيا من قضاعة غير ميل

''خنافس بازار میں ہم نے بکر کے ہجوم اور قضاعہ کے ایک قبیلے پر صبح سویرے سیدھے وار کیے۔''

بفتيان الوغى من كل حي
تباري في الحوادث كل جيل

''ہر قبیلے سے بہادر نوجوانوں کو لے کر، ہر گروہ لڑائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا تھا۔''

❶ تاريخ الطبرى: ٤/ ٢٩٣.
❷ ترتيب وتهذيب البداية والنهاية: خلافة عمر، ص٩٣.

Marfat.com

أبحنا دارهم والخيل تردي
بكل سميدع سامي التليل

''ہم نے ان کے گھروں پر حملہ کیا، اس حال میں کہ گھوڑے پوری پھرتی کے ساتھ شکار کو تیزی سے جھپٹ لینے والے شکاری کی طرح چھلانگ لگا رہے تھے۔''

نسفنا سوقهم والخيل رود
من التطواف والشر والبخيل ❶

''ہم نے ان کے بازار کا صفایا کر دیا حالانکہ گھوڑے سخت لڑائی اور کود پھاند کرتے سست رو ہو چکے تھے۔''

پھر ''انبار'' کے جاگیرداروں سے مدد لی اور انہی میں سے کچھ کو راہنمائی کے لیے منتخب کیا اور پھر بغداد کے بازار کو تہ و بالا کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی، چنانچہ دریائے دجلہ کو عبور کیا اور دوسرے دن سورج طلوع ہوتے ہی بغداد اور اس کے بازاروں پر حملہ کر کے سیف و سنان کے رعب کو ان کے دلوں میں گاڑ دیا اور کئی لوگ قتل کیے گئے۔ آپ کے ساتھیوں نے حسب منشا مال غنیمت سمیٹا، آپ نے ان کو پہلے ہی حکم دیا تھا کہ مفتوحہ بازاروں سے تم صرف سونا اور چاندی ہی لینا اور دیگر اموال غنیمت صرف اتنا لینا جسے تم اپنی سواری پر لاد سکو۔ ❷ مثنی رضی اللہ عنہ کے حملے سے بازار کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے سونے چاندی اور من پسند اشیاء غنیمت سے اپنے دونوں ہاتھ بھر لیے۔

پھر وہ سب وہاں سے واپس لوٹے یہاں تک کہ جب نہر ''سبلحین'' ❸ پہنچے جو بغداد سے تقریباً پینتیس (۳۵) کلومیٹر دور ہے تو وہاں ٹھہر گئے اور کہا: اے لوگو! ٹھہرو، اپنی ضروریات پوری کر لو اور چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ، اللہ کا شکر ادا کرتے رہو، اس سے عافیت کے طلب گار رہو اور بلا تاخیر اگلے نشانہ کے لیے نکل پڑو۔ چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا اور یکے بعد دیگرے گھوڑوں کی پشت سے بازاروں پر چھاپہ مار حملے کرتے ہوئے تقریباً ساٹھ (۶۰) کلومیٹر طے کیا۔ یہ ساری کارروائیاں ایک ہی مرحلہ میں ہوئیں، یعنی رات کے آخری حصے میں جب بغداد کے بازار پر حملہ کیا اور لوٹتے لوٹتے یہ سب کچھ کر گزرے۔ مثنی نے سوچا کہ ان کے ساتھی اور گھوڑے تھک چکے ہیں اور اب انہیں آرام کی ضرورت ہے لیکن وہ لوگ اپنی اس زبردست کارروائی کے ردعمل میں دشمن کے ممکنہ خطرات کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ مثنی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے بیچ سے گزر رہے تھے کہ ان میں سے کسی سے آہستہ آہستہ کہتے ہوئے سنا: ''شاید دشمن نے ہمارا پیچھا کر لیا۔'' مثنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: نیکی

---

❶ اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اطمینان سے بازار پر حملہ کیا تھا۔ ❷ تاريخ الطبري: ٤/ ٢٩٦.
❸ احمد کمال کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے نہر صرصر مراد ہے۔ الطريق الى المدائن: ٢٥٥.

Marfat.com

اورتقویٰ کی سرگوشی کرو، بدگمانی، گناہ اور سرکشی کی سرگوشی سے باز رہو، معاملات کا گہرائی سے جائزہ لو، پھر اندازہ لگاؤ اور پھر زبان سے کوئی بات کہو۔ تمہاری اس ہوش مندانہ کارروائی کی خبر ابھی ان کی بستیوں تک نہیں پہنچی اور اگر پہنچ بھی جاتی ہے تو ان کے اور تمہاری طلب وتلاش کے درمیان تمہارے رعب و دہشت کی دیوار حائل ہو جائے گی۔ بے شک ان چھاپہ مار حملوں کی دہشت پورا دن رات باقی رہتی ہے اگر پیچھا کرنے والے تمہیں اپنے سامنے دیکھ لیں تو بھی تمہیں نہیں پکڑ سکتے۔ اس لیے کہ تم اصلی اور عمدہ نسل کے گھوڑوں پر سوار ہو اور وہ کمزور و بوڑھے گھوڑوں پر ہوں گے۔ آرام واطمینان سے چلو اور اپنے لشکر وجماعت میں شامل ہو جاؤ اور سنو! اگر وہ تم کو پا لیں تو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں، ہم ان سے اجر وثواب اور فتح ونصرت کے لیے قتال کریں گے، لہٰذا ان سب اندیشوں کو بھلا کر اللہ پر بھروسا کرو اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھو، بہت سارے مواقع پر اس نے تمہاری مدد فرمائی ہے حالانکہ دشمن تم سے زیادہ اور قوی تھے۔ میں اپنے عزائم اپنی جلد بازی اور پے در پے ان چھاپہ مار حملوں کے مقاصد سے تم لوگوں کو جلدی ہی آگاہ کرتا ہوں۔ خلیفہ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں نصیحت کی تھی کہ اس طرح کی کارروائیوں کے بعد ہم موقع پر صرف معمولی وقت ٹھہریں، تیزی سے زبردست حملہ کریں اور وہاں سے لوٹنے میں جتنی جلدی ممکن ہو اتنی جلدی کریں۔'' [1]

یہ ہے مثنی رضی اللہ عنہ کی جنگی وفوجی دانش مندی، آپ ٹھیک اندازے، منظم منصوبہ سازی اور گہرے ایمان ویقین کے ساتھ حرکت میں آتے تھے، ہر ہر معرکہ ان کی جنگی دانش مندی، تجربہ ومہارت اور فنون حرب وسپہ سالاری میں علم ومعرفت کے اضافے کا سبب ہوتا تھا۔ مثنی کی یہ کارروائیاں ہمارے لیے واضح کرتی ہیں کہ ان جنگی جواہر کو حاصل کرنے کے لیے جس شخصیت کے سامنے انہوں نے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا وہ اس میدان کا یقیناً ایک بے نظیر انسان تھا، وہ کوئی اور نہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جن سے مثنی رضی اللہ عنہ کو استفادہ کرنے کا بہت تھوڑا موقع ملا تھا۔ [2]

پھر مثنی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو روانہ ہونے، گھوڑوں پر سوار ہونے اور واپس چلنے کا حکم دیا، خود بھی ان کے ساتھ رہے اور اپنے راہنماؤں کو بھی ساتھ میں رکھا، صحراؤں سے گزرتے اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے انبار پہنچے، انہیں دیکھ کر وہاں کے جاگیرداروں نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور مثنی رضی اللہ عنہ کی باسلامت واپسی پر مسرت کا اظہار کیا۔ کیونکہ آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر مجھے اپنی مہم میں حسب منشا کامیابی ملی تو تم لوگوں کو احسان واکرام سے نوازوں گا۔ خوشیوں سے جھومتے ہوئے ایک جاگیردار نے یہ اشعار پڑھے:

وللمثنى بالعال معركة

شاهدها من قبيلة بشر

---

[1] الطريق إلى المدائن: ص ٤٥٧ .

[2] حركة الفتح الإسلامي: شكري فيصل، ص: ٧٨- تاريخ الطبري: ٤/ ٢٩٩ .

''دریا کی بلندی پر مثنی نے ایسا اہم معرکہ سر کیا جسے قبیلہ کا ایک آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔''

کتیبة أفـــزعـــت بـــوقـــعتهـــا
کســـری، وکـــاد الإیـــوان یـــنـــفـــطـــر

''ان کے چھوٹے سے فوجی دستہ نے اپنے حملہ سے کسریٰ کو ہلا دیا اور قریب تھا کہ اس کا ایوانِ حکومت زمیں بوس ہو جاتا۔''

وشـــجـــع الـــمســـلـــمـــون إذ حـــذروا
وفـــی صـــروت الـتـجـــارب الـــعـبـــر

''خوف وہراس کے موقع پر مسلمانوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا اور سچ یہ ہے کہ گردش زمانہ کے تجربات میں عبرت و موعظت کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔''

سهـــل نهـــج السیـــر فـــاقـتـفـــروا
آثـــاره والأمـــور تـــقـتـــفـــر ❶

''اس (مثنی) نے فتوحات کے سیلاب کا راستہ کھول دیا، تو لوگ بھی اس کے نشان پر چل پڑے اور بہتر معاملات وہی ہوتے ہیں جو آثار و نتائج دیکھ کر انجام پائیں۔''

مثنی رضی اللہ عنہ نے اپنے چھاپہ مار حملوں کا دائرہ شمالی عراق تک وسیع کیا اور شمال سے لے کر جنوب تک کئی حملے کیے۔ ''کباث'' پر اپنے چھاپہ مار حملہ آوروں کو روانہ کیا، وہاں کے سارے باشندے بنو تغلب سے تعلق رکھتے تھے، وہ لوگ چھاپہ ماروں کے حملوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پوری بستی خالی کر دی، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور پیچھے رہ جانے والوں کو ہر طرح دبوچا، اسی طرح صفین میں بھی قبیلہ تغلب و نمر پر اپنے چھاپہ مار دستوں کو بھیجا۔ ❷

معرکہ بویب کے بعد مثنی رضی اللہ عنہ ہی ان تمام حملوں کے میر کارواں رہے، ان دستوں کے مقدمہ پر حذیفہ بن محصن غلفانی اور میمنہ و میسرہ پر نعمان بن عوف بن نعمان اور مطر شیبانی امیر مقرر تھے۔ آپ کے اس نوعیت کے حملوں میں ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی فوج نے دیکھا کہ تکریت میں دشمن کی ایک جماعت پانی میں ڈوب رہی ہے اور حملہ آور حسب منشا جانوروں کو لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں، مال غنیمت کی اس قدر بہتات تھی کہ ایک سپاہی کو پانچ جانور، پانچ قیدی اور خمس مال حصہ میں ملا تھا۔ مثنی رضی اللہ عنہ وہ سب اموال غنیمت لے کر انبار والوں کے پاس لوٹ آئے اور فرات بن حیان اور عتیبی بن نہاس کو یہ حکم دے کر صفین روانہ کیا کہ وہاں پہنچ کر تغلب و نمر کے عرب قبیلوں پر چھاپہ مار حملہ کریں، پھر انبار کے باشندوں اور اپنے مقدمۃ الجیش کے سپاہیوں پر عمرو بن ابوسلمی

❶ الطریق إلی المدائن: ص ٤٥٧ .

❷ حرکة الفتح الإسلامی: شکری فیصل ص ٧٨، تاریخ الطبری: ٤/ ٢٩٩ .

Marfat.com

بھیجی کو اپنا نائب بنا کر خود بھی ان دونوں کے پیچھے نکل پڑے۔ جب فرات اور عتیبہ صفین کے قریب پہنچے تو مثنی رضی اللہ عنہ ان دونوں سے الگ ہو گئے۔ ادھر صفین کے لوگ حملہ کے خوف سے بھاگے اور دریائے فرات کو پار کرتے ہوئے جزیرے میں پناہ لی، فرار ہونے والوں میں نمر اور تغلب کے بھگوڑے شامل تھے۔ فرات اور عتیبہ نے دوڑا دوڑا کر ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ ایک گروہ کو دریا میں چھلانگ لگانے پر مجبور کر دیا۔ دریا میں گرنے والے چیخ چیخ کر آواز لگا رہے تھے، بچاؤ بچاؤ، ہم ڈوب گئے ہم ڈوب گئے اور فرات وعتیبہ انہیں اندر دھکیل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ آگ کے بدلے پانی۔ دراصل وہ دونوں دور جاہلیت کے اس سیاہ دن کی طرف اشارہ کر رہے تھے جس میں ان لوگوں نے بکر بن وائل کے ایک گروہ کو ایک جھاڑی میں گھیر کر انہیں نذر آتش کر دیا تھا۔ اس حملہ میں فرات اور عتیبہ نے ان لوگوں کو دریا برد کرنے کے بعد مثنی رضی اللہ عنہ کے پاس واپسی کا راستہ لیا۔ ادھر مدینہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچ گئی۔ کیونکہ ہر چھوٹے بڑے اسلامی لشکر میں آپ کا کوئی نہ کوئی مخبر ضرور ہوتا تھا، جو حالات کی پوری رپورٹنگ کرتا تھا۔ چنانچہ فرات بن حیان اور عتیبہ دار الخلافہ مدینۃ الرسول میں طلب کیے گئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے معاملہ کی پوری تحقیق کی۔ ان دونوں نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا: امیر المومنین! ہم نے مثل کے طور پر یہ بات کہی تھی کہ آگ کے بدلے پانی۔ زمانہ جاہلیت کا انتقام ہمارا مقصود نہ تھا۔ آپ نے ان دونوں سے قسم لی اور انہوں نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اس سے ہمارا مقصد صرف ایک مثل کا اعادہ اور اسلام کی سربلندی تھی۔ وہ دونوں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قافلہ کے حملہ کے ساتھ عراق واپس ہوئے۔ ❶ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ باز پرس بالکل برمحل تھی، کیونکہ آپ رعایا کے اخلاق وعادات کی اصلاح وحفاظت کے سخت حریص تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فساد وبگاڑ کا شکار ہو جائے۔ ❷

مثنی رضی اللہ عنہ نے معرکہ بویب میں مسلمانوں کی حاصل کردہ قوت اور شان دار فتح سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی غفلت نہ کی اور شمالی عراق میں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پے در پے چھاپہ مار حملے شروع کر کے دشمنوں کو دور بھگانے کے جنگی اصول کو عملی جامہ پہنایا۔ اس طرح اللہ کی توفیق سے اور پھر فوجی قیادت میں اپنی جوہری صفات کے باعث پوری طاقت اور عمیق سیاسی بصیرت کے ساتھ شمال میں تقریباً چار سو (۴۰۰) کلومیٹر بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ آگے نکل گئے۔ جب کہ دوسری طرف مشرق، مغرب اور جنوب میں بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے۔ ❸ دراصل مثنی رضی اللہ عنہ نے اپنی ان کارروائیوں میں گوریلا جنگ کی حکمت وپالیسیوں کو نافذ کیا تھا اور اس جنگ کے نتیجہ میں اس وقت مدائن میں برسر اقتدار ایرانی حکومت کو اپنی رعایا کے سامنے زبردست رسوائی کا منہ

---

❶ الطريق إلى المدائن: ص ٤٥٨، تاريخ الطبري: ٤/ ٣٠٠.

❷ الخلفاء الراشدون: النجار ص ١٣٢.

❸ الطريق إلى المدائن: ص ٤٦١.

Marfat.com

دیکھنا پڑا، نیز اس نوعیت کی لڑائی نے دشمن کو یہ احساس دلایا کہ جس قوم کو ایرانی حکومت اس وقت اہانت اور گری ہوئی نظروں سے دیکھتی ہے، اس میں بزور بازو دفاع کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ ❶

اسلامی فتوحات پر ایرانیوں کا ردعمل:

ایرانی حکومت کے ہاتھوں سے عراق کے کئی علاقوں کا نکل جانا اور اسلامی فوج کے ہاتھوں بار بار ہزیمت اٹھانا، یہ سب ایسے معمولی واقعات نہ تھے کہ آئے اور گزر گئے اور فارس کی ایرانی حکومت میں اس کا کوئی ردعمل نہ ہو۔ نہیں، بلکہ بڑے بڑے ایرانی سردار اور عمائدین جمع ہوئے اور رستم و فیرزان سے کہا کہ: تم دونوں کا آپس اختلاف ہمیں کہاں تک لے جائے گا، تم لوگوں نے سارے اہل فارس کو ذلت و رسوائی کا منہ دکھایا اور ان کے دشمنوں کے حوصول بلند کر دیے، اے حکمرانو! اللہ کی قسم! یہ رسوائی تمہارے علاوہ کسی دوسرے نے ہم پر مسلط نہیں کی، تم نے اندرون ملک خانہ جنگی پیدا کر دی ہے اور لوگوں کو ان کے حقیقی دشمن سے غافل کر رکھا ہے، بے شک تم دونوں نے اتنا شدید نقصان پہنچایا ہے کہ اب اہل فارس تمہارا اختلاف نہیں دیکھنا چاہتے اور ملک کو تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ کی قسم! تم اب اس کے علاوہ کیا دیکھنا چاہتے ہو کہ اللہ کی طرف سے آفت آئے اور ہم سب ہلاک ہو جائیں۔ بغداد، ساباط اور تکریت گنوانے کے بعد مدائن کے علاوہ اب ہمارے پاس بچا ہی کیا ہے۔ تم دونوں ایک ہو جاؤ ورنہ کسی کی کوئی ملامت سننے سے پہلے ہم تمہارا ہی کام تمام کر دیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں قتل کر دینے میں ہماری ہلاکت نہ ہوتی تو ابھی اسی وقت پہلے تمہی کو قتل کرتے اور سنو! اگر تم لوگ اپنے اختلاف سے باز نہ آئے تو ہم پہلے تم لوگوں کو قتل کریں گے اور پھر خود بھی ہلاک ہو جائیں گے، اب ہم صرف تمہاری مصالحت دیکھنا چاہتے ہیں۔ ❷

اس کے بعد رستم اور فیرزان پوران کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ کسریٰ کی بیویوں، لونڈیوں اور پورے اہل وعیال کے نام خطوط لکھوا کر سب کو جمع کرو، چنانچہ اس نے خط لکھ کر سب کو بلا بھیجا، وہ سب لائی گئیں اور ان لوگوں کے حوالے کر دی گئیں جو تکلیف دے دے کر ان سے پوچھتے تھے کہ اگر کسریٰ کی اولاد میں کوئی لڑکا ہو تو اسے بتا دیں، لیکن کسی کے پاس کوئی اولاد نہ ٹھہری، البتہ ان میں سے ایک نے بتایا کہ شہریار بن کسریٰ کی اولاد میں سے یزدگرد نام کا صرف ایک لڑکا بچا ہے اور اس کی ماں اہل بادوریا سے ہے۔ کارندے اس کے پاس بھی گئے اسے پکڑ لائے اور لڑکے کو حاضر کرنے کا مطالبہ کیا، جس وقت یزدگرد کے چچا شیرویہ نے کسریٰ کی بیویوں، لونڈیوں اور اہل وعیال کو قصر ابیض (White House) میں جمع کیا تھا اور آل کسریٰ کے تمام مردوں یعنی یزدگرد کے سترہ (۱۷) بھائیوں کو قتل کروا دیا تھا تاکہ تخت فارس کا کوئی دعویدار نہ ہو سکے، اس وقت اسی قتل کے خوف سے یزدگرد کی ماں نے اسے غائب کر دیا تھا اور اصطخر میں یزدگرد کے ننھیال میں اسے چھپا کر رکھا تھا۔ شیرویہ نے جن لوگوں کو قتل

❶ الطریق إلی المدائن: ص ٤٦٧. ❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٠٠.

Marfat.com

کیا تھا ان میں اس کا بھائی اور اس یزدگرد کا باپ شہر یار بن کسریٰ بھی تھا جو کسریٰ پرویز کی سب سے چہیتی بیوی ''شیرین'' سے تھا۔

بہر حال کارندوں نے یزدگرد کی ماں پر دباؤ ڈالا اور اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا۔ پھر اسے لایا گیا اور چونکہ اس کے سوا بنو ساسان کی نرینہ اولاد نہیں بچی تھی، اس لیے اہل فارس نے اسے تخت حکومت پر لا بٹھایا، حالانکہ ابھی اس کی عمر صرف اکیس (۲۱) سال تھی۔ اس کی حکومت پر سب نے اتفاق کر لیا۔ سارے اہل فارس اس سے مطمئن ہو گئے، اس کی مدد و فرماں برداری کے لیے آگے بڑھے اور ماضی کے اقتدار کی جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا اسے بہترین حل سمجھا۔ ❶ یزدگرد ثالث نے بھی رستم و فیرزان کی مدد سے اپنے اختیارات وقوت کو استعمال میں لانا شروع کیا، کسریٰ کے دور حکومت میں سرحدوں پر جو حفاظتی چوکیاں قائم تھیں انہیں دوبارہ قائم کیا اور ہر سرحدی چوکی کے لیے الگ الگ فوجی لشکر تشکیل دے کر ان کا نام رکھا، مثلاً یہ حیرہ کی فوج ہے، یہ انبار کی فوج ہے اور یہ ابلہ کی فوج ہے۔ ❷

مثنی رضی اللہ عنہ کے نام فاروقی مشورے اور ہدایات:

جب مثنی رضی اللہ عنہ کو اپنے مخبروں کے ذریعہ یزدگرد ثالث کی فوجی تیاروں کی خبر ملی تو اس سے اور عجمیوں کی داخلی بغاوت کے متوقع خطرات سے عمر رضی اللہ عنہ کو خط کے ذریعہ اطلاع بھیجی اور اسی طرح ہوا کہ مثنی رضی اللہ عنہ کا اندازہ بالکل صحیح نکلا، چنانچہ ابھی ان کا خط سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا بھی نہ تھا کہ سواد عراق کے عجمیوں نے عہد و پیمان توڑ کر بغاوت کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔ بغاوت کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن سے معاہدہ تھا اور وہ لوگ بھی تھے جن سے کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ دوسری طرف فارسی فوج نے حملہ کرنے میں جلدی کر دی۔ اہل ذمہ کے باغیانہ تیور کا تعاون پا کر فوج مسلمانوں کے بالکل قریب آ گئی۔ مثنی رضی اللہ عنہ یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنی فوجی قوت سے زیادہ پیش قدمی اور قبضہ کر چکے ہیں اور ایسی صورت میں یہ دیرپا نہ ہوگا چنانچہ ظف میں آپ اپنے مجاہد ساتھیوں کو لے کر پیچھے ہٹے اور ذی قار آ کر رک گئے۔ پھر تمام لوگوں کو ایک لشکر میں اتار دیا، ادھر عمر رضی اللہ عنہ وہاں کی صورت حال پڑھ کر سب سے زیادہ بے قرار تھے، چنانچہ مثنی رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کے نام آپ کا جوابی خط وارد ہوا۔ اس میں آپ نے مثنی رضی اللہ عنہ کی ان لفظوں میں رہنمائی کی تھی: ''حمد و صلاۃ کے بعد! آپ لوگ عراق کے عجمیوں کے بیچ سے نکل کر خشکی کی طرف چلے آئیں اور دریائے فرات کا وہ ساحلی علاقہ جو عجمیوں کے قریب علاقہ تمہارے اور ان کے سر پر واقع ہے وہاں قیام کرو، قبیلہ ربیعہ و مضر، ان کے خلفاء و معاونین اور شہ سواروں کو اکٹھا کرو، سب خوشی خوشی اکٹھے ہوتے ہیں تو ٹھیک ورنہ زبردستی سب کو جمع کرو۔ اگر عجمی قوت و بہادری کا مظاہرہ کریں تو عربوں کو قوت و سرفروشی پر ابھارو اور سرحد پر پڑاؤ ڈالے رہو یہاں تک کہ میرا حکم آ پہنچے۔ ❸

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٠١، الطریق إلی المدائن: ص ٤٦٧ . ❷ الطریق إلی المدائن: ص ٤٦٨ .

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٠١ .

مثنی رضی اللہ عنہ خط پڑھ کر ذی قار میں ٹھہر گئے اور بصرہ کی سمت میں واقع غُضَی، جل اور شراف پہاڑیوں میں مسلمانوں کو پھیلا دیا اور صحرائے عراق کی اول سے آخر تک فرات کے ساحلی علاقوں میں اپنی فوجوں کو تقسیم کر دیا، غضی کی پہاڑی سے لے کر قطقطانہ تک ہتھیار بند فوجوں کی ٹولیاں تھیں، ہر ایک دوسرے پر نگاہ لگائے ہوئے تھی تاکہ کسی بھی ناگہانی حالت میں ایک دوسرے کی مدد کی جا سکے۔ وہ سب فارس کی تازہ دم فوج پر گھات لگائے بیٹھے تھے اور دارالخلافہ کی طرف سے امدادی فوج کے منتظر تھے، جب کہ دوسری طرف کسریٰ کی فوجی سرحدی چوکیاں دوبارہ قائم ہو چکی تھیں۔ فارسی حکومت میں اقتدار کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور وہ مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے اور مسلمان پورے جوش وخروش کے ساتھ دشمن کو دھاڑ رہے تھے جیسے کہ شیر اپنے شکاری پر غراتا ہے اور پھر پلٹ کر زوردار حملہ کرتا ہے اور ان کے امراء وقائدین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر کے بموجب اور امدادی فوج کے انتظار میں انہیں آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔ یہ واقعہ ذی القعدہ ۱۳ ہجری مطابق جنوری ۶۳۵ء کے آخری ایام میں پیش آیا، اسی موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ: ''اللہ کی قسم میں شاہان عجم کو ملوک عرب سے ٹکرا کر رہوں گا۔'' پھر آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ ذی الحجہ میں جب حجاج مکہ آ رہے تھے تو آپ نے تمام اضلاع میں اپنے افسران کے نام پیغام بھیجا کہ ہر قبیلے کے لوگ دربار خلافت پہنچیں، چنانچہ مکہ، مدینہ اور عراق کے راستوں پر جو قبائل آباد تھے وہ سب سے پہلے حج سے واپس ہوتے ہی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آ پہنچے اور بتایا کہ ہمارے پیچھے بھی لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور جو لوگ عراق کے زیادہ قریب تھے وہ مثنی رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ اس موقع پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوجی تیاریاں اتنی زور شور سے شروع کیں کہ پوری اسلامی سلطنت کے مال داروں، دانش مندوں، شرفاء، بزرگوں، بہادروں، خطیبوں اور شاعروں کو بلا بھیجا اور ان چنندہ افراد کو دشمن کی طرف روانہ کر دیا۔ ❶

❶ الطريق إلى المدائن: ص ٤٧١ .

Marfat.com

(۲)

معرکہ قادسیہ

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ اہل فارس بڑے زور شور سے لڑائی کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں اور عراقی مسلمانوں کی مختصر سی باقی ماندہ فوج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں تو جبری فوجی بھرتی کا حکم دیا اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ نے مثنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تمام قبائل میں جو مرد میداں ہوں اور لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں انہیں فوج میں بھرتی کریں، وہ اس کے لیے راضی ہوں یا نہ ہوں، اس عمل کو جبری فوجی بھرتی کہا جاتا ہے جسے اسلام میں سب سے پہلے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔ اس واقعہ سے کتاب "العسكرية الاسلامية" کے مولف محمد فرج کی اس تحقیق کی تردید ہو جاتی ہے جن کا کہنا ہے کہ جبری فوجی بھرتی اموی دور حکومت کی ایجاد ہے۔ مذکورہ واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ فوجی بھرتی کے اس نظام کو سب سے پہلے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نافذ کیا اور جوں ہی مثنی رضی اللہ عنہ کے نام امیر المومنین کا جبری فوجی بھرتی سے متعلق خط پہنچا انہوں نے فوراً اسے نافذ کیا۔ فوجی نقل و حرکت کا جو نقشہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھینچا تھا اسی کے مطابق اپنا قدم آگے بڑھایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گورنروں اور افسروں کے پاس کارندے بھیج کر انہیں حکم دیا کہ ہر اس شخص کو جو مرد میدان ہو، جس کے پاس ہتھیار ہو، جس کے پاس گھوڑا ہو یا وہ جنگی بصیرت کا مالک ہو منتخب کر لو اور جلد از جلد میرے پاس بھیج دو اور لوگوں کو زبردستی فوج میں بھرتی کرو اور انہیں میرے پاس بھیجتے رہو تا کہ انہیں عراق کے محاذ پر بھیج سکوں۔ ❶

یزدگرد کے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد بلاد فارس کے باشندوں کے موقف میں کئی تبدیلیاں آ گئیں

- اندرون ملک اقتدار میں استقرار و پختگی پیدا ہوگئی اور سب اپنے اندرونی اختلافات کو بھلا کر یزدگرد کی حکومت پر متحد و متفق ہو گئے۔ حکومت فارس کو بھی اطمینان نصیب ہوا، عوام نے حکومت کے دست و بازو کو مضبوط کیا، رؤسائے فارس نے بڑھ چڑھ کر اس کی مدد اور اطاعت کی۔
- عام فوجی بھرتی شروع ہوئی، جدید شکل میں کیل کانٹے سے لیس ہوئی اور مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں جماعتوں کی شکل میں انہیں پھیلا دیا گیا۔
- عراقی باشندوں کو بھڑکایا گیا اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا گیا۔ نتیجتاً ذمی کسانوں نے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور فارسی فوج کے ساتھ ہو لیے۔ ❷

❶ إتمام الوفاء: ص ۷۰.

❷ حركة الفتح الإسلامي: ص ۸۰.

Marfat.com

جب باشندگان عراق کے موقف میں یہ تبدیلی آئی تو مجبوراً مسلمانوں کو بھی اپنا موقف بدلنا پڑا اور بالآخر یہ ہوا کہ:

- انخلاء: مثنی رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلم قائدین کا اپنے مفتوحہ علاقوں کو عجمیان چھوڑ کر عراق کے درمیان سے باہر آجانا۔
- واپس پلٹنا: عرب و فارس کی سرحد پر آبی علاقوں کی طرف پلٹ کر وہاں پڑاؤ ڈالنا پڑا، مثنی رضی اللہ عنہ نے ''ذی قار'' میں قیام کیا اور لوگوں نے ''حلف'' میں۔ وہاں پہنچ کر فوجی دستے تیار کیے گئے۔ ان میں سے ہر دستہ دوسرے پر نگاہ رکھتا تھا اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرتا تھا۔
- جب اہل فارس نے جبری فوجی بھرتی کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمانوں نے بھی ان کے بالمقابل جبری فوجی بھرتی کا سلسلہ شروع کیا۔ ❶

جنگ عراق کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت:

فتوحات عراق کا یہ تیسرا مرحلہ ہے جس کا آغاز ۱۴ ہجری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت سے ہوتا ہے۔ ایک طرف ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا چودھواں سال شروع ہو رہا ہے اور دوسری طرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو اہل فارس سے جنگ کرنے پر ابھار رہے ہیں۔ اس سال کے محرم کی پہلی تاریخ کو مدینہ سے اسلامی لشکر لے کر آگے آگے چلتے ہیں۔ ''صرار'' ❷ نامی ایک چشمہ پر آکر ٹھہر جاتے ہیں اور بہ نفس نفیس جنگ عراق میں شرکت کا عزم مصمم لے کر یہاں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ مدینہ میں سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب چھوڑا ہے اور ساتھ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگ و ممتاز صحابہ ہیں۔ اپنے عزم و فیصلہ کے متعلق صحابہ سے مشورہ لینے کے لیے ایک مجلس منعقد کرتے ہیں۔ "اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کی ندا لگائی گئی اور علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے بلا بھیجا پھر آپ نے سب سے مشورہ طلب کیا کہ جنگ میں میری شرکت کیسی ہے؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے آپ کی شرکت کی تائید کی۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: مجھے ڈر ہے کہ اگر کہیں آپ کو کوئی زک پہنچ گئی تو سارے مسلمان کمزور پڑ جائیں گے۔ میری رائے ہے کہ آپ اپنی جگہ پر کسی دوسرے شخص کو امیر بنا دیں اور خود مدینہ واپس لوٹ جائیں پھر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی فکر سے اتفاق کیا، خود عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بہتر سمجھا۔ لیکن آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: پھر آپ کی رائے میں کس کو امیر بنایا جائے؟ انہوں نے کہا: میں نے پالیا۔ آپ نے پوچھا: کون؟ انہوں نے کہا: کچھار کا شیر، سعد بن مالک زہری، عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بات کو پسند کیا اور سعد رضی اللہ عنہ کو نجد سے بلا کر جنگ عراق کا امیر بنا دیا۔ ❸

---

❶ حركة الفتح الإسلامي: ص ٨٠. ❷ ''صرار'' مدینہ سے تین میل کی دوری پر ایک جگہ ہے۔ معجم البلدان: ۳/ ۳۹۸.

❸ ترتيب وتهذيب البداية والنهاية: ص ٩٦.

Marfat.com

۱: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

جب سعد رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جنگ عراق کا امیر مقرر کرتے ہوئے فرمایا: ''اے سعد! اے بنو وہیب کی سعادت! اس بات پر کبھی گھمنڈ نہ کرنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں نیکی سے مٹاتا ہے اور اللہ اور اس کے بندے کے درمیان رشتہ اطاعت کے سوا دوسرا کوئی رشتہ نہیں، اللہ کی نگاہ میں ادنیٰ و اعلیٰ سب برابر ہیں، اللہ سب کا رب ہے اور سب اس کے بندے ہیں، طہارتِ نفس و تقویٰ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے، اللہ کی رضا مندی صرف اس کی اطاعت کوشی میں ہے، اپنی بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت رہی ہے ہر مسئلہ میں اسی پر نظر رکھنا کیونکہ وہی اصل دین ہے۔ یہی میری تم کو نصیحت ہے اگر تم اسے نہیں مانو گے اور اس سے اعراض کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ❶

خلیفہ راشد، عظیم خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ بلیغ نصیحت ہے، آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کی اس کمزوری کو پکڑ لیا جس سے وہ دھوکا کھا سکتے تھے اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قریبی تعلق کہیں ان کے لیے دیگر مسلمانوں پر گھمنڈ کرنے کا سبب نہ بنایا جائے۔ لہٰذا آپ نے ایسے عام اسلامی اصول کا حوالہ دیا جو اس دنیا میں مسلم فرد کی کرامت و برتری کا معتبر پیمانہ ہے۔ فرمایا: اللہ سب کا رب ہے اور سب اس کے بندے ہیں۔ صرف طہارت نفس سے ایک دوسرے پر فضیلت ملتی ہے اور اطاعت شعاری سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ گویا آپ یہ کہنا چاہتے تھے کہ گناہوں سے دوری اور اطاعت کوشی بلفظ دیگر صرف تقویٰ میں ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہو سکتی ہے اور اسی کا نام تقویٰ ہے اور وہی فضیلت و برتری کا الٰہی میزان ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾﴾ (الحجرات: ۱۳)

''اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔''

پس تقویٰ و طہارت نفس ہی سچی و بابرکت میزان ہے اگر مسلمان رب کی رضا اور اخروی سعادت کے حصول کے لیے کوشش کرے تو تقویٰ کی اس منزل تک پہنچنا اس کے لیے نہایت ممکن و آسان ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے نصیحت کے آخر میں فرمایا کہ ہر مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت رہی ہے اسی پر عمل کرنا، آپ کی یہ نصیحت دین کے تمام احکامات کی بجا آوری اور عملی زندگی میں اس کے مکمل نفاذ کو شامل ہے۔ ❷

۲: دوسری وصیت:

جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو محاذ جنگ پر روانہ کرنے نکلے تو انہیں دوسری وصیت ان لفظوں میں کی: ''میں نے تم کو جنگ عراق کا سالار اعلیٰ بنایا ہے، میری وصیت غور سے سنو اور ذہن نشین

❶ تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٠٦.   ❷ التاريخ الإسلامى: ١٠/ ٣٦٢.

کرلو، تم ایک مشکل اور صبر آزما مہم پر جا رہے ہو، حق پرستی ہی اس میں تمہاری معاون ہوسکتی ہے۔ خود کو اور اپنے ساتھیوں کو خیر و بھلائی کا عادی بناؤ، اسی سے کامیابی کی توقع رکھو، ہر عادت کی خیر صبر ہے، اگر تمہیں کوئی تکلیف یا ناخوشگوار واقعہ پیش آ جائے تو صبر کرنا، دل اللہ کے خوف وخشیت سے معمور رہے گا۔ جان لو! اللہ کی خشیت دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے، ایک اس کی اطاعت وفرماں برداری سے اور دوسری گناہوں سے اجتناب سے۔ جس نے دنیا کو حقیر سمجھ کر اور آخرت سے محبت کر کے اللہ کی اطاعت کی درحقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے دنیا سے محبت کر کے اور آخرت کو حقیر سمجھ کر اللہ کی نافرمانی کی درحقیقت وہی عاصی ونافرمان ہے۔ دلوں کی مخصوص حقیقتیں اور حالتیں ہوتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جس کے لیے چاہتا ہے ودیعت کرتا ہے، ان میں سے کچھ پوشیدہ اور کچھ علانیہ ہوتی ہیں۔ علانیہ یہ ہیں کہ برحق قول پر جم جانے کے بعد حق کے سلسلہ میں اس کو اچھا اور برا کہنے والے دونوں اس کی نگاہ میں برابر ہوں اور پوشیدہ حالت کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب حکمت دل سے نکل کر زبان پر آ جاتی ہے اور لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پس لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہو، کیونکہ انبیاء اللہ تعالیٰ سے اسے مانگ چکے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرنے لگتا ہے تو لوگوں کی نگاہ میں اسے محبوب بنا دیتا ہے اور جب کسی بندہ سے نفرت کرتا ہے تو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیتا ہے، لہٰذا اپنے معاون ومساعد لوگوں میں اپنا مقام ومرتبہ دیکھ کر اللہ کے پاس اپنے مقام ومرتبہ کا اندازہ کرلو۔ [1]

مذکورہ فاروقی نصیحت میں چند عبرت آموز باتیں:

- کسی مسلمان کا حق بات پر جمے رہنا اسے مشکلات سے نجات دلاتا ہے، کیونکہ جو حق کو لازم پکڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور جو اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نصرت وتائید کا یہ شعور واحساس اسے زیادہ سے زیادہ حسن عمل اور مشکلات ومصائب سے نمٹنے کی عظیم قوت عطا کرتا ہے۔ مزید برآں حق بات پر قولاً وعملاً جمے رہنے والے انسان کو قلبی سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جو شخص حق اور حقانیت کے راستے سے ہٹ جاتا ہے وہ طرح طرح کی بے چینیوں اور آلام ومصائب کا شکار ہوتا ہے، مثلاً خود اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، اسے ہمیشہ لوگوں کے محاسبہ کا ڈر رہتا ہے، وہ نہیں جانتا کہ اس بے اعتدالی کے نتیجے میں اس کا مستقبل کیا اور کیسا ہوگا؟
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی نصیحت میں فرمایا کہ "خیر کا ہتھیار صبر ہے۔" ایسا اس لیے کہ خیر اور حسن عمل کا راستہ فرش مخمل بچھا ہوا جیسا راستہ نہیں ہے بلکہ بہت تنگ اور خاردار ہے۔ اس پر چلنے کے لیے طویل جہد ومشقت کی ضرورت ہے۔ اس پر گزرنے والے کو ہر مصیبت پر صبر کے لیے تیار رہنا چاہیے ورنہ درمیان راستہ ہی میں وہ دم توڑ دے گا۔

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٠٦، ٣٠٧.

Marfat.com

❁ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''اللہ کی خشیت اس کے احکامات کی اطاعت اور معاصی کے اجتناب سے پیدا ہوتی ہے۔'' پھر وضاحت کی کہ اللہ کی اطاعت پر ابھارنے والی سب سے بڑی چیز دنیا سے نفرت اور آخرت سے محبت ہے اور گناہوں پر اکسانے والی سب سے بڑی چیز دنیا کی محبت اور آخرت سے نفرت ہے۔

❁ پھر آپ نے فرمایا کہ دلوں کے مخصوص حقائق اور حالتیں ہوتی ہیں کچھ کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے، اس کی مثال دیتے ہوئے آپ نے بتایا کہ غصہ کی حالت ہو یا خوشی کی بہر صورت لوگوں کے ساتھ حق کا معاملہ کیا جائے اور اس پر قائم رہا جائے۔ لوگوں کی تعریف وخوشامد حق کے نفاذ میں اور مجرم کو سزا دینے میں آڑے نہ آئے یا لوگوں کی زبان سے اس کی مذمت لوگوں پر ظلم ڈھانے اور انہیں حق سے محروم رکھنے کا سبب نہ بنے۔

❁ دل کے پوشیدہ حقائق کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خیر کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل سے حکمت کی بات اس کی زبان پر آجائے اور اپنے مسلم بھائیوں کے درمیان وہ محبت وعزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، کیونکہ جب سچے مسلمانوں کی محبت وعزت اسے ملے گی تبھی اسے معلوم ہوگا کہ اللہ اس سے راضی ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے بندوں کی نگاہوں میں محبوب بنا دیتا ہے۔[1]

❁ اس مقام پر قابل غور بات یہ ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسی جنت کی بشارت یافتہ شخصیت کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان گہر بار نصائح کی ضرورت تھی تو آج ہم جیسے مسلمانوں کو اس کی کتنی سخت ضرورت ہے؟ جب کہ ان کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور اس کی بجا آوری میں ہم کافی کوتاہ واقع ہوئے ہیں۔[2]

۳: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

سعد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ چار ہزار اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر عراق روانہ ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ ''صرار'' سے ''اعوص''[3] تک آپ کو بھیجنے آئے، وہاں کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کیا، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مثالیں بیان کی ہیں اور تمہارے لیے اپنی بات کھول کھول کر بیان کر دی ہے تاکہ اس سے تمہارے دلوں کو زندگی بخشے کیونکہ دل سینوں میں بے جان ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر دے۔ جسے اچھے اور برے کاموں کا کچھ علم ہو وہ اس سے فائدہ اٹھائے، عدل کی کچھ کامل نشانیاں اور کچھ ابتدائی علامات ہیں، پس حیا، سخاوت، خاکساری اور نرمی کامل نشانیاں ہیں اور رحمت وشفقت ابتدائی علامات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ کا ایک دروازہ (آغاز) بنایا ہے اور ہر دروازے کی کنجیاں میسر کی ہیں۔ عدل کا دروازہ عبرت حاصل کرنا ہے، اس کی چابی زہد ہے اور فوت شدگان کو یاد کر کے موت کی یاد تازہ کرنا اعمال صالحہ کے ذریعے

[1] التاريخ الإسلامي: ۱۰/ ۳٦٤.
[2] التاريخ الإسلامي: ۱۰/ ۳٦٥.
[3] عراق کے راستے میں ایک وادی ہے۔ آج اسی جگہ مدینہ ایئر پورٹ بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

آخرت کے لیے تیاری کرنا عبرت حاصل کرنا ہے۔ ظالم سے دوسرے کا حق چھیننا اور حق دار تک اسے پہنچانا ہی زہد ہے۔ تم اس معاملہ میں کسی سے ظلم و زیادتی نہ کرنا، بقدر کفاف روزی پر قناعت کرنا۔ جسے کفاف کی روزی پر قناعت نہ ہو اسے کوئی چیز مال دار نہیں کر سکتی۔ میں تمہارے اور اللہ کے درمیان ہوں اور میرے اور اللہ کے درمیان اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے مجھ پر لازم کر دیا ہے کہ تمہاری شکایتیں اس تک نہ جانے دوں، لہٰذا تم اپنی شکایتیں مجھ تک لایا کرو، جو خود نہ پہنچا سکے تو اسے بتا دے جو مجھ تک اسے پہنچا سکے، بلا روک ٹوک میں اس کا حق اسے دلاؤں گا۔'' ❶

۴: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عراق میں اور مثنی رضی اللہ عنہ کی وفات:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے اور نجد کے ''زرود'' ❷ نامی ایک مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ امیر المومنین نے ان کے پاس مزید چار ہزار فوجیں بھیجیں اور سعد رضی اللہ عنہ نے خود سات ہزار مجاہدین اسلام کو نجد سے جمع کر لیا تھا۔ ادھر مثنی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ بارہ ہزار فوج لے کر عراق میں سعد رضی اللہ عنہ کے منتظر تھے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ زرود میں پڑاؤ ڈال کر اہل فارس سے فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے، عمر رضی اللہ عنہ نے اس جنگ کے لیے کافی اہتمام کیا تھا، آپ نے پوری اسلامی سلطنت سے تمام روساء، اصحاب الرائے، شرفاء، مردان جنگ، خطباء اور شعراء کو جمع کر کے ان چنندہ افراد کو اسلامی لشکر کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ ❸

جس وقت سعد رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر زرود میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے انھی ایام میں مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑے اور اس سے جاں بر نہ ہو سکے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ معرکہ جسر میں ان کو جو کاری زخم لگا تھا وہی ناسور ہو گیا تھا۔ جب مثنی رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ اب میری موت قریب ہے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بشیر بن خصاصیہ کو اپنی فوج کا امیر بنا دیا اور اپنے بھائی مُعَنّٰی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر انہیں وصیت فرمائی اور کہا کہ جلد از جلد میری وصیت سعد رضی اللہ عنہ تک پہنچا دو اور پھر جان جان آفرین کے حوالے کر دی، اب وہ روشن چراغ بجھ چکا تھا اور چمکتا ہوا سورج غروب ہو گیا تھا جس نے فتوحات عراق کو روشنی اور حرارت سے بھر دیا تھا۔ ❹ مثنی رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی کہ ''اپنے دشمنوں (ایرانیوں) سے اس وقت جنگ نہ کی جائے جب ان کی شیرازہ بندی ہو چکی ہو اور وہ آپس میں متحد ہو گئے ہوں، ان کے ملک میں گھس کر بھی لڑنا ان سے ٹھیک نہیں، بلکہ ان کی سرحدوں پر رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے جہاں سے عرب کی سرزمین عجم کی سرزمین کی نسبت زیادہ قریب ہو۔ پس اگر مسلمانوں

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٠٨.

❷ ''زرود'' عراق کے راستے سے آنے والے حجاج کے راستے میں ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان ایک ریگستانی علاقہ ہے۔

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٣١٠. ❹ القادسیة: أحمد عادل كمال ص ٢٩.

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ ان پر غالب کر دے تو آگے بڑھنا مشکل نہیں اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو عرب اپنے راستوں سے زیادہ واقف اور اپنی سرزمین میں زیادہ جری ہوں گے اور ان کے لیے پلٹ کر حملہ کرنا آسان ہوگا۔ ❶

ہم ذرا یہاں ٹھہریں اور دیکھیں کہ مثنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات کی باتیں خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات کی باتوں سے کتنے قریب تر ہیں۔ دونوں ہی اس دنیا کو الوداع کہہ رہے ہیں اور اسلامی فتوحات کی فکر دامن گیر ہے، ان کی کامیابی کے لیے وصیتیں کرتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاں بلب ہیں اور اپنے خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہیں کہ فتح عراق کے لیے مسلمانوں کے جوش و جذبات کو ابھارو اور مثنی رضی اللہ عنہ بھی جاں بلب ہیں اور جنگ عراق کے جدید قائد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وراثت میں اہل فارس کے خلاف اپنی جنگی تجربات کا پیغام دیتے ہیں۔ اس دنیا کو الوداع کہنے والے ہیں اور امت کی فکر اور فتوحات میں کامیابی کی تدبیر دامن گیر ہے، پھر سعد رضی اللہ عنہ کو انہی چیزوں کی وصیت کرتے ہیں۔ ❷

بہر حال جب سعد رضی اللہ عنہ کو مثنی رضی اللہ عنہ کی رائے اور وصیت معلوم ہوئی تو ان کے دل میں مثنی رضی اللہ عنہ کی موت کا غم تازہ ہو گیا، ان پر رحمت الٰہی کی دعائیں کیں اور معنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ امیر مقرر کرتے ہوئے نصیحت کی کہ مثنی کے اہل و عیال کے ساتھ خیر و بھلائی کرنا۔ ❸ اس اثر میں ایک بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ مثنی نے اپنی بیوی سلمٰی بنت خصفہ تیمیہ کا وصی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بنایا اور اسی وجہ سے معنی اپنی بھاوج سلمٰی کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے، پھر جب سلمٰی کی عدت پوری ہوگئی تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام نکاح دیا اور اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس وصیت کا مقصد کیا تھا؟ کیا مثنی رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے بعد اپنی بیوی کو بزبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت پانے والی اور اسلام کی عظیم و بہادر ہستی کے ساتھ لگا کر ان کے ساتھ حسن سلوک اور وفاداری کرنا چاہتے تھے؟ اگر یہی مقصد تھا تو یہ ازدواجی زندگی میں وفاداری کی ایک نادر مثال ہے یا یہ کہ سلمٰی عقل مند اور فہم و فراست کی مالک تھیں اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتے رہتے ان کے جنگی تجربات سے واقف تھیں، تو مثنی رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا کہ مسلمان ان تجربات سے فائدہ اٹھائیں؟ دونوں باتوں کا احتمال ہے۔ درحقیقت رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال اس نسل انسانی کے فضائل و مناقب اور نادر روزگار کارناموں میں سے یہ چھوٹا سا واقعہ بطور مثال ”مشتے نمونہ از خروارے“ ہے۔ ❹ اس واقعہ میں معنی رضی اللہ عنہ کے اس قابل تعریف موقف کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہوگا جو انہوں نے وصیت پہنچانے سے پہلے اختیار کیا تھا، وہ یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ فارسی سرداروں میں ایک سردار نے جس کا نام ”آزاذمر“ تھا، قابوس بن منذر کو یہ کہہ کر قادسیہ بھیجا ہے کہ عربوں کو ایرانیوں کی مدد پر اکساؤ، تبھی ان کے سردار ہوگے اور جس طرح تمہارے آباواجداد تھے چنانچہ قادسیہ آیا اور کہیں لالچ دلا کر اور کہیں

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٣١٣.
❷ القادسية: أحمد كمال، ص: ٣٠.
❸ تاريخ الطبري: ٤/ ٣١٣.
❹ التاريخ الإسلامي: ١٠/ ٣٧٠، ٣٧١.

Marfat.com

دھمکی دے کر جس طرح نعمان بن منذر نے بکر بن وائل سے سودے بازی کی تھی اسی طرح ان سے سودے بازی کی۔ جب معنی رضی اللہ عنہ کو دشمن کی اس نقل وحرکت کا علم ہوا تو راتوں رات ذی قار سے ایک سریہ لے کر وہاں پہنچ گئے اور قابوس اور اس کے ساتھیوں کو چت کر دیا پھر ''ذی قار'' واپس لوٹ آئے۔ ❶

۵: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عراق روانگی اور عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام یہ پیغام ملا کہ ''زرود'' سے کوچ کر کے عراق کی طرف آگے بڑھو اور اہل فارس سے فیصلہ کن جنگ کے لیے اب پوری تیاری کر لو، آپ کے پیغام کا موضوع یہ تھا: ''حمد وصلاۃ کے بعد! میں تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو ہر حال میں اللہ کے تقویٰ کا حکم دیتا ہوں، اللہ کا تقویٰ ہی دشمن کے مقابلہ کی سب سے بہترین تیاری اور جنگ میں فتح یابی کے لیے سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو میرا حکم ہے کہ تم اور تمہارے فوجی دشمن سے جتنا چوکنا رہیں اس سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں، کیونکہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا خود اپنے گناہوں سے پہنچتا ہے۔ مسلمانوں کی فتح کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن معاصی میں گرفتار ہے اگر ایسا نہ ہو تو دشمن پر ہمارا قابو نہ چل سکے، کیونکہ ہماری تعداد ان سے کم ہے، ہمارے ہتھیار ان کے ہتھیاروں سے گھٹیا ہیں، اگر معاصی میں ہم دشمن کے برابر ہوں تو وہ قوت میں ہم سے بڑھ جائیں گے اور اگر ہم اپنی اچھی صفات سے ان پر غلبہ نہ پا سکیں تو اپنی فوجی طاقت سے یقیناً نہیں پا سکیں گے۔ یاد رہے تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمہارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں، انہیں تمہارے ہر عمل کا علم ہوتا ہے، ان سے غیرت کرو اور معاصی سے بچتے رہو۔ یہ نہ کہو کہ دشمن چونکہ ہم سے برا ہے اس لیے کبھی ہم پر فتح نہ پا سکے گا، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی قوم پر اس سے بری قوم غالب آ جاتی ہے۔ جس طرح جب بنو اسرائیل نے گناہوں سے اللہ کو ناراض کیا تو آگ کو پوجنے والے پارسی ان پر غالب آ گئے اور ان کے گھروں کو تہ و بالا کر دیا۔ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے، گناہوں سے بچنے کی اللہ سے دعا مانگو، جس طرح دشمن پر فتح پانے کی دعا مانگتے ہو۔ میں بھی اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں۔ کوچ کے دوران فوج کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ اور انہیں اتنا نہ چلاؤ کہ تھک جائیں اور پر آرام جگہ ٹھہرنے سے انہیں نہ روکو تاکہ وہ جب دشمن سے مقابل ہوں تو ان کی توانائی بحال ہو، وہ ایک ایسے دشمن سے لڑنے جا رہے ہیں جو اپنے گھر میں ہے جس کے سپاہی اور جانور تازہ دم ہیں۔ دوران کوچ ہر جمعہ ایک دن اور ایک رات قیام کرو، تاکہ فوج ستا کر تازہ دم ہو جائے اور اپنے ہتھیار و سامان درست کر سکے، جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کر لیا ہو یا جزیہ دے کر تمہاری پناہ میں آ گئے ہوں ان کی بستیوں سے دور پڑاؤ ڈالو اور کسی کو ان کی بستیوں میں نہ جانے دو، سوائے اس شخص کے جس کی دیانت داری پر تمہیں بھروسا ہو، بستی والوں کی کسی چیز پر

---

❶ تاريخ الطبری: ٤/ ٣١٣.

Marfat.com

ناجائز قبضہ نہ کیا جائے کیونکہ تم نے ان کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور یہ ذمہ داری جو ایک آزمائش ہے تمہیں پوری کرنی ہے۔ جس طرح اپنے معاہدات سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری ذمیوں اور اہل معاہدہ کے لیے ایک آزمائش ہے، جب تک وہ اپنے معاہدات سے عہدہ برآ ہوتے رہیں تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، ان پر ظلم و ستم کر کے دشمن پر فتح پانے کے طالب نہ ہو، جب دشمن کے علاقہ میں پہنچو تو تحقیق حال کے لیے مخبر بھیجو اور دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر رہو، تمہارے پاس مخبری کے لیے ایسے عرب یا مقامی لوگ ہوں جن کی نیک نیتی اور حق گوئی پر تمہیں پورا اعتماد ہو، کیونکہ عادتاً جھوٹے کی رپورٹ کا کچھ حصہ اگر صحیح بھی ہو تو اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچے گا اور دھوکے باز تمہارے خلاف مخبری کرے گا تمہارے حق میں نہیں۔ دشمن کے علاقہ کے قریب پہنچ کر ہراوّل اطلاعی دستوں میں اضافہ کرو اور دستے اپنے دشمن کے درمیان پھیلا دو۔ یہ دستے رسد اور فوجی ضرورت کی چیزیں دشمن تک نہ پہنچنے دیں اور ہراول اطلاعی دستے دشمن کے فوجی راز دریافت کریں اور فوجی ہراوّل ان اطلاعی دستوں کے لیے ایسے لوگ منتخب کرو جو بڑے بہادر اور صائب رائے ہوں اور ان کو تیز رفتار گھوڑے دو اگر دشمن سے ان کی مڈبھیڑ ہو تو تمہاری رائے سے ان کو قوت ملے، دستوں میں ایسے لوگ ہوں جنہیں جہاد کی لگن ہو اور جو تلواروں کی چھاؤں میں پامردی سے ڈٹے رہیں ہراوّل اور فوجی دستوں کے انتخاب میں ذاتی خواہش کو دخل نہ دو، کیونکہ ایسا کرنے سے تمہاری مہم کو جو نقصان پہنچے گا اور تمہاری لیاقت پر جو حرف آئے گا وہ اس فائدہ سے کہیں زیادہ ہوگا جو مقربین کے ساتھ رعایت کرنے سے ممکن ہے۔ رسالے اور دستے ایسی جگہ نہ بھیجو جہاں ان کے شکست کھانے، نقصان اٹھانے یا تباہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ جب دشمن تمہارے سامنے آئے تو اپنی بکھری ہوئی فوجیں دستے اور رسالے قریب بلا لو اور اپنی قوت و تدبیر سے کام لینے کے لیے تیار ہو جاؤ، جب تک دشمن خود حملہ آور نہ ہو لڑنے میں جلدی نہ کرو، تاکہ تم اس کی فوجی کمزوریوں سے واقف ہو سکو اور اپنے گرد و پیش سے مقامی باشندوں کی طرح واقف ہو جاؤ۔ یہ واقفیت حاصل کر کے تم ایسی بصیرت سے لڑ سکو گے جس طرح دشمن خود لڑنے پر قادر ہوگا۔ اپنی فوج پر پہرے دار بھی مقرر کرو اور حتی الامکان شب خون سے چوکنا رہو۔ اگر کوئی ایسا قیدی جسے امان نہ دی گئی ہو تمہارے پاس لایا جائے تو اسے قتل کر دو، تاکہ دشمن کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اللہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا نگہبان ہے۔ وہی دشمن پر تمہاری فتح کا ذمہ دار ہے۔ واللہ المستعان [1]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ایک عظیم پیغام ہے جو پوری انسانیت کے نام ہے اور نہایت اعلیٰ و نفع بخش نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ یہ پیغام عظمت فاروقی کے اہم گوشے کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ یہ کہ جنگی تنظیم و منصوبہ سازی میں آپ کو بہت مہارت تھی اور تمام پیغامات، نصائح اور ہدایات میں آپ کو الٰہی توفیق حاصل تھی۔ [2] آپ کے اس پیغام سے چند اہم رہنمایانہ اصول ہمارے سامنے آتے ہیں:

[1] الفاروق عمر بن خطاب: محمد رشید رضا، ص ۱۱۹، ۱۲۰.
[2] التاریخ الإسلامی: ص ۱۰/ ۳۷۴.

Marfat.com

❀ **پہلا اصول:**...... فوج کو ہمیشہ تقویٰ اور اطاعت الٰہی کا حکم دیا جائے کیونکہ مسلمانوں کا وہی پہلا ہتھیار ہے۔ اسے خبردار کیا جائے کہ تمہارا پہلا و بڑا دشمن معاصی ہیں، دشمنان کفار کا دوسرا درجہ ہے۔ اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ اسلامی لشکر کے ہر ہر سپاہی پر ہمہ وقت دقیق نظر رکھنے والے فرشتے نگراں مقرر ہیں، اسے گناہوں سے شرم کھانے کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ ایک مجاہد کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ اللہ کے راستے میں میدان جہاد میں ہو اور گناہ بھی کرتا رہے، یہ انتہائی غیر معقول بات ہے۔ اسے تاکید کی جائے کہ اسلامی لشکر کا غلط روش کے جواز کے لیے دشمن کی بدکاریوں کو معیار بنانا غلط ہے اور یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ مدد الٰہی کی ہمہ وقت اسے ضرورت ہے۔

❀ **دوسرا اصول:**...... قومی وملکی تعلقات میں کسی بھی خطرہ کے وقت فریق اول کی رعایت ہی محل بحث ہونی چاہیے۔ ذمیوں کے جان ومال کا احترام اور اس کی حفاظت کے اسباب تلاش کرنے چاہییں۔ اسلام کی بے داغ تصویر کو ان تمام چیزوں سے بچایا جائے جو مسلمانوں اور غیر مسلمین کے درمیان خوشگوار تعلقات کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ کا سبب بنیں، مثلاً ایسا نہ ہو کہ کوئی مسلمان جذبات میں آکر ان سے نامناسب سلوک کرنے لگے۔ اسی اصول کے تقاضوں کو پورا کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کو حکم دیا تھا کہ فوج کی قوت کے اسباب کو ضائع نہ ہونے دیں اور اسے دشمن کی سرزمین میں اس حالت میں اتاریں کہ وہ بالکل تازہ دم ہو۔ آپ کا فرمان تھا: ''کوچ کے دوران فوج سے نرمی سے پیش آؤ اور انہیں اتنا نہ چلاؤ کہ تھک جائیں، پر سہولت اور پر آرام جگہ ٹھہرنے سے انہیں نہ روک تاکہ وہ جب دشمن سے مقابل ہوں تو ان کی توانائی بحال ہو، فوج سستا کر تازہ دم رہے اور اپنے ہتھیار وسامان درست کر سکے۔''

افراد اور جنگی اسلحوں اور ساز وسامان کی حفاظت کے اسباب وتدابیر اپنانے کی تاکید کے بعد آگاہ کیا کہ امراض کے اسباب سے پرہیز کرنا علاج سے بہتر ہے۔ اسلامی لشکر کا سب سے کارگر ہتھیار یہ ہے کہ کردار وعمل سے اسلام کی خوبیاں ثابت کی جائیں۔ قول وعمل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ نے احتیاطی تدبیر اختیار کرتے ہوئے حکم دیا کہ: ''جس بستی کے لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہے یا وہ جزیہ ادا کرتے ہیں ان سے دور پڑاؤ ڈالو، مبادا ایسا کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش آجائے جس سے بہتر تعلقات کی استواری میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔'' اور کہا کہ ان کی بستیوں میں صرف انہی لوگوں کو جانے کی اجازت دو جن کی دیانت داری پر تمہیں اعتماد ہو۔ اہل ذمہ کے جان ومال کا احترام کرو اور وفاداری کا ثبوت دو۔

❀ **تیسرا اصول:**...... باہمی تعلقات کی استواری میں فریق ثانی کی شرکت کی جو نوعیت ہو اسی کے مطابق معاملات وگفتگو کے اسلوب میں تنوع ہونا چاہیے۔ جن کے ساتھ مصالحت ہو چکی ہو ان پر نرمی کی جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کو نصیحت کرتے ہوئے حکم دیا تھا

کہ اہل صلح پر ظلم و ستم کر کے دشمن پر فتح پانے کے طالب نہ رہو، جاسوسی کے لیے مفتوحہ علاقوں کے صرف انہی لوگوں سے مدد لو جن پر تم کو کامل اعتماد ہو، دوسرے لفظوں میں یہ کہ مطلق بھروسا کرنے سے احتیاط برتو۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے متعلق ضرورت سے زیادہ حسن ظن کے نتیجے میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے۔

❀ **چوتھا اصول:**...... دشمن کے بارے میں پوری معلومات اکٹھی کر لینی چاہئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے معلومات فراہم کرنے کا کام ان ہراوّل دستوں کے سپرد کرنے کی ہدایت کی جو اسلامی لشکر کے اہم اور بہترین افراد پر مشتمل ہوں اور وہ لشکر کے کامیاب ترین اسلحوں سے لیس ہوں، کیونکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دشمن کو ان کا سراغ لگ جائے اور پھر وہ انہیں قتال پر مجبور کر دے۔ ایسے وقت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ قوت اور ہتھیار کا مرعوب کن مظاہرہ ہو، تاکہ دشمن کو قوت کا احساس ہو جائے اور وہ مرعوب ہو کر بغلیں جھانکنے کی تلاش میں لگ جائے۔

❀ **پانچواں اصول:**...... جو شخص جس کام کے لیے مناسب ہو اسے وہیں استعمال کرنا چاہیے اور یہ کہ دشمن کے بارے میں معلومات جمع کرنے کا واحد مقصد یہ نہ ہو کہ جلد از جلد جنگ کی جائے، بلکہ پوری کوشش ہو کہ فریق ثانی کو مسلمانوں کے خلاف جنگ سے دور رکھا جائے، چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اسباب جنگ مہیا کر لینے کے بعد حتی المقدور جنگی کارروائی سے بچنے کی کوشش کریں اور مزید تیاریوں میں لگے رہیں۔ البتہ ہمیشہ محتاط اور دشمن سے چاق چوبند رہیں۔ [1]

۶: ارتداد سے سچی توبہ کرنے والوں سے استعانت:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ ارتداد اور دوسری کسی بھی فتوحات میں کبھی کسی مرتد سے مدد نہیں لی، لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب ان کی سچی توبہ کا یقین ہو گیا، ان کا ظاہر درست ہو گیا اور اسلامی تربیت سے بہرہ مند ہو گئے تو آپ نے انہیں کاروان جہاد میں شرکت کا حکم دے دیا البتہ ان میں سے کسی کو بھی ذمہ دار نہیں بنایا۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے طلیحہ بن خویلد اسدی اور عمرو بن معدیکرب زبیدی کے بارے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہدایت دی تھی کہ ان سے مدد ضرور لو، لیکن کبھی سو آدمیوں پر ان کو امیر نہ بنانا۔ [3] چنانچہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں خلفائے راشدین کی سنت سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے [4] کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور پھر صدق دل سے توبہ کر لے تو اس کی توبہ مقبول ہے، اس کا خون اور مال معصوم و محفوظ ہو گا، اسے وہ سارے حقوق ملیں گے جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں اور اس پر ان تمام چیزوں کی پابندی ضروری ہو گی جو دوسرے مسلمانوں پر عائد ہیں، البتہ وہ مسلمانوں کے کسی بھی اہم معاملے کا ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا۔ بالخصوص

---

[1] الدور السیاسی للصفوۃ فی صدر الإسلام: ۴۲۹.
[2] التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۷۵.
[3] التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۷۵.
[4] سنن الترمذی/ المناقب، باب: ۵۲ حدیث نمبر ۳۷۴۲.

Marfat.com

قیادت تو اس کو کبھی نہیں سونپی جائے گی۔ اس استثنا کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے اس کی توبہ میں کہیں نفاق کا شائبہ ہو چنانچہ اگر ایسی بات ہوگئی اور کسی اہم معاملے میں مسلمانوں کی قیادت بالخصوص جنگی قیادت اس کے ہاتھ میں چلی گئی تو وہ زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دے گا، پُرسکون زندگی کا پیمانہ الٹ دے گا، اپنے جیسے منافقوں کو قریب بٹھائے گا اور سچے مومنوں کو دور بھگائے گا۔ اسلامی معاشرہ کو ایسے گھناؤنے معاشرہ میں تبدیل کر دے گا جس کی باگ ڈور جاہلیت کے نمائندوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ پس دونوں باعظمت خلفائے راشدین کی یہ پاک بازسنت اسی مقصد سے وجود میں آئی کہ اس کے ذریعے سے اسلامی معاشرہ کی قیادت ورہنمائی میں شرانگیزوں وفتنہ پردازوں کو گھسنے سے روکا جائے اور شاید یہ حکمت بھی پیش نظر رہی ہو کہ مرتدین میں سے جو لوگ اقتدار پر قابض ہونے اور قیادت کرنے کی نیت سے مرتد ہوتے ہیں انہیں ان کی نیتوں کے خلاف سزا دی جائے کہ اگرچہ وہ بظاہر توبہ کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں لیکن وہ اقتدار اور عوامی نمائندگی سے محروم ہی رہیں گے۔ گویا مرتدین اور ان سب سے لوگوں کے لیے جن کے دل میں یہ بات کھٹکے کہ اسلامی زندگی سے کٹ کر اسلام دشمنی کے ذریعے سے قیادت وسرداری حاصل کرنی چاہیے یہ سزا ایک تہدید آمیز پیش بندی تھی۔ ❶

۷: امیر المومنین کی طرف سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط:

جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حدود عراق سے متصل ''شراف'' میں پہنچنے والے تھے تبھی آپ کے پاس سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا اس میں آپ کو ہدایت دی گئی تھی کہ فارس کی طرف آگے بڑھو، خط کا مضمون یہ تھا: ''اپنے ساتھ مسلم فوجیوں کو لے کر شراف سے فارس کی طرف بڑھو، اللہ پر بھروسا کرو، اور اپنے تمام کاموں میں اسی سے مدد مانگو، جان لو تم ایک ایسی قوم سے لڑنے جا رہے ہو جو تعداد میں تم سے زیادہ ہے، اس کے ہتھیار تم سے بہتر ہیں وہ بڑی بہادر ہے اور ایک ایسے ملک میں داخل ہو رہے ہو جو اگرچہ سرسبز وشاداب ہے لیکن دریاؤں، نہروں، وادیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے فصیل بند ہے۔ جب دشمن کی فوج یا اس کا کوئی سپاہی تم سے مقابل ہو تو اس کے حملہ کا انتظار کیے بغیر اس پر ٹوٹ پڑو، دشمن کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا مناظرہ نہ کرو، وہ تمہیں دھوکا نہ دے دیں، کیونکہ وہ بہت دھوکا باز اور مکار قوم ہے، اس کا معاملہ تم سے مختلف ہے۔ تم اسی وقت کامیاب ہو گے جب پوری لگن اور ہمت سے اس کا مقابلہ کرو اور جب قادسیہ ❷ پہنچو تو مسلح دستے اس کے راستوں پر منتشر ہو جائیں اور باقی لوگ پیچھے ہوں۔ ❸ تمہاری فوج (مغرب میں) صحرائے عرب اور (مشرق میں) آبادی کے درمیان کھلے میدان میں خیمہ زن ہو، پھر اپنی جگہ ڈٹے رہو، وہاں سے مت ہٹنا، جب دشمن دیکھے گا کہ تم نے اپنے شب خون حملوں سے ان کی زندگی اجیرن کر دی ہے تو وہ اپنا لاؤ لشکر لے کر تم پر زبردست حملہ کرے گا۔ اس میں اس

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۷۶.
❷ قادسیہ زمانہ جاہلیت میں اہل فارس کا دروازہ تھا۔
❸ یعنی صحرا اور آبادیوں میں ہوں۔

کے گھوڑے ہوں گے، رسالے ہوں گے اور پیادہ پا مسلح طاقت ہوگی۔ اگر دشمن کے اس حملہ پر تم نے صبر کیا، ثواب کی خاطر سچے دل سے لڑائی لڑی اور پوری امانت داری برتی تو مجھے امید ہے کہ تمہیں فتح ملے گی۔ دشمن شکست کھا کر پھر کبھی اتنی بڑی تعداد میں مقابلہ نہ کر سکے گا اور اگر کیا بھی تو اس کے حوصلے پست ہوں گے اور اگر تمہاری شکست ہوتی ہے تو صحراء (عرب) تمہارے عقب میں ہوگا، تم آبادی سے ہٹ کر اپنے صحرائی علاقہ کی طرف پلٹ سکو گے اور چوں کہ تم اس علاقہ کے بارے میں دشمن سے زیادہ واقف ہوگے، لہٰذا وہاں پہنچ کر تمہاری ہمتیں بھی بلند ہوں گی اور وہ دہشت زدہ و بزدل ہوں گے۔''

اسلامی لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ کے انتخاب سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ہدایت مثنی رضی اللہ عنہ کی اس وصیت کے عین مطابق ہے جو انہوں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کی تھی۔ جگہ کے انتخاب کے بارے میں عمر اور مثنی رضی اللہ عنہما کی رائے یکساں تھی، مثنی رضی اللہ عنہ کی نصیحت درحقیقت فارسیوں کے خلاف ان کی تین سالہ جنگی مہارت کا نتیجہ تھی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ہدایت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کو جنگی منصوبہ سازی میں مہارت و کمال حاصل تھا حالانکہ سرزمین عراق پر ابھی آپ کے قدم بھی نہ پڑے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ کے نام فاروقی پیغام اس بات کو بھی متضمن ہے کہ لشکر کو ہمیشہ دشمن کی گرفت سے دور رکھنا چاہیے اور دشمن پر ترکتاز حملے کرنے چاہیے جو ان کی زندگی کو اجیرن کر دے، اس کے ماتحتوں کو اپنوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دے تاکہ مسلمان انہیں اپنی پسند کی زمین میں لا سکیں۔ [1]

۸: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں فتح و نصرت کے معنوی اسباب:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر انہیں فتح و نصرت کے معنوی اسباب سے خبردار کیا، جن کو اولیت اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔ آپ نے خط میں تحریر فرمایا:

''اپنے دل کی حفاظت و اصلاح کرتے رہو، لشکر کو اخلاق و سچی لگن سے لڑنے اور جہاد کے ذریعے سے ثواب حاصل کرنے کی تلقین کرو، جن کے دل میں جہاد کی حقیقی تڑپ نہ ہو ان میں یہ جذبہ پیدا کیا جائے۔ صبر و ہمت سے کام لیتے رہو، کیونکہ جس مقدار میں نیت میں خلوص اور طلب ثواب کی تڑپ ہوتی ہے اسی مقدار میں اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے، اپنے ماتحتوں پر کسی قسم کی سختی و زیادتی سے بچتے رہنا، اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرنا، اللہ سے سلامتی و عافیت کی دعا مانگو اور زیادہ سے زیادہ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' پڑھا کرو، مجھے لکھو کہ تمہاری معلومات کے مطابق فارسی لشکر کہاں تک پہنچا ہے اور اس کا سپہ سالار کون ہے جو تم سے ٹکرائے گا۔ موقع محل اور دشمن کے حالات سے لاعلمی کے باعث بہت سی باتیں جو میں لکھنا چاہتا تھا نہیں لکھ سکتا، اس لیے تم اسلامی

[1] التاريخ الإسلامي: ۱۰/ ۳۷۹.

Marfat.com

فوجوں کے مورچوں اور اپنے اور مدائن کے درمیانی شہروں کے حالات اس تفصیل سے لکھو کہ گویا وہ میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور اپنے حالات کو واضح طور پر مجھ سے بیان کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، اسی سے فتح کی امید رکھو اور اپنی تیاری یا طاقت پر غرور نہ کرو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے تمہاری فتح کا ذمہ لیا ہے اور اس کا وعدہ کیا ہے، وہ اپنے وعدہ کے کبھی خلاف نہیں کرتا۔ کوئی بات ایسی نہیں ہونی چاہیے جس کی پاداش میں وہ تمہیں فتح سے محروم کر دے اور تمہارے بجائے کسی دوسری قوم کو اپنی عنایات کا مستحق بنا لے۔'' ❶

اس خط میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دل کی حفاظت و اصلاح کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ دل ہی جسم کا وہ حصہ ہے جو تمام اعضاء کو حرکت میں لاتا ہے، اور تمام اعضاء اسی کے ماتحت ہیں، پس اگر دل درست ہے تو پورا جسم درست ہوگا۔ پھر اپنی فوج کو نصیحت کرنے، اس میں تعلق باللہ اور خلوص وللّٰہیت کا آغاز کرنے اور خوشنودی الٰہی کا طلب گار ہونے پر ابھارتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ انہی اسباب پر اللہ کی نصرت و تائید منحصر ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کو خبردار کرتے ہیں کہ اپنی موجودہ ذمہ داری یا مستقبل کی فتوحات میں کوتاہی اور انتہا پسندی سے باز رہیں اور فوج اللہ کی اطاعت و خوف سے غافل نہ ہو، کیونکہ ان کی قوت کا اصل سبب اللہ کی توفیق و تائید ہے۔ امیر لشکر کو بھی چاہیے کہ اللہ سے خائف رہے اور اس کے احسانات و غیبی امداد کا منتظر اور پر امید رہے، اس لیے کہ یہ توحید کا بہت اونچا مقام ہے۔ امیر المومنین، سعد رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ خبردار کسی نیک عمل پر یا لوگوں کی تعریف سن کر غرور و تکبر سے پھول نہ جانا کہ اللہ کی شان میں گستاخی کرو، انہیں اللہ کا وعدہ یاد دلاتے ہیں کہ اس نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد اور کفر و طاغوت کے اقتدار کے زوال کا وعدہ کیا ہے۔ نصرت الٰہی کے جو اسباب ہیں انہیں حاصل کرنے میں قطعاً کوئی سستی نہ ہو، کہ اللہ کی مدد سے محرومی ہو اور وہ دوسروں کو ان پر مسلط کر دے اور یہ کام اللہ تعالیٰ اپنے دوسرے بندوں سے لے۔ ❷

۹: سعد رضی اللہ عنہ کا قادسیہ کے جغرافیائی محل وقوع اور وہاں کی حالت سے امیر المومنین کو آگاہ کرنا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جوابی خط:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ پہنچ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا، جو علاقہ فیصلہ کن جنگ کے لیے میدان کارزار بن سکتا تھا اس کی جغرافیائی حالت سے آپ کو مطلع کیا اور لکھا کہ: ''سواد عراق کے باشندے جنہوں نے پہلے مسلمانوں سے مصالحت کی تھی وہ پھر ایرانیوں سے جا ملے ہیں اور ہمارے خلاف جنگ کو تیار ہیں، ہم سے مقابلہ کرنے کے لیے ان کی فوجی کمان رستم اور اس جیسے دیگر ممتاز فوجی افسران کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ پورے لاؤ لشکر سے حملہ کر کے ہمارے دلوں کو دہلانے اور ہمیں پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں ہیں اور ہم انہیں مرعوب کرنے اور ان پر غالب آنے کی کوشش میں ہیں۔ اللہ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہو کر رہے گا۔ ہم اس کے ہر فیصلہ پر خواہ

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣١٥.
❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٧٩.

Marfat.com

ہمارے مفاد میں ہو یا نقصان میں، بہر حال راضی ہیں۔ ہم اللہ سے بہتر فیصلہ اور عافیت و سلامتی کے طلب گار ہیں۔'' ❶

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر جواب میں تحریر کیا کہ: ''تمہارا خط موصول ہوا، حالات معلوم ہوئے، جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو، حتیٰ کہ دشمن تم پر حملہ آور ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس جنگ کے بعد اور بھی لڑائیاں ہوں گی اگر اللہ کے فضل سے دشمن پسپا ہو تو اس کا تعاقب کرنا اور اس کے پایہ تخت مدائن میں گھس جانا، اللہ نے چاہا تو مدائن تباہ ہو گا۔'' ❷

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے صحیح فیصلہ لیا، وہ یہ کہ انہیں اپنی جگہ پر ٹھہر جانے اور وہاں سے آگے نہ بڑھنے کا حکم فرمایا۔ جنگ میں دشمن سے پیش قدمی کرنے سے سعد رضی اللہ عنہ کو روک دیا اور حکم دیا کہ فتح و نصرت کو مفید تر بنانے کی کوشش کریں اور دشمن کا مدائن تک تعاقب کریں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ ❸

فتح و غلبہ کے لیے مادی وسائل و اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ فتح کے معنوی پہلوؤں سے غافل نہ ہوئے، دشمن کے گھر اور اس کی شوکت و سلطنت کی حدود میں گھس کر اس پر نفسیاتی جنگ کا بگل بجا دیا اور سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: ''مجھے الہام ہوا ہے کہ دشمن کو تمہارے مقابلہ میں شکست ہوگی، پس شک و شبہ کو دل سے نکال دو اور خشیت الٰہی کو اس کی جگہ دو، تمہارا کوئی فوجی اگر مذاق میں بھی کسی فارسی کو امان دے دے یا اشارہ کرے جس کا مطلب امان ہو، یا زبان سے ایسا لفظ نکالے جسے فارسی اگرچہ نہ سمجھتا ہو لیکن اس کے ملک میں امان کی علامت سمجھا جاتا ہو تو اس دیے ہوئے امان کی پاس داری کرو اور وفاداری کا ثبوت دو کیونکہ وفاداری، بے وفائی کے موقع پر بھی اچھا اثر دکھاتی ہے، لیکن غداری اگر غلطی سے بھی کی جائے تو اس کا انجام ہلاکت ہے۔ اس سے تمہاری طاقت کمزور ہوگی اور دشمن کی طاقت بڑھے گی۔'' ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمہ وقت اپنے جذبات و احساسات کے ساتھ اسلامی لشکر کے ساتھ ہوتے، ہمیشہ ان کی فکر میں ڈوبے رہتے۔ اگر ان کی خبریں آنے میں تاخیر ہو جاتی تو غم سے نڈھال ہو جاتے اور پل پل کی خبریں سننے کے لیے بے چین و بے قرار رہتے۔ گویا یہ الہام الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کے غم کے بوجھ کو ہلکا کرنے اور مسلمانوں کو ثابت قدمی اور دل جمعی کی دعوت دینے آیا تھا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت کے معنوی اسباب اختیار کرنے کی نصیحت کی، انہیں کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ." کی عظمت کا احساس دلایا، قول میں صداقت اور عہد و پیمان میں وفاداری کی تعلیم دی اگرچہ مسلمان کا کوئی ادنیٰ فرد ہی دشمن کو امان دیا ہو، بہر حال اسے امان ملے گی اگرچہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو، مسلمان نے کوئی کلمہ زبان سے کہا یا کوئی اشارہ کیا جس سے اس

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۳۸.
❷ البداية والنهاية: ۷/ ۳۸.
❸ الفن العسكري الإسلامي: ص ۲۵۳.
❹ إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء: ص ۷۳.

Marfat.com

کا مقصود امان دینا نہیں تھا لیکن دشمن نے اسے امان سمجھا اسے امان ہی پر محمول کیا جائے اور اسلامی فوج اس کی پابند ہوگی۔ ❶

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام شاہان فارس سے مناظرہ کے لیے وفد روانہ کرنے کا حکم:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں لکھا: ''دشمن کی تیاریوں سے بالکل پریشان اور خوفزدہ نہ ہونا، اللہ سے مدد طلب کرنا اور اسی پر بھروسا رکھنا۔ دشمن کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے تم ایسے لوگوں کو بھیجو جو فکر ونظر کے مالک، متحمل مزاج اور دلیر ہوں، اللہ اس دعوت کو دشمن کی ذلت اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بنائے گا اور مجھے روزانہ خط لکھتے رہو۔'' ❷

یہ خط پا کر سعد رضی اللہ عنہ نے اہل علم، فکر ونظر کے مالک، متحمل مزاج دلیر لوگوں کا انتخاب شروع کر دیا اور جن اصحاب فکر ونظر، اہل اجتہاد اور اشراف ومعزز لوگوں پر نظر انتخاب ٹھہری وہ یہ ہیں:

(۱) نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ (۲) بسر بن ابی رہم جہنی رضی اللہ عنہ
(۳) حملہ بن جویہ کنانی رضی اللہ عنہ (۴) حنظلہ بن ربیع تمیمی رضی اللہ عنہ
(۵) فرات بن حیان عجلی رضی اللہ عنہ (۶) عدی بن سہیل رضی اللہ عنہ
(۷) مغیرہ بن زرارہ بن نباش بن حبیب رضی اللہ عنہ۔ ❸

اور جن بارعب، وجیہ اور ٹھوس جواب دینے والوں کو منتخب کیا وہ یہ تھے:

(۱) عطارد بن حاجب تمیمی رضی اللہ عنہ (۲) اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ
(۳) حارثہ بن حسان ذہلی رضی اللہ عنہ (۴) عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ
(۵) عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہ (۶) مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ
(۷) مُعَنّی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ۔ ❹

یہ چودہ (۱۴) داعی تھے جنہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شاہ فارس یزدگرد کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا، جس طرح عمر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے بالکل آپ کی منشا کے مطابق یہ لوگ اپنے قبیلوں کے سردار اور معزز ترین تھے۔ درحقیقت ان خوبیوں کے متحمل افراد کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ حکیمانہ انداز، نرم لب ولہجہ اور احسن طریقے سے جدال ومناظرہ کے ذریعے سے یزدگرد اور اس کی فوج کو ایمان کی دعوت دے سکیں اور دونوں طرف سے انسانی خون نہ بہنے پائے۔ ان چنندہ لوگوں کا وفد نمائندگی کا مکمل حق ادا کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتا تھا، ساتھ ہی ساتھ قد وقامت، قوت وبہادری، رعب ودبدبہ اور بہترین رائے کا

---

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۳۸۱. ❷ البدایة والنهایة: ۷/ ۳۸.
❸ الدعوة الإسلامیة فی عهد عمر بن الخطاب/ حسنی محمد ابراهیم. ❹ الکامل فی التاریخ: ۲/ ۱۰۱.

مالک تھا، نیز اس سے قبل انہیں اہل فارس کے ساتھ جنگی سابقہ پڑ چکا تھا۔ کچھ تو ایسے تھے جنہوں نے پچھلی جنگوں میں ان سے معرکہ آرائی کی تھی اور ان کی جنگی چالوں سے واقف تھے اور کچھ ایسے تھے جو زمانہ جاہلیت میں شاہان فارس کے پاس وفد کی شکل میں جا چکے تھے، جب کہ کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں فارسی زبان آتی تھی۔ گویا سعد رضی اللہ عنہ نے انہی لوگوں کو وفد کے لیے اس لیے منتخب کیا تھا کہ ان کی صلاحیت و بہترین رائے کا فنی معائنہ، قوت و کمزوری کا طبی معائنہ اور لیاقت و جسامت کا جسمانی معائنہ پہلے ہو چکا تھا۔ ❶ یہ وفد اپنی وجاہت و سادگی کی وجہ سے شاہ فارس کے لیے شوق ملاقات اور جسامت و قوت کی وجہ سے خوف و دہشت کا باعث تھا اور یہ دونوں خوبیاں ان کے جسم، رعب، قوت اور ذہانت و عقل مندی میں صاف نمایاں تھیں۔ ❷

یہ مبارک وفد نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آگے بڑھا اور کسریٰ کے دارالسلطنت مدائن پہنچا۔ یہ لوگ شاہ فارس یزدگرد کے پاس لائے گئے۔ اس نے اپنے ترجمان کے واسطہ سے وفد سے پوچھا: تم لوگ ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو؟ ہم سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور ہمارے پایہ تخت میں گھسنا چاہتے ہو؟ کیا تمہاری جرأت اس لیے ہوئی کہ ہم تم سے غافل ہو کر خانہ جنگی میں پھنس گئے؟ یہ سن کر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا: ''اللہ نے ہم پر رحم کیا، ہمارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا جو خیر کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، اللہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی دعوت قبول کرنے پر ہم دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال ہوں گے۔ رسول نے اپنے قریب و بعید کے تمام قبائل و رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، پھر حکم دیا کہ ہم اس دعوت کو ان لوگوں کے سامنے بھی پیش کریں جو عربوں میں سے ہیں پھر بھی مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان سے اس کا آغاز کیا اور ان میں سے کچھ لوگ مجبور ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، لیکن اس نعمت کو پا کر وہ بہت خوش ہوئے اور کچھ لوگوں نے خوشی خوشی اس کو قبول کیا، سو ان کی سعادت و شادمانی میں اضافہ ہوا۔ پس ہم سب عربوں نے اپنی آبائی عداوت اور زمانے کی تنگیوں پر اور اس رسول کی لائی ہوئی شریعت کی فضیلت و عظمت کو ترجیح دی۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ اپنے پڑوس میں بود و باش اختیار کرنے والی قوموں کو اسلام کا پیغام دیں، پس ہم انہیں انصاف کی دعوت دیتے ہیں اور تم کو بھی اپنے اسی دین کی دعوت دینے آئے ہیں۔ ہمارا دین ایسا ہے جو تمام اچھائیوں کو اچھا اور برائیوں کو برا کہتا ہے۔ اگر تم لوگ اسے ماننے سے انکار کرتے ہو تو اس کا انجام بد سے بدتر ہے۔ وہ یہ کہ جزیہ ادا کرو اور اگر اس کا بھی انکار ہے تو جنگ کے لیے تیار رہو، اگر تم ہمارے دین کو قبول کر لو گے تو ہم کتاب اللہ تمہارے پاس چھوڑ جائیں گے اور تمہیں اپنے فیصلے اس کتاب کے احکام کے مطابق کرنے ہوں گے۔ ہم واپس چلے جائیں گے تم سے اور تمہاری حکومت سے کوئی تعرض نہ کریں گے اور اگر تم جزیہ دینا پسند کرو گے تو ہم اسے بھی قبول کر لیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے، ورنہ تیسری صورت جنگ ہوگی۔''

❶ القادسیة/ أحمد عادل کمال ص:۷۰.
❷ الدعوة الإسلامیة فی عهد عمر بن خطاب، ص: ۲٤۱.

شاہ فارس یزدگرد نے یہ سن کر کہا: ''میں نے دنیا میں تم سے زیادہ بد بخت، تم سے زیادہ کم تعداد میں اور تم سے زیادہ آپسی تعلقات میں بگاڑ والی کوئی قوم نہیں دیکھی، تمہاری سرکشی کے وقت ہم سرحدی بستیوں کے لوگوں سے کہہ دیتے تھے اور وہ تمہیں درست کرنے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ تم میں فارس پر چڑھائی کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوتی تھی، اگر تمہیں غرور ہوگیا ہے تو زیادہ اکڑنا نہیں چاہیے اور اگر افلاس نے تم کو یہاں آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم اس وقت تک کے لیے تمہاری روزی روٹی کا انتظام کیے دیتے ہیں جب تک تم خوشحال نہ ہو جاؤ۔ ہم تمہارے سرداروں کی عزت کریں گے تم کو کپڑے پہنائیں گے اور تم پر ایسے شخص کو بادشاہ مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔''

مغیرہ بن زرارۃ نے یہ سن کر کہا: تم نے ہماری تنگ زندگی وخستہ حالی کا ذکر کیا ہے، بے شک ہم ایسے ہی تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ بری حالت میں تھے۔ اس کے بعد عربوں کی فاقہ کشی کی تفصیل بیان کی اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ''جزیہ دو اور ذلت کی زندگی گزارو یا تلوار یا پھر اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو بچالو۔''

یزدگرد نے کہا: ''اگر قاصدوں کا قتل کرنا خلاف اصول نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا، جاؤ تمہارے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' اس کے بعد مٹی کا ایک ٹوکرا لانے کا حکم دیا اور اپنی قوم سے کہا: ''ان میں جو سب سے زیادہ معزز ہو یہ ٹوکرا اس کے سر پر لاد کے اسے ہانکتے ہوئے مدائن سے باہر نکال دو۔'' عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: ''میں ان میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور پھر مٹی کا ٹوکرا اپنے کندھوں پر رکھ لیا اور اسے اٹھائے ہوئے اپنی سواری سے قادسیہ پہنچے۔ جب وہ سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: مبارک ہو، اللہ کی قسم! اللہ نے ان کے ملک کی کنجیاں ہمیں عطا فرما دیں۔''[1]

اس کے بعد رستم اپنے ساتھ ایک لاکھ فوجیوں سے زائد کا لشکر جرار لے کر ساباط سے آگے بڑھا، جب وہ مدائن وبابل کے درمیان ''کوثی'' نام کی ایک بستی سے گزر رہا تھا تو ایک عربی سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ رستم نے اس سے پوچھا: تم ہماری زمین میں کیوں آئے ہو؟ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا: اگر تم اسلام لانے سے منکر ہوئے تو اللہ کے وعدہ کے مطابق تمہاری زمین اور تمہاری عوام پر ہم غلبہ چاہتے ہیں۔ رستم نے کہا: تب تو ہم تمہارے ہاتھوں ذلیل ہوئے۔ عربی نے کہا: تمہارے اعمال تمہیں ذلیل کریں گے اپنی بھاری بھر کم فوج پر غرور مت کرو، تم انسانوں سے نہیں اپنے مقدر سے لڑنے جا رہے ہو۔ رستم یہ جرأت مندانہ جواب سن کر غصے سے آگ بگولا ہوگیا اور اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد کوفہ اور حلہ کے درمیان ''برس'' نامی ایک بستی سے اس کے فوجیوں کا گزر ہوا، وہاں پہنچ کر

---

[1] البداية والنهاية: ۷/ ٤٣ .

انہوں نے اپنے ہی ہم وطنوں کی لوٹ مار کی، شراب نوشی سے بدمست ہو کر عورتوں کی عزت و ناموس کو پامال کیا، چنانچہ برس کے لوگوں نے رستم سے فوجیوں کی ان نازیبا حرکتوں کی شکایت، اس نے اپنے فوجیوں کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! عربی نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ یقیناً ہم کو ہمارے اعمال ہی نے ذلیل کیا ہے۔ بے شک ان بستی والوں کے ساتھ عربوں کا برتاؤ اگرچہ وہ جنگ کرنے آئے ہیں تم سے بہت اچھا ہے۔ [1] دوسری طرف جب مسلمانوں کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو رستم کی فوجی پیش قدمی کی خبر ملی تو آپ نے عمرو بن معدیکرب زبیدی اور طلیحہ بن خویلد اسدی کو دس آدمیوں کے رسالے کے ساتھ دشمن کی جاسوسی کے لیے بھیج دیا، ابھی یہ لوگ کچھ ہی دور گئے تھے کہ دیکھا دشمن کا لشکر ساحلی علاقوں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ طلیحہ کے علاوہ باقی لوگ وہیں سے واپس لوٹ آئے، لیکن وہ رفتہ رفتہ آگے بڑھتے گئے؛ دشمن کی فوج میں گھس کر بھیس بدل کر جاسوسی کی اور واپس آ کر سعد رضی اللہ عنہ کو دشمن کی پوری نقل و حرکت سے آگاہ کیا۔ یاد رہے کہ یہی وہ طلیحہ ہیں جو فتنہ ارتداد کے موقع پر مرتدین کے قائدین میں سے تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدیقی سیاست سے ہٹ کر ارتداد سے توبہ کرنے والے ان جیسے لوگوں سے متعلق یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ایسے لوگ دوبارہ مسلمان ہو جانے کے بعد جہاد میں شرکت کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ امارت و قیادت کے مستحق نہ ہوں گے اور آپ نے کبھی ایسے لوگوں کو منصب عطا نہیں کیا، بلکہ ان کے بارے میں اس بات کے حریص رہے کہ وہ لوگ ایمان و تقویٰ کی روحانی تربیت پائیں اور اسی لیے آپ نے انہیں قیمتی موقع بھی فراہم کیا کہ اس میں اپنے ایمان و تقویٰ کی صداقت پیش کر سکیں۔ چنانچہ عراق و فارس کی جنگوں میں طلیحہ اسدی اور عمرو زبیدی نے مثالی کارنامے انجام دیے۔

رستم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وفد بھیجتے ہیں:

رستم حیرہ سے اپنی فوج لے کر آگے بڑھا اور قادسیہ کے پل ''عتیق'' کے پاس مسلمانوں کی فوج کے سامنے پڑاؤ ڈالا، دونوں فوجوں کے درمیان نہر حائل تھی، فارسی فوج کے ساتھ تیس (۳۰) ہاتھی تھے۔ جب رستم قادسیہ پہنچا تو اس نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس ایک آدمی بھیجو، ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ جس وقت ربعی رضی اللہ عنہ رستم کے پاس پہنچے وہ مرصع تخت زریں گاؤ تکیہ اور فرش دیبا پر بیٹھا ہوا تھا۔ ربعی رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ انہوں نے اپنی تلوار چیتھڑے میں لپیٹ لی تھی، نیزہ پٹیوں سے باندھ لیا تھا اور جب شاہی ریشمی فرش کے پاس پہنچے تو اس پر اپنا گھوڑا چڑھا دیا اور گھوڑے سے اتر کر دو گاؤ تکیہ میں اسے باندھ دیا، پھر گھوڑے کے پالان کو کندھے پر ڈال کر آگے بڑھے۔ درباریوں نے ہتھیار رکھوا لینا چاہا تو ربعی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں اپنی مرضی سے آیا ہوتا تو سب

[1] إتمام الوفاء سيرة الخلفاء، ص: ٥٧ .

Marfat.com

کچھ تمہارے حکم کے مطابق کرتا، لیکن تم لوگوں نے مجھے بلایا ہے۔ (اگر میرا اس طرح آنا منظور ہے تو ٹھیک ورنہ واپس جاتا ہوں) پھر اپنا نیزہ جس کی انی نیچے تھی فرش دیبا سے ٹیکتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدموں سے آگے بڑھے، یہاں تک کہ جدھر سے گزرے پر تکلف فرش کٹ پھٹ کر بے کار ہو گئے اور رستم کے پاس پہنچ کر زمین پر بیٹھ گئے اور فرش پر اس طرح نیزہ مارا کہ وہ فرش کو پھاڑ کر زمین میں دھنس گیا اور کہا: ہم تمہارے شاہی فرش پر نہیں بیٹھیں گے۔ رستم نے پوچھا: تم یہاں کس لیے آئے ہو؟ ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہاں ہم کو اللہ لایا ہے، اس نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ وہ جسے ہدایت دینا چاہے ہم اسے بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف، دنیا کی تنگیوں سے نکال کر کشادگی کی طرف اور ادیان باطلہ کے جور و ظلم سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف لائیں۔ اس نے اپنا دین دے کر ہمارے میں ایک رسول بھیجا کہ اسے ساری مخلوق تک پہنچائے۔ لہٰذا جو اس دین کو قبول کر لے گا ہم اس کی باتیں سنیں گے، اس کی حکومت اور زمین اسی کے حوالے کر کے واپس لوٹ جائیں گے اور جو انکار کرے گا اس سے اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک کہ اس پر غلبہ نہ پالیں، یا شہادت پا کر جنت میں نہ چلے جائیں۔ ❶

رستم نے کہا: ہم نے تمہاری بات سن لی کیا تم جنگ میں کچھ تاخیر کر سکتے ہو تاکہ ہم مزید غور کر لیں؟ ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں ضرور! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے سنت چھوڑی ہے کہ اپنے دشمن کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیں، لہٰذا تین دن ہم انتظار کر سکتے ہیں۔ اپنے بارے میں اچھی طرح غور و فکر کر لو اور یاد رکھو کہ وقت گزر جانے کے بعد تین میں سے ایک اپنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، اسلام لے آؤ، ہم تم کو اور تمہاری حکومت کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے، یا جزیہ دو، اسے قبول کر لیں گے اور تم سے جنگ نہ کریں گے۔ بلکہ وقت ضرورت تمہاری مدد بھی کریں گے، اگر یہ سب نامنظور ہو تو پھر چوتھے دن اعلان جنگ ہے۔ مگر یہ کہ تم اس مہلت کی مدت میں اچانک لڑائی چھیڑ دو۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کا نمائندہ ہوں۔ رستم نے پوچھا: کیا تم ہی مسلمانوں کے سردار ہو؟ ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں ان میں ہر ایک دوسرے سے مربوط ہے، ان کا ایک ادنیٰ فرد جس بات پر معاہدہ کر لے گا ان کا سردار بھی اسے مانے گا۔ پھر ربعی رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے اور رستم نے اپنے اقرباء و ساتھیوں سے مشورہ کیا اور کہا: کیا اس آدمی کی بات کی طرح کبھی تم نے کسی سے سنا تھا؟ ان مشیروں نے کہا اس نے تو آپ کی شان میں بڑی گستاخی کی ہے؟ رستم نے کہا: تمہارا ستیاناس ہو، میں اس کی بات، طرز گفتگو اور بے باکی پر حیرت مند ہوں، یقیناً عرب ظاہری لباس کو کوئی وقعت نہیں دیتے، وہ اپنے حسب و نسب کی حفاظت کرتے ہیں۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر اس نے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اس شخص کو بھیجو۔ اس مرتبہ سعد رضی اللہ عنہ نے

---

❶ الکامل فی التاریخ: ۲/ ۱۰۶.

Marfat.com

حذیفہ بن محصن الغلفانی رضی اللہ عنہ ❶ کو بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے بھی رستم سے گفتگو کی اور بالکل ربعی رضی اللہ عنہ جیسی بے باکی وجواب دہی کا مظاہرہ کیا۔ دونوں کے یکساں طرز عمل پر ہمیں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دونوں نے ایک ہی سرچشمہ اسلام سے روحانیت کا جام پیا تھا۔ رستم نے ان سے کہا: کل جو آیا تھا آج وہی کیوں نہیں آیا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر سختی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں ہمارے درمیان عدل وانصاف کرتا ہے، آج میری باری ہے۔ رستم نے پوچھا: تاخیر کا وعدہ کب تک ہے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: گزشتہ کل سے تین دن تک۔

اور جب تیسرا دن ہوا تو رستم نے سعد رضی اللہ عنہ سے پھر نمائندہ طلب کیا، اس مرتبہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نمائندہ بنا کر بھیجے گئے۔ آپ وہاں پہنچے تو سیدھے رستم کے تخت پر اس کے ساتھ جا بیٹھے۔ تمام افسران و درباری یہ گستاخی دیکھ کر مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور انہیں کھینچنے لگے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے گھٹیا پن کی خبریں میں پہلے ہی سنتا تھا، تم سے زیادہ بے وقوف کسی قوم کو نہیں دیکھا، ہم عربوں کی ایسی جماعت ہیں کہ اس کا بعض فرد بعض کو غلام نہیں بناتا، مگر یہ کہ کوئی اپنے ساتھی ہی سے جنگ چھیڑ دے۔ میں سوچتا تھا کہ جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی اور غم خوار ہوتے ہیں اسی طرح تم بھی ہوگے۔ میرے ساتھ تمہیں یہ بدسلوکی کرنے سے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ تم اپنے ہی بعض لوگوں کو اپنا رب مانتے ہو اور باہمی مساوات و ہمدردی کا سبق ہمیں منظور نہیں، سنو! کوئی ملک اونچ نیچ کی اس تفریق اور سطحی حلقوں پر باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ سن کر تمام لوگوں نے کہا: واللہ عربی نے سچ کہا اور جاگیرداروں نے کہا: اس نے ہمیں ایسی بات سنا کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تبھی تو ہمارے غلام اس کی طرف کھینچ کھینچ کر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آباواجداد کا برا کرے وہ لوگ ہمیشہ عرب مسلمانوں اور ان کے دین کو ذلیل سمجھتے تھے، پھر رستم نے اپنی فوج سے خطاب کیا، نہایت ذلت وحقارت آمیز لہجہ میں عربوں کا ذکر کیا اور اہل فارس کی شوکت وقوت کو خوب سراہا، پھر عربوں کی فاقہ مستی اور زمانہ جاہلیت میں ان کی بدحالی کا تذکرہ کیا۔ ❷

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہماری فاقہ مستی، تنگ زندگی اور باہمی لڑائی کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ بالکل صحیح ہے، ہمیں اس کا انکار نہیں ہے۔ دنیا کے حالات میں استقرار نہیں، تنگی کے بعد خوشحالی آتی ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا اگر تم شکریہ ادا کرو تو اس کے مقابلے میں تمہاری شکر گزاری کم ہوگی۔ شکر گزاری کی قلت ہی نے تمہاری یہ حالت بنائی ہے۔ اللہ نے ہمارے درمیان رسول مبعوث کیا، پھر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے ماقبل دونوں نمائندوں کی طرح اس سے ہم کلام ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اپنی بات ختم کی کہ یا تو اسلام لے آؤ یا جزیہ ادا کرو، یا جنگ کے لیے تیار رہو۔ ❸ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد رستم نے اپنے فوجی افسروں و مشیروں کے

❶ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس لفظ کو ابو عمر نے قاف، لام اور پھر عین یعنی القلعانی ضبط کیا ہے اور طبری نے غین، لام پھر فا کے ساتھ یعنی الغلفانی ضبط کیا ہے، دیکھیے الاصابۃ: ۲/ ۳۹ (۱۶۵۱) (مترجم) ❷ الکامل: ۲/ ۱۰۸۔ ❸ الکامل فی التاریخ: ۲/ ۱۰۸

Marfat.com

ساتھ ایک خصوصی مجلس کی اور کہا: تمہارے مقابلے میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ کیا اس سے پہلے دونوں نمائندوں نے تمہارے سامنے دلیری نہیں دکھائی اور دلیل قائم نہیں کی؟ پھر یہ تیسرا آیا اور اس کا معاملہ بھی ان دونوں سے مختلف نہ رہا۔ سب ایک ہی راستے پر چلے اور ایک ہی بات کہی۔ اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں سچے ہوں یا جھوٹے لیکن ہیں مرد کہے جانے کے قابل۔ باخدا اگر یہ لوگ ادب اور رازداری میں اس حد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان ایسا اتحاد قائم ہے کوئی قوم ان کے خلاف اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوگی اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں تو کوئی چیز ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہ سننا تھا کہ فارسی فوج نے شور وہنگامہ شروع کر دیا۔

جنگ کی تیاری:

فارسی فوج نے مسلم وفد کی اسلامی دعوت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، بلکہ اپنی سرکشی پر اڑے رہے، تاکہ اللہ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے اور وہ کیفر کردار تک پہنچیں۔ بہر حال فارسی فوج جنگ کے لیے کمربستہ ہوگئی اور مسلمانوں نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کرلیں اور پھر فارسی فوج نے دریائے ''عتیق'' پار کیا اور رستم نے اپنے بھاری لشکر کو اس طرح ترتیب دیا:

قلب میں ذوالحاجب کو رکھا اور اس کے ساتھ اٹھار (۱۸) ہاتھیوں کو کر دیا اور ان کی ہودجوں میں ہتھیار بند فوجیوں کو بٹھا دیا۔ ❶

قلب سے متصل میمنہ کے حصہ پر جالینوس کو افسر مقرر کیا۔

میمنہ میں ہرمزان کو رکھا اور اس کے ساتھ سات (۷) یا آٹھ (۸) ہاتھیوں کو کر دیا اور ان کی ہودجوں میں ہتھیار بند فوجیوں کو بٹھا دیا۔

قلب سے متصل میسرہ پر بیرزان کو افسر مقرر کیا۔

میسرہ میں مہران کو رکھا اور اس کے ساتھ بھی سات یا آٹھ ہاتھیوں کو کر کے ان کی ہودجوں میں ہتھیار بند فوجیوں کو بٹھا دیا۔

لشکر کی اس ترتیب کے بعد رستم نے شہ سوار فوجیوں کا ایک دستہ بھیجا تاکہ وہ ''عتیق'' کے پل پر قابض ہو جائے، اور مسلمانوں کو اسے عبور نہ کرنے دے کہ وہ ایرانی فوج کی طرف بڑھ سکیں۔ اس طرح گویا جنگی جغرافیہ میں وہ پل مسلمانوں اور مشرکین کے فوجی شہ سواروں کے درمیان حائل ہوگیا۔ رستم کی جنگی صف بندی کی کیفیت یہ تھی کہ شہ سواروں کو آگے رکھا اور ان کے آگے ہاتھیوں کو کھڑا کیا۔ دوسری صف میں پیدل لڑنے والوں کو کھڑا کیا، جب کہ رستم کے لیے ایک بڑا سائبان نصب کیا گیا اور اس کے نیچے وہ سریر آرائے تخت ہوا اور معرکہ کی رفتار پر نگاہ لگا کر بیٹھ گیا۔ ❷

ادھر مسلمان بھی مکمل طور سے تیار اور خوب بہترین لام بندی کر چکے تھے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے صبح

---

❶ گویا وہ ہاتھی موجودہ دور کی بکتر بند گاڑیوں کے کام آتے تھے۔ (مترجم)

❷ الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۵۵.

Marfat.com

سویرے اپنے لشکر کو تیار کیا، امراء کو مقرر کیا اور ہر دس آدمیوں پر ایک امیر مقرر کیا۔ جنگی علم ان مبارک ہستیوں کے ہاتھوں میں دیے جنھیں اسلام لانے میں سبقت حاصل تھی۔ مقدمہ جیش، ساقہ اور میمنہ و میسرہ کو ترتیب دیا، گشتی دستے بھی تیار کیے اور کیل کانٹے سے لیس ہو کر پوری تیاری کے ساتھ قادسیہ میں داخل ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا تھا:

مقدمہ: اس پر زہرہ بن حویہ کو مقرر کیا۔

میمنہ: اس پر عبداللہ بن معتم کو مقرر کیا۔

میسرہ: اس پر شرحبیل بن سمط کندی ازران کے نائب خالد بن عرفطہ کو مقرر کیا۔

ساقہ: اس پر عاصم بن عمرو کو مقرر کیا۔

طلائع (گشتی دستے): ان پر سواد بن مالک کو ذمہ دار بنایا۔

مجردہ (بے قاعدہ فوج): اس پر سلمان ربیعہ باہلی کو مقرر کیا۔

الرجالہ (پیدل فوج): اس پر حمال بن مالک اسدی کو مقرر کیا۔

شہ سوار فوج: اس پر عبداللہ بن ذی السہمین حنفی کو مقرر کیا۔

منصب قضاء: اس پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی کو مقرر کیا۔

کاتب جیش (منشی) کے لیے زیاد بن ابی سفیان کو اور فوجیوں کے رسد وغیرہ کے بندوبست نیز ان میں تذکیر و نصیحت کے لیے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو ذمہ دار بنایا۔

واضح رہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر فوج کو اس طرح منظم کیا گیا تھا۔ [1] اس تنظیم و ترتیب کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور خطبہ کا آغاز قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت سے کیا:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝١٠٥﴾

(الانبیاء: ۱۰۵)

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔"

اور حفاظ قرآن سے کہا کہ سورۂ انفال کی تلاوت شروع کریں اور جب حفاظ تلاوت پوری کر چکے تو دیکھا کہ مسلمانوں کے دل کشادہ ہو چکے ہیں، ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی ہے اور اطمینان قلبی کی بارش ہو چکی ہے۔ پھر ظہر کی نماز پڑھی گئی اور امیر لشکر سعد رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا کہ چوتھی تکبیر کے بعد جنگ شروع کر دیں اور زبان

[1] الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۵۵.

Marfat.com

سے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ." پڑھتے رہیں۔ یہ معرکہ چار روز تک جاری رہا۔

اس وقت سعد رضی اللہ عنہ عرق النساء کے مریض تھے اور ان کے جسم میں پھوڑے پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے آپ سواری کرنے اور بیٹھنے کے لائق نہ تھے۔ اس لیے قادسیہ میں واقع ایک محل جسے "قصر قدیس" کہا جاتا تھا، وہیں سے سینے کے بل تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے میدان جنگ پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور فوجی افسران تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ آپ نے فوج میں یہ اعلان کروانے کا حکم دیا کہ: سن لو! حسد نہیں جائز ہے مگر دین الٰہی کے راستے میں جہاد کے لیے، اس لیے اے لوگو! جہاد کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے اور دوسرے کو مات دینے کی کوشش کرو۔ ❶

جنگ شروع ہونے سے کچھ پہلے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قائم مقام خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کی نیابت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہوگیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: مجھے اٹھاؤ اور لوگوں کے روبرو کرو۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو اٹھایا، مسلمانوں کی فوج "قصر قدیس" کی دیواروں کے پاس کھڑی تھی، آپ وہاں سے سر نکال کر خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور خالد رضی اللہ عنہ فوجیوں تک وہ بات پہنچاتے، اس نازک موقع پر جن لوگوں نے خالد رضی اللہ عنہ کے خلاف آواز اٹھائی تھی ان میں بعض اہم لوگ بھی شریک تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں سخت سزا دینے کا ارادہ کیا۔ وہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: سنو! اللہ کی قسم! اگر آج تمہارا دشمن تمہارے سامنے نہ ہوتا تو میں تم کو ایسی سزا دیتا جو دوسروں کے لیے بھی تازیانہ عبرت ہوتا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو قید کرا دیا، انہی لوگوں میں ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان سب کو آپ نے محل میں قید کرایا۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اطاعت امیر کی تائید میں کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ اس دین کی ذمہ داری دے گا اس کی بات سنوں گا اور فرماں برداری کروں گا، خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر دوبارہ کسی نے ایسی حرکت کی کہ مسلمانوں کو ان کے دشمن سے غافل کر کے اندرونی اختلافات کو ہوا دی حالانکہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ہوں تو میں اس کے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ میرے بعد آنے والوں کے لیے ایک مثال بن جائے گا۔ ❷

فوج کے اندر ایسی اندرونی بدمزگی کو دیکھ کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسی طرح خطبہ دینے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ حق ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، اس کا فیصلہ ایک اٹل حقیقت ہے اور اس نے اپنی کتاب قرآن میں فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝١٠٥﴾

(الانبياء: ١٠٥)

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٥٦.
❷ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٥٦.

Marfat.com

''ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔''

بے شک (فارس کی یہ زمین) تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب کا وعدہ ہے۔ اللہ نے گزشتہ تین سالوں سے اس خطے کو تمہارے لیے حلال و ہموار کر دیا ہے، اپنے جانباز مجاہدین کی بدولت تم اس سے آج تک کھاتے کھلاتے ہو، اس سرزمین کے باشندوں کو قتل کر رہے ہو اور انہیں لونڈی و غلام بنا رہے ہو۔ دیکھو یہ جمعیت تمہارے لیے آئی ہے اور تم معززین سرداران عرب ہو، اپنے اپنے قبیلہ کے منتخب فرد ہو، جو تمہارے پیچھے ہیں انہیں تم پر ناز ہے، اگر تم دنیا کو ٹھکرا کر آخرت کو پسند کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا و آخرت دونوں سے نوازے گا، لیکن اگر تم نے بزدلی اور پست ہمتی سے کام لیا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہاری عافیت برباد ہو جائے گی۔''

پھر آپ نے علم بردار امرائے لشکر کو لکھا کہ: ''خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو میں نے اپنا نائب امیر بنا دیا ہے، اگر مجھے تکلیف نہ ہوتی اور پھوڑے پھنسیاں نہ ہوتیں تو یہ فرض میں خود سرانجام دیتا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ شدت درد سے میرا سر سینے پر جھکا ہوا ہے، لہٰذا تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو، وہ میرے حکم ہی سے تم کو کوئی حکم دیں گے اور میری ہی بات کو نافذ کریں گے۔'' آپ کا یہ تحریری پیغام لوگوں کو سنایا گیا تو سب لوگ مطمئن ہو گئے اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کی باتوں پر متفقہ طور سے عمل کرنے لگے، بلکہ ان کے حکم کی بجا آوری کے لیے ایک دوسرے کو ابھارنے بھی لگے۔ سعد رضی اللہ عنہ کی مجبوری و معذرت کو سب نے قبول کیا اور ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ ❶

اب سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ ''قصر قدیس'' پر تنہا ہیں وہ غیر محفوظ مقام پر ہے اور وہیں سے میدان جنگ کا جائزہ لے رہے ہیں، پس آپ کی شجاعت و بہادری کی یہ ایک واضح دلیل ہے اور فی الواقع آپ دلیر تھے بھی، چنانچہ عثمان بن رجاء سعدی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر تھے، وہ مسلمانوں اور مشرکوں کے دو لشکروں کے درمیان غیر محفوظ مقام پر واقع ایک محل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہیں سے لوگوں کی نگرانی کر رہے تھے، اگر اونٹنی کا دودھ دوہنے تک کے معمولی لمحہ کے لیے مسلمانوں کی صف ان کی آڑ سے ہٹ جاتی تو دشمن (انہیں قتل کرنے کے بعد) اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ اللہ کی قسم! اس دن کی ہولناکی نے سعد رضی اللہ عنہ کو نہ تو رنجیدہ کیا اور نہ بے چین۔ ❷

اذان سن کر رستم کی گھبراہٹ:

رستم نے جب نجف میں پڑاؤ ڈالا تو مسلمانوں کے لشکر میں اپنا ایک جاسوس بھیجا وہ قادسیہ میں آکر مسلمانوں میں اس طرح گھل مل گیا جیسے کہ انہی کا ایک فرد ہو، اس نے مسلمانوں کو دیکھا کہ ہر نماز کے وقت

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٥٨.
❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٤٧.

Marfat.com

مسواک کرتے ہیں، پھر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی اپنی جگہوں پر واپس لوٹ جاتے ہیں۔ جاسوس لوٹ کر اپنی فوج میں گیا اور رستم کو مسلمانوں کی نقل و حرکت اور دیگر امور کے بارے میں خبر دی۔ رستم نے اس سے پوچھا: وہ کیا کھاتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں نے ان میں مکمل رات گزاری، اللہ کی قسم! ان میں کسی کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا، سوائے اس کے کہ شام کے وقت، سوتے وقت اور صبح کے وقت وہ لوگ لکڑیاں چباتے ہیں۔ چنانچہ رستم جب وہاں سے اور آگے بڑھ کر نہر عتیق ❶ کے درمیان پڑاؤ ڈال رہا تھا، اس نے سعد رضی اللہ عنہ کے موذن کو اذان کہتے سنا، اس نے سمجھا کہ شاید مسلم فوج جنگ کا بگل بجا رہی ہے۔ اس نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ گھوڑوں پر فوراً سوار ہو جاؤ، فوجی افسران نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: کیا تم اپنے دشمن کو نہیں دیکھتے ان میں جنگ کا بگل بج گیا ہے اور وہ تمہاری طرف نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔ جاسوس نے یہ سن کر کہا: یہ جنگ کا بگل نہیں بلکہ انہیں نماز کے لیے اکٹھا کرنے والی آواز ہے۔ رستم نے جواب دیا: نہیں، میں نے صبح ایک آواز سنی، وہ عمر کی آواز تھی، جو کہ درندوں سے بات کر رہے تھے اور انہیں عقل سکھا رہے تھے۔ ❷ پھر فارسی فوج نے نہر پار کی اور جب اس پار پہنچے تو سعد رضی اللہ عنہ کے موذن نے ظہر کی نماز کے لیے اذان دی اور سعد رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور رستم نے یہ دیکھ کر کہا: عمر نے میرا کلیجہ کھا لیا۔ ❸

اسلامی لشکر کا حوصلہ بلند کرنا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ممتاز مسلم سرداروں اور افسروں کو معرکہ کے اول دن اپنے پاس بلایا اور کہا: جاؤ، آپ لوگ اپنی اپنی جگہوں پر اپنی ذمہ داریاں نبھاؤ، عربوں میں تمہارا جو مقام و مرتبہ ہے اسے تم بخوبی جانتے ہو، تم عرب کے نامور شعراء، خطیب، دانش ور، بہادر اور سردار ہو۔ فوج میں جاؤ انہیں سمجھاؤ اور جنگ پر ابھارو۔ چنانچہ وہ لوگ فوج میں گئے۔ ❹ قیس بن ہبیرہ اسدی نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! اللہ کا شکر یہ ادا کرو کہ اس نے تم کو ہدایت سے نوازا اور اسی راستے میں آزما رہا ہے، وہ تمہاری قوت کو بڑھا دے گا۔ اللہ کے احسانات کو یاد کرو، اپنے کردار و عمل سے اسی کی رضا مندی تلاش کرو، بے شک تمہارے آگے جنت ہے، یا مال غنیمت اور اس محل کے پیچھے کشادہ میدان، سنگلاخ زمین، پہاڑوں کے طویل سلسلے، بیابانوں اور جنگلات کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہیں دشمن کے راہنما کبھی طے نہیں کر سکتے، اور غالب بن عبداللہ لیثی نے کہا: اے لوگو! اپنی اس الٰہی آزمائش پر اللہ کی تعریف کرو، اس سے مدد مانگو، وہ تمہاری قوت بڑھا دے گا، اس کو پکارو وہ تمہیں زندگی و قوت عطا فرمائے گا۔ اے معد کی جماعت! آج تم کیوں کمزور نظر آتے ہو جب کہ تم محفوظ ہو، یعنی

---

❶ تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٥٨. ❷ تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٥٨.

❸ تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٥٨.

❹ تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٥٩.

گھوڑوں پر سوار ہو اور تمہارے ساتھ تمہارے وفادار ساتھی یعنی تلواریں ہیں؟ ذرا سوچو کل تم کو لوگ کس طرح بزدلی کا طعنہ دیں گے۔ یہاں سے تمہارے کلی کا آغاز ہوگا، تمہارے بعد کے لوگوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔

اور ابن ہذیل اسدی نے کہا: ''اے معد کی جماعت! تلواروں کو اپنا قلعہ بنا لو، دشمن پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹو، چیتوں کی طرح ان کے وار خالی کر دو اور گرد و غبار کی زرہ پہن لو، اللہ پر بھروسا کرو، نگاہیں پست رکھو، جب تلواریں جواب دے جائیں تو ان پر تیر و سنان کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو، کیونکہ جہاں تیروں کو بار مال جاتا ہے وہاں تلواروں کو نہیں ملتا۔''

اور بسر بن ابی رہم جہنی نے کہا: ''اللہ کی تعریف کرو، اپنی بات کو عمل سے سچ کر دکھاؤ، اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اس کے شکر گزار ہو، اور اس کی وحدانیت کے معترف ہو، اس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، تم نے اس کی کبریائی کا اعتراف کیا ہے اور اس کے نبی و رسول پر ایمان لائے ہو، لہٰذا جب تمہاری جان نکلے تو اسلام ہی کی حالت میں نکلے، تمہاری نگاہوں میں دنیا سے زیادہ حقیر و ذلیل کوئی چیز نہ ہو، جو اسے ذلیل سمجھتا ہے وہ اسی کی طرف لپکتی ہے، لیکن تم اس کی طرف مائل نہ ہونا کہ وہ تم کو لے اڑے۔ اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔''

اور عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے عرب کے لوگو! تم عربوں کے سردار ہو اور عجمیوں کے سرداروں کے مقابلہ میں آئے ہو، تمہیں جنت کی آرزو ہے اور انہیں دنیا کی طلب، تمہاری آخرت طلبی کے مقابلہ میں وہ اپنی دنیا طلبی میں تم پر بازی نہ لے جائیں۔ دیکھو آج کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جس پر کل عربوں کو ندامت کی وجہ سے سر جھکانا پڑے۔''

ربیع بن بلاد سعدی نے کہا: ''اے عرب کے لوگو! دین اور دنیا دونوں کے لیے جنگ لڑو اور اللہ کا کلام سنو۔

﴿وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اگر شیطان تم کو دشمن کی بھاری فوج اور جنگ کی مشکلات کے حوالہ سے بہکاوے تو یاد کر لو کہ سابقہ زمانہ میں جو لوگ تمہاری فخریہ داستان سن چکے ہیں وہ تمہارے بارے میں کیا کہیں گے۔''[1]

اور ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے لوگو! اللہ نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی، اسی کلمہ پر تمہیں اکٹھا کیا، صبر کرنے میں راحت ہے، صبر کی عادت ڈالو اسی کے عادی بن جاؤ گے، جزع و واویلا کے خوگر نہ بنو کہ اسی کی تمہیں

[1] تاریخ الطبری: ۴/ ۳۵۹.

عادت پڑ جائے۔''

بہر حال سب نے تقریباً اسی قسم کی باتیں کہیں، ایک دوسرے کو بھروسا دلایا اور اپنے اپنے قبائل کو مناسب طریقے سے عار دلائی، بالآخر سب نے اسلام کے لیے مر مٹنے کا عہد کیا اور پوری طرح برانگیختہ ہو گئے۔ ❶

یوم ارماث:

معرکہ قادسیہ کے پہلے دن کو ''یوم ارماث'' کہا جاتا ہے، یوم ارماث کے موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرے رہو، اس وقت تک آگے نہ بڑھنا جب تک ظہر کی نماز نہ پڑھ لو، اور جب ظہر کی نماز سے فارغ ہو جاؤ گے تو میں تکبیر کہوں گا، تم بھی تکبیر کہنا اور تیاری شروع کر دینا۔ جان لو کہ نعرۂ تکبیر کی نعمت تم سے پہلے کسی امت کو نہیں ملی، یہ تکبیر تمہیں اللہ کی طرف سے نصرت و تائید میں ملی ہے اور جب میں دوسری تکبیر کہوں گا تو تم بھی تکبیر کہنا اور اپنی تیاریاں مکمل کر لینا اور جب تیسری تکبیر کا نعرہ ماروں گا تو تم بھی تکبیر کہنا۔ شہ سواروں کو چاہیے کہ اس موقع پر لوگوں کو پر جوش اور پھرتیلا بنا دیں تاکہ دشمن کو دعوت مبارزت دیں اور انہیں پیچھے دھکیل سکیں، پھر جب چوتھی تکبیر کہوں گا تو تم سب دشمن پر ٹوٹ پڑو اور ان میں گتھم گتھا ہو جاؤ اور ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.'' پڑھتے رہو۔'' ❷

جب سعد رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کی خدمت پر مامور غلام کو جو قاریوں میں سے تھا حکم دیا کہ سورۂ جہاد یعنی سورۂ انفال کی تلاوت کرے۔ اس نے اپنے قریب کے فوجی حصے میں سورۂ انفال کی تلاوت کی اور پھر ہر حصے میں اس سورت کی تلاوت کی گئی۔ اس سورت کا سننا تھا کہ مسلمانوں کے دل کشادہ ہو گئے، آنکھیں چمک اٹھیں اور قلبی سکون سے مالا مال ہو گئے۔ ❸ جب حفاظ و قراء تلاوت سے فارغ ہو گئے تو سعد رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، جو لوگ ان سے قریب تھے انہوں نے تکبیر کہی اور پھر پوری فوج تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ لوگ حرکت میں آ گئے اور جب دوسری تکبیر کہی تو تمام لوگوں نے تیاری مکمل کر لی پھر تیسری تکبیر کہی تو مسلمانوں کے چند جانباز آگے بڑھے اور دشمن کو دعوت مبارزت دی، اہل فارس سے بھی چند نامور سپاہی نکلے، پھر دونوں نے تلوار زنی و نیزہ بازی میں ایک دوسرے سے دو دو ہاتھ کیے۔ ❹ غالب بن عبداللہ اسدی، عاصم بن عمرو تیمی، عمرو بن معدیکرب زبیدی اور طلیحہ بن خویلد اسدی جیسے مسلم جانبازوں نے اس میدان مبارزت میں دشمن کو بری طرح شکست دی، اس کے کئی نامور بہادر اس میں قتل کیے گئے اور کئی ایک کو قیدی بنایا گیا، جب کہ مذکورہ مسلم جانبازوں میں سے کسی نے جان نہ گنوائی۔ درحقیقت مبارزت، جنگ کے ان مشکل ترین فنون میں سے ایک فن ہے جس پر بڑے بڑے بہادر جانباز ہی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جنگی فن ہے جس میں فتح یاب ہونے والوں کی شان بلند ہوتی ہے اور ان کے جذبات و احساسات کو قوت ملتی ہے جبکہ شکست خوردہ جماعت

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٠. ❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦١. ❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٢. ❹ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٢.

Marfat.com

کی اہمیت گھٹ جاتی ہے اور اس کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی دور کے مسلمان اس فن میں ہمیشہ دوسروں پر غالب رہے اور اس کے ظاہری و معنوی اثرات سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ ❶

ابھی لوگ چوتھی تکبیر کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ بنو نہد قیس بن حذیم بن جرثومہ کے پیدل فوجیوں پر جو ذمہ دار مقرر تھے، وہ جوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے بنو نہد! جوانمردی کے جوہر دکھاؤ اور خود کو اسم بامسمّٰی ثابت کرو۔ خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جلدی کو دیکھ کر کہا: خبردار! خاموش رہو ورنہ تمہاری جگہ دوسرے کو ذمہ دار بنا دوں گا۔ چنانچہ وہ خاموش ہو گئے۔ ❷

رستم اپنی فوج کے ایک حصہ کو حملہ کرنے کا حکم دیتا ہے:

جب رستم نے دیکھا کہ جنگ کے ابتدائی دونوں مرحلوں یعنی مبارزت و مطاردت میں مسلمان غالب آ گئے ہیں تو انہیں اگلا موقع بالکل نہ دیا کہ مسلمان اپنے قائد کی ہدایت کے مطابق مبارزت و مطاردت (پیچھے دھکیلنے) میں مزید کامیاب ہو سکیں، بلکہ فوراً اپنے لشکر کے ایک فوجی حصے کو مسلمانوں کے ایک فوجی حصہ پر جس میں قبیلہ بجیلہ کے لوگ تھے عام حملہ کرنے کا حکم دے دیا، حملہ اتنا زبردست تھا کہ دیکھنے کے قابل، فارسی فوج نے اسلامی فوج کے ایک چھوٹے سے حصے کو شکست دینے کے لیے اپنی نصف عسکری قوت جھونک دی تھی۔ ان کا اتنا زبردست فوجی ہجوم اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ مبارزت و مطاردت میں شکست فاش پانے کے بعد اس جنگی نوعیت کو جڑ سے کاٹ دینے کی جان توڑ کوشش میں تھے۔ بہرحال انہوں نے اسلامی لشکر کے ایک حصے پر تیرہ (۱۳) ہاتھیوں کے ساتھ زبردست حملہ کیا اور اپنی جنگی تنظیم کے مطابق پیادہ اور شہسواروں کی چار ہزار فوج پر ایک ہاتھی پیش پیش رکھا۔ وہ دیو پیکر ہاتھی اسلامی فوج کی صفوں میں گھس گئے اور انہیں منتشر کر دیا۔ اس حملے کا خاص نشانہ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھنے والے فوجی تھے، حملہ خاصا خطرناک تھا تاہم قبیلہ کی پیدل فوج نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

الف: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بنو اسد کو بنو بجیلہ کی مدد کا حکم دیتے ہیں:

بجیلہ کے فوجی مجاہدین جس صبر آزما مرحلے سے گزر رہے تھے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اس کا عینی مشاہدہ کر رہے تھے، آپ نے بنو اسد کو پیغام بھیجا کہ "بجیلہ اور ان کے ساتھ لڑنے والی فوج کی طرف سے دفاع کرو اور دشمن کو بھگاؤ۔" چنانچہ یہ پیغام سنتے ہی طلیحہ بن خویلد، حمال بن مالک، غالب بن عبداللہ اور ربیل بن عمرو اپنے اپنے فوجی حصے کو لے کر آگے بڑھے، معرور بن سوید اور شقیق کا بیان ہے کہ: اللہ کی قسم! انہوں نے بڑا زبردست حملہ کیا، نیزہ بازی اور تلوار زنی کے حیرت انگیز جوہر دکھائے اور ہاتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا، جب ہاتھی پیچھے ہٹ گئے تو فارسی فوج سے ایک بہادر آگے بڑھا اور طلیحہ کو دعوت مبارزت دی، طلیحہ نے دیکھتے ہی دیکھتے

❶ التاريخ الاسلامي: ١٠/ ٤٤٥.
❷ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٦٣.

Marfat.com

اسے قتل کر دیا۔ ادھر فارسی فوج نے جب دیکھا کہ بنو اسد کی طرف سے ہاتھیوں کو بھاری نقصان کا سامنا ہے تو پوری توانائی کے ساتھ اسلامی لشکر پر عام حملہ کر دیا اور فوج کے بہادر کہے جانے والے دو سپہ سالاروں، ذوالحاجب اور جالینوس مسلمانوں کی جمعیت توڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ جب کہ اسلامی فوج ابھی تک اپنے امیر سعد رضی اللہ عنہ کی چوتھی تکبیر کی منتظر تھی۔ اب فارسی فوج کے شہ سوار اور فیل بان فوجی اپنے ہاتھیوں کے ساتھ بنو اسد پر اکٹھا حملہ کر چکے ہیں اور وہ لوگ دشمن کا جم کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ اتنے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی چوتھی تکبیر کا نعرہ بلند ہوتا ہے اور اسلامی فوج بنو اسد کے دفاع میں دشمن کی حملہ آور فوج پر ٹوٹ پڑتی ہے گویا بنو اسد ہی پر جنگ کی چکی چل رہی ہے۔ فیل بانوں نے میمنہ اور میسرہ سے اسلامی فوج کے شہ سواروں پر حملہ کر دیا اور گھوڑے ان دیو پیکر ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے اور پیچھے ہٹنے لگے، جب کہ شہ سوار فوجی، پیدل فوجیوں سے کہتے تھے کہ ہمارے گھوڑوں کو آگے ہانکو تاکہ ہاتھیوں کا جواب دیا جائے۔

ب: امیر لشکر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ہاتھیوں سے چھٹکارا کے لیے بنو تمیم سے استفسار:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمرو تمیمی سے کہلا بھیجا کہ: اے بنی تمیم! کیا تم اونٹوں اور گھوڑوں والے مشہور نہیں ہو؟ کیا ان ہاتھیوں سے چھٹکارا پانے کا تمہارے پاس کوئی حل نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! کیوں نہیں، پھر انہوں نے اپنی قوم کے ماہر تیر اندازوں اور چست وچالاک لوگوں کو آواز دی اور ان سے کہا: فیل بانوں کو تیر مار مار کر گرا دو اور جو لوگ چست وچالاک تھے ان سے کہا: تم ہاتھیوں کے پیچھے لگ جاؤ اور ان کے ہودجوں سے بندھے ہوئے رسوں کو کاٹ دو تاکہ ہودج نشین جنگ جو گر جائیں۔ پھر خود بھی ان کی مدد میں شریک ہو گئے۔ یاد رہے ابھی تک بنو اسد ہی جنگ کی چکی میں تنہا پس رہے تھے، پھر میمنہ ومیسرہ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر دشمن پر وار کیا اور عاصم کے جانباز ساتھیوں نے آگے بڑھ کر ہاتھیوں کی دُمیں اور ہودج و پالان سے بندھی ہوئی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ ہاتھی چنگھاڑ مار کر بھاگنے لگے اور اپنے فیل بانوں کو پھینکنے لگے، پھر وہ سب قتل کر دیے گئے۔ اس طرح اسلامی فوج کو کچھ راحت اور بنو اسد کو بلائے بے درماں سے نجات ملی اور فارسی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔ سورج غروب ہونے تک یہ معرکہ گرم رہا، بلکہ رات کے کچھ ابتدائی حصوں میں بھی جنگ جاری رہی۔ پھر دونوں فوجیں اپنی اپنی جگہ واپس لوٹ گئیں۔ اس معرکہ میں بنو اسد کے پانچ سو مجاہدین جاں بحق ہوئے، یہ لوگ مسلم فوج کے پشت پناہ تھے اور عاصم و بنی تمیم اپنے اپنے قبائل کے ساتھ دشمن کو دھکیلنے اور بنو اسد کے تعاون میں پیش پیش رہے، معرکہ کے اس پہلے دن کو ''یوم ارماث'' کہا جاتا ہے۔ [1]

ج: طلیحہ بن خویلد کا بہادرانہ موقف:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ حکم سننا تھا کہ بنو اسد میں ایک حیرت انگیز انقلابی تاثیر پیدا ہو گئی۔ طلیحہ بن خویلد

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٥.

Marfat.com

نے کہا: اے ہمارے قبیلہ کے لوگو! سعد نے کسی اعتماد کی بنا پر تمہیں مدد کے لیے پکارا ہے، کیونکہ جس کا نام لے کر پکارا جائے وہ با اعتماد ہوتا ہے اگر وہ مدد کے لیے تم سے زیادہ کسی کو موزوں سمجھتے تو انہیں کو پکارتے۔ خوب شدت سے حملہ کرو اور بپھرے ہوئے شیروں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑو، تم بنو اسد اس لیے کہے جاتے ہو کہ اسد (شیر) جیسا کر دکھاؤ۔ ڈٹ جاؤ، ہٹو نہیں، پلٹ پلٹ کر حملہ کرو، بھاگو نہیں۔ ربیعہ کی جنگی چالوں کا کیا کہنا! کیا ہی عمدہ کارنامہ انجام دیتے ہیں اور کیا ہی منہ توڑ جواب دیتے ہیں، کیا ہے کوئی جو دشمن کی صفوں میں گھس جائے؟ اپنی جنگی مہارت کے جوہر دکھاؤ، اللہ تمہاری مدد فرمائے، اللہ کا نام لے کر ان پر زبردست وار کرو۔ ❶

طلیحہ کے اس خطاب سے ان کی قوم بے حد متاثر ہوئی اور جانبازی و پامردی کا ثبوت دیتے ہوئے تنہا معرکہ کو اپنے سر لے لیا اور پھر بعد میں بنو تمیم بھی ان کی مدد کو آگے آئے اور بالآخر پانچ سو (۵۰۰) شہداء کو اللہ کے حوالے کیا۔ ❷ بنو اسد کی شجاعت دیکھ کر دیگر قبائل کے مجاہدین بہت متاثر ہوئے، اشعث بن قیس کندی اٹھے اور کہا: اے کندہ کے لوگو! بنو اسد کے کمال کا کیا کہنا! کیا تم نے دیکھا وہ کتنے حیرت انگیز طریقے سے وار کرتے ہیں؟ اور کتنی تیزی سے کاٹتے پیٹتے آگے نکل جاتے ہیں؟ یہ سننا تھا کہ کندہ کے مجاہدین دفاعی پوزیشن چھوڑ کر حملے کی پوزیشن میں آگئے اور اپنے سامنے کی فارسی فوج کو پیچھے دھکیل دیا۔ ❸

د: یوم ارماث کے موقع پر عمرو بن شناس اسدی کا شعر:

لقد علمت بنو أسد بأنا
أولو الأحلام إذ ذكروا الحلوما

"بنو اسد کے لوگ جب عقل مندوں کا تذکرہ کریں گے تو مانیں گے کہ ہم بھی عقل مند تھے۔"

وأنا النازلون بكل ثغر
ولو لم نلفه إلا هشيما

"اور ہم ہر محاذ پر جانے والے ہیں اگرچہ ہمیں وہاں سوکھی گھاس ہی کیوں نہ ملے۔"

ترى فينا الجياد مسومات
مع الأبطال يعلكن الشكيما

"قبیلہ دیکھتا ہے کہ عمدہ فوجی گھوڑے بہادروں کو پشت پر بٹھائے لگام کو چبا رہے ہیں۔"

ترى فينا الجياد مجلجات
تنهنه عن فوارسها الخصوما

---

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٦٤. ❷ التاريخ الإسلامي ١٠/ ٤٤٩.

❸ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٦٤، القادسية، أحمد عادل كمال ص: ١٣٩.

Marfat.com

''قبیلہ دیکھتا ہے کہ ہمارے درمیان حملہ آور عمدہ گھوڑے موجود ہیں جو دشمن کو اپنے شہ سواروں کے قریب نہیں آنے دیتے۔''

بـجـمـع مثـل سـلك مـكـفهـر
تشبههـم إذا اجتـمـعـوا قـرومـا

''ایسے ہجوم کے ساتھ جو حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے، جب وہ اکٹھے ہوتے ہیں تو لگتا ہے کہ گوشت کا ٹیلہ ہے۔''

بـمـثـلـهـم تـلاقـي يـوم هيج
إذا لاقيـت بـاسـا أو خـصـومـا

''جب میں کسی جنگ کا سامنا کرتا ہوں یا دشمن سے دو دو ہاتھ کرتا ہوں تو ان جیسے شہ سواروں کو لے کر وہ (گھوڑے) لڑائی کے دن میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں۔''

نـفـيـنـا فـارسـا عـمـا أرادت
وكـانـت لا تـحـاول أن تـريـمـا

''ہم نے فارس کو ان کے ارادوں سے پھیر دیا جب کہ وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔''

ہ: جنگ کا اسپتال:

دوران جنگ مقام ''عذیب'' میں چھوٹا اسپتال بنایا گیا تھا، مجاہدین کی صبر گزار اور نیکیوں کی طلب گار بیویاں وہاں پر مقیم تھیں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج و مرہم پٹی کرتیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں جسے چاہتا شفا دیتا اور جسے چاہتا شہادت کی موت عطا فرماتا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ قابل تعجب اور قابل آفریں ان کا یہ عمل رہا کہ اپنے ساتھ بچوں کو لے کر وہ شہداء کی قبریں کھودتیں۔ مانا کہ زخمیوں کی تیمارداری اور ان کی مرہم پٹی کرنا خواتین کے لیے آسان اور ان کے بس کی بات ہے، لیکن قبریں کھودنا تو دشوار اور محنت طلب کاموں میں سے ہے اور یہ مردوں کا کام ہے، لیکن چونکہ مجاہدین حضرات جہاد میں مشغول تھے اس لیے ان کی عدم موجودگی میں خواتین پر واجبی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اس عمل کو نبھائیں، کیونکہ ایمان اور صبر کی قوت نے انہیں اس لائق بنا دیا تھا۔ [1]

بہرحال جنگ جاری رہی اور شہداء کی لاشیں ''عذیب'' اور ''عین شمس'' کے درمیان وادی مشرف کے دونوں کنارے پہنچائی جاتی رہیں۔ [2] نیز مسلم فوج اور ان کے دشمنوں کے درمیان کچھ رات گئے جنگ بند ہو جانے سے

[1] التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۴۵۱.
[2] التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۴۵۲.

Marfat.com

مجاہدین کو موقع مل گیا کہ ''عذیب'' جا کر اپنے اہل و عیال کی خیریت معلوم کر سکیں۔ ❶

و: خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا پرسکون رات میں اپنے بیٹوں کو جنگ پر ابھارتی ہیں:

''عذیب'' میں مسلم خواتین کی بھیڑ میں دور جاہلیت و اسلام بنو سلیم کی شاعرہ خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا اپنے چار بیٹوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں، وہ چاروں بیٹے چار فرد ہی نہیں بلکہ کامل مرد میداں ہیں۔ یہ خاتون انہیں نصیحت کرتی ہے اور جنگ پر جانے کے لیے ان الفاظ میں ابھارتی ہے: ''تم خوشی خوشی اسلام لائے ہو، اپنی مرضی سے ہجرت کی ہے، تم جانتے ہو کہ اللہ نے کفار سے جنگ کرنے کا کتنا بڑا ثواب مقرر کیا ہے، پھر بھی آج سن لو کہ اس دنیائے فانی سے آخرت کی زندگی بہتر ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾﴾

(آل عمران: ۲۰۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اگر بخیر و عافیت تمہیں صبح میسر ہوتی ہے تو سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اور اللہ سے مدد مانگتے ہوئے اپنے دشمن سے جنگ پر نکل جاؤ اور جب دیکھو کہ جنگ اپنے شباب پر ہے، اس کے شعلے بھڑکنے لگے ہیں اور وہ گرد و پیش کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے تو معرکہ کی اس گرم بھٹی میں کود پڑو، اور فوجوں کے زبردست ٹکراؤ میں دشمن کے قائد اعلیٰ پر مردانہ وار حملہ کرو، تم دنیا میں اموال غنیمت سے سرفراز ہوگے اور دار الخلد آخرت میں سرخروئی نصیب ہوگی۔''

چنانچہ اپنی ماں کی نصیحت کو قبول کرتے ہوئے اس کی بات کو دل سے لگا کر چاروں بیٹے نکل پڑے اور صبح سویرے ہی وہ میدان جنگ میں اپنے مقامات پر نظر آنے لگے۔ ❷

ز: قبیلہ نخع کی ایک خاتون اپنے بیٹوں کو جنگ میں شرکت کے لیے حوصلہ افزائی کرتی ہے:

قبیلہ نخع کی ایک خاتون تھیں ان کے چار بیٹے تھے، وہ سب اس دن جنگ میں شریک ہوئے، معرکے کے دوسرے دن صبح کی پو پھوٹتے ہی انہوں نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا:

''تم خوشی خوشی اسلام لائے اور اس پر جمے رہے اور ہجرت کی، اگرچہ مدینہ ہجرت نہیں کی۔ تم اپنے شہروں پر بوجھ نہ تھے کہ اس نے تمہیں نکال دیا، نہ قحط زدہ تھے کہ یہاں آئے۔ تم اپنی عمر دراز ضعیف ماں کو لے کر یہاں لائے ہو اور اسے اہل فارس کے سامنے ڈال دیا ہے۔ سنو! اللہ کی قسم جس

---

❶ التاريخ الاسلامي: ۱۰/ ۴۵۲.

❷ الاستيعاب ۲۸۷، نساء، القادسية، ص: ۱۴۶، ۱۴۷.

Marfat.com

طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو اسی طرح ایک ماں کی بھی اولاد ہو۔ وہ ماں جس نے نہ تو تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی ہے اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا ہے۔ جاؤ! جنگ میں کود پڑو، شروع سے آخر تک ڈٹے رہو۔''

یہ سن کر وہ سب تیزی سے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد ماں نے آسمان کی طرف دعا کے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور کہنے لگی:

''اے اللہ! میرے بیٹوں کا دفاع کرنا۔''

چنانچہ انہوں نے جنگ میں بہادری کے خوب خوب جوہر دکھائے اور آخر میں اپنی ماں کے پاس صحیح سالم واپس لوٹے۔ کسی کو کوئی زخم نہ آیا۔ ❶

یہ ہے جنگ قادسیہ کے پہلے دن خواتین اور خاص کر عمر دراز ضعیف خواتین کا ایمانی جوش و جذبہ۔

یوم اغواث:

جنگ قادسیہ کے دوسرے دن کو ''یوم اغواث'' کہا جاتا ہے۔ یوم اغواث کی رات میں قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شامی فوج کا ایک دستہ قادسیہ میں آ پہنچا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امیر شام ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ خالد بن ولید کے ساتھ عراق کی جو فوج شام گئی تھی اسے معرکہ قادسیہ میں مسلمانوں کی مدد کے لیے عراق واپس بھیج دیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی ہوئی عراقی فوج کو واپس بھیج دیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس باقی رکھا تاکہ وقت ضرورت ان سے کچھ مدد لے سکیں اور قادسیہ کو بھیجی جانے والی اس فوجی کمک کا سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ یہ عراقی فوج جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں عراق سے شام آئی تھی اس وقت اس کی تعداد نو ہزار (۹۰۰۰) تھی، لیکن اب عراق واپس ہونے والوں کی تعداد صرف چھ ہزار (۶۰۰۰) تھی۔ ان میں سے ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار مجاہدین پر مشتمل فوجی دستہ کو مقدمہ کی حیثیت سے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قادسیہ روانہ کیا۔ ❷

الف: قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بہادرانہ مواقف:

قعقاع رضی اللہ عنہ اپنے مقدمہ کو لے کر تیزی سے آگے بڑھے اور یوم اغواث کی صبح ہوتے ہوتے قادسیہ پہنچ کر اسلامی فوج سے آ ملے۔ آپ نے قادسیہ آمد کے دوران ایک تدبیر سوچی کہ جس سے مسلمانوں کی قوت دوبالا ہوتی نظر آئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کو دس دس مجاہدین کی جماعت بنا کر سو (۱۰۰) حصوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سب یکے بعد دیگرے آگے بڑھیں، یعنی جب دس مجاہدین کی ایک جماعت نظروں سے اوجھل

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٦.
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٦٧، التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣٦٧.

Marfat.com

ہو جائے تب دوسری جماعت اس کے پیچھے حرکت کرے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ پہلی جماعت میں آنے والوں کے ساتھ آئے اور پھر یکے بعد دیگرے جماعتیں آتی رہیں۔ قعقاع رضی اللہ عنہ جب جب افق پر نگاہ ڈالتے ایک جماعت آتی ہوئی نظر آتی۔ آپ نعرۂ تکبیر بلند کرتے اور سارے مسلمان نعرہ تکبیر کہتے اور جوش و خروش کے ساتھ دشمن سے نبرد آزما ہوتے۔ بلا شبہ مسلم مجاہدین کی روحانی غیرت اور ایمانی شعور کو بلند و پختہ کرنے کی یہ ایک کامیابی تدبیر تھی۔ کیونکہ جس لشکر میں تیس ہزار فوجی موجود ہوں اس کی مدد کے لیے صرف ایک ہزار فوج کی آمد کوئی معنی نہیں رکھتی تھی، لیکن یہ اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم رہا کہ اس نے قعقاع رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی انوکھی تدبیر کی طرف رہنمائی کی جس نے قلت مدد کے احساس کو زائل کر دیا اور مسلمانوں کے عزم و حوصلے بلند کر دیے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے امدادی کمک کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے کہا: ''اے لوگو! میں ایسے جانبازوں کو لا رہا ہوں کہ اگر وہ تم تک پہنچ گئے اور قلت تعداد کے باوجود تمہاری پامردی و جرأت کا انہیں علم ہو گیا تو ان کا کمزور ترین فرد بھی تم سے آگے بڑھ نکلنا چاہے گا اور ان کی کوشش ہو گی کہ اس مقام فضیلت کو تم سے لے اڑیں، تم مجھے جیسا کرتے ہوئے دیکھو ویسا ہی کرو۔ پھر آگے بڑھے اور دشمن کو یہ کہتے ہوئے للکارا: ''کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے گا؟'' یہ سن کر لوگ ان کے بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسی داد تحسین دینے لگے، کہا: جس فوج میں ان جیسے لوگ ہوں وہ شکست سے دوچار نہیں ہو سکتی۔ اور سب مطمئن نظر آنے لگے، قعقاع رضی اللہ عنہ کی للکار پر ذوالحاجب [1] جب سامنے آیا تو قعقاع رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ [2] اس نے غراتے ہوئے جواب دیا: میں بہمن جاذویہ ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کے دل میں معرکہ جسر کے موقع پر اسی کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچنے والی دل خراش مصیبت کی یاد تازہ ہو گئی اور غیرت ایمانی کی رگ پھڑک اٹھی۔ دھاڑے اور کہا: آج ابوعبید، سلیط اور شہدائے جسر کے خون کا بدلہ لے کر رہوں گا۔ مقابل اگرچہ فارس کا ایک عظیم قائد اور سورما مانا جاتا تھا، لیکن قعقاع رضی اللہ عنہ کی بارعب آواز سے اس کا دل دہلنا ضروری تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا: لشکر میں قعقاع کی ایک بارعب آواز ایک ہزار فوجیوں کی قوت پر غالب ہے۔ [3] پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک فرد ان کے سامنے ٹھہر پاتا، اگرچہ وہ بہادری اور ثبات قلبی میں کیسی بھی شہرت رکھتا تھا؟ اور اسی لیے بغیر کسی تاخیر کے قعقاع رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی فوج کے سامنے زمین پر ڈھیر کر دیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر اس کی لاش گر جانے کا زبردست اثر یہ ہوا کہ فارس کے دل دہل گئے اور مسلمانوں کے عزم و حوصلے بلند ہو گئے، کیونکہ وہ فارس کے بیس ہزار جنگجوؤں کا سپہ سالار تھا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے دوسری آواز لگائی اور کہا: کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا؟ مقابلہ میں فارس کے دو جوان

---

[1] یہ فارسی فوج کا ایک سورما لیڈر مانا جاتا تھا، اس نے معرکہ جسر میں مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔

[2] قعقاع رضی اللہ عنہ کے پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ معرکہ جسر میں موجود نہ تھے بلکہ اس وقت شام کے محاذ پر تھے۔

[3] التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ٤٥٥.

بیرزان اور بندوان میدان میں آئے۔ ادھر سے دو کو اترتے دیکھ کر حارث بن ظبیان بن حارث، بنو تیم اللات میں سے، قعقاع رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا ملے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے بیرزان سے مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور ابن ظبیان نے بندوان سے مقابلہ کیا، بندوان بھی فارس کے اہم بہادروں میں شمار ہوتا تھا اسے ابن ظبیان نے قتل کیا۔ اس طرح قعقاع رضی اللہ عنہ نے صبح ہی صبح فارس کے پانچ عظیم سپہ سالاروں میں سے دو کا کام تمام کر دیا۔ بے شک اہل فارس کے لیے یہ ایک بھاری نقصان تھا۔ اس سے وہ سخت حیرت و اضطراب میں پڑ گئے اور اس طرح شکستہ دل ہوئے کہ فارسی فوج کی ہمت پست ہوگئی، پھر دونوں طرف سے شہ سواروں کی باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی اور قعقاع رضی اللہ عنہ مسلمانوں سے کہنے لگے: اے مسلمانو! دشمن کو تلوار سے کاٹو، وہ کاٹنے ہی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ تمام مسلم مجاہدین بھی ایک دوسرے سے یہی کہتے رہے اور شام تک ان میں اسی طرح گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس دن قعقاع رضی اللہ عنہ نے تیس کامیاب حملے کیے، جونہی دشمن کی کوئی ٹولی نظر آتی اس پر زبردست وار کرتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے اور یہ شعر پڑھتے:

أزعجهم عمدًا بها إزعاجا

أطعن طعنا صائبًا تجاجا

''اس جنگ میں میں انہیں اچھی طرح لتاڑوں گا اور بالکل صحیح نشانے سے نیزوں کی بارش کروں گا۔''

دشمن کا سب سے آخری شخص بزرجمہر ہمذانی قتل کیا گیا، اس کے بارے میں قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا:

حبوته جياشةً بالنفس

هدارة مثل شعاع الشمس

''میں نے پورے جوش وخروش سے اسے زمین پر چت کر دیا اور سورج کی کرنوں کی طرح اس کے خون کو زمین پر منتشر کر دیا۔''

في يوم أغواث فليل الفرس

أنخس في القوم أشد النخس

''یوم اغواث کے موقع پر جب کہ فارسیوں کی رات قوم میں تباہی مچانے والی تھی۔''

ب: علباء بن جحش عجلی کی انتڑی معرکہ میں پیٹ سے باہر آ گئی:

بکر بن وائل کی صفوں کے سامنے فارس کا ایک فوجی آ کھڑا ہوا اور دعوت مبارزت دینے لگا، علباء بن جحش مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ علباء نے اس کے سینے میں دائیں طرف نیزہ مارا جس سے اس کا پھیپھڑا چاک ہوگیا اور دشمن نے بھی پلٹ کر آپ کے پیٹ میں کاری ضرب لگائی جس سے آپ کی انتڑیاں باہر آ گئیں اور پھر دونوں

Marfat.com

زمین پر گر پڑے۔ مجوسی فوراً مر گیا لیکن علباء کھڑے نہ ہو سکے اور کوشش کرتے رہے کہ اپنی انتڑیوں کو پیٹ میں واپس ڈال لیں، پھر وہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ اسی دوران میں ایک مجاہد کا ادھر سے گزر ہوا، علباء نے اسے پکارا اور کہا میری انتڑیوں کو میرے پیٹ میں رکھ کر میری مدد کرو۔ چنانچہ اس نے انتڑیاں علباء کے پیٹ میں ڈال دیں اور علباء دوبارہ نفس کو دباتے ہوئے پوری جرأت کے ساتھ فارس کی فوج کی طرف لپکے، اپنے پیچھے مجاہدین کی صفوں کی طرف توجہ نہ دی لیکن ابھی اپنی جگہ سے تقریباً تیس ہاتھ آگے گھسٹ کر گئے ہوں گے کہ جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ اشعار تھے:

أرجـو بهـا مـن ربـنـا ثـوابًـا

قـد كـنـت مـمـن أحسـن الـضـرابـا

"میں بہترین تلوار زنی کرنے والوں میں سے ایک تھا اس سے میں اپنے رب کی رضا و خوشنودی کا طالب ہوں۔"

ج: اَعرف بن اعلم عقیلی:

اہل فارس کا ایک اور فوجی میدان میں آیا اور کہا: کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے گا؟ مسلمانوں کی طرف سے اعرف بن اعلم عقیلی مقابلہ میں اترے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ایک دوسرا فارسی پہلوان آیا، آپ نے اسے بھی چت کر دیا، پھر کئی فارسی فوجیوں نے انہیں گھیر لیا اور یکجائی حملہ کر کے انہیں زیر کرنے لگے، اس دوران ہتھیار ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور گر گیا اور وہ دشمن کے ہاتھ لگ گیا، پھر بھی آپ ان کے چہروں پر دھول اڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں میں واپس آ گئے۔ [1]

د: خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹوں کا فداکارانہ موقف:

اس معرکہ میں خنساء کے چاروں بیٹوں نے فداکارانہ جوہر دکھائے، وہ سب پورے جوش و خروش سے میدان کارزار میں کود پڑے، ان میں سے ہر ایک نے معرکہ میں شرکت کرتے وقت جوش و جذبات کو ابھارنے والے ایسے ترانے گائے جن سے خود انہیں اور دیگر بھائیوں کو دلی تقویت ملی، پہلے بیٹے کے اشعار یہ تھے:

يـا إخـوتـي ان الـعـجـوز الـنـاصـحة

قـد نـصـحـتـنـا إذ دعـتـنـا الـبـارحة

"اے میرے بھائیو! رات کے وقت جب ہم کو خیر خواہ بوڑھی ماں نے بلایا تو نصیحت کی۔"

مـقـالـة ذات بـيـان واضـحـة

فـبـاكـروا الـحـرب الـضـروس الـكـالـحة

---

[1] تاريخ الطبري: ٤/ ٣٧٠.

''ایسے الفاظ میں نصیحت کی جو بالکل صاف اور واضح ہے، پس تباہ کن اور چہروں کو بگاڑ دینے والی اور بھیانک جنگ میں شرکت کے لیے جلدی کرو۔''

وإنـمـا تـلـقـون عـنـد الـصـائـحـة

مـن آل سـاسـان الـكـلاب الـنـابـحـة

''چیخ پکار والی (بھیانک جنگ) کے وقت آل ساسان کے بھونکنے والے کتوں سے تمہارا سابقہ پڑے گا۔''

قد أيقنوا منكم بوقع الجائحة

وأنتم بين حياة وحياة صالحة

''انہیں یقین ہے کہ تمہاری طرف سے ان پر مصیبت ٹوٹے گی جب کہ دنیاوی زندگی اور آخرت کی صالح زندگی کے درمیان ہو۔''

ان اشعار کے ترانے گاتا ہوا پہلا بیٹا میدان کارزار میں کود پڑا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگیا۔ دوسرا اٹھا اور ان اشعار کا ترانہ پڑھتے ہوئے جنگ کی طرف بڑھا:

إن الـعـجـوز ذات حـزم وجـلـد

والـنـظـر الأوفـق والـرأى السـدد

''عالی ہمت، باعزیمت، ربانی بصیرت اور سچی و بہترین رائے والی بوڑھی ماں نے۔''

قـد أمـرتـنـا بـالسداد والـرشـد

نـصـيـحـة مـنـهـا وبـرًا بـالـولـد

''اولاد کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کرتے ہوئے اس نے ہمیں راست روی اور رشد و ہدایت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔''

فبـاكـروا الـحـرب حـمـاة فى العدد

إمـا لـفـوز بـارد عـلـى الـكـبـد

''اسلامی فوجوں کے مددگار بن کر جنگ میں شرکت کے لیے جلدی کرو، اس کامیابی کے لیے جو کلیجے کو ٹھنڈا کرنے والی ہے (یعنی مال غنیمت)۔''

او ميتة تـورثـكـم عـز الأبـد

فـى جـنـة الـفـردوس والـعـيـن الـرغـد

''یا اس (قابل رشک) موت کے لیے جو جنت الفردوس میں تمہیں ہمیشہ کے لیے عزت و سربلندی

Marfat.com

اور عیش و عشرت وراثت میں دینے والی ہے۔"

ان ترانوں کے ساتھ انہوں نے بھی جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

پھر تیسرا بیٹا یہ ترانے گاتا ہوا آگے بڑھا:

والله لا نعصى العجوز حرفًا
قد امرتنا حدبًا وعطفا

"اللہ کی قسم! ہم بوڑھی ماں کی ذرہ برابر نافرمانی نہیں کریں گے، اس نے انتہائی شفقت و مہربانی کے ساتھ نہایت پیار و محبت سے ہمیں حکم دیا ہے۔"

نصحًا وبرًا صادقًا ولطفًا
فبادروا الحرب الضروس زحفا

"خیر خواہی، پرخلوص، جذبہ اطاعت اور نرم (آواز) میں ہمیں سمجھایا پس اس خطرناک جنگ میں جلدی سے کود پڑو۔"

حتى تلقوا آل كسرىٰ لفا
او يكشفو كم عن حماكم كشفا

"یہاں تک کہ آل کسریٰ کو گھیرے میں لے لو، یا وہ تمہیں تمہاری محفوظ جگہ چھوڑ کر بھاگ جائیں۔"

إنا نرى التقصير عنكم ضعفا
والقتل فيكم نجدة وزلفى

"تمہاری کسی بھی تقصیر کو ہم کمزوری سمجھتے ہیں اور قتل (شہادت) کو (الٰہی) مدد اور تقرب کا ذریعہ۔"

انہوں نے جنگ لڑی اور شہید ہو گئے، پھر چھوٹا بیٹا اٹھا اور کہا:

لست لخنساء ولا للأخرم
ولا لعمرو ذی السناء الأقدم

"خنساء، اخرم اور عمرو جیسے قدیم و بلند رتبہ والے افراد کی طرف میری نسبت نہ ہو۔"

إن لم أرد فی الجیش جیش الأعجم
ماض علی الهول خضم خضرم

"اگر میں فارس کی فوج میں ان سے نبرد آزمائی کے لیے نہ اتروں، بھیانک جنگ کے سر پر تیغ براں کی بارش ہونے والی ہے۔"

Marfat.com

إمــا لــفــوز عــاجــل ومــغــنــم
او لــوفــاة فی السبیل الاکــرم

''فوری کامیابی اور مال غنیمت کے لیے یا کرم و نیک نامی کے راستے میں جان قربان کرنے کے لیے۔''

ان اشعار کے ترانے گاتے ہوئے یہ بیٹا بھی جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔ ❶

اور جب خنساء کو اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو کہا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنِیْ بِقَتْلِهِمْ وَاَرْجُوْا مِنْ رَّبِّیْ أَنْ یَّجْمَعَنِیْ بِهِمْ فِیْ مُسْتَقَرِّ رَحْمَتِهٖ .)) ❷

''شکر ہے اس اللہ ذوالجلال کا جس نے ان کی شہادت کے ذریعے سے مجھے سرخروئی سے نوازا، میں اپنے رب سے امید کرتی ہوں کہ مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کے ٹھکانے (جنت) میں اکٹھا کرے گا۔''

س: فارسی فوج کے خلاف قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک موثر چال:

یوم اغواث کے اس معرکہ میں قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا زاد بھائیوں نے مل کر فارسی فوج کے خلاف ایک کامیاب چال چلی، وہ یہ کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ فارسی فوج کے ہاتھیوں نے پہلے دن کی لڑائی میں مسلم شہ سواروں کے گھوڑوں کو بدکا کر انہیں بہت نقصان پہنچایا ہے تو آپ اللہ کی توفیق سے اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو لے کر اونٹوں کو ڈراؤنی شکل میں تیار کرنے لگے تاکہ دشمن کے گھوڑوں کو بدکانے میں اس سے کامیابی ملے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹوں کے جسم پر جھول اور چہروں پر برقعے ڈال دیے اور ان پر پیدل فوجیوں کو سوار کر دیا، بیچ میں اونٹوں کو اور چاروں طرف سے گھوڑوں کر دیا اور پھر انہیں لے کر فارسی فوج کے شہ سواروں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح آج یوم اغواث کے موقع پر مسلمانوں نے وہ تدبیر اپنائی جسے فارسی فوج نے یوم ارماث کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا تھا۔ وہ اونٹ فارسی فوج کی چھوٹی یا بڑی جماعت جس طرف سے بھی گزرتے اس کے گھوڑوں کو بدکا دیتے اور پیچھے سے مسلمانوں کے گھوڑے ان کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جاتے۔ جب مسلمانوں نے فارسی فوج کی بھگدڑ دیکھی تو انہیں اطمینان حاصل ہوا اور ان اونٹوں کی وجہ سے فارسی فوج کو آج کے معرکہ میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑا جو انہوں نے یوم ارماث کے موقع پر اٹھایا تھا۔ ❸

ان واقعات میں ہم یہ بات صاف طور سے محسوس کر رہے ہیں کہ دور اول کے مسلمان جنگی تدابیر کی جدید سے جدید ایجادات کے سلسلے میں اپنے دشمنوں سے آگے تھے۔ غور طلب مقام ہے کہ فارسی فوج نے جنگ کے پہلے دن ہاتھیوں کو استعمال کر کے مسلمانوں کو سخت مصیبت میں ڈال دیا تھا اور چونکہ مسلمانوں کے پاس ہاتھی نہ

---

❶ القادسیة، ص: ۱۵٤، أحمد عادل کمال ❷ الخنساء أم الشهداء، عبدالمنعم الهاشمی، ص: ۹۸.
❸ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ٤٦.

Marfat.com

تھے اس لیے اپنے اونٹوں کو جدید جنگی ہتھیار کی شکل میں استعمال کر کے دشمن کے ساتھ کامیاب چال چلی اور یہ چال ایک کامیاب جنگی تدبیر ثابت ہوئی جس نے دشمن کے گھوڑوں کو خوف زدہ کر دیا اور گھوڑوں نے اپنے شہ سواروں کو پیٹھ سے پھینکنا شروع کر دیا۔ لہٰذا آج کے اس بحرانی دور میں ضروری ہے کہ مسلمان پہلے عقیدہ و روحانیت کی تعمیر و ترقی کے بعد جدید جنگی و مادی ایجادات میں بھی دوسروں سے آگے بڑھ نکلیں۔

ش: ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ معرکہ میں:

معرکہ یوم اغواث میں نصف رات تک جنگ جاری رہی اور اس رات کا نام ''لیلۃ السواد'' (سیاہ رات) رکھا گیا، پھر جب دونوں فوجیں ایک دوسرے سے پیچھے کھسکتی نظر آئیں تو اس رات جنگ بند ہوگئی، اس سے مسلمانوں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ شہداء کو وادی مشرق میں (جو ان کے لیے قبرستان تھی) اور زخمیوں کو عذیب میں منتقل کرنے لگے جہاں عورتیں ان کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتی تھیں۔ اس رات کے معرکہ میں ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ شریک ہوئے۔ ❶ امیر لشکر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے گرفتار کر کے انھی کے قلعہ میں قید کر دیے گئے تھے۔ شام ہوئی تو ابو محجن رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بالاخانے میں گئے، ان سے معافی مانگی اور غلطی درگزر کرنے کی سفارش کرنے لگے، لیکن سعد رضی اللہ عنہ نے معافی دینے سے انکار کر دیا اور نیچے واپس لوٹا دیا۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ چار و ناچار نیچے اتر آئے، سلمٰی بنت خصفہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: اے سلمٰی! اے آل خصفہ کی بیٹی! کیا تم میرے اوپر احسان کر سکتی ہو؟ خصفہ نے پوچھا: وہ کیا؟ ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے بیڑیوں سے آزاد کر دو اور سعد کا سیماب صفت بلقاء گھوڑا عاریتاً دے دو۔ اللہ کی قسم! اگر اس نے مجھے صحیح سالم بچا لیا تو میں خود لوٹ کر تیرے پاس آؤں گا اور بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لوں گا۔ سلمٰی نے کہا: میرا اس سے کیا تعلق، میں ایسا نہ کر پاؤں گی۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے قید خانہ میں واپس لوٹ آئے:

كفى حزنًا أن تلتقي الخيل بالقنا
وأترك مشدودًا على وثاقيا

''میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی غم نہیں ہے کہ شہ سوار نیزے بازیاں کر رہے ہوں اور میں پابہ زنجیر پڑا رہوں۔''

إذا قمت عناني الحديد واغلقت
مصارع دوني قد تصم المناديا

''جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر اٹھنے نہیں دیتی اور دروازے اس طرح بند کر دیے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔''

Marfat.com

وقد كنت ذامال كثير واخوة
فقد تركوني واحدًا الا أخاليا

''میں کافی دولت مند اور بھائیوں والا تھا، لیکن ان سب نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور اب میرا کوئی بھائی نہ رہا۔''

ولله عهد لا أخيس بعهده
لئن فيرجت ألا أزور الحوانيا

''میں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ اس کے عہد سے نہیں پھروں گا، اگر میرے لیے مے خانوں کے دروازے کھول بھی دیے جائیں تو بھی میں ادھر کا رخ نہ کروں گا۔''

سلمیٰ نے جب یہ اشعار سنے تو کہنے لگیں: میں نے استخارہ کیا ہے، تمہارے وعدہ پر مجھے یقین ہے اور پھر ان کی بیڑیاں کھول دیں اور کہا: لیکن میں گھوڑا نہیں دے سکتی اور پھر اپنے حجرے کی طرف چلی گئیں۔ ادھر ابو محجن گھوڑے کے پاس گئے، اس کی لگام ہاتھ میں لی اور قادسیہ کی خندق کی طرف کھلنے والے قلعہ کے دروازے سے گھوڑے کو باہر لائے، اس پر سوار ہوئے اور ایڑ لگائی اور جب میمنہ کے برابر پہنچے تو بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہا اور فارسی فوج کے میسرہ پر زبردست حملہ کیا اور دونوں فوجوں کے درمیان تیغ زنی، نیزہ بازی اور دیگر اسلحوں کے جوہر دکھائے، مسلمان انہیں دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور بعض لوگ کہنے لگے: زین کے ساتھ لڑ رہا ہے؟ سعید اور قاسم نے کہا: نہیں بلکہ ننگی پیٹھ لڑ رہا ہے۔ پھر مسلم صف کے پیچھے سے گھوم کر میسرہ میں آ گئے اور بلند آواز سے تکبیر کا نعرہ مارتے ہوئے دشمن کے میمنہ پر دھاوا بول دیا اور دونوں فوجوں کے درمیان تیغ زنی و نیزہ بازی کے بے مثال جوہر دکھاتے رہے، پھر ذرا پیچھے ہٹے، مسلم صف کے پیچھے سے گھوم کر قلب سے ہوتے ہوئے لوگوں کے سامنے آئے اور دشمن کے قلب میں گھس کر خوب زبردست تیغ زنی و نیزہ بازی کی اور مسلمان انہیں دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ آخر یہ کون سا آدمی ہے کیونکہ انہوں نے ابو محجن رضی اللہ عنہ کو نہ دن میں دیکھا تھا اور نہ پہلے سے وہ ان سے متعارف تھے۔ بعض نے کہا کہ ہاشم رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے پہلے دستہ کا کوئی فوجی لگ رہا ہے، یا شاید خود ہاشم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ادھر سعد رضی اللہ عنہ پیٹ کے بل جھک کر اپنے بالا خانے سے مسلم فوج کا جائزہ لے رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر کہنے لگے: اگر ابو محجن قید نہ ہوتا تو میں کہتا کہ ابو محجن ہے اور یہ میرا بلقاء گھوڑا ہے۔ اس طرح لوگ آپس میں مختلف طرح کی باتیں کرتے رہے اور جب آدھی رات گزرنے کو ہوئی تو فارسی فوج نے جنگ بند کر دی اور مسلمان بھی پلٹ آئے۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ بھی لوٹ کر وہیں آ گئے جہاں سے گئے تھے۔ اور اپنے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں اور یہ اشعار کہنے لگے:

لقد علمت ثقيف غير فخر
بأنا نحن أكرمهم سيوفا

Marfat.com

''بلا فخر و مبالغہ کہتا ہوں کہ ثقیف کے لوگ ہمارے بارے میں جانتے ہیں کہ ہم تیغ زنی میں ان میں سب سے اچھے ہیں۔''

وأكثرهم دروعا سابغات
واصبرهم إذا كرهوا الوقوفا

''ہم ان سے زیادہ کامل زرہوں والے ہیں اور مشکل ترین اوقات میں ان سے زیادہ مقابلہ کرنے والے اور صبر آزما ہیں۔''

وأنا وفدهم في كل يوم
فان عميوا فسل بهم عريفا

''ہم ہمیشہ ان کے راہنما وفد رہے ہیں، اگر وہ سب راستہ بھول جائیں تو انہی میں سے راہنما تلاش کرو۔''

وليلة قادس لم يشعروا بي
ولم أشعر بمخرجي الزحوفا

''قادسیہ کی رات وہ مجھے نہیں جان سکے اور نہ میں نے اپنے نکلنے میں لشکر کا کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔''

فان أحبس فذلكم بلائي
وإن أترك اذيقهم الحتوفا

''اگر میں قید میں رکھا گیا تو یہ میرے لیے آزمائش ہے اور اگر میں آزاد چھوڑ دیا جاتا ہوں تو انہیں (دشمن کو) موت کے مزے چکھاؤں گا۔''

سلمیٰ نے پوچھا: ابو محجن تم کس جرم کی پاداش میں قید کیے گئے ہو؟

ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم کسی حرام خوری یا شراب نوشی کے جرم میں سعد نے مجھے قید نہیں کیا، بلکہ میں زمانہ جاہلیت میں بادہ نوش تھا اور چوں کہ میں شاعر ہوں، میری زبان پر اشعار آجاتے ہیں، جس نے میری ساری خوبیوں پر پانی پھیر دیا اور انہی شعروں پر قید کر دیا گیا۔ میں نے کہا:

إذا مت فادفني إلى أصل كرمة
تروي عظامي بعد موتي عروقها

''جب میں مر جاؤں تو مجھے انگور کی بیل کی جڑ میں دفن کرنا تاکہ میری موت کے بعد میری ہڈیوں کو اس کی جڑیں سیراب کرتی رہیں۔''

ولا تــدفــنــي بــالــفــلاة فــانــني
أخــاف إذا مــا مــت الا أذوقهــا

''مجھے چٹیل میدان میں نہ دفن کرنا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ مرنے کے بعد اس کا مزہ نہ چکھ سکوں۔''

وتروى بخمر الحص لحدي فإنني
أسيـر لهـا مـن بـعـد مـا قـد أسـوقهـا

''زعفرانی شراب سے میری لحد کو تر کر دیا جائے، کیونکہ میں اس کا رسیا ہوں۔''

دوسرے دن صبح ہوتے ہی سلمیٰ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ابو محجن رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنی رواداری کی ساری روداد سنائی، سعد رضی اللہ عنہ نے ابو محجن رضی اللہ عنہ کو بلایا، قید سے آزاد کر دیا اور کہا: جاؤ اب میں تمہاری بات پر اس وقت تک مواخذہ نہیں کروں گا جب تک اسے کر نہ گزرو۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً کبھی کسی بری خصلت کے سلسلہ میں اپنی زبان کی بات نہ مانوں گا۔ [1]

ص: لیلۃ السواد (سیاہ رات) کے نصف آخر میں قعقاع رضی اللہ عنہ کی جدید منصوبہ سازی:

لیلۃ السواد کے نصف آخر میں جو سب سے اہم واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے آنے والے دن میں مسلمانوں کی قوت اور عزم و حوصلے کو بلند کرنے کے لیے جدید جنگی منصوبہ سازی شروع کر دی۔ اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ اسی وقت خفیہ طریقے سے میدان کارزار سے کافی پیچھے جا کر چھپ جاؤ اور ایک ایک سو فوجیوں کا الگ الگ دستہ بنا کر دن میں میدان کی طرف بڑھو۔ ان سے کہا کہ جب سورج طلوع ہو جائے تو سو فوجیوں پر مشتمل ایک دستہ میدان جنگ کی طرف بڑھے اور اس کے پیچھے دوسرا دستہ اس وقت تک آگے نہ بڑھے جب تک کہ پہلا دستہ نگاہوں سے غائب نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اگر ہاشم بقیہ امدادی کمک لے کر پہنچ جاتے ہیں تو بہتر ورنہ تمہاری اس منصوبہ بندی سے مسلمانوں کی امیدیں نہ ٹوٹنے پائیں گی۔ چنانچہ جب سورج کی پہلی کرن نظر آئی تو قعقاع رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ سے صحرا کی طرف نظر اٹھائی، شہ سوار فوجیوں کا دستہ آتے دیکھا تو زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا، جسے لوگوں نے بھی دہرایا اور مسلمانوں کے لشکر میں ''مدد آ گئی، مدد آ گئی'' کا شور مچ گیا۔ قعقاع رضی اللہ عنہ کے بھائی عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بھائی کے طریقے پر عمل کیا اور اپنے ساتھیوں کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔ پھر تمام فوجیوں نے خفان کی طرف سے میدان میں آنا شروع کیا۔ قعقاع رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا آخری دستہ ابھی میدان کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ شام سے سات سو تازہ دم مجاہدین لے کر پہنچ گئے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ہاشم رضی اللہ عنہ کو قعقاع رضی اللہ عنہ کی رائے اور دو دن کی ان کی جنگی تدبیر سے آگاہ کیا۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھ آئی ہوئی فوج کو ستر ستر افراد کے الگ الگ دستوں میں تقسیم کر دیا۔ جب قعقاع رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا آخری دستہ

[1] تاريخ الطبري: ٤/ ٣٧٤.

Marfat.com

میدان جنگ میں پہنچ گیا تو ہاشم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ستر فوجیوں کا دستہ لے کر خود میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ ❶

اس مقام پر ذرا تھوڑی دیر رک کر ہم ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تواضع وخاکساری پر غور کریں کہ کس طرح اپنے ماتحت ذمہ دار یعنی قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بہترین جنگی تدبیر کو بلا چون وچرا قبول کر لیا اور اپنی فوج کو بھی متعدد دستوں میں تقسیم کر دیا۔ خودداری اور منصب کی عظمت نے آپ کو اس بات سے نہ روکا کہ اپنے کسی ماتحت ذمہ دار کی رائے قبول نہ کریں، بلکہ آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک تھے جو مدرسہ نبوت کے فارغ تھے اور اپنی ذات اور ذاتی مفاد کو اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت و مفاد عامہ کے لیے قربان کر دینے والے تھے۔ درحقیقت یہ بلند اوصاف و کردار اسلام کی ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرنے اور عظیم ترین کافر حکومتوں کو شکست دینے کے اہم اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

۳: یوم عماس:

جنگ کے تیسرے دن کو "یوم عماس" کہا جاتا ہے، فارسی فوج نے اس دن ہاتھیوں کو جدید طریقے سے منظم کیا، آج کے دن وہ یوم ارماث کے اس دھوکے کی تلافی کرنا چاہتے تھے جس میں ان کے ہاتھیوں کے تنگ کاٹ دیے گئے تھے، آج انہوں نے ہاتھیوں کو درمیان میں کر کے انہیں گھڑسواروں کی حفاظت میں رکھا تھا اور مسلمان پامردی سے ہاتھیوں، ان کے فیل بانوں اور اردگرد کے شہ سواروں سے لڑ رہے تھے لیکن سخت مشکلات کا سامنا تھا، جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی مشکل دیکھی تو فارس کے مسلمانوں سے جو اسلامی فوج کے دوش بدوش لڑ رہے تھے، پوچھا کہ کیا ان ہاتھیوں سے نمٹنے کا کوئی حل تمہیں معلوم ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، ان کے سونڈ اور آنکھوں کو بے کار کر دیا جائے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے قعقاع اور عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بلوایا چونکہ یہ ہاتھی کے بالمقابل تھے اس لیے ان سے کہا: سفید ہاتھی کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے۔ بقیہ ہاتھی اس کے پیچھے تھے، اور حمال بن مالک اور ربیل بن عمرو اسدی کو بلا کر ان سے کہا کہ: چتکبرا ہاتھی تمہارے ذمہ ہے، کیونکہ وہ تمہارے سامنے ہے۔ چنانچہ قعقاع اور عاصم رضی اللہ عنہما نے اپنا اپنا نیزہ سنبھالا اور پیدل و سوار فوجوں کا دستہ لے کر ہاتھی کی طرف بڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہاتھی کو تم لوگ چاروں طرف سے گھیرے میں کر لو، جب ہاتھی گھیرے میں آ گیا تو اپنے دائیں بائیں، نامانوس انسانوں کی بھیڑ دیکھ کر وہ چونکا، ادھر قعقاع و عاصم رضی اللہ عنہما نے قریب پہنچ کر ایک ساتھ ہاتھی کی آنکھوں میں نیزہ گھونپ دیا، وہ اپنے سر کو تیزی سے ہلاتے ہوئے بھاگا، اپنے فیل بان کو پیٹھ سے پھینک دیا، سونڈ کٹ کر مستک سے لٹک گی۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے اس کو تلوار سے جدا کر کے پھینک دیا، ہاتھی پہلو کے بل گر گیا پھر آپ نے اس پر سوار فارسی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی طرح حمال بن مالک بھی حملہ آور ہوئے اور ربیل بن عمرو سے کہا: تم اس کے سونڈ پر تلوار مارو اور میں

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٧٥.

Marfat.com

اس کی آنکھ میں نیزہ مارتا ہوں یا تم نیزہ مارو اور میں سونڈ کاٹتا ہوں۔ ربیل نے کہا: میں تلوار مارتا ہوں اور حمال نے ہاتھی پر ایسے وقت میں حملہ کیا جب کہ اپنے گرد گھیرا ڈالے ہوئے لوگوں کا نظارہ کرنے میں مشغول تھا۔ اس کا سوار صرف اس بات سے ڈر رہا تھا کہ کہیں مسلمان ہاتھی کے تنگ کو کاٹ نہ دیں، جس طرح کہ معرکہ کے پہلے دن انہوں نے یہی تدبیر اپنائی تھی اور صرف فیل بانوں کو نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ حمال نے ہاتھی کی آنکھ میں تاک کر نیزہ مارا جس سے وہ پشت کے بل ڈھیر ہو گیا۔ پھر دوبارہ کھڑا ہونا چاہتا تھا کہ ربیل بن عمرو نے اس کی سونڈ پر تلوار کا زوردار وار کیا، اور اس کے سونڈ کو مستک سے الگ کر دیا۔ پھر فیل بان نے ان کو دیکھا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا جو اسلحہ تھا اسی سے اس کی ناک اور ماتھے کو نشانہ بنایا لیکن ربیل اور حمال اس سے بچ نکلے۔ دونوں ہاتھی خنزیر کی طرح چیخنے چلانے لگے، چونکہ ہاتھیوں کے دوسرے غول بھی انہی دونوں ہاتھیوں کے تابع تھے اس لیے جب ان دونوں نے بلا تفریق فارسی فوجوں کے لوگوں کو بھاگتے ہوئے روندنا شروع کیا تو ان کے پیچھے سارے ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے اور فارسی فوج کو روندنے لگے اور ایک طوفان برپا کر دیا۔ پھر تمام ہاتھی دریائے عتیق کے اس پار مدائن کی طرف بھاگ گئے اور ان پر جتنے فوجی سوار تھے سب ہلاک ہو گئے۔ ❶

جب میدان ہاتھیوں سے خالی ہو گیا تو دونوں فوجیں پھر آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں اور لڑائی کا زوردار رن پڑا۔ فارسی لشکر کے پاس طاقتور اور تازہ دم کمک تھی اس لیے جب جب وہ اپنی قوت کمزور اور لشکر میں کمی دیکھتے یزدگرد کو اطلاع بھیجتے اور وہ وہاں سے کمک روانہ کرتا۔ اس طرح تیسرے دن کا یہ معرکہ برابر کی جنگ پر اختتام کو پہنچا۔ ❷

الف: عمرو بن معدیکرب کی بہادری:

عمرو بن معدیکرب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: میں ہاتھی اور اس کے اردگرد کے سواروں پر سامنے سے حملہ آور ہوتا ہوں تم لوگ مجھے اونٹنی نحر کرنے سے کچھ بھی زیادہ وقت کے لیے تنہا نہ چھوڑنا (یعنی میرے پیچھے ہی تم لوگ بھی حملہ کر دینا)، اگر تم نے مجھ تک پہنچنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو ابوثور سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ پھر تم میں ابوثور جیسے لوگ کہاں ہوں گے۔ اگر تم مجھے پا لیتے ہو تو ایسی حالت میں پاؤ گے کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہو گی۔ اتنا کہہ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور گرد و غبار میں ایسے غائب ہوئے کہ نظر نہ آئے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: اب کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تم اس لائق نہیں ہو کہ اسے پا لو، اگر تم نے اسے ضائع کر دیا تو گویا مسلمانوں نے اپنے عظیم شہ سوار کو ضائع کر دیا، پھر تمام ساتھی ایک ساتھ حملہ آور ہوئے اور مشرکین ابوثور کو ایسی حالت میں چھوڑ بھاگے کہ وہ آپ کو زمین پر گرا کر نیزہ مار چکے تھے اور تلوار ان کے ہاتھ میں تھی اور وہ ان پر وار کر رہے تھے اور آپ کا گھوڑا زخمی ہو چکا تھا۔ جب فارسی آپ کو چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور آپ کو اپنے ساتھی نظر آئے تو ایک فارسی فوجی کے گھوڑے

❶ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٦٨. ❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٧٦.

Marfat.com

کا پاؤں پکڑ لیا، فارسی اپنے گھوڑے کو آگے بڑھانا چاہتا تھا لیکن گھوڑا اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا، فارسی نے عمرو کی طرف دیکھا اور ان کو قتل کر دینا چاہا، تب تک عمرو کے ساتھیوں نے اسے دیکھ لیا اور اس پر پل پڑے، فارسی اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے ساتھیوں کے پاس بھاگنے کی کوشش کرنے لگا، عمرو نے کہا: اس کے گھوڑے کی لگام میرے ہاتھ میں دے دو، انہوں نے لگام عمرو کے ہاتھ میں دے دی اور وہ کود کر اس پر سوار ہو گئے۔ [1]

ب: طلیحہ بن خویلد اسدی:

معرکے کے تیسرے دن، جنگ دیر گئے رات تک جاری تھی کہ طلیحہ بن خویلد اسدی کی آواز نے دشمن کی فوج میں اچانک سناٹا پیدا کر دیا، وہ فارسی فوج کے پیچھے پہنچ چکے تھے۔ فارسی فوج یہ صورت حال دیکھ کر گھبرا گئی اور مسلمان تعجب میں پڑ گئے، صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے دونوں فوجوں نے کچھ دیر کے لیے جنگ بند کر دی۔ دراصل طلیحہ بن خویلد اسدی کو چند لوگوں کے ساتھ وہاں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا کہ اس جگہ پر قبضہ جما لیں، کیونکہ ادھر سے دشمن مسلمانوں پر حملہ کر سکتا تھا، لیکن طلیحہ کو سعد رضی اللہ عنہ کی جس قدر رہنمائی ہوئی تھی انہوں نے اسی پر بس نہ کی، بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر فارسی فوج کے پیچھے پہنچ گئے اور بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ [2]

طلیحہ کی اس کارروائی کا یہ فائدہ ہوا کہ جنگ تھوڑی دیر کے لیے بند ہو گئی اور جدید صف بندی و نئی تیاری کا موقع مل گیا۔

ج: قیس بن مکشوح:

قیس بن مکشوح نے مسلم فوجیوں کی معنوی قوت بیدار کرنے کے لیے کہا: عرب کے لوگو! اللہ نے دین اسلام کے ذریعہ تم پر بہت بڑا احسان کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہیں عزت بخشی، اللہ کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، تمہاری دعوت ایک ہے، تمہارا معاملہ ایک ہے، جب کہ اس سے پہلے تم میں سے ہر ایک دوسرے پر شیر کی طرح حملہ کرتا تھا اور بھیڑیے کی طرح اچک لینے کی کوشش میں رہتا تھا، تم اللہ کی مدد کرو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ سے فتح فارس کی دعائیں کرو۔ اللہ نے تمہارے شامی بھائیوں کے لیے فتح شام اور سرخ قلعوں وقصروں کے چھین لینے کا وعدہ پورا کر دیا۔ [3]

د: یوم اعماس کے موقع پر کہے جانے والے بعض اشعار:

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

حضض قومی مضرحی بن یعمر
فلله قومی حین هزوا العواليا

---

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٧٨.
[2] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٢.
[3] تاریخ الطبری: ٤/ ٣٧٨.

Marfat.com

''مضرحی بن یعمر نے میری قوم کے لوگوں کو اکسایا تو میری قوم نے بڑی بڑی فوجوں کو ہلاک کرنے میں بہت شان دار کارنامہ انجام دیا۔''

وما خام عنها يوم سارت جموعنا
لأهل قديس يمنعون المواليا

''جس دن ہمارا لشکر چھوٹے سے قادسیہ والوں سے مقابلہ کے لیے چلا اور وہ لوگ غلاموں کو اپنے یہاں آنے سے روک رہے تھے، اس دن ہماری قوم نے بزدلی نہیں دکھائی۔''

فان كنت قاتلت العدو فللته
فانی لا لقی فی الحروب الدواهيا

''پس اگر میں نے دشمن سے جنگ کی تو اسے تلوار سے کاٹ ڈالوں گا، کیونکہ میں جنگوں میں سخت مصیبت نازل کرنے والا ہوں۔''

فيولا اراها كالبيوت مغيرة
اسمل اعيانا لها وماقيا [1]

''بھاری بھرکم ہاتھیوں کو میں حملہ آور ہوتے دیکھ رہا ہوں، میں ان کی آنکھوں اور پتلیوں میں لوہے کی سلائی ڈال دوں گا۔''

اور ایک دوسرے مجاہد نے یہ اشعار پڑھے:

أنا ابن حرب ومعي مخراقي
أضربهم بصارم رقراق

''میں جنگ جو ہوں اور میرے ساتھ میرا تجربہ ہے، میں ان دشمنوں کو تیغ براں سے ماروں گا۔''

إذ اكره الموت أبو إسحاق
وجاشت النفس على التراقي

''جب کہ ابواسحاق موت سے نفرت کرے گا اور روح حلق تک پہنچ رہی ہوگی۔''

س: لیلۃ الہریر:

چوتھے دن کے آغاز یعنی ''لیلۃ الہریر'' میں پھر جنگ شروع ہوئی، آج کی رات فارسیوں نے لڑائی کا انداز بالکل بدل دیا تھا، جب رستم نے دیکھا کہ اس کی فوج مطاردت میں مسلمان شہسواروں مقابلہ نہیں کر سکتی، بلکہ اس کے قریب بھی جانے کے لائق نہیں ہے تو اس نے پورا ارادہ کرلیا کہ پورے لشکر کو لے کر ایک ساتھ جنگ لڑی

[1] تاريخ الطبرى: ٤/ ٣٨١.

Marfat.com

جائے تاکہ پچھلے معرکوں کی ان پسپائیوں کا پورا پورا بدلہ لیا جا سکے جو فارسی فوج کی معنوی قوت توڑنے کا اہم سبب بنی تھی۔ چنانچہ بہادر و جانباز مسلمانوں کے میدان جنگ میں نمودار ہونے کے بعد فارسی فوج کا کوئی بھی پہلوان نہ تو مقابلہ کے لیے سامنے آیا اور نہ دشمن کو پیچھے دھکیلنے کے لیے۔ رستم نے اپنی فوج کو تیرہ صفوں میں بانٹ دیا، قلب اور میمنہ ومیسرہ متعین کیا، ادھر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جنگ چھیڑ دی دوسرے مرد میداں اور جانباز مجاہدین نے بھی میدان جنگ کو گرما دیا۔ حالانکہ سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی منصوبہ بندی کے مطابق ابھی تکبیر کا نعرہ نہیں لگایا تھا تاہم آپ نے قعقاع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جنگ جاری رکھنے کی اجازت دے دی، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا مانگی۔ پھر جب آپ نے تین تکبیریں کہیں تو جنگ کے تمام افسران اور لشکر کے تمام مجاہدین باقاعدہ جنگ پر اتر آئے۔ یہ تین صفوں میں تھے، پہلی صف میں تیر انداز، دوسری صف میں شہ سوار اور تیسری صف میں پیدل فوج تھی، اس رات کی جنگ کافی بھیانک اور سخت تھی۔ شروع رات سے صبح تک کچا کچ تلواریں چلتی رہیں، فوجیں کسی سے بات کرنے کو تیار نہ تھیں، صرف چیخ پکار کی آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ اسی لیے اس رات کو ''لیلۃ الہریر'' کہا جاتا ہے۔ ❶ مسلمان سخت مقابلہ کے اندیشہ کے پیش نظر آپس میں ایک دوسرے کو پامردی اور جنگ میں پوری قوت جھونک دینے کی نصیحت کر رہے تھے۔ ان میں سے بعض کے اقوال تاریخی مصادر میں ملتے ہیں۔ ❷ مثلاً درید بن کعب نخعی نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: آج مسلمانوں نے دشمن کو پست کرنے کا عزم کر لیا ہے، اس لیے آج رات تم جہاد فی سبیل اللہ اور رضائے الٰہی کی طلب میں ان سے آگے بڑھ جاؤ، کہ آج کی رات سبقت لے جانے ہی کے حساب سے اللہ کے یہاں ثواب ملے گا۔ شہادت کی موت مرنے میں ان سے مقابلہ کرو اور شہادت کی موت سے روح کو سکون دو، کیونکہ اگر تم دنیا میں کامیابی کے طالب ہو تو یہی تم کو بری موت سے نجات دینے والی ہے، ورنہ آخرت کا فیصلہ تو تمہاری نیتوں پر ہے۔

اور اشعث بن قیس نے کہا: اے عرب کے لوگو! آج کے دن یہ قوم (دشمن) موت پر تم سے زیادہ جری نہ ہونے پائے اور نہ تم سے زیادہ دنیا سے بے زار ہونے پائے، آل واولاد کو لے کر مقابلہ کرو، قتل سے مت گھبراؤ، بے شک شرفاء و پاک باز لوگ ہی اللہ کے راستے میں قتل ہو جانے کی تمنا کرتے ہیں۔ یہ قتل شہادت کی موت ہو گی۔ ❸

''لیلۃ الہریر'' میں قبیلہ جعفی کے بالمقابل فارسی فوج کا ایک مسلح دستہ تھا، انہوں نے اس فارسی فوج پر حملہ کیا تو دیکھا کہ ان کی تلواریں کند پڑ گئی ہیں اور کام نہیں کرتیں تو واپس لوٹنے لگے۔ حمیضہ بن نعمان بارقی نے ان کو آواز دے کر کہا: کیا بات ہے، کیوں واپس ہو رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ تلواریں کام نہیں کرتیں۔ حمیضہ نے کہا:

---

❶ الہریر کے معنی کتے کی آواز جو تکلیف یا سردی کی وجہ سے نکلتی ہے۔ ❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٧٢.

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٤.

ٹھیک ہے، تم جہاں ہو وہیں رہو میں تم کو دکھاتا ہوں، دیکھو، اور پھر ایک فارسی فوجی پر حملہ کر دیا، پلٹ کر اس کے پیچھے گئے اور اس کی پیٹھ پر نیزہ گھونپ دیا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: مجھے یقین ہے کہ یہ سب تمہارے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ پھر سب نے مل کر ایک ساتھ حملہ کیا اور انہیں ان کی صف تک دھکیل لے گئے۔ ❶

قبیلہ کندہ کے بالمقابل ترک طبری نامی فارس کا ایک فوجی افسر اپنی جماعت کے ساتھ کھڑا تھا، اشعث بن قیس کندی نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم کے لوگو! انہیں پیچھے دھکیل دو، انہوں نے سات سو (۷۰۰) آدمیوں کو لے کر فارسی فوج پر حملہ کر دیا، فوج پیچھے ہٹ گئی اور افسر قتل کر دیا گیا۔ ''لیلۃ الہریر'' کی جنگ خون ریز تھی، پوری رات جنگ جاری رہی، تمام قبائل کے سردار اپنے فوجیوں کو صبر و ثابت قدمی کی تلقین کرتے تھے، اس رات کی دل دوز جنگ کی سختی کو انس بن حلیس اس طرح بیان کرتے ہیں: میں ''لیلۃ الہریر'' میں حاضر ہوا، پوری رات لوہار کے لوہا پیٹنے کی آواز کی طرح صبح تک تلواروں کی جھنکار سنائی دیتی رہی، وہ لوگ بے انتہا صبر و آزمائش کے مرحلے سے گزر رہے تھے، سعد رضی اللہ عنہ نے پوری رات ایسی شب بیداری کی کہ کبھی ایسی رات نہ گزاری تھی، عرب و عجم نے جنگ کا ایک بھیانک منظر اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ رستم اور سعد دونوں کو کچھ نہ معلوم ہوتا تھا کہ فوجیں کس حال میں ہیں۔ سعد، اللہ کی بارگاہ میں دست دعا دراز کیے ہوئے تھے، جب آدھی رات گزر گئی تو قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما کو یہ شعر پڑھتے سنا:

نحن قتلنا معشرًا وزائدًا
أربعة وخمسة وواحدًا

''ہم نے گروہ کے گروہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تلوار کے گھاٹ اتار دیے، چار چار، پانچ پانچ اور ایک ایک بھی۔''

نحسب فوق اللبد الأساودا
حتى إذا ماتوا دعوت جاهدا

''ہم کثیر سے کثیر جمعیت پر بھاری سمجھے جاتے ہیں، چنانچہ میرے حریف جب تک موت کی نیند نہ سو گئے میں برابر انہیں تیغ آزمائی کے لیے للکارتا رہا۔''

الله ربي واحترست عامدا ❷

''اس عقیدہ کے ساتھ کہ اللہ میرا رب ہے اور بالقصد میں بچا۔''

سعد رضی اللہ عنہ نے ان اشعار سے اسلامی فوج کی فتح مندی کی فال نکالی اور پھر بقیہ رات میں اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٨٦. ❷ تاريخ الطبري: ٤/ ٣٨٦.

کی دعائیں کرتے رہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ ❶

۴: یوم القادسیہ:

مسلمانوں نے جنگ کرتے ہوئے معرکہ کے چوتھے دن صبح کی۔ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے پاس گئے اور کہا: فیصلہ کن جنگ ابھی ایک گھنٹے بعد شروع ہونے والی ہے۔ ذرا صبر سے کام لو پھر حملہ کرو، صبر کرنے سے الٰہی مدد آئے گی چنانچہ انہوں نے اپنی بے تابی پر صبر کو ترجیح دی۔ پھر سرداران قبائل قعقاع رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور رستم کے سامنے ڈٹ گئے اور جو فوجی اس کے ساتھ تھے صبح تک ان سے گھمسان کی لڑائی لڑی۔ جب تمام قبیلے کے فوجیوں نے یہ منظر دیکھا تو قیس بن عبدیغوث، اشعث بن قیس، عمرو بن معدیکرب، ابن ذی السہمین خثعمی اور ابن ذی البردین ہلالی جیسے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: فارسی فوج تم سے زیادہ موت پر جری نہ ہونے پائے، نہ دنیا بے زاری میں تم سے آگے نکلنے پائے۔

قبیلہ ربیعہ میں کچھ لوگ اٹھے اور کہا: گزشتہ معرکوں سے تمہیں بخوبی اندازہ ہے کہ تم لوگ کس قدر ان سے زیادہ موت پر جری ہو، پس آج کون سی چیز ہے جو تمہیں سابقہ جرأت مندی کے مقابلے ہیچ کر دے۔ ❷

اس طرح قعقاع رضی اللہ عنہ اپنی شان دار تاریخ میں ان عمدہ و قابل رشک کارناموں کے نقوش تحریر کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے نظیر بہادری، درست رائے اور ایمانی قوت سے نوازا اور انہوں نے یہ تمام خداداد صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اس معرکہ میں آپ کی آمد فتح کی علامت بن گئی۔ قعقاع رضی اللہ عنہ بخوبی اندازہ لگا چکے تھے کہ مسلسل ایک دن اور رات جنگ کرنے سے دشمن کے صبر و ثبات کی تمام قوتیں جواب دے جائیں گی، جب کہ اس سے پہلے بھی دو دن معمولی راحت کے ساتھ وہ برابر لڑائی لڑ چکے ہیں۔ آپ نے اپنے طویل تجربہ اور بالغ نظری سے اندازہ کر لیا تھا کہ اس طویل جانفشانی کے بعد بھی جو لوگ میدان میں ڈٹے رہے انہی کے ہاتھوں معرکہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ نے خود اپنے بہادر ساتھیوں کو لے کر دشمن کے قلب پر زبردست وار کیا، جس سے فارسی فوج کے قلب میں شگاف پڑ گیا اور ظہر کا وقت ہوتے ہوتے مسلم مجاہدین رستم تک پہنچنے کے قریب ہو گئے۔ ٹھیک اسی موقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور اپنے پاک باز بندوں کی مدد کے لیے الٰہی لشکر بھیجا، یعنی طوفان کی شکل میں تیز آندھی آئی اور رستم کے سائبان کو اڑا کر دریائے عتیق میں پھینک دیا اور گرد و غبار نے فارسی فوج کو اندھا کر دیا اور ان کی تمام دفاعی تدبیریں بے کار ہو گئیں۔ ❸

الف: فارسی فوج کے جنرل کمانڈر رستم کا قتل:

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور رستم کے تخت پر قابض ہو گئے، گرد و غبار کی

❶ التاریخ الإسلامی: ۹/ ۴۷۴۔ ❷ تاریخ الطبری: ۴/ ۳۸۷۔ ❸ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ۴۷۶۔

Marfat.com

کثرت سے وہ رستم کو نہیں دیکھ سکے، رستم اپنا تخت چھوڑ کر سامان لدے ہوئے ایک خچر کی آڑ میں چھپ گیا، قعقاع رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ گئے جس سے رستم کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ قعقاع رضی اللہ عنہ اب تک نہ جان سکے تھے کہ رستم میرے نیچے ہے۔ رستم اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے اٹھ کر دریائے عتیق کی طرف بھاگا، لیکن ہلال نے اسے پکڑ لیا اور پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے، پھر قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کے تخت پر چڑھ کر بلند آواز سے کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا، آؤ میری طرف آؤ! لوگ وہاں جمع ہو گئے، اس کی اور اس کے تخت کی خوب درگت بنائی اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ایک دوسرے کو خوشی و مسرت سے بلانے لگے۔ اس طرح فارس کا قلب شکست کھا گیا، اور مسلمانوں کے دیگر سردار آگے بڑھتے رہے اور جو سامنے آتا اسے قتل کرتے۔ فارسی فوج پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

جب جالینوس کو رستم کے قتل کر دیے جانے کی خبر ملی تو دریائے عتیق میں بنائے ہوئے بڑے بند پر کھڑا ہو کر فارسی فوج کو بھاگ نکلنے اور دریا عبور کر لینے کی دعوت دینے لگا، چنانچہ کچھ فوجیوں نے دریا عبور کر لیا اور کچھ فوجی جن کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ زنجیروں کے گھیرے میں تھے، دریائے عتیق میں کودنے لگے اور مسلمانوں نے جم کر ان پر اس طرح تیر برسائے کہ کوئی زندہ نہ بچ سکا۔ ❶

ب: معرکہ کا اختتام:

سب سے پہلے اللہ کے فضل و توفیق سے، پھر جاں باز مسلمانوں کی کوشش اور ان کے قائد اعلیٰ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حکمت سے معرکہ قادسیہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ بڑا سخت و جاں گسل معرکہ تھا، دشمن بڑی ثابت قدمی سے تین دن تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے اور چوتھے دن اللہ نے انہیں شکست سے دوچار کیا، جب کہ اس سے قبل عموماً ایک ہی دن میں مسلمان اپنے دشمنوں کو زیر کر دیتے تھے۔

دشمن کی اس قدر پامردی کا اہم سبب یہ تھا کہ وہ لوگ اس کو آخری معرکہ تصور کرتے تھے، وہ یہ عزم کر چکے تھے کہ یا تو فتح و غلبہ کے ساتھ اب ہماری حکومت باقی رہے گی یا شکست و رسوائی کے ذریعے سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی اور اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

اسی طرح ان کی پامردی و ثابت قدمی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس بار ان کی فوج کی قیادت رستم جیسا سالار اعظم کر رہا تھا، جس کی تاریخ فتح و غلبہ کے کارناموں سے بھری پڑی تھی۔ اس کے علاوہ فارسی فوج تعداد، اسباب جنگ اور اسلحہ میں بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ فارسی لشکر ایک لاکھ بیس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا، جنگ نہ لڑنے والے دوسرے لوگ ان کے علاوہ تھے، نیز ان لوگوں کا اس میں شمار ہی نہیں جنہیں یزدگرد احتیاطی فوج کی شکل میں روانہ کرتا تھا۔ جب کہ ان کے بالمقابل اسلامی لشکر میں مسلمان فوجیوں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔ ❷

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٨.
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٨.

Marfat.com

تعداد و تیاری کی اس سخت کمی کے باوجود مسلمانوں نے اپنے آٹھ ہزار پانچ سو (۸۵۰۰) شہداء کو گنوانے کے بعد دشمن پر فتح کا پرچم لہرایا۔ ❶ معرکہ قادسیہ کے شہداء کی یہ تعداد اسلامی فتوحات کے پہلے دور کے شہداء میں سب سے بڑی تعداد تھی، اس معرکہ میں اتنی جانوں کے نذرانے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ معرکہ بہت سخت جاں تھا اور مسلمان عزم و شجاعت کے پیکر بن کر شہادت کے لیے تیار تھے۔ ❷

ج: شکست خوردہ فوج کے باقی ماندہ افراد کو دوڑانا:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شکست خوردہ فوج کے باقی افراد کو دھر دبوچنے کا حکم دیا۔ قعقاع بن عمرو اور شرحبیل بن سمط کی ذمہ داری لگائی کہ دریائے عتیق کے اس پار جو بچے کھچے دشمن فوجی ہوں انہیں دائیں بائیں دور تک دوڑائیں اور زہرہ بن حویہ کو مکلّف کیا کہ جو لوگ اپنے سرداروں کے ساتھ دریا پار کر چکے ہیں ان کا پیچھا کریں۔ ادھر فارسی فوج نے یہ ہوشیاری کی تھی کہ دریا میں جو بڑا بند بنایا تھا، دریا عبور کرنے کے بعد اسے کاٹ دیا تھا تاکہ مسلمان ان کا پیچھا نہ کر سکیں، لیکن زہرہ اور ان کے ساتھ تین سو شہ سواروں نے دریا میں اپنے گھوڑے دوڑا دیے اور حکم دیا کہ جو لوگ ادھر سے دریا نہ عبور کر سکیں وہ پل کے راستے سے ہمارے پیچھے آئیں۔ وہ پل بھی کچھ ہی دوری پر واقع تھا، تھوڑی ہی دیر میں سب نے دشمن کو پکڑ لیا۔ جالینوس ان کا قائد اعلیٰ تھا جو ساقہ میں چل رہا تھا اور ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ زہرہ نے اسے پکڑ لیا پھر جالینوس اور زہرہ نے تلوار کے ساتھ دو دو ہاتھ کیے، بالآخر وہ مارا گیا اور زہرہ نے اس کا سامان چھین لیا، فارسی فوج کے کچھ لوگ بھاگ نکلے اور کچھ قتل کیے گئے۔ ❸

س: فتح کی بشارتیں عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہیں:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سعد بن عُمیلہ فزاری کے ذریعے سے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام فتح کی خوش خبری کا خط بھیجا۔ خط کا موضوع یہ تھا:

> ''حمد و صلاۃ کے بعد! اللہ تعالیٰ نے فارسی فوج پر ہمیں فتح عطا کی ہے۔ ان سے پہلے ان کے ہم مذہبوں کا جو حشر ہو چکا تھا ایک طویل اور دلدوز جنگ کے بعد وہی حشر ان کا بھی کیا ہے۔ انہوں نے ایسی جنگی تیاری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا کہ اس سے پہلے مسلمانوں نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ لیکن اس نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، بلکہ اللہ نے اسے ان سے چھین کر مسلمانوں کو دے دیا، نہروں، ٹیلوں، گلیوں اور پہاڑوں کے دامن تک مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، مسلمانوں میں سے سعید بن عبید القاری، فلاں اور فلاں بہت سارے لوگ جن کا نام مجھے معلوم نہیں، اللہ ہی ان کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہے، شہید ہوئے ہیں۔ رات کی تاریکی جب اپنا دامن دراز کرتی تھی تو وہ لوگ شہد

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٨.　❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٧٩.

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٨٩.

کی مکھی کی آواز کی طرح قرآن کی تلاوت کرتے تھے، وہ بڑے ہی باعظمت اور بلند رتبہ کے انسان تھے، ان میں سے جنہوں نے راہ حق میں اپنی جانیں قربان کی ہیں زندہ بچ جانے والوں پر انہیں صرف اس لیے فضیلت ہے کہ یہ لوگ شہید نہ ہو سکے کہ شہادت ان کے حق میں مقدر نہ تھی۔'' ❶

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اس خط سے عبرت و موعظت کی چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، مثلاً:

- سعد رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کی لازوال قوت سے آراستہ تھے۔ ذاتی اعتماد اور جسمانی قوت پر نازاں نہ تھے، وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں نے اگرچہ پریشان کن جنگ کی مصیبتیں مول لی ہیں اور عظیم ترین قربانیاں دی ہیں، پھر بھی دشمن کی شکست ان کی قوت سے نہیں بلکہ اللہ کی توفیق و مدد سے ہوئی ہے۔
- دشمن کی کثیر فوجی تعداد اور زبردست جنگی قوت کو باقی رکھنا یا مٹا دینا انسان کے بس میں نہیں، بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں ہے۔ اللہ ہی نے دشمن کو اس کی فوجی وجنگی تیاریوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیا اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا دیا۔ انسان تو فقط ایک واسطہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نفع و نقصان کو بطور عبرت پیش کرتا ہے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو مصائب کو دور کرتی ہے اور فوائد سے بندوں کو نوازتی ہے۔ یہ ہے سعد رضی اللہ عنہ کی توحید فہمی کا مثالی نمونہ جسے انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے فوجیوں کے ساتھ خوب نکھارا۔
- ہم دیکھ رہے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ اپنے خط میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھ رہنے والے تابعین رحمہم اللہ کے کمال عبادت و شجاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رات میں اللہ کے عبادت گزار ہوتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے ایسے ہی گنگناتے ہیں جیسے کہ شہد کی مکھی، وہ تھکتے نہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔ وہ دن میں میدان جنگ کے شہ سوار ہوتے ہیں، پیش قدمی اور ثابت قدمی میں شیر وغیرہ بھی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ ❷
- سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ صبح سے لے کر دوپہر تک مدینہ آنے والے ہر راہ گیر سے قادسیہ والوں کی خبر پوچھتے، پھر اپنے گھر واپس آ جاتے۔ ایک دن جب مژدہ فتح سنانے والے سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ قادسیہ سے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے بندے! بتاؤ کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ نے دشمن کو شکست دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ جلدی جلدی چل رہے ہیں اور اس سے حالات پوچھ رہے ہیں اور وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہے، نہیں جانتا کہ میرے ساتھ چلنے والے ہی امیر المومنین عمر بن خطاب ہیں۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہا۔ مژدہ نواز سہم گیا اور کہنے لگا: امیر المومنین! اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے کیوں نہ بتایا کہ میں

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٠٨.

❷ التاریخ الاسلامی: ١٠/ ٤٨١.

Marfat.com

ہی امیر المومنین ہوں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھائی، کوئی بات نہیں ہے۔ ❶

❀: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں معرکۂ قادسیہ کی بڑی اہمیت تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ ہر روز برسرِ پیکار مسلمانوں اور جنگ کے بارے میں خبریں معلوم کرتے۔ آپ کسی دوسرے کو بھیج کر بھی وہاں کے حالات معلوم کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کے تئیں آپ کو ایسی فکر دامن گیر تھی کہ بذاتِ خود ان کی حالت معلوم کرنے نکلتے۔ یہ تھی اپنی رعایا کے لیے شفقت و رحمت کی انتہا اور ذمہ داری کا شدید ترین احساس۔

❀: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غایت درجہ تواضع، آپ مژدہ فتح سنانے والے سوار کے ساتھ پیدل چلتے رہے اور جنگ کی تفصیلی حالت جاننے کے لیے بے تاب رہے، لیکن وہ سوار امیر المومنین تک پہنچنے سے پہلے کسی کو تفصیلی حالت نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ جو شخص اس سے مخاطب ہے اور تیز قدموں سے اس کے ساتھ چل رہا ہے وہی امیر المومنین ہیں۔ اسے اس بات کا علم اس وقت ہوتا ہے جب مدینہ پہنچتا ہے اور لوگ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر السلام علیکم کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ ہیں اسلاف امت کے بلند اخلاق کہ جن پر سارے مسلمان اپنی طویل تاریخ میں پوری دنیا میں اگر فخر کریں تو حق بجانب ہیں اور اگر اس کے ذریعے سے دین اسلام کی عظمت پر دلیل قائم کریں تو غلط نہ ہوگا کہ اسی نے عدل و انصاف، رحمت و شفقت اور حزم و تواضع میں عمر رضی اللہ عنہ جیسے بے مثال انسانوں کو جنم دیا۔ ❷

جنگ قادسیہ کے دروس، مواعظ اور فوائد

ا: معرکۂ قادسیہ کی تاریخ اور مستقبل کی فتوحات میں اس کی تاثیر:

معرکۂ قادسیہ کی تاریخ کی تعیین میں مورخین کا اختلاف ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں ماہ شعبان ۱۵ ہجری کی تاریخ زیادہ صحیح ہے۔ ❸ دنیا کی تاریخ میں لڑی جانے والی خون ریز جنگوں کی فہرست میں معرکۂ قادسیہ سرفہرست ہے۔ یہ جنگ سچے مومنوں کو مختلف اعتبار سے ربانی تمکین وحکومت عطا کرنے کی ایک مظہر تھی۔ قادسیہ فتح کیا ہوا کہ عراق اور اس کے بعد فارس میں فتوحات کے دروازے کھل گئے، یہیں سے ایک طرف مسلمانوں کے غلبہ و مدد کا سلسلہ دراز ہوا اور دوسری طرف جنگی وسیاسی ہر دو اعتبار سے ساسانی اقتدار اور مذہبی اعتبار سے مجوسی حکومت کے زوال کا آغاز ہوا۔ دین اسلام بلاد فارس اور اس کے اردگرد میں تیزی سے پھیلنے لگا۔ جنگ قادسیہ میں مسلمانوں نے مجوسی غرور واقتدار کی کمر اس طرح توڑ دی کہ وہ دوبارہ اٹھنے کے قابل نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ معرکۂ قادسیہ کو انسانی تاریخ میں لڑی جانے والی خون ریز و فیصلہ کن جنگوں میں سرفہرست رکھا گیا۔ ❹

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٠٨.
❷ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٨٨.
❸ القادسیہ، ص: ٢٦٦۔ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٨٨
❹ الطریق إلی المدائن ص: ٤٧٣، ٣٧٤.

Marfat.com

۲: فتح قادسیہ کے بعد فاروقی خطبہ:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فتح قادسیہ کی خبر ملی تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا، ان کے سامنے سورۂ فتح کی تلاوت کی اور فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ جب تک ہمیں خوشحالی میسر ہے سب کی ضرورتیں پوری کر دوں۔ اگر ہم اس سے عاجز رہے تو اسباب زندگی مہیا کرنے میں ہم ایک دوسرے کی مدد کریں، تاکہ سب لوگ کفاف کی زندگی گذاریں۔ میری دلی تمنا ہے کہ کاش تمہارے لیے جو کچھ میرے دل میں ہے تم لوگ اسے جان سکتے، میں تمہیں کوئی بات عملاً کر کے سکھانا چاہتا ہوں میں کوئی بادشاہ نہیں کہ تمہیں غلام بناؤں۔ میں اللہ کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں، مجھے ایک امانت سونپی گئی ہے اگر میں نے اس میں پاک دامنی اپنائی یعنی رعایا کے مال میں خیانت نہ کی اور اسے تم کو پورا پورا دے دیا اور تمہیں شکم سیر و آسودہ کر لے گیا تو میری سعادت مندی ہوگی اور اگر اس امانت کے بہانے تم کو اپنے پیچھے دوڑایا اور اپنے گھر کا چکر لگوایا تو یہ میری بدبختی ہوگی۔ ایسی حالت میں میرے لیے راحت کم اور رنج والم زیادہ ہوگا۔ اس وقت میں چاہوں گا کہ گم نام رہوں، کوئی میرا ذکر کرے نہ کوئی طلب کہ میں مطلب برآری کے لیے خوش کیا جاؤں۔'' ❶

۳: مسلمانوں کے نزدیک وفاداری اور عدل پروری میں کوئی رخصت نہیں:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے نام ایک دوسرا خط لکھا، جس میں عراق کے ان عرب ذمیوں کے بارے میں کارروائی کی تفصیل جاننا چاہی جنہوں نے مسلمانوں کی کمزوری اور ان کے مشکل حالات میں اپنا عہد و پیمان توڑ دیا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھنے کے بعد لوگوں کو جمع کیا اور کہا: ''جو شخص نفس پرست اور گناہ گار ہوگا وہ اپنے حق سے محروم ہو جائے گا اور خود نقصان اٹھائے گا اور جو شخص سنت کی پیروی اور شریعت کی پابندی کرے گا اور نیکوکاروں کے لیے اللہ کے پاس تیار کردہ الٰہی انعامات کا طالب بن کر صراط مستقیم پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا اور اپنا پورا پورا حق پائے گا، اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹﴾ (الکہف: ٤٩)

''اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم وستم نہ کرے گا۔''

فاتح دوراں اور قادسیہ کے مجاہدین کامیاب ہو چکے ہیں، ان کے پاس (زمیندار قسم کے) ذمی لوگ آئے ہیں جو اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا آراء ہیں جو کہتے ہیں کہ فارسی فوج نے ہمیں عہد توڑنے پر مجبور کیا تھا اور مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کیا تھا اور کچھ ایسے ہیں جو فارسی فوج کو متہم تو نہیں کرتے، لیکن اپنے عہد پر باقی نہ رہے اور عراق سے نکل بھاگے اور کچھ ایسے ہیں جو اپنے عہد پر قائم رہے، عراق چھوڑ کر بھاگے بھی نہیں اور فارسیوں کو متہم بھی نہیں کرتے۔ جب کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو راضی برضا جزیہ

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٠٩.

Marfat.com

دیتے رہے اور اب بھی دینے کو تیار ہیں۔

سب نے باتفاق رائے یہ مشورہ دیا کہ جو ذمی لوگ اپنے عہد پر قائم رہے اور مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ نہ ہوئے اور خیر ہی میں آگے بڑھے، ان کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا جائے اور جو یہ کہتا ہو کہ فارسی فوج نے عہد توڑنے پر مجھے مجبور کیا تھا، پھر اس کی صداقت کے ثبوت فراہم ہو جائیں تو انہیں بھی ذمیوں کے حکم میں شمار کیا جائے اور اگر ان کے دعویٰ کی تصدیق نہ ہو سکے تو ان کا پہلا معاہدہ باطل سمجھا جائے اور وہ دوبارہ صلح کریں اور جو لوگ عراق چھوڑ کر دشمن سے جا ملے تھے اگر وہ دوبارہ لوٹنا چاہتے ہیں تو ان میں جسے مناسب سمجھیں تحقیق و تفتیش کے بعد ذمیوں کی فہرست میں شمار کر لیں اور اگر مناسب سمجھیں تو دوبارہ انہیں ان کی زمینیں نہ دیں اور عراق سے نکال دیں۔ رہے وہ لوگ جو اپنے عہد پر قائم رہے، راضی برضا جزیہ دیتے رہے اور آمادۂ جنگ نہ ہوئے ان کے بارے میں اختیار ہے اور ان کے بارے میں بھی اختیار ہے جو اپنے عہد پر قائم رہے اور جزیہ دیا یا عراق سے نکل بھاگے تھے، ایسے ہی ذمی کسانوں کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو مناسب سمجھو فیصلہ کر لو۔'' [1]

خطبہ فاروقی میں عبرت و موعظت کی باتیں:

* سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شورائیت کے زریں اصول کو عملی جامہ پہنایا۔ آپ کے علم کی گہرائی اور رائے کی درستی مسلم ہے، پھر بھی آپ اپنے تمام اہم معاملات میں اصحاب فضل و تقویٰ اور اہل الرائے سے مشورہ لیتے تھے اور یہی بلند کردار امت مسلمہ کی سیاست میں بڑی کامیابی کا ایک اہم سبب تھا۔
* آپ نے جب اپنے مشیروں سے مشورہ لیا تو نہایت بلیغ و موثر تمہید سے اپنی بات کا آغاز کیا، اس سے ہمیں سبق لینا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو طہارت نفس، خلوص و للّٰہیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے سیدھے راستے اور استقامت کی تلقین کی اور بتایا کہ جس نے ان چیزوں کو اپنا نصب العین بنایا وہ کبھی فیصلہ کرنے میں بھٹک نہیں سکتا، وہ صحیح و برحق نتیجہ پر پہنچے گا اور اللہ کی طرف سے ثواب عظیم سے نوازا جائے گا۔ [2]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے اسی مشورہ کو اختصار کے ساتھ خط کی شکل میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، اس میں لکھا تھا:

''حمد و صلاۃ کے بعد...... اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کو چھوڑ کر بقیہ ہر معاملہ میں بعض اوقات و حالات میں رخصت عطا کی ہے۔ ان میں پہلی چیز ہے عدل و انصاف اور دوسری چیز ہے: ذکر الٰہی۔ ذکر الٰہی سے کسی حالت میں غافل ہونا جائز نہیں ہے۔ ذکر الٰہی کی کثرت ہی اللہ کی رضا مندی کا سبب ہے۔ اور پہلی چیز یعنی عدل گستری میں بھی کسی طرح کی رخصت نہیں ہے۔ کسی قریبی کا معاملہ ہو یا اجنبی کا،

---

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٤١٠.　[2] التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٨٥.

Marfat.com

سختی ہو یا خوشحالی، عدل پروری اگرچہ بظاہر نرم چیز ہے لیکن اس کی تاثیر بہت مضبوط ہے۔ ظلم کی آگ کو بجھانے والی اور باطل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی ہے اور ظلم اگرچہ بظاہر سخت چیز ہے، لیکن وہ فکر و عقل کو چاٹ لینے والی ہے۔ باشندگان عراق کے جو زمیندار ذمی اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور کسی بھی طرح تمہارے خلاف اقدام نہ کیا، تو تم ان کا ذمہ لو اور وہ تمہیں جزیہ دیں اور ان میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ فارسی فوج نے انہیں تمہارے خلاف لڑنے پر مجبور کیا اور انہوں نے ان کا ساتھ دیا، یا وہاں سے نکل گئے تھے، تو ان کی تصدیق مت کرو، مگر یہ کہ تم اس میں کوئی مصلحت سمجھو تو دوبارہ واپس آنے کی اجازت دے سکتے ہو اور اگر انہیں اجازت نہیں دینا چاہتے ہو تو ماضی کا عہد توڑ دو اور انہیں ان کے وطن واپس لوٹا دو۔'' ❶

اس جواب میں کئی حکمتیں اور پند و موعظت کی باتیں ہیں، مثلاً:

* انصاف پروری ہی اسلامی حکومت کی بقا و پائیداری اور اسلامی شہروں میں امن و سکون برقرار رکھنے کے لیے اسلامی حکومت کا ایک عظیم ستون ہے۔ انصاف پروری کا یہ نتیجہ دنیا میں بالکل ظاہر ہے اور آخرت میں کوئی بھی ظالم عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے گا، کیونکہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے بندوں کو اللہ تعالیٰ معاف بھی کر سکتا ہے، لیکن جہاں تک بندوں کے حقوق کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ بروز قیامت ظالم کے ساتھ مظلوم کو بھی کھڑا کرے گا اور اس سے بدلہ دلوائے گا۔
* یاد الٰہی میں اس قدر محو ہونا چاہیے کہ وہی مسلمان کی زندگی کی قیادت کرے، یعنی اس کے دل، زبان اور تمام اعضاء و جوارح میں ذکر الٰہی کا جذبہ گردش کرتا رہے، اس کی فکر و تدبیر خالص للّٰہیت پر مبنی ہو، بات کرے تو رضائے الٰہی مطلوب ہو، عمل کرے تو محض اللہ کی خوشنودی کا طالب ہو۔ گویا اس کی زندگی کا عظیم ترین مقصد یہ ہو کہ اعتقادی، عملی اور زبانی ہر اعتبار سے روئے زمین پر ذکر الٰہی کا چرچا ہو۔ اگر انسان ان صفات عالیہ کا حامل ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے شبہات و شہوات کے فتنوں سے بچا لے گا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور آپ کے مجاہدین ساتھیوں نے امیر المومنین کی ان نصیحتوں کو عملی جامہ پہنایا اور عراق چھوڑ کر قرب و جوار کے علاقوں میں جا کر آباد ہو جانے والے زمینداروں سے کہا کہ اگر دوبارہ عراق میں آباد ہونا چاہتے ہو تو ہماری طرف سے اجازت ہے، تم ہمیں جزیہ دو گے اور ہم تمہارا ذمہ لیں گے۔
* اس موقع پر مسلمانوں کی طرف سے ذمیوں کے لیے دل جوئی اور رحمت و شفقت کی انوکھی مثال بھی ہمارے سامنے نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک اور کریمانہ برتاؤ نے ان عہد شکن ذمیوں کو اسلام اور مسلمانوں کا گرویدہ بنا دیا اور پھر مختلف مرحلوں میں وہ سب کے سب اسلام لے آئے اور مخلص مسلمان

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤١٠.

Marfat.com

بن کر زندگی گزاری۔ ❶

۴: معرکہ قادسیہ میں ملنے والے خمس کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین میں لوٹا دیا اور نمایاں کارنامے انجام دینے والوں کو بہترین بدلے سے نوازا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فتح قادسیہ کے بعد حکم دیا کہ مال غنیمت کا خمس بھی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حکم فاروقی کو نافذ کیا۔ درحقیقت اس مقام پر آپ کا یہ اجتہاد بالکل اسی طرح عظیم مصلحتوں پر مشتمل تھا جس طرح عراق کی قابل زراعت زمینوں کو کاشت کاروں کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے لیے آپ نے اجتہاد کیا تھا۔ اسلامی سلطنت کی عظیم مصلحتوں کے پیش نظر آپ نے مناسب سمجھا کہ مال غنیمت کا خمس بھی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ ان کی ہمت افزائی ہو، وہ کشادگی کی زندگی پائیں اور ان کے قابل تحسین کارناموں کا انہیں بہترین صلہ ملے۔ ❷

آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کے پاس چار تلواریں اور چار گھوڑے بھیجے تاکہ جنگ عراق میں کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو بطور اعزاز یہ تلواریں اور گھوڑے دیے جائیں۔ چنانچہ بنو اسد کے تین مرد میداں یعنی حمال بن مالک، ربیل بن عمرو بن ربیعہ اور طلیحہ بن خویلد کو تین تلواریں اور چوتھی تلوار چوتھے سرفروش یعنی عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو اعزاز میں عطا کی گئی اور گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو اور تین گھوڑے ان یربوعی حضرات کو دیے گئے جنہوں نے معرکہ اغواث کی شام بہادری کے بے مثال جوہر دکھائے تھے۔ ❸

یہ ہیں مجاہدین اسلام کے عزم و حوصلے کو بلند کرنے اور ان کے مجاہدانہ کارناموں میں نکھار لانے کے فاروقی وسائل جن سے عظیم و شریف ترین مقاصد کا حصول مطلوب تھا۔

۵: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زہرہ بن حویہ کا اعتماد بحال کرلاتے ہیں:

زہرہ نے جب فارس کی شکست خوردہ فوج کا پیچھا کیا اور ان کے جرنیل جالینوس کو قتل کر کے واپس لوٹے تو جالینوس کے ہتھیار اور اس کے قیمتی لباس چھین لائے، اس وقت کچھ فارسی قیدی سعد رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے زہرہ کو دیکھتے ہی کہا کہ ان کے پاس یہ جو ہتھیار اور پوشاک ہے جالینوس کا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے زہرہ سے پوچھا: اور کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟ زہرہ نے کہا: ہاں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون؟ زہرہ نے کہا: اللہ نے۔ زہرہ اس وقت بالکل نوجوان تھے ان کے بال لمبے لمبے تھے، زمانہ جاہلیت میں وہ سردار رہ چکے تھے اور اسلام لانے کے بعد نہایت شان دار مجاہدانہ کارنامے انجام دیے۔ سعد رضی اللہ عنہ زہرہ کی اس جلد بازی پر غصہ ہو گئے کہ میری اجازت کے بغیر جالینوس سے چھینے ہوئے پوشاک کیوں پہن لی اور سختی سے ڈانٹتے ہوئے کپڑا ان سے نکلوا لیا،

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۰/ ٤٨٧ . ❷ أمیر المومنین عمر بن خطاب الخلیفة المجتهد/ العمرانی، ص: ۱٦۳ .
❸ خلافة الصدیق والفاروق، الثعالبی، ص: ۲٥۳ .

Marfat.com

اور کہا: تم نے میری اجازت کا انتظار کیوں نہیں کیا؟ ❶

سعد رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ زہرہ جیسے لوگوں کے ساتھ تم یہ برتاؤ کرتے ہو، حالانکہ اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور ابھی تمہیں بہت سی جنگیں لڑنی ہیں، تم اس کی عظمت توڑنا چاہتے ہو اور اس کا دل چھوٹا کرنا چاہتے ہو، اس نے جو چھینا ہے وہ اسے دے دو، اس کے ساتھیوں کو حصہ دیتے وقت اسے مزید پانچ سو درہم بطور انعام دو۔ اسی طرح ہر وہ مجاہد جس نے دشمن کے کسی سپاہی کو قتل کیا ہے اسے اپنے دشمن سے چھینا ہوا مال بطور انعام زیادہ دے دو، چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے جالینوس کے ہتھیار و پوشاک زہرہ کو واپس لوٹا دیے اور اسے زہرہ نے ستر ہزار درہم میں فروخت کیا۔ ❷ اس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زہرہ کا اعتماد بحال کیا۔ ❸

۶: موذن کی شہادت اور اذان دینے کے لیے مسلمانوں کا باہمی مسابقہ:

معرکہ قادسیہ فتح کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اس بات کا غماز ہے کہ دور اول کے مسلمان اپنے مذہبی معاملات اور عبادات الٰہی کا کتنا زبردست اہتمام کرتے تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ اس دن مسلمانوں کے موذن جہاد کرتے ہوئے شہید کر دیے گئے اور جب اذان کا وقت ہوا تو اذان دینے کے لیے مسلمان حضرات ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے تھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اس کے لیے میان سے تلواریں باہر آ گئیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس آدمی کا نام نکلا اس نے اذان دی۔ ❹ یقیناً ایک عمل صالح کے لیے اس قدر باہمی مقابلہ اس دور کے مسلمانوں کی ایمانی قوت کی دلیل ہے، کیونکہ اذان کے ذریعے سے دنیا کی کسی کمائی، جاہ و منصب کی طلب یا شہرت و ناموری کے حصول کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس تنافس و باہمی مقابلہ کی محض ایک ہی وجہ تھی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موذنوں کے لیے قیامت کے دن جو عظیم ثواب و بدلہ تیار کر رکھا ہے اسے کسی طرح حاصل کیا جا سکے۔ پس ایسی قوم جو اذان دینے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتی ہے وہ بدرجہ اولیٰ اس سے عظیم عبادات اور ثواب الٰہی کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کے لیے کوشاں ہوگی، بلاشبہ عبادت الٰہی کا یہی شوق جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی دعوت کی ترقی و کامیابی کا عظیم راز تھا۔ ❺

۷: معرکہ قادسیہ میں مسلمانوں کی عسکری و فوجی حکمت عملی:

معرکہ قادسیہ اسلامی عسکریت کے لیے اپنائی جانے والی حکمت عملی کی ایک منفرد مثال ہے۔ اس جنگ میں

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٩١. ❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٩١.
❸ القادسیة، ص: ٢٠٤. ❹ تاریخ الطبری: ٤/ ٣٩٠.
❺ التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٤٨٠.

Marfat.com

مسلمانوں نے پوری ہوشیاری کے ساتھ ایسی عسکری حکمت عملی کا مظاہرہ کیا جو جنگ کے تمام تر حالات وظروف کے موافق ہو سکے۔

چنانچہ واقعات وحوادث کے اسٹیج پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ صلاحیت نمایاں طور سے دیکھی جا سکتی ہے کہ آپ نے آناً فاناً عام فوجی بھرتی، اجباری فوجی بھرتی اور تمام جنگی وسائل کا بھرپور انتظام کر دیا۔ اس معرکہ کو سر کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کرنے میں آپ نے پوری قوت لگا دی، عوام کے ساتھ منتخب دانش وروں اور اہل الرائے کی ایک بھاری جماعت بھی تیار کر لی اور سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ بہترین شہ سواروں اور مسلح افراد کو جو بہادر اور عقل مند ہوں منتخب کرو۔ سعد رضی اللہ عنہ نے شرکاء بدر میں سے ستر (۷۰) سے زیادہ لوگوں کو اس معرکہ کے لیے منتخب کیا اور تین سو دس (۳۱۰) سے کچھ زیادہ ان صحابہ کو جو بیعت رضوان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، نیز تین سو ایسے صحابہ کو جو فتح مکہ کے موقع پر شریک تھے، اور ابنائے صحابہ میں سے سات سو (۷۰۰) لوگوں کا انتخاب کیا اور انہی پر بس نہیں کیا، بلکہ تمام سرداران قبائل، اصحاب رائے، شرفاء، خطباء اور شعراء کو معرکہ قادسیہ میں شرکت کے لیے بلا بھیجا۔ اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معرکہ کے لیے زیادہ سے مادی ومعنوی اسباب ووسائل اکٹھے کیے۔

- اس معرکہ کی تیاری میں ہمیں ایک ایسی جدت نظر آ رہی ہے جسے قبل ازیں مسلمانوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ سعد رضی اللہ عنہ نے ''صرار'' میں ٹھہر کر اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ اپنا لشکر مکمل کر لیں، پھر عراق میں محاذ جنگ کی طرف آگے بڑھیں۔ نہیں ایسا نہیں کیا، بلکہ ان کے ساتھ چار ہزار کی تعداد میں جو فوج تھی اسی کو لے کر آگے بڑھے اور بعد میں آ کر ملنے والی فوجوں کو ملا کر کل سترہ ہزار فوجیوں کو قادسیہ کے میدان جنگ میں اتار دیا۔ فوجوں کی تیاری کا یہ ایک نیا انداز تھا جسے دور فاروقی سے پہلے مسلمانوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
- خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ، مثنیٰ اور سعد رضی اللہ عنہما کے نام جو خطوط ارسال کرتے اس میں قادسیہ کے فیصلہ کن معرکہ کا نظری نقشہ بنا دیا کرتے تھے۔ اس اعتبار سے آپ پہلے مسلم قائد ہیں جو میدان جنگ کی جغرافیائی وماحولیاتی تحقیق کے لیے نظری نقشہ پر مشتمل خطوط پر اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے سعد رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ جنگی اقدام سے پہلے تفصیلی خط لکھیں اور اس میں مسلم فوج کے ٹھہرنے کی جگہ کی ایسی منظر کشی کریں گویا کہ آپ انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مسلم فوجیوں سے متعلق تمام باتوں سے صاف صاف آگاہ کرتے رہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور عمر رضی اللہ عنہ کے نام تفصیلی خط لکھا اس میں جغرافیائی اعتبار سے دریائے عتیق اور قادسیہ کی خندق کے درمیان قادسیہ کا محل وقوع متعین کیا اور تفصیل سے لکھا کہ قادسیہ کے دائیں اور بائیں کیا کچھ ہے اور جس جگہ جنگ لڑی جائے گی اس کے اردگرد کا کیا ماحول ہے، نیز یہ کہ قادسیہ اور اس کے

Marfat.com

مضافات کے سارے لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اس تفصیلی خبر سے مطلع ہونے کے بعد خلیفۂ وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنگی حکمت عملی سے متعلق قرار دادیں پاس کیں۔ [1]

❀ اس معرکہ میں مسلمانوں نے ایک جدید اسلوب یہ بھی اپنایا کہ جب سے دشمن کی زمین میں پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا اسی وقت سے اشیائے خوردنی وسامان رسد کی فراہمی، نیز دشمن کے حوصلے پست کرنے کے لیے ترکتازی اور چھاپہ ماری کا سلسلہ شروع کر دیا، اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ فوج کی غذائی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی رہتی۔ کسی دن صرف گائیں ہاتھ آتیں اور کسی دن صرف مچھلیاں اور کسی دن دوسری چیزیں۔ بہرحال اس چھاپہ ماری کا ایک مقصد یہ تھا کہ اشیائے خوردنی کی تکمیل ہوگی تو دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ دشمن کے حوصلے پست کر دیے جائیں اور ان میں جنگ کے اثرات اور اس کی مشکلات وشدائد کو برداشت کرنے کی قوت باقی نہ رہے۔

❀ جنگ قادسیہ سے قبل فارسیوں سے مسلمانوں کی جھڑپیں ہوئیں، جن میں سارے مسلمانوں نے کمین گاہوں میں چھپ کر حملہ کرنے کا نیا اسلوب ایجاد کیا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ دشمن کی قوتوں اور صلاحیتوں کو اندر سے توڑ دیا جائے۔ چنانچہ بکیر بن عبداللہ لیثی شہ سواروں کا دستہ لے کر صفین تک جانے والے راستے میں واقع کھجوروں کے ایک باغ میں ایک فارسی قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے چھپ گئے، اس قافلہ میں ازادمرد بن ازاذبہ کی بہن یعنی حاکم حیرہ مرزبان کی بیٹی تھی، جو ایک عجمی سردار حاکم ''صنین'' سے بیاہی گئی تھی۔ جب یہ قافلہ مسلمانوں کے کمین گاہ سے گزرا تو مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ بکیر نے دلہن کے بھائی شیرزاد بن ازاذبہ کی پشت پر ایسا وار کیا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ دراصل وہی قافلہ کی قیادت کر رہا تھا۔ پھر گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی، وہ اپنے شہ سواروں کو گرا کر بھاگنے لگے، اور مسلمانوں نے اس دلہن کو یعنی ازاذبہ کی بیٹی کو تیس دہقانی بیگمات، سو خدمت گاروں اور خواصوں سمیت گرفتار کر لیا۔ علاوہ ازیں بے شمار بیش بہا قیمتی سامان ہاتھ لگا جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہے۔ [2]

❀ اس معرکہ میں مسلمانوں نے وہ اسلوب بھی اپنایا جس میں جنگی حالات وظروف کے تقاضوں کے پیش نظر تبدیلی کی جاسکے۔ ہمارے سامنے جنگ کا جو منظر ہے اس میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ معرکہ کے اول روز حملہ آور ہاتھیوں کی مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے ان پر تیروں کی بارش کرتے ہیں اور ان کی سونڈیں کاٹ دیتے ہیں، ہاتھی میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں تب تک شام سے آنے والی امدادی فوج مسلمانوں تک پہنچ جاتی ہے، یکے بعد دیگرے جماعت در جماعت کی شکل میں وہ میدان جنگ میں اترتی ہے تاکہ دشمن کو یہ چکما دیا جاسکے کہ مسلم فوج کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ پھر دوسرے دن دشمن کے گھوڑوں کو

---

[1] الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۷۱، ۲۷۲۔

[2] الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۷۳۔

بدکانے کے لیے ایک دوسری کامیاب تدبیر اپنائی، وہ یہ کہ اپنے اونٹوں کو برقع اور جھول پہنا کر ہاتھیوں جیسا بنا دیا اور انہیں دشمن کی صفوں میں ہانک دیا، جس کی وجہ سے ان کے گھوڑے بدک گئے اور میدان چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

معرکہ کے تیسرے دن دشمن کے شہسواروں اور پیادہ پا فوجیوں کی حفاظت میں چلنے والے ہاتھیوں سے جدید فنی حکمت عملی اپناتے ہوئے چھٹکارا حاصل کیا، بایں طور کہ سب سے بڑے اور کوہ پیکر ہاتھی کی آنکھوں کو پھوڑ دیا اور اس کی سونڈ کاٹ دی۔ جس کی وجہ سے اس کے پیچھے دیگر ہاتھیوں میں بھی بھگدڑ مچ گئی اور فارسی فوج و مسلم مجاہدین میدان جنگ میں برابر کی جنگ کرتے رہے۔ جبکہ فارسی فوج نے اپنے قیمتی ہاتھی کو بھی گنوا دیا جو ان کا بہت بڑا سہارا تھا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ طول پکڑ رہی ہے تو انہوں نے یکبارگی عام حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اپنی صفوں کو درست کیا اور ایک ہی ساتھ میدان کارزار میں کود پڑے۔ حملہ اس قدر زبردست تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کی صفوں میں شگاف پڑ گیا اور اس کا قلب خالی نظر آنے لگا، مسلمان آگے بڑھ کر اپنے بنیادی مقصد یعنی فارسی فوج کے سپہ سالار رستم کو تلاش کرنے لگے اس پر قابو پانے کے بعد جونہی اس کا کام تمام ہوا فارسی فوج ذلیل ترین شکست سے دوچار ہوئی۔ ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اس معرکہ میں مسلمانوں نے جو اسلوب اور حکمت عملی اپنائی وہ کوئی تقلیدی اسلوب نہ تھا، جسے مسلمان ایک لمبے زمانہ سے جنگ کے میدان میں استعمال کرتے رہے ہوں بلکہ جیسے حالات وظروف پیش آتے گئے اسی طرح جنگی حربے استعمال کرتے گئے۔ گویا میدان جنگ میں مبارزت کا جو ابتدائی نظام دور قدیم سے چلا آ رہا تھا اس سے آگے بڑھ کر دوسری جنگی حکمت عملی اپنائی یعنی اونٹوں کو جھول اور برقع پہنا کر ہاتھیوں کا ہم شکل بنایا، دشمن کے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ دیں اور ان کے سونڈ کاٹ دیے۔ پھر جب جنگی حالات عام حملہ کے متقاضی ہوئے تو معروف تقلیدی جنگ کا بگل بجا دیا یعنی عام حملہ کر دیا اور دشمن کے سپہ سالار کی تلاش میں لگ گئے۔

❁ اس معرکہ کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ اس میں قبائلی طور پر جنگ کی تیاریاں کی گئیں اور انہی بنیادوں پر جنگ لڑی گئی۔ درحقیقت یہ بھی ایک جنگی اسلوب ہے اور اس کی خوبی یہ رہی ہے کہ اس طرح ہر قبیلہ دوسرے سے بہتر کارنامہ انجام دینے اور آگے بڑھ جانے کے لیے کوشاں نظر آیا۔ [1]

یہ ہیں اسلامی عسکریت کے چند اہم و منفرد اسلوب جسے مجاہدین اسلام نے معرکہ قادسیہ میں عملاً کر دکھایا۔

۸: معرکہ قادسیہ کی مناسبت سے چند اشعار:

فارسی فوج کے افسران سے مقابلہ کا ذکر کرتے ہوئے قیس بن مکشوح المرادی اپنی اور اپنے مجاہدین ساتھیوں کی بہترین شہ سواری اور مجاہدانہ کارکردگی کو فخریہ انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

[1] الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۷۴، ۲۷۵.

Marfat.com

جلبت الخيل من صنعاء تردى
بكل مدجج كالليث سامى

''میں ہتھیاروں سے لیس ہو کر صنعاء سے گھوڑا لے کر چلا، وہ شکار پر حملہ آور ببر شیر کی طرح قلانچیں مار رہا تھا۔''

إلى وادى القرى فديار كلب
إلى اليرموك فالبلد الشامى

''وہ وادی قریٰ، دیار کلب اور یرموک سے ہوتے ہوئے ملک شام پہنچا۔''

وجئنا القادسية بعد شهر
مسومة دوا برها دوامى

''ہم ایک مہینہ (سفر کرنے) کے بعد قادسیہ پہنچے اور گھوڑوں کے کھر زخم خوردہ اور خون آلود ہو چکے تھے۔''

فناهضنا هنالك جمع كسرٰى
وابناء المرازبة الكرام

''ہم نے وہاں پہنچ کر کسریٰ کی فوج اور فارس کے معزز سرداروں سے مقابلہ کیا۔''

فلما أن رأيت الخيل جالت
قصدت لموقف الملك الهمام

''جب میں نے دیکھا کہ گھوڑے چوکڑیاں بھر رہے ہیں تو میں (دشمن کے) بہادر بادشاہ کو تلاش کرنے لگا۔''

فأضرب رأسه فهو صريعا
بسيف لا أفل ولا كهام

''تا کہ اس کی گردن ایسی تلوار سے ماروں جو نہ ابھی کند ہوئی ہے نہ اس کی دھار ختم ہوئی ہے اور پھر وہ مقتول ہو کر لڑھک گیا۔''

وقد أبلى الإله هناك خيرًا
وفعل الخير عند الله نامى [1]

''اللہ نے وہاں (ہمیں) بہترین طریقے سے آزمایا اور کار خیر ہی اللہ کے نزدیک برکت و ثواب کا

[1] الادب الإسلامی، د/ نايف معروف، ص: ۲۲۲، ۲۲۳.

Marfat.com

ذریعہ ہے۔''

اور بشر بن ربیع خثعمی نے کہا:

تـذكـر ـ هـداك الـلـه ـ وقـع سيـوفـنـا
بـبـاب قـديـس والـمـكـر عسيـر

''اللہ تمہیں توفیق دے! تم قدیس کے دروازے پر ہماری تلواروں کی کاٹ یاد کرو جب کہ حملہ آسان نہ تھا۔''

عشية ود الـقـوم لـو أن بـعـضـهـم
يـعـار جـنـاحـي طـائـر فيطـيـر

''وہ ایسی رات تھی جس میں لوگوں کی خواہش تھی کہ اگر پرندوں کے پر مستعار مل جائیں تو اڑ جائیں۔''

إذا مـا فـرغـنـا مـن قـراع كتيبة
دلـفـنـا لأخرى كـالـجبال تسير

''ایک لشکر کو تہ تیغ کرنے سے فارغ ہوتے ہی دوسرے کی طرف پہاڑوں کی طرح چل دیے۔''

تـرى الـقـوم فيها واجمين كـأنهم
جـمـال بـأجـمـال لهن زفيـر [1]

''تم دیکھو گے کہ بلبلانے والے اونٹوں کی طرح وہ لوگ سخت غصہ سے خاموش ہیں۔''

اور بعض شعراء نے یوں کہا:

وحيتك عـنـى عـصبة نـخـعية
حسـان الـوجـوه آمـنـوا بـمـحـمـد

''خوبصورت چہروں والے، نخعیوں کی جماعت نے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لا چکی ہے، تجھے میرا سلام پہنچا دیا ہے۔''

اقـامـو لـكسرى يـضـربـون جـنـوده
بـكـل رقيـق الشـفـرتيـن مـهـنـد

''وہ کسروی فوج کے سامنے ڈٹ گئے، وہ بے مثال تیغ براں سے کسریٰ کی فوج کو کاٹنے لگے۔''

إذا ثـوب الـداعـى أنـا خـوا بـكـلـكـل
مـن الـموت مسـود الـغـياطيـل أجـرد

[1] الأدب الاسلامی، ص: ٢١٥.

Marfat.com

''جب اعلان جنگ کرنے والا جنگ کا اعلان کرتا ہے تو وہ سیاہ رنگ اور ننگی پیٹھ والے موت کے نمائندہ اونٹوں سے ان کو روند ڈالتے ہیں۔''

اور بعض شعراء نے کہا:

وجدنا الأكرمين بني تميم
غداة الروع اكثرهم رجالا

''ہم نے دیکھا کہ جب لڑائی شروع ہوئے تو بنو تمیم کے معزز و اشراف وہاں موجود تھے اور ان میں اکثر مرد میدان تھے۔''

هموا ساروا بارعن مكفهر
الى لجب يرونهم رعالا

''وہ لوگ رات کی سخت تاریکی میں میدان کارزار سے اٹھتی ہوئی گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی طرف بڑھے، ان کے خیال میں وہ (جنگی گھوڑے نہیں) شترمرغ تھے۔''

بحور للاكاسر من رجال
كاسد الغاب تحسبهم جبالا

''نامور بہادروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، جھاڑی کے شیر کی طرح کسروی فوج کے سامنے ڈٹ گیا وہ تمہیں ایسے لگیں گے کہ (انسان نہیں) پہاڑ ہیں۔''

تركن لهم بقادس عز فخر
وبالخيفين اياما طوالا

''(انہوں نے) قادسیہ میں فخر و سربلندی کے کارنامے چھوڑے اور خیفین میں ان کی بہادری کی ایک لمبی داستان ہے۔''

مقطعة اكفهم وسوق
بمرد حيث قابلت الرجالا ❶

''نامرد دشمن کی ہتھیلیاں اور پنڈلیاں کٹی پڑی ہیں، اس لیے کہ ان کا مقابلہ مردوں سے ہوا ہے۔''

نابغہ جعدی بھی فتوحات فارس پر نکلتے ہوئے اپنی بیوی کی فرقت اور اس کی آہ و بکا کی تصویر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

❶ البداية والنهاية: ۷/ ٤٨ .

Marfat.com

باتت تذكرني بالله قاعدة
والدمع ينهل من شأنيها سبلا

''وہ مجھے اللہ کا واسطہ دیتی ہے، غم فرقت میں بیٹھ کر رات گذارتی ہے اور اس کے دونوں گوشہ ہائے چشم سے آنسوؤں کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔''

يا بنت عمي كتاب الله أخرجني
كرها ، وهل أمنعن الله ما بذلا

''اے میرے چچا کی لڑکی، (سن لو!) کتاب الٰہی نے مجھے اس کے لیے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ اللہ نے مجھے جو کچھ نوازا ہے میں اسے اس کے راستہ میں لٹانے سے باز آنے والا نہیں۔''

فإن رجعت فرب الناس أرجعني
وإن لحقت بربي فابتغي بدلا

''اگر میں لوٹ آیا تو لوگوں کے رب نے مجھے لوٹایا اور اگر اپنے رب سے جا ملا تو اس سے سرفروشی کے ثواب کا طالب ہوں۔''

ما كنت أعرج أو أعمى فيعذرني
او ضارعا من ضنى لم يستطع جولا ❶

''میں لنگڑا، اندھا یا بیماری کی وجہ سے لاغر نہیں ہوں کہ وہ ناتواں مان کر مجھے معذور سمجھے۔''

فتح مدائن:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قادسیہ میں دو مہینے ٹھہرے رہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ پھر امیر المومنین کا قاصد آپ کے پاس حکم لے کر آیا کہ فتح مدائن کے لیے آگے بڑھیں، عورتوں اور بچوں کو عتیق میں معتدبہ فوجیوں کے سپرد کر دیں وہ ان کی دیکھ بھال کریں گے اور آئندہ جو کچھ بھی مال غنیمت ہاتھ لگے اس میں سے نگرانی کے عوض ان فوجیوں کو بھی پورا پورا حصہ دیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور ماہ شوال کے آخری ایام میں اسلامی فوج لے کر آگے بڑھے ادھر فارس کی شکست خوردہ بچی کھچی فوج بھاگ کر بابل کے کھنڈروں میں پناہ لے چکی تھی اور اب بھی اس کے کچھ سردار دفاعی کارروائی کا عزم کیے ہوئے تھے۔ حالانکہ فارسی (ایرانی) سلطنت کا زوال یقینی ہو چکا تھا اور گاؤں دیہات سے لے کر ساری بستیاں یکے بعد دیگرے اس کے ہاتھوں سے نکل رہی تھیں۔ مسلمانوں نے بُرس کو فتح کیا تھا پھر دریائے فرات عبور کر کے بابل پر قبضہ کیا پھر کوثی اور پھر ساباط پر فتح کا پرچم لہرایا۔ کچھ علاقے بزور جنگ

❶ الادب الإسلامي، ص:٢١٤.

Marfat.com

اور کچھ بذریعہ مصالحت اسلامی سلطنت کے زیر نگیں ہوئے۔ ❶

نہایت حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے مسلمانوں کے حملے جاری رہے، یہاں تک کہ ان کے فاتحانہ قدم مدائن تک پہنچ گئے۔ چونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کو ہدایت دی تھی کہ وہاں کے کاشتکاروں سے حسن سلوک کرنا اور ان کے عہد و پیمان کی رعایت کرنا، اس لیے اس کا بہت خوش آئند نتیجہ سامنے آیا۔ لاتعداد کاشتکاروں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور ذمی بن کر رہنا گوارا کر لیا۔ وہ مسلم فوج کے حسن سلوک اور عدل و مساوات سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ کائنات کے معبود حقیقی کے سامنے ان کا امیر بھی ایک ادنی غلام کی طرح ہے، کوئی ظلم اور فساد نہیں۔ ایک زمانے سے ان کی گردنوں میں غلامی کا طوق اور سروں پر تکبر و غرور کا جو بوجھ تھا اب اس سے ان کے گردن اور سر آزاد ہو چکے تھے، اب وہ سب بھی اللہ واحد کے پرستار نظر آنے لگے۔

دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق سعد رضی اللہ عنہ مدائن کی طرف متوجہ ہوئے۔ زہرہ بن حویہ کی قیادت میں مقدمۃ الجیش روانہ کیا اور ان کے پیچھے ہی دوسرا فوجی دستہ عبداللہ بن معتم، تیسرا دستہ شرحبیل بن سمط اور چوتھا اپنے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا۔ البتہ اس مقام پر اپنی نیابت کے لیے خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے بجائے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ مذکورہ دستوں کے پیچھے ہی باقی ماندہ فوج لے کر خود سعد رضی اللہ عنہ بھی ان سے جا ملے اور فوج کے پچھلے حصے کی قیادت خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ ❷

زہرہ، جو مقدمۃ الجیش کی قیادت کر رہے تھے، مدائن کی طرف آگے بڑھے، مدائن ہی فارسی حکومت کا دارالسلطنت تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے دریائے دجلہ کے مشرق و مغرب دونوں سمتوں میں اس کی سرحدیں پھیلتی تھیں۔ دریائے دجلہ کا مغربی علاقہ ''بہرسیر'' کے نام سے اور مشرقی علاقہ ''اسابنیر'' اور ''طیسفون'' کے نام سے معروف تھا۔ زہرہ نے ''بہرسیر'' میں اپنی فوج اتاری اور شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ پیچھے ہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج اور اس کے قائد ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن کے مغربی علاقہ ''بہرسیر'' میں پہنچ گئے، یہیں پر ایرانی بادشاہ یزدگرد رہتا تھا۔ مسلمانوں نے مسلسل دو مہینے اس ایرانی پایۂ تخت کا محاصرہ کیا۔ فارسی فوج کبھی کبھار مقابلہ کے لیے باہر نکلتی لیکن مقابلہ کی تاب نہ لا کر واپس بھاگ جاتی۔ اسی دوران زہرہ بن حویہ کو دشمن کو ایک تیر آ کر لگ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زہرہ نے جو زرہ پہن رکھی تھی وہ بعض جگہوں سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ جب تیر ان کے جسم میں اتر گیا تو ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ اگر آپ اس ٹوٹی ہوئی زرہ کو درست کروا لیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے پوچھا: کیوں؟ لوگوں نے کہا: ہمیں خوف ہے کہ کہیں کوئی تیر آپ کو زخمی نہ کر دے۔ آپ نے جواب دیا: اللہ کے نزدیک میرے لیے یہ چیز قابل اعزاز ہوگی کہ ایک نہیں فارسی فوج کے تمام تیر اس ٹوٹی ہوئی زرہ کے راستے میرے جسم میں پیوست ہو جائیں۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق ایسے ہی ہوا اور وہ اللہ کے نزدیک

❶ إتمام الوفاء، ص: ۸۲.
❷ التاریخ الإسلامی، ۱۱/ ۱۵۵.

Marfat.com

معزز رہے۔ اس دن سب سے پہلے دشمن کے تیر نے آپ کو زخمی کیا۔ بعض لوگوں نے کہا: اسے ان کے جسم سے نکال دو۔ تو آپ نے جواب دیا: مجھے چھوڑ دو جب تک میرے جسم میں جان ہے، شاید کسی مقابل کو نیزہ، تلوار یا طاقت کے ذریعے سے موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ یہ کہہ کر دشمن کی طرف لپکے اور اصطخر کے شہریار نامی ایک فارسی کو تہ تیغ کر دیا۔ ❶

مسلمانوں کی طرف سے تقریباً دو مہینے ''بہرسیر'' کا محاصرہ جاری رہا، اس دوران فارسی حلفاء کی طرف سے تیار کی گئی بیس منجنیقوں کے ذریعے سے مسلمان فوجیں دشمن کے علاقہ پر پتھر برساتی رہیں۔ جس کی وجہ سے دشمن کو مزید کسی تیاری کا موقع نہ مل سکا اور ان کی صبح وشام خوف و ہراس میں گزرنے لگی۔ ❷

ہم یہاں ذرا صحابہ کرام کی کمال دانائی دیکھیں کہ جب بھی انہیں مدد کے مادی اسباب سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا اسے ہاتھ سے نہ گنوایا اور اس ارشاد الٰہی کو یاد رکھا:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ (الانفال: ٦٠)

''تم ان کے مقابلہ کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔''

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب مدد کے روحانی و معنوی اسباب مہیا کرنے میں وہ ساری دنیا سے آگے تھے اور معنوی اسباب میں سے جو خاص صفت ان میں نمایاں تھی وہ تھی اعتماد الٰہی، ذکر الٰہی اور رب عظیم کے سامنے دست دعا کی درازی۔ ❸

آئیے اب عبرت کی نگاہوں سے فتح مدائن کا مطالعہ کریں

ا: اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ تائید و مدد الٰہی:

انس بن حلیس سے روایت ہے کہ جب ہم ''بہرسیر'' کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو فارسی حکومت کا ایک ایلچی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ شاہ فارس کا کہنا ہے کہ کیا آپ لوگ اس شرط پر ہم سے مصالحت کے لیے راضی ہیں کہ دریائے دجلہ کے اس پار (یعنی مشرق میں) جو علاقے ہیں وہ ہم لے لیں اور اس پار (یعنی مغرب میں جہاں مسلم فوج تھی) جو علاقے ہیں بشمول پہاڑ وغیرہ وہ آپ لوگ لے لو؟ کیا اتنے سارے علاقوں پر قبضہ ہونے کے بعد بھی ابھی تم آسودہ نہیں ہو؟ ایلچی کی بات سن کر ابو مفزز اسود بن قطبہ لوگوں کو پیچھے کرتے ہوئے آگے بڑھے اور جلال میں کیا کچھ کہہ گئے انہیں یاد نہ رہا اور ہم لوگ بھی یاد نہ کر سکے۔ ایلچی واپس لوٹ گیا، پھر ہم نے دیکھا کہ جلد ہی فارسی (اس کا حکمراں طبقہ و عوام) لوگ (مشرقی) مدائن کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ ہم نے پوچھا: اے ابو مفزز تم نے اس سے کیا کہا تھا۔ ابو مفزز نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا مجھے

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥٤.
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥٣.
❸ التاریخ الاسلامی، ١١/ ١٦٣.

Marfat.com

نہیں معلوم کہ میں نے کیا کہا تھا۔ تاہم مجھے کافی اطمینان ہے اور امید ہے کہ جو کچھ کہا ہوگا وہ خیر ہوگا۔ پھر لوگ باری باری ابومفزر سے پوچھنے آتے۔ جب سعد رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سنی تو وہ بھی ہمارے پاس آئے اور کہا: اے ابومفزر! تم نے اس (ایلچی) سے کیا کہا تھا؟ آپ نے کہا: اللہ کی قسم! وہ سب بھگوڑے ہیں اور سعد رضی اللہ عنہ سے بھی وہی کہا جو ہم سے کہا تھا۔ اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ نے ندا لگوائی، سب اکٹھے ہوئے اور متحد ہو کر فارسیوں پر حملہ کیا اور ہماری منجنیقیں ان پر پتھروں کی بارش کر رہی تھیں۔ شہر میں کوئی متنفس نظر نہ آیا اور نہ کوئی مزاحم ہوا، صرف ایک آدمی ملا اس نے امان طلب کیا اور ہم نے اسے امان دے دی، اس نے کہا: اگر کوئی بچ رہا ہو تو اسے بھی گرفتار کرنے سے کیا مانع ہے؟ وہ کہنا چاہتا تھا کہ اب کوئی نہیں بچا۔ پھر جواں ہمت مجاہدین قلعہ کی طرف بڑھے اور ہم نے اس کا صدر دروازہ کھول دیا، ہمیں وہاں نہ کوئی سامان ملا اور نہ کوئی آدمی۔ صرف چند قیدی نکلتے ہوئے ملے۔ ہم نے ان قیدیوں سے اور جس کو امان دی تھی، اس سے پوچھا: حکومت فارس کے ارکان کیوں بھاگ گئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ بادشاہ نے مصالحت کی خاطر تم لوگوں کے پاس اپنا ایلچی بھیجا تھا، لیکن جب تم لوگوں نے اسے جواب دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اب کوئی صلح ممکن نہیں اور کوثی ❶ کی ترنجبین (نارنگی) کے ساتھ افریذین کا شہد کھا کر ہی واپس جائیں گے، تو بادشاہ نے کہا: ہائے بربادی! اب میں سمجھتا ہوں کہ ان کی زبانوں سے گویا فرشتے بول رہے ہیں۔ وہ ہم پر حملہ کریں گے اور عربوں کی طرف سے جواب دیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر ایسی بات نہیں ہے تو اس آدمی کی زبان پر الٰہی القا ہوا ہے تاکہ ہم اپنے اگلے اقدام سے پلٹ جائیں۔ اس لیے چلو مدائن کے مدینہ قصویٰ (دور والے شہر) شہر میں بھاگ چلو۔ ❷

۲: مظلم ساباط میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری اور آیت قرآنی کی تلاوت:

مدائن کے مغربی علاقہ ''بہر سیر'' میں ہاشم رضی اللہ عنہ جب اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ساباط میں اترے اور وہاں پہنچتے ہی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ﴿٤٤﴾﴾ (ابراهيم: ٤٤)

''اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا جب ان پر عذاب آئے گا، تو وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں قریب وقت تک مہلت دے دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمھارے لیے کوئی بھی زوال نہیں۔''

❶ کوثی ایک بستی کا نام ہے، وہاں کی ترنجبین اعلیٰ درجہ کی مانی جاتی تھی۔ (مترجم) ❷ تاريخ الطبري: ٤/ ٤٥٥.

Marfat.com

سعد رضی اللہ عنہ نے جگہ کی مناسبت سے اس آیت کی تلاوت کی تھی، دراصل وہاں پوران کسریٰ کے کچھ مخصوص فوجی دستے تھے جنہیں بوران کہا جاتا تھا، جو روزانہ قسمیں کھا کھا کر شاہ ایران کو یقین دلاتے تھے کہ جب تک ہم زندہ ہیں شاہ فارس کا زوال نہیں ہوسکتا۔ ❶ زہرہ بن حویہ نے اپنی شہادت سے قبل ان تمام دستوں کو شکست دے کر انہیں تتر بتر کر دیا۔ ❷

رات کی شدید تاریکی میں جب مسلمانوں کے قدم بہرسیر میں داخل ہو رہے تھے تو انہیں سفید موتی کی طرح چمک دار عمارت نظر آئی۔ یہ شاہان کسریٰ کا محل تھا، اسے دیکھ کر ضرار بن خطاب بول اٹھے: اللہ اکبر! کسریٰ کا اتنا سفید اور چمک دار محل، اللہ نے اور اس کے رسول نے ہم سے اسی کا وعدہ کیا تھا اور پھر یکے بعد دیگرے صبح تک تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ ❸

۳: دریائے دجلہ عبور کرنے سے متعلق سعد رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج کا باہمی مشورہ:

جب سعد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ کسریٰ شاہ فارس دریائے دجلہ کی تمام کشتیوں کو اپنے قبضہ میں لے کر مدائن کے دور دراز مشرقی علاقہ میں چلا گیا ہے تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ دشمن دریا کے اس پار ہے اور عبور کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی، کیونکہ کشتیاں نہیں ہیں۔ لہٰذا اب کیا کیا جائے؟ آپ اس بات کا خطرہ محسوس کر رہے تھے کہ اگر دشمن بھاگ جائیں تو پھر ان کا خاتمہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ابھی آپ فکر مند تھے کہ فارس کے چند باشندے جو مسلمانوں کی اطاعت قبول کر چکے تھے انہوں نے آپ کو ایک راستہ بتایا جہاں سے خطرات کے سائے میں دریا عبور کرنا ممکن تھا، لیکن آپ نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور ابھی تردد میں تھے کہ دریائے دجلہ میں طوفانی لہریں اٹھیں اس کا پانی سیاہ نظر آنے لگا اور موجوں کے تھپیڑوں سے جھاگ کی کثرت ہوگئی۔ یہ منظر دیکھ کر مسلم فوج سخت مشکل میں پڑ گئی۔ اسی دوران سعد رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی اور آپ نے ایک عمدہ خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑوں نے دریائے دجلہ عبور کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ نے خواب کی تعبیر میں دریا عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، لوگوں کو اکٹھا کیا، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اے لوگو! تمہارے دشمن نے اس دریا کی آڑ میں تم سے پناہ لے رکھی ہے۔ موجودہ صورت حال میں تم ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتے، حالانکہ وہ جب چاہیں تم سے بچ کر نکل سکتے ہیں اور اپنی کشتیوں میں بیٹھے بٹھائے تم سے جھڑپیں کر سکتے ہیں۔ تمہیں اپنے پیچھے سے دشمن کے کسی حملے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تمہارے سابقہ مجاہدین نے پشت پر واقع دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا ہے، ان کی سرحدوں کی لکیریں کھینچ دی ہیں اور خود کو اس کام کے لیے قربان کر گئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ دنیا کے چنگل میں پھنسنے سے پہلے خلوص نیت کے ساتھ اپنے دشمن پر حملہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، سنو! دشمنوں تک

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥١، التاریخ الإسلامی: ١١/ ١٦٠۔ ❷ التاریخ الإسلامی: ١١/ ١٦٠.

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥١.

پہنچنے کے لیے میں نے دریا عبور کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ سب نے بیک زبان کہا: ہمارے اور آپ کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا فیصلہ کیا ہے، آپ قدم بڑھائیں۔ ❶

آیئے ہم تھوڑی دیر یہیں پر ٹھہریں اور سعد رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ثابت ہونے والے دروس، فوائد اور عبرت وموعظت کی باتوں کا مطالعہ کریں:

- اللہ تعالیٰ اپنے حق پرست مومن بندوں کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی نصرت وتائید کرتا ہے، جن حیران کن حالات میں سعد رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا تھا وہ یقیناً اللہ کی نصرت وغیبی تائید تھی تاکہ ان کا دل ثابت رہے اور درپیش مسئلہ کی طرف جس کا انجام نامعلوم ہے پیش قدمی کرے۔
- اللہ تعالیٰ نظام دنیا کو اپنے مومن بندوں کے موافق کر دیتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اچانک دریا کی طغیانی بڑھ گئی اور بظاہر ایسا لگا کہ اس سے دشمن (فارسی فوج) کا فائدہ ہوگا، کیونکہ مسلمانوں کو دریا عبور کرنے کی ساری کوششیں ناکام نظر آنے لگی تھیں، لیکن اس کے برعکس دریا کی طغیانی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا، طغیانی دیکھ کر کفار مطمئن ہو چکے تھے کہ بھلا ان حالات میں مسلمان کیونکر حملہ کر سکتے ہیں، اس لیے انہوں نے نہ کوئی دفاعی تیاری کی اور نہ سامان فرار کا انتظام کیا۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیک آدمی کے اچھے خواب سے بہتر فال لیتے تھے اور کسی عمل کی انجام دہی کے لیے اسے باعث ترجیح سمجھتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ پر حسن ظن تھا، وہ لوگ عمدہ خوابوں کو اللہ کی طرف سے نصرت وتائید کی ایک علامت سمجھتے تھے۔
- خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمان قائدین عموماً پختہ رائے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے، مفید مواقع کو غنیمت سمجھتے تھے، ان کی فوجیں باوجودیکہ ایمانی غیرت وقوت سے مالا مال ہوتی تھیں، پھر بھی وہ ان کے حوصلوں کو بلند کرتے اور صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرتے۔ ذرا غور کریں کہ سعد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کو اخلاص و تقویٰ کے ہتھیار سے مسلح ہو کر دریا عبور کرنے کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ آپ اس کی ایمانی غیرت وقوت سے بہت حد تک مطمئن ہیں۔ چنانچہ آپ اللہ سے استعانت چاہتے ہوئے اور پھر ایمانی قوت کے اس بلند معیار ومرتبہ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اقدامی کارروائی کرتے ہیں۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اپنے قائدین کی مکمل اطاعت کرتے تھے اور اسے شرعی فریضہ اور عمل صالح تصور کرتے تھے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی تھی۔ ❷

دریائے دجلہ کو عبور کرنا اور فتح مدائن:

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ دریا عبور کرنے کے لیے سب سے آگے بڑھے اور کہا: ''کون ہے جو آگے بڑھے اور دریا کے

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۱٦٥. ❷ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۱٦۷.

مشرقی ساحل کو ہمارے لیے محفوظ کر لے، اس کے پیچھے ہی دوسرے لوگ بھی اس سے جا ملیں گے؟ اس کا مقصد یہ کہ سب مل کر دشمن کے بھاگ نکلنے کا راستہ روک دیں۔ عاصم بن عمرو تمیمی جو طاقتور اور بہادر تھے، آگے بڑھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے چھ سو (۶۰۰) مجاہدین کو ان کے ساتھ کر دیا اور عاصم کو ان کا قائد بنا دیا۔ عاصم اپنی فوج کے ہمراہ دریائے دجلہ کے ساحل پر آ کر رک گئے اور کہا: کون ہے جو میرے ساتھ اس دریا کو عبور کرے گا؟ کہ ہم مشرقی ساحل کو تمہارے دشمن سے محفوظ کر لیں اور تمہاری بھی حفاظت ہو جائے۔ چنانچہ ساٹھ (۶۰) بہادر مجاہدین آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے اور دجلہ کی تیز و تاریک موجوں میں اپنے گھوڑوں کو دوڑایا۔ ان کے پیچھے ہی چھ سو مجاہدین کے فوجی دستے نے بھی دھاوا بول دیا۔ اس طرح مسلمانوں کے پاس چھ سو مجاہدین کا ایک فدائی دستہ تیار ہو گیا۔ اس دستہ کا نام "کتیبۃ الاھوال" (خوف و خطر سے نمٹنے والا دستہ) تھا۔ عاصم نے انہی میں سے ساٹھ فوجیوں کو اپنے ساتھ بطور مقدمہ رکھا تھا۔ درحقیقت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عاصم کی طرف سے یہ ایک مضبوط منصوبہ سازی تھی کہ پہلی ہی مرتبہ اور ایک ساتھ بھاری فوج لے کر پر خطر حالات کا سامنا کرنا اچھا نہیں ہے، بلکہ ان حالات میں بہادر، مرد میدان اور اعلیٰ جنگی مہارت رکھنے والے افراد کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا زیادہ مناسب ہے، خواہ ان کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اگر ان مواقع پر عام فوجیوں اور ادنیٰ جنگی صلاحیت کے حامل افراد کو لے کر پیش قدمی کی گئی اور عین لڑائی کے وقت ایسے لوگ پیچھے ہٹ گئے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ پورے لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ [1] بہرحال عاصم نے ساٹھ فدائی مجاہدین کے ساتھ دریا میں اپنے گھوڑے دوڑا دیے اور اصم بنی ولاد تیمی، کلج ضبی، ابو مفزر اسود بن قطبہ، شرحبیل بن سمط کندی، حجل عجلی، مالک بن کعب ہمدانی اور بنو حارث بن کعب کے ایک غلام نے خاص طور پر بڑھ کر دریا کے مشرقی ساحل پر قبضہ کرنا چاہا۔ ادھر جب فارسیوں نے انہیں آگے بڑھتے دیکھا تو مقابلہ کے لیے اپنے گھوڑوں کو تیار کیا اور آگے بڑھے۔ دریا کے مشرقی ساحل کے قریب دریا ہی میں دونوں میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ عاصم نے اپنے دستہ کو للکارا اور کہا: نیزے مارو، نیزے چلاؤ، جلدی کرو اور آنکھوں کو نشانہ بناؤ۔ چنانچہ دونوں میں کچھ دیر مڈبھیڑ ہوئی اور پھر مسلمانوں نے ان پر خوب نشانے سادھے اور دشمن ساحل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمان دشمن کے گھوڑوں پر نیزوں کی بارش کر رہے تھے، تاکہ وہ تیزی سے بھاگیں اور اپنے سواروں کے قابو میں نہ رہیں اور پھر ایسے ہی ہوا بھی۔ بالآخر مسلمانوں نے انہیں دوڑا دوڑا کر قتل کیا اور جو بچ گیا وہ کانا ہو کر بچا۔ مقدمۃ الجیش کی ذمہ داری نبھانے والا دستہ ابھی اپنا کام کر ہی رہا تھا کہ تب تک پیچھے سے بقیہ فدائی مجاہدین بھی ساحل پر پہنچ گئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ [2]

---

[1] التاریخ الاسلامی: ۱۱/ ۱٦۸.

[2] تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥٦، ٤٥٧.

۵: مسلمان دریا عبور کرتے ہیں:

جب سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عاصم اپنے فوجی دستہ کے ساتھ دریا پار کر چکے ہیں اور ساحل پر قبضہ کر لیا ہے تو بقیہ مجاہدین کو بھی دریا عبور کرنے کی اجازت دے دی اور کہا: جب دریا میں اترنا تو یہ پڑھتے رہنا:

((نَسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.))

''ہم اللہ سے مدد کے طالب ہیں، اسی پر ہمیں کامل اعتماد ہے، اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ اللہ عظیم کے علاوہ کوئی قوت اور طاقت نفع ونقصان پہنچانے والی نہیں ہے۔''

اجازت ملنے کے بعد بیشتر لشکر دریا کے تھپیڑوں پر سوار ہو کر جھاگ کو چیرتے اور باتیں کرتے ہوئے ایسے چل رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ ❶

دریا میں سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی چل رہے تھے۔ اچانک ان کے گھوڑے انہیں لے کر تیرنے لگے، تو سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی ضرور مدد کرے گا، اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اگر اسلامی لشکر میں نیکیوں سے بڑھ کر ظلم اور گناہ نہیں ہے تو وہ ضرور اپنے دشمن کو شکست دے گا۔ ❷ یہ سن کر سلمان رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: اسلام ابھی نیا ہے۔ اللہ نے اسلام کے پیروکاروں کے لیے جس طرح روئے زمین کو مسخر کر دیا ہے، اسی طرح دریا بھی ان کے لیے مسخر کیے جائیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے جس طرح لوگ اس دین میں فوج در فوج داخل ہوئے ہیں ایسے ہی فوج در فوج اس دین سے نکل جائیں گے۔ ❸

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اسلام ابھی نیا ہے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام ابھی زندہ ہے اور مسلمانوں کا ایمان قوی ہے، اسلام اور مسلمان اس دنیا میں قیامت تک رہیں گے، سچے اور کامل مومنوں کو اس سے عزت ملے گی، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کا یہی خلاصہ سمجھا ہے، وہ اسی کے لیے جیتے اور مرتے ہیں، اسی کی دعوت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سے دفاع کرتے ہیں اور جب ایام طویل ہو جائیں گے، اس پر ایک لمبا عرصہ گزر جائے گا تو ایسی نسلیں جنم لیں گی جنہیں یہ دین وراثت میں ملے گا، وہ ان کا منتخب کیا ہوا مذہب نہ ہوگا اور اسی لیے ان کی تمام جدوجہد، کاوشوں اور عیش پرستی کا ماحصل اس دین کی سربلندی نہ ہوگی، بلکہ حصول دنیا اور عیش پرستی ہی ان کی زندگی کا خلاصہ ہوگی، ان کی زندگی میں دین کی ثانوی حیثیت ہوگی، اس وقت اس دین سے لوگ فوج در فوج نکل جائیں گے، جیسے کہ ابتدائے اسلام میں فوج در فوج اس میں داخل ہوئے تھے۔ ❹

---

❶ التاریخ الاسلامی: ۱۱/ ۱۶۹.
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥٩.
❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٥٩.
❹ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۱۷۰.

Marfat.com

اس طرح تمام مسلمانوں نے صحیح سالم دریا عبور کیا، کسی کو کوئی مشکل پیش نہ آئی اور نہ کوئی دریا میں غائب ہوا۔ صرف ''غرقد بارقی'' دریا میں اپنے گھوڑے سے گر گئے، لیکن فوراً ہی قعقاع رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے کی لگام ان کی طرف پھینک دی، جس کے سہارے قعقاع رضی اللہ عنہ نے ان کو کھینچ کر دریا پار کروایا۔ بارقی ایک طاقتور آدمی تھے، جب دریا عبور کرلیا تو کہا: اے قعقاع! ہماری بہنیں تم جیسے بہادروں کو جننے سے بانجھ ہوگئیں ہیں۔ وہ رشتہ میں قعقاع رضی اللہ عنہ کے ماموں لگتے تھے۔ ❶

فارسیوں نے جب مسلمانوں کو دریا عبور کر کے ساحل پر پہنچتے دیکھا تو دہشت زدہ ہوگئے، یزدگرد حلوان کی طرف بھاگا اور مسلمان بلا کسی معارضہ ومزاحمت کے ایوان فارس میں داخل ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ قصر ابیض (کسریٰ کے شاہی محل) میں داخل ہوئے اور اسے جانماز بنایا اور اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝٢٥ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝٢٦ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝٢٧ كَذٰلِكَ ۣ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝٢٨﴾ (الدخان: ٢٥۔٢٨)

''وہ بہت سے باغات اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور راحت بخش ٹھکانے اور وہ آرام کی چیزیں جن میں عیش کر رہے تھے، اسی طرح ہوگیا اور ہم نے ان سب کا وارث دوسری قوم کو بنا دیا۔''

آپ نے وہاں آٹھ رکعت نماز فتح پڑھی اور مدائن میں سب سے پہلے کتیبہ احوال عاصم بن عمرو تمیمی کی قیادت میں داخل ہوا اور پھر کتبہ خرساء قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں داخل ہوا۔ ❷

۶: مسلمانوں کی امانت و دیانت کے چند بے نظیر نمونے:

الف: میں اللہ کی حمد کرتا ہوں، اور اس کے ثواب سے راضی ہوں:...... جب مسلمانوں کا قافلہ مدائن میں اتر گیا اور مال غنیمت اکٹھا کیا جانے لگا تو ایک آدمی اپنے ساتھ بھرا ہوا تھیلا لایا اور خزانچی کے حوالے کیا۔ خزانچی نے تھیلے میں بھری ہوئی قیمتی اشیاء کو دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگا، اس طرح کی قیمتی چیزیں کبھی ہماری نظروں سے نہ گزری تھیں، ہمارے پاس جو کچھ مال غنیمت ہے وہ پورا کا پورا بھی اس کے برابر نہیں ہے۔ خزانچی کے ساتھ دیگر مسلمانوں نے تھیلا لانے والے سے پوچھا: کیا تم نے اس میں سے کچھ نکال لیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے لے کر تمہارے پاس نہ آتا۔ سب لوگوں نے یہ جواب سن کر سمجھ لیا کہ یہ کوئی بڑی شخصیت ہے، چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم میں تم کو ہرگز اپنا نام نہیں بتاؤں گا کہ تم میری تعریف کرو گے اور نہ کسی دوسرے کو بتاؤں گا کہ وہ میری خوبیوں پر تبصرہ کریں۔ لیکن میں اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے ثواب سے راضی ہوں۔ اس آدمی کے جانے کے فوراً بعد لوگوں نے اس کے پیچھے ایک آدمی لگا دیا، وہ جب اپنی قوم میں پہنچا تو پیچھے جانے والے نے لوگوں سے اس کا نام

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٤٥٩. ❷ إتمام الوفاء، ص: ٨٥.

Marfat.com

پوچھا تو پتا چلا کہ عامر بن عبد قیس تھے۔ ❶

ب: عصمہ بن حارث الضبی کا بیان ہے کہ مدائن میں فارسی فوج کو شکست دینے والوں میں میں بھی شامل تھا، میں ایک راستے سے گزر رہا تھا تو اس پر مجھے چند خچر سوار نظر آئے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنے خچروں کو دوڑایا اور پیچھے والا اپنے اگلے ساتھی سے جا ملا، پھر دونوں نے اپنے اپنے خچروں کو تیزی سے دوڑایا اور ایک ایسی نہر کی طرف بھاگنے لگے جس کا پل ٹوٹا ہوا تھا، دونوں وہاں پہنچ کر پھنس گئے اور میں ان تک پہنچ گیا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو دونوں دو الگ الگ سمتوں میں بھاگے، ایک نے مجھ پر تیر چلایا میں نے اس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر دیا، جب کہ دوسرا بھاگ نکلا، میں نے دونوں خچروں کو پکڑا اور لے کر مال غنیمت کے خزانچی کے پاس حاضر ہوا۔ خزانچی نے دیکھا کہ دونوں خچروں میں سے ایک کی پشت پر دو پٹارے لدے ہوئے ہیں، ایک میں سونے کا بنا ہوا ایک گھوڑا رکھا ہے، اس پر چاندی کی زین کسی ہے، ساز بھی چاندی کا ہے اور مہار میں یاقوت وزمرد جڑے ہوئے ہیں، اس کا سوار بھی چاندی کا ہے جس کے سر پر جواہرات کا تاج رکھا ہے اور دوسرے میں چاندی کی ایک اونٹنی ہے، اس کی مہار، تنگ اور پالان سونے کا ہے اور سب میں یاقوت وزمرد جڑے ہوئے ہیں، ناقہ سوار کے سر پر جواہرات سے مرصع تاج رکھا ہوا ہے۔ کسریٰ انہیں اپنے ایوان کے دو تاریخی ستونوں کے درمیان کھڑا کرتا تھا۔ ❷

ج: قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کا حسن انتخاب:...... قعقاع رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حفاظت کے دوران میں ایک فارسی کا پیچھا کیا اور اسے قتل کر دیا، اس کے پاس دو عدد سر بمہر تھیلے اور چمڑے کے دو پٹارے تھے۔ دونوں تھیلوں میں سے ایک میں پانچ اور دوسرے میں چھ تلواریں رکھی تھیں۔ یہ تلواریں شاہان فارس اور ان شاہان عجم کی تھیں کہ جن کے درمیان کئی جنگیں ہو چکی تھیں، ان میں کسریٰ اور ہرقل کی تلواریں بھی تھیں اور چمڑے کے دونوں پٹاروں میں سے ایک میں شاہان عجم کی زرہیں تھیں، اس میں کسریٰ اور ہرقل کی زرہیں بھی تھیں۔ قعقاع رضی اللہ عنہ وہ سب لے کر سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ان تلواروں میں سے جو تمہیں پسند آئے لے لو، قعقاع رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی تلوار خود پسند کیا اور سعد رضی اللہ عنہ نے بہرام کی زرہ اپنی طرف سے انہیں دی، اور جو باقی بچ رہا اسے قعقاع رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت فوج "كتيبة الخرساء" میں تقسیم کر دیا۔ البتہ کسریٰ اور نعمان کی تلواریں ان سے الگ کر لیں اور انہیں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا مناسب سمجھا تا کہ کسریٰ اور نعمان کی عربوں میں جو شہرت تھی اس کی کوئی علامت دیکھ لیں۔ ❸

س: اسلامی لشکر کے بارے میں صحابہ کی مداح سرائی:...... سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مدائن میں داخل

❶ تاريخ الطبری: ٤/ ٤٦٨.
❷ تاريخ الطبری: ٤/ ٤٦٨.
❸ تاريخ الطبری: ٤/ ٤٦٧.

Marfat.com

ہونے والی امانت دار فوج کی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدح سرائی کی ہے، مثلاً سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خود کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! لشکر کا ہر سپاہی امانت دار ہے، اگر بدری مجاہدین کی مخصوص فضیلت نہ ہوتی تو میری نگاہ میں ان کی فضیلت ان سے زیادہ ہوتی۔ ❶

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، ہم نے قادسیہ کے مجاہدین میں کسی کو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتے نہیں دیکھا، تین آدمیوں پر ہم نے دنیا داری کی تہمت لگائی تھی، لیکن اس موقع پر ان کی امانت داری اور زہد دیکھ کر ہمارے خیالات غلط ثابت ہوئے۔ وہ تین آدمی طلیحہ بن خویلد، عمرو بن معدیکرب اور قیس بن مکشوح تھے۔

اور جب اموال غنیمت کا خمس امیر المومنین کے پاس پہنچا، جس میں کسریٰ کی تلوار، اس کا پٹکا اور زمرد کے پتھر تھے تو اسے دیکھ کر آپ نے مسلم فوجیوں کی جو تعریف کی تھی وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: جس قوم نے اس قسم کے قیمتی سامانوں کو اپنے امیر تک پہنچا دیا وہ یقیناً امانت دار ہے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی اس شہادت کو سن کر کہنے لگے: آپ نے رعایا کے اموال میں پاک دامنی اختیار کی تو رعایا نے بھی پاک دامنی اختیار کی اگر آپ اسے چرنے والے ہوتے تو رعایا بھی چرتی۔ ❷

ش: غنیمت میں ملنے والے نوادرات سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا موقف: فتح قادسیہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کی قبا، تلوار، اس کا پٹکا، کنگن، جامہ، تاج اور دونوں موزے بھیجے۔ یہ سب بہت ہی قیمتی چیزیں تھیں اور ریشم، سونے اور جواہرات سے تیار کی گئی تھیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر اپنی نگاہ ڈالی، ان میں سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ سب سے بھاری بھرکم اور توانا و تندرست نظر آئے۔ آپ نے کہا: اے سراقہ! اٹھو اور اس (کسروی) پوشاک کو جسم پر ڈالو، سراقہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ان کپڑوں کا لالچ آ گیا اور اٹھ کر پہن لیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پیچھے مڑو، میں پیچھے مڑا، پھر آپ نے کہا: سامنے دکھاؤ، میں سامنے ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا خوب کیا خوب، مدلج کا ایک دیہاتی اور اس پر کسریٰ کی یہ قبا، جامہ، تلوار، اس کا پٹکا، تاج اور اس کے دونوں موزے۔ اسے سراقہ اگر ماضی میں کبھی کسریٰ اور آل کسریٰ کے یہ قیمتی پوشاک تم پر ہوتے تو تمہارے اور تمہاری قوم کے لیے باعث شرف ہوتے۔ نکال دو یہ مناسب نہیں، چنانچہ میں نے اتار دیے۔ پھر آپ نے دست دعا دراز کیے اور کہا: اے اللہ! اس متاع دنیا سے تو نے اپنے نبی اور رسول کو بچائے رکھا حالانکہ وہ تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و معزز تھے، پھر ابوبکر کو بھی اس سے محفوظ رکھا جب کہ وہ تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و معزز تھے، اور آج تو نے اسے میرے قدموں پر انڈیل دیا ہے۔ پس میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں تو نے مجھے آزمانے کے لیے اسے نہ دیا ہو۔ پھر آپ رونے لگے یہاں تک کہ جو لوگ وہاں تھے وہ آپ

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۱۸۱، تاریخ الطبری: ٤/ ٤٦٨.
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٦٨.

Marfat.com

کے لیے رحمت الٰہی کی دعائیں کرنے لگے۔ پھر آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھو شام ہونے سے پہلے تم اسے فروخت کردو اور ضرورت مندوں میں اسے تقسیم کردو۔ ❶

معرکہ جلولاء:

فارسیوں نے اپنے شہر جلولاء کے چوراہے میں اجتماع کیا اور ایک دوسرے کو جنگ پر ابھارا، کہا کہ اگر آج تم میں اختلاف ہوا تو پھر کبھی متحد نہیں ہوسکتے۔ یہ ایسا موقع ہے کہ ہم سب عربوں کے خلاف متحد ہوجائیں اور ان سے جنگ کریں، اگر ہم کامیاب ہوئے تو یہی ہمارا مقصد ہے اور اگر شکست سے دوچار ہوئے تو بھی کوئی عیب نہیں، کیونکہ ہم نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور معذور رہے۔ اس کے بعد سب نے مہران رازی کی قیادت میں عربوں کے خلاف متحدہ محاذ بنایا اور اپنے شہر کے چاروں طرف خندق کھود کر اس پر لکڑی کی خاردار باڑ باندھ دی۔ البتہ جن راستوں سے گزرنا تھا ان پر باڑ نہ باندھی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو صورت حال کی خبر بھیجی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی تحریر میں سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) فوج جلولاء روانہ کریں۔ مقدمہ پر قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ، میمنہ پر مسعر بن مالک، میسرہ پر عمرو بن مالک بن عتبہ اور ساقہ پر عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہم کو مقرر کریں۔ چنانچہ ہاشم اپنی فوج لے کر روانہ ہوئے اور جلولاء کا محاصرہ کیا۔ فارسی ادھر ادھر چھپتے رہے، کبھی کبھار ہی باہر نکلتے۔ اس دوران مختلف مواقع پر مسلمانوں نے ان پر اسی (۸۰) حملے کیے اور ہر مرتبہ انہیں کامیابی ملی۔ متعدد جھڑپوں کے دوران فارسی دشمنوں کو پیچھے دھکیلا اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے انہوں نے لکڑیوں کے جو خاردار باڑ باندھے تھے اسے توڑ دیا۔ دشمن نے دوبارہ کوشش کر کے لوہے کے خاردار باڑ باندھ دیے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہوئے اور کہا: یہی منزل کٹھن ہے، اس کے بعد کے مرحلے آسان ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے مدد کے لیے شہ سواروں کی مزید فوجی کمک بھیجی، جب محاصرہ طویل ہوگیا اور دشمن مسلمانوں کے صبر سے تنگ آگئے تو جنگ کے قطعی فیصلہ کے ساتھ آگے بڑھے۔ ہاشم رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: رضائے الٰہی کے لیے جنگ میں پوری شجاعت وجانبازی دکھاؤ تاکہ اللہ تم کو مال غنیمت اور اجر عظیم کا پورا پورا حصہ عطا کرے۔ اللہ کے لیے قدم بڑھاؤ، دشمن پر جھپٹ پڑو، اور جنگ کا بگل بجادو۔ ادھر معرکہ شروع ہوا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے سخت آندھی وطوفان بھیجا، پورا شہر ومیدان کارزار گردوغبار سے تاریک ہوگیا۔ دشمن کے پاس دفاع کے علاوہ اقدام کی کوئی طاقت نہ رہی۔ اس کے شہ سوار اپنی ہی تیار کیے ہوئی خندق میں گرنے لگے، ایسی حالت میں ان کے لیے ضروری ہوچکا تھا کہ اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھانے کے لیے خندق کو پاٹ ڈالیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اپنی طرف کی خندق پاٹ دی اور اپنے ہاتھوں سے بچاؤ کا جو قلعہ تیار کیا تھا اسے خود ہی مسمار کردیا۔ ❷

❶ تاريخ الطبرى: ٤/ ٤٧٢، البداية والنهاية: ٧/ ٦٨.
❷ تاريخ الطبرى: ٤/ ٤٧٥.

Marfat.com

جب مسلمانوں کو خبر ملی کہ دشمنوں نے خندق پاٹ دی ہے تو آپس میں طے کیا کہ ہم کیوں نہ دوبارہ زبردست حملہ کریں، انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں یا خود شہید ہو جائیں؟ اس طرح مسلمان دوسرے مرحلے میں ان سے جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن جب خندق کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوہے کی خاردار باڑ باندھی ہوئی ہے تاکہ مسلم شہ سوار آگے نہ بڑھ سکیں اور جن راستوں سے مسلمانوں پر حملہ کرنا ہے صرف انہی جگہوں کو خالی رکھا گیا ہے۔ بہرحال مسلمان اندر گھسے اور بڑا خون ریز معرکہ ہوا۔ اس کی نوعیت قادسیہ کے "لیلۃ الھریر" جیسی تھی، بس فرق اتنا تھا کہ یہاں کی کارروائی مختصر تھی اور جلد ہی اختتام کو پہنچ گئی۔ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ جس سمت سے حملہ آور ہوئے تھے اسی طرف سے اندر گھس گئے اور خندق کے صدر دروازہ تک پہنچ کر اپنے ایک مجاہد ساتھی سے کہا کہ بلند آواز سے کہو: اے مسلمانو! ادھر دھیان دو، تمہارا امیر دشمن کی خندق کے صدر دروازہ تک پہنچ چکا ہے۔ اس کی طرف بڑھو، تمہیں آگے بڑھنے سے کوئی روک نہ پائے۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تھی تاکہ مسلمانوں کے دل چھوٹے نہ ہوں، بلکہ انہیں عزم و حوصلہ کی طاقت ملے۔ بہرحال مسلمانوں نے نہایت جواں مردی کے ساتھ حملہ کیا اور انہیں قطعاً یہ شک نہ ہوا کہ ہاشم وہاں نہیں ہو سکتے۔ اس طرح جنگ کو گرماتے اور تیر و تفنگ کو چلاتے ہوئے وہ خندق کے صدر دروازے تک پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا کہ ہاشم رضی اللہ عنہ نہیں قعقاع رضی اللہ عنہ ہیں اور دروازہ پر ڈٹے ہیں اور دشمن دائیں بائیں بھاگ رہے ہیں اور جو خاردار باڑ مسلمانوں کے لیے لگائی تھی وہی ان کے لیے مصیبت بن گئی، ان کے گھوڑے اس سے مرنے لگے پھر دشمن پیدل بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دوڑا دوڑا کر سب کو قتل کر دیا، صرف چند ایک بچ سکے۔ اس دن اللہ کی مدد سے تقریباً ایک لاکھ فارسی مارے گئے، آگے پیچھے، دائیں بائیں غرضیکہ پورے میدان پر جیسے مقتولین کی لاشوں کی چادر بچھا دی گئی ہو اور اسی وجہ سے اسے جلولاء [1] کہا جاتا ہے۔ یہ ہے معرکہ جلولاء کی روداد۔ [2]

الف: ہماری فوج نے اپنے کارناموں سے ہماری زبانیں کھول دی ہیں:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابی سفیان کو مالیاتی حساب وکتاب کے ساتھ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ زیاد ہی اموال غنیمت اور دیگر مالیاتی حساب وکتاب کے ذمہ دار تھے۔ جب وہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو اپنی آمد کا مقصد اور لڑائی کے حالات کو نہایت دل نشین انداز میں بیان کیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح تم نے مجھ سے بیان کیا ہے کیا ایسے ہی لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: جب آپ سے بیان کر سکتا ہوں تو دوسروں کے سامنے کہنے میں کیا خوف؟ اور پھر کھڑے ہو کر اموال غنیمت، مجاہدین کے سرفروشانہ کارناموں اور دشمن کے دیگر علاقوں میں اقدامی کارروائی کی اجازت طلبی کا ذکر کیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے انداز بیان سے بہت متاثر ہوئے اور کہا: یہ نہایت فصیح و بلیغ خطیب ہیں۔ زیاد نے

[1] جلولاء کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو چادر وغیرہ سے ڈھانپ دینا۔

[2] تاریخ الطبری: ٤/ ٤٧٥۔

Marfat.com

کہا: درحقیقت ہماری فوج نے اپنے کارناموں سے ہماری زبانیں کھول دی ہیں۔ ❶

ب: جلولاء کے مال غنیمت سے متعلق سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف:

مسلمانوں کی فتح یابی کے ساتھ معرکہ جلولاء اختتام پذیر ہوا۔ اس میں کافی مقدار میں قیمتی مال غنیمت ہاتھ آیا، اس کا خمس عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا۔ آپ نے جب اسے دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم اس مال کو کسی چھت کے سائے میں رکھے جانے سے پہلے ہی میں اسے تقسیم کر دینا چاہتا ہوں۔ مسجد کے صحن میں یہ مال رکھا ہوا تھا، عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو آپ کی معیت میں مسجد تشریف لائے اور مال ڈھانپی ہوئی چادر کو ہٹایا۔ اس میں یاقوت، زمرد اور قیمتی جواہرات پر نگاہ پڑی تو رونے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں، یہ تو خوشی اور اللہ کی شکر گزاری کا موقع ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم رونے کی وجہ یہ نہیں ہے، بلکہ جب بھی اللہ نے کسی قوم کو اس متاع دنیا سے نوازا، وہ آپس میں بغض و حسد کرنے لگی اور جب اس میں بغض و حسد کا چلن ہوا تو آپس میں دست و گریباں ہو گئے اور آپسی اختلاف نے شدت اختیار کر لی۔ ❷

یہ ہے زبردست ایمانی غیرت و احساس کا ایک لطیف پہلو کہ ایک کامل مومن ایمانی فراست کی نگاہوں سے مستقبل کے نتائج و اندیشوں کا اس طرح ادراک کر لیتا ہے، جو دوسروں کے وہم و خیال میں بھی نہیں آتا۔ پھر یہی خطرات و اندیشے اسے مومنوں کے تئیں فکر مند کر دیتے ہیں کہ کہیں ان کے صاف شفاف ایمانی تعلقات و اسلامی ہمدردی کو دنیا کی فریب کاریاں اور نیرنگیاں مکدر نہ کر دیں کہ یہی دلوں کی دوری کا اصل سبب ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ اس کی فکر مندی کا عالم یہ ہے کہ مجمع عام میں آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ یقیناً ایک ایسا انسان جس کے رعب و دبدبہ سے مسلم، کافر، منافق بلکہ سارے انسان لرزتے ہوں، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش بہت ہی حیرت و استعجاب کی بات ہے، لیکن ہمیں متحیر ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ اس رحمت و شفقت کے آنسو تھے جسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل میں ودیعت کر دیا ہے اور وہ ایسے ہی ہو چکے ہیں جیسے کہ اللہ نے تصویر کشی کی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹﴾ (الفتح: ۲۹)

❶ تاريخ الطبري: ٤/ ٤٧٩.
❷ تاريخ الطبري: ٥/ ٤٨٠.

Marfat.com

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

فتح رامہرمز:

جلولاء میں ہزیمت اٹھانے کے بعد اہل فارس اپنے فرماں روا یزدگرد کے ابھارنے کی وجہ سے دوبارہ آمادہ قتال ہوئے اور ہرمزان کی قیادت میں رامہرمز میں سب اکٹھا ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کے اس اجتماع کی خبر امیر المومنین کو دے چکے تھے، اس لیے آپ کو دربار خلافت سے حکم ہوا کہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کوفہ کی ایک فوج دشمن سے مقابلہ کے لیے روانہ کریں اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سہل بن عدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بصرہ سے ایک فوج روانہ کریں اور جب دونوں فوجیں اکٹھی ہو جائیں تو ابوسبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ کو ان کا سپہ سالار بنا دیا جائے۔ اس کے بعد جو بھی فوجی کمک وہاں پہنچے سب انہی کے تابع ہوں گی، چنانچہ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کوفہ سے اپنی فوج لے کر ہرمزان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان دنوں ہرمزان رامہرمز میں مقیم تھا۔ جب ہرمزان کو نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر ملی تو حملے میں پہل کے لیے آگے بڑھا اور چاہا کہ نعمان کے آنے سے پہلے ہی ان کا راستہ کاٹ دیا جائے۔ اسے اہل فارس کی مدد کی پوری توقع تھی اور وہ اس کی مدد کے لیے آگے آئے بھی، لیکن پہلا ہی امدادی دستہ منتشر نظر آیا۔ نعمان رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کی فوجیں اربک میں بھڑ گئیں۔ پھر دونوں میں سخت جنگ ہوئی۔ آخر میں اللہ نے ہرمزان کو ہزیمت اور نعمان رضی اللہ عنہ کو فتح دی۔ وہ رامہرمز چھوڑ کر "تستر" بھاگ نکلا، ادھر سہل بن عدی رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھ بصرہ کی فوج لے کر آ پہنچے، یہ لوگ ابھی اہواز کے بازار میں تھے کہ معرکہ میں فتح کی خبر انہیں مل گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہرمزان "تستر" بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ یہیں سے تستر کی طرف چل پڑے اور نعمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج کے ساتھ اسی طرف بڑھے۔ [1]

فتح تستر:

نعمان بن مقرن اور سہل بن عدی رضی اللہ عنہما اپنی اپنی فوجیں لے کر تستر پہنچے اور ابوسبرہ بن ابو رہم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اپنی فوجوں کو اکٹھا کیا، ابوسبرہ نے امیر المومنین سے مزید فوجوں کا مطالبہ کیا۔ امیر المومنین نے ابوموسیٰ

[1] تاريخ الطبري: ٤/ ٦١، ٦٢.

Marfat.com

اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک فوج مدد کے لیے روانہ کی، اس طرح ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کا گورنر ہونے کی وجہ سے بصری فوج کے سپہ سالار اور ابوسبرہ رضی اللہ عنہ پورے لشکر کے سپہ سالار تھے۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر تستر کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ کئی مہینے جاری رہا۔ مختلف مواقع پر دشمن کی فوج پر تقریباً اسّی (۸۰) حملے کیے گئے اور دعوت مبارزت دینے والے مسلم بہادر اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے رہے، صرف مبارزت میں سو فارسیوں کو قتل کیا اور شہرت پائی۔ ان میں بصرہ کے براء بن مالک، مجزأۃ بن ثورہ، کعب بن سور، ابوتمیمہ اور کوفہ کے حبیب بن قرہ، ربعی بن عامر اور عامر بن عبداللہ اسود رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔ ❶

مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان جب جنگ اپنے آخری اور فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی تو مسلمانوں نے براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا: اے براء اپنے رب کی قسم کھاؤ کہ وہ یقیناً ہمارے دشمنوں کو شکست دے گا۔ براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے دست دعا دراز کیے اور کہا:

((اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ لَنَا، وَاسْتَشْهِدْنِيْ .))

"اے اللہ! دشمن کو ہمارے مقابلہ میں شکست دے دے اور مجھے شہادت نصیب فرما۔"

مسلمانوں نے جنگ کی دھار تیز کر دی اور اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی، دشمن بھاگ کر خندق میں کود پڑے، وہ بھی ان پر چڑھ دوڑے۔ اس طرح جب فارسی سخت مشکل میں گھر گئے اور مسلمانوں کی طرف سے حصار سخت ہوگیا تو دو مختلف سمتوں سے دو فارسیوں نے مسلمانوں سے رابطہ کر کے انہیں بتا دیا کہ شہر سے پانی نکلنے والے نالے سے اندر جا کر شہر فتح کیا جا سکتا ہے۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اپنے اہم ساتھیوں کو وہاں بھیجا اور کوفہ و بصرہ کے نامور بہادر اس جگہ رات میں ملے، پھر اسی راستے سے شہر کے اندر گھس گئے اور نعرۂ تکبیر بلند کیا، جو لوگ باہر کھڑے تھے انہوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اندر گھس کر دروازہ کو کھول دیا، جو فارسی دروازوں کے پاس تھے، معمولی مزاحمت کے بعد وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔ ❷

اس معرکہ میں براء بن مالک اور مجزأۃ بن ثور رضی اللہ عنہما نے ہرمزان کے مارنے سے جام شہادت نوش کیا۔ اس وقت مسلمان معرکہ میں فتح پا چکے تھے اور ہرمزان جو فارسیوں کا سپہ سالار تھا بھاگ کر قلعے میں روپوش ہوگیا۔ جانبازوں کا وہی پہلا دستہ جو نالے کے راستے سے شروع شروع میں شہر میں داخل ہوا تھا، قلعہ کا چکر کاٹنے لگا اور ہرمزان تک پہنچ گیا۔ جب انہوں نے ہرمزان کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور بالکل اس کے سامنے پہنچ گئے تو ہرمزان نے ان سے کہا: اب جو چاہو کر سکتے ہو، میں جس مشکل میں ہوں اور تم لوگ بھی جن پریشانیوں سے گزر رہے ہو اسے دیکھ رہے ہو۔ میرے ترکش میں سو تیر ہیں، جب تک میرے پاس ایک تیر بھی بچے گا، واللہ تم لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ تمہارا کوئی تیر مجھے لگ سکتا ہے۔ اگر میں ہر تیر کے بدلے تم میں سے سو لوگوں کو مردہ یا

❶ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۲۰۲.
❷ التاریخ الإسلامی: ۱۱/ ۲۰۲.

Marfat.com

زخمی کر کے گرفتار کیا جاؤں تو بہترین جنگی قیدی کہلاؤں گا۔ مسلم دستے نے کہا: پھر تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: عمر کے حکم پر خود کو تمہارے حوالے کر دوں اور وہ میرے ساتھ جو چاہیں کریں۔ انہوں نے کہا: تمہاری درخواست منظور ہے۔ پھر اس نے اپنا ترکش پھینک دیا اور خود کو ان کے حوالے کر دیا، انہوں نے اسے گرفتار کیا، رسی سے باندھا اور چند لوگوں کی نگرانی میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور بقیہ لوگوں نے شہر میں موجود اموال و جائداد کو مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا اور خمس چھوڑ کر بقیہ مال آپس میں تقسیم کر لیا۔ ہر شہ سوار کو تین ہزار اور پیادہ پا مجاہد کو ایک ہزار درہم ملے۔ ❶

اب ہم کچھ دیر یہاں رکتے ہیں اور غزوہ تستر سے مستنبط ہونے والے دروس وعبر پر گفتگو کرتے ہیں:

نماز کے مقابلے مجھے دنیا اور اس کی کوئی چیز پسند نہیں:

براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فجر طلوع ہوتے وقت قلعہ تستر پر حملہ کرنے والے اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ میں بھی تھا۔ اس وقت سخت معرکہ آرائی ہوئی اور ہمیں فجر کی نماز وقت پر پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ سورج طلوع ہو جانے کے بعد ہم نے وہ نماز ادا کی، ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اللہ نے اس معرکہ میں ہمیں فتح نصیب کی۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت نماز کے مقابلے میں ہمیں دنیا اور اس کی کوئی چیز بھی پسند نہ تھی۔ ❷

براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو عظمت و شرف کا تمغہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ پر عظمت و شرف کا جو تمغہ لٹکایا تھا اس کی حسن و رعنائی نے یہاں رنگ دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((کم من اشعث اغبر ذی طمرین لا یوبه له، لو اقسم علی الله لا بره، منهم البراء بن مالك.)) ❸

''بہت سے پریشان بال، غبار آلود، دو پرانے کپڑے والے کہ جن کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم سچی کر دے، انہی میں سے براء بن مالک ہیں۔''

براء بن مالک رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے اور اسی حدیث کی روشنی میں لوگوں نے ان کی اس عظمت و خوبی کو پہچانا تھا، اسی لیے اس نازک و اہم موڑ پر لوگوں نے براء رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ دشمنوں کی شکست کے لیے اللہ سے دعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو عظمت و شرف کی یہ توصیفی سند ملی، لیکن

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٦٣، ٦٤. ❷ الأنصار فی العصر الراشدی، ص: ٢٢٣.

❸ سنن الترمذی/ المناقب: ٥/ ٦٥٠، حدیث نمبر: ٣٨٥٤.

Marfat.com

انہوں نے تکبر نہ کیا اور نہ اترائے بلکہ ایک متواضع و پارسا انسان کی طرح پر خطر حالات سے نمٹتے اور معرکوں میں گھستے رہے اور خوش کن نتائج سامنے لاتے رہے۔ باوجود یہ کہ آپ کے ہاتھوں میں کوئی قیادت اور سپہ سالاری نہ تھی۔

براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے دشمن پر فتح یابی کے لیے اللہ سے جہاں تمام مسلمانوں کی مدد کے لیے دعا فرمائی جس میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی کا راز پنہاں تھا۔ وہیں آپ نے اپنے وجود کو فراموش نہ کیا اور ایک سچے پکے مومن کی جو دلی تمنا ہوتی ہے اسے بھی اللہ سے کہہ گزرے۔ یعنی اپنی شہادت کا مطالبہ کیا اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی، دشمن کو شکست دیتے ہوئے اس دن براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے شہداء کی فہرست میں اپنا نام درج کروایا۔ [1]

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ہرمزان کے درمیان گفتگو:

مسلمانوں کے سپہ سالار ابو سبرہ بن ابو رہم رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کو ایک وفد کے ساتھ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب وہ لوگ مدینہ پہنچے تو ہرمزان کو اس کی شاہی شکل و ہیئت میں تیار کیا۔ اسے اس کا ریشمی لباس پہنایا جس میں سونا جڑا ہوا تھا۔ یاقوت و زمرد سے مرصع ''اذین'' تاج اس کے سر پر رکھا، تاکہ عمر رضی اللہ عنہ اور سارے مسلمان اسے شاہی ہیئت میں دیکھ لیں۔ پھر اسے لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، آپ اپنے گھر پر نہ ملے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مسجد میں کوفہ سے آئے ہوئے ایک وفد کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ وہ سب اسے لے کر مسجد پہنچے، آپ وہاں بھی نہ ملے۔ جب واپس لوٹنے لگے تو راستے میں مدینہ کے چند بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا، بچوں نے ان سے پوچھا: کس کی تلاش ہے؟ کیا آپ لوگ امیر المومنین کو ڈھونڈ رہے ہیں؟ وہ تو مسجد کے دائیں حصہ میں اپنی برنس کو تکیہ بنائے سو رہے ہیں۔ دراصل آپ نے اہل کوفہ کے وفد کے استقبال میں برنس پہنی تھی اور ان کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کی مجلس سے فارغ ہونے اور وفد کے چلے جانے کے بعد آپ نے برنس اتاری اور تکیہ کی جگہ رکھ کر سو گئے۔ وہ سب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ سے کچھ دور ہی بیٹھے، اس وقت مسجد میں آپ کے علاوہ کوئی آدمی بیدار یا سوتا ہوا نظر نہ آیا۔ آپ کے ہاتھ میں درہ تھا۔ ہرمزان نے کہا: عمر کہاں ہیں؟ وفد نے بتایا کہ یہی عمر ہیں اور پھر لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین کرنے لگے۔ ہرمزان نے وفد سے بصد اہتمام و توجہ پوچھا کہ ان کے دربان اور محافظ کہاں ہیں؟ وفد نے کہا کہ: ان کا کوئی دربان، محافظ، کاتب اور دیوان نہیں ہوتا۔ ہرمزان نے کہا: تب تو یہ نبی ہیں۔ وفد نے کہا: نبی نہیں ہیں لیکن نبی کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ لوگوں کی تعداد بڑھ گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی آہٹ سے بیدار ہوئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے، پھر ہرمزان پر نظر ڈالی اور کہا: کیا یہ ہرمزان ہے؟ وفد نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے اس پر اور اس کے لباس پر گہری نگاہ ڈالی اور کہا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اللہ سے مدد کا طالب ہوں۔ ہر قسم

[1] التاریخ الإسلامی: ١١/ ٢٠٤.

Marfat.com

کی تعریف اللہ واحد کے لیے ہے جس نے اسے اور اس جیسے دوسرے ظالموں کو ذلیل کیا۔ اے مسلمانو! دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑ لو اور سنت نبوی پر عمل کرو۔ دنیا تمہیں متکبر نہ بنا دے کہ وہ محض ایک دھوکا ہے۔ وفد نے کہا: یہ اہواز کا بادشاہ ہے، اس سے بات کیجیے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک اس کے جسم کے لباس اور جواہرات سے مرصع تاج کو اتار نہیں دیا جاتا میں اس سے بات نہ کروں گا۔ چنانچہ اس کے جسم سے شاہی لباس اتار کر موٹا کپڑا پہنا دیا گیا۔

تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے مخاطب ہوئے اور کہا: اے ہرمزان! کیا تم نے غداری کا انجام اور حکم الٰہی دیکھ لیا؟ اس نے کہا: اے عمر! زمانہ جاہلیت میں اللہ نے ہمیں اور تمہیں چھوڑ رکھا تھا۔ جب ہم دونوں اللہ کو نہیں مانتے تھے تو ہم تم پر غالب آ جاتے تھے اور اب جب اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا تم ہم پر غالب آ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم اپنے اتحاد کی وجہ سے فتح مند ہوتے اور ہم اپنے باہمی اختلافات کی وجہ سے شکست کھاتے تھے اور آگے آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ بار بار تم نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی ہے، کیا اس کے لیے تمہارے پاس کوئی عذر یا حجت ہے؟ ہرمزان نے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں میرے بتانے سے پہلے آپ مجھے قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا: اس سے بے خوف رہو۔ پھر ہرمزان نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ اسے ایک معمولی پیالے میں پانی دیا گیا۔ اس نے پیالہ دیکھ کر کہا: میں پیاسا مر جاؤں گا لیکن اس پیالے میں پانی پینے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ پھر اسے اس کے پسندیدہ برتن میں پانی دیا گیا۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے پیالہ ہاتھ میں اٹھایا اور کہا: مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں پانی پینے کے دوران میں قتل نہ کر دیا جاؤں؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک تم پانی نہ پی لو گے ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔ اس نے پورا پانی پی لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے دوبارہ پانی دو، قتل اور پیاس کو اکٹھا نہ کرو۔ اس نے کہا: مجھے پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو امان طلبی کی نیت کی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے قتل ہی کروں گا۔ اس نے کہا: آپ مجھے امان دے چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو جھوٹا ہے: انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! یہ سچ کہہ رہا ہے۔ آپ اسے امان دے چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے انس! تم کتنی غلط بات کہہ رہے ہو، کیا میں مجزاۃ اور براء کے قاتل کو امان دے سکتا ہوں، تم کوئی حل پیش کرو ورنہ تمہیں سزا دوں گا۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: آپ نے کہا ہے: ''تم بے خوف رہو اور مجھے بتاؤ۔'' اور یہ بھی کہا ہے کہ ''جب تک تم پانی نہ پی لو گے ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے۔'' مجلس میں موجود دوسرے لوگوں نے بھی انس رضی اللہ عنہ کی تائید کی۔ آپ ہرمزان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم نے مجھے دھوکا دے دیا۔ اللہ کی قسم! میں مسلمان کے علاوہ کسی کے دھوکے میں نہیں آتا، چنانچہ وہ بھی اسلام لے آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے دو ہزار درہم ماہانہ خرچ مقرر کیا اور مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ [1]

[1] تاریخ الطبری: ٥/ ٦٦.

جندی سابور کی فتح:

جب ابوسبرہ بن ابورہم ساسانی بستیوں کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے اور ''جندی سابور'' میں پڑاؤ ڈالا۔ زر بن عبداللہ بن کلیب ان کا پہلے ہی سے محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ باری باری جھڑپیں ہوتیں اور کبھی ان کا غلبہ ہوتا کبھی ان کا۔ پھر بھی یہ لوگ اپنی جگہ ڈٹے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی طرف سے کسی نے امان دینے کی پیش کش کر دی۔ انہیں امان کی خبر کیا ملی کہ فوراً فصیل کے دروازے خود ہی کھول دیے۔ جانور باہر نکل پڑے، بازار کھل گئے اور لوگ ادھر ادھر نظر آنے لگے۔ مسلمانوں نے ''جندی سابور'' والوں سے پوچھا: آخر تمہیں کیا ہوگیا کہ یہ سب خود ہی کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: آپ لوگوں نے ہمیں امان دی ہے اور ہم نے اسے قبول کرلیا ہے، ہم جزیہ دیں گے اور آپ لوگ ہماری حفاظت کریں گے۔ مسلمانوں نے کہا: ہم نے ایسا نہیں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے ہیں۔ پھر مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے استفسار کیا کہ آخر یہ اقدام کس نے کیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ مکنف نامی ایک غلام نے یہ کیا ہے، جو پہلے انہیں میں سے تھا، اسی نے مسلمانوں کی طرف سے امان دینے کا پیغام لکھ کر بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے کہا: اس کی امان دہی کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ یہ غلام ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم کہ آپ لوگوں میں کون آزاد ہے اور کون غلام؟ ہمیں امان دی گئی اور ہم اس پر قائم ہیں، ہم کوئی تبدیلی نہیں کریں گے۔ آپ لوگ بے وفائی کر سکتے ہیں۔ مسئلہ کی پیچیدگی کے پیش نظر مسلمانوں نے اپنی اگلی کارروائی روک دی اور صورتحال سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ کر روانہ کی۔ آپ نے جواباً تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وفاداری کو بڑی اہمیت دی ہے۔ تم وفادار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس عہد کو پورا نہ کرو۔ جب تک تم شک میں ہو انہیں مہلت دو اور ان کے ساتھ وفاداری کرو۔ چنانچہ مسلمانون نے عہد و پیمان کی تصدیق کر دی اور واپس لوٹ آئے۔ [1]

یہ واقعہ اخلاقیات کے باب میں دشمنان اسلام پر مسلمانوں کی اخلاقی برتری کی زندہ مثال ہے۔ بلاشبہ جوق در جوق اور حیرت انگیز تیزی کے ساتھ کافروں کے اسلام قبول کرنے کے اہم اسباب میں اس اخلاقی برتری کا بنیادی کردار رہا ہے۔ [2]

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور شہر کسکر:

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کسکر کے گورنر تھے، انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ میری اور کسکر والوں کی مثال اس نوجوان کی طرح ہے جس کے پہلو میں بدکار دوشیزہ بن سنور کر بیٹھی ہو، میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے کسکر سے معزول کر دیں اور مسلمانوں کی کسی فوج کے ساتھ جہاد پر بھیج دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً تحریر کیا: نہاوند جا کر مجاہدین کے ساتھ شریک ہو جاؤ اور تم ہی ان کے امیر ہو گے۔ [1]

[1] تاریخ الطبری: ٥/ ٧٣. [2] التاریخ الإسلامی: ١١/ ٢١٧. [3] تاریخ الطبری: ٥/ ١٠٩.

(۳)

معرکہ نہاوند (فتح الفتوح)

مسلمانوں نے متعدد معرکوں میں پے در پے ایرانی فوج پر فتح حاصل کی تھی اور مسلسل ان کی شکست خوردہ باقی ماندہ فوج کو پیچھے دھکیل رہے تھے۔ انہیں سانس لینے کا موقع نہ دیتے تھے۔ عراق میں معرکہ قادسیہ میں شاندار فتح سے لے کر نہاوند کی فیصلہ کن جنگ تک چار سال کا عرصہ گزرا جس میں مسلمانوں نے کئی کامیابیاں حاصل کیں۔ ان کا لشکر فتح پر فتح پانے کے باوجود اپنی پیش قدمی کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت سن رسیدہ شہنشاہیت کے بھگوڑوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔ لیکن ایک طویل عرصے سے جنگ میں مصروف فوجیوں کی تنظیم نو اور مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق کو بہتر بنانے کے پیش نظر اگر دربار خلافت سے یہ فاروقی حکم نہ آتا کہ اب پیش قدمی روک دی جائے اور فوجیں زاغروس کے پہاڑوں سے آگے نہ بڑھیں تو یقیناً ایرانیوں کا اسی وقت صفایا ہو جاتا۔ ❶

مسلمانوں کے ہاتھوں مسلسل ہزیمت اور خاص طور سے معرکہ قادسیہ کے بعد کے حالات نے ایرانیوں کی غیرت کو للکارا اور ان کی زندگی کو بے کیف کر دیا لیکن تنہا ان حالات کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لیے ان کے سرداروں اور رؤسا نے اپنے بادشاہ یزدگرد کے نام پیغام بھیجا اور مسلمانوں کے خلاف نئے سرے سے جنگ چھیڑنے کی اپیل کی۔ یزدگرد نے اپیل منظور کر کے جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا اور دوبارہ زور شور کے ساتھ مسلمانوں سے معرکہ آرائی کے لیے جنگی تیاریاں شروع کر دیں تاکہ سلطنت کی باقی ماندہ پناہ گاہوں اور قلعوں سے قوت لی جا سکے۔ چنانچہ باب سے لے کر بجستان اور خراسان تک کے پہاڑی علاقوں کے باشندوں کے نام خط لکھا کہ سب لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے نکل پڑیں اور نہاوند میں اکٹھے ہوں۔ گویا نہاوند مقابلہ کا وہ آخری مرکز ٹھہرا جس پر یزدگرد نے دستخط کیے اور یہی میدان جنگ قرار دیا گیا۔ نہاوند ایک محفوظ شہر ہے جو ہر طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ وہاں تک پہنچنا آسان نہیں۔ دشوار گزار راستوں سے چل کر ہی وہاں پہنچا جا سکتا ہے۔ ایرانی اس شہر میں اکٹھے ہونے لگے۔ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) باب سے، ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) خراسان سے اور ساٹھ ہزار بجستان سے حلوان پہنچ کر یزدگرد کے کل ایک لاکھ پچاس ہزار (۱۵۰۰۰۰) جنگجو جمع ہو گئے۔ یزدگرد نے فیرزان کو ان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ❷ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فارسی فوج کے اس

❶ الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۸٤

❷ الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۸۵.

Marfat.com

اجتماع کا علم اس وقت ہوا جب آپ کوفہ میں تھے۔ آپ نے وہیں سے امیر المومنین کو تفصیلی صورت حال سے باخبر کیا اور مستقبل کی کارروائی کے بارے میں اجازت طلب کی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ارکان شوریٰ کی ایک مجلس منعقد کی اور درپیش مسئلہ میں ان سے مشورہ طلب کیا، پھر سب کے مشورہ سے یہ قرارداد پاس کی کہ ایرانیوں سے ان کی آخری پناہ گاہ یعنی نہاوند میں جنگ کرنے کے لیے اسلامی فوج بھیجی جائے۔ نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ اس وقت کسکر کے گورنر تھے اور اس سے پہلے خلیفہ کے نام یہ درخواست دے چکے تھے کہ ''میری اور کسکر والوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کے پہلو میں کوئی بدکار دوشیزہ بن سنور کر بیٹھی ہو۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے کسکر سے معزول کر کے مسلمانوں کی کسی فوج کے ساتھ جہاد پر بھیج دیں۔'' ❶

نعمان رضی اللہ عنہ کی اس درخواست کو سامنے رکھتے ہوئے مجلس شوریٰ کی دوسری قرارداد یہ پاس ہوئی کہ نہاوند میں اسلامی فوج کا سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے اس کے بعد خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس منصوبہ سازی کے ساتھ اسلامی فوج کو تیار کیا:

- پورے اسلامی لشکر کے سپہ سالار: کسکر کے سابق گورنر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ۔
- کوفہ سے جانے والی فوج کے جرنیل: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔
- بصرہ سے روانہ ہونے والی فوج کے جرنیل: وہاں کے گورنر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔
- مہاجرین اور انصار کی فوج کے جرنیل: عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

اور سلمیٰ بن القین، حرملہ بن مریطہ، زر بن کلیب، اسود بن ربیعہ رضی اللہ عنہم وغیرہ دیگر قائدین اسلام ''اہواز'' میں اور بلاد فارس میں جو لوگ ادھر ادھر ہیں وہ اپنی جگہوں پر تیار رہیں گے اور دشمنوں پر نگاہ رکھیں گے کہ عراقی ذمیوں اور ایرانی دشمنوں کے درمیان باہمی رابطہ نہ ہو سکے اور دشمن ذمیوں کو جنگ پر نہ ابھار سکے۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس منصوبہ بندی کے ساتھ تمام ریاستوں کے گورنروں اور قائدین کو اپنی ہدایات لکھ بھیجیں اور تیس ہزار مسلم مجاہدین کو جنگ کے لیے اکٹھا کر لیا۔ ❷ اس طرح یہ اسلامی لشکر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں نہاوند کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچنے پر فوج کو اندازہ ہوا کہ نہاوند کافی محفوظ ہے اور پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے اس کے چاروں طرف خندق کھودی گئی ہے اور خندق کے سامنے چوکور خاردار تاروں کی باڑ لگا دی گئی ہے۔ چوکور کانٹوں کی ایک نوک زمین میں اور تین اوپر ہیں اور کہیں زمین پر دو اوپر ہیں اور دو نیچے۔ اس باڑ کا مقصد یہ تھا کہ حملہ آوروں کی پیش قدمی کو روکا جا سکے یا کم از کم یہ کانٹے حملہ آوروں کے گھوڑوں کے پاؤں میں دھنس جائیں اور ان کے کھروں میں سوراخ ہو جائیں، پھر وہ چلنے کے قابل نہ رہیں گے اور ایرانیوں کی فوج شہر پناہ کے اندر مکمل تیاری سے ہوگی۔ ادھر مسلمانوں کی فوج میں آج وہ لوگ بھی نظر آ رہے تھے جنہیں معرکہ

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ١٠٩.
❷ الفن العسکری الإسلامی، ص: ٢٨٦.

قادسیہ میں شرکت کا موقع نہ ملا تھا۔ ایرانی لشکر کے سپہ سالار فیرزان نے مقابلہ کی تدبیر اختیار کرتے ہوئے ان تمام راستوں پر ماہر تیر اندازوں کو مقرر کر دیا تھا جدھر سے مسلم فوج کی در اندازی کا اندیشہ تھا تاکہ انہیں آگے بڑھنے کا موقع نہ مل سکے اور تیر انداز انہیں مشغول رکھیں۔ ❶

مسلم شہسوار اپنے گھوڑوں کے ساتھ آگے بڑھے، گھوڑوں کو دشمن کی خار دار باڑ اور خندق کا سامنا کرنا پڑا اور اگر کوئی شہسوار شہر پناہ کے قریب پہنچ بھی جاتا تو تیر انداز اس پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے۔ بالآخر مسلم فوج کے اگلے دستے کو مایوسی ہوئی اور شہر پناہ کے اندر جانے سے عاجز رہے۔ کئی دنوں تک یہی حالت برقرار رہی تو نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوج کی سرکردہ شخصیتوں کو صورت حال پر غور وخوض کے لیے دعوت دی۔ طلیحہ بن خویلد اسدی کی تجویز کے مطابق سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شہسواروں کا ایک دستہ آگے بڑھ کر ایرانیوں سے جنگ چھیڑے اور ایسا ماحول پیدا کر دے کہ ایرانی جنگ کرنے کے لیے شہر پناہ سے باہر نکل آئیں اور جب وہ باہر نکل آئیں تو ان کی پیش قدمی کے سامنے شہسواروں کا دستہ پیچھے ہٹتا جائے۔ دشمن اسے مسلمانوں کی کمزوری اور اپنی فتح پر محمول کریں گے، انہیں یہ امید ہوگی کہ اپنے سامنے پیچھے ہٹتے ہوئے شہسواروں کو جلد ہی پکڑ لیں گے۔ حالانکہ اپنی شکست خوردگی کا مظاہرہ کرنے والا یہ دستہ درحقیقت ایرانیوں کو ڈھیل دے رہا ہوگا تاکہ وہ میدان جنگ اور اپنی شہر پناہ سے جتنا دور باہر نکل سکتے ہیں نکل جائیں۔ پھر اچانک بنکروں میں چھپے ہوئے مجاہدین پیچھے سے ان پر زبردست حملہ کر کے انہیں خوب لتاڑیں گے اور دشمن اپنے متعینہ میدان جنگ، حفاظتی خندق اور شہر پناہ سے کافی دور پڑا ہوگا۔ ❷

پہلا دستہ:

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شہسواروں کا دستہ تھا، اس کی ذمہ داری تھی کہ شہر پناہ کے اندر گھس کر جنگ چھیڑنے کا آغاز کرے اور مذکورہ منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو بھٹکانے اور بہکانے کا کام کرے۔

دوسرا دستہ:

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنکروں میں چھپ کر دشمن کے باہر نکلنے کا انتظار اور آگے نکل جانے کے بعد اچانک اس پر حملہ کرنے والوں کا پیادہ دستہ تھا۔

تیسرا دستہ:

ان شہسواروں کا تھا جو میدان کارزار میں جان فروشی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ بنکروں میں چھپے ہوئے مجاہدین کا پہلا دستہ جب حملہ آور ہو اور دشمن کو جنگ میں مشغول کر دے تب یہ لوگ اپنے اپنے بنکروں سے باہر آئیں اور جب تک نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی اجازت

---

❶ الفن العسكري الإسلامي، ص: ٢٨٨ ❷ تاريخ الطبري: ٥/ ١١٣.

Marfat.com

نہ ملے خود بخود بنکروں سے باہر نہ نکلیں۔ ❶

چنانچہ ہر دستہ نے اپنے فرائض کو سنبھالا، قعقاع رضی اللہ عنہ نے منصوبہ بندی کے پہلے مرحلے کا آغاز کیا اور انہیں اپنے مقصد میں بہترین کامیابی ملی۔ جب باہر نکل کر قعقاع رضی اللہ عنہ کے دستے کو دوڑاتی ہوئی ایرانی فوج نے خود کو پیچھے سے گھرا ہوا دیکھا اور دیکھا کہ مسلم فوج کی تلواریں مشرکین کی گردنوں کو گھاس کی طرح کاٹ رہی ہیں تو ان کے ہوش گم ہو گئے اور بھاگ بھاگ کر جائے پناہ تلاش کرنے لگے، انہیں کچھ نظر نہ آتا تھا، وہ اپنے ہی ہاتھوں سے کھودی ہوئی خندق اور خاردار باڑ میں پھنس کر اپنی جانیں گنوا رہے تھے اور مسلمان انہیں دوڑا دوڑا کر مارتے اور پیٹھ میں تلواریں گھونپتے۔ ہزاروں ایرانی فوج خندق میں گر کر تباہ ہوئی اور قعقاع رضی اللہ عنہ فیرزان کو دوڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسے دبوچا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر پوری مسلم فوج نہاوند میں فاتح بن کر داخل ہو گئی۔ نہاوند کے بعد ہمدان پر بھی قبضہ ہو گیا اور اس کے بعد مسلم فوج نے بلاد فارس کے باقی ماندہ چھوٹے شہروں کو بلا کسی مزاحمت کے کچھ ہی دنوں میں فتح کر لیا اور نہاوند کے بعد ایرانی فوج پھر کبھی اکٹھی نہ ہو سکی۔ مسلمان ان کے شہروں اور زمینوں کے مالک ہو گئے۔ اس لیے معرکہ نہاوند کو ''فتح الفتوح'' کہا جاتا ہے۔ ❷

معرکہ نہاوند سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست اس اعتبار سے نمایاں ہے کہ آپ نے خود اسلامی سلطنت کی مختلف ریاستوں سے اسلامی فوج کے جم غفیر کو اکٹھا تو کر ہی لیا، ساتھ ہی دشمن کو متحد ہونے کا کوئی موقع نہ دیا۔ آپ نے صرف اس پر بس نہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ میں اپنے گورنروں اور جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں دیگر قائدین کو ایرانیوں سے جنگ کرنے کے لیے اسلامی فوج تیار کرنے کا حکم دیا، بلکہ اہواز اور بلاد فارس کے بقیہ علاقوں میں مسلم قائدین و عمائدین کو حکم دیا کہ دشمن کو متحد نہ ہونے دیں۔ ان قائدین میں سلمیٰ بن القین، حرملہ بن مریطہ، زر بن کلیب اور اسود بن ربیعہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ قابل ذکر ہیں، ان لوگوں کی ذمہ داری تھی کہ فارس اور اہواز کی سرحد پر نگاہ رکھیں اور فارسی ذمیوں کو نہاوند میں جمع ہونے والی فارسی فوج سے ملنے کا موقع نہ دیں۔ ان قائدین نے اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائی، اصفہان و فارس کی سرحد پر اچھی طرح جمے رہے اور نہاوند سے امداد کے سارے راستے مسدود کر دیے۔ ❸

سپہ سالار کی شہادت کے وقت دیگر قائدین کی نامزدگی:

۸ ہجری بمطابق ۶۲۹ء میں معرکہ موتہ کے موقع پر جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا سپہ سالار مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ان کی شہادت ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اگر ان کی بھی شہادت ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر ہوں گے، بالکل اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۱۴ ❷ الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۹۴.

❸ الفن العسکری الإسلامی، ص: ۲۹۴.

Marfat.com

نے معرکہ نہاوند کے موقع پر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو اسلامی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ ان کی شہادت کی صورت میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اور ان کی بھی شہادت ہو جانے پر نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ فوجی قیادت کو جن وجوہات کی بنا پر امتیازی حیثیت حاصل ہوئی وہ یہ ہیں:

الف: جنگ چھیڑنے سے پہلے معائنہ کاروں کا وفد بھیجنا:

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے نہاوند کی طرف عسکری پیش قدمی کرنے سے پہلے طلیحہ بن خویلد اسدی، عمرو بن ابو سلمیٰ عنزی اور عمرو بن معدیکرب زبیدی رضی اللہ عنہم کو بطور معائنہ کار راستے کی تحقیق وتفتیش کے لیے روانہ کیا۔ واضح رہے کہ جس مقام پر اسلامی فوج نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں سے نہاوند بیس فرسخ سے کچھ زیادہ دوری پر واقع تھا۔ تینوں معائنہ کار ایک دن اور ایک رات کا سفر کر کے واپس لوٹے اور اپنے سپہ سالار کو بتایا کہ نہاوند تک کا جنگی سفر کرنے میں کسی ناخوشگوار حادثہ کے وقوع کا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور نہ راستے میں کسی سے ملاقات ہوئی ہے۔ گویا معائنہ کاروں کی یہ جماعت موجودہ دور کے ہراول دستہ کے قائم مقام تھی، جو فوجی کارروائی کرنے سے پہلے دشمن کی فوج کا اندازہ اور راستے کی تحقیق کرتا ہے۔ اطمینان بخش مخبری کے باوجود نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کافی احتیاط برتتے ہوئے اپنی فوج کو لے کر آگے بڑھے اور جس رفتار سے قدم بڑھانا چاہیے قدم بڑھایا۔

ب: دشمن کو بھٹکانے کی جنگی حکمت عملی:

معرکہ نہاوند کے موقع پر مسلمانوں نے دشمن کو بھٹکانے کے لیے جو حکمت عملی اپنائی تھی وہ بلاشبہ جنگی داؤ پیچ کا ایسا بہترین مظاہرہ تھا جسے قدیم وجدید تاریخ میں فوجیں استعمال کر سکتی ہیں۔ چنانچہ جب گہری خندق، خاردار تاروں اور ماہر تیر اندازوں سے گھری ہوئی، شہر نہاوند کی محفوظ شہر پناہ سے اندر گھسنا مسلمانوں کے لیے مشکل ثابت ہوا اور انہوں نے اندازہ کر لیا کہ ہمارا محاصرہ طول کھینچ سکتا ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ ایرانیوں نے نہاوند میں خوراک اور ضروریات زندگی کے دیگر اسباب کو وافر مقدار میں جمع کر لیا ہے، تو انہوں نے دشمن کو ڈھیل دینے، اسے بہکانے اور فوجی سرنگوں اور میدان جنگ سے باہر لانے کے لیے نہایت کامیاب حیلہ تلاش کیا۔ وہ اپنی اس تدبیر میں کامیاب ہو گئے کہ دشمن کو شہر پناہ سے باہر لے آئے اور ان کے منتخب کردہ میدان جنگ سے ہٹا کر دوسری جگہ ان پر جنگ تھوپ دی۔ مسلمانوں نے اپنے منتخب نشانے و مقررہ حدود تک دشمن کو ڈھیل دی اور پھر اپنے اپنے بنکروں سے نکل کر ہر طرف سے آمنے سامنے کی جنگ چھیڑ دی، اب دشمن چونکا اور گھبرایا اور خود بخود اپنے مقابل کی جھولی میں آ گرا اور شکست کا منہ لے کر رہ گیا۔ اس نازک صورت حال میں اپنے دشمن کو زیر کرنے اور اسے اس کی پناہ گاہ سے باہر نکالنے کے لیے مسلمانوں نے جو حیلہ اپنایا تھا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا چارہ کار بھی نہ تھا۔ [1]

---

[1] الفن العسكري الإسلامي: ٢٩٥، ٢٩٦.

Marfat.com

ج: حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتخاب:

تاریخ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے مثالی صبر اور حملہ کے لیے مناسب وقت کے انتخاب میں ان کی مہارت و دانائی پر شاہد ہے، وہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے زوال آفتاب کے بعد جب ہوائیں چلنے لگتیں تب حملہ کرتے۔ نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسی فیصلہ کن جنگ میں شہادت پائی اور جب یہ خبر امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رونے لگے اور اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ ان کی شہادت کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ غم سے نڈھال ہو گئے۔ دوسرے شہداء کے بارے میں بھی پوچھا، چند لوگوں کا نام بتایا گیا۔ آپ ان لوگوں سے متعارف نہ تھے، آپ نے کہا: یہ مسلمانوں میں سے کمزور (غیر معروف) لوگ تھے، لیکن جس ذات نے انہیں شہادت کا اعزاز بخشا ہے وہ ان کے نام ونسب تک کو جانتا ہے۔ عمر کے پہچاننے سے ان کا کیا فائدہ ہوگا؟ ❶

نہاوند کے معرکہ میں ایک قابل ذکر واقعہ یہ پیش آیا کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں کسریٰ کے ذخیروں میں سے قیمتی جواہرات سے بھرے ہوئے دو ٹوکرے ملے، امیر لشکر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ ٹوکرے سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کو دے کر امیر المومنین کے پاس بھیج دیا، جب وہ ٹوکرے آپ کے پاس لائے گئے تو آپ نے کہا: انہیں بیت المال میں رکھ دو اور اپنے مجاہدین ساتھیوں سے جا ملو، سائب رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور واپس لوٹ پڑے۔ کچھ دیر بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایلچی کو بھیجا کہ سائب کو واپس بلا لائے۔ وہ گھوڑے کی ٹاپوں کی علامت دیکھتے ہوئے سائب رضی اللہ عنہ کو بلانے نکل گیا، کوفہ میں ان سے جا ملا پھر انہیں واپس بلا لایا۔ ❷ جب عمر رضی اللہ عنہ نے سائب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا: اے سائب بات صرف یہ ہے کہ جس شام تم یہاں سے واپس گئے ہو اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ فرشتے مجھے کھینچ کر دونوں ٹوکروں کے پاس لاتے ہیں اور وہاں آگ کو خوب ہوا دیتے ہیں۔ وہ دونوں مجھے دھمکی دیتے ہیں کہ اگر میں نے ان ٹوکروں میں بھرے قیمتی سامان کو تقسیم نہ کیا تو وہ مجھے آگ سے داغیں گے۔ اس لیے اے سائب! ان دونوں کو لے جاؤ اور بازار میں اسے فروخت کر دو، لوگوں میں غلہ تقسیم کر دو، چنانچہ کوفہ کے بازار میں وہ سب فروخت کر دیا گیا اور اس کے بدلے غلہ تقسیم کیا گیا۔

اے عمر! تیری عظمت کا کیا کہنا، اللہ تجھ سے راضی ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر چلا، خود معزز رہا اور اسلام و مسلمانوں کو معزز رکھا، اے اللہ! ہمیں اتباع کی توفیق دے اور ابتداع سے محفوظ رکھ۔ ❸

معرکہ نہاوند کے بعد عمائدین و زعمائے فارس بھاگ بھاگ کر ہمدان، طبرستان اور اصفہان جانے لگے اور مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی، مسلمانوں نے بھی یکے بعد دیگرے ان سے صلح کر لی۔ ❹

---

❶ البداية والنهاية: ٧/ ١١٣ . ❷ البداية والنهاية: ٧/ ١١٤ .

❸ إتمام الوفاء: ٩٨ . ❹ إتمام الوفاء: ٩٩، ١٠٠، ١٠١ .

Marfat.com

(۴)

مشرق میں فتوحات کے دروازے کھل جانا

فتح نہاوند کے بعد ایرانیوں کی قوت جواب دے گئی اور مسلمان دربار خلافت سے اجازت پانے کے بعد بلاد عجم میں گھستے چلے گئے، نہاوند کے بعد اصفہان کا ایک شہر ''جی'' کافی مزاحمت اور شدید معرکہ آرائی کے بعد فتح ہوا۔ وہاں کے باشندوں نے آخر مسلمانوں سے صلح کر لی اور عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مصالحت کے بعد امان دے دی۔ ان میں سے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) ایرانی ''کرمان'' بھاگ گئے اور صلح کے لیے راضی نہ ہوئے۔ ۲۱ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ''قم'' اور ''قاشان'' کو اور سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ نے شہر ''کرمان'' کو فتح کیا۔

ہمدان پر دوسری فتح ۲۲ھ میں:

یہ بات گزر چکی ہے کہ جب مسلمان فتح نہاوند سے فارغ ہوئے تھے تو حلوان اور ہمدان کو فتح کر لیا تھا، لیکن کچھ ہی دنوں بعد ہمدان والوں کی قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ سے جو مصالحت ہوئی تھی اسے انہوں نے توڑ دیا، نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ہمدان والوں پر چڑھائی کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی، آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے ''ثنیۃ العسل'' میں پڑاؤ ڈالا، پھر نشیبی علاقہ سے ہوتے ہوئے ہمدان والوں پر چڑھائی کی اور ان کو گھیرے میں لے کر محاصرہ کر لیا۔ ہمدان والوں نے دوبارہ مصالحت کی پیش کش کی اور امان مانگی۔ آپ نے مصالحت منظور کر لی اور شہر میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔

ابھی آپ اپنے ساتھ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مجاہدین کی فوج لے کر اندر گھس رہے تھے کہ دیلم نے اے اور آذربائیجان والوں سے خط و کتابت کر کے انہیں نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کے خلاف بھاری فوج کے ساتھ حملہ کرنے پر ابھارا، نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے دیلم کی اس تحریک کی خبر پاتے ہی اپنے ساتھ فوجیوں کو لیے ہوئے اپنی پیش قدمی جاری رکھی ''واج الروذ'' میں پہنچ کر دیلم اور ان کے اتحادیوں سے مقابلہ ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، جنگ کی شدت جنگ نہاوند کے مساوی تھی۔ مسلمانوں نے کافروں کی لاتعداد لاشیں گرائیں۔ دیلم کا بادشاہ بھی قتل ہو گیا، ان کی جماعت تتر بتر ہو گئی اور بہت سی جانیں گنوانے کے بعد سب نے شکست کھائی۔ مسلمانوں میں سے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے دیلم پر وار کیا تھا[1] اور انہوں نے ہی عمر رضی اللہ عنہ کو دیلم کی اتحادی تحریک سے آگاہ کیا تھا۔ یہ خبر سن کر عمر رضی اللہ عنہ فکر مند رہنے لگے تھے۔ لیکن فتح کا مژدہ سنانے والے نے یکا یک

---

[1] ترتیب وتهذیب البدایة والنهایة: ١٦٠ .

Marfat.com

آپ کی خاموشی توڑی، آپ نے پوچھا: کیا بشیر ہے؟ نعیم رضی اللہ عنہ کے قاصد نے کہا: نہیں بلکہ عروہ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پوچھا: کیا بشیر ہے؟ اب کی بار قاصد نے سمجھ لیا اور کہا: جی ہاں، بشیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: نعیم اور سماک بن عبید کے قاصد؟ اس نے کہا: جی ہاں نعیم کا قاصد۔ آپ نے پوچھا: کیا خبر لائے ہو۔ اس نے کہا: فتح کی بشارت۔ پھر پوری تفصیل آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نعیم کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھنے کا حکم دیا۔ خط پڑھ کر سنایا گیا، لوگوں نے اللہ کی تعریف کی۔ پھر سماک بن مخرمہ، سماک بن عبید، اور سماک بن خرشہ خمس کا مال لے کر وفد کے ساتھ آ پہنچے، آپ نے ان سے ان کا نسب دریافت کیا، آپ کو سماک، سماک اور سماک کے ذریعے سے نسب کے متعلق بتایا گیا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ اے اللہ! ان کے ذریعے سے اسلام کو سربلندی عطا کر اور اسلام کے ذریعے سے ان کی تائید فرما۔ ❶

فتح رے ۲۲ھ:

نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے ہمدان پر یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنایا اور خود لشکر لے کر رے ❷ جا پہنچے۔ وہاں مشرکین کی ایک بھاری فوج سے مڈبھیڑ ہوئی اور رے کے دامن کوہ میں جنگ لڑی گئی۔ مسلمانوں نے صبر وہمت کا ثبوت دیا۔ بالآخر مشرکوں کی فوج شکست سے دوچار ہوئی۔ نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ خاص طور پر بڑی بے جگری سے لڑے اور بہت زیادہ لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ فتح میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا جتنا کہ انہوں نے مدائن میں حاصل کیا تھا۔ ابوالفرخان، جوزینبی کے لقب سے مشہور تھا، اس نے صلح کی درخواست کی اور اسے امان دے دی گئی۔ اس کے بعد نعیم رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال غنیمت کا خمس بھیجا اور فتح کی بشارت دی۔ ❸

قومیس اور جرجان کی فتح ۲۲ھ:

جب رے کی فتح کا مژدہ سنانے اور خمس لانے والا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اسی کے ہاتھ نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط تحریر کیا کہ اپنے بھائی سوید بن مقرن کو قومیس ❹ فتح کرنے کے لیے بھیج دو۔ سوید فوج لے کر وہاں پہنچے، آپ سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے مصالحت کر لی، آپ نے ان کو امان دے دی اور مصالحت منظور کر لی۔ سوید نے جب قومیس پر لشکر کشی کی تو جرجان ❺ اور طبرستان ❻ کے باشندوں نے بھی جزیہ پر رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے سب سے صلح کر لی اور سب کو امان دینے پر اتفاق کر لیا۔ ❼

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ١٣٤ .

❷ قزوین سے ۲۷ فرسخ کی دوری پر ایک مشہور شہر ہے۔

❸ تاریخ الطبری: ٥/ ١٣٦ ، ١٣٧ .

❹ رے اور نیساپور کے درمیان طبرستان کے پہاڑی سلسلے کے آخری حصہ پر واقع ہے۔

❺ طبرستان اور خراسان کے درمیان ایک بڑا شہر ہے۔

❻ طبرستان کثیر پہاڑیوں پر مشتمل ایک وسیع ملک ہے، وہاں بہت سارے علماء اور ادباء پیدا ہوئے اور شہرت پائی۔

❼ تهذيب البداية والنهاية ، ص ١٦١ .

Marfat.com

فتح آذر بائیجان ۲۲ھ:

نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے جب ہمدان کو دوبارہ فتح کیا اور پھر رے کو فتح کرلیا تو بکیر بن عبداللہ کو ہمدان سے آذر بائیجان ❶ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجازت مل جانے کے بعد ان کے پیچھے ہی سماک بن خرشہ کو روانہ کیا، ساتھ ہی ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو بھی مسلح کیا۔ سماک اپنی فوجی کمک لے کر ابھی بکیر تک نہ پہنچے تھے کہ اسفندیاذ بن فرخزاد کی جمعیت نے بکیر اور ان کی فوج سے جنگ چھیڑ دی۔ لیکن الحمد للہ مشرکین کو شکست ہوئی اور اسفندیاذ کو بکیر نے گرفتار کرلیا۔ پھر پوچھا تم صلح چاہتے ہو یا جنگ؟ اس نے کہا: صلح۔ بکیر نے کہا: پھر مجھے اپنے یہاں ٹھہرنے دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ بکیر وہاں ٹھہر کر آذر بائیجان کا ایک ایک شہر فتح کرتے رہے اور عتبہ دوسری سمت سے آذر بائیجان کے ایک ایک شہر اور بستی کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اسی دوران میں عمر رضی اللہ عنہ کا خط موصول ہوا کہ بکیر، عتبہ بن فرقد کو لے کر ''باب'' کی طرف پیش قدمی کریں اور سماک کو عتبہ کا نائب بنا دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان کے تمام شہروں و بستیوں کے فوجیوں کو عتبہ بن فرقد کے تابع کر دیا اور بکیر نے اسفندیاذ کو آذر بائیجان میں چھوڑا، پیش قدمی کے دوران عتبہ بن فرقد کی فوج بہرام بن فرخزاد کی فوج سے ٹکرا گئی۔ عتبہ نے اسے شکست دی اور بہرام وہاں سے بھاگ نکلا، جب اسفندیاذ کو اس ہزیمت کی خبر ملی تو اس نے کہا: صلح اب مکمل ہوئی اور جنگ کی آگ بجھ گئی۔ پھر وہاں کے باشندوں نے عتبہ سے صلح کی درخواست کی، جسے آپ نے منظور کرلیا اور اسلامی فوج بسلامت آذر بائیجان میں واپس لوٹی۔ عتبہ اور بکیر دونوں نے فتح کی خبر کے ساتھ مال غنیمت کا خمس بھی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور جب آذر بائیجان کی امارت عتبہ کو سونپی گئی تو آپ نے اس کے باشندوں کے لیے امان و صلح نامہ تحریر فرمایا۔ ❷

فتح باب ۲۲ھ:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ''باب'' فتح کرنے کے لیے سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جو ذی النور کے لقب سے مشہور تھے سالار لشکر نامزد کرتے ہوئے خط روانہ کیا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سراقہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ نکل پڑے۔ مقدمۃ الجیش کے امیر عبدالرحمن بن ربیعہ جب شاہ آرمینیہ شہر براز سے باب ❸ میں ملے تو شہر براز نے عبدالرحمن بن ربیعہ کے سامنے خود سپردگی اور طلب امان کی درخواست کی۔ واضح رہے کہ شہر براز کا اس شاہی گھرانے سے تعلق تھا جس نے قدیم زمانے میں بنی اسرائیل کو قتل اور شام کو تہ و بالا کیا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمن نے اسے امان دے دی۔ وہ آپ کے سامنے آیا اور یہ تاثر دیا کہ اس کا میلان مسلمانوں کی طرف ہے اور وہ ان کا خیر خواہ ہے۔ عبدالرحمن نے کہا: میرے اوپر بھی ایک ذمہ دار ہے، جاؤ اور اس سے اپنی بات کہو۔ اس طرح آپ نے

---

❶ آذر بائیجان ایک وسیع رقبہ اور پہاڑیوں والی ریاست ہے۔ بلاد دیلم سے اس کی سرحدیں ملتی ہیں۔

❷ تاریخ الطبری: ٥/ ١٤١، ١٤٢.

❸ طبرستان کی ساحل پر ایک بڑا شہر ہے۔

نے اسے امیر لشکر سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے سراقہ سے امان طلب کی، آپ نے اسے امان دینے کا معاہدہ کر لیا۔ اس کے بعد سراقہ نے بکیر بن عبداللہ لیثی، حبیب بن مسلمہ، حذیفہ بن اسید اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان پہاڑی علاقوں میں بھیجا جو آرمینیہ کے حدود میں آتے تھے مثلاً تفلیس اور موقان وغیرہ۔ بکیر نے موقان فتح کیا اور وہاں کے باشندوں کو امان دی۔ اسی دوران امیر لشکر سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان کا قائم مقام منتخب کر لیا گیا۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ نے انہیں امیر لشکر نامزد کیا اور ''ترک'' پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ ❶

ترکوں سے پہلا معرکہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے نام ترکوں پر لشکر کشی کا جب حکم آیا تو آپ نے کارروائی شروع کی اور حکم فاروقی کی تعمیل میں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے ''باب'' سے آگے بڑھے۔ یہ پیش قدمی دیکھ کر شہر بزار نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ترکوں کے بادشاہ بَلَنْجَرْ کو زیر کرنا ہے۔ شہر بزار نے کہا کہ ہمیں ان سے صلح کر لینی چاہیے۔ ہم باب کے پیچھے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: اللہ نے ہمارے پاس رسول بھیجا، اس کی زبان سے ہمیں اپنی مدد و کامیابی کا یقین دلایا اور اب تک ہم بحمد اللہ کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ پھر آپ نے آگے بڑھ کر ترک والوں سے جنگ کی اور بلنجر کے حدود سلطنت میں دو سو فرسخ تک اندر گھستے چلے گئے۔ متعدد حملے کیے اور پھر دور عثمانی میں بھی آپ کے مثالی کارنامے رہے۔ ❷

معرکۂ خراسان ۲۲ھ:

احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ بلاد عجم میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے دیں اور کسریٰ یزدگرد کو چاروں طرف سے گھیر لیں، اس لیے کہ مسلمانوں کے خلاف فارسی فوجوں کو لڑانے کا وہی اصل محرک ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے اس بات کی اجازت دے دی۔ احنف ہی کو امیر لشکر مقرر کیا اور بلاد خراسان کو فتح کرنے کی ذمہ داری انہیں سونپ دی۔ احنف نے اسلامی فوجوں کا ایک انبوہ لے کر یزدگرد کے خلاف خراسان پر چڑھائی کی، خراسان میں داخل ہوئے اور لڑتے ہوئے ''ہرات'' کو فتح کیا۔ وہاں صحار بن فلان العبدی کو اپنا نائب بنایا اور خود مرو الشاہجان ❸ کی طرف آگے بڑھے، کیونکہ وہاں یزدگرد موجود تھا، آپ نے اپنے آگے مطرف بن عبداللہ شخیر کو نیساپور اور حارث بن حسان کو ''سرخس'' ❹ روانہ کیا۔ جب احنف مرو الشاہجان کے قریب پہنچے تو یزدگرد وہاں سے بھاگ کر ''مرو الروذ'' چلا گیا۔ احنف نے آسانی سے مرو الشاہجان کو فتح کر لیا اور وہاں ٹھہر گئے۔ ادھر یزدگرد جونہی مرو الروذ پہنچا اس نے شاہ ترک خاقان، شاہ صغد اور شاہ چین

---

❶ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۴۵.
❷ تاریخ الطبری: ۵/ ۱۴۲ تا ۱۴۷.
❸ اصل مرو کا ایک شہر اور خراسان کا ایک قصبہ ہے۔
❹ نیساپور اور مرو کے درمیانی راستے پر ایک شہر ہے۔

Marfat.com

سے خط و کتابت کر کے ان سب سے مدد کی درخواست کی۔ احنف بن قیس نے حارثہ بن نعمان کو مروالشاہجان پر اپنا نائب مقرر کیا اور خود آگے بڑھ کر مروالروذ پہنچے، اس وقت تک احنف بن قیس کے پاس چار امراء کی الگ الگ قیادت میں کوفہ سے امدادی فوجیں آ پہنچیں۔ جب یزدگرد کو اس بات کا علم ہوا تو وہاں سے بلخ [1] بھاگ گیا، احنف نے بلخ تک اس کا پیچھا کیا اور وہیں پر دونوں فوجیں آپس میں ٹکرا گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے یزدگرد کو شکست دی اور وہ اپنی بچی کھچی فوج لے کر دریائے جیحون کے اس پار بھاگ گیا۔ اس طرح پورے خراسان کی باگ ڈور احنف بن قیس کے ہاتھوں میں آ گئی اور انہوں نے ہر شہر میں اپنا مقرر امیر مقرر کیا، خود لوٹ کر ''مروالروذ'' پہنچے اور پورے خراسان کی فتح کی بشارت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے احنف کے نام جوابی خط تحریر کیا اور یہ ہدایت کی کہ دریا عبور نہ کرنا اور تمہارے سامنے خراسان کے جو مفتوحہ علاقے ہیں ان کی حفاظت کرنا۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ یزدگرد نے مروالروذ سے شاہان عجم کے نام تعاون کے لیے خط لکھا تھا، چنانچہ جب اس کا قاصد امداد طلبی کا خط لے کر ان دونوں شاہان عجم کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی، ادھر یزدگرد دریائے جیحون عبور کر کے ان دونوں کی ملکی سرحدوں میں داخل ہو کر ان سے مدد کی فریاد کرنے لگا۔ خاقان نے اس کا ساتھ دیا اور بلخ تک آیا، یہاں تک کہ مروالروذ میں احنف بن قیس کے قریب ہو گیا۔ تب تک احنف بھی کوفہ اور بصرہ سے آئی ہوئی اپنی فوجوں کو لے کر ظاہر ہوئے، ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اس دوران دشمن کے دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اگر مسلمانوں کا امیر لشکر ہوشیار ہوگا تو وہ اس پہاڑ کو اپنی پشت پناہ اور دریا کو خندق کا درجہ دے گا، کیونکہ ایسی صورت میں مقابل کو اس تک پہنچنے کے لیے صرف ایک ہی راستہ ملے گا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو احنف بن قیس نے مسلمانوں کو ٹھیک اسی جگہ کھڑا کیا جو مدد اور صحیح تجزیہ کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ دوسری طرف سے فارسیوں اور ترکوں کا دل دہلا دینے والا لشکر جرار آگے بڑھتا دکھائی دیا۔ احنف بن قیس کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: تمہاری قلت اور دشمن کی کثیر تعداد تمہیں خوفزدہ نہ کرے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۲۴۹ ﴾

(البقرة: ٢٤٩)

''کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ترک فوجیں دن بھر جنگی جھڑپیں کرتی رہیں اور احنف کو نہیں معلوم تھا کہ یہ لوگ رات کو کہاں جائیں گے۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں آپ ایک دستہ کے دستہ خاقان کی تلاش میں نکلے اور صبح ہوتے ہوتے دیکھا کہ ترک فوج کا ایک شہ سوار حالات کے تیور معلوم کرنے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کے گلے میں طوق ہے

[1] خراسان کے خوبصورت شہروں میں سے ایک ہے، نہر جیحون کے قریب واقع ہے۔

Marfat.com

اور طبلہ بجا رہا ہے۔ احنف اس کی طرف بڑھے اور طرفین سے نیزوں کا تبادلہ ہوا، احنف کا وار کامیاب رہا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اسے قتل کر دیا:

إن علـى كـل رئيـس حقـا
أن يـخـضـب الصعدة أو تندقا

"یہ سردار پر واجب ہے کہ نیزے کو خون سے رنگ دے یا (لڑتے لڑتے) ٹوٹ جائے۔"

إن لهـا شيـخـا بهـا مـلـقـى
سيف أبـي حـفـص الـذي تبـقـى

"اس نیزے کو چلانے والا بے شک ایک بوڑھا ہے۔ ابوحفص کی تلوار ہی باقی رہے گی۔"

پھر ترک فوجی سے اس کے گلے کا طوق چھین لیا اور اس کی جگہ کھڑے ہو گئے، دوسرا باہر آیا، اس کے ساتھ ایک طبلہ تھا وہ اسے بجا رہا تھا۔ احنف اس کی طرف بڑھے اور اسے بھی قتل کر دیا اور اس کا طوق چھین لیا، پھر تیسرا فوجی نکلا اس کو بھی قتل کر کے اس کا طوق لے لیا۔ پھر احنف جلدی سے لوٹ کر اپنی فوج میں واپس آئے اور اس واردات کی خبر کسی ترک سپاہی کو نہ ہوئی۔ ترک فوجیوں کے یہاں جنگ لڑنے کا یہ رواج تھا کہ وہ آغاز جنگ سے پہلے ادھیڑ عمر کے تین آدمیوں کو آگے بھیجتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک باری باری طبلہ بجاتے آگے جاتا تھا۔ بہرحال تینوں کا کام تمام ہونے کے بعد ترک فوجی آگے آئے تو دیکھا کہ ان کا شہ سوار دستہ زمین پر مقتول پڑا ہے۔ اس واردات کو خاقان نے بدشگونی پر محمول کیا اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہا: اب ہمارا پڑاؤ لمبا ہو چکا ہے اور ہمارے آدمی ایسی جگہ مارے جا چکے ہیں کہ ہم نے کبھی اس کا تصور بھی نہ کیا تھا۔ اس قوم (مسلمانوں) سے جنگ کرنے میں ہمارے لیے بھلائی نہیں ہے، ہمیں لوٹ جانا چاہیے اور پھر سب واپس لوٹ گئے۔ ❶

مسلمانوں نے احنف سے کہا کہ اگر ان کا پیچھا کیا جائے تو کیسا رہے گا؟ احنف نے کہا: اپنی جگہ ٹھہرے رہو، انہیں جانے دو۔ احنف کا فیصلہ بالکل درست تھا، اس لیے کہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

((أُتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوكُمْ .)) ❷

"ترک جب تک تمہیں نہ چھیڑیں تم انہیں نہ چھیڑو۔"

فرمان الٰہی سچ ہے:

﴿وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴾ (الاحزاب: ٢٥)

❶ تاريخ الطبري: ٥/ ١٥٩ .

❷ معجم الطبراني الكبير . امام البانی نے کہا کہ یہ موضوع روایت ہے۔ دیکھئے: سلسلة الأحاديث الضعيفة ، حديث نمبر ١٧٤٧ .

Marfat.com

''اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔''

کسریٰ یزدگرد، زبردست نقصان اٹھا کر واپس لوٹا، اس کی پیاس نہ بجھی، نہ کوئی بھلائی ہاتھ آئی اور نہ اپنی امید کے مطابق اسے کامیابی ملی، بلکہ جس پر امداد کی امید لگائے بیٹھا تھا وہی بھاگ کھڑا ہوا، یزدگرد کے سامنے اب اندھیرا ہی اندھیرا تھا، اب وہ نہ ادھر کا تھا نہ ادھر کا:

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴾ (النساء: ۸۸)

''اور جسے اللہ راہ بھلا دے تو ہرگز اس کے لیے کوئی راہ نہ پائے گا۔''

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے اور کہاں جائے؟ مدد کا آخری سہارا چین کے بادشاہ کے پاس اپنا قاصد بھیج کر اس سے مدد طلب کی۔ بادشاہ نے قاصد سے پوچھا کہ ہمیں اس قوم کے بارے میں کچھ بتاؤ جس نے بڑے بڑے شہروں کو فتح اور سرداروں اور سورماؤں کو غلام بنا لیا ہے۔ قاصد نے مسلمانوں کا تعارف پیش کیا اور بتایا کہ وہ کس طرح گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں، کیا کرتے ہیں اور کیسے نماز پڑھتے ہیں۔ بادشاہ نے قاصد کے ہاتھوں یزدگرد کے نام جوابی خط تحریر کیا کہ ایسا لشکر جرار جس کا اگلا سرا ''مرو'' میں اور آخری سرا چین میں ہوگا، اسے بھیجنے میں یہ بات میرے سامنے رکاوٹ نہیں بنتی کہ میں اپنی ذمہ داری سے ناواقف ہوں۔ نہیں بلکہ تمہارے قاصد نے اس قوم (یعنی مسلمانوں) کی جو صفت بیان کی ہے، میرے خیال سے اگر وہ پہاڑ سے ٹکرا جائیں تو اسے بھی چور چور کر دیں گے۔ پس اگر میں تمہاری مدد کے لیے آگے آتا ہوں تو میرا انجام بالکل ظاہر ہے۔ یزدگرد مرتا کیا نہ کرتا، مجبور ہو کر مسلمانوں سے صلح کی درخواست کرنے لگا اور ان کی شرائط پر صلح کر لی۔ اس طرح کسریٰ اور آل کسریٰ سلطنت اسلامیہ کے بعض شہروں میں ذلت و رسوائی کی زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ دور عثمانی میں اسے قتل کر دیا گیا۔ [1] اور جب احنف نے فتح کی خوشخبری، ترک سپاہیوں سے چھینے ہوئے اموال غنیمت، ان کے سخت جانی نقصان اور نامراد واپسی کی تفصیل لکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجی تو خط پانے کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے، چند آیات قرآنی کی تلاوت کی گئی اور پھر آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دے کر مبعوث کیا اور ان کے متبعین سے دیر سویر دنیا و آخرت کی بھلائی اور ثواب دینے کا وعدہ کیا، فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبة: ۳۳)

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے،

---

[1] تاریخ الطبری (۵/ ۱۶۰).

Marfat.com

خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔‘‘

پس شکر ہے اس اللہ واحد کا جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے لشکر کی مدد کی۔ سن لو! آج اللہ نے مجوسی بادشاہت کو زمین بوس اور ان کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اپنی حکومت کی ایک بالشت زمین کی بھی ملکیت اب ان کے ہاتھوں میں نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچا سکیں۔ سن لو! اللہ نے اب تم کو ان کی زمین، جائداد، مکانات اور رعایا کا وارث بنا دیا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسے کرتے ہو، لہٰذا ہمیشہ چوکنے رہو، تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ تم اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرنا کہ وہ تمہارے بدلے دوسری قوم کو لے آئے گا۔ مجھے اس امت محمدیہ پر اس کے داخلی فتنوں ہی سے خوف ہے۔ [1]

فتح اصطخر ۲۳ھ:

مسلمانوں نے ۲۳ ہجری میں اصطخر کو دوبارہ فتح کیا۔ اس لیے کہ وہاں کے باشندوں نے بدعہدی کی تھی۔ اسے پہلی مرتبہ بحرین کی سرزمین سے دریا عبور کر کے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی فوج نے فتح کیا تھا۔ مقام طاؤس میں اسلامی اور فارسی فوجوں کے درمیان لڑائی ہوئی تھی اور ’’ہربذہ‘‘ نے جزیہ پر مصالحت کر لی تھی، لیکن شہرک نے عہد توڑ دیا، فارسیوں کو ابھارا اور انہوں نے بھی عہد توڑ دیا۔ ان کی سرکوبی کے لیے عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے اور بھائی کو حکم بھیجا، انہوں نے فارسیوں کے چھکے چھڑا دیے، اللہ نے مشرکوں کے لشکر کو شکست دی اور حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے شہرک کو قتل کر دیا۔ [2]

’’فسا‘‘ اور ’’دارابجرد‘‘ کی فتح ۲۳ ہجری:

ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ نے حکم فاروقی کے بموجب ’’فسا‘‘ اور ’’دارابجرد‘‘ کا رخ کیا۔ مقابلہ کے لیے ایرانیوں اور کردوں کا بہت بڑا لشکر تیار کھڑا تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ اسی رات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خواب میں میدان جنگ اور دشمن کی تعداد دیکھی، آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اسلامی فوج کھلے میدان میں ہے، ان کے پیچھے پہاڑ ہے، اگر وہ اسے اپنی پشت بنا لیں تو صرف ایک ہی طرف سے انہیں دشمن کا خطرہ رہے گا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو آپ نے ’’اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ.‘‘ کی منادی کرائی اور جب وہ وقت آ گیا جس میں جنگ چھڑنے کو آپ نے دیکھا تھا تو لوگوں کے پاس آئے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ لوگوں کو اپنے خواب کی تفصیل بتائی اور بلند آواز سے کہا: ’’یا ساریۃ الجبل! اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اللہ کی فوجیں ہوتی ہیں، شاید کہ ان میں سے کوئی میری بات مسلمانوں کو پہنچا دے۔ راوی کا بیان ہے کہ ساریہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی

---

[1] تاریخ الطبری: ٥/ ١٦٢، ١٦٣.

[2] تاریخ الطبری: ٥/ ١٦٦.

Marfat.com

ہدایت کے مطابق اپنے مقام پر عمل کیا اور اللہ نے انہیں دشمن اور ان کے ملکوں پر فتح دی۔ ❶

فتح کرمان وسجستان ۲۳ ہجری:

۲۳ ہجری میں سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ کرمان کی مہم پر گئے اور اسے فتح کیا۔ ❷ بعض راویوں کے نزدیک اسے عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ ❸ جب کہ بعض مورخین کے نزدیک عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شدید جنگ کے بعد یہ شہر فتح ہوا۔ کرمان کی سرحدیں کافی وسیع تھیں اور اس کی آبادیاں سد سے دریائے بلخ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں کی سرحدوں سے یہ لوگ قندھار اور ترک سے بھی نبرد آزمائی کر رہے تھے۔ ❹

فتح مکران ۲۳ ہجری:

۲۳ ہجری میں حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مکران فتح ہوا، شہاب بن مخارق نے بھی ان کی مدد کی، پھر سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہما بھی ان کی مدد کو آ پہنچے اور سب نے متحد ہو کر شاہ سندھ کے خلاف محاذ آرائی کی۔ اللہ نے لشکر سندھ کو ہزیمت کا منہ دکھایا اور مسلمانوں کو ان سے کافی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے خمس اور فتح کی بشارت کے ساتھ صحار بن عبدی کو دربار خلافت روانہ کیا، جب وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے مکران کے حالات پوچھے۔ انہوں نے نہایت مقفیٰ مسجع عبارت میں کہا: اے امیر المومنین! وہاں کا میدانی علاقہ پہاڑوں کا بھرم، پانی بہت کم، کھجوریں بے کار، دشمن بہادر و ہوشیار، بھلائی قلیل، برائی طویل، وہاں جو زیادہ ہے وہ کم ہے اور جو کم ہے وہ کالعدم ہے، اور جو علاقہ اس کے بعد ہے، وہ اس سے بھی برا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم شعر کہہ رہے ہو یا خبر دے رہے ہو۔ صحار نے کہا: خبر دے رہا ہوں۔ پھر آپ نے حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ مکران سے آگے نہ بڑھیں اور دریا پار نہ کریں۔ ❺

کردوں سے جنگ:

کردوں کی ایک جماعت کے ساتھ فارسیوں نے اتحاد کر کے مسلمانوں کے خلاف محاذ تیار کیا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ''نہر تیرے'' کے قریب ''بیروذ'' ❻ کی سرزمین سے ان کا مقابلہ کیا۔ پھر وہاں سے خود اصفہان کی مہم پر روانہ ہوئے اور ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کے بھائی مہاجر بن زیاد کی شہادت کے بعد ربیع کو وہاں کی جنگ کی باگ ڈور سونپ دی، انہوں نے جنگ کی قیادت سنبھالی اور دشمن کی ناک میں دم کر دیا اور آخر میں اللہ نے سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اور اپنے نیکوکار و فرماں بردار بندوں کو اپنی سنت و عادلانہ نظام کے مطابق دشمنوں پر فتح عطا

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ١٦٨، ١٦٩ . (شرح أصول اعتقاد أهل السنة/ اللالكائي، اثر نمبر: ٢٥٣٧) علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (۱۶۷۸/۳) حدیث نمبر: (۵۹۵۴) اور دیکھئے: تهذيب البداية والنهاية، ص: ١٧٠، علماء نے اس کو عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے شمار کیا ہے۔

❷ تهذيب البداية والنهاية، ص: ١٧١ .

❸ تهذيب البداية والنهاية، ص: ١٧١ .

❹ ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، ص: ١٧١ .

❺ تاريخ الطبری: ٥/ ١٧٢، ١٧٣، ١٧٤ .

❻ ''بیروذ'' اور نہر تیرے'' اہواز کے قریب کے چھوٹے چھوٹے شہر ہیں۔

Marfat.com

کی۔ پھر مال غنیمت کا خمس اور مژدہ فتح کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا گیا۔ ❶

اس طرح دور فاروقی میں پورے بلاد عراق وایران پر اسلامی فتح کا پرچم بلند ہو گیا اور مسلمانوں نے مختلف علاقوں میں مسلح فوجوں کی چوکیاں قائم کر دیں تاکہ بھگوڑے ایرانی دوبارہ دراندازی کی کوشش نہ کریں۔

درحقیقت کافی جانفشانی اور مشقتیں برداشت کرنے کے بعد مشرق (عجم) میں اسلامی فتوحات کے پرچم بلند ہو سکے۔ مسلمانوں اور ان کے مقابل دشمنوں کے نسلی تفاوت کی وجہ سے مسلمانوں کو عظیم قربانیوں کے نذرانے پیش کرنا پڑے۔ ایران کے باشندے فارسی تھے، ان کی زبان، جنس اور ثقافت ہر چیز عربوں سے جداگانہ تھی۔ ان کی بہادری کی طویل تاریخ اور تہذیب وتمدن کی گہری جڑیں انہیں بار بار قومی حمیت وغیرت کا احساس دلاتی تھیں۔ بالخصوص وہ اس لیے بھی غم وغصہ سے پھٹے جا رہے تھے کہ جنگ ان کے گھروں میں گھس کر ان کے سینے پر لڑی جا رہی تھی۔ باوجودیکہ مجوسی علماء وقائدین کی رغبت پر ان کے ہم مذہبوں کی اچھی خاصی تعداد ان کے ساتھ تھی اور وہاں کی فضا بھی ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ مزید برآں اسلامی فوج کافی دور یعنی بصرہ اور کوفہ سے آکر ان پر حملہ آور ہوئی تھی۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے دشمن کے تمام تر فوجی مراکز برباد ہو گئے اور عہد فاروقی یا عہد عثمانی میں انہیں فتح کر لیا گیا۔ ❷

---

❶ تهذيب و ترتيب البداية والنهاية، ص: ١٧٢ .

❷ عصر الخلافة الراشدة: ٣٣٩، ٣٤٠ .

Marfat.com

(۵)

فتوحات عراق و مشرق سے مستنبط ہونے والے دروس و عبر اور فوائد

مجاہدین اسلام کے دلوں میں قرآنی آیات واحادیث نبویہ کی تاثیر:

جہاد کی فضیلت بیان کرنے والی قرآنی آیات مجاہدین اسلام کے دلوں پر کافی اثر انداز تھیں۔ ان کے حق میں رب العالمین کی طرف سے یہ شہادت مل چکی تھی کہ مجاہدین کی ہر حرکت وعمل باعث اجر وثواب ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٢٠ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٢١ ﴾ (التوبة: ۱۲۰۔ ۱۲۱)

”مدینہ والوں کا اور ان کے ارد گرد جو بدوی ہیں، ان کا حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ، اللہ کے راستے میں انھیں نہ کوئی پیاس پہنچتی ہے اور نہ کوئی تکان اور نہ کوئی بھوک اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں، مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

دور اول کے مسلمانوں کو کامل یقین تھا کہ جہاد مکمل نفع بخش تجارت ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١١ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٢ وَاُخْرٰى

Marfat.com

تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ ﴾ (الصف : ۱۰ - ۱۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کردے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے۔''

انہیں پختہ علم ہو چکا تھا کہ جہاد مسجد حرام کی تعمیر و پاسبانی اور حجاج کرام کو پانی پلانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ ﴾ (التوبة: ۱۹-۲۲)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جہاد ہر حال میں کامیابی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ ﴾ (التوبة: ۵۲)

''کہہ دے تم ہمارے بارے میں دو بہترین چیزوں میں سے ایک کے سوا کس کا انتظار کرتے ہو اور

ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے کوئی عذاب پہنچائے، یا ہمارے ہاتھوں سے۔ سو انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔''

ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ شہید کی زندگی ختم نہیں ہوتی، بلکہ انہیں دوسری سرمدی زندگی ملتی ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝١٦٩ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝١٧٠ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٧١﴾ (آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

جس عظیم مقصد کی حصول یابی کے لیے وہ لڑ رہے تھے اسے وہ بخوبی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٧٤ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝٧٥ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝٧٦﴾ (النساء: ۷۴-۷۶)

''پس لازم ہے کہ اللہ کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے بیچتے ہیں اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آ جائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر

کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں سے جہاد کی فضیلتیں بتائیں جن کی وجہ سے ان کے احساسات جاگ گئے اور قوتیں دوبالا ہوگئیں۔ ان احادیث نبویہ میں سے چند احادیث یہ ہیں:

❁ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں کون سب سے اچھا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

((مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ .)) ❶

''مومن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔''

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا بلند مقام بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ .)) ❷

''جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو فردوس کا سوال کرو۔ فردوس جنت کا سب سے اونچا اور بیچ کا حصہ ہے۔''

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی فضیلت و کرامت کو ان الفاظ میں بیان کیا:

((إِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ إِلَّا إِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ أَنْ أَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ .)) ❸

''جو شخص خلوص نیت کے ساتھ مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور میرے رسول کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے پکار کر کہتا ہے کہ اسے مال غنیمت اور اجر عظیم کے ساتھ (اس کے گھر) لوٹا دوں گا یا جنت میں داخل کروں گا۔ اگر میں اپنی

---

❶ صحيح بخاری، الجهاد والسير، باب افضل الناس مؤمن: ٢٧٨٦.

❷ صحيح بخاری، الجهاد والسير، درجات المجاهدين فی سبيل الله: ٢٧٩٠.

❸ صحيح بخاری، الإيمان، باب الجهاد من الايمان: ٣٦.

Marfat.com

امت پر گراں نہ سمجھتا، تو کسی سریہ میں شرکت کرنے سے پیچھے نہ رہتا۔ میری دلی تمنا تھی کہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔''

❁ اور ایک مرتبہ فرمایا:

((مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ .)) ❶

''جو شخص جنت میں جاتا ہے وہ پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا گو اس کو زمین کی ساری دولت مل جائے، البتہ شہید دنیا میں آنے اور دس بار اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی آرزو کرتا ہے کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔''

ان کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن سے دور اول کے مسلمان متاثر ہوئے اور آج بھی ان کے طریقہ پر زندگی گزارنے والے متاثر ہیں۔ ان کے تاثر کا یہ عالم ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بوڑھے ہو چکے ہیں، پھر بھی غزوہ کو جا رہے ہیں۔ دیگر مجاہدین ان کے ساتھ احترام و مہربانی اور خیر خواہی کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں کہ آپ لوگ معرکوں میں شریک نہ ہوں آپ لوگ معذوروں میں سے ہیں، لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ سورۂ توبہ انہیں بیٹھنے سے روکتی ہے اور اگر ہم غزوہ سے پیچھے رہ گئے تو کہیں ہمارا شمار منافقین میں نہ ہونے لگے۔ ❷

جہاد فی سبیل اللہ کے بعض مفید نتائج:

خلافِ راشدہ کے زریں دور میں صحابہ اور تابعین، امت اسلامیہ کی بقا کے لیے جہاد کو ایک لازمی ضرورت سمجھتے تھے۔ اسی لیے عراق، شام، بلادِ مشرق، مصر اور شمالی افریقہ کی فتوحات میں فریضہ جہاد کو بخوبی انجام دیا اور اس کے کافی مفید نتائج سامنے آئے، مثلاً:

❁ امت مسلمہ کو انسانی قیادت کا اہل بنایا۔

❁ کفار کی طاقت توڑ دی اور انہیں مرعوب کیا۔

❁ اسلامی دعوت کی صداقت کا اعلان کیا اور یہی وجہ تھی کہ لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہوئے، اسلام کو سر بلندی عطا ہوئی اور کفر سرنگوں ہوا۔

❁ دشمنان دین اسلام کے خلاف مسلمانوں کے مثالی اتحاد کا مظاہرہ ہوا اور اس کے ذریعے سے انہوں نے پوری

---

❶ صحيح بخاري، الجهاد والسير، باب تمنى المجاهد ان يرجع الى الدنيا: ۲۸۱۷ .

❷ الجهاد فى سبيل الله، القادري: ۱/ ۱۴۵ .

دنیائے انسانیت کو اسلام کی خوبیوں اور عدل و رحمت کی روشنی دکھائی۔ [1]

فتوحات عراق و بلاد مشرق میں اللہ کی سنتوں کا ظہور

فتوحات عراق اور بلاد مشرق (عجم) کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ اللہ کی بعض سنتیں ہیں جن کا ظہور انسانی سماج اور رعایا، حکام اور حکومتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ ان الٰہی سنتوں کا مختصر بیان یوں ہے:

۱: اسباب و وسائل کا استعمال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (الانفال: ۶۰)

''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس آیت کے وسیع مفہوم اور تقاضوں کو بالکلیہ نافذ کیا اور اس وقت کے تمام تر مادی و معنوی اسباب کو استعمال کیا، جیسا کہ پچھلے مباحث میں ہم نے دیکھ لیا۔

۲: تدافع (ایک گروہ کے ذریعے سے دوسرے گروہ کو ہٹانے) کا قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۵۱)

''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

ہمیں یہ سنت الٰہی عموماً تمام فتوحات میں نظر آتی ہے، ایک فرد، گروہ اور حکومت کے ذریعے سے دوسرے فرد، گروہ اور حکومت کو ہٹانے کی یہ سنت الٰہی کائنات میں اللہ کے اہم اور عظیم اصولوں میں سے ایک ہے، اس کا تعلق امت اسلامیہ کو غلبہ و اقتدار دینے سے ہے۔ امت مسلمہ کے ہراول دستے نے اس الٰہی سنت کے ہمہ جہت

---

[1] الجهاد فی سبیل الله، القادری: ۲/ ۴۱۱ تا ۴۸۲.

مثبت اثرات کو نگاہوں کے سامنے رکھا، انہیں عملی جامہ پہنایا اور جان لیا کہ حق کی سربلندی کے لیے پختہ عزائم، مضبوط بازوؤں، پرسوز دلوں اور زندہ اعصاب کی ضرورت ہے۔ وہ انسانوں سے قربانیاں چاہتا ہے۔ اس لیے کہ ہمیشہ سے دنیوی زندگی میں اللہ کا یہی قانون چلا آرہا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ ❶

۳: ابتلاء و آزمائش کا قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿٢١٤﴾ ﴾ (البقرة: ٢١٤)

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔''

فتوحات عراق میں خاص طور پر معرکہ جسر جس میں ابوعبید نے دریا عبور کر لیا تھا، مسلمانوں کے سر آزمائش آپڑی، ہزاروں مسلمان شہید کر دیے گئے اور ان کا لشکر شکست سے دوچار ہوا۔ لیکن دوبارہ سنبھلے، صف بندی کی اور فارسیوں پر متعدد معرکوں میں کامیابی پائی، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ﴾ (آل عمران: ١٨٦)

''یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی۔''

ان آیات کریمہ کے اندر یہ بات صاف طور سے دیکھی جاسکتی ہے کہ امت مسلمہ پر ابتلاء و آزمائش کے نزول کا بیان نہایت یقینی اور تاکیدی شکل میں ہوا ہے۔ ❷ پس اس قانون الٰہی کی روشنی میں ضروری ہے کہ امت اپنی اعتقادی و دعوتی تحریک میں مشکلات و مصائب کا سامنا کرے، جانی و مالی تکلیفیں برداشت کرے اور ان تمام عوارض کا نہایت صبر و ہمت سے مقابلہ کرے۔ ❸

۴: ظلم اور ظالموں کے بارے میں قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ

❶ لقاء المومنين، عدنان النحوي: ٢/ ١١٧.

❷ التمكين للأمة الإسلامية في ضوء القرآن، ص: ٢٣٧.

❸ تبصير المومنين بفقه النصر والتمكين، الصلابي، ص: ٤٥٦.

Marfat.com

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾﴾ (ھود: ۱۰۰-۱۰۲)

''یہ ان بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم تجھے بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کھڑی ہیں اور کچھ کٹ چکی ہیں۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پھر ان کے وہ معبود ان کے کچھ کام نہ آئے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انھوں نے ہلاک کرنے کے سوا انھیں کچھ زیادہ نہ دیا۔ اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔''

ظالم قوموں کو تباہ و برباد کرنے کا نظام الٰہی ہمیشہ سے جاری ہے، فارسی بادشاہت نے اپنی رعایا پر ظلم کی تمام تدبیروں کو آزمایا تھا، اللہ کے بتائے ہوئے قانون اور نظام زندگی کو چیلنج کیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر سنت الٰہی نافذ ہوئی، اس نے فارسیوں پر مسلمانوں کو مسلط کر دیا اور مسلمانوں نے انہیں اس صفحہ ہستی سے نابود کر دیا۔ ❶

۵: خوشحالوں اور عیش پرستوں کے بارے میں قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾﴾ (الاسراء: ۱۶)

''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے تو اس پر بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے برباد کر دیتے ہیں، بری طرح برباد کرنا۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ جب کسی بستی کی ہلاکت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو اس کے خوشحال لوگوں یعنی عیش پرستوں، سرداروں اور حکام کو اپنی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، لیکن وہ اپنی بداعمالیوں پر اڑے ہوتے ہیں، پھر ہم ان پر اپنا فیصلہ نافذ کر کے ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس آیت میں باوجود یہ کہ سارے انسانوں کو اطاعت الٰہی کا حکم دیا گیا ہے، لیکن خوشحال لوگوں کا ذکر خاص طور سے اس لیے ہوا ہے کہ وہی فسق و فجور اور بدکاریوں کے ٹھیکیدار اور گمراہیوں کے سردار ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے عوام جو کچھ کرتی ہے وہ دیکھا دیکھی کرتی ہے، لہٰذا ان کو تاکیدی طور پر اطاعت کا حکم دیا گیا۔ ❷ یہ حقیقت فارس کے سرداروں اور بادشاہوں میں دیکھی جا سکتی ہے جو اپنی انہی بداعمالیوں کی وجہ سے قانون الٰہی کی گرفت میں آئے۔

❶ السنن الإلٰهيه في الأمم والجماعات والأفراد، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱۔ ❷ تفسیر الآلوسی: ۱۵/ ۴۲۔

Marfat.com

٦: سرکشی اور سرکشوں کے بارے میں قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾﴾ (الفجر: ١٤)

''یقیناً تیرا رب گھات میں ہے۔''

اس آیت کریمہ میں تمام گناہ گاروں کو وعید الٰہی ہے اور بعض کے نزدیک صرف کافروں کو وعید ہے۔ ❶ اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان پر نگاہ لگائے ہوئے ہے تا کہ وہ انہیں پورا پورا بدلہ دے۔ ❷ یہ اور اس طرح کی تمام آیات میں مفسرین کے اقوال سے یہ ظاہر ہے کہ سرکش قوموں پر دنیا ہی میں اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ سے اللہ کی سنت رہی ہے، ماضی میں سرکش قوموں نے اس کا مزہ چکھا، حال میں چکھ رہی ہیں اور مستقبل میں بھی چکھیں گی۔ دنیا کا کوئی سرکش عذاب الٰہی سے نہ دنیا میں بچ پائے گا اور نہ آخرت میں۔ ❸ سرکشوں کے بارے میں عذاب الٰہی کی جو سنت ہمیشہ سے جاری ہے اس سے صرف اللہ سے ڈرنے والا اور اس پر کامل ایمان رکھنے والا ہی عبرت پکڑتا ہے اور وہ شخص نصیحت پکڑتا ہے جسے یقین ہے کہ اللہ کا قانون اٹل ہے وہ کسی کے ساتھ ناانصافی کرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے برے انجام کا ذکر کرنے کے بعد سرکشوں کے لیے متعین کردہ قانون الٰہی سے عبرت پکڑنے والوں کو اس طرح ذکر کیا ہے:

﴿فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٢٦﴾﴾

(النازعات: ٢٥-٢٦)

''تو (سب سے بلند و بالا) اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کر دیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرے۔''

اسی نظام الٰہی کے تحت متمرد شاہان فارس عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔

٧: بتدریج اعمال کی انجام دہی کا قانون الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ کسی چیز کو بتدریج انجام دیتا ہے۔ اسی قانون الٰہی کے تحت عراق و بلاد مشرق (عجم) فتح ہوئے۔ چنانچہ عہد صدیقی سے پہلے مرحلے کا آغاز ہوا، بایں طور کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حیرہ کی فتح مکمل ہوئی۔ دوسرا مرحلہ ابو عبید ثقفی کے ہاتھوں عراقی فوجوں کی قیادت سے شروع ہو کر معرکہ بویب پر اور تیسرا مرحلہ جہاد عراق میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی امارت سے لے کر معرکہ نہاوند سے قبل تک ختم ہوتا ہے، جب کہ چوتھا مرحلہ معرکہ نہاوند کا اور پانچواں مرحلہ بلاد عجم میں فتوحات کے عام دروازے کھل جانے کا ہے۔ ان فتوحات اور

❶ السنن الإلٰهیه فی الامم والجماعات والأفراد ص: ١٩٣.

❷ السنن الإلٰهية فی الأمم والجماعات والأفراد، ص: ١٩٣، بحواله تفسير قرطبی۔ ❸ السنن الإلٰهية، ص: ١٩٤.

Marfat.com

جنگی تحریکوں کی بتدریج پیش رفت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کے جوشیلے نوجوانوں کو یہ سیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس روئے زمین پر اقامت دین واسلامی اقتدار کے لیے اپنے عمل میں تدریج اور مرحلہ وار پیش رفت ہونی چاہیے کیونکہ یہ سفر بہت طویل ہے۔ اس لیے خاص طور سے ہمارے جو احباب دعوت اسلام کا کام کر رہے ہیں انہیں اس سنت الٰہی کی ہمہ جہت افادیت اور معنوی قوت کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ عراق اور بلاد مشرق (عجم) میں صبح وشام کے چند لمحات میں اسلامی فتوحات کا پرچم نہیں لہرایا تھا، بلکہ بتدریج عمل کی انجام دہی والی سنت الٰہی اس میں کارفرما تھی۔

۸: افکار واخلاق میں تبدیلی برپا کرنے کی سنت الٰہی:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ﴾ (الرعد: ۱۱)

''کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے فتوحات عراق و بلاد مشرق (عجم) کے دوران اس ربانی نظام کو ان قوموں کے ساتھ پورا پورا برتا جو دین الٰہی میں داخل ہونا چاہتی تھیں۔ قرآنی تعلیمات اور نبوی ہدایات پر لوگوں کی تربیت کی اور ان کے دلوں میں صحیح عقائد، درست افکار اور بلند اخلاق کے پودے لگائے۔

۹: گناہوں اور بداعمالیوں کے بارے میں سنت الٰہی:

اللہ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝﴾ (الانعام: ٦)

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جنھیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمھیں نہیں دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش برسائی اور ہم نے نہریں بنائیں، جو ان کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کر دیے۔''

اللہ تعالیٰ نے فارسی قوم کو اس کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا، ان گناہوں میں سب سے عظیم اور گھناؤنا شرک اور کفر کا گناہ تھا۔ پس اس آیت میں ایک ٹھوس حقیقت کی نشان دہی اور اٹل قانون الٰہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ یہ کہ گناہ، گناہ گاروں کو ہلاکت کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ [1] یہی وجہ رہی کہ جب امت مسلمہ نے روئے زمین پر غلبہ واقتدار پانے کی الٰہی شرطوں اور ربانی

[1] السنن الإلهية، ص: ۲۱۰.

Marfat.com

سنتوں کو اختیار کیا تو اللہ نے انہیں فارسیوں پر غلبہ عطا کیا۔

احنف بن قیس تاریخ کا دھارا موڑتے ہیں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی اس رائے پر قائم تھے کہ صرف فتوحات فارس پر اکتفا کریں اور بلاد مشرق (عجم) میں زیادہ اندر تک اپنی فوج نہ گھسنے دیں۔ خاص طور سے اس لیے بھی کہ اب ہرمزان کی شوکت ٹوٹ چکی تھی اور مسلمانوں نے اہواز فتح کر لیا تھا۔ آپ نے اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا: ''میرے لیے اہل بصرہ اور باشندگان اہواز کافی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور فارس والوں کے درمیان آگ کا پہاڑ (زبردست رکاوٹ) حائل ہو جائے کہ نہ وہ ہم تک پہنچ سکیں اور نہ ہم ان تک'' اور کوفہ والوں کے بارے میں کہا کہ: ''میں چاہتا ہوں کہ ان کے اور پہاڑ کے درمیان آگ کا پہاڑ قائم ہو جائے، نہ وہ ہم تک آ سکیں اور نہ ہم ان تک۔'' آپ نے وفد سے اس معاملے میں صلاح و مشورہ کیا تو احنف نے کہا: اے امیر المومنین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے بلاد مشرق میں پیش قدمی کرنے سے ہمیں روک دیا اور صرف مقبوضہ علاقوں پر اکتفا کرنے کا حکم دیا اور خاص طور سے ایسی حالت میں جب کہ شاہ فارس ابھی زندہ ہے اور اسی کے بل بوتے پر وہ ہمیں برا بھلا کہتے بھی رہتے ہیں، اگر کوئی بادشاہ پہلے کی مخالفت میں کھڑا ہو تو دونوں میں سے کسی نہ کسی نے دوسرے کو باہر نکال ہی دیا، تو میرا خیال ہے کہ جب تک ہم انہیں مزید شکست دینے میں جلدی نہیں کریں گے ہمارا کوئی فائدہ ہونے والا نہیں۔ بلاشبہ ان کا بادشاہ ہی انہیں بار بار جنگ پر ابھارنے کا اصل محرک ہے۔ اس کی رعایا کی یہی عادت رہی ہے اور رہے گی۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ان کے شہروں میں گھس جائیں، شاہ فارس کو اس کی حکومت و مملکت سے باہر نکال دیں، تبھی اہل فارس کی امیدوں کی رگیں کٹیں گی اور وہ رنج والم کے مارے ہوں گے۔ [1]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب سن کر احنف سے کہا: یقیناً تم نے سچ کہا اور مدعا کی توضیح و تشریح کا حق ادا کر دیا، پھر آپ نے انہی کو بلاد فارس پر فوجی کارروائی کا حکم دے دیا اور معاملہ انہی کی رائے پر ختم ہو گیا۔ اس وقت احنف کی فضیلت اور صدق گوئی ابھر کر سامنے آئی اور سب نے فاتحانہ قدم آگے بڑھائے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خراسان کا جھنڈا احنف کے ہاتھوں میں دیا اور مجاہدوں کے قائدین و بہادروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے علم تقسیم کیے، پھر جنگ کی جغرافیائی حالت اور پیش قدمی کا نقشہ بتایا اور ان کے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے امدادی فوجوں کو بھیجنا شروع کر دیا۔ [2]

---

[1] البداية والنهاية: ٧/ ١٣٠.

[2] مع الرعيل الأول، محب الدين الخطيب، ص: ١٤٦.

ساتویں فصل

فتوحات شام، مصر اور لیبیا

- فتوحات شام
- فتوحات مصر ولیبیا
- مصر کے اہم دروس وعبر اور فوائد
- فتوحات فاروقی کے اہم دروس وعبر وفوائد
- سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

فتوحات شام

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام بھیجے جانے والے سب سے پہلے خط میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور وہاں کی فوجوں پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امارت کی خبر تھی۔ خط کا مضمون یہ تھا:

’’حمد وصلاۃ کے بعد معلوم ہو کہ خلیفہ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ابوبکر پر جو حق پر عمل کرنے والے، صحیح کام کرنے والے، نرم مزاج، پاک باز، متواضع اور دانا تھے، میں اپنے اور سارے مسلمانوں کی اس مصیبت پر اللہ سے اجر خیر کا طالب ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تقویٰ کے ذریعے سے گناہ اور برائی سے بچ کر رحمت الٰہی کا مستحق بنوں۔ جب تک زندہ ہوں اس کی اطاعت میں لگا رہوں، مرنے کے بعد جنت میں جاؤں۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے دمشق کا محاصرہ کر لیا ہے۔ میں نے تمہیں مسلمانوں کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔ تم حمص اور دمشق کے نواحی علاقے نیز شام کے دوسرے علاقوں میں فوجی دستے پھیلا دو، لیکن اس معاملہ میں اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی رائے سے کام کرو، صرف میری اس تحریر سے اپنا لشکر خطرہ میں مت ڈال دینا کہ دشمن کو تمہیں نقصان پہنچانے کا حوصلہ ہو۔ جو لوگ تمہارے پاس زائد ہوں انہیں میرے پاس بھیج دو اور جو محاصرہ میں تمہارے لیے ضروری ہوں ان کو اپنے پاس رکھو۔ خالد بن ولید کو روک لو کیونکہ ان کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا۔‘‘ ❶

خط ملنے کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں خط پڑھ کر سنایا، دربار خلافت کے ایلچی نے زبانی یہ بھی کہا کہ اے ابوعبیدہ! عمر رضی اللہ عنہ نے تم سے کہا ہے کہ یزید بن ابوسفیان اور عمرو بن عاص کے بارے میں ہمیں مطلع کریں، ان دونوں کی کیا حالت ہے اور رہن سہن کیسا ہے؟ نیز مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ایلچی کو اپنی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشترکہ جوابی خط دیا، اس کا موضوع یہ تھا:

’’ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب کے نام! السلام علیکم

ہم اللہ واحد کی تعریف کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں۔ اما بعد! ہم دیکھ رہے ہیں کہ

---

❶ تاریخ دمشق: ۲/ ۱۲۵.

Marfat.com

(خلافت سے قبل) اصلاح نفس کی آپ کو فکر رہا کرتی تھی۔ اے عمر! اب آپ سیاہ وسرخ پوری امت محمدیہ کے معاملوں کے ذمہ دار ہو گئے ہو۔ آپ کے پاس دوست ودشمن، بڑے چھوٹے، طاقتور اور کمزور سبھی آتے ہیں اور سب کا آپ پر حق ہے اور ان کا حق یہ ہے کہ آپ سے ان کو انصاف ملے، لہٰذا آپ دیکھیں ان کے لیے کیسا ثابت ہوتے ہیں؟ اے عمر! ہم آپ کو وہ دن یاد دلاتے ہیں جس دن سارے بھید کھل جائیں گے، پردے فاش ہو جائیں گے، دل میں چھپی باتیں ظاہر ہوں گی، سارے چہرے اللہ قاہر کے سامنے جھکے ہوں گے، اپنی عظمت وجلال سے وہ سب پر غالب ہوگا، سارے انسان اس کے پاس عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوں گے اس کے فیصلے کے منتظر ہوں گے، اس کی سزا سے لرزاں ہوں گے اور اس کی رحمت کی امید لگائے ہوں گے۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو بظاہر دوست اور اندر سے دشمن ہوں گے، ہم اس برائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ ہماری اس تحریر کا غلط مفہوم نہ سمجھیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔'' [1]

خالد بن ولید اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو:

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنی معزولی کا علم ہوا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اللہ آپ کو معاف فرمائے، امیر المومنین کی طرف سے آپ کی امارت کی نامزدگی کا خط جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا اور میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے، حالانکہ قیادت آپ کی ہے؟ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کو بھی اللہ معاف فرمائے۔ میں آپ کو اس وقت تک خود نہیں بتانا چاہتا تھا جب تک کہ کوئی دوسرا آپ کو نہ بتا دے۔ آپ کے ہاتھوں جنگی فتوحات کا جو سلسلہ چل رہا تھا میں اسے منزل تک پہنچنے سے پہلے منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاتا۔ میں دنیا کا اقتدار نہیں چاہتا اور نہ دنیا کے لیے یہ سب کر رہا ہوں، جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں سب کا انجام زوال وخاتمہ ہے۔ ہم سب آپس میں بھائی ہیں اور اللہ کے دین کو قائم کرنے والے ہیں۔ ایک انسان کے لیے اس میں کوئی نقصان نہیں ہے کہ اس کا بھائی دین ودنیا میں اس کے قریب رہے۔ ہر حاکم اچھی طرح جانتا ہے کہ دین ودنیا دونوں میں وہ فتنہ کے زیادہ قریب اور غلطیوں میں زیادہ واقع ہونے والا ہے۔ اس لیے کہ اس کے سامنے اسباب ہلاکت بار بار آتے ہیں۔ اس مصیبت سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ اپنی رحمت خاص سے بچالے اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اس کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا خط خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ [2]

[1] فتوح الشام، ص: ۹۹۔ ۱۰۲، التاریخ الإسلامی: ۹/ ۲۷۴.

[2] تاریخ دمشق: ۲/ ۱۲۶.

Marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما کے مشترکہ خط کا جواب:

جب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھتیجے شداد بن اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما کا مشترکہ خط لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کے خط کا اس طرح جواب دیا:

''میں اس اللہ کا شکر گزار ہوں جس کے سوا کوئی معبود حقیقی معبود نہیں، تم دونوں کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ اسی سے تمہارے رب کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اسی میں تمہاری خوش نصیبی مضمر ہے اور اسی کو ارباب ہوش اپنے لیے گراں قدر نعمت تصور کرتے ہیں۔ تمہارا خط موصول ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ خلافت سے پہلے مجھے اصلاح نفس کی فکر رہا کرتی تھی۔ یہ تم نے کیسے جانا؟ یہ تو تم دونوں کی طرف سے میرا تزکیہ ہے، تم نے لکھا ہے کہ میں مسلمانوں کا حاکم اعلیٰ ہوگیا ہوں اور اب بڑے چھوٹے، دشمن و دوست، قوی وضعیف سب میرے پاس آتے ہیں اور سب کے لیے میری میزان عدل میں حصہ ہے۔ تم دونوں نے مجھے اس بات کہ عمر! انصاف کے وقت آپ کی طرف سے ان کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہو، بلاشبہ اللہ کی مدد کے بغیر کوئی کام ٹھیک انجام نہیں دیا جا سکتا۔ تم نے مجھے آنے والے دن سے ڈرایا ہے، جسے شب و روز کی گردش لا کر رہے گی، یہ گردش ہر نئے کو پرانا اور ہر بعید کو قریب تر کر دیتی ہے، ہر موعود کو لے کر آتی ہے، اس کی بدولت ایک دن قیامت آجائے گی جب سارے راز کھل جائیں گے اور چھپی ہوئی برائیاں ظاہر کر دی جائیں گی۔ جب ایک طاقتور بادشاہ کے سامنے لوگ تصویر اطاعت بنے کھڑے ہوں گے۔ امید وبیم کے ساتھ اس کے فیصلہ کے منتظر ہوں گے اور اس کی رحمت کے متلاشی ہوں گے۔ تم دونوں نے لکھا ہے کہ تمہیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس قوم میں ایسے لوگ ہوں گے جو بظاہر دوست اور اندر سے دشمن ہوں گے، سو ابھی وہ زمانہ نہیں آیا۔ یہ منافقت قیامت کے قریب رونما ہوگی جب دنیوی نقصانات کے خوف یا فائدہ کی خواہش سے لوگ سرگرم عمل ہوا کریں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا حاکم اعلیٰ بنایا ہے۔ میں اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے ہمیشہ اللہ سے مدد کا طالب ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جیسے اور چیزوں سے محفوظ رکھا ہے مجھے اس میں لغزش سے محفوظ رکھے۔ میں ایک مسلمان آدمی اور اللہ کا کمزور بندہ ہوں مگر یہ کہ وہ مجھے مدد سے نواز دے۔ خلافت کی باگ ڈور ان شاء اللہ میرے اخلاق میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرے گی۔ عظمت و بڑائی صرف اللہ کے لیے ہے، بندوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ نہ کہو کہ جب سے عمر نے حکومت سنبھالی ان کے اخلاق و عادات بدل گئے۔ میں حق کو خود سمجھتا ہوں اور اسی کی لڑائی لڑتا ہوں اور تمہارے سامنے اپنے معاملات کھول کھول کر رکھتا ہوں۔ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہو، تو اس کے بارے میں میرا اعلان عام

ہے کہ اس سے متعلق میرے اور کسی مسلمان کے درمیان کوئی رواداری نہیں۔ تمہاری درستی مجھے محبوب اور بے راہ روی باعث تکلیف ہے۔ میں اپنی امانت اور فرائض کا ذمہ دار ہوں۔ جو چیز میرے لیے ضرر رساں ہے ان شاء اللہ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں، اسے کسی دوسرے کو نہیں سونپتا۔ اس سلسلے میں امانت دار اور امت کے بہی خواہ لوگوں کی ضرورت ہے ایسے ہی لوگوں کو منتخب کرتا ہوں اور انہی کو ذمہ داریاں دیتا ہوں اور ان شاء اللہ کبھی ان کے علاوہ دوسروں کو اپنا مشیر و ذمہ دار نہ بناؤں گا۔ رہی دنیا کی حکومت و سلطنت، تو سچ ہے کہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ بالآخر فنا ہو جائے گا اور ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہم میں سے کوئی کسی پر حاکم یا امیر بنے اس سے ایک دوسرے کے دین و دنیا کا کچھ نقصان ہونے والا نہیں ہے بلکہ حاکم ہی دین و دنیا میں فتنہ کے زیادہ قریب اور ہلاکت میں واقع ہوتا ہے۔ سوائے ان حکام کے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے بچا لے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔'' [1]

فتح دمشق

صدیقی دور خلافت کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے محاذ پر جو کچھ فوجی کارروائیاں ہوئیں وہیں سے بلاد شام کی فتوحات کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ جب معرکہ یرموک اختتام کو پہنچا اور رومی فوجیوں کی ہزیمت ہوئی تو ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے بشیر بن کعب حمیری رضی اللہ عنہ کو یرموک میں اپنا قائم مقام چھوڑا اور یہ خبر ملنے کے بعد کہ یرموک کی شکست خوردہ رومی فوج ''فحل'' میں جنگ کے لیے اکٹھا ہو رہی ہے اور اہل دمشق کو حمص سے مدد ملنے والی ہے، تو آپ تردد میں پڑ گئے کہ دمشق سے اپنی فوجی کارروائی کا آغاز کریں یا اردن کے شہر ''فحل'' سے۔ آپ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں رہنمائی طلب کی، عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ خط بھیجا:

''پہلے دمشق پر حملہ کر کے اسے فتح کرو کہ وہ شام کا قلعہ اور اس کا صدر مقام ہے۔ ساتھ ہی فحل میں بھی سوار دستے بھیج دو، جو انہیں تمہاری طرف نہ بڑھنے دیں، اسی طرح فلسطین و حمص پر بھی نگاہ رکھو اگر دمشق سے پہلے فحل فتح ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ دمشق فتح کر لینے کے بعد تھوڑی سی فوج وہاں چھوڑ دینا اور تمام امرائے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر فحل روانہ ہو جانا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فحل فتح کرا دے تو خالد اور تم حمص چلے جانا۔ ہر علاقہ کا سالار فوج (وہاں سے گزرنے والی) دوسری فوج کا سالار اعلیٰ مانا جائے گا۔ جب تک کہ وہ اس کا علاقہ خالی نہ کر دیں۔'' [2]

---

[1] فتوح الشام، ص: ۹۹ تا ۱۰۲۔

[2] تهذيب وترتيب البداية والنهاية، ص: ۵۲، الدعوة الإسلامية فى عهد أمير المؤمنين عمر بن خطاب، ص: ۲۷۶۔

Marfat.com

قائدین لشکر کے نام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو احکامات و ہدایات دی گئیں ان میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے فوجی کارروائیوں کی قائدانہ ذمہ داریوں کو مقرر کر دیا اور اسی کے بموجب متوسط جنگی تحریک اور معتدل فوجی تگ ودو جاری ہوگئی، جب کہ جنگ کے پیچھے مطلوبہ اعلیٰ مقاصد کے حصول میں کوئی لچک دار رویہ نہیں اپنایا گیا۔

ان خطوط میں فاروقی تعلیمات سے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پیش نظر کئی اہم مقاصد تھے: پہلا بنیادی مقصد ''دمشق'' پر قابض ہونا، دوسرا مقصد ''فحل'' فتح کرنا اور تیسرے نشانے پر ''حمص'' تھا۔ چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انہی ہدایات کی روشنی میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ''فحل'' کی طرف ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور ابو الاعور السلمی عامر بن حثمہ، عمرو بن کلیب، عبدعمر بن یزید بن عامر، عمارہ بن صعق بن کعب، صفی بن علیہ بن شامل، عمر بن حبیب بن عمر، لبدہ بن عامر، بشیر بن عصمہ اور عمارہ بن مخشن رضی اللہ عنہم کو ان دستوں کی الگ الگ قیادت پر مامور کیا اور ان سب کا قائد اعلیٰ عمارہ بن مخشن رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ (1)

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود اسلامی لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے، راستے میں کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ ہوئی۔ کیونکہ رومیوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے اور ان کے اثر ونفوذ پر قدغن لگانے کے لیے دمشق اور اس کے مضافات کے دیگر علاقوں کے باشندوں پر اعتماد کر رکھا تھا، لیکن رومیوں کے غلط برتاؤ اور خاص طور سے چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ان کی نازیبا حرکتوں سے عاجز ہونے کی وجہ سے ان میں دفاع کی خاطر کوئی گرم جوشی نظر نہیں آئی (2) اور اسلامی فوجیں غوطہ دمشق میں جس میں رومیوں کے محلات اور ان کے خوبصورت مکانات تھے، داخل ہوگئیں۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ تمام محلات و مکانات خالی پڑے ہیں اور ان مکینوں نے بھاگ کر دمشق میں پناہ لے رکھی ہے۔ دوسری طرف ہرقل نے باشندگان دمشق کی مدد کے لیے پانچ سو (۵۰۰) جنگجوؤں کو بھیجا جو سنگین حالات سے نمٹنے اور واجبی ضرورت کی تکمیل کے لیے، بالکل ناکافی تھے (3) جب کہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ذوالکلاع کی قیادت میں شمالی دمشق میں جو اسلامی طاقت اتاری تھی وہ دمشق اور حمص کے فوجیوں کو بار بار چیلنج دے رہے تھی اور دونوں فوجوں کے درمیان سخت معرکہ آرائی جاری تھی، بالآخر رومیوں کی شکست ہوئی۔ (4) اہل دمشق نے ہرقل سے دادرسی کی درخواست کی، اس نے خط کے ذریعے سے انہیں ثابت قدمی اور مقابلہ آرائی کی تلقین کرتے ہوئے امدادی فوج بھیجنے کا وعدہ کیا، جس کی وجہ سے اہل دمشق سنبھل گئے، ان کے ارادوں میں پختگی آ گئی اور اسلامی فوج کی پیش قدمی اور ان کے محاصرہ کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگے۔ (5)

---

(1) العمليات التعرضية الدفاعية عند المسلمين، ص: ۱۸۲.

(2) الهندسة العسكرية في الفتوحات الإسلامية، د/ قصي عبدالرؤف، ص: ۱۸۸.

(3) البداية والنهاية: ۷/ ۲۰، الهندسة العسكرية، ص:۱۸۸. (4) البداية والنهاية: ۷/ ۲۰.

(5) الهندسة العسكرية، ص: ۱۸۸.

ا: طرفین کی فوجیں:

رومی فوجیں:

- سالارِ اعظم: ہرقل
- امیر دمشق: نسطاس بن نسطورس
- دمشق کے فوجیوں کا جنرل کمانڈر: باہان، جس نے یرموک میں شرکت کی تھی اور وہاں سے بھاگ کر یہاں آیا تھا، اس کا نام وردیان تھا۔
- دمشق میں موجود رومی فوجیوں کی تعداد ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) جنگجو اور ''حمص'' سے مزید بیس ہزار (۲۰۰۰۰) احتیاطی فوج کی آمد کی توقع، جن کا مقصد ہوگا دفاعی پٹی کو مستحکم بنانا اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) جنگجو جنگ کے ابتدائی مرحلے میں پیش پیش رہنے والے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی جنگی پالیسی کو نہایت مفید و مستحکم بنانے کے لیے دمشق کو نہ چھوڑا، تاکہ اس کی عظیم الشان عمارتوں، قلعوں اور بلند و مضبوط فصیلوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ساتھ ہی اس امدادی فوج کے منتظر تھے جو ہرقل کی طرف سے آکر آغاز جنگ کی ابتدائی کارروائی کرتی۔
- فحل میں رومی فوج کو اپنوں کا تعاون مل ہی رہا تھا، مزید ان کے ساتھ یرموک کی ہزیمت خوردہ وہ فوج بھی تھی جس کی معنوی قوت جواب دے چکی تھی، اعصاب شکن خوردہ تھے اور فرار کے علاوہ ان کے سامنے کوئی راستہ نہ تھا، گویا وہ پست ہمت اور بہت گھبرائے ہوئے تھے۔

اسلامی فوجیں:

- سالارِ اعظم: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔
- بلاد شام کے جنگی اکھاڑوں کے جنرل کمانڈر: ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔
- ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے دمشق سے لے کر بیسان تک کے راستوں پر اپنا قبضہ جمانے کے لیے مناسب فوج کے ساتھ جس کی تعداد بالضبط نہیں بتائی جاسکتی دس کمانڈروں کو روانہ کیا اور ان سب کا اعلیٰ جنرل ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، گزشتہ زمانے کا بیسان آج ''فحل کے کھنڈر'' سے جانا جاتا ہے۔
- ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کئی فوجی دستے بنا کر علقمہ بن حکیم اور مسروق رضی اللہ عنہما کی قیادت میں فلسطین کی سمت میں الگ الگ مقامات پر انہیں متعین کر کے مغرب اور جنوب سے رومی کارروائی کے خطرات سے خود کو محفوظ کر لیا۔ [1]
- ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ذوالکلاع کی قیادت میں ایک فوجی دستہ دے کر انہیں شمالی دمشق میں حمص اور دمشق کو جوڑنے والی سڑک کی نگرانی پر مامور کیا، تاکہ یہ علاقہ دشمن کے خطرات سے محفوظ ہو جائے اور روم

---

[1] الهندسة العسكرية، ص:۱۸۹.

کی طرف سے کوئی امدادی فوج دمشق میں نہ آ سکے۔ ❶

❁ جنگ یرموک کے بعد اسلامی فوج کی تعداد کل چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) تھی۔ یہ نہایت منظم فوج تھی اور یرموک کی فتح یابی کے بعد خوب اچھی طرح روحانی قوت سے مسلح ہو چکی تھی۔ ❷

❁ بیس ہزار (۲۰۰۰۰) مسلم فوجیوں نے دمشق کا محاصرہ کیا اور باقی بیس ہزار (۲۰۰۰۰) ''فحل'' بھیج دی گئی تاکہ اس علاقہ سے دشمن کی دراندازی روکی جا سکے، اور ضرورت پڑنے پر انہیں ''فحل'' سے بلا کر دمشق کے محاذ پر بھی لگایا جا سکے۔ ❸

۲: دمشق کا محل وقوع اور ماحول:

دمشق اس دور کا ایک بڑا شہر تھا، اس کا نام اس کے موسس ''دمشاق بن کنعان'' کے نام پر رکھا گیا ہے، یہ شاہان مصر کے اٹھارویں خاندان کے عہد حکومت میں مصر کا محکوم ہو گیا تھا، یہ تاریخ کا ایک قدیم ترین شہر تھا، ابتدا میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا، لیکن جب مسیحیت آئی تو اس کے بت کدے کو کلیسا بنا دیا گیا۔ اپنے حسن ووقار کے لحاظ سے انطاکیہ کے کلیسا کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی دوسرا کلیسا اس کا جواب نہ تھا۔ دمشق کے جنوب میں ''بلقاء'' کی سبزہ زار زمینیں اور شمال میں ''جولان'' کی پہاڑیاں تھیں، جن کے بیچ بیچ شادابیاں، لہلہاتی کھیتیاں اور شور مچاتے چشمے نظر آتے تھے۔ یہ ایک اہم تجارتی مرکز تھا، یہاں عرب آباد تھے اور مسلمانوں کے تجارتی قافلے یہاں آتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ دمشق ایک فصیل بند شہر تھا، حفاظت و پائیداری کی حیثیت سے اسے امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ اس کی فصیل بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی، فصیل کی بلندی چھ میٹر اونچی تھی، اس میں انتہائی مضبوط دروازے لگائے گئے تھے، اس کی چوڑائی تین میٹر کشادہ تھی۔ ہرقل نے دمشق سے فارسی حکومت کے حملے کے بعد شہر پناہ کو مزید مستحکم کر دیا تھا۔ دروازے مضبوطی کے ساتھ بند کیے جاتے، فصیل کے چاروں طرف گہری تین میٹر چوڑی خندق تھی، جس کو دریائے بردی کے پانی سے ہمیشہ بھرا رکھا جاتا تھا اور یہ دریا اسی کے لیے وقف تھا۔ اس طرح دمشق کافی مضبوط ومحفوظ کی حیثیت رکھتا تھا جس میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔ ❹ اس مقام پر ہم اچھی طرح یہ بات محسوس کر سکتے ہیں کہ شہر دمشق کی حفاظت کے لیے رومیوں کی دفاعی تدبیریں کس قدر مضبوط و مستحکم تھیں۔ ان کی یہ مستحکم دفاعی تدبیریں ہمیں چند اہم نکات کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

❁ دمشق کے چاروں طرف کسی جلد بازی میں یہ دفاعی تیاریاں نہیں کی گئی تھیں، بلکہ ایک طویل زمانہ سے اس میں یہ تمام دفاعی اسباب مہیا تھے، کیونکہ زمانہ قدیم ہی سے دمشق کو اپنے محل وقوع اور دیگر کئی اعتبار سے کافی

---

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٥٨، الهندسة العسكرية، ص:١٨٩. ❷ اليرموك وتحرير ديار الشام، شاكر محمود، ص: ١٠٣.

❸ الهندسة العسكرية، ص:١٨٩. ❹ الهندسة العسكرية، ص:١٩٠.

Marfat.com

اہم مقام حاصل تھا اور روم کو اس کے ہاتھ سے نکل جانے اور ایرانیوں کے اس پر غالب آ جانے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رومیوں کے جنگی نظم ونسق کی مہارت وکوشش نے آزاد و بے فکر ہو کر اور مناسب ترین تعمیری ذرائع کو استعمال کر کے پوری آزادی کے ساتھ اپنی دفاعی تدابیر کو کافی منظّم و مستحکم کیا تھا۔ مزید برآں تعمیری امکانات کی جو آسانیاں رومی فوج کو فراہم تھیں وہ انہی کا حصہ تھیں۔

❁ شہر دمشق کے چاروں طرف مستحکم رکاوٹوں کے وجود سے تعمیری ایجادات و اختراعات میں رومیوں کی صلاحیت نمایاں ہوتی ہے چنانچہ اختراعات کی انہی صلاحیتوں کی وجہ سے رومیوں کے جنگی ماہرین نے منظّم (فصیل، خندق اور برجوں) کی ایجاد کے لیے زمین کی طبعی استواری حیثیت سے فائدہ اٹھایا، بالخصوص فصیل کے چاروں طرف کھودی ہوئی نہر کو بھرنے کے لیے دریائے بردی کو وقف کر کے اپنی جنگی فنی مہارت کا ثبوت دیا۔ مزید برآں اسے ان کئی اسباب کے لیے استعمال کیا جن کے ذریعے سے شمال اور شمال مشرق کے راستے دشمن کے کسی بھی حملہ کو ناکام بنایا جا سکے۔

❁ رومی قیادت کو دمشق کی فصیل بند خندق اور دیگر حفاظتی اسباب پر بہت زیادہ اعتماد تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ مختلف مقامات سے اپنا لشکر وہاں اکٹھا کر رہی تھی اور مکمل دفاعی پوزیشن میں تیار تھی اور دوسری طرف حمص میں بھی اس کی فوجیں آپسی اختلافات بھلا کر مسلمانوں پر حملہ کی کارروائی کے لیے متحد ہو چکی تھیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دفاع کے سلسلے میں میدانی جنگی تدابیر رومیوں کو مجبور کر رہی تھیں کہ وہ کسی طرح ان دفاعی پہلوؤں کو اختیار کریں اور بالآخر رومیوں میں جنگی قرارداد پاس ہونے کی یہی چیز اہم سبب بن بھی گئی۔ لہٰذا میدان جنگ کی کارروائیوں سے پیشتر جنگی فنون کی تمام تدبیروں و باریکیوں کا دقت سے جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔

❁ اس کے برعکس رومیوں کی میدانی جنگی تدابیر نے مسلمانوں کے لشکر کو دمشق میں گھسنے اور اس پر کسی بھی طرح حملہ کرنے سے روک دیا۔ رومیوں کے مستحکم حفاظتی بندوبست ان کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے اور مجبوراً اسلامی فوج کو اقدامی کارروائی چھوڑ کر ''محاصرہ'' کا طریقہ اختیار کرنا پڑا۔

❁ تاریخی مصادر بتاتے ہیں کہ دمشق کا محاصرہ (۷۰) ستر دنوں تک جاری رہا اور کافی سخت محاصرہ تھا۔ منجنیق اور ٹینکوں کو استعمال کیا گیا اور بڑے بڑے پتھروں کو فصیل کے اندر پھینکا گیا۔ [1]

۳: رفتار جنگ:

سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو ترتیب دیا اور دمشق کی طرف آگے بڑھے۔ فوج کی ترتیب اس طرح تھی:

---

[1] الهندسة العسكرية، ص: ۱۹۰، ۱۹۱.

قلب میں: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔

میمنہ اور میسرہ میں: عمرو بن عاص اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما۔

گھوڑ سواروں کا جرنیل: عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ۔

پیدل فوج کے سپہ سالار: شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ۔

چونکہ دمشق کی فصیلوں میں کافی مضبوط اور بڑے بڑے دروازے لگے ہوئے تھے، جن کی وجہ سے نہ شہر کے لوگ باہر نکل سکتے تھے اور نہ باہر کے لوگ اندر جا سکتے تھے۔ اس لیے مسلم فوجوں نے حصار کی قوت کو اس طرح منظم کیا:

- مشرقی دروازہ کا علاقہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- باب جابیہ کا علاقہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- باب توما کا علاقہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- باب فرادیش کا علاقہ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- باب صغیر کا علاقہ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی قیادت میں۔

رومیوں کا خیال تھا کہ مسلمان طویل محاصرہ کی تکلیفوں کو نہیں برداشت کر سکیں گے، خاص طور پر سردی کے اس موسم میں، لیکن پختہ عقیدہ اور صبر جمیل کے حامل ان نمائندہ مسلمانوں نے بدلتے ہوئے حالات کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ مسلم قائدین نے غوطہ دمشق کے ویران کنیسوں اور خالی مکانات کو مسلمانوں کی راحت و آرام کے لیے استعمال کیا، ہفتہ واری نظام کے مطابق باری باری جو فوج محاذ پر ہوتی وہ آ کر آرام کرتی اور جب وہ چلی جاتی تو دوسری فوج آ کر آرام کرتی اور دروازوں پر متعین ان فوجی دستوں کے پیچھے ان کی حمایت و نگرانی کے لیے دوسری فوج مقرر ہوتی۔ اس طرح طویل سے طویل محاصرہ پر بھی قابو پانا بالکل آسان ہو گیا تھا۔ (1) لیکن مسلمانوں نے اسی پر بس نہ کیا، بلکہ دشمن کی منظم رکاوٹوں کو توڑنے کے لیے ان کی میدانی تحقیقات اور جنگی چالیں اپنا کام کرتی رہیں اور رکاوٹوں کے اس منظم و طویل سلسلہ میں ایک ایسے مناسب مقام کے انتخاب میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کامیاب ہو گئے جہاں سے دمشق میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ وہ دمشق کا سب سے بہتر خطہ تھا، اس مقام پر پانی کافی گہرا تھا اور وہاں سے داخل ہونا کافی دشوار طلب تھا۔ (2) آپ نے دمشق میں داخل ہونے کی تدبیر یہ نکالی کہ چند رسیوں کو اکٹھا کیا تاکہ فصیل پر چڑھنے اور دمشق میں اترنے کے لیے ان میں پھندا لگا کر سیڑھیوں کا کام لیا جا سکے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کسی ذریعے سے یہ خبر مل گئی تھی کہ دمشق کے بطریق (رومیوں کا جرنل) کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور سارے لوگ، جن میں اس کے محافظ سپاہی بھی تھے، دعوت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ وہ

(1) الهندسة العسكرية، ص: ١٩٢.
(2) تاريخ الطبري: ٤/ ٢٥٩.

سب کھا پی کر فارغ ہوئے اور خوب مست ہو کر سو گئے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے۔ شام ہوئی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ رومی مخبر کو لیا، قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھی ساتھ لے کر آگے بڑھے اور باقی فوجیوں سے کہا کہ جب تم فصیل پر نعرہ تکبیر سننا تو ہماری طرف چڑھ آنا اور لپک کر دروازے کھول دینا۔ ❶ اس طرح خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے چمڑے کے دو مشکیزوں کے سہارے پانی سے لبریز خندق کو عبور کیا ❷ اور فصیل تک پہنچ گئے اور رسیوں میں پھندا لگا کر انہیں سیڑھی کے کام لانے کے لیے فصیل کی بالائی سطح سے پھنسا دیا، جب رسی کا پھندا اچھی طرح پھنس گیا تو قعقاع اور مذعور رضی اللہ عنہما پھندوں کے ذریعہ اوپر چڑھ گئے اور دوسری جتنی رسیاں اس مقصد کے لیے تیار کی گئی تھیں سب کو فصیل سے نیچے لٹکا دیا، تاکہ ہمارے پیچھے کے دیگر فوجی اس کے سہارے فصیل پر چڑھ جائیں پھر جو لوگ پہلے چڑھے تھے وہ خاموشی سے فصیل کے اندر اتر کر دروازے تک پہنچ گئے اور خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کافی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ جب فصیل کی بلندی پر چڑھے تب زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا، یہاں تک کہ دوسری جماعت بھی وہاں تک پہنچ گئی اور پھر سب لوگوں نے نیچے اتر کر فصیل کے دروازے کا رخ کیا اور اس کی کنڈیوں کو تلوار سے کاٹ کاٹ کر الگ کر دیا، اس طرح اسلامی فوج دمشق میں داخل ہو گئی۔ ❸

فتح دمشق کے اہم دروس و عبر اور فوائد

فتح دمشق بذریعہ صلح یا جنگ؟

دمشق کیسے فتح ہوا تھا، بذریعہ صلح یا بذریعہ جنگ؟ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ صلح پر معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا۔ کیونکہ انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں کہ پہلے کیا ہوا اور بعد میں کیا؟ یعنی کیا شروع میں بذریعہ جنگ فتح کا دروازہ کھلا اور بعد میں رومیوں نے مصالحت کر لی یا شروع ہی سے وہ صلح جو تھے؟ یا فریق ثانی کے دباؤ میں آ کر بدرجہ مجبوری صلح کی؟ چنانچہ اس شک کی بنا پر اس صلح کو وقتی واحتیاطی صلح کا نام دیا ہے۔

اور بعض مورخین کے نزدیک دمشق کا نصف حصہ بذریعہ صلح اور نصف حصہ بذریعہ جنگ فتح ہوا۔ اس قول کی تائید صحابہ کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ انہوں نے جب مسیحیت کے سب سے بڑے کنیسہ پر قبضہ کیا تو نصف اپنے حصہ میں رکھا اور نصف نصرانیوں کے لیے چھوڑ دیا۔ ❹ واللہ اعلم

فتح دمشق کا تاریخی تعین:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ''سیف بن عمر سے مروی روایت کا سیاق اس بات کا متقاضی ہے کہ فتح دمشق ۱۳ ہجری میں ہو، لیکن سیف کی منصوص روایت جمہور کی روایت کی تائید کرتی ہے یعنی ۱۵ رجب ۱۴ ہجری میں دمشق فتح

❶ الهندسة العسكرية، ص:۱۹۲ ۔ البداية والنهاية: ۷/ ۲۰
❷ الهندسة العسكرية، ص:۹۲، ۱۹۳.
❸ الهندسة العسكرية، ص: ۱۹۲
❹ ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، ص: ۵٦.

Marfat.com

ہوا۔ ❶ اور خلیفہ بن خیاط لکھتے ہیں کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رجب، شعبان، رمضان اور شوال کے مہینوں میں دمشق میں رومیوں کا محاصرہ کیا اور ذی القعدہ میں دمشق والوں نے صلح کی۔ ❷ بہرحال کوئی بھی تاریخ ہو لیکن اتنا طے ہے کہ فتح دمشق معرکہ یرموک کے بعد پیش آئی۔ ❸

بعض جنگی اصولوں کا عملی نفاذ:

مسلمانوں کے نزدیک ایک زمانے سے جو کامیاب جنگی اصول چلے آرہے تھے فتح دمشق بھی اس سے خالی نہ رہی۔ چنانچہ اچانک حملہ کرنا، پیش قدمی کرنا، موقع سے فائدہ اٹھانا اور میدانی قائدین کی جدت طرازیاں، یہ سب کچھ اس میں بھی دیکھنے کو ملیں، ہم دیکھ چکے ہیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کس طرح صحیح نشانے کی تلاش میں کامیاب ہوئے اور خندق عبور کرنے اور فصیل پر چڑھنے کے لیے نہایت موزوں جگہ تلاش کر لی۔ سابقہ منصوبہ بندی میں یکا یک کیسی تبدیلی لائے اور محاصرہ کی کارروائی چھوڑ کر دمشق میں داخل ہونے کی اقدامی کارروائی میں لگ گئے۔ رسی کے پھندوں کو سیڑھی کے کام میں لا کر دمشق کی فصیلوں پر چڑھنے کی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس حکیمانہ کارروائی کا موازنہ جب ہم جدید دور میں مصری فوج کی اس تدبیر سے کرتے ہیں جو اس نے ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کی دفاعی لائن بارلیف کو پار کرنے اور اسرائیل کے ممنوعہ دفاعی خطے میں گھسنے کے لیے اختیار کی تھی اور رسیوں میں پھندا بنا کر انہیں سیڑھیوں کے کام میں لائے تھے، تو دونوں میں مکمل اتحاد و یکسانی نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی اسلامی فتوحات میں مسلمانوں کی بے مثال صلاحیت اور عبقریت بھی سامنے آتی ہے۔ پس ہمیں اپنے ماضی کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ دور جدید کی ہماری جنگی تدبیریں بھی اس قدیم جدت پسندی اور عبقریت کا ایک حصہ ہیں۔ ❹

فتح دمشق سے متعلق بعض اشعار:

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

أقمنا على داري سليمان اشهرًا
بخالد روما وقد حملنا بصارم

"سلیمان بن داود کی دونوں بستیوں (تدمر و دمشق) میں فاتح روم خالد کے ساتھ ہم نے کئی مہینے گزارے اور تیغ براں سے حملہ کیا۔"

قصصنا إلى الباب الشرقي عنوة
فدان لنا مستسلمًا كل قائم

"لڑائی کرتے ہوئے ہم مشرقی دروازہ کی طرف بڑھے، تو وہاں ہر شخص نے ہماری اطاعت قبول کر لی۔"

---

❶ ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، ص:٥٥. ❷ تاريخ خليفة، ص:١٢٦.
❸ الهندسة العسكرية، ص:١٩٣. ❹ الهندسة العسكرية، ص:١٩٥.

Marfat.com

أقــول وقــد دارت رحـــانــا بـدارهــم
أقيـمـوا لهـم حـر الـورى بـالـغلاصم

''میں (دشمن کی عورتوں سے) کہتا تھا، جب کہ ہماری جنگ کی چکی ان کے گھر میں چل رہی تھی: اے پاک طینت خواتین! اٹھو اور ان بزدل مردوں کے گلے مروڑ دو۔''

فــلــمــا زأدنــا فـى دمشق نـحـورهـم
وتـدمـر عـضـوا منهـمـا بـالأبـاهـم

''جب دمشق اور تدمر میں ہم نے ان کے دلوں کو ہلا دیا، تو وہ غم وغصہ سے انگشت بدنداں نظر آئے۔''

فتح دمشق کے بعد:

دمشق فتح ہو جانے کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بقاع کی مہم پر روانہ کیا۔ [1] انہوں نے تلوار کے ذریعے سے اسے فتح کیا اور ایک سریہ اگلی کارروائی کے لیے آگے بھیجا، میسون کے چشمہ پر رومیوں اور سریہ والوں کی مڈبھیڑ ہوگئی، پھر دونوں میں لڑائی ہوئی، اتفاق سے رومیوں میں سے ''سنان'' نام کا ایک آدمی بیروت کے عقبی حصہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں کامیاب ہوگیا اور مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد کو شہید کر دیا۔ اسی لیے ان شہداء کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس چشمہ کا نام عین الشہداء پڑ گیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دمشق پر یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو اپنا قائم مقام بنایا اور یزید رضی اللہ عنہ نے دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ کے ساتھ تدمر روانہ کیا تاکہ وہاں فتح کا راستہ ہموار کریں، اسی طرح ابوزہراء قشیری رضی اللہ عنہ کو بثنیہ اور حوران بھیجا، لیکن وہاں کے لوگوں نے صلح کر لی۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اردون کے دارالحکومت طبریہ کو چھوڑ کر بقیہ پورے ملک پر بذریعہ جنگ قبضہ کر لیا اور طبریہ والوں نے مصالحت کر لی۔ خالد رضی اللہ عنہ بھی ''بقاع'' کے علاقہ سے کامیاب ہو کر لوٹے، بعلبک والوں نے آپ سے مصالحت کر لی اور آپ نے ان کے ساتھ معاہدہ تحریر کر دیا۔

معرکہ ''فحل'':

فحل کی مہم پر مامور فوجیں جنوب کی طرف بڑھیں اور جب فحل کے بالائی علاقہ میں قرب وجوار کی بستیوں تک پہنچیں تو رومیوں کی ایک لاکھ فوجوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سامنے نظر آیا۔ ان میں اکثریت ان فوجیوں کی تھی جو حمص سے یہاں چلے آئے تھے اور پچھلے معرکوں میں جنھوں نے پے در پے ہزیمتیں اٹھائی تھیں، وہ سب بھی یہاں موجود تھے۔ بہرحال فحل کے محاصرہ پر مامور کی گئی اسلامی فوج جب عمار بن مخشن رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہاں پہنچی تو رومیوں نے اسلامی لشکر خاص طور سے شہسواروں کو روکنے کے لیے بحیرۂ طبریہ کا دہانہ کھول دیا اور فحل کے چاروں طرف سیلاب آ گیا۔ پوری زمین دلدل ہوگئی، عصر حاضر میں بھی فوجیوں کی بکتر بند گاڑیوں کی پیش قدمی

[1] ترتيب وتهذيب البداية والنهاية، ص: ۵۸-۵۹، العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين: ۱۸۵.

Marfat.com

روکنے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ اس حربہ کے ذریعے سے رومی فوج مسلم شہسواروں کی پیش قدمی روکنے میں کامیاب رہی۔ دراصل رومیوں نے پانی، کیچڑ اور دلدل کی اس زمین کو فحل کی زبردست دفاعی لائن مقرر کیا تھا حالانکہ وہاں کی زمین پہلے کافی ہموار تھی۔ اگر وہ زمین اپنی اصلی حالت پر باقی رہتی تو مسلم فوج بآسانی شہر میں داخل ہوسکتی تھی، کیونکہ وہ صحراؤں میں جنگ لڑنے کی عادی تھی۔ پس ان مخدوش حالات کے پیش نظر عمار بن مخشن رضی اللہ عنہ نے آگے قدم نہ بڑھایا اور فوج کو ''فحل'' کے محاصرہ کا حکم دے دیا، بے شک ان کی پیش قدمی خطرے سے خالی نہ تھی، کیونکہ دونوں فوجوں کی تعداد میں کافی تفاوت تھا، آگے بڑھنا کافی دشوار گزار تھا، اور کیچڑ و دلدل والی اس زمین کو عبور کرنا ناممکن سا نظر آتا تھا، چنانچہ مسلمانوں نے ''فحل'' کے محاصرہ پر اکتفا کیا یہاں تک کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دارالحکومت دمشق کو فتح کر کے فارغ ہوگئے اور اپنے فوجیوں کو ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ کے فوجیوں میں ضم کر دیا۔ اور پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نئے سرے سے اسلامی لشکر کو ترتیب دیا:

- مقدمہ: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- میمنہ: ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- میسرہ: عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- شہسوار دستے: ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔
- پیدل دستے: عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔

اور جنرل کمانڈر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دی، کیونکہ میدان جنگ کا علاقہ انہی کے دائرہ کمان میں آتا تھا۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی، پھر فوجوں کو اور ان کے امدادی وسائل کو منظم کیا، لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو محاذ جنگ پر نکل جانے اور دوسرے کو ناگہانی حالات میں کوچ کرنے کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پوری تیاری کے ساتھ شب و روز کے ہر لمحے چاق چوبند رہے۔ [1] مسلمانوں کی طرف سے ''فحل'' کا محاصرہ طویل ہوگیا، ایک دن رومیوں نے سوچا کہ کیوں نہ راتوں رات مسلمانوں پر اچانک زبردست حملہ کر کے ان کا صفایا کر دیا جائے۔ اس وقت رومی فوج کی کمان سقلاب بن مخراق کے ہاتھ میں تھی، چنانچہ اپنی منصوبہ بندی کے مطابق انہوں نے مسلمانوں پر یکا یک فرد واحد کی طرح پوری مستعدی کے ساتھ دھاوا بولا اور زبردست جنگ چھڑ گئی۔ معرکہ پوری رات اور دوسرے دن شام تک جاری رہا، پھر جب رات نے اپنی سیاہ چادر دراز کرنا شروع کی تب رومی بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کا سالار اعلیٰ قتل کیا گیا اور مسلمان ان کے مقتول کندھوں کو روندتے اور ہزیمت خوردہ و نیم مردہ لاشوں کو کیچڑ و دلدل میں لتاڑتے و دفناتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی حفاظتی کارروائیوں اور جنگی استعداد کے

[1] العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين، ص:۱۸۸.

نتیجہ میں رومیوں کی اس فوج میں زبردست ہنگامہ مچ گیا، جو صرف مسلمانوں کی غارت گری اور ان کی پیش قدمی روکنے پر مامور تھی اور پھر ہزیمت کے آثار دیکھ کر رومی فوج میں ایسی بھگدڑ مچی کہ فحل کے اردگرد پانی، کیچڑ اور دلدل کی خودساختہ دفاعی پٹی میں خود ہی پھنس گئے۔ کچھ ہی رومیوں نے بھاگ کر جان بچائی بقیہ کو مسلمانوں نے خوب روندا، اس طرح ''فحل'' سے رومی فوجیوں کا مکمل صفایا ہوگیا اور اب مسلمان اپنے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے آئندہ کی بنیادی کارروائیوں کے لیے منصوبہ سازی کرنے لگے۔ چنانچہ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اردن اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فلسطین کی مہم پر روانہ ہوئے۔ دوسری طرف ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما حمص کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب آخر الذکر دونوں قائد مرج الروم پہنچے تو وہاں رومیوں اور مسلمانوں کی فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ جنگ ایسی شدید تھی کہ مقتولین کی لاشوں سے زمین پٹ گئی، اس جنگ میں مسلمانوں نے متحرک فوجی جھڑپوں اور دیگر جنگی فنون میں سے ایک اہم فن کو عملی جامہ پہنایا، بایں طور کہ دونوں فوجوں کے مقدمے اصل معرکہ سے قبل ہی آپس میں گتھم گتھا ہوگئے اور جب رومی فوج کے جرنیل ''توذرا'' کو پتہ چلا کہ ہماری فوج کا مقدمہ مسلم فوجیوں سے ٹکرا گیا ہے تو فوراً بقیہ فوج کے ساتھ مسلمانوں کی پشت پر حملہ کرنے کے لیے دمشق کی طرف نکل گیا، لیکن مسلمانوں نے اس کی چالاکی کو بھانپ لیا اور جنگی صورتحال کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد یہ طے پایا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ ''توذرا'' کو بھگانے اور اس کے فوجیوں کو گرفتار کرنے کا کام کرے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ یہیں ٹھہر کر رومیوں سے دو دو ہاتھ کرتے رہیں۔ جس وقت مسلمانوں کی منصوبہ سازی ہو رہی تھی ٹھیک اسی دوران مسلم جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ ''توذرا'' اپنے منصوبہ کے مطابق اپنی فوج کے ساتھ پیش قدمی کر رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما فوج لے کر آگے بڑھے اور اس کا راستہ روک کر جنگ چھیڑ دی، ابھی توذرا اور یزید رضی اللہ عنہ کی فوج میں اچھی طرح لڑائی شروع نہ ہونے پائی تھی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومی فوج کی پشت پر اچانک آپہنچے اور سامنے سے یزید رضی اللہ عنہ اور پشت سے خالد رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے مل کر ''توذرا'' اور اس کی فوج کا تقریباً مکمل صفایا کر دیا۔ ❶

جنگ فحل کے موقع پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شعری کلام:

وغداة فحل قد رأوني معلمًا

والخيل تنحط والبلا أطوار

''معرکہ فحل کی صبح انہوں نے مجھے علم اٹھائے ہوئے دیکھا، جب کہ شہ سوار گر رہے تھے اور طرح طرح کی بلائیں ان (دشمنوں) پر تھیں۔''

ما زالت الخيل العراب تدوسهم

في يوم فحل والقنا موار

❶ العمليات التعرضية والدفاعية عند المسلمين، ص:۱۸۸.

''معرکہ فحل میں خالص عربی گھوڑے انہیں روند رہے تھے اور نیزے ہواؤں میں اچھل رہے تھے۔''

حتی رمین سراتهم عن أسرهم
فـي ردة ما بعدها استمـرار

''یہاں تک کہ گھوڑوں نے اپنے سواروں کو اپنی پیٹھوں سے پھینک دیا، اس کے بعد وہ مقابلہ جاری نہ رکھ سکے۔''

يـوم الـرداغ فـعـنـد فـحـل سـاعـة
خـر الـرمـاح عـليهـم مـدرار؟

''فحل کے قریب کیچڑ اور دلدل والی جنگ کے موقع پر کیا نیزہ باز کیچڑ میں لت پت زمین پر گر نہیں رہے تھے۔''

ولـقـد أبـدنـا فـي الـرداغ جـمـوعـهـم
طـرا ونـحـوي تبسـم الأبـصـار

''ہم نے کیچڑ اور دلدل میں گھوڑے دوڑا کر ان کے لشکر کو دھکیل کر باہر کر دیا، اور میری طرف کھلی آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔''

اور یہ شعر بھی کہا:

وغـداة فحـل قـد شهدنا مأقطًا
ينسى الكمي سلاحه في الدار

''معرکہ فحل کی صبح ہم نے باہر کے آئے ہوئے آزمودہ کاروں کو دیکھا کہ ان کا بہادر سپاہی اپنا ہتھیار گھر ہی میں بھول آیا ہے۔''

مـازلـت أرميهـم بـقـرحـة كـامـل
كـرالـمـبـيـح ريـانـة الأبـسـار

''میں سفید پیشانی والے عمدہ نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر برابر ان پر تیر برساتا رہا، جیسے کہ شیر غصے سے تیوری چڑھا کر بار بار اپنے شکار پر حملہ آور ہوتا ہے۔''

حتـى فـضـضـنـا جـمـعـهـم بـتـردس
يـنـفـي الـعـدو إذا سـمـا جـرار

''یہاں تک کہ دشمن کو دور بھگانے والی ڈھال اور ننگی تلوار سے ہم نے دشمن کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔''

نـحـن الأولـى جسـو الـعـراق بـتـردس
والشـام جسًّـا فـي ذرى الأسـفـار

Marfat.com

''ہم وہ جانباز ہیں جنہوں نے طویل سے طویل اور دشوار گزار سفر طے کر کے عراق اور شام کو فتح کیا۔''

فتح بیسان و طبریہ:

ابوعبیدہ اور خالد رضی اللہ عنہما امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق اپنی اپنی فوجیں لے کر حمص کی طرف چلے گئے اور شرحبیل بن حسنہ کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما نے اردن پر اپنا قائم مقام مقرر کیا، چنانچہ شرحبیل رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لے کر آگے بڑھے اور بیسان کا محاصرہ کر لیا، وہاں کے لوگ مقابلہ کے لیے باہر نکلے، خونریز جنگ ہوئی، بہت سے رومی قتل کیے گئے اور بالآخر جس طرح دمشق کی صلح ہوئی تھی اسی طرح انہوں نے بھی صلح کر لی، شرحبیل رضی اللہ عنہ نے ان پر جزیہ اور زمینوں پر خراج لگا دیا۔ ابوالاعور السلمی رضی اللہ عنہ نے طبریہ والوں کے ساتھ بھی بالکل یہی برتاؤ کیا۔ [1]

معرکہ حمص ۱۵ ہجری:

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے روم کی شکست خوردہ فوج کا حمص تک پیچھا کیا اور وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا، پیچھے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور دونوں نے محاصرہ کافی سخت کر دیا۔ سخت سردی کا موسم تھا حمص والوں نے کچھ دن اس امید پر محاصرے کی صعوبتیں برداشت کیں کہ شاید سردی کی تاب نہ لا کر مسلم فوج یہاں سے واپس لوٹ جائے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے مثال صبر و عزیمت کا ثبوت دیا۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ رومیوں کے پاؤں میں خف (چمڑے کے موزے) ہوتے تھے، پھر بھی ان کے پاؤں شل ہو جاتے، جب کہ صحابہ کے پاؤں میں جوتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا، لیکن نہ ان کے پاؤں متاثر ہوئے نہ انگلیاں، اس طرح وہ لوگ موسم سرما کی شدت برداشت کرتے رہے اور وہ موسم ختم ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا۔ حمص کے سردار آگے آئے اور مصالحت کی خواہش ظاہر کی، لیکن مسلم فوجوں نے یہ کہتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا کہ ''کیا ہم صلح کر لیں حالانکہ ہم قیصر شاہ روم کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں؟'' بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن صحابہ نے اتنی بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ اس سے پورا شہر دہل اٹھا اور زمین میں ایسی لہر پیدا ہوئی کہ دیواروں میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ پھر دوسری تکبیر کا نعرہ لگایا، نعرہ اتنا زوردار تھا کہ لگتا تھا کہ بعض مکانات گر جائیں گے۔ خوف اور مصائب سے تنگ آ کر مص کی عوام اپنے سرداروں کے پاس آئی اور کہا: ہمارے اوپر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اور ہماری جو حالت ہے کیا آپ لوگ اسے دیکھتے نہیں؟ آپ لوگ حملہ آور مسلمان فوجوں سے ہمارے بارے میں صلح کیوں نہیں کر لیتے؟ راوی کا بیان ہے کہ پھر جس طرح باشندگان دمشق نے صلح کی تھی کہ نصف بستی ہماری اور نصف تمہاری ہوگی، زمینوں پر لگان دیں گے اور مالداری ومحتاجی کے اعتبار سے ہر فرد پر جزیہ لازم ہوگا، اسی طرح یہاں کے لوگوں نے بھی صلح کر لی۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا خمس اور فتح کی بشارت کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج

[1] ترتیب وتهذیب البداية والنهاية، ص: ٦١ ب -

دیا اور چند امراء مثلاً بلال اور مقداد رضی اللہ عنہما کی قیادت میں حمص میں بھاری فوج چھوڑ دی اور عمر رضی اللہ عنہ کو خط کے ذریعے سے اطلاع بھیجی کہ ہرقل دریائے فرات عبور کر کے جزیرہ بھاگ گیا ہے، کبھی کبھار نظر آتا ہے اور کبھی روپوش رہتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں ابوعبیدہ کو لکھا کہ آگے پیش قدمی نہ کریں وہیں ٹھہر جائیں۔ ❶

معرکہ قنسرین ۱۵ ہجری:

حمص فتح ہو جانے کے بعد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قنسرین بھیجا۔ ❷ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں کے اصلی باشندوں اور عرب نصاریٰ نے آپ کے خلاف جنگ کی، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سخت جنگ لڑی اور دشمن کے بہت سارے لوگوں کو قتل کیا، جو رومی وہاں بس گئے تھے انہیں جلاوطن کر کے ان کے سردار میناس کو قتل کر دیا۔ باقی رہے جو سیدھے سادھے دیہاتی تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس لڑائی کے لیے تیار نہ تھے اور نہ لڑائی کے لیے ہماری رائے تھی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی معذرت قبول کر لی اور انہیں قتل کرنے سے رک گئے۔ پھر جب شہر کے اندر گھسے تو مخصوص سرداروں اور شرپسندوں نے ایک قلعہ میں پناہ لے لی۔ خالدؓ نے ان سے کہا کہ اگر تم بادلوں میں بھی روپوش ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ہمیں تم تک پہنچا دے گا یا تمہیں خود ہمارے پاس حاضر کر دے گا۔ پھر برابر ان کا دائرہ تنگ کرتے گئے اور بالآخر فتح نصیب ہوئی۔ سیّدنا عمر کو خالد رضی اللہ عنہما کے اس کارنامے کی خبر ہوئی تو بے ساختہ بول اٹھے "اللہ کی رحمت ہو ابوبکر پر، وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے، اللہ کی قسم! میں نے کسی بدنیتی اور برے گمان کی وجہ سے خالد کو معزول نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں لوگ انہی پر بھروسا نہ کر لیں۔" ❸

معرکہ قیساریہ ۱۵ ہجری:

۱۵ ہجری میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو قیساریہ ❹ کا امیر بنایا اور ان کے نام خط لکھا: حمد وصلاۃ کے بعد! میں تمہیں قیساریہ کا امیر بناتا ہوں۔ تم وہاں چلے جاؤ اور ان کے بارے میں اللہ سے مدد مانگو، کثرت سے ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.)) پڑھا کرو اور کہتے رہو: ((اَللّٰهُ رَبُّنَا وَثِقَتُنَا وَجَاؤُنَا، وَمَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ.)) اے اللہ! تو ہی ہمارا رب ہے، تجھ پر ہمارا بھروسا ہے، تجھ سے امیدیں وابستہ ہیں، تو ہی ہمارا مددگار ہے، تجھ سے اچھا کوئی محافظ اور معاون نہیں۔" چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں سے قیساریہ چل پڑے اور وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا، کئی مرتبہ وہاں کے باشندوں سے جھڑپیں ہوئیں اور ایک وقت آیا کہ دونوں میں شدید جنگ چھڑ گئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ پامردی سے جمے رہے اور جنگ کو کامیاب بنایا۔ اللہ نے ان کے ہاتھوں کو مضبوط کیا اور فتح سے نوازا، دشمن کے تقریباً اسی ہزار (۸۰۰۰۰) لوگ جنگ میں قتل کیے گئے اور بیس ہزار (۲۰۰۰۰) ہزیمت خوردہ ومفرور فوجیوں کو ملا کر ایک لاکھ تعداد پوری کر دی۔ پھر مال غنیمت کا

---

❶ ترتیب وتهذیب البداية والنهاية، ص:٦٢.
❷ تاریخ الطبری ٤/ ٤٢٧.
❸ ترتیب وتهذیب البداية والنهاية، ص:٦٣.
❹ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣١.

Marfat.com

خمس اور فتح کی بشارت دے کر اپنے قاصد کو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ❶

ڈاکٹر عبدالرحمٰن شجاع بیان کرتے ہیں کہ ملک شام کے شہر مجاہدین کے ایک ہی حملے میں پے در پے فتح ہوتے چلے گئے، چونکہ سلطنت روم بھی شکست کی ہزیمت اٹھائے ہوئے تھی وہ اس پوزیشن میں نہ تھی کہ پیش قدمی کا سوچتی، اس طرح شہر بیروت صید، نابلس، لد، حلب اور انطاکیہ مسلمانوں کے زیر تسلط آ گئے اور قیساریہ ملک شام کا آخری شہر تھا جو معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں فتح ہوا اور یہ واقعہ بیت المقدس کی فتح کے بعد کا ہے۔ ❷

بیت المقدس کی فتح ۱۶ ہجری

جس وقت مسلمانوں نے فتح کے ارادے سے بیت المقدس کا رخ کیا اس وقت فلسطینی حکومت کی کمان ارطبون رومی کے ہاتھ میں تھی، وہ مقام و مرتبہ میں بادشاہ روم کے ہم پلہ ہوا کرتا تھا، یہ شخص دور اندیش، جنگی سوجھ بوجھ رکھنے والا اور اپنے فیصلہ پر ٹھوس اقدام کرنے والا تھا۔ اس نے جنگی حکمت عملی کے تحت ''رملہ'' اور ''ایلیا'' (بیت المقدس) میں بڑی بڑی فوجیں اتار دی تھیں۔ ❸

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر امیر المومنین کو صورت حال سے آگاہ کیا اور مستقبل کی کارروائی کے لیے مشورہ کرتے ہوئے اجازت مانگی۔ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی وہ آج بھی شہرت کی حامل ہے۔ آپ نے کہا تھا: ''ہم نے روم کے ارطبون کو عرب کے ارطبون سے ٹکرا دیا ہے، دیکھو اب کیا ظہور ہوتا ہے۔'' ❹ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ دونوں ہی اپنی اپنی قوم کے زیرک و زبردست جرنیل ہیں۔

۱۵ ہجری میں اجنادین پر مسلمانوں کی دوبارہ لشکر کشی اور رومیوں پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے غلبہ نے فلسطین کا راستہ ہموار کر دیا تھا ❺ اور اب معرکہ بیت المقدس کا عملی نفاذ ہونے جا رہا تھا۔ رومی قائد ارطبون نے اپنے لشکر جرار کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے رملہ اور ایلیا (بیت المقدس) میں پھیلا دیا تھا۔ دونوں شہروں کا درمیانی فاصلہ اٹھارہ (۱۸) میل ہے۔ ارطبون کا مقصد یہ تھا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان دونوں عظیم شہروں پر مسلمانوں کی طرف سے کوئی فوجی کارروائی نہ ہو سکے۔ اور یقیناً دونوں شہر اہمیت کے حامل تھے۔ ''رملہ'' فلسطین کا بڑا قصبہ اور ''ایلیا'' (بیت المقدس) اس کا سب سے بڑا شہر تھا۔ ❻ رومی بادشاہ کی طرف سے ''ارطبون'' کو ''ایلیا'' کا حاکم مقرر کیا گیا تھا، یاد رہے کہ یہ وہی ارطبون ہے جو اجنادین میں شکست کھانے کے بعد اپنے لاؤ لشکر سمیت یہاں بھاگ آیا تھا اور اس وقت رملہ کا حاکم تذارق تھا۔ ❼ اور اب آئندہ صفحات میں ان مراحل کا ذکر ہوگا جن

❶ دراسات فی عهد النبوة والخلافة، ص: ۳۵۵.

❷ ترتیب و تهذیب البدایة والنهایة، ص: ٦٣، ٦٤.

❸ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، د/ یاسین وسوید، ص:۳۵.

❹ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣١. ❺ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، ص: ۳۵.

❻ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، ص: ۳۵، ۳٦. ❼ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٢.

Marfat.com

سے بیت المقدس فتح کرتے وقت مسلمان گزرے۔

ا: مشاغلہ (الجھانا):

خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی منصوبہ سازی یہ تھی کہ رومی فوجوں کو فلسطین میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے محاذ آرا ہونے سے اس وقت تک روکا جائے جب تک کہ اجنادین میں رومی فوج پر مسلمانوں کا غلبہ نہ ہو جائے۔ تاکہ یہاں سے مکمل طور سے نمٹنے کے بعد بیت المقدس اور بقیہ بلاد شام پر اپنی توجہ مرکوز کی جائے۔ چنانچہ اسی منصوبہ بندی کے مطابق عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ شہ سوار مجاہدین کا قافلہ لے کر قیساریہ چلے جائیں اور وہاں کے رومی محافظ دستوں کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنے سے الجھائے رکھیں۔ ادھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بالکل وہی منصوبہ تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تھا، اس لیے آپ نے کارروائی آگے بڑھاتے ہوئے علقمہ بن حکیم الفراشی اور مسروق بن فلان المکی کو ایلیا میں روم کے محافظ دستے کو الجھانے والی فوج کا امیر بنا کر روانہ کیا، وہ لوگ ایلیا (بیت المقدس) گئے اور اپنے کام میں لگ گئے۔ ❶ پھر ابو ایوب المالکی کو ''رملہ'' میں روم کے محافظ دستوں کو الجھانے والی فوج کا امیر بنا کر بھیجا، اور ابھی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس خارجی امداد پہنچ بھی نہ سکی تھی کہ آپ نے تیاری کو مزید مستحکم کرتے ہوئے محمد بن عمرو کو ان کی فوج کے ساتھ ایلیا کے محاذ پر ڈٹے ہوئے مسلم فوجیوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اسی طرح عمارہ بن عمرو بن امیہ ضمری کو ان کی فوج کے ساتھ ''رملہ'' کے محاذ پر ڈٹے ہوئے مسلم فوجیوں کی مدد کے لیے بھیجا اور آپ خود اجنادین میں قیام کر کے ارطبون کے ساتھ قطعی جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اس دوران میں ایلیا کے محافظ دستے اپنی فصیل سے مسلمانوں سے زبردست مورچہ لیے ہوئے تھے اور شہر مقدس کے اردگرد جنگ کی رفتار زور پکڑ رہی تھی۔ جب کہ ٹھیک اسی وقت رومی اور اسلامی فوجیں اجنادین میں جنگ کے لیے مکمل طور سے مسلح ہو رہی تھیں اور اس کے بعد اجنادین میں جو جنگ ہوئی وہ خون ریز جنگ تھی۔ ❷ طبری کا بیان ہے کہ مسلمانوں اور رومیوں نے اجنادین میں جنگ یرموک کی طرح بڑی بے جگری سے لڑائی لڑی اور دونوں طرف سے بہت لاشیں گریں۔ ❸ عرب کے ارطبون نے روم کے ارطبون سے آمنے سامنے کی ٹکر لی اور اسے شکست دی، روم کا ارطبون اپنی فوج کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا، تاکہ شہر مقدس کی فصیل کو پشت پناہ بنایا جا سکے۔ مسلمانوں نے بھی حکمت عملی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے لیے راستہ صاف کر دیا اور وہ شہر مقدس کے اندر چلا گیا۔ ❹

طبری کی روایت ہے کہ ارطبون کے پیچھے ہٹ جانے کے بعد علقمہ، مسروق، محمد بن عمرو اور ابو ایوب جو

---

❶ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، د/ یاسین وسوید، ص:٣٦.

❷ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، د/ یاسین وسوید، ص:٣٦.

❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٣. ❹ تاریخ الطبری، ص: ٤/ ٤٣٣.

Marfat.com

بیت المقدس کے محافظ دستوں کے مقابلہ کے لیے پہلے بھیجے گئے تھے وہ سب اجنادین آ کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے آ ملے، پھر آپ اپنا پورا لشکر لے کر بیت المقدس کا محاصرہ کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ ❶

(مسلمانوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت المقدس کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا اور جناب عمرو رضی اللہ عنہ نے شہر والوں کے لیے محاصرہ تنگ کرنا شروع کیا۔ شہر مقدس کافی محفوظ و مستحکم تھا، اس کی فصیلوں کی حفاظت و پائیداری کے بارے میں واقدی کا بیان ہے کہ اس پر منجنیق، سنگ بار آلات، تلواروں، خود اور اعلیٰ معیار کی زرہوں سے لیس سپاہی ہمہ وقت چاق و چوبند کھڑے رہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محاصرہ کے تیسرے دن جنگ اس وقت شروع ہوئی جب مسلمان فصیلوں کی طرف آگے بڑھے، وہاں کے محافظ دستوں نے پیش قدمی کرتے ہوئے مسلمان فوج پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی، مسلمانوں نے اپنی زرہوں اور خودوں سے اس کا مقابلہ کیا، لڑائی صبح کے وقت شروع ہوتی اور شام کو بند ہو جاتی، اسی طرز پر کئی دنوں تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور جب دس دن اسی حالت پر گزر گئے تو گیارھویں دن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اور ساتھ میں شہ سوار مجاہدین و جانباز موحدین کو لے کر آ پہنچے، ❷ انہیں دیکھ کر بیت المقدس والوں کا دل خوف سے دہل گیا۔ تاہم چار مہینے محاصرہ جاری رہا اور کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ جس میں زبردست مقابلہ نہ ہوتا رہا ہو۔ اس طرح مسلمان سخت سردی، بارش اور برفیلی ہواؤں کو برداشت کرتے رہے اور صبر و عزیمت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ ❸ یہاں تک کہ رومی فوج مسلمانوں کے محاصرہ کا مقابلہ کرنے سے مایوس ہو گئی، ان کے بطریق ''صفرونیوس'' نے اس بلائے بے درماں سے نجات پانے کے لیے اپنی آخری کوشش شروع کی اور مسلمانوں کے قائد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام جذبات کو بھڑکانے والا ایک خط تحریر کیا کہ ''محاصرہ ختم کر دو، شہر مقدس پر تمہیں فتح پانا ناممکن ہے۔'' ❹

۲: استسلام (خود سپردگی):

روم کے ارطبون نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام جو خط روانہ کیا تھا اس میں لکھا تھا:

''تم میرے دوست ہو اور میرے ہم رتبہ ہو، تمہاری قوم میں تمہارا وہی مقام ہے جو میری قوم میں میرا مقام ہے۔ اللہ کی قسم! اجنادین کے بعد اب تم فلسطین کا کوئی حصہ فتح نہیں کر پاؤ گے۔ اس لیے واپس لوٹ جاؤ اور دھوکے میں نہ رہو، ورنہ تمہیں بھی اپنے پیش رووں کی طرح منہ کی کھانی پڑے گی۔'' ❺

---

❶ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، د/ یاسین وسوید، ص:۳۷.

❷ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی، د/ یاسین وسوید، ص:۳۸.

❸ حروب القدس، ص:۳۸. ❹ حروب القدس، ص:۳۸.

❺ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٣.

Marfat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جوابی خط میں تحریر کیا کہ ''میں فاتح بیت المقدس ہوں'' اور خط اپنے قاصد کے ذریعے سے بھیجتے ہوئے قاصد کو نصیحت کی کہ ارطبون سے اس خط کا جواب لے کر لوٹے۔ جب ارطبون نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو ہنسنے لگا اور کہا: ''بیت المقدس کے فاتح کا نام عمر ہے'' قاصد نے ارطبون کی بات عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بتائی، تو عمرو رضی اللہ عنہ نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ ارطبون امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ [1] عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد کے نام خط لکھا اور ارطبون کی بات نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس کے نزدیک امیر المومنین عمر ہی بیت المقدس فتح کر سکتے ہیں۔ نیز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خط میں آپ سے مدد کا مطالبہ کیا اور آئندہ کی کارروائی سے متعلق رائے اور مشورہ لیتے ہوئے لکھا:

''میں سخت ترین اور سنگین جنگ میں لگا ہوا ہوں، ایسے شہر میں ہوں جو آپ کے سامنے سپر انداز ہونے کو تیار ہے، آگے آپ کی مرضی۔'' [2]

چنانچہ صلاح و مشورہ کے بعد ایک امدادی فوج لے کر عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف نکل پڑے۔ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور خود جابیہ پہنچ گئے۔ آپ کے پہنچنے کے بعد ایلیا (بیت المقدس) والے خود سامنے آئے اور جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کی اور بیت المقدس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے۔ [3]

۳: بیت المقدس کا محاصرہ کس نے کیا؟ روایات کا اختلاف اور تحقیق کا نتیجہ:

مورخ طبری نے بیت المقدس کے محاصرہ سے متعلق کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق محاصرہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے شام آنے کی وجہ یہ تھی کہ جب ابوعبیدہ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے شام کی دیگر بستیوں کی طرح یہاں بھی صلح کی پیش کش کی اور کہا کہ معاہدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ہوگا تو ابوعبیدہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اس سلسلہ میں خط لکھا اور آپ نے مدینہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر امدادی فوج لے کر شام کی طرف سفر کیا۔ ابن اثیر سے بھی دو روایات منقول ہیں اور دونوں طبری کی روایتوں سے بالکل ملتی جلتی ہیں۔ [4] جب کہ واقدی نے بیت المقدس کے محاصرہ اور اس دوران عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ اور رومی محافظ دستوں سے بات چیت کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سات قائدوں کی قیادت میں پینتیس (۳۵) ہزار مجاہدین کو بیت المقدس فتح کرنے کے لیے بھیجا اور ہر قائد کے ساتھ پانچ ہزار فوجی تھے۔ ان ساتوں قائدین میں خالد بن ولید، یزید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ، مرقال بن ہاشم بن ابی وقاص، مسیب بن نجیہ فزاری، قیس بن ہبیرہ مرادی

---

[1] تاریخ الطبری ٤/ ٤٣٣.
[2] تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٣.
[3] تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٣.
[4] حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی/ د: یاسین سوید ص: ٤٠.

Marfat.com

اور عروہ بن مہلل بن یزید رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ان ساتوں قائدوں کو سات دنوں میں بھیجا، ہر روز ایک قائد اپنی فوج لے کر روانہ ہوتا اور جب مسلم فوجوں اور شہر مقدس کے محافظ دستوں کے درمیان کئی دنوں میں اچھی طرح جنگ چھڑ گئی تو آخر میں آپ بھی ان سے جا ملے۔ ❶

واقدی آگے لکھتا ہے کہ باشندگان ایلیا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مصالحت کے ذریعے سے شہر میں داخل ہونے کی درخواست کرنے لگے، بشرطیکہ مصالحت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے عمل میں آئے، پھر طبری اور ابن اثیر کے موافق روایتیں نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھ کر واقعہ کی تفصیل بتائی اور اس کے بعد خلیفہ راشد بیت المقدس کی طرف چل پڑے اور شہر کی فصیل کے پاس آ کر اترے۔ پھر بیت المقدس کا بطریق آپ کے پاس آیا، اپنا تعارف پیش کیا اور کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی شخص ہے جس کے (فاتح قدس) ہونے کی صفت ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ یہی ہمارے ملک کا فاتح ہوگا۔ ❷ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور اسے حقیقت حال سے خبردار کیا، تمام لوگ خوشی خوشی عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے لیے دوڑ پڑے اور چونکہ طویل محاصرہ نے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی اس لیے فصیل کے تمام دروازے کھول دیے اور سب لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر آپ سے عہد و میثاق اور ذمہ کے طالب ہوئے اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔

لیکن ہم واقدی کی اس روایت کو بعید از قیاس سمجھتے ہیں، کیونکہ ہمیں یقینی طور سے معلوم ہے کہ جس وقت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے آپ کے دوسرے ساتھی یرموک، دمشق اور فحل کے مسلم قائدین بلاد شام کے مختلف علاقوں کو فتح کرنے میں تھا، چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حمص، حماۃ، قنسرین اور حلب کو فتح کر کے شامی ساحل کے راستے جنوب میں انطاکیہ، لاذقیہ اور عرقہ کو فتح کیا اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جنوب میں بیروت سے صیدا تک اور شمال میں عسقلان سے صور تک فتح کا پرچم لہرایا۔ ❸

اور بلاذری اپنی ایک روایت میں کہتے ہیں کہ "رفح" فتح کرنے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ قنسرین اور اس کے مضافاتی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد ۱۶ ہجری میں وہاں اس وقت پہنچے جب کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ❹ ایلیا والوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے شام کے دیگر صلح کردہ شہروں کی طرح صلح اور امان کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ معاہدہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

❶ فتوح الشام: ۱/ ۲۱۳ تا ۲۱۶.

❷ حروب القدس فی التاریخ اسلامی والعربی ص:۴۱، ۴۲.

❸ حروب القدس فی التاریخ اسلامی والعربی ص:۴۱، ۴۲.

❹ فتوح البلدان (۱/ ۱۸۸، ۱۸۹).

کی موجودگی میں ہو۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں خط لکھا اور آپ دمشق جابیہ پہنچے، پھر وہاں سے بیت المقدس کے لیے روانہ ہوئے اور بیت المقدس پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے معاہدہ صلح تحریر کیا، اس طرح بیت المقدس ۱۷ ہجری میں فتح ہوا۔ اس کے بعد بلاذری لکھتے ہیں کہ فتح بیت المقدس کے بارے میں دیگر سندوں سے دوسری روایات بھی منقول ہیں۔ ❶

بہرحال مورخین کی متعدد روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم طبری کی پہلی روایت کو راجح مانتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نہیں اور اپنی تحقیق میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ممکن ہے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے جنرل کمانڈر ہونے کے ناتے بیت المقدس کی فتح سے متعلق رائے ومشورہ کرنے کی غرض سے جابیہ میں جا کر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے ہوں، کیونکہ تاریخی روایات سے اس بات کا پختہ ثبوت ملتا ہے کہ جابیہ میں آپ کے پہنچنے اور شام کے تمام امرائے لشکر کی مجلس شوریٰ بلانے کے وقت یزید رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ راشد سے ملنے والے آپ ہی دوسرے شخص تھے اور جس مجلس میں یزید رضی اللہ عنہ، شرحبیل رضی اللہ عنہ اور شام کے دیگر بڑے قائدین فوج کے سامنے بیت المقدس کے باشندوں سے معاہدہ صلح اور شہر مقدس سونپ دینے کی باتیں ہو رہی تھیں اس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے۔ البتہ معاہدہ صلح میں آپ کا نام بحیثیت گواہ درج نہ کیا گیا جب کہ عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف، معاویہ بن ابوسفیان اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے نام بحیثیت گواہ درج ہیں، یہ معاہدۂ صلح کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ بات کہنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی توجیہ نہیں کہ جس فوج نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تھا اس کے قائد ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے، بلکہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ❷ (کیونکہ آپ کی قیادت میں محاصرہ ہوتا تو آپ کا نام بحیثیت گواہ کے ضرور درج کیا جاتا)۔

۴: معاہدہ نامہ:

طبری کی روایت کے مطابق جو معاہدہ طے پایا تھا وہ یہ تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے ''ایلیا'' (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے، نہ ان کے گرجاؤں کو مسکن بنایا جائے گا اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ گرجاؤں اور ان کے احاطوں، صلیب اور اموال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں کسی کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور رومیوں اور چوروں کو نکال دیں۔ ان رومیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان

---

❶ فتوح البلدان: ۱/ ۱۸۹.
❷ حروب القدس فی التاریخ الإسلامی والعربی ص: ۴۱، ۴۲.

Marfat.com

اور مال کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی پناہ گاہ میں پہنچ جائے، اور جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے اسے بھی امن ہے لیکن اسے جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو لوگ جان اور مال لے کر رومیوں کے ساتھ چلے جانا چاہیں انہیں اور ان کے گرجاؤں کے جو لوگ ہیں ان میں سے اگر کوئی یہاں رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے، اسے بھی ایلیا والوں کی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر کوئی رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو چلا جائے اور اگر کوئی اپنے اہل وعیال میں واپس ہونا چاہے تو ہو جائے، ان سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اپنی کھیتیاں کاٹ لیں۔ جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر اللہ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس معاہدہ پر خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابوسفیان گواہ ہیں، یہ معاہدہ ۱۵ ہجری میں لکھا گیا۔'' [1]

اہم دروس وعبر اور فوائد

الف: واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا فدائی موقف:

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باب جابیہ پر...... جو دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے...... کافی شور و ہنگامہ سن رہا تھا، تھوڑی دیر ٹھہر گیا، دیکھا کہ جنگی گھوڑوں کا قافلہ ادھر سے گزر رہا تھا، میں نے آگے نکلنے کا موقع دے دیا، پھر پیچھے سے تکبیر کا نعرہ لگاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید ہمیں گھیر لیا گیا ہے، اس لیے اپنے قائد کو چھوڑ کر وہ شہر کی طرف بھاگے، میں نے اس پر زوردار نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا، پھر اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر لگام ہاتھ میں لی اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی، اس کے ساتھی آگے رک کر میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے تنہا دیکھ کر میرا پیچھا کیا، میں نے اپنے قریب آتے ایک شہ سوار کو نیزہ مارا اور اسے قتل کر دیا، پھر دوسرا قریب آیا اسے بھی مار گرایا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا، جب میں ان کو اپنے واقعہ کی خبر دے رہا تھا تو دیکھا کہ رومیوں کا جنرل کمانڈر دمشق والوں کے لیے آپ سے امان مانگ رہا ہے۔ [2]

ب: معرکہ فحل سے کچھ پہلے رومیوں کے پاس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سفارت:

معرکہ فحل سے کچھ پہلے اور مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان چند ایک جھڑپیں ہو جانے کے بعد رومیوں کے جنرل کمانڈر نے مسلمانوں سے کہلوا بھیجا کہ ہمارے پاس اپنا کوئی سفیر بھیجیں، تمہارے مطالبات اور مقاصد کو ہم اس سے جاننا چاہیں گے اور اپنے عزائم سے اس کو آگاہ کریں گے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف سے

[1] تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٦.
[2] سیر أعلام النبلاء: ٣/ ٣٨٦، ٣٨٧، التاریخ الإسلامی: ١٠/ ٣١٩.

Marfat.com

بات چیت کرنے کے لیے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، رومیوں نے آپ کے استقبال کے لیے تیاریاں کیں، زیب وزینت کی عمدہ سے عمدہ چیزوں، قیمتی وچمکدار اسلحوں، نگاہیں خیرہ کر دینے والے بیش قیمت قالینوں اور پردوں سے مجلس سجائی تاکہ معاذ رضی اللہ عنہ اپنے مقصد سے بہک جائیں یا کم از کم نفسیاتی طور پر دب جائیں اور یہ شان وشوکت انہیں مرعوب کر دے۔ لیکن آپ نے ان کی اس زیب وزینت کی محفل کو کوئی اہمیت نہ دے کر سب کو اچنبھے میں ڈال دیا، آپ نے زہد وتواضع کا مظاہرہ کر کے دل گرفتگی کی تمام تدبیروں اور بہکاوے کی تمام چالوں کو ناکام کر دیا، بلکہ رومیوں کے خلاف اس موقع کو بطور ہتھیار استعمال کیا، بایں طور کہ اپنے گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں رکھی، رومی کمانڈر کے غلام کو اسے دینے سے انکار کر دیا، آپ کے استقبال کے لیے جو مجلس سجائی گئی تھی اس پر بیٹھنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اپنے کمزوروں کا حق مار کر تم جس فرش وقالین کی مجلس سجاتے ہو میں اس پر نہیں بیٹھوں گا اور ننگی زمین پر بیٹھ گئے، پھر کہنے لگے:

''میں اللہ کے بندوں میں سے اس کا ایک بندہ ہوں، اللہ کی زمین پر بیٹھتا ہوں، اللہ کا مال لے کر اپنے بھائیوں پر ظلم نہیں کرتا ہوں۔'' [1]

ان کے درمیان اور بھی گفتگو ہوئی، انہوں نے آپ سے اسلام کے بارے میں پوچھا، آپ نے انہیں اسلام کا تعارف کرایا، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ پوچھا، آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾﴾ (آل عمران: ۵۹)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا! پس وہ ہو گیا۔''

آپ نے ان کے سامنے مسلمانوں کا مقصد واضح کیا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ﴾

(التوبة: ۱۲۳)

''اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانی چاہیے۔''

رومیوں نے توہین آمیز لہجے میں کہا کہ اہل فارس پر مسلمانوں کو اس لیے فتح مل گئی تھی کہ ان کا بادشاہ مر گیا تھا، روم والوں پر تمہاری فتح نہ ہوگی کیونکہ ان کا بادشاہ زندہ ہے اور فوجوں کا کوئی شمار ہی نہیں۔ آپ نے نہایت بے باکی سے کہا: اگر تمہارا بادشاہ ہرقل ہے تو ہمارا بادشاہ اللہ ہے اور ہمارا امیر ہم ہی میں سے ایک آدمی ہے، اگر

[1] الاکتفاء/ الکلاعی: ۳/ ۱۹۴.

Marfat.com

وہ قرآنی ہدایات اور نبوی تعلیمات کے مطابق ہم میں کام کرتا ہے تو ہم اسے اپنا امیر مانتے ہیں اور اگر وہ اس سے ہٹ جاتا ہے تو اسے منصب سے ہٹا دیتے ہیں۔ وہ ہم سے الگ تھلگ ہو کر نہیں رہتا، نہ تکبر کرتا ہے اور نہ ہم پر اقتدار کا رعب جماتا ہے اور رومی فوجوں کی کثرت کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ ﴾

(البقرة: ٢٤٩)

''کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور آخر میں جب رومی معاذ رضی اللہ عنہ کو مرعوب نہ کر سکے اور نگاہیں چکا چوند کر دینے والے اسباب آرائش سے بھی ان سے اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے تو اصل موضوع کی طرف لوٹے اور مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ بلقاء اور متصل علاقے مسلمان لے لیں اور مصالحت ہو جائے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبردار کیا اور کہا: ہمارے سامنے تین چیزیں ہیں، ان میں سے کسی ایک کو قبول کرنا ہوگا، اسلام، یا جزیہ یا پھر جنگ۔ یہ سننا تھا کہ وہ سب بہت ناراض ہوئے اور کہا: جاؤ اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جاؤ، وہ دن دور نہیں جب ہم تمہیں رسیوں میں باندھیں گے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: رہا رسیوں میں باندھنا، تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ البتہ ہمارا آخری فرد جان دینے تک لڑتا رہے گا یا ہم تمہیں ذلیل و رسوا کر کے یہاں سے نکال باہر کریں گے۔ اتنا کہہ کر آپ واپس لوٹ آئے۔ [1] اس طرح اس سفارت میں معاذ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک مدبر سیاسی، ماہر فوجی اور حکیم داعی کی حیثیت سے نمودار ہوئی، جو اپنے دشمن کے دلائل کا منہ توڑ جواب دیتے اور چبھتے ہوئے الزامی اعتراضات کرتے رہے، ان کے عیوب اور رعایا پر جبر و تسلط کو گناتے ہوئے انہی کے مذہب کا واسطہ دیتے اور اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ جہاں تک ان کے مرعوب کرنے اور نفسیاتی جنگ کی بات ہے تو آپ نے اس کا جواب خوف و دھمکی سے نہیں دیا، بلکہ واقعیت پسندی کا مظاہرہ کیا اور اپنا مقصد صاف لفظوں میں بتا دیا۔ پھر اپنی قیادت کے پاس واپس آ گئے اور مسلم قیادت نے جو کچھ انہوں نے کیا اور رومیوں سے کہا اس کی تائید کی۔ [2] مسلمان اپنے دشمن سے جنگ کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

ج: فتح قیساریہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا موقف:

قیساریہ کے محاصرہ کے موقع پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے میمنہ کے قائد تھے۔ آپ اپنی فوج کو نصیحت کرنے کھڑے ہوئے، انہیں گناہوں سے بچنے اور اپنا محاسبہ کرنے کا حکم دیا، پھر مجاہدین کا ایک ہجوم لے کر آگے بڑھے اور بہت سارے رومیوں کو قتل کیا، لیکن اپنے مقصد میں اچھی طرح کامیاب نہ ہوئے۔ دوبارہ اپنی

[1] الاكتفاء/ الكلا: ٣/ ١٩٤.
[2] الأنصار في العصر الراشدي، ص:٢٠٧.

جگہ واپس آ گئے، اپنے ساتھیوں کو لڑنے مرنے پر جوش دلایا اور اپنے ساتھ اتنا بڑا ہجوم لے کر حملہ کرنے کے بعد بھی نامراد لوٹنے پر کافی حیرت و تعجب کا اظہار کیا اور کہا: ''اے اسلام کے پاسبانو! میں بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے نقباء میں سب سے کم عمر تھا، لیکن مجھے سب سے لمبی عمر ملی، اللہ نے میرے حق میں فیصلہ کیا کہ مجھے زندہ رکھا، یہاں تک کہ آج یہاں تمہارے ساتھ اس دشمن سے لڑ رہا ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے مومنوں کی جماعت لے کر جب بھی مشرکوں کی جماعت پر حملہ کیا انہوں نے ہمارے لیے میدان خالی کر دیا اور اللہ نے ان پر ہمیں فتح دی۔ کیا بات ہے کہ تم نے ان پر حملہ کیا اور ان کو ہٹا نہ سکے۔'' پھر ان کے بارے میں آپ کو جو اندیشہ لاحق تھا اسے ان لفظوں میں بیان کیا: ''مجھے تمہارے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے، یا تو تم میں کوئی خائن ہے یا جب تم نے حملہ کیا تو مخلص نہیں تھے۔'' اس کے بعد آپ نے انہیں صدق دل سے شہادت مانگنے کی تلقین کی اور کہا کہ میں تم میں سب سے پیش پیش رہوں گا اور ہرگز پیچھے نہ ہٹوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح سے نواز دے یا شہادت کی موت عطا فرمائے۔ چنانچہ جب رومی اور مسلمان آپس میں ٹکرائے تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سے کود کر پیدل ہو گئے، عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیدل دیکھا تو امیر لشکر کے پیدل لڑنے کی بات مسلمانوں میں عام کر دی اور کہا کہ سب لوگ انہی کی طرح ہو جائیں۔ چنانچہ سب نے رومیوں سے زبردست معرکہ آرائی کی اور انہیں پست کر دیا بالآخر وہ بھاگ کر شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ ❶

د: معرکہ مرج الصفر میں ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا:

ام حکیم بنت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، عکرمہ شام کے معرکوں میں سے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ❷ انہوں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما انہیں پیام نکاح دیتے اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بھی ان سے نکاح کے خواہاں تھے، ام حکیم نے خالد کا پیغام نکاح قبول کر لیا اور ان سے شادی کر لی۔ خالد رضی اللہ عنہ اجنادین، فحل اور مرج الصفر کے معرکوں میں برابر کے شریک تھے، چنانچہ جب مسلم فوج مرج الصفر میں اتری تو خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ام حکیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت چاہی، ام حکیم رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اگر ان لشکروں کے پست ہو جانے تک آپ خلوت کو موخر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ آج میں انہی لشکروں میں شہید ہو جاؤں گا۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر تو آپ کی مرضی۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے مرج الصفر کے ایک پل کے پاس شب زفاف منائی اور اسی وجہ سے تاریخ میں اس کا نام ''ام حکیم کا پل'' پڑ گیا، صبح ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کیا، سب کو کھلایا اور جب سب لوگ کھا کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ روم کی فوج اپنی صفوں کو درست کر چکی ہے۔ مسلمانوں میں سے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور جاں فروشی

---

❶ الانصار فی العصر الراشدی، ص: ۲۰۹.

❷ بعض مورخین کے نزدیک معرکہ یرموک میں اور بعض کے نزدیک اجنادین اور بعض کے نزدیک فحل میں ان کی شہادت ہوئی تھی۔

کے جوہر دکھاتے ہوئے اللہ کے راستہ میں شہید کر دیے گئے۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے کپڑے کس لیے اور مقابلہ کے لیے ڈٹ گئیں۔ ان کے کپڑوں پر خوشبو کے نشانات صاف طور سے دیکھے جا سکتے تھے۔ اس دن مسلمانوں نے دریا پر زبردست جنگ لڑی اور دونوں فوجوں نے بے جگری کا ثبوت دیا، تلواروں نے ایک دوسرے کو خوب کاٹا، اس دن ام حکیم رضی اللہ عنہا نے جس خیمہ میں خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ شب زفاف منائی تھی اس کی چوبوں سے سات رومی کافروں کو جہنم رسید کیا۔ ❶

ھ: شاہ روم قیصر کا الوداعی سلام، شام والوں کے نام:

۱۵ہجری میں ہرقل اپنے لاؤلشکر کے ساتھ پیچھے ہٹا اور شام سے بلاد روم کوچ کر گیا۔ ❷ بعض مورخین اسے ۱۶ہجری کا واقعہ بتاتے ہیں۔ ❸ ہرقل جب بیت المقدس کی زیارت کے لیے جاتا اور واپس ہوتا تو کہتا: اے سوریہ تجھے میرا سلام، الوداع کہنے والے کا سلام، جو تجھ سے اپنی کوئی ضرورت پوری نہ کر سکا اور اب نامراد لوٹ رہا ہے۔ جب شام سے کوچ کا پختہ ارادہ کر لیا اور "رھا" ❹ پہنچا تو وہاں کے لوگوں سے کہا کہ میرے ساتھ روم تک چلو، انہوں نے کہا: تمہارے ساتھ جانے سے تمہارے حق میں ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ یہیں قیام کریں۔ وہ سب کو چھوڑ کر آگے بڑھا اور "شمشاط" ❺ پہنچا، وہاں ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اور بیت المقدس کی طرف نگاہ اٹھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے سوریہ تجھے الوداعی سلام، اب اس کے بعد کبھی ملاقات نہ ہو گی۔ ❻ پھر ہرقل وہاں سے چل کر قسطنطنیہ آیا، وہی اس کا پایہ تخت رہا۔

ہرقل کے ساتھ ایک شخص تھا جو مسلمانوں کے ساتھ قید رہ چکا تھا اس سے اس نے پوچھا: مجھے بتاؤ کہ یہ کون سی قوم ہے؟ اس نے کہا: میں تمہارے سامنے ان کی ایسی تصویر کشی کروں گا گویا تم انہیں آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ وہ دن کو شہ سوار اور رات کو عبادت گزار ہوتے ہیں، حرام کا ایک لقمہ بھی نہیں کھاتے، بغیر سلام کیے کسی کے پاس داخل نہیں ہوتے۔ جو ان سے پنجہ آزمائی کرتا ہے وہ اس کا صفایا ہی کر دیتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو یقیناً وہ دن دور نہیں جب وہ ہمارے اس تخت و تاج کے مالک ہو جائیں گے۔ ❼

و: اللہ نے تمہیں اسلام کے ذریعے سے عزت دی ہے:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر سوار ایک طرف دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے عام آدمی کی طرح شام پہنچے تو ابوعبیدہ نے کہا: اے امیر المومنین! ابھی بڑے بڑے لوگ آپ کا استقبال کرنے آئیں گے۔ (بہتر ہو گا کہ ٹھیک سے بیٹھ جائیں) آپ نے فرمایا: اللہ نے تمہیں اسلام کے ذریعے سے عزت بخشی ہے، اس کو چھوڑ کر دوسری

❶ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٢٨ .
❷ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٢٨ .
❸ ترتیب وتهذیب البدایة والنهایة، ص: ٦٦ .
❹ موصل اور شام کے درمیان جزیرہ کا ایک شہر ہے۔
❺ فرات کی ساحل پر آرمینیہ اور شام کے درمیان آرمینیہ سے متصل ایک شہر ہے۔
❻ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٢٩ .
❼ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٢٩ .

Marfat.com

چیزوں میں تم جتنی بھی عزت پانا چاہو وہ تمہیں ذلیل کر دے گا۔ ❶

ز: شام پہنچنے کے بعد باب جابیہ پر خطبہ:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے باب جابیہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح آج میں یہاں کھڑا ہوں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((اِسْتَوْصَوْا بِأَصْحَابِیْ خَیْرًا ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ حَتّٰی إِنَّ الرَّجُلَ لَیَبْتَدِیْ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ یُّسْأَلَهَا فَمَنْ أَرَادَ مِنْکُمْ بَحْبَحَةَ الْجَنَّةِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ ، وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ أَبْعَدُ لَا یَخْلُوَنَّ أَحَدُکُمْ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ ثَالِثُهُمَا وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَیِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ .)) ❷

''میرے صحابہ سے بہتر برتاؤ کرو، پھر ان سے جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان سے جو ان کے بعد ہوں گے، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی گواہی کا مطالبہ کیے جانے سے پہلے گواہی دے گا، لہٰذا جسے جنت کی نعمتیں چاہئیں اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہے، کیونکہ تنہا رہنے والے کے ساتھ شیطان رہتا ہے اور اس کی بہ نسبت دو آدمیوں سے دور رہتا ہے۔ تم میں کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز ہرگز نہ ہو، کیونکہ اس وقت شیطان ان دونوں کا تیسرا ساتھی ہوتا ہے اور جو شخص اپنی نیکیوں سے فرحت پائے اور برائیوں سے غمزدہ و رنجیدہ ہو جائے وہ کامل مومن ہے۔''

ح: اے ابوعبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے بدل دیا:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے اپنے گھر لے چلو، انہوں نے کہا: آپ میرے پاس کیا کریں گے؟ شاید آپ بہت گہری نگاہ سے میرا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے، آپ کو کوئی قابل اعتراض چیز نظر نہ آئی۔ آپ نے پوچھا: تم مسلمانوں کے امیر ہو اور تمہارے پاس ایک زین، پرانے مشکیزے اور چند برتنوں کے علاوہ کچھ دیکھ نہیں رہا ہوں، تمہارا اور سامان کہاں ہے؟ کیا تمہارا کھانا تیار ہے؟ ابوعبیدہ اٹھ کر ٹوکری کے پاس گئے اور روٹی کے چند ٹکڑے نکال لائے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر رونے لگے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے پہلے ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ بڑی گہری نگاہ سے میرے طرز

---

❶ محض الصواب ۲/ ۵۹۰، اس کی سند صحیح ہے۔

❷ مسند أحمد، الموسوعة الحدیثیة، حدیث نمبر ۱۱۷ . یہ حدیث صحیح ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

Marfat.com

رہائش کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، امیر المومنین! میرے متعلق آپ تک جو شکایتیں پہنچی ہیں بس وہی کافی ہیں۔ اس وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے بدل دیا ہے۔ ❶

امام ذہبی رحمہ اللہ یہ واقعہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ ہے حقیقی زہد وتقویٰ کی مثال اور جو شخص فقر و ناداری کی وجہ سے اسراف سے بچا رہے اس میں زہد کا کیا مطلب؟ ❷

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شام آئے تو تمام امرائے لشکر اور بڑوں بزرگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا: کون؟ آپ نے فرمایا: ابوعبیدہ بن جراح۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ ابھی آپ کے پاس آرہے ہیں۔ اتنے میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ رسی سے نکیل زدہ اونٹنی پر سوار ہو کر آپہنچے۔ السلام علیکم کہا، عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے خیریت معلوم کی پھر لوگوں سے کہا: آپ لوگ جائیں اور آپ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل کر ان کے گھر آئے، اندر گئے، گھر میں تلوار، ڈھال اور کجاوے کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ ❸

ط: معاہدۂ بیت المقدس سے متعلق چند باتیں:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو صلح نامہ تحریر کیا تھا وہ اس بات کا حقیقی ثبوت ہے کہ اسلام رواداری کا دین ہے، اس میں کوئی جبر واکراہ نہیں۔ اس کے عدل وانصاف کی یہ شہادت ہے کہ قدس کے نصرانی باشندوں کے ساتھ اس نے ایسا برتاؤ کیا جسے انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ فاتح بیت المقدس سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ چاہتے تو ان پر تاوان عائد کر دیتے، اپنی مرضی پر چلنے کے لیے مجبور کرتے، لیکن آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اس لیے کہ آپ اسلام کے نمائندہ تھے اور اسلام کسی کو جبراً مسلمان نہیں بناتا، بلکہ جب تک کوئی آدمی اپنی رضا مندی اور پسند سے اسلام نہ لائے وہ قابل قبول ہی نہیں، ایمان ایسی چیز ہے ہی نہیں کہ جس پر لوگوں کو مجبور کیا جائے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست دل سے ہے اور دل کے بھیدوں کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو بظاہر مومن ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، ایسے انسان مومنوں کے لیے ان کافروں سے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں جو علی الاعلان کفر والحاد کرتے ہیں۔ اسی لیے مسلمانوں نے ہمیشہ اس بات کو ترجیح دی کہ تمام انسانوں کو عبادت و بندگی کی آزادی دیں اور ان کے پسندیدہ امور میں انہیں امان دیں، تاکہ وہ مسلمانوں کی حفاظت وحمایت میں زندگی گزار سکیں بشرطیکہ وہ لوگ حفاظت اور دفاع کے بدلے جزیہ ادا کرتے رہیں۔ مزید یہ کہ خوشگوار زندگی کے سائے میں رہنے، باہمی تعلقات کے استوار ہونے، پڑوس کے بہتر برتاؤ سے متاثر ہونے، مسلمانوں کی حفاظت میں زندگی گزارنے اور ان کے عادلانہ نظام سے مستفید ہونے کی وجہ سے غیر مسلم افراد قریب سے اسلام

---

❶ سير أعلام النبلاء: ۱/ ۱۷.   ❷ سير أعلام النبلاء: ۱/ ۱۷.

❸ محض الصواب: ۲/ ۶۸۹، ۵۹۰. عروہ تک سند صحیح ہے۔

Marfat.com

کی رونق، رواداری اور عدل وانصاف کو دیکھ لیں اور دور رہنے کی وجہ سے اسلام کی جو خوبیاں اور حقائق ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں وہ سب جان لیں اور پھر فطرت کی دعوت سے متاثر ہو کر یقیناً اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے جیسے کہ مسلمانوں کے تمام مفتوحہ شہروں میں یہ چیز واقع ہوئی اور مسلمانوں نے نہایت کشادہ دلی سے انہیں امان دی۔ ❶

ی: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کعب سے فرمایا: میں کہاں نماز پڑھوں، تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: اگر آپ میری بات مانیں تو صخرہ کے پیچھے پڑھیں تاکہ پورا قدس آپ کے سامنے رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے تمہارے دل میں یہودیت کے لیے نرم گوشہ ہے، میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی، پھر آپ قبلہ کی طرف آگے بڑھے اور نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر صخرہ کے پاس آئے، اپنی چادر بچھائی اور صخرہ کو جھاڑ پونچھ کر صاف کیا، لوگوں نے بھی اسے صاف کیا۔ ❷

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پوری مسجد کا نام مسجد اقصیٰ ہے، بعض لوگ صرف اس حصہ کو اقصیٰ کہتے ہیں جسے آگے بڑھ کر عمر فاروق نے تعمیر کیا تھا۔ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جس حصہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا، مسجد کی دوسری جگہوں کے بالمقابل وہاں نماز پڑھنا افضل ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس وقت بیت المقدس فتح کیا تھا اس وقت صخرہ پر بہت زیادہ گرد وغبار پڑا ہوا تھا، اس لیے کہ نصاریٰ اسے توہین کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جب کہ یہودیوں کے نزدیک وہ سب سے محترم پتھر تھا اور وہ اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آپ نے گرد وغبار اور آلودگیوں سے اسے صاف کیا اور کہا: اے کعب! تمہاری رائے میں مسلمانوں کے لیے مسجد کہاں بناؤں؟ انہوں نے کہا: صخرہ کے پیچھے۔ آپ نے فرمایا: اے یہودی کی اولاد، تو نے یہودیت کو جوڑ دیا، بلکہ اسے صخرہ کے آگے بناؤ، ہمارے لیے مسجدوں کے اگلے حصے ہوا کرتے ہیں۔ ❸

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بے شمار یادگار و بے مثال مواقف میں سے ایک اہم موقف یہاں بھی نمایاں ہے۔ آپ نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ اسلام تمام ادیان سماویہ کا احترام کرتا ہے اور تمام مقدس مقامات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ صخرہ نامی جس پتھر سے عمر رضی اللہ عنہ نے گرد وغبار اور غلاظتوں کو صاف کیا تھا اور اسے اپنی چادر میں بھر کر باہر پھینکا تھا یہ یہودیوں کا قبلہ تھا اور ان کے نزدیک معظم ومحترم تھا، کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق اسی پتھر پر یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے، پس جس طرح نصاریٰ کے لیے آپ کا موقف مثالی اور قابل احترام تھا کہ آپ نے انہیں عقیدہ کی آزادی دی، ان کی صلیبوں اور گرجاؤں کا تقدس باقی رکھا، اسی طرح صخرہ

---

❶ جولة فی عصر الخلفاء الراشدین، محمد سید الوکیل، ص: ۲۰۰، ۲۰۱.

❷ البدایة والنهایة: ۷/ ۵۷.

❸ مجموعة الرسائل الکبریٰ: ۶/ ۵۷، ۵۸.

Marfat.com

کی صفائی کر کے یہود کے لیے بھی بے مثال رواداری اور صخرہ کے احترام وتقدس کا ثبوت دیا، جب کہ یہودیوں نے اپنی تاریخ میں مسلمانوں کے خلاف بے شمار ناقابل معافی جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔ ❶

حمص پر قابض ہونے کے لیے رومیوں کی دوبارہ کوشش:

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کے مخبروں نے خبر دی کہ رومی دوبارہ اکٹھا ہو رہے ہیں، ہرقل نے انہیں خطاب کیا ہے اور فوجی کارروائی کی ہدایت کی ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو پوشیدہ رکھنا مناسب نہ سمجھا اور بصیرت مند، اہل تقویٰ اور دور اندیش مسلم شخصیتوں کو باہمی صلاح ومشورہ کے لیے بلایا۔ ❷ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ حمص سے انخلا نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا: تم لوگ وہ سرزمین جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتح عطا فرمائی، دشمن کے سورما اور سردار اس میں قتل ہوئے اور ان کا لشکر تباہ و برباد ہوا اس سے انخلا کرنا چاہیے، دشمن کو اس سے بہتر اور کیا چاہیے؟ اللہ کی قسم وہاں سے نکل آنے کے بعد اگر دوبارہ تم وہاں جانا چاہتے ہو تو ضرور بالضرور مشکلات میں پھنس جاؤ گے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً یہ سچ کہہ رہے ہیں اور مخلص ہیں۔ ❸

لیکن بعد کے حالات نے رخ موڑ دیا مسلمانوں نے حمص والوں سے جو کچھ لیا تھا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ کو حکم دیا کہ اسے انہیں واپس کر دیں، آپ نے کہا: حمص والوں سے مصالحت کی بنیاد پر ہم جو کچھ (جزیہ وخراج) ان سے لیتے تھے اسے انہیں واپس کر دو۔ اب جب ہم ان کی طرف سے دفاع نہیں کر سکیں گے تو کچھ لینے کا بھی حق نہیں ہے اور حمص والوں سے کہا: ہم آپسی صلح کے مطابق اپنے وعدے پر قائم ہیں، ہم اس کے خلاف اس وقت تک قدم نہیں اٹھائیں گے جب تک کہ تم قدم نہ اٹھاؤ اور اب جو تمہارا مال ہم تمہیں واپس کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تم سے مال وصول کرتے رہیں اور تمہارے شہروں کی حفاظت نہ کر سکیں، یہ ہمارے نزدیک معیوب ہے۔ البتہ ہم ایک علاقے میں سمٹ کر اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں، جب وہ آجائیں گے تو انہیں لے کر اپنے دشمن سے لڑیں گے، اگر لڑائی میں اللہ نے ہمیں کامیاب کیا تو ہم تم سے اپنا وعدہ پورا کریں گے مگر یہ کہ تم انکار کر دو۔ جب صبح ہوئی تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو دمشق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جن سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا، انہیں ان کا مال واپس کیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا، حمص والے کہنے لگے: اللہ تم لوگوں کو دوبارہ ہمارے پاس واپس لائے، ہمارے سابق رومی فرماں رواؤں پر اللہ کی لعنت ہو، آج اگر تمہاری جگہ وہ لوگ ہوتے تو ہمیں کچھ بھی نہ واپس کرتے بلکہ سب کچھ ہڑپ لیتے اور جتنا بس چلتا ہمارا حق چھین لیتے۔ رومی فرماں رواؤں کے جس ظلم وطغیان کے سائے میں ہم زندگی گزارتے تھے، تمہاری حکومت وانصاف ہمیں اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔ ❹

---

❶ جولة في عصر الخلفاء الراشدين، ص: ۲۰۳، ۲۰۴.
❷ الطريق إلى دمشق، ص: ۴۰۸، ۴۰۹.
❸ الأنصار في العصر الراشدي، ص: ۲۰۷.
❹ الطريق إلى الشام، ص: ۴۱۰، ۴۱۱.

Marfat.com

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جس رات حمص سے دمشق کوچ کرنے کا ارادہ کیا اسی رات سفیان بن عوف کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام کہلوا کر بھیجا کہ امیر المومنین کو میرا اسلام کہنا اور جو کچھ تم نے دیکھا، جس چیز کا سامنا ہے، ہمارے مخبر جو خبر لائے ہیں، دشمن کی فوجوں کی کثرت سے اور ان سے دور ہی رہنے کا مسلمانوں نے جو فیصلہ لیا ہے ان تمام باتوں سے امیر المومنین کو مطلع کرنا، ساتھ میں یہ خط لکھ کر دیا:

''حمد وصلاۃ کے بعد: میرے مخبر دشمن کے اس علاقے سے میرے پاس خبر لائے ہیں جس میں شاہ روم ٹھہرا ہے، انہوں نے مجھے بتایا کہ روم والے ہماری طرف رخ کرنے والے ہیں اور فوجیوں کا اتنا عظیم لشکر تیار کر رہے ہیں جتنا اس سے قبل کسی بھی قوم سے لڑتے وقت تیار نہ کیا تھا۔ اس لیے میں نے مسلمانوں کو بلا کر انہیں واقعہ کی خبر دی اور مشورہ طلب کیا، سب کی یہ رائے طے پائی ہے کہ جب تک آپ کی رائے نہ آجائے تب تک ہم اپنی ہی جگہ ٹھہرے رہیں اور دشمن کی طرف نہ بڑھیں، میں آپ کے پاس ایسا آدمی بھیج رہا ہوں جسے ہمارے بارے میں ساری باتیں معلوم ہیں، آپ جو پوچھنا چاہیں اس سے پوچھ لیں، اسے اچھی طرح علم ہے، وہ ہمارے نزدیک امانت دار ہے، اللہ عزیز وعلیم سے ہم مدد کے طلب گار ہیں، وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہتر نگراں ہے۔''[1]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد رسی کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انوکھی جنگی تدبیر:

جب عمر رضی اللہ عنہ کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے قاصد نے خط دیا اور صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

''جس دن یہ خط موصول ہو اسی دن ایک فوج قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں حمص بھیجو، وہاں ابوعبیدہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایمرجنسی حالت میں پیش آنے والی جنگوں سے نمٹنے کے لیے تمام بڑے شہروں میں احتیاطی جنگی گھوڑے تیار کر رکھے تھے، کوفہ میں بھی (جہاں سعد رضی اللہ عنہ مقیم تھے) چار ہزار گھوڑے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے خط پاتے ہی ان گھوڑوں کے ساتھ مجاہدین کو محاذ شام پر روانہ کر دیا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے خط میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

''سہیل بن عدی کی سرکردگی میں ایک فوج (جزیرہ کے شہر) رقہ میں بھیج دو، جزیرہ کے لوگوں نے ہی رومیوں کو حمص پر حملہ کے لیے ابھارا ہے اور ان سے پہلے قرقیسیا کے باشندے یہی حرکت کر چکے ہیں، دوسری فوج عبداللہ بن عتبان کی سالاری میں ''نصیبین'' پر چڑھائی کے لیے روانہ کر دو، یہاں کے باشندوں کو بھی اہل قرقیسیا نے حملہ کے لیے اکسایا تھا، پھر ''حران'' (جزیرہ کا پایہ تخت) اور

[1] الطریق إلی الشام، ص: ٤١١۔ تاریخ الطبری: ٤/ ٢٣، ٢٥.

Marfat.com

''رہا'' جا کر وہاں سے دشمنوں کو نکال دیں، ایک تیسری فوج ولید بن عقبہ کی کمان میں جزیرہ کے (عیسائی) عرب قبائل ربیعہ اور تنوخ کی جانب روانہ کرو اور عیاض بن غنم کو اسی (جزیرہ کے) محاذ پر بھیجو۔ اگر جنگ ہو تو دوسرے سالاران فوج عیاض کے ماتحت ہوں گے۔''

چنانچہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پلاننگ کے مطابق قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ چار ہزار شہ سواروں کو لے کر حمص روانہ ہوئے، عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اور دوسرے سالاران لشکر بھی اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے ساتھ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لیے امدادی فوج لے کر حمص کی طرف چل پڑے اور جابیہ میں فروکش ہوئے۔ اہل جزیرہ جنہوں نے حمص کا محاصرہ کرنے میں رومیوں کا ساتھ دیا تھا، انہیں عراق سے اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع ہوگئی لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ فوج ہمارے شہر، جزیرہ پر حملہ کرے گی یا حمص پر، اس لیے وہ اپنے شہر اور اپنے بھائیوں کی حفاظت میں لگ گئے اور رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اہل جزیرہ نے رومیوں کی مدد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے تو ان سے معرکہ آرائی کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی، پھر مسلمانوں نے رومیوں پر زبردست حملہ کیا، لڑائی ہوئی اور مسلمان فتح یاب ہوئے اور جب قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کوفہ کی فوج کے ساتھ حمص پہنچے، تو لڑائی ختم ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ دوسری طرف امیر المومنین بھی جابیہ پہنچ چکے تھے۔ حمص سے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے نام خط لکھا کہ ''معرکہ فتح ہو چکا ہے اور جنگ ختم ہونے کے تین دن بعد کوفہ کی امدادی فوج بھی ہمارے پاس آچکی ہے، آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔'' آپ نے جواب میں لکھا کہ انہیں اپنے ساتھ مال غنیمت میں شریک کرلو، وہ تمہاری مدد کے لیے آئے ہیں اور دشمن انہی کی آمد سے خائف ہو کر منتشر ہوگئے ہیں۔ ❶ پھر کہا: اللہ تعالیٰ کوفہ والوں کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، وہ اپنے وطن اور سرحدوں کے لیے کافی ہوتے ہیں اور دوسرے ملک والوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔ ❷

اس موقع پر دشمن کو الجھن میں ڈالنے اور منتشر کرنے کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کے انوکھے جنگی نقشہ اور فوجی تدبیر پر جب ہم غور کرتے ہیں تو آپ کی مثالی جنگی مہارت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک طرف آپ نے مسلمانوں کو دشمن کے نرغہ سے نکالنے کے لیے ایک تیز رو فوج کوفہ سے حمص کی طرف روانہ کی اور دوسری طرف آپ خود امدادی فوج لے کر مدینہ سے نکلے، دفاعی کوشش کے لیے یہ اقدام تو ہونا ہی تھا لیکن جو چیز حیرت و تعجب کی ہے وہ یہ کہ آپ نے مختلف فوجوں کو جنگی شہ دینے والے شہروں پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جائیں اور اپنے اپنے شہروں کی حفاظت میں لگ جائیں، اسی طرح ہوا بھی، چنانچہ وہ سب ادھر ادھر منتشر ہوگئے اور مسلمانوں نے آسانی سے رومیوں پر فتح پالی۔ ❸

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٢٤، ٢٥. ❷ تاریخ الطبری: ٥/ ٢٥. ❸ التاریخ الإسلامی: ١١/ ١٣٧.

فتح جزیرہ ۱۷ ہجری:

پچھلے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ رومی اور جزیرہ کے باشندے حمص پر مشترکہ حملہ کرنا چاہتے تھے اور اس میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور وہاں کے مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا تھا اور عمر رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کوفہ سے امدادی فوج لے کر حمص کی طرف روانہ ہو جائیں، نیز دوسری کوئی فوج فوراً جزیرہ کی طرف روانہ کریں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کوفہ سے حمص کے لیے فوج بھیج دی اور جزیرہ جانے والی تمام فوجیں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نکلیں، چنانچہ سہیل بن عدی رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر فراض کے راستے ہوتے ہوئے ''رقہ'' پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل رقہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی شامی و عراقی فوجوں کے درمیان ہم گھر چکے ہیں تو مصالحت کر لی۔ دوسری فوج لے کر عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ دجلہ کے راستے نصیبین پہنچے، وہاں کے لوگوں نے بھی اہل رقہ کی طرح مصالحت کر لی اور جب رقہ و نصیبین کے باشندوں نے مصالحت کر لی تو عیاض رضی اللہ عنہ نے سہیل اور عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ لے لیا اور تمام فوجوں کو لے کر ''حران'' کی طرف بڑھے اور درمیان کے پورے علاقے پر قابض ہوتے چلے گئے۔ جب حران پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے بھی امان کا مطالبہ کیا اور جزیہ دینے پر رضا مند ہو گئے۔ پھر عبداللہ اور سہیل رضی اللہ عنہما ''رہا'' کی طرف بڑھے۔ وہاں کے لوگوں نے بھی جزیہ دینے پر مصالحت کر لی اور اس طرح پورا کا پورا جزیرہ اپنی وسعت کے باوجود بذریعہ صلح اسلامی قلمرو میں داخل ہو گیا۔

Marfat.com

(۲)

فتوحات مصر و لیبیا

مسلمانوں کی نگاہ میں مصر فتح کرنے کے چند قوی اسباب تھے، سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ وہ اسلامی عقیدے کو روئے زمین کے چپے چپے میں غالب و عام کرنا چاہتے تھے، اور چونکہ مصر کی سرحدیں فلسطین سے ملتی تھیں، اس لیے فتح فلسطین کے بعد ان کا مصر کی طرف متوجہ ہونا ایک فطری امر تھا۔ مسلمانوں نے شام فتح کر کے روم کی بازنطینی بادشاہت کو دو حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ دونوں کے درمیان اتصال سمندر کے ذریعے سے ہو سکتا تھا۔ مصر اور شمالی افریقہ میں روم کی مسلح فوجیں موجود رہتی تھیں، دریائے نیل میں رومیوں کا مضبوط بحری بیڑا پہلے ہی موجود تھا، اس لیے مسلمان شام میں اس وقت تک خود کو مامون نہیں سمجھ سکتے تھے، جب تک مصر رومی قبضہ میں باقی تھا، مصر ایک مالدار ملک تھا، قسطنطنیہ میں سامان رسد یہیں سے بھیجا جاتا تھا، چنانچہ جب مسلمانوں نے مصر فتح کر لیا تو رومیوں کا اثر و نفوذ بالکل جاتا رہا اور مسلمانوں کو شام و حجاز میں اس اعتبار سے اطمینان و امن حاصل ہو گیا کہ مصر کے راستے سے روم کا حجاز پہنچنا آسان نہ رہا۔ ❶

فتح مصر کا دوسرا سبب یہ بھی بنا کہ مصر کے قدیم باشندے ''قبطی'' رومیوں کے ظلم و جبر کا شکار تھے۔ فوجی محافظوں اور سرحدی چوکیداروں سے زیادہ ان کی زندگی کی کوئی وقعت نہ تھی پس ایسی صورت میں یقینی تھا کہ وہ موقع سے فائدہ اٹھاتے، خاص طور سے اس لیے کہ مسلمانوں کے عدل و انصاف کا چرچا وہ پہلے ہی سن چکے تھے۔ ❷ اور مصر کے ان محافظ دستوں کو مسلمانوں اور اسلامی فوج سے مرعوب ہونا ضروری بھی تھا۔ ❸ کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ ہمارا بادشاہ ہرقل شام کو اسلامی سلطنت کے حوالے کر کے چھوڑ بھاگا ہے...... عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان تمام تبدیلیوں کا نہایت باریکی سے مطالعہ کر رہے تھے اور اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ رومی فوجیں اب مصر میں مسلمانوں کے سامنے ٹھہرنے کی طاقت کھو چکی ہیں اور اگر اس حالت میں بھی مصر کو فتح نہیں کیا جاتا تو یہ ہمیشہ مسلمانوں کے لیے خطرے کا مرکز بنا رہتا، اس بات کا اظہار عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان سے کیا۔ ❹

مصر فتح کرنے کا خیال سب سے پہلے کس کے دل میں پیدا ہوا، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل میں، یا ان کے مشورہ کے بغیر خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرف توجہ دی یا یہ کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اصرار کے بعد خلیفہ

---

❶ عصر الخلافة الراشدة/ أكرم العمري ص:٣٤٨.
❷ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، ص:٣٥٧.
❸ فتوح الشام، أزدي، ص:١١٨.
❹ دراسات فی عهد النبوة والخلافة الراشدة، ص:٣٥٧.

Marfat.com

نے اس پر موافقت کی؟ ❶ اس سلسلے میں روایتوں میں اختلاف ہے، لیکن اس اختلاف کے باوجود فتح مصر کے جو عوامل واسباب بتائے گئے ہیں وہ اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ خلیفۂ وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس پر راضی تھے اور یہ صرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا، یا یہ کہ مصر کی سرزمین، آب وہوا اور وہاں دشمن کی کثرت تعداد کا انہیں پورا علم نہیں تھا۔ تاریخی روایات میری رائے کی تائید کرتی ہیں۔ ابن عبدالحکم صراحتاً تحریر کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام فتح ہو جانے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ ''لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر مصر پر چڑھائی کے لیے تیار کرو، جو تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں انہیں ساتھ لے کر جاؤ۔'' ❷ طبری لکھتے ہیں کہ ''ایلیا (بیت المقدس) والوں سے مصالحت کرنے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کئی دنوں تک قیام کیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس ہدایت کے ساتھ مصر بھیجا کہ اگر اللہ نے اس پر فتح دی تو تم وہاں کے امیر ہو گے۔ ان کے پیچھے ہی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک امدادی فوج روانہ کی۔ اس بات کی تائید ان امدادی فوجوں کی روانگی سے بھی ہوتی ہے جنہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف جہات سے مصر بھیجا تھا اور ان کی تعداد بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) پہنچ گئی تھی۔ نیز بلا اختلاف تمام مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کی فتح کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا۔ ❸

اسلامی فتوحات کا رخ مصر کی جانب

بازنطینی رومی حکومت کے سقوط کے اعتبار سے، فتح مصر سے اسلامی فتوحات کے تیسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ فلسطین کے بعد سمندر کے برابر میں چلتے ہوئے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فلسطین سے مصر پہنچے۔ ''رفح، عریش اور فرما سے فاتحانہ اقدام کرتے ہوئے قاہرہ اور پھر اسکندریہ تک پہنچ گئے۔ فوجی کارروائی کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ساحلی راستہ اختیار کرنا ان کی عسکری مہارت کی دلیل ہے۔ شاید آپ نے یہ راستہ اس لیے اپنایا تھا کہ بلاد شام کی طرح اس راستے میں رومیوں کی کوئی عسکری قوت موجود نہ تھی اور یہ وجہ بھی رہی ہوگی کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لیے یہ راستہ جانا پہچانا تھا۔ اس طرح آپ ذیل کی ترتیب کے مطابق مسلسل فاتحانہ اقدام کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے، فتوحات کے تسلسل اور تقدیم وتاخیر کے متعلق تاریخی روایات میں کچھ اختلاف ہے، جیسے کہ بلاد شام کی فتوحات میں کہیں کہیں ہمیں نظر آیا ہے، اس لیے میں اس کی توجہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ ❹

ا: فتح فرما:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مغرب کی طرف چلے، ''فرما'' سے پہلے کسی بھی رومی سپاہی سے ملاقات نہ ہوئی، بلکہ جگہ جگہ مصریوں نے ان کا استقبال کیا۔ سب سے پہلے ''فرما'' میں محاذ آرائی ہوئی۔ رومیوں نے یہ خبر پا کر کہ عمرو رضی اللہ عنہ

❶ النجوم الزاهرة ١/ ٤-٧.
❷ فتوح مصر، ص: ٥٧.
❸ تاريخ الطبري: ٥/ ٨٤ تا ٩٣.
❹ عمرو بن العاص القائد والسياسي، د/ عبدالرحيم محمد، ص: ٧٩.

Marfat.com

کے ساتھ آنے والے فوجی معمولی تعداد اور نا قابل ذکر جنگی تیاری میں ہیں، زیادہ دنوں تک محاصرہ نہیں کر سکتے، جب کہ ہم ان سے زیادہ تعداد و تیاری میں ہیں اور انہیں پست کر لے جائیں گے، وہ شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ ادھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی عسکری قوت کا علم ہو چکا تھا کہ وہ تعداد و اسلحہ میں کئی گنا ہم پر بھاری ہیں، چنانچہ آپ نے ''فرما'' پر قابض ہونے کے لیے یہ منصوبہ بنایا کہ اچانک حملہ کر کے فصیل کے دروازوں کو کھول دیا جائے یا پھر اس وقت تک صبر کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا جائے جب تک کہ شہریوں کی خوراک ختم نہ ہو جائے اور بھوک سے بے تاب ہو کر باہر نہ نکل آئیں۔ چنانچہ محاصرہ کر لیا، ادھر مسلمانوں کا محاصرہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا تھا اور ادھر رومی بھی اپنی ضد سے پیچھے نہ ہٹ رہے تھے۔ اس طرح محاصرہ کئی مہینے جاری رہا، کبھی کبھی بعض رومی فوجیں باہر آتیں اور دو چار جھڑپیں کر کے پیچھے ہٹ جاتیں، ان جھڑپوں میں مسلمان ہی غالب رہتے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی جوش آفریں تقریر سے مسلمانوں کو ہمت دلاتے، ایک تقریر میں آپ نے کہا: اے اسلام و ایمان کے پاسبانو! اے قرآن کو سینے میں سجانے والو! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! فولادی مردوں کی طرح صبر کرو، ثابت قدم رہو، اپنی صفوں سے نہ ہٹو، تیر برساتے رہو، زرہوں سے خود کو بچاتے رہو، خاموش رہو، ہاں بولو تو اللہ کا ذکر کرو، اپنی مرضی سے کوئی نیا اقدام نہ کرو، جب تک کہ میں تم کو حکم نہ دے دوں۔ [1]

ایک دن رومی فوجیوں کی ایک جماعت بستی سے باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے نکلی، مقابلہ میں مسلمان غالب رہے اور رومی ہزیمت کھا کر بستی کی طرف بھاگے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، دوڑنے میں کافی تیز روی کا ثبوت دیا اور کچھ لوگوں نے دروازے تک رومیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر فصیل کا دروازہ کھول دیا۔ شہر میں سب سے پہلے مسلمانوں کے ایک جانباز اسمیقع داخل ہو گئے اور فتح مبین کا راستہ صاف کر دیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر کے قدیم باشندے یعنی ادھر ادھر دیہاتوں میں رہنے والے قبطیوں نے مسلمانوں کا استقبال کیا۔ جب فرما پر مسلمانوں کا قبضہ مکمل ہو گیا تو انہوں نے اس کی مضبوط فصیلوں اور قلعوں کو منہدم کر دیا تاکہ اگر کبھی (بدقسمتی) سے رومی اس پر غالب ہوں تو اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اس کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر والوں میں خطبہ دیا: اے لوگو! اس اللہ کی تعریف بیان کرو جس نے مسلمانوں کے لشکر کو فتح وغلبہ سے نوازا۔ اللہ بہت بڑا کارساز ہے، اس نے اسلام سے ہماری پشت پناہی کی اور اسی سے ہماری واپسی کا راستہ محفوظ کیا، لیکن تم کہیں اس خام خیالی میں نہ آنا کہ اللہ سے ہم جو کچھ بھی چاہیں گے وہ پورا ہی ہو جائے گا اور تم اس نصرت الٰہی سے دھوکا کھا جاؤ۔ ابھی ہمارے سامنے نہایت دشوار گزار راستہ ہے، امیر المومنین نے ہمیں جس مہم پر مامور کیا ہے اس کا پانا ابھی بہت دور ہے۔ صبر سے کام لو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، عنقریب مفتوحہ قوم جان لے گی کہ ہم سلامتی دینے والی فوج ہیں، روئے زمین پر ہم فساد نہیں کرتے بلکہ فساد کو مٹاتے اور زمین کی

---

[1] فتح مصر، صبحی ندا، ص: ۱۹، ۲۰۔

Marfat.com

اصلاح کرتے ہیں۔ تم سب قدوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتر عمل کرنے والے ہو جاؤ۔ ❶

''فرما'' فتح کرنے کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ اس حد تک مطمئن ہو چکے تھے کہ اب یہ شہر دشمن کے لیے پناہ گاہ بننے کے لائق نہیں بچا ہے، پھر اپنی فوج کے حالات اور خیریت معلوم کرنے لگے۔ ان چند مجاہدین کی شہادت پر آپ کو زیادہ ہی تکلیف ہوئی جو مصر فتح کرنے کے لیے زیادہ بے چین تھے اور وہ وقت آنے سے پہلے موت نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اسی وقت سے یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ اگر آئندہ اسی طرح لڑائیوں کا سامنا کرنا پڑا اور قلت تعداد کے باعث ہمارا اسی طرح جانی نقصان ہوا تو ممکن ہے کہ اصل جنگ کا مقابلہ نہ کیا جا سکے اور منزل تک پہنچنے میں ہم ناکام رہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید غیبی سے اس نقصان کی تلافی کر دی۔ بایں طور کہ راشدہ اور لخم کے جو عربی قبیلے کوہ حلال ❷ کے دامن میں زندگی گزار رہے تھے وہ اسلامی فوجوں سے آملے اور عمرو رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بلا کسی مزاحمت کے مغرب کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب قواصر (قصاصین) پہنچے تو یہاں سے جنوب کی طرف مڑ گئے اور صبح ہوتے ہوتے ''التل الکبیر'' کے قریب وادی طمبلان پہنچ گئے۔ جنوب کی سمت میں مزید پیش قدمی کرتے ہوئے بلبیس پہنچے، النجوم الزاہرہ کے مولف کا کہنا ہے کہ عمرو رضی اللہ عنہ نہایت ہلکی و معمولی مزاحمتوں سے گزرتے ہوئے بلبیس آئے۔ ❸

۲: فتح بلبیس:

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی جمعیت کے ساتھ جب بلبیس پہنچے تو رومی فوج نے کثیر تعداد میں وہاں آپ کا راستہ روکنا چاہا تاکہ بابلیون کے قلعہ تک مسلمان نہ پہنچ سکیں، اپنے منصوبہ کے مطابق رومی فوج یہیں لڑنا چاہتی تھی، لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم اس وقت تک جلدی نہ کرو جب تک کہ ہم اپنی بات تمہارے سامنے رکھ نہ دیں تاکہ کل عذر و معذرت کی کوئی بات نہ رہ جائے۔ تم اپنے پاس سے ابومریم اور ابومریام کو میرے پاس سفیر بنا کر بھیجو۔ چنانچہ وہ لوگ لڑنے سے رک گئے اور مطلوبہ دونوں سفیروں کو عمرو بن عاص کے پاس بھیجا آپ نے ان دونوں کو اسلام یا جزیہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی سنایا کہ ہاجرہ یعنی اسماعیل علیہ السلام کی ماں کا مصر سے تعلق ہونے کی وجہ سے اہل مصر کے بارے میں ہمیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد ہے:

((إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ مِصْرَ ، وَهِيَ أَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ فَإِذَا فَتَحْتُمُوهَا فَأَحْسِنُوا إِلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحْمَةً ـ أَوْ قَالَ: ذِمَّةً وَ صِهْرًا .)) ❹

---

❶ فتح مصر ، صبحی ندا، ص:۲۰ .
❷ جولة فی عصر الخلفاء الراشدین ، ص:۲۱٤ .
❸ النجوم الزاهرة: ۱/ ۷، ۸ .
❹ صحیح مسلم، فضائل الصحابة ، حدیث نمبر ۲۲۷ ، ۲۵٤۳ .

Marfat.com

''تم مصر فتح کرو گے، وہ ایسی سرزمین ہے کہ جہاں قیراط ❶ کا رواج ہوگا جب تم اسے فتح کرو تو وہاں کے لوگوں سے حسن سلوک کرنا کیونکہ تم پر ان کا حق ہے اور رشتہ بھی۔ یا آپ نے فرمایا: اس لیے کہ ان کا حق بھی ہے اور سسرالی رشتہ بھی۔''

ان دونوں نے یہ سن کر کہا: یہ بہت دور کا رشتہ ہے اسے انبیاء ہی پورا کر سکتے ہیں، ہمیں جانے دیجیے اور ہم لوٹ کر آپ کو بتائیں گے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ جیسے لوگ دھوکا نہیں دیے جا سکتے، جاؤ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں، اچھی طرح معاملہ پر غور کر لو۔ دونوں نے کہا: ایک دن کی اور مہلت دے دیں۔ آپ نے مزید ایک دن کا موقع دیا۔ دونوں لوٹ کر قبطیوں کے سردار مقوقس ❷ اور شاہ روم کی طرف سے مصر کے حاکم ارطبون کے پاس آئے اور مسلمانوں کی بات ان کے سامنے رکھی، ارطبون نے ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ کا پختہ ارادہ کر کے راتوں رات مسلمانوں کی فوج پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اسے اس کے لشکر سمیت اسکندریہ تک شکست دی۔ اس جنگی کش مکش کے دوران میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کی دانش مندی اور اخلاقی برتری کی دلیل ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب بلبیس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو اس میں ''مقوقس'' کی لڑکی گرفتار ہوئی جس کا نام ''ارمانوسہ'' تھا، وہ اپنے باپ کی چہیتی بیٹی تھی، اس کا باپ قسطنین بن ہرقل سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ وہی قسطنین ہے جو معرکہ ذات الصواری میں رومی فوجوں کا قائد تھا، ارمانوسہ اس سے شادی کرنے پر راضی نہ تھی، اسی لیے وہ اپنی خادم ''ربارہ'' کے ساتھ سیر و تفریح کے بہانے بلبیس بھاگ آئی۔ بہرحال جب مسلم فوجوں نے اسے گرفتار کیا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کی ایک مجلس بلائی اور انہیں اللہ کا یہ فرمان سنایا:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾﴾ (الرحمن: ٦٠)

''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔''

اور اس آیت کے حوالے سے کہا کہ مقوقس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا تھا، میری رائے ہے کہ اس لڑکی اور اس کے ساتھ جو دیگر خواتین اور اس کے خدمت گزار ہیں اور جو مال ہمیں ملا ہے سب کچھ مقوقس کے پاس بھیج دو۔ سب نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست قرار دیا۔ ❸ پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ارمانوسہ کو اس کے تمام جواہرات، دیگر خواتین اور خدمت گذاروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے اس کے باپ کے پاس بھیج دیا، واپس ہوتے ہوئے اس کی خادمہ ربارہ نے ارمانوسہ سے کہا: ہم ہر طرف سے عربوں کے گھیرے میں ہیں۔ ارمانوسہ نے کہا: میں عربی خیمے میں جان اور عزت کو محفوظ سمجھتی ہوں، لیکن اپنے باپ کے قلعے

❶ وزن کا ایک پیمانہ ہے جس کا معیار ہر دور میں مختلف رہا ہے۔ ❷ البداية والنهاية ٧/ ١٠٠.

❸ الدور السياسى فى صدر الاسلام، الصفوة، ص: ٤٣١.

Marfat.com

میں اپنی جان محفوظ نہیں سمجھتی۔ ❶ پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس پہنچی تو اسے اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ ❷

۳: معرکہ ام دنین:

ابن عبدالحکم نے اپنی روایت میں ذکر کیا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر آگے بڑھے اور تقریباً ایک مہینہ مسلسل لڑنے کے بعد بلبیس فتح کیا اور وہاں سے آگے بڑھے تو ''ام دنین'' آئے جس کا نام مقس تھا اور دریائے نیل پر واقع تھا۔ مسلمانوں نے اس کے اردگرد سخت لڑائی کی، سخت معرکہ آرائی کی وجہ سے عمرو رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے فوجی کمک کا مطالبہ کیا اور امیر المومنین نے چار ہزار فوج کو فوراً مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ ہر ہزار پر ایسا مردِ آہن امیر مقرر کیا جو تنہا ہزاروں کا مقام رکھتا تھا، اس چار ہزار پر جو چار لوگ امیر مقرر کیے گئے تھے وہ تھے: زبیر بن عوام، مقداد بن اسود، عبادہ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہم۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ چوتھے مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بجائے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فوج بھیجنے کے ساتھ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ تمہارے ساتھ بارہ ہزار مجاہدین ہیں، یہ تعداد کی کمی کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوگی۔'' ❸ رومی جنگجو قبطیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے نکلے، دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں بالکل اسی طرح جنگی سوجھ بوجھ سے کام لیا جس طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنگوں میں لیا تھا۔ آپ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ کو جبل احمر کی کمین گاہ میں چھپا دیا اور دوسرے کے لیے ام دنین سے قریب دریائے نیل پر کمین گاہ بنائی اور اس میں چھپا دیا اور بقیہ فوج لے کر خود دشمن کے مقابلہ پر نکلے، جس وقت دونوں فوجوں میں لڑائی شباب پر تھی، پیچھے سے جبل احمر کی کمین گاہ میں چھپی ہوئی فوجوں نے رومیوں پر سخت حملہ کیا جس سے ان کا فوجی نظام درہم برہم ہوگیا اور وہ ام دنین کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو اس کے قریب کمین گاہ میں چھپی ہوئی دوسری جماعت نے بھاگنے سے اس کا راستہ روک دیا، اس طرح رومی فوج مسلمانوں کی تینوں فوجوں کے بیچ پھنس گئی، اس کی جمعیت منتشر ہوگئی اور سب نے ہزیمت اٹھائی، صرف چند گنے چنے رومی بابلیون کے محفوظ قلعے میں بھاگ کر بچ سکے۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہ معرکہ بڑی خوش اسلوبی سے سر کرلیا اور اللہ نے اپنے فضل ورحمت سے انہیں دشمنوں کے شر سے بچالیا۔ یقیناً مسلمانوں کے اس ماہر قائد کو اس قدر مستحکم منصوبہ سازی میں اللہ کی توفیق وتائید حاصل تھی کہ جس نے دشمن کی قوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ❹

---

❶ فتح مصر، صبحی ندا، ص:۲٤.   ❷ فتح مصر، صبحی ندا، ص:۲٤.

❸ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدین، ص:۲۱۸.

❹ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدین، ص:۲۱۹.

Marfat.com

۴: معرکہ قلعہ بابلیون:

ام دنین فتح کرنے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ قلعہ بابلیون کی طرف بڑھے اور اس کا زبردست محاصرہ کیا، یہ محاصرہ مسلسل سات مہینے جاری رہا۔ اس دوران میں مقوقس اپنے سفیروں کو مصالحت کی غرض سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتا رہا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصالحت قبول کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ اسلام لاؤ، یا جزیہ دو، یا پھر جنگ ہوگی۔ مقوقس نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور اس سلسلے میں ہرقل سے اجازت مانگی، لیکن ہرقل نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور مقوقس پر بہت غصے ہوا اسے کافی لعنت ملامت کی، اسے قسطنطنیہ طلب کیا اور پھر وہاں سے جلا وطن کر دیا اور جب قلعہ بابلیون کی فتح میں زیادہ تاخیر نظر آئی تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اب میں اپنی جان اللہ کے راستہ میں ہبہ کرنے جا رہا ہوں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی سے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ ❶

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قلعہ بابلیون کا محاصرہ برقرار رکھے ہوئے تھے۔ ایک رات مسلم مجاہدین نے دیواروں سے قلعہ کے اندر چھلانگ لگا دی اور اندر گھس کر رومی فوجوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ قلعہ کے اندر سب سے پہلے چھلانگ لگانے والے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے سوق حمام کی طرف سے دیوار پر سیڑھی لگائی اور اوپر چڑھ گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب مجھے اوپر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے سننا تو قلعہ میں داخل ہونے کے لیے دوڑ پڑنا۔ اچانک لوگوں نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تلوار کے ساتھ قلعہ کے اوپر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے بلند آواز میں نعرۂ تکبیر پکارا اور قلعہ کے باہر تمام مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ فضا میں گونجتے ہوئے نعرۂ تکبیر کو سننا تھا کہ رومیوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو چکے ہیں، اس غلط فہمی میں وہ قلعہ چھوڑ کر نکل بھاگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری (زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ) اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ بابلیون کے دروازے پر جا پہنچے، اس کا دروازہ کھول دیا، سب اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور لڑتے لڑتے قلعہ بابلیون کو فتح کر لیا، لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں اس شرط پر امان دے دی کہ رومی فوجی اپنے ساتھ چند دنوں کی خوراک لے کر یہاں سے نکل جائیں اور قلعہ بابلیون میں جو ذخیرے اور جنگی اسلحہ ہے انہیں ہاتھ نہ لگائیں، کیونکہ وہ مسلمانوں کے اموال غنیمت ہیں۔ اس کے بعد ابو عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قلعہ بابلیون کے گنبدوں اور بلند و مستحکم دیواروں کو توڑ دیا۔ ❷

فتح اسکندریہ:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ فوجی قائدین و مجاہدین قلعہ بابلیون میں چند مہینے قیام فرما رہے تاکہ بھاری تعداد میں فوجیں ادھر ادھر سے آ کر یہاں جمع ہو جائیں اور تب تک امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے

❶ الفتوحات الإسلامية، د/ عبدالعزيز الشناوي، ص: ۹۱ ❷ الفتوحات الإسلامية، د/ عبدالعزيز الشناوي، ص: ۹۱.

Marfat.com

اسکندریہ کی طرف لشکرکشی کی اجازت بھی مل جائے گی۔ چنانچہ جب دارالخلافہ سے اجازت مل گئی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک مسلح و بہادر فوجی دستہ قلعہ میں چھوڑا اور مئی ۶۴۱ء موافق جمادی الاخری ۲۱ ہجری میں اپنی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر لے کر بابلیون سے نکلے۔ آپ کے ساتھ قبطی سرداروں کی وہ جماعت بھی تھی جسے اس بات پر اطمینان حاصل تھا کہ کامیاب اسلامی فوجوں کی مدد کرنے ہی میں ہماری بھلائی پوشیدہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلم فوجیوں کے لیے راستے ہموار کیے، پل بنائے، بازار قائم کیے اور رومیوں سے مسلمانوں کی محاذ آرائی کے وقت مسلمانوں کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ ❶

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ پر جنگی پیش قدمی کے لیے دریائے نیل کے (بائیں) شمالی ساحل سے گزرنے کو ترجیح دی، تاکہ گھوڑوں اور فوجوں کو پیش روی کے لیے صحرا کا وسیع علاقہ مل سکے اور دریائے نیل کے ڈیلٹا سے گزرنے کی صورت میں کثیر تعداد میں جو گہری نہریں رکاوٹ کا سبب بنتیں ان سے بچ سکیں۔ اس کارروائی میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ صرف مرفوط، یا عرب مورخین کے مطابق ''طرانہ'' میں معمولی مزاحمت ہوئی۔ ❷ اس کے بعد دریائے نیل عبور کر کے اس کے مشرقی ساحل پر آ گئے، جہاں ''نقیوش'' نام کا محفوظ و مضبوط شہر آباد تھا۔ ❸ اس کے قلعے مضبوط اور فصیلیں مستحکم تھیں، عمرو رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر اسے نظر انداز کر کے آگے گزر جاتے ہیں تو یہاں خطرہ باقی رہے گا۔ رومیوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لینے کے بجائے انہیں خالی چھوڑ دیا اور آگے بڑھ کر کشتیوں میں سوار ہو گئے، تاکہ وہیں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑیں اور اپنے شہر کے قریب نہ آنے دیں، لیکن یہ چیز مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی، انہوں نے اپنے تیروں اور برچھیوں سے رومیوں کو چھلنی کرنا شروع کر دیا اور دریا ہی میں انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ لوگ اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر اسکندریہ کی طرف پیٹھ پھیر کر بھاگے اور جو رومی قلعوں میں بچ گئے تھے، انہوں نے بہت جلد اطاعت قبول کر لی اور پھر مسلمان فتح مند ہو کر شہر میں داخل ہو گئے۔ وہاں چند دن گزار کر اپنے اردگرد کے دشمنوں پر شکنجہ کستے اور مصالحت کرتے رہے۔ ❹ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قائد شریک بن سمی رضی اللہ عنہ کو بھگوڑے رومیوں کا تعاقب کرنے کے لیے بھیجا، آپ نے اپنے ساتھ چھوٹا سا فوجی دستہ لے کر ان کا تعاقب کیا اور انہیں پا لیا۔ رومیوں نے دیکھا کہ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں کیوں نہ انہیں گھیر کر ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ شاید یہ سوچ ہی رہے تھے کہ شریک کی ایک ٹیلے کے پاس ان سے جھڑپ ہو گئی۔ بعد میں اس ٹیلے کی نسبت شریک کی طرف کی جانے لگی اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر مزید امدادی فوج کا مطالبہ کیا۔ کسی طرح رومیوں کو

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۴. ❷ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۴.
❸ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۵.
❹ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۵.

Marfat.com

امدادی فوج کی آمد کی اطلاع مل گئی، اس لیے وہاں سے فرار اختیار کی، ❶ وہاں سے چھ میل کی دوری پر سُلطیس کے پاس جو دمنہور کے جنوب میں واقع ہے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور رومیوں کی فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ اس میں رومیوں نے شکست اٹھائی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ ❷

ان فتوحات کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمیں مورخین پر حیرت ہوتی ہے اور افسوس کرنا پڑتا ہے کہ یہ اور اس طرح کے دیگر معرکے جن میں مسلمانوں نے اپنی مختصر سی فوجی قوت لے کر بڑی بڑی رومی فوجوں پر حملہ کیا جو تعداد اور اسلحہ ہر اعتبار سے مضبوط اور مسلمانوں پر بھاری تھے اور وہ معرکے جو کئی کئی دنوں تک جاری رہے، مسلم مورخین نے انہیں چند سطروں یا چند حروف میں سمیٹ دیا ہے۔ جب کہ ان میں سے بعض نے قادسیہ، یرموک یا نہاوند کی تاریخ لکھتے ہوئے دسیوں صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ ❸

انہی بڑے معرکوں میں سے ایک اہم معرکہ جس کو ہمارے مورخین نے نظر انداز کر دیا ہے اور جس کے بارے میں عربی تاریخی مصادر ایک پیاسے کو سیراب کرنے سے قاصر ہیں معرکہ ''کریون'' ہے۔ یہ بابلیون سے اسکندریہ تک پھیلے ہوئے قلعوں کی آخری کڑی تھی، رومی فوج کا کمانڈر تیودرو اس قلعہ میں پناہ گزین ہوگیا، اس میں مسلمانوں اور اس کی فوجوں کے درمیان دس دنوں سے زیادہ لڑائی ہوئی، یہ معرکہ بھی معمولی نہ تھا لیکن ابن عبدالحکم کے ان چند کلمات کے علاوہ کسی نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ وہ لکھتے ہیں: پھر کریون میں لڑے، دس دنوں سے زیادہ لڑائی چلتی رہی۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مقدمۃ الجیش پر تھے اور عمرو رضی اللہ عنہ کے غلام ''وردان'' جنگ کا علم اٹھائے تھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس دن نماز خوف ادا کی، پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس معرکہ میں مسلمانوں نے بہت سے رومی سپاہیوں کو قتل کیا اور پیچھے دھکیلتے ہوئے انہیں اسکندریہ تک پہنچا دیا۔ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے ابن عبدالحکم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ان کے والد کے غلام وردان کی بہادری کا واقعہ بھی درج کیا ہے۔ ❹

جس وقت مسلمانوں نے اسکندریہ پر فتح کا پرچم لہرایا اس وقت اسے دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی اور قسطنطنیہ کے بعد بازنطینی رومی بادشاہت کا دوسرا بڑا شہر مانا جاتا تھا، نیز دنیا کا سب سے پہلا تجارتی شہر تھا، بازنطینی یہ بات اچھی طرح جان رہے تھے کہ اگر اس شہر پر مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا تو اس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔ یہی غم انہیں کھائے جا رہا تھا حتیٰ کہ پریشانی کے عالم میں ہرقل نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اسکندریہ پر عرب غالب ہوگئے تو رومی بادشاہت کا سقوط اور اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ ❺ بعض مورخین کا خیال

---

❶ الدولة الإسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۵. ❷ الدولة الإسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۵.

❸ الدولة الإسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۵.

❹ الدولة الإسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين، حمدى شاهين، ص:۲۲۶.

❺ الدولة الإسلامية فى عصر الخلفاء الراشدين، حمدى شاهين، ص:۲۲۶.

Marfat.com

ہے کہ اسکندریہ میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے اس نے بہ نفسِ نفیس تیاری کی تھی، لیکن جب تیاری مکمل کر چکا تو اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا اور مر گیا اور اللہ مسلمانوں کی طرف سے اس کے لیے کافی ہو گیا۔ ❶ ہرقل کے مرجانے کے بعد بیزنطی حکومت لڑکھڑانے لگی، تو اس کے دونوں بیٹوں، قسطنطین اور ہرقل دوم (ہرقلیانوس) نے مل کر اس کی باگ ڈور سنبھالی اور ماضی کی وراثت کو برقرار رکھنے کی خاطر "ہرقلیانوس" کی ماں "مارٹینا" نے ان دونوں کی شریک کار رہی، لیکن ہرقل کو مرے ہوئے ابھی پورے سو دن بھی نہ گزرے تھے کہ اس کا لڑکا قسطنطین بھی اس دنیا سے چل بسا۔ اس کے مرجانے کے بعد شکوک و شبہات کی انگلیاں ہرقلیانوس کی ماں مارٹینا کی طرف اٹھنے لگیں کہ شاید تنہا اپنے لڑکے کو بادشاہت کی گدی پر بٹھانے کے لیے اس نے ایسا کیا ہے، جس کے نتیجہ میں مارٹینا کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور کئی مہینے شہر فتنوں کے شعلوں میں جلتا رہا، بالآخر ملک میں اس وقت امن بحال ہوا جب قسطنطین کا لڑکا کونسٹانس اپنے چچا ہرقلیانوس کی مشارکت سے بیزنطی بادشاہت کی قیادت کرنے لگا۔ ❷

اسکندریہ اپنی فصیلوں کی استواری، ضخامت، محل وقوع اور محافظوں کی کثرت کی وجہ سے دفاعی اعتبار سے اپنا منفرد مقام رکھتا تھا۔ اس کے شمال میں (بحر متوسط) بہتا تھا، جو اس وقت رومیوں ہی کے قبضہ میں تھا۔ جنوب میں بحیرۂ مریوط تھا، جس کا عبور کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا، یہ قدیم زمانے میں دریائے نیل کی شاخوں میں سے ایک شاخ کا نام (ترعۃ الثعبان) تھا، مغرب سے اسکندریہ کو اپنی لپیٹ میں لیے تھا۔ صرف مشرق کی سمت باقی تھی جہاں سے ایک راستہ اسکندریہ کو جاتا تھا، وہ یہی راستہ تھا جو کریون سے اسکندریہ تک ملا ہوا تھا۔ ❸

جب محاصرہ کئی مہینوں تک طویل ہو گیا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ اندیشے پیدا ہونے لگے کہ کہیں آپ کی فوج اکتا تو نہیں گئی یا دشمن سے مقابلہ کرنے کی اس میں ہمت نہیں رہی۔ اس لیے آپ نے چند فوجی دستے تیار کیے اور ڈیلٹائے نیل اور صعید کے گاؤں اور بستیوں میں انہیں ترکتازی کے لیے بھیجنے کا فیصلہ کیا، لیکن دوسری طرف یہ محاصرہ جوں جوں طویل ہوتا جا رہا تھا خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی غصے ہو رہے تھے اور اسلامی لشکر کی تیاریوں اور جنگی کارروائی کے بارے میں مختلف قسم کے شبہات و بدگمانیاں آپ کے دل میں پیدا ہو رہی تھیں۔ آپ سوچنے لگے تھے کہ شاید تاخیر کی وجہ اسلامی فوجوں کی عیش پرستی ہے۔ ❹ اس بات کو آپ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام تحریر کیے ہوئے خط میں صراحت سے لکھا: حمد و صلاۃ کے بعد! میں حیران ہوں کہ اب تک تم مصر فتح نہیں کر سکے، حالانکہ دو سال سے لڑ رہے ہو۔ اس کی وجہ اس بات کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے کہ تمہارے دلوں

---

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، حمدی شاهين، ص:۲۲٦ . بحواله ابن عبدالحكم

❷ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، حمدی شاهين، ص:۲۲۷ .

❸ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، حمدی شاهين، ص:۲۲۵ .

❹ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، حمدی شاهين، ص: ۲۲۷ .

Marfat.com

میں بزدلی پیدا ہوگئی ہے یا تم دنیا کی محبت میں اس طرح پھنس گئے ہو جس طرح تمہارا دشمن مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی صرف اسی وقت مدد کرتا ہے جب ان کے دلوں میں سچی لگن ہو۔ میں نے چار مرد آہن (زبیر اور ان کے ساتھی) تمہاری مدد کے لیے بھیجے تھے اور تمہیں مطلع کیا تھا کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر ایک ہزار مردوں کے برابر ہے، یہ اور بات ہے کہ ان کو بھی دنیا کی محبت نے اسی طرح بدل دیا ہو جس طرح دوسروں کو بدل دیا ہے۔ جب تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً لوگوں کو جمع کر کے تقریر کرو اور لوگوں کو ترغیب دو کہ سچی لگن اور پامردی سے لڑیں، ان چاروں مرد آہن کو فوج کے سامنے رکھو اور فوج کو حکم دو کہ تن واحد کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑیں۔ یہ حملہ جمعہ کے دن زوال آفتاب کے وقت ہو کیوں کہ اس وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس وقت لوگ اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور اس سے فتح کے لیے دعائیں مانگیں۔ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خط آیا تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں خط پڑھ کر سنایا پھر چاروں بہادروں کو بلایا اور انہیں فوج کے آگے کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیں، پھر خلوص وللہیت سے اللہ کی طرف دست بدعا ہوں اور فتح کی درخواست کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ نے انہیں فتح نصیب کی۔ ❶

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان لوگوں سے جنگ کے بارے میں مجھے مشورہ دو تو مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے ہے کہ آپ اصحاب رسول میں سے ایسے آدمی کو ڈھونڈیں جسے جنگی مہارت وتجربہ حاصل ہو اور اسے مسلمانوں کا قائد بنا کر لڑائی چھیڑ دیں، وہ براہ راست لڑے گا اور جنگ کے تقاضوں کو پورا کرے گا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس لائق کون ہے؟ انہوں نے کہا: عبادہ بن صامت۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا، جب وہ آپ کے قریب آئے تو اپنے گھوڑے سے اترنا چاہا، عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں اترنے سے روک دیا اور کہا: مجھے اپنے نیزہ کی انی دو، عبادہ نے نیزہ آپ کی طرف بڑھایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور نیزے کی انی میں باندھ دیا اور بطور علم انہیں نیزہ واپس کر کے رومیوں سے لڑائی کے محاذ پر بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن ان کے ہاتھوں اسکندریہ کو فتح کرایا۔ ❷

ایک اور روایت میں ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان رومیوں سے جنگ کے بارے میں کئی بار سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ رومیوں کی آخری طاقت کی سرکشی کا سر وہی لوگ توڑ سکتے ہیں جنہوں نے ان کے پیشرؤوں کا سر توڑا ہے، آپ کا اشارہ انصار کی طرف تھا۔ اس کے بعد آپ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں علم دیا اور اللہ نے انہیں فتح نصیب کی۔ ❸

اور ابن عبدالحکم روایت کرتے ہیں کہ نو مہینے اسکندریہ کا محاصرہ جاری رہا اور ۲۰ ہجری میں ماہ محرم کے آغاز

---

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۸. ❷ الأنصار فی العصر الراشدی، ص:۲۲۸.
❸ الانصار فی العصر الراشدی، ص:۲۱۲.

میں فتح ہوا۔ ❶ عیسوی سن کے مطابق ۲۱ دسمبر ۶۴۰ء میں، جب کہ بٹلر فتح مصر کی تاریخ لکھتے ہوئے اس تحقیق پر پہنچا ہے کہ شہر اسکندریہ کا محاصرہ جولائی ۶۴۰ء کے آخر میں شروع ہوا اور ۸ نومبر ۶۴۱ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۲۱ ہجری میں وہاں کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ میرے خیال میں یہی تحقیق درست ہے، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام جو خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ ''تم دو سال سے لڑ رہے ہو۔'' اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو دسمبر ۶۳۹ء جس میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عریش پر چڑھائی کی تھی، اس وقت سے ۶۴۱ء تک جس میں اسکندریہ فتح ہوا، دو سال کی مدت لگ جاتی ہے۔

اسکندریہ فتح ہونے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہاں کے لوگوں کو نہ قتل کیا نہ قیدی بنایا، بلکہ انہیں بھی باشندگان بابلیون کی طرح امان دے کر جزیہ وصول کرنا منظور کر لیا۔ پھر جب وہاں فساد کے اندیشے ختم ہوگئے اور آپ کو اطمینان ہوگیا تو فوج کا ایک محافظ دستہ وہاں چھوڑ کر بقیہ دستوں کو مصر میں رومیوں کے دیگر قلعوں اور پناہ گاہوں کو فتح کرنے کے لیے ادھر ادھر پھیلا دیا، اس بحر متوسط کا پورا ساحلی علاقہ اور رشید و دمیاط جیسے اس کے بڑے بڑے شہروں پر فتح مکمل کر لی اور اپنے دائرہ اقتدار کو ڈیلٹائے مصر اور صعید تک وسیع کر دیا۔ ❷

فتح برقہ وطرابلس:

مصر فتح کر لینے اور وہاں امن وامان قائم ہو جانے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مغرب کی سمت بڑھے، تاکہ ادھر سے مفتوحہ علاقوں کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے، کیونکہ برقہ اور طرابلس میں روم کی کچھ فوجیں قلعہ بند تھیں اور موقع ملنے پر لوگوں کے ورغلانے سے وہ مصر میں مسلمانوں پر دھاوا بول سکتے تھے، چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ۲۲ ہجری میں اپنی فوج لے کر برقہ کی طرف چلے۔ اسکندریہ سے برقہ تک کا راستہ نہایت سرسبز وشاداب اور گھنی آبادی والا تھا۔ اس لیے وہاں تک پہنچنے میں آپ کو دشمن کی کسی سازش کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد برقہ کے لوگ خود بخود والی مصر کے پاس جاتے اور اپنا خراج جمع کرآتے تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے کسی کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ یہ لوگ مغرب میں سب سے زیادہ سادہ دل لوگ تھے، ان کے یہاں کوئی فتنہ وفساد نہ تھا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہاں سے نکلے تو طرابلس کی طرف بڑھے، جو محفوظ و مضبوط قلعوں والا شہر تھا، وہاں رومی فوج کی بہت بڑی تعداد مقیم تھی۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر اپنے قلعوں کے دروازے بند کر لیے اور مجبوراً مسلمانوں کے محاصرہ کو برداشت کرنے لگے۔ یہ محاصرہ ایک ماہ جاری رہا، لیکن مسلمانوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ طرابلس کے عقب میں شہر سے متصل سمندر بہتا تھا اور سمندر و شہر کے درمیان کوئی فصیل قائم نہ تھی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہ راز معلوم ہوگیا اور پیچھے سے سمندر کی طرف سے شہر میں داخل ہوگئی۔ انہوں

❶ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۹. ❷ الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدين، ص:۲۲۹.

نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا، اب رومی فوجوں کے سامنے اپنی اپنی کشتیوں میں بھاگ کر پناہ لینے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ تھا، وہ جونہی بھاگے، پیچھے سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا ان میں سے اکثر تہ تیغ کر دیے گئے، الا یہ کہ جو کشتیوں سے بھاگ نکلے، شہر میں موجود سامان و جائداد کو مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

طرابلس سے نمٹنے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو قرب وجوار کے علاقوں میں پھیلا دیا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مغرب کی سمت فتوحات مکمل کر کے تیونس اور افریقہ کا رخ کریں۔ چنانچہ اس سلسلے میں سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا۔ جب کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کو نئے محاذ پر بھیجنے سے ہچکچاتے تھے اور خاص طور سے ایسی حالت میں جب کہ شام سے طرابلس تک تیزی سے فتوحات کے باعث مفتوحہ علاقوں کی طرف سے ابھی آپ بالکل مطمئن نہ ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے اسلامی لشکر کو طرابلس میں ٹھہر جانے کا حکم دیا۔ اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ دور دراز زمینوں کی سرحدوں کو چھونے لگا۔ اسلامی سلطنت مشرق میں دریائے جیحون اور دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں افریقہ کے صحراؤں تک اور شمال میں ایشیائے کوچک کے پہاڑوں اور آرمینیہ سے لے کر جنوب میں بحر الکاہل اور نوبہ تک ایک عالمی ملک کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی، جس میں مختلف قوموں، ادیان وملل اور تہذیب وتمدن نے زندگی پائی اور سب نے اسلام کے سایہ عدل ورحمت میں امن وسکون کی زندگی گزاری۔ وہ دین اسلام جس نے اپنے عقائد وعبادات اور تہذیب وتمدن کے مخالفین کو ہزاروں مخالفتوں کے باوجود اس دنیا میں مکمل حقوق عطا کیے اور ان کی انسانی زندگی کا پورا پورا احترام کیا۔ [1]

---

[1] الدولة الإسلامية فی عصر الخلفاء الراشدین، ص: ۲۳۱.

Marfat.com

(۳)

فتح مصر کے اہم دروس و عبر اور فوائد

عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کی سفارت:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب قلعہ بابلیون کا محاصرہ کیا تو مقوقس نے آپ کے پاس یہ خط لکھا:

''تم ہمارے ملک میں گھس آئے ہو اور ہم سے لڑنے پر تلے ہو، ہمارے ملک میں تمہارا قیام طویل ہوگیا ہے، حالانکہ تم مٹھی بھر ہو اور روم کی مسلح فوجیں تم سے مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ تم دریائے نیل کے گھیرے میں ہو اور ہمارے ہاتھوں میں قید ہو، اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس بھیج دو کہ ہم سنیں وہ کیا کہتے ہیں، ممکن ہے کوئی ایسی صورت نکل آئے جو ہمارے اور تمہارے لیے یکساں پسندیدہ ہو اور یہ جنگ ختم ہو جائے پیشتر ازیں کہ رومی افواج ہم پر چھا جائیں اور بات چیت کا کوئی پہلو اور کوئی فائدہ باقی نہ رہے۔ ہوسکتا ہے جنگ کا نتیجہ تمہاری خواہش اور امید کے خلاف نکلے اور تمہیں ندامت اٹھانی پڑے۔ اس لیے اپنے نمائندے ہمارے پاس بھیجو کہ ان کے ذریعے سے ہماری اور تمہاری پسند کی بات طے ہو جائے۔''

جب مقوقس کے قاصد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا خط لے کر آئے تو آپ نے انہیں دو دن اور دو راتیں اپنے پاس روک لیا، مقوقس کو ان کے بارے میں تشویش لاحق ہوئی اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ سفیروں کو قید یا قتل کرتے ہیں اور ان کا مذہب انہیں اس بات کی اجازت دیتا ہے؟'' جب کہ عمرو رضی اللہ عنہ کے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی حالت وحوصلہ مندی دیکھ لیں۔ دو دن کے بعد عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں اس مکتوب کے ساتھ واپس کیا:

''ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تین صورتیں ہیں: اسلام قبول کرلو اور اس صورت میں تم ہمارے بھائی ہوگے، ہمارے تمہارے حقوق یکساں ہوں گے اور اگر تمہیں یہ نامنظور ہے تو زیردست بن کر جزیہ ادا کرو، ورنہ ہم صبر واستقلال کے ساتھ تم سے لڑیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے اور اللہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' ❶

جب مقوقس کے قاصد اس کے پاس گئے تو اس نے وفد سے مسلمانوں کا حال پوچھا، انہوں نے کہا: ہم نے

❶ عبادة بن الصامت صحابي كبير و فاتح مجاهد، ص: ۹۱.

Marfat.com

ایک ایسی قوم دیکھی ہے جس کا ہر فرد زندگی سے زیادہ موت اور غرور سے زیادہ خاکساری کو پسند کرتا ہے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں جو دنیا سے کوئی دلچسپی یا غرض رکھتا ہو، وہ زمین پر بیٹھتے ہیں، گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کھاتے ہیں، ان کا امیر گویا انہی میں سے ایک ہے۔ ان میں شریف اور کمتر، آقا اور غلام کی کوئی تمیز نہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو کوئی پیچھے نہیں رہتا۔ سب وضو کرتے ہیں اور خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔

یہ سن کر مقوقس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے، یہ لوگ چاہیں تو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا سکتے ہیں، ان سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔ اگر آج ہم ان سے صلح نہ کر سکے جب کہ نیل نے انہیں گھیر رکھا ہے تو کل اس خطرے سے نکل جانے کے بعد انہیں صلح پر کیسے آمادہ کر سکیں گے؟ پھر اس نے اپنے قاصدوں کو مسلمانوں کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے نمائندے ہمارے پاس بھیجو، ہم ان سے گفتگو کریں گے، بہت ممکن ہے کوئی ایسا پہلو نکل آئے جس میں ہم تم دونوں کی بھلائی ہو۔ چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دس افراد پر مشتمل ایک وفد بھیجا، ان میں ایک عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ کی لمبائی کل دس بالشت تھی۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے گفتگو کرنے کی ذمہ داری انہی کے سپرد کی اور انہیں حکم دیا کہ ان تین شرطوں میں سے کسی ایک شرط کے سوا رومیوں کی کوئی تجویز منظور نہ کریں گے۔ اس لیے کہ امیرالمومنین کی طرف سے ہمیں یہی حکم ملا ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ تھا۔ جب یہ وفد کشتی پر سوار ہو کر مقوقس کے پاس پہنچا تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بات کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ مقوقس، عبادہ رضی اللہ عنہ کا سیاہ رنگ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور کہا اس کالے کلوٹے شخص کو میرے پاس سے ہٹاؤ اور کسی اور کو آگے کرو جو مجھ سے بات کرے۔ وفد کے لوگوں نے کہا: یہ کالا کلوٹا شخص ہم سب سے زیادہ عقل مند اور عالم ہے وہی ہمارا سردار، ہم میں سب سے بہتر اور ہمارا رہنما ہے۔ ہم سب اسی کی بات اور رائے مانتے ہیں۔ مسلمانوں کے امیر نے اسے ہمارا ذمہ دار بنا کر بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کسی بات اور رائے کی ہم مخالفت نہ کریں۔

مقوقس نے وفد والوں سے کہا: اس کالے کلوٹے کو اپنا سب سے افضل انسان ماننے کے لیے کیسے تیار ہو، بہتر تو یہ تھا کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذمہ دار ہوتا؟ انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ وہ اگرچہ تمہاری نگاہوں میں کالا کلوٹا ہے لیکن ہمارے نزدیک ان کا بہت اونچا مرتبہ ہے۔ وہ ہم سب سے پہلے اسلام لائے اور ہم سب سے زیادہ عقل مند وزیرک ہیں۔ کالا ہونا ہمارے نزدیک کوئی معیوب چیز نہیں ہے۔

پھر مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے کالے کلوٹے! آگے آؤ اور مجھ سے نرمی سے بات کرو، کیونکہ تمہارا سیاہ رنگ دیکھ کر مجھے ڈر لگتا ہے، اگر تم نے سخت لہجے میں بات کی تو میری گھبراہٹ اور خوف میں اضافہ کر دو گے۔

عبادہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کہا: میں نے تمہاری بات سن لی، سنو! میرے پیچھے میرے ایک ہزار ساتھی ایسے ہیں جو میری ہی طرح کالے کلوٹے ہیں، بلکہ مجھ سے بھی زیادہ سیاہ اور ہیبت ناک منظر والے، اگر تم ان کو دیکھو گے تو مجھ

Marfat.com

سے زیادہ ان سے خوفزدہ ہو گے۔ میں تو ایسے وقت میں ذمہ دار بن کر آیا ہوں کہ اب میری جوانی ڈھل رہی ہے۔ اس کے باوجود اللہ کا فضل ہے کہ اگر ایک سو (۱۰۰) دشمن میرے مقابلہ میں آ جائیں تو میں ڈرنے والا نہیں ہوں اور اسی طرح میرے تمام ساتھی ہیں۔ ہمارے اندر یہ حوصلہ و ہمت اس لیے ہے کہ ہماری خواہش اور ہمارا مقصد صرف اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اسی کی رضا جوئی ہے۔ اپنے دشمنوں اور اعدائے اسلام سے ہماری لڑائی کا مقصد دنیا طلبی اور زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنا نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں کہ اللہ نے دنیا ہمارے لیے بالکل حرام کر دی ہے، بلکہ غنیمت میں ملنے والا مال ہمارے لیے حلال ہے۔ ہم میں سے کسی کو یہ پروا نہیں ہوتی کہ کس کے پاس سونے کا انبار ہے اور کس کے پاس درہم کا ایک سکہ۔ اس لیے کہ ہم دنیوی زندگی کا ماحصل یہ سمجھتے ہیں کہ چند لقمے کھانا ملے جس سے بھوک مٹائی جا سکے اور چادر ہو جسے اوڑھا جا سکے، اگر کسی کو یہی میسر ہے تو بس اس کے لیے یہی کافی ہوتا ہے اور اگر کسی کے پاس سونے کا انبار ہوتا ہے تو وہ سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹا کر صرف اسی مختصر زندگی پر اکتفا کرتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی نعمتیں دائمی نہیں ہیں، یہاں کی خوش حالی حقیقی نہیں ہے۔ حقیقی نعمت اور خوش حالی تو آخرت کی ہے، ہمارے رب اور ہمارے نبی نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے اور ہم سے وعدہ لیا ہے کہ دنیا کی دولت کے ہم اتنے طلب گار بنیں جس سے ہماری بھوک مٹ جائے، جسم کی ستر پوشی ہو جائے۔ ساری کوششوں اور تمام تر مصروفیات کا خلاصہ اللہ کی خوشنودی کی تلاش اور اس کے دشمنوں سے جہاد ہو۔

مقوقس نے یہ سن کر اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا: کیا اس آدمی کی طرح تم نے کبھی کسی کی بات سنی؟ میں تو اس کی شکل دیکھ کر ہیبت میں پڑ گیا اور سب سے زیادہ اس کی بات خوفزدہ کر دینے والی ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو دنیا تباہ کرنے کے لیے بھیجا ہے اور یہ لوگ جلد ہی پوری دنیا پر قابض ہو جائیں گے۔

پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے فلاں! تم نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں جو کچھ کہا میں نے سن لیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری کامیابی کا راز وہی ہے جو تم نے بتایا اور اپنی مفتوحہ قوموں پر تمہیں غلبہ اسی وجہ سے ملا ہے کہ دنیا انہیں زیادہ پیاری تھی اور وہ اس کے لیے زیادہ کوشاں تھے۔ تم سے لڑنے کے لیے رومیوں کی بے شمار فوجیں ہمارے پاس آ رہی ہیں جو اپنی طاقت اور قہر سامانی کے لیے مشہور ہیں، انہیں قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ کس سے مقابلہ اور کس سے لڑائی ہونی ہے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ ان کے مقابلہ پر آ سکے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم اپنی کمزوری اور قلت تعداد کی وجہ سے ان کے سامنے نہ ٹھہر سکو گے، تمہیں یہاں پڑے ہوئے کئی مہینے ہو گئے ہیں اور معاش کی تنگی کے ساتھ ساتھ دوسری ضروریات نے بھی تم کو پریشان کر رکھا ہے، ہم تمہاری کمزوری، قلت تعداد اور بے سروسامانی کی وجہ سے تم پر ترس کھاتے ہیں اور تم سے اس شرط پر مصالحت کر لینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں کہ سپاہیوں کو دو دو دینار اور تمہارے امیر کو سو (۱۰۰) دینار اور خلیفہ کے لیے ایک ہزار دینار

دیتے رہیں گے۔ تم اسے قبول کرو اور قہر آگیں طاقت مسلط ہونے سے پہلے یہاں سے چلے جاؤ۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فلاں! خود کو اور ساتھیوں کو دھوکے میں نہ ڈالو۔ رومی فوجوں کی کثرت اور ان کی مسلح پیش قدمی کی جو تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو اور کہتے ہو کہ ہم ان کا مقابلہ نہ کر پائیں گے تو سن لو! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ چیز ہمیں خوف نہیں دلا سکتی اور نہ ہمارے حوصلوں کو پست کر سکتی ہے۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو جان لو کہ اللہ کی قسم یہ چیز ان سے لڑنے میں ہمیں اور قوت دے گی اور ہمارے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ جب ہم اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گے تو اپنے فرض سے بری الذمہ ہوں گے اور اگر ہم سب قتل کر دیے گئے تو اس کی خوشنودی اور جنت ہمارے نصیب میں آئے گی اور اس سے بڑھ کر نہ کوئی چیز ہمارے نزدیک محبوب ہے اور نہ آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی ہے۔ اس وقت ہم تمہاری وجہ سے دو میں سے ایک بھلائی ضرور پائیں گے اگر ہم تم پر فتح یاب ہوئے تو دنیا میں تم سے بہت زیادہ مال غنیمت ملے گی یا تم ہم پر فتح یاب ہو گے اور ہمیں آخرت کی بھلائی ملے گی۔ ہماری کوشش کے نتیجے میں دونوں میں سے آخر الذکر ہی ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ہم سے فرمایا ہے:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۲۴۹ ﴾

(البقرۃ: ۲۴۹)

''کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ہم میں سے ہر ایک مسلمان صبح و شام اپنے رب سے شہادت کے لیے دعا کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اپنے شہر اور اہل و عیال کی طرف لوٹ کر نہ جائے۔ کوئی اپنے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا۔ اپنے اہل و عیال کو اللہ کی حفاظت میں دے کر آیا ہے۔ ہماری فکر آگے کی ہوتی ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ معاش کی تنگی کے ساتھ ہم دوسری ضروریات میں الجھے ہوئے ہیں، تو جان لو کہ ہم بہت خوشحال ہیں، اگر پوری دنیا کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو جائے پھر بھی ہم موجودہ اسباب زندگی سے زیادہ کے خواہش مند نہ ہوں گے، تم کیا چاہتے ہو، اچھی طرح غور کر لو اور پھر ہمیں بتاؤ، ہمارے اور تمہارے درمیان تین چیزوں کے علاوہ کسی اور بات پر فیصلہ نہ ہوگا، ان میں سے کوئی ایک اختیار کر لو اور ہم سے باطل کے لیے امیدیں مت لگاؤ ہمارے امیر نے ہمیں یہی کہہ کر بھیجا ہے اور امیر المومنین نے ان سے یہی کہا ہے اور اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں حکم دیا، تو اسلام قبول کر لو کہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی دین منظور نہیں، یہی اس کے انبیاء، رسولوں اور فرشتوں کا دین ہے۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ اس کی مخالفت اور دشمنی کرنے والوں سے ہم اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک کہ وہ اسے قبول نہ کر لیں۔ اگر کوئی اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے اور ہمیں یکساں حقوق

Marfat.com

حاصل ہوں گے اور وہ ہمارا دینی بھائی ہوگا، لہٰذا اگر تم اور تمہارے ساتھی بھی اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بہرہ مند ہو جاؤ گے اور ہم تم سے جنگ نہیں لڑیں گے، تمہیں تکلیف دینا حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ تم سے کوئی چھیڑ چھاڑ کریں گے۔

اور اگر جزیہ دینا منظور ہے تو ہمارے زیردست بن کر ہمیں جزیہ دو، ہمارا آپس میں ہماری اور تمہاری پسند کا اور جب تک ہم اور تم باقی ہیں ہر سال دینا ہوگا اور اگر کوئی تمہیں زک پہنچانا چاہے گا، تمہاری زمین غصب کرنا چاہے گا، تمہارے قتل کے درپے ہوگا یا مال لوٹنا چاہے گا تو ہم تمہاری طرف سے دفاع کریں گے۔ جب تک تم ہمارے ذمہ میں ہو ہم اسے پورا پورا نبھائیں گے۔ تمہارے لیے ہم پر یہی اللہ کا حکم نازل ہوا ہے اور اگر تم جزیہ دینا بھی نامنظور کرتے ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ یہاں تک کہ ہم سب مر جائیں، یا تم پر غالب ہو جائیں۔ ہمارا وہ دین ہے جسے اللہ کے لیے مانتے ہیں، ہمارے اور اس کے مابین جو عہد ہے اس کی بنیاد پر اس کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تم اپنے بارے میں اچھی طرح غور کر لو۔

مقوقس نے کہا: یہ ایسا مطالبہ ہے جو ہرگز منظور نہیں، کیا تم زندگی بھر ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہو؟

عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسے ہی ہے، تم کسی ایک کو اختیار کر لو۔

مقوقس نے کہا: کیا ان تینوں شرطوں کے علاوہ کوئی اور شرط نہیں ہے جو ہمارے لیے قابل قبول ہو؟

عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور کہا: نہیں! آسمان و زمین اور پوری کائنات کے رب کی قسم ہے! ہمارے پاس تمہارے لیے ان تینوں کے علاوہ کوئی چوتھی شرط نہیں ہے، تم اپنے لیے جو چاہو اختیار کرو۔

یہ سب کچھ سننے کے بعد مقوقس اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: وہ اپنی بات کہہ چکا، تمہارا خیال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کیا کوئی اس ذلت سے راضی ہو سکتا ہے؟ ان کا جو یہ کہنا ہے کہ ہم ان کا دین قبول کر لیں سو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ہم مسیح بن مریم کے دین کو چھوڑ کر وہ دین ہرگز نہیں قبول کریں گے جسے ہم جانتے ہی نہیں اور وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو ہمیشہ غلام بنا کر رکھیں، سو مر جانا اس سے بہتر ہے، ہاں جس رقم کی پیشکش ہم نے بار بار کی ہے اگر اس کا دوگنا بھی دینا پڑے تو یہ ہمیں منظور ہے۔

مقوقس نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میری قوم نے تمہاری بات کا انکار کر دیا، اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اپنے امیر کے پاس جاؤ اور بتا دو کہ اس مرتبہ جتنا تمہارا مطالبہ ہوا اتنا ہم دینے کو تیار ہیں، لوٹ جاؤ۔

عبادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اٹھے اور وہاں سے واپس ہو گئے۔

مقوقس نے اپنے قریب بیٹھنے والوں سے کہا: تم لوگ میری بات مان لو اور مسلمانوں کی تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کر لو۔ اللہ کی قسم! تم سب ان سے مقابلہ نہیں کر سکو گے، اور اگر اسے بخوشی ماننے کو تیار نہیں ہو تو یقیناً بہت جلد اس سے بھی بڑی چیز مجبوراً ماننا ہوگی۔

Marfat.com

انہوں نے کہا: پھر ہم ان کی کون سی شرط مان لیں؟

مقوقس نے کہا: میں بتاتا ہوں...... رہی یہ بات کہ اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین قبول کر لو تو میں اسے نہیں کہوں گا اور جہاں تک ان سے جنگ لڑنے کی بات ہے تو مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم ان کا مقابلہ اور ان کی طرح صبر نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں تمہارے سامنے تیسری ہی شرط بچ رہی ہے۔

اس کے ساتھیوں نے کہا: تو کیا ہم ہمیشہ ان کے غلام بن کر رہیں؟

مقوقس نے کہا: ہاں! غلام رہو گے لیکن اپنے ملک کے مالک رہو گے، تمہاری جان و مال اور آل و اولاد کو حفاظت حاصل ہوگی اور یہ غلامی اس سے بہتر ہے کہ تمہارا ایک ایک آدمی مارا جائے یا تمہیں اس طرح غلام بنا لیا جائے کہ تم اور تمہارے اہل و عیال اپنے وطن میں نشانہ ستم بن جائیں اور مسلمان بھیڑ بکریوں کی طرح تمہیں بیچتے اور خریدتے رہیں۔

انہوں نے کہا: اس سے بہتر موت ہے۔

اور پھر فسطاط اور جزیرہ کو ملانے والے پل کو توڑنے کا حکم دیا اور قلعہ کی طرف لوٹ گئے جہاں بہت سارے قبطی اور رومی موجود تھے۔

مقوقس اور عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی اس گفتگو میں عبادہ رضی اللہ عنہ کی ذکاوت و دانائی اور اپنے حریف کے مقصد کو بھانپ لینے کی صلاحیت واضح ہوتی ہے، چنانچہ بات چیت کے نتائج پر اثر انداز ہونے اور اپنی دھونس جمانے کے لیے مقوقس کے اسلوب گفتگو سے قطعاً متاثر نہ ہوئے، بلکہ ترکی بہ ترکی اس کا جواب دیتے رہے، اپنے خیالات اور مقاصد کو صاف صاف پیش کرتے رہے، اس کی باتوں میں الجھ کر اسلام کی دعوت دینے سے غافل نہ ہوئے، اسلام کی طرف رغبت دلاتے رہے اور دیگر قوموں اور ادیان و مذاہب پر اسلام اور مسلمانوں کی فتح کا چرچا کرتے رہے۔ ان تمام باتوں کا مقوقس کے دل پر بہت اچھا اثر ہوا اور اسی وجہ سے اس نے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لینے کو پسند کیا۔ ❷

فتوحات مصر میں جنگی فنون:

جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو دوران جنگ مختلف جنگی فنون استعمال کیے، ان میں سے چند ایک کا بیان یہاں ہو رہا ہے:

۱: نفسیاتی جنگ:

قلعہ بابلیون کے محاصرہ کے وقت مقوقس نے عورتوں کو بابلیون کی فصیلوں کی حفاظت پر اس طرح لگایا تھا کہ ان کے چہرے شہر اور پیٹھیں مسلمانوں کی طرف تھیں اور مردوں کو مسلح کر کے ان کا رخ مسلمانوں کی طرف

❶ النجوم الزاهرة ملوك مصر والقاهرة: ١/ ١٠، ١٦.   ❷ الأنصار في العصر الراشدي، ص: ٢١١.

Marfat.com

کیا تھا۔ اس حکمت عملی کا مقصد یہ تھا کہ فوجوں کی کثرت اور فصیلوں کی حفاظت دیکھ کر مسلمان خوفزدہ ہو جائیں۔ لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس یہ کہہ کر قاصد بھیجا کہ تم نے جو کچھ (حفاظتی تدبیر) کیا ہے ہمیں معلوم ہے، ہم اپنی کثرت کی بنا پر اپنے دشمنوں پر غالب نہیں ہوتے۔ ہم تمہارے بادشاہ سے اس سے پہلے پنجہ آزمائی کر چکے ہیں اور تمہیں اس کا انجام معلوم ہے۔

مقوقس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ بالکل سچ کہہ رہے ہیں، ہمارے بادشاہ کو اسی کے زیر اقتدار شہر سے نکال کر قسطنطنیہ بھگا دیا۔ لہٰذا ہمیں تو بدرجہ اولیٰ ان کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے۔ ❶

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پیغام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ان فوجی سپہ سالاروں میں سے ایک تھے جو اپنے دشمن کو دہشت زدہ کرنے اور اس کی جنگی روح کو سرد کرنے کے لیے نفسیاتی جنگ کو بطور اسلحہ استعمال کرتے تھے اور صرف ایک مقصد کی کامیابی کے لیے جنگ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اس کے بعد عقل اور تلوار پر اعتماد کرتے تھے، وہ بنیادی مقصد یہی ہوتا تھا کہ جنگ کے اختتام پر فتح و نصرت ہمارے حصہ میں آئے۔ ❷

۲: کمین گاہوں سے اچانک حملہ کرنا:

معرکہ عین شمس میں عمرو رضی اللہ عنہ نے کمین گاہوں سے اچانک حملہ کرنے کا اسلوب اپنایا، آپ نے ان کمین گاہوں کو مضبوط انداز میں تیار کیا تھا تاکہ مکمل کامیابی کا راستہ ہموار ہو سکے، چنانچہ کمین گاہوں میں چھپنے والے فوجیوں کو رات میں اپنی اپنی مخصوص جگہ پر چلے جانے کا حکم دیا، گھات لگانے کے لیے نہایت موزوں مقامات کو منتخب کیا تھا اور وہاں سے نکلنے کا ایسا موقع متعین کیا تھا کہ جب دشمن اپنے محاذ پر مقابلہ کرنے میں الجھا ہوا ہوگا۔ پس ایسا ہی ہوا اور فوجوں نے کمین گاہوں سے نکل کر دشمن کے میمنہ و میسرہ پر اچانک دھاوا بول دیا، اس طرح مناسب وقت کا انتخاب اور دشمن سے ٹکراؤ بالکل صحیح نشانے پر لگا۔ چنانچہ کمین گاہوں سے حملہ آور ہونے کی یہ جنگی ترکیب کامیابی اور حفاظت کے اعتبار سے عمرو رضی اللہ عنہ کی کامیاب ترین کارروائیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ❸

۳: محاصرہ کے دوران اچانک حملہ کرنا:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قلعہ بابلیون کے محاصرہ کے دوران اچانک حملہ کرنے کا اسلوب نہایت ہوشیاری سے اپنایا۔ چنانچہ جس وقت رومی فوج بابلیون کے مضبوط قلعہ میں مسلمانوں سے بے خوف ہو کر اس لیے مطمئن بیٹھے تھے کہ قلعوں و فصیلوں کی مضبوطی، سامان رسد اور ذخائر اسلحہ کی کثرت، قلعہ کے دروازوں پر کانٹے دار تاروں کی باڑ، فصیل سے متصل گہری خندق جس کا پانی دریائے نیل کے اترنے کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا۔ یہ ساری چیزیں مسلمانوں کو آگے نہ بڑھنے دیں گی، لیکن اچانک رات کی سخت تاریکی میں زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ان کے

---

❶ الحرب النفسية، د/ أحمد نوفل، ص:۱۷٤ . ❷ الحرب النفسية، د/ أحمد نوفل، ص:۱۷٤ .

❸ الفن العكسري الإسلامي، ص:۳۲۰ .

Marfat.com

ساتھ چند جنگجوؤں کو فصیلوں سے تکبیر کا نعرہ لگاتے دیکھ کر وہ سکتے میں پڑ گئے، اچانک تلواروں کی کاٹ نے انہیں بدحواس کر دیا۔ قلعہ میں بیٹھے محافظ فوجی شکست کا نظارہ دیکھ کر صلح وامان کے طالب ہوئے اور مسلمان فاتح بن کر قلعہ میں شان سے داخل ہوگئے۔ ❶

٤: محاصرہ کو صبر واستقامت کے ساتھ طول دینا:

سیّدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے ''کریون'' اور ''اسکندریہ'' کے محاصرہ کو صبر واستقامت کے ساتھ طول اور ہجومی کارروائی موخر کرنے میں مصلحت دیکھی۔ چنانچہ جب آپ کو یقین ہوگیا کہ کریون کے محفوظ ومضبوط قلعوں میں بند رومی سپاہیوں پر غلبہ پانا مشکل ہے تو ایک مرتبہ قلعہ پر ہجوم کی ناکام کوشش کے بعد وقت کی کوئی تحدید کیے بغیر تھکاوٹ و مشقت رسد کے خاتمے اور سپاہیوں کی بے صبری سے بے فکر ہو کر مکمل صبر وثبات کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا، برابر جھڑپیں کرتے رہے۔ کریون کا محاصرہ کیے ہوئے جب دس دن سے کچھ زیادہ ہوگئے تو رومیوں نے یقین کر لیا کہ مسلمان اس محاصرہ میں مسلسل جھڑپیں کرنے اور جنگ لڑنے کا عزم کر چکے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے سامنے مسلمانوں کی اطاعت اور قلعہ ان کے حوالے کر دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ بالکل یہی کیفیت اسکندریہ کے محاصرہ کے وقت بھی تھی۔ فرق اتنا ہے کہ اسکندریہ کے محاصرہ کی مدت زیادہ یعنی تین مہینے تھی اور اس محاصرہ کے طول پکڑنے کی وجہ یہ تھی کہ رومی فوجیں اچھی طرح محسوس کر رہی تھیں کہ ہمارے لشکر اور ہماری سلطنت کی حفاظت وبقا کے لیے یہ آخری موقع بچا ہے اگر اسکندریہ کا سقوط ہوگیا تو مصر اور پورے افریقہ کا سقوط ہو جائے گا۔ ❷

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فتح کی بشارت:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس فتح اسکندریہ کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے چلتے چلتے کہا: آپ میرے ساتھ خط کیوں نہیں لکھ دیتے؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: خط کی کیا ضرورت ہے، کیا تم عربی نہیں ہو کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور تم حاضر تھے اسے بتا سکو؟ ❸ چنانچہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فتح اسکندریہ کی خوشخبری سنائی۔ عمر رضی اللہ عنہ سجدہ میں گر گئے اور کہا: الحمد للہ۔

آیے اس واقعہ کی تفصیل ہم خود معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیں: ان کا بیان ہے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو میں مسجد پہنچا۔ میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر سے ایک لونڈی نکلی، اس نے دیکھا کہ طویل سفر کی وجہ سے میرے کپڑوں کا رنگ بدلا ہوا ہے، وہ میرے پاس آئی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا: معاویہ بن خدیج، عمرو بن عاص کا قاصد۔ وہ پھر گھر میں واپس چلی

---

❶ الفن العکسری الإسلامی، ص: ٣٢٠.
❷ الفن العسکری الإسلامی، ص: ٣٢٠.
❸ الفن العسکری الإسلامی، ص: ٣٢٠.

Marfat.com

گئی۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکلی، میں اس کی پنڈلیوں سے رگڑ کی آواز سن رہا تھا۔ وہ میرے قریب آئی اور کہا: اٹھو، چلو تمہیں امیر المومنین بلا رہے ہیں، میں اس کے پیچھے پیچھے چلا، جب عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک ہاتھ سے اپنی چادر لے رہے ہیں اور دوسرے سے ازار باندھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اچھی خبر ہے۔ اللہ نے اسکندریہ پر فتح عطا کی ہے۔ آپ مجھے لے کر مسجد پہنچے اور موذن سے کہا: لوگوں کو جمع کرنے کے لیے "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کی ندا لگاؤ۔ پھر لوگ اکٹھے ہوئے۔ آپ نے مجھ سے کہا: اٹھو اور لوگوں کو خبر دو، میں کھڑا ہوا، لوگوں کو فتح کی خوشخبری دی، پھر آپ نے نماز پڑھی اور اپنے گھر میں داخل ہوئے، قبلہ رخ ہو کر کچھ دیر دعائیں کیں۔ پھر اطمینان سے بیٹھے اور کہا: اے لونڈی کیا کھانے کے لیے کچھ ہے؟ وہ روٹی اور روغن لائی۔ آپ نے مجھ سے کہا: کھاؤ، میں نے شرما شرما کر کھایا۔ آپ نے پھر کہا: کھاؤ، کھاؤ، مسافر کو کھانا محبوب ہوتا ہے۔ اگر میں کھانے کی ضرورت محسوس کرتا تو تمہارے ساتھ کھاتا۔ یہ سن کر میں نے شرم سے سر جھکا لیا۔ پھر آپ نے پوچھا: اے معاویہ! جب تم مسجد پہنچے تھے تو کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ شاید امیر المومنین قیلولہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کتنی غلط بات کہی یا غلط گمان کیا۔ اگر میں دن میں سویا تو اپنی رعایا کو ضائع کیا اور اگر رات میں سویا تو اپنی ذات کو ضائع کیا۔ اے معاویہ! ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے نیند کہاں آسکتی ہے؟ ❶

اس واقعہ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شروع اسلام میں مسجدیں اہم ترین وسائل اعلام وذرائع ابلاغ کا کردار ادا کرتی تھیں، لوگ "اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کی پکار پر لبیک کہتے تھے، اس کلمہ کے اعلان کا مطلب ہی یہ ہوتا تھا کہ کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے جس کی اطلاع دینی تمام مسلمانوں کو ضروری ہے، چنانچہ اس اعلان کے مطابق لوگ مسجد میں جمع ہوتے اور ان کے سامنے عسکری سیاسی اور سماجی غرض کہ ہر قسم کے بیانات رکھے جاتے۔

اس طرح یہ واقعہ عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک خاص صفت بتاتا ہے۔ آپ خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوتے ہوئے معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: اگر میں دن میں سویا تو اپنی رعایا کو ضائع کر دیا اور اگر رات کو سویا تو اپنی ذات کو ضائع کر دیا۔ اے معاویہ! ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے مجھے نیند کیسے آسکتی ہے؟

واقعتاً آپ کی یہ بات آپ کی اپنی ذات اور دوسروں کے حقوق کی مکمل رعایت نیز ہمہ وقت ان کے لیے بیدار رہنے کی ترجمانی کرتی ہے اور جب مسلمان ان تمام حقوق کی مکمل رعایت کرتا ہے تو وہی اللہ کے نزدیک پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ ❷

---

❶ فتح مصر والمغرب، ص:١٠٥، فتح مصر بين الرؤية الإسلامية والرؤية النصرانية، د/ إبراهيم متناوی، ص: ١١٤.

❷ التاريخ الإسلامی، الحميد: ١١/ ٣٤٨، ٣٤٩.

Marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایفائے عہد:

فاتح مسلمانوں کا یہ کارواں جس وقت ''بلهیب'' پہنچا اس وقت رومیوں کے قیدی فروخت کے لیے یمن وغیرہ بھیجے جا چکے تھے۔ حاکم اسکندریہ سے دیکھا نہ جا سکا اور اس نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں فارسی اور رومی بادشاہوں کو جو کہ آپ کی بہ نسبت مجھے زیادہ ناپسند تھے جزیہ دیتا رہا ہوں۔ میں بخوشی آپ کو جزیہ دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ ہمارے ان قیدیوں کو لوٹا دیں جنہیں ہمارے ملک سے گرفتار کیا ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے میں رائے اور اجازت مانگی، خلیفہ کا فرمان آنے تک دونوں فریقوں نے جنگ سے باز رہنے کا عہد کر لیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط ارسال کیا، اس کا مضمون تھا:

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مستقل جزیہ کی آمدنی جس سے ہمارا اور بعد کے مسلمانوں کا بھلا ہو اس مال غنیمت سے مجھے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے جو فوج میں تقسیم ہو کر ایسے ہی ختم ہو جائے جیسا کہ کچھ تھا ہی نہیں اور قیدیوں سے متعلق عرض ہے کہ اگر حاکم اسکندریہ اس شرط پر جزیہ دینے کو تیار ہو جائے کہ ان کے جو قیدی تمہارے پاس موجود ہیں انہیں اختیار دیا جائے کہ اسلام اور اپنے آبائی مذہب میں سے جسے چاہیں قبول کر لیں۔ ان میں جو اسلام قبول کرے گا وہ مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائے گا اور جو اپنی قوم کا مذہب اختیار کرے گا اس سے جزیہ لیا جائے گا۔ رہے وہ لوگ جو غلام ہو کر مختلف شہروں میں جا چکے ہیں ان کی واپسی ہمارے بس سے باہر ہے۔''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کی یہ بات حاکم اسکندریہ کے سامنے رکھی، اس نے منظور کر لیا۔ پھر موجودہ قیدیوں کو مسلمانوں نے اکٹھا کیا اور نصاریٰ بھی جمع ہوئے۔ پھر ہر ایک قیدی کو مسلمانوں نے اختیار دیا کہ جسے مذہب اسلام پسند آئے وہ اسے قبول کر لے اور جسے نہ پسند آئے وہ اپنے آبائی دین پر قائم رہے، جس غلام نے اسلام قبول کیا، مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر سے اس کا استقبال کیا اور جو نصرانیت پر باقی رہا اس پر جزیہ عائد کیا گیا۔ [1]

یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دنیا بیزاری، آخرت طلبی اور پوری دنیائے انسانیت کو اسلام کی طرف بلانے کی سچی تڑپ پر صداقت کی مہر لگاتا ہے۔ قیدیوں کے اسلام قبول کر لینے سے مسلمانوں کا کوئی دنیوی فائدہ نہیں تھا، بلکہ اگر وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے تو مسلمانوں کو دنیوی فائدہ ملتا، کیونکہ وہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتے، لیکن اس کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ قیدیوں کو اختیار دیتے ہیں کہ اسلام قبول کر لیں، یا اپنے مذہب پر باقی رہیں اور جب معاہدہ کا نفاذ شروع ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیدیوں کو ایمان لاتے دیکھ کر اتنی بلند آواز سے

[1] الکامل فی التاریخ: ۲/ ۱۷۷.

Marfat.com

اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے کہ کسی معرکہ کی فتح یابی پر بھی اتنی مسرت سے نعرہ نہ لگاتے تھے اور اگر کوئی اپنے مذہب پر باقی رہنے کا اظہار کرتا تو دلی بے چینی اور افسوس کا اظہار کرتے گویا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو چکے تھے اور اب دین اسلام سے نکل رہے تھے۔

اس واقعہ میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایفائے عہد کا اخلاقی فریضہ ادا کرنے میں صحابہ کرام کس قدر مخلص و محتاط تھے، عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر میں اخلاص و وفا کی یہ لگن اچھی طرح جھلکتی ہے: ''جو قیدی مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں ہم انہیں واپس کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' اور دوسری روایت کے الفاظ میں ''ہم ایسی کسی چیز پر مصالحت کرنا پسند نہیں کرتے جسے ہم پورا نہ کر سکیں۔'' ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ دشمنوں سے کوئی معاہدہ کرنے سے پہلے اس عہد و پیمان کو نبھانے کے بارے میں سوچتے ہیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان کسی وقت اپنے عہد و پیمان کو پورا نہ کر سکیں اور یہ اخلاقی مظاہرہ ایفائے عہد کا سب سے اونچا مقام ہے۔ اخلاق حسنہ فتح و نصرت کی علامت ہیں۔ جو شخص کسی سے معاہدہ کرتا ہے پھر اسے پورا نہیں کر پاتا، وہ معذور مانا جاتا ہے، لیکن اگر وہی شخص کسی چیز پر معاہدہ کرنے سے پہلے معاہدہ نبھانے سے متعلق ضروری احتیاطی اقدامات پر غور کر لے تاکہ جھوٹا اور غدار نہ ثابت ہو تو یہ اس کی اعلیٰ ظرفی اور دور اندیشی ہے۔ ❷

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ راستے میں وہاں کے باشندوں سے کئی مقامات پر مزاحمتیں ہوئیں اور سب میں مسلمانوں کو کامیابی ملی۔ اس دوران میں باشندگان کریون سے محاذ آرائی کرتے ہوئے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو کئی زخم آئے۔ ان کے پاس ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قاصد ان کی خبر گیری کے لیے آیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

أقول اذا ما جاشت النفس
اصبری فعما قليل تحمدي أو تلامي

''جب میری جان نکلنے لگے گی تو میں اس سے کہوں گا کہ (موت کی تکلیف پر) صبر کر، تھوڑی ہی دیر میں تیری تعریف کی جائے گی یا تیری ملامت کی جائے گی۔''

جب قاصد واپس چلا گیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بات سنائی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک وہ میرا بیٹا ہے۔ ❸ اس واقعہ میں علم و عبادت کے بے تاج بادشاہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے صبر و تحمل کی ایک انوکھی مثال ہمیں دیکھنے کو مل رہی ہے۔ ❹

---

❶ التاريخ الإسلامي: ١٢/ ٣٥١. ❷ التاريخ الإسلامي: ١٢/ ٣٥١.
❸ فتوح مصر، ص:٥٧. ❹ التاريخ الإسلامي: ١٢/ ٣٣٠.

Marfat.com

امیر المومنین کے لیے مصر میں رہائش گاہ:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ: یہاں (مصر میں) ہم نے جامع مسجد کے پاس آپ کے لیے ایک رہائش گاہ بنانے کا خاکہ تیار کیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں لکھا کہ: میں حجاز میں رہتا ہوں اور مصر میں میرے لیے رہائش گاہ! پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ زمین کے اس حصہ کو لوگوں کے لیے بازار میں تبدیل کر دو۔ ❶

یہ واقعہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کمال تقویٰ اور دنیوی زندگی کی ظاہری چمک دمک سے بیزاری کی واضح دلیل ہے۔ جب بڑے بزرگ، قائدین اور باحیثیت لوگ دنیا کی پلید کیچڑ اور فانی مال و متاع سے خود کو دور رکھیں گے تو جو لوگ ان سے کم تر ہیں، یا ان کے ماتحت ہیں وہ ان چیزوں سے بدرجہ اولیٰ احتراز کریں گے۔ ❷

کیا اسکندریہ کا کتب خانہ مسلمانوں نے نذر آتش کیا؟

ڈاکٹر عبدالرحیم محمد عبدالحمید کہتے ہیں کہ تلاش بسیار کے باوجود مجھے کوئی ایسی صریح عبارت نہیں ملی اور نہ کسی عبارت کا اشارہ ملا جو بتائے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کا کتب خانہ نذر آتش کیا تھا۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ ابن القفطی کی وہ عبارت ملتی ہے جسے ابن عبری متوفی ۶۸۵ھ موافق ۱۲۸۶ء اس طرح نقل کرتا ہے:

> ”مسلمانوں کے درمیان یحییٰ نحوی کی بہت شہرت تھی، وہ اسکندریہ میں رہتا تھا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسکندریہ فتح ہونے تک باحیات تھا۔ اسکندریہ فتح ہو جانے کے بعد وہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کے علمی مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اس کو عزت و احترام سے نوازا اور اس سے ایسے فلسفیانہ الفاظ سنے جن سے عربوں کے کان نامانوس تھے۔“

ابن القفطی متوفی ۶۴۶ھ موافق ۱۲۶۷ء واقعہ کو مکمل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: میرے پاس تمہاری آمد کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا: شاہی خزانوں میں حکمت و فلسفہ کی جو کتابیں ہیں مجھے دے دیجیے۔ اس وقت کتب خانہ میں فلسفہ کی تقریباً چون ہزار ایک سو بیس (۵۴۱۲۰) کتابیں تھیں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یحییٰ کے مطالبہ کو بہت اہم سمجھا اور کہا: امیر المومنین کی اجازت مل جانے کے بعد ہی میں اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور یحییٰ کی بات سے آپ کو آگاہ کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً خط لکھا کہ جن کتابوں کے بارے میں تم نے لکھا ہے اگر ان میں ایسی کتابیں ہوں جو قرآنی تعلیمات کے موافق ہوں تو قرآن ان کے بدلے کافی ہے اور اگر ایسی کتابیں ہوں جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہوں تو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، انہیں ختم کر دو۔ چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں اسکندریہ کے حمامات

❶ فتوح مصر، ص: ٦٩.
❷ التاريخ الإسلامي: ١٢/ ٣٥٦.

(غسل خانوں) پر تقسیم کرنا شروع کر دیا تا کہ اس کو جلا کر پانی گرم کیا جائے۔ اس وقت کئی حمامات کے نام مجھے یاد تھے لیکن اب بھول گیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ چھ مہینے میں یہ کتب خانہ جل کر ختم ہوا، جب اس واقعہ کو سنتا ہوں تو تعجب کرتا ہوں۔ ❶

لیکن کتب خانہ نذر آتش کیے جانے کا واقعہ ابن القفطی اور ابن العبری سے عبداللطیف بغدادی متوفی ۶۴۹ ہجری موافق ۱۲۳۱ء جو ان دونوں سے پہلے کا ہے ذکر کیا ہے، لکھتا ہے:

''وہ علم کا گہوارہ تھا جسے شہر بساتے وقت اسکندر نے بنایا تھا، اس میں کتابوں کا خزانہ تھا جسے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے فاتح اسکندریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نذر آتش کر دیا تھا۔'' ❷

لیکن جب ہم ان روایات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو چند قابل توجہ پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مثلاً:

۱: مذکورہ تینوں روایتوں کے مضمون میں اتفاق نہیں ہے اور نہ ان روایتوں کے ناقلین اور واقعہ میں تاریخی حیثیت سے باہمی ربط ہے۔ مزید برآں یہ سب ناقلین معمولی فرق کے ساتھ ہم عصر تھے۔

۲: ان روایتوں کی قطعاً کوئی سند نہیں ہے۔ یہ صرف اعتراضات ہیں جنہیں گڑھ لیا گیا ہے۔

۳: ان روایتوں کا تعلق اس دور سے ہے جب مصر فتح ہوئے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس پر امارت کیے ہوئے ایک لمبا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس قدر تاخیر سے ان روایتوں کا ظہور اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ محض ایک من گھڑت واقعہ ہے اور اسے تسلیم کر لینے کی صورت میں کئی اشکالات سامنے آتے ہیں:

- اس واقعہ کو نقل کرنے والے راویوں سے صدیوں پیشتر جن مورخین نے فتح مصر کی تاریخ لکھی ہے کسی نے اسکندریہ کے کتب خانہ کے نذر آتش کیے جانے کا واقعہ نہیں لکھا۔
- اس واقعہ کا ذکر واقدی، طبری، ابن اثیر، ابن خلدون، ابن عبدالحکم اور یاقوت حموی جیسے معتبر وقدیم مورخین میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔
- زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ صلیبی جنگوں کے دور میں بغدادی نے مخصوص دباؤ کے نتیجے میں یہ واقعہ گھڑا تھا۔ یا ممکن ہے کہ بغدادی کے بعد کے ادوار میں گھڑا گیا ہو اور اس کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔
- اگر یہ مان لیا جائے کہ اسکندریہ کا یہ کتب خانہ واقعتاً موجود تھا تو یہ بات کچھ بعید نہیں کہ رومی اسکندریہ سے کوچ کرتے ہوئے یہ کتب خانہ اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔
- سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ ممکن تھا کہ اس کتب خانہ کو چھ مہینے کی طویل مدت تک جلانے کے بجائے مختصر سے وقت میں اسے دریا برد کر دیتے۔

❶ عمرو بن العاص القائد والسياسی، ص:۱۳۳۔

❷ عمرو بن العاص القائد والسياسی، ص:۱۳۴۔

Marfat.com

یہ تمام اشکالات اس بات کی دلیل ہیں کہ اس واقعہ کو لکھنے اور ترتیب دینے میں مکمل جھوٹ اور ملمع سازی سے کام لیا گیا ہے، لہٰذا ہم بلا جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمر بن خطاب اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دونوں کا اس من گھڑت واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ان شریر ذہنوں کی پیداوار ہے جو اسلامی تاریخ کو داغ دار بنانا چاہتے ہیں اور جس چیز کا کوئی وجود نہیں اسے نئے سرے سے ایجاد کرتے ہیں۔ [1]

پادری بنیامین سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ملاقات:

مورخ ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ اسکندریہ میں قبطیوں کا پادری رہتا تھا، اس کا نام بنیامین تھا۔ جب اس نے رومی مسیحیوں کی طرف سے قبطیوں پر مذہبی قہر ٹوٹتے دیکھا تو صحرا کی طرف بھاگ گیا تھا اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد جب مصر میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سنی تو قبطیوں کو پیغام بھیجا کہ اب روم کی حکومت نہیں بچے گی، ان کی بادشاہی کا زمانہ گزر گیا، تم لوگ عمرو بن عاص کا استقبال اور ان کا تعاون کرو۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ پیغام پانے کے بعد جو قبطی ''فرما'' میں تھے اسی دن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے نکل پڑے۔ [2]

قبطی مورخ ساویرس بن المقنع کی روایت ہے کہ جب اسکندریہ رومیوں کے دائرہ اختیار میں تھا، اس وقت سانوتیوس نام کا ایک آدمی قبطیوں کے سرداروں میں شمار ہوتا تھا اور جب تک بنیامین پادری صحرا میں روپوش تھا اس وقت تک یہی کنیسہ کے تمام امور کا ذمہ دار تھا۔ اس نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر اپنے بزرگ استاد پادری بنیامین کے متعلق انہیں خبر دی کہ صرف رومیوں کے خوف سے وہ یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ خبر پا کر وہاں اپنے ماتحت عمال کو خط لکھا کہ قبطیوں کا نصرانی پادری بنیامین جہاں کہیں ہو اطمینان سے اور بے خوف ہو کر حاضر ہو جائے، اس کے لیے اللہ کی طرف سے عہد اور امن و امان ہے، اپنے معتقدین اور پیروکاروں کے حالات و ضروریات کی اصلاح کرے اور ان کے معاملات کو دیکھے اور اپنے کنیسا کی دیکھ بھال کرے۔ جب قبطیوں کے اس معزز پادری کو اس بات کی اطلاع دی گئی تو تیرہ سال کی طویل روپوشی کے بعد خوشی سے جھومتا ہوا واپس ہوا اور اس کی آمد پر اس کے معتقدین ہی نہیں بلکہ تمام شہری استقبال کے لیے نکل پڑے، خوشی کے جشن کا ماحول دیکھنے میں آیا۔ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ بنیامین پادری اسکندریہ پہنچ چکا ہے تو حکم دیا کہ اسے پورے اعزاز و اکرام اور محبت کے ساتھ میرے پاس حاضر کیا جائے۔ وہ آپ کے پاس حاضر کیا گیا اور جب آپ نے اسے دیکھا تو عزت و احترام سے بٹھایا۔ وہ بہت ہی خوبصورت، خوش گفتگو اور باوقار آدمی تھا، آپ نے اسے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا: اب تک جن بستیوں کے ہم مالک ہوئے ہیں ان میں کہیں ایسا خوبصورت آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔ پھر بنیامین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اپنے کنیسا اور تمام معتقدین و متبعین کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو اور ان کے احوال و ضروریات پر اچھی طرح نگاہ رکھو۔ اس کے بعد

---

[1] عمرو بن العاص القائد والسياسي، ص: ۱۳٤ .
[2] فتوح مصر و أخبارها ص: ۷۳، ۷٤ .

Marfat.com

بنیامین عزت واحترام سے واپس لوٹ آیا۔ پادری کی اس ملاقات پر مصری عالم شرقاوی لکھتے ہیں: ''عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پادری بنیامین کو اپنا قریبی بنا لیا، اتنا قریبی کہ بعد میں آپ کے محبوب دوستوں میں شامل ہو گیا۔ اس طرح عرب فاتحین نے مصر میں سکون واطمینان کی سانس لی اور فسطاط کی جامع مسجد میں پہلے ہی جمعہ کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اپنے پڑوسی قبطیوں سے حسن سلوک کرو، اس لیے کہ ان کا تم پر حق ہے اور سسرالی رشتے کا تعلق بھی ہے۔ ظلم سے اپنے ہاتھ روکے رکھو، پاک دامن رہو اور نگاہیں پست رکھو۔''[1]

---

[1] الفاروق ص: ٢٤٧.

Marfat.com

(۴)

دور فاروقی کی فتوحات کے اہم دروس وعبر اور فوائد

اسلامی فتح کا مزاج:

بعض نصاریٰ ومستشرق مورخین نے خلافت راشدہ کے دور کی اسلامی فتوحات کا چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا گمان ہے کہ اسلامی فتوحات مذہبی جنگوں کا نتیجہ تھیں۔ انہوں نے کہا کہ: مسلمان مخصوص مذہبی عقیدے والے لوگ تھے لیکن انہوں نے اندھے تعصب کا سہارا لیا اور لوگوں کو ظلم وجبر کے ذریعے سے اپنے مذہبی اصولوں کا پابند بنایا اس کے لیے سنگ دلی کا مظاہرہ کیا اور خون کی ندیاں بہائیں، وہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار اٹھائے ہوتے تھے۔ ❶

اس خیال کو عام کرنے میں سیڈیو، میور اور نیبور جیسے مستشرق مورخین نے خاص طور سے زور دیا، چنانچہ میور نیبور کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

''اسلام کو ابدی مذہب بنانے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی معاندانہ سازشوں کو برقرار رکھے اور تلوار کی دھار پر تمام انسانوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرے یا کم از کم عالمی سطح پر دباؤ بنائے رکھے۔ جب کہ کسی بھی مذہب میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ان کی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں جنگ کرنے پر مجبور کرے، اسلام کی یہی حالت تھی۔''

ان بیمار ذہنوں کا یہ گمان کہ مسلمانوں نے تلوار وطاقت کے ذریعے سے اسلامی دعوت کو عام کیا یا یہ کہ وہ دیگر مذاہب والوں کے مقابلے میں زیادہ متعصب تھے، بہرحال ایسا برا گمان ہے جس کی مکمل تردید ضروری ہے۔ ❷

اور انہی مستشرقین میں سے بعض نے اس تہمت کی بھرپور تردید کی ہے اور اسلامی فتوحات کی خوبیوں اور اس کے بہترین مثالی کردار اور انسانیت نوازی کو خوب سراہا ہے۔ چنانچہ وان کریمر کہتا ہے:

''مسلمانوں نے اپنی جنگوں میں بلند اخلاق کریمہ کا نمونہ پیش کیا۔ ان کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لیے راہبوں، عورتوں، بچوں اور معذوروں کا قتل حرام قرار دیا، اسی طرح دوران جنگ کھیتوں کو برباد کرنا اور درختوں کو کاٹ ڈالنا بھی حرام قرار دیا۔ مسلمانوں نے اپنی جنگوں میں ان احکامات کی غایت درجہ پابندی کی، محرمات کو پامال نہیں کیا اور نہ کھیتوں کو برباد کیا، جب کہ ان کے مقابلے میں

---

❶ تاريخ العرب العام، سيديو، ص:١٣٣.
❷ فتح مصر بين الرؤية الإسلامية والرؤية النصرانية ص:١٢٦.

رومی زہر آلود تیر برساتے تھے، لیکن مسلمانوں نے ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں لیا۔ رومی فوجیں پیش قدمی کرتیں یا پیچھے پلٹتیں دونوں حالتوں میں بستیوں کو لوٹتیں اور آگ لگا دیتیں، لیکن مسلمانوں نے اپنے بلند اور مثالی اخلاق کی حفاظت کی اور ان کی طرح انسانیت سے گری ہوئی کوئی حرکت نہیں کی۔'' ❶

روزنثال کہتا ہے کہ:

''اسلامی تہذیب و ثقافت کو تنگ نظری نہیں بلکہ اپنی وسعت نظری کی وجہ سے ترقی ملی، ایسی ترقی جس میں عقیدہ کی دعوت شامل تھی اور اس دور کی فکری تحریکات کی خامیوں کی نشان دہی تھی۔ اسلام آگے بڑھتا رہا، قوموں کے درمیان اختلاف زبان اور اختلاف عادات کی جتنی قدیم دیواریں حائل تھیں سب کو مٹا دیا اور تمام قوموں اور تہذیبوں کو موقع دیا کہ مکمل آزادی کی روح عدل و مساوات کی بنیاد پر جدید فکری زندگی کا آغاز کریں۔'' ❷

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو زور زبردستی کے ذریعہ اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس فرمان الٰہی کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

(البقرة: ٢٥٦)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

لوگوں نے اسلام کی خوبیوں کو دیکھا اور اسے ایک عظیم نعمت سمجھ کر قبول کیا۔ وہ لوگ مسلمانوں کے اسلامی اخلاق سے متاثر ہوئے، انہیں اپنی زندگی میں اسلامی احکامات کی بجا آوری کرتے اور حرام کاموں سے سختی سے پرہیز کرتے دیکھا، نیز اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ امیر لشکر اور اس کے ماتحت رہنے والے سبھی مجاہدین جس بات کی دعوت دیتے ہیں اسے عملاً انجام بھی دیتے ہیں، تو دوسری قوموں نے تیزی سے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور ان کے افکار و کردار میں عظمت و شرافت کے چار چاند لگ گئے۔ بلاشبہ خلفاء اور فوجوں کے کمانڈر اپنی فوجوں کو اللہ سے استعانت، تقویٰ، اخروی زندگی کی ترجیح، خلوص وللّٰہیت سے جہاد، رب کی رضا جوئی اور گناہوں سے دور رہنے کی نصیحت کرتے تھے۔ ان کی ساری کوشش اور دلی تمنا یہ ہوتی تھی کہ دنیائے انسانیت کو بندوں کی پرستش سے نکال کر بندوں کے رب کی عبادت کی طرف لایا جائے۔ اسی جذبہ صادق کے نتیجہ میں فوجوں کے

❶ الاسلام وحركة التاريخ، أنور الجندي، ص:٨٣. ❷ علم التاريخ عند المسلمين، ترجمه صالح أحمد العلى، ص:٤٦.

کمانڈر اپنی مجاہدانہ کارروائیوں میں اپنے فوجیوں سے پیش پیش رہتے تھے۔ اسی راستے میں ان کی بڑی تعداد اللہ کے راستے میں شہید کر دی گئی اور جب امن وقرار یا لوٹنے کا وقت ہوتا تھا تو اپنے ماتحت فوجیوں کے ساتھ ساتھ چلتے، مشقتیں اٹھاتے، دکھ درد میں ان کے شریک رہتے اور کمزوروں کی مدد کرتے۔ قائدین لشکر مجاہد ہونے کے ساتھ اوّل درجے کے مبلغ اور داعی اسلام تھے۔ انہوں نے جنگ کے اسلامی اصولوں کو پورا پورا برتا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر لڑائیوں کو مول لیا، وہ محض انتقامی جنگ اور خون ریزی کی داستانیں نہ تھیں جیسے کہ آج کے دور میں دوسرے ممالک کر رہے ہیں۔ ❶

فوجی قائدین کے انتخاب کا فاروقی منشور:

فوجی قائدین کے انتخاب کے لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کچھ امتیازی اوصاف کو معیار مقرر کرتے تھے۔ مثلاً:

۱: قائد تقویٰ شعار، عبادت گزار، اور شرعی احکامات کا عالم ہو:

آپ کہتے اور بار بار دہراتے تھے: جس نے کسی فاسق و فاجر آدمی کو جان بوجھ کر ذمہ دار بنایا تو وہ بھی اسی کی طرح مجرم ہے۔ ❷ اور جب سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو شام کے بعض علاقوں کا امیر بنانا چاہا تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا! اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس (امارت و ذمہ داری) کو میری گردن میں ڈال کر خود گھروں میں نہ بیٹھو۔ ❸

۲: قائد متحمل مزاج ہو جلد باز نہ ہو:

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبید ثقفی کو ذمہ دار بنایا تو کہا: میں سلیط کو صرف اس وجہ سے امارت نہیں سونپ رہا ہوں کہ وہ جنگ کے بارے میں جلد باز واقع ہوئے ہیں اور جب تک جنگ کی کھلی ضرورت محسوس نہ ہو تب تک اس میں عجلت کرنا نقصان دہ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ان میں جلد بازی نہ ہوتی تو انہی کو امیر بناتا، لیکن جنگ کے لیے متحمل مزاج لوگ ہی مناسب ہوتے ہیں۔ ❹

۳: قائد جرأت مند، بہادر اور تیر انداز ہو:

معرکہ نہاوند کے موقع پر جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اسلامی لشکر پر جنرل کمانڈر متعین کرنے کے بارے میں مشورہ لیا تو انہوں نے کہا: آپ اپنی فوج اور عراق کے باشندوں کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں، وہ آپ کے پاس آچکے ہیں، آپ انہیں دیکھ چکے ہیں اور ان کی گفتار سے واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں انہیں ایسے آدمی کے سپرد کروں گا جو کل معرکہ کارزار میں سب سے پہلے نیزے کی انی اچھالے۔ لوگوں نے

❶ فتح مصر، د/ إبراهيم المتناوي، ص:۱۲۷.

❷ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۱۰۰، بحواله سيرة عمر، ابن الجوزي، ص:۶۷.

❸ موسوعة فقه عمر بن الخطاب، ص: ۱۰۰، بحواله مصنف عبدالرزاق: ۱۱/ ۳۴۸.

❹ تاريخ الطبري: ٤/ ٢٦٦.

Marfat.com

دریافت کیا: وہ کون ہے اے امیر المومنین؟ آپ نے فرمایا: نعمان بن مقرن مزنی۔ لوگوں نے کہا: ہاں، وہی اس کے مستحق ہیں۔ ❶

٤: قائد دور اندیش، ذہین اور تجربہ کار ہو:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ "تمہارے لیے مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں اور نہ تمہیں تمہاری سرحدوں سے روکوں۔" ❷ معرکہ اجنادین میں جس وقت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی فوج لے کر پہنچے اس وقت ارطبون رومیوں کی قیادت کر رہا تھا، وہ ان میں سب سے بڑا دور اندیش، سخت جنگجو، خطرناک اور پہلوان مانا جاتا تھا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ایلیا اور رملہ کے علاقے میں اپنی فوجیں پھیلا دیں اور عمر رضی اللہ عنہ کو صورت حال کی خبر لکھ بھیجی۔ اس وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو خط آیا تھا اس میں آپ نے لکھا تھا:

"میں نے روم کے ارطبون سے عرب کے ارطبون کو ٹکرا دیا ہے، اب دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔" ❸

اور جب عمرو رضی اللہ عنہ نے ارطبون اور اس کے لشکر کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اس کے مقابلے اور اس پر فتح پانے کے لیے کوئی حکمت عملی تیار کی جا سکے تو ارطبون نے اپنے لشکر کے ساتھ جہاں پڑاؤ ڈالا تھا، آپ اس میں نہایت ہوشیاری سے داخل ہو گئے اور وہاں سے نکلتے وقت بہت قریب تھا کہ قتل کر دیے جاتے، لیکن اللہ نے آپ کو بچا لیا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روم کے ارطبون کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو کہنے لگے: عمرو اس پر غالب آ گئے، اللہ عمرو کے ساتھ ہے۔ ❹

٥: قائد ہوشیار و ماہر ہو، اسے جنگی بصیرت حاصل ہو:

المغنی کے مولف ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ امیر جنگ کی صفات پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"......امیر جنگ (کمانڈر) کو بہتر سوجھ بوجھ اور جنگی بصیرت والا، عقل مند، طاقتور اور دشمن کی چالوں سے واقف ہونا ضروری ہے، نیز اسے امانت دار، نرم دل اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔" ❺

اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ لینے کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو محاذ عراق کا امیر بنایا تھا۔

٦: جذبۂ عمل کا اعتبار:

حکومت فاروقی کے لائحہ عمل میں یہ بات شامل تھی کہ آپ کسی آدمی کو کسی ایسے عمل کا ذمہ دار نہیں بناتے تھے جس پر وہ قانع نہ ہو اور اس کی طرف اس کا طبعی میلان نہ ہو۔ اس کے خلاف اگر کہیں آپ کا کوئی عمل ملتا ہے تو وہ بدرجہ مجبوری ہے۔ ایسا آپ اس لیے کرتے تھے تاکہ وہ کام بہتر اور مستحکم طریقے سے انجام پائے، چنانچہ

---

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ١٠٩.
❷ تاریخ الطبری: ٥/ ١٠٩.
❸ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣١.
❹ تاریخ الطبری: ٤/ ٤٣٢.
❺ المغنی، ابن قدامہ: ٨/ ٣٥٢.

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو رغبت دلائی اور محاذ عراق پر فارسیوں سے جنگ کرنے کے لیے انہیں ابھارا، لیکن کوئی تیار نہ ہوا۔ دوسرے دن پھر انہیں ابھارا، لیکن آج بھی کوئی نہ کھڑا ہوا۔ پھر تیسرے دن بھی انہیں جوش دلایا۔ اس طرح تین دن گزر گئے لیکن کوئی کھڑا نہ ہوا۔ جب چوتھے دن آپ نے رغبت دلائی اور لوگوں کو ابھارا تو سب سے پہلے ابوعبید بن مسعود ثقفی رحمہ اللہ آگے آئے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی تیار ہو گئے۔ آپ نے ابوعبید کو اس وقت محاذ عراق پر جانے والے سارے لوگوں کا امیر بنا دیا۔ وہ صحابی نہ تھے لیکن اس مرتبہ کے اہل ضرور تھے۔ لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المومنین! آپ نے ہم پر کسی صحابی کو امیر کیوں نہیں بنایا؟ آپ نے جواب دیا: میں نے اسی کو امیر بنایا ہے جس نے سب سے پہلے میری دعوت پر لبیک کہا۔ ❶ یہ تمام قائدانہ اوصاف سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جیسے سبھی قائدین میں موجود تھے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خطوط میں اللہ تعالیٰ، قائدین لشکر اور فوجیوں کے حقوق کا ذکر

اللہ تعالیٰ کے حقوق:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے قائدین اور لشکر کو اپنے خطوط اور نصائح میں حقوق اللہ کے التزام کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے تھے ان حقوق میں اہم ترین یہ ہیں:

۱: دشمن کے مقابلے میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱصْبِرُوا۟ وَصَابِرُوا۟ وَرَابِطُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

(آل عمران: ۲۰۰)

''اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔''

چنانچہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو محاذ عراق پر بھیجا تو خط کے ذریعے سے ان کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا: ''ہر عادت کی ایک خصوصیت ہوتی ہے اور خیر کی خصوصیت صبر کرنا ہے، اس لیے اگر تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو یا کسی مصیبت سے گزرو تو صبر کرو، اس سے تمہارا دل اللہ کی خشیت سے بھر جائے گا۔'' ❷

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھی جب کہ وہ شام میں تھے یہی نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کی وجہ سے ایک قوم کی تعریف کی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَكَأَيِّن مِّن نَّبِىٍّ قَٰتَلَ مَعَهُۥ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا۟ لِمَآ أَصَابَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۲٦. ❷ تاريخ الطبرى: ٤/ ۳۰٦.

Marfat.com

وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾﴾ (آل عمران: ۱۴۶۔۱۴۸)

''اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ہمراہ بہت سے رب والوں نے جنگ کی، تو نہ انھوں نے اس مصیبت کی وجہ سے ہمت ہاری جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انھوں نے عاجزی دکھائی اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔ تو اللہ نے انھیں دنیا کا بدلہ عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

پس دنیا کا ثواب یہ ہے کہ فتح اور مال غنیمت ملے اور آخرت کا ثواب یہ ہے کہ مغفرت اور جنت ملے۔ میری یہ کتاب لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور حکم دو کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور اس پر صبر کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت دونوں کے ثواب عظیم سے نوازے۔ [1]

۲: جنگ کا مقصد مذہب اسلام کی نصرت و سربلندی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس فرمان نبوی کو اچھی طرح سمجھا اور اس کا حق ادا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .)) [2]

''جس نے اللہ کے کلمہ (مذہب اسلام) کی سربلندی کے لیے لڑائی کی، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔''

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی، نصائح اور خطوط میں یہی عظیم معنی غالب ہے۔

۳: امانت داری برتنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾﴾ (آل عمران: ۱۶۱)

''اور کسی نبی کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

[1] تاریخ فتوح الشام، ص:۱۸۳ .
[2] صحیح البخاری، مع الفتح، حدیث نمبر: ۲۶۵۵ .

Marfat.com

چنانچہ اپنے قائدین لشکر اور فوجیوں کو عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں خیانت سے روکا: ''جب تم دشمن سے ٹکراؤ تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو اور جب مال غنیمت پاؤ تو اس میں خیانت نہ کرو۔'' ❶

۴: دین الٰہی کی تائید میں غیر جانب داری:

دین الٰہی کی تائید اور حق کے لیے غیر جانب داری سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''جس نے صرف ذاتی محبت یا قرابت داری کی بنیاد پر کسی کو کوئی منصب دیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی اور جس نے کسی فاجر آدمی کو جان بوجھ کر ذمہ دار بنایا تو وہ اسی کی طرح ہے۔'' ❷

قائد کے حقوق:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطوط، نصائح اور رہنمائیوں میں اسلامی فوج کے قائد کے کچھ حقوق بتائے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱: امیر کی اطاعت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابوعبید بن مسعود ثقفی رحمہ اللہ کو محاذ عراق پر جانے والی اسلامی فوج کا امیر لشکر بنا کر بھیجا تو ان کے ساتھ سلمہ بن اسلم خزرجی اور سلیط بن قیس انصاری رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا اور ابوعبید کو حکم دیا کہ یہ دونوں بدری صحابی ہیں، ان دونوں سے مشورہ لیے بغیر کوئی کام مت کرنا۔ معرکہ جسر کے موقع پر ابوعبید نے فارسیوں سے جنگ لڑی، سلیط رضی اللہ عنہ نے ابوعبید کو مشورہ دیا تھا کہ دریا عبور کر کے جنگ نہ لڑیں، لیکن وہ نہ مانے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ چنانچہ ایک مرتبہ سلیط رضی اللہ عنہ نے ابوعبید رحمہ اللہ سے اسباب ہزیمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اگر میں امیر کے حکم کی سرتابی حرام نہ سمجھتا تو اس وقت لوگوں کو لے کر الگ ہو جاتا اگرچہ آپ سے غلطی ہوئی، لیکن میں آپ کی بات مانتا اور اطاعت کرتا رہا، حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے آپ کا مشیر بنا کر بھیجا تھا۔ ❸

۲: تمام تر معاملات کو امیر کے فیصلہ پر چھوڑ دینا:

اللہ کا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۳﴾ (النساء: ۸۳)

''جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی کہ انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یا اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر

❶ الخراج، أبو یوسف، ص:۸۵.
❷ الإدارة العسكرية فی الدولة الإسلامية: ۱/ ٦٦.
❸ مروج الذهب: ۲/ ۳۱۵، ۳۱٦.

Marfat.com

دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو تحقیق کا مادہ رکھتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رعایا کے اپنے معاملات کو اپنے امراء وحکام کے حوالے کرنے کو صحیح نتیجہ اور درست بات تک پہنچنے کا سبب بتایا ہے، لیکن اگر کہیں عوام کی درست رائے تک رسائی ہو جائے اور حاکم اسے نہ جان سکے تو عوام کو چاہیے کہ اپنے حاکم کو اس کی طرف رہنمائی کر دے۔ شورائیت کو اسی لیے کار ثواب قرار دیا گیا تا کہ اس کے ذریعے سے صحیح فیصلہ تک پہنچا جا سکے۔ ❶ بسا اوقات عمر رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کا ایک ہی امیر بناتے، جو سب کے معاملات کا نگران ہوتا اور اسی کا فیصلہ آخری ہوتا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ اختلاف رائے کی وجہ سے اختلاف کلمہ نہ پیدا ہو جائے۔ ❷ چنانچہ جس سال عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلامی فوجوں کو نہاوند روانہ کیا اور انہیں وہاں اکٹھا ہونے کا حکم دیا اس وقت لشکر میں انصار ومہاجرین پر مشتمل مدینہ کی فوج بھی شامل تھی جس کے امیر عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بصرہ والوں کی فوج اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کوفہ والوں کی فوج تھی۔ جب یہ ساری فوجیں نہاوند میں اکٹھی ہوئیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ جب تم سب لوگ وہاں پہنچ جاؤ تو نعمان بن مقرن مزنی تم سب کے امیر ہوں گے۔ ❸

۳: امیر کے حکم کی فرمانبرداری کرنے میں جلدی کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ لوگوں کو فارسیوں سے قتال کرنے پر ابھارا، انہیں مسلسل تین دن لڑائی پر نکلنے کے لیے بلاتے اور رغبت دلاتے رہے لیکن کوئی آگے نہ آیا۔ چوتھے دن ابوعبید ثقفی رحمہ اللہ نے خود کو پیش کیا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے اس اقدام سے متاثر ہوئے اور اس جماعت میں صحابہ کے موجود ہوتے ہوئے ابوعبید کو امیر بنا دیا، اس لیے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے خلیفہ وقت کی ندا پر لبیک کہا تھا۔ ❹

اسی طرح جب عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو آپ نے بصرہ روانہ کیا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنا، نفس سے مرعوب ہو کر تکبر نہ کرنے لگنا کہ تمہارے ساتھی تم سے نفرت کرنے لگیں۔ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے، انہیں کی وجہ سے تمہیں ذلت اور محترم ومخدوم حاکم بن گئے ہو، تم کوئی بات کہتے ہو تو اسے قبول کیا جاتا ہے، کوئی حکم دیتے ہو تو اس کی اطاعت کی جاتی ہے، کتنی عظیم نعمت ہے بشرطیکہ تم کبر وغرور کا شکار نہ ہو اور اپنے ماتحتوں کو حقیر وذلیل نہ جاننے لگو۔ ❺

❶ الأحكام السلطانيه ص: ٤٨. ❷ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية نشأتها وريحهورها: ١/ ١٠٠.
❸ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية نشاتها وتطورها. (١/ ١٠٠)
❹ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية نشاتها وتطورها. (١/ ١١٣)
❺ الإدارة العسكرية فى الدولة الإسلامية نشاتها وتطورها. (١/ ١١٤)

Marfat.com

٤: مال غنیمت تقسیم ہوتے وقت امیر کی تقسیم پر راضی رہنا:

تقسیم غنائم سے متعلق سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اللہ میں اسلامی شہروں کے امراء پر تجھے گواہ بناتا ہوں، میں نے انہیں اس لیے امیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں دین کی باتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں سکھائیں، مال غنیمت تقسیم کریں اور رعایا میں انصاف کریں اور اگر کسی کو کسی مسئلہ میں پیچیدگی درپیش ہو تو میری طرف رجوع کریں۔'' ❶ چنانچہ فتح ''ابلہ'' کے موقع پر جب مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم ہو چکا تو ایک نزاعی صورت پیش آئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مجاہد کو غنیمت میں پیتل کی ایک دیگچی ملی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سونے کی ہے، دیگر سپاہیوں کو بھی اس کی خبر معلوم ہوئی اور سب نے امیر لشکر کو اس کی اطلاع دی۔ ❷ امیر لشکر کے لیے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہو گیا کہ اب کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں خط لکھا تو امیر المومنین کی طرف سے خط کا جواب یہ آیا کہ ان سے اس بات کی قسم لو کہ دیگچی پیتل سمجھ کر لی تھی، اگر وہ قسم کھا لیں تو انہیں دے دو اور اگر انکار کریں تو ان سے زبردستی لے لو اور مسلمانوں میں تقسیم کر دو، پھر انہوں نے قسم کھا لی اور دیگچی ان کے سپرد کر دی گئی۔ ❸

اسی طرح معرکہ جلولاء فتح ہونے کے بعد جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما نے اپنے اور اپنی قوم کے لیے مال غنیمت میں سے ایک چوتھائی (1/4) کا مطالبہ کیا (جو انہیں عراق میں مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑنے کے عوض خصوصی طور پر دیا جاتا تھا) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، تو آپ نے جواب دیا: جریر سچ کہہ رہے ہیں، میں نے ان سے یہ بات کہی تھی، اگر انہوں نے اور ان کی قوم کے لوگوں نے اس نیت سے جنگ لڑی ہے کہ انہیں تالیف قلب والوں کے زمرے میں شامل رکھا جائے تو ان کا مطالبہ پورا کر دو اور اگر اللہ کی رضا جوئی اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑائی کی ہے تو ان کے لیے عام مسلمانوں کا حکم ہے۔ جو حقوق تمام مسلمانوں کے ہیں وہی ان کے ہیں اور جو پابندیاں سب پر ہیں وہی ان پر ہیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس جب خط پہنچا تو آپ نے جریر رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنایا۔ جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین نے سچ کہا اور اپنا وعدہ پورا کیا، اب ہمیں چوتھائی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہم تمام مسلمانوں کی طرح ہیں۔ ❹

فوجیوں کے حقوق:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی توجیہات، خطوط اور نصائح میں ہمیں فوجیوں کے چند اہم حقوق دیکھنے کو ملتے ہیں، ان کا بیان اس طرح ہے:

---

❶ الخراج، أبو یوسف، ص: ٥٠۔ ❷ الإدارة العسكرية: ١/ ١٢٠۔

❸ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ١٢٨۔

❹ الإدارة العسكرية ١/ ١٢١۔

۱: جائزہ لینا اور خبر گیری کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور اپنی فوج تیار کرتا رہتا ہوں۔ آپ کو یہ فکر اس لیے لاحق رہتی تھی کہ آپ امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے جہاد پر بھی مامور تھے، پس امیر جہاد بھی تھے، گویا بعض اعتبار سے آپ اس نمازی کے قائم مقام تھے جو دشمن کی نظروں کے سامنے خوف کی نماز ادا کرتا ہے۔ [1] آپ جب اپنے قائدین کو جہاد کا علم دیتے اور انہیں جنگ پر نکلنا ہوتا تو مجموعی طور پر سب کے حالات کا جائزہ لیتے اور انہیں نصیحت کرتے۔ آپ کے انہی اقوال زریں میں سے ایک قول یہ ہے کہ: ''کمر بستہ ہو جاؤ، کپڑے اور جوتے پہن لو، نشانے اچھی طرح درست کر لو، سواریوں کو مانوس کر لو، گھوڑوں پر چھلانگ لگانے کی کوشش کرو، اپنے لیے عربی گھوڑوں کو لازم کرو، عیش پرستی چھوڑ دو، عجمیوں کا لباس نہ پہنو، جب تک تم گھوڑوں پر جست لگاتے رہو گے اور کمان میں تیر بھرتے رہو گے تمہاری قوت کمزور نہیں ہو سکتی۔'' [2]

آپ کے اس بات سے ہمہ وقت آپ کی جنگی تیاری اور اسلامی قوت وشوکت کے اظہار کی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ آپ کے تربیت یافتہ قائدین لشکر بھی اپنی فوجوں کا جائزہ لینے اور دشمن کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرنے میں بالکل آپ جیسا کردار ادا کرتے رہے، خواہ میدان کارزار ہو یا جنگی تیاریاں مکمل کی جا رہی ہوں۔ چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر میں اپنی فوجوں کو خطبہ جمعہ کے دوران میں اس بات پر ابھارتے کہ اپنے گھوڑوں کو خوب کھلا کر فربہ کر لو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو مال غنیمت تقسیم کیے جانے کے موقع پر تمہارا حصہ کم کر دیا جائے گا۔ آپ نے کہا: ''مجھے ایسی کوئی خبر نہ سننے کو ملے کہ فلاں آدمی آیا ہے، وہ خود تو موٹا ہے لیکن اس کا گھوڑا دبلا اور کمزور ہے۔ سن لو میں گھوڑوں کا اسی طرح معائنہ کروں گا جس طرح فوجوں کا کرتا ہوں، لہٰذا بلا کسی مرض کے جس کا گھوڑا کمزور ودبلا نظر آیا اسی حساب سے اس کا حصہ کم کر دیا جائے گا۔'' [3]

اسی طرح سفر شام کے موقع پر جب سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فاخرانہ لباس، شاہانہ شان وشوکت اور محافظوں کے گھیرے میں عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند کیا اور ڈانٹتے ہوئے کہا: اے معاویہ! کیا یہ کسروی بادشاہت کا اثر ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میرا قیام ایسی سرحد پر ہے جو دشمن کے بالکل سامنے ہے، جہاد اور جنگی اسلحوں سے مزین ہو کر اسے مرعوب کرنے کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور انہیں غلط کار نہیں ٹھہرایا۔ اس لیے کہ اس میں حق کے غلبہ اور دین کی سربلندی کا ایک مقصد پنہاں تھا۔ [4]

۲: فوجوں کو لے کر چلنے میں نرمی کرنا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور حکم دیا:

---

[1] الفتاوی: ۲۲/ ۶۰۹.
[2] نهاية الأرب: ۶/ ۱۶۸.
[3] فتوح مصر، ابن عبدالحکم، ص: ۱۴۱.
[4] الإدارة العسكرية: ۱/ ۱۳۷.

Marfat.com

''کوچ کے دوران فوج کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ، انہیں اتنا نہ چلاؤ کہ وہ تھک جائیں، پُرسہولت اور پُرآرام جگہ ٹھہرنے سے انہیں نہ روکو تاکہ وہ جب دشمن سے مقابل ہوں تو ان کی توانائی بحال ہو۔ وہ ایک ایسے دشمن سے لڑنے جا رہے ہیں جو اپنے گھر میں ہے، جس کے سپاہی اور جانور تازہ دم ہیں، دوران کوچ میں ہفتہ ایک دن اور ایک رات قیام کرو تاکہ فوج ستا کر تازہ دم ہو جائے اور اپنے ہتھیار اور سامان درست کر سکے۔ جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کر لیا ہو ان کی بستیوں سے دور پڑاؤ ڈالو۔'' ❶

اسی طرح خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام میں اسلامی فوجوں کی مدد کے لیے جب مدینہ سے امدادی فوج روانہ کی تو کمزور لوگوں کے لیے سواری اور سامان سفر کا انتظام کر دیا اور سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو فوج کا امیر بنایا۔ جب سعید رضی اللہ عنہ نے فوج لے کر کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو، میں تمہیں کچھ نصیحت کر دوں، پھر آپ فوج کی طرف پیدل گئے اور کہا: ''اے سعید! میں نے تمہیں اس فوج کا امیر بنایا ہے، ان تمام لوگوں پر تمہیں صرف تقویٰ کی بنا پر برتری حاصل ہے، لہٰذا جب تم انہیں لے کر چلو تو اپنی طاقت بھر ان کے ساتھ مہربانی کرنا، انہیں برا بھلا ہرگز نہ کہنا، جو چھوٹا ہو اسے نظر انداز مت کرنا، صرف طاقتوروں کو ترجیح نہ دینا، اپنے علاوہ دوسروں کی ٹوہ میں مت لگنا، انہیں ہلاکت کی راہ پر مت ڈالنا، آسان راستے سے لے کر جانا، انہیں لے کر شاہراہ پر رات نہ گزارنا، میری عدم موجودگی میں اللہ تمہارا اور تمہارے ساتھ مسلمانوں کا نگران و محافظ ہے۔'' ❷

۳: کوچ کے وقت فوج سے ملنا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیتے تو ان کے درمیان جا کر ایک ایک سے ملتے، انہیں بلند اخلاق و اقدار پر قائم رہنے کی تلقین کرتے۔ چنانچہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب دشمن امان کا مطالبہ کرے تو اسے امان دے دو اور وعدہ وفائی کرو، بدعہدی نہ کرو، کیونکہ بدعہدی تمہارے لیے ہلاکت اور بزدلی کی علامت ہے اور دشمن کے لیے قوت کا ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے بدنما داغ اور ان کی توہین کا سبب نہ بننا۔ ❸

٤: جنگ کے دوران ان کی غلطی نظر انداز کرنا:

اگر دوران جنگ کوئی فوجی امیر لشکر کی جزوی مخالفت کر جائے تو اختلاف و انتشار سے بچنے کی خاطر اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں اپنے امراء و قائدین کو نصیحت کرتے تھے کہ ''کسی لشکر یا سریہ کا امیر جنگ کے دوران کسی فوجی پر حد نافذ نہ کرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ شیطانی حمیت میں آ کر کفار سے جا ملنے پر مجبور کر دے۔'' ❹

ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اسلامی لشکر روانہ کیا، اس میں

---

❶ نهاية الأرب: ٦/ ١٦٩ .
❷ تاريخ فتوح الشام، ص:١٨٦ .
❸ الإدارة العسكرية: ١/ ١٧٩ .
❹ تاريخ الخلفاء، السيوطي، ص:١٣١ .

سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرو بن معدیکرب اور طلیحہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ بھی تھے، کسی بات پر عمرو بن معدیکرب اور سلمان بن ربیعہ کے درمیان تو تو میں میں ہوگئی، عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے خط لکھا: ''حمد وصلاۃ کے بعد! عمرو کے ساتھ تمہارے غلط برتاؤ کی مجھے خبر ملی ہے تم نے اچھا کام نہیں کیا ہے اور نہ ان سے اچھے طریقے سے پیش آئے ہو، تم اس وقت جس حالت میں دار الحرب میں ہو جب اس حالت میں ہو تو عمرو اور طلیحہ کو خاص اہمیت دو، ان دونوں کو اپنے پاس بلاؤ اور ان کی باتیں سنو، اس لیے کہ جنت کے بارے میں ان دونوں کو علم و تجربہ ہے۔ جب دار السلام پہنچ جانا تو جس مرتبہ تک ان دونوں نے خود کو گرا لیا ہے انہیں وہی مرتبہ دینا، علماء کو اپنے سے قریب رکھو۔ ❶ اور عمرو بن معدیکرب کے نام خط لکھا کہ حمد وصلاۃ کے بعد! امیر لشکر سے تمہاری نوک جھونک اور طعن و تشنیع کی خبر مجھے مل چکی ہے، تمہارے پاس جو تلوار ہے تم اسے صمصامہ ❷ کہتے ہو اور میرے پاس جو تلوار ہے میں اسے مصمم ❸ کہتا ہوں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے اسے تمہاری کھوپڑی پر رکھ دیا تو اسے اس وقت تک نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ میں اس سے تمہارا سر نہ توڑ دوں۔ جب عمرو بن معدیکرب کو یہ خط ملا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم وہ ضرور ایسا کر گزریں گے۔

مذکورہ دونوں واقعات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فقہ وبصیرت پر شاہد ہیں کہ قائد جنگ کو دار الحرب میں اور خاص طور سے جب فوج دشمن کے بالمقابل ہو کسی سپاہی کی دل شکنی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ محبت و تالیف قلب کی فضا ہموار رکھنی چاہیے اور جو لوگ جنگی فنون کے ماہر ہوں ان سے مشورہ لیتے رہنا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جب دونوں فریق دار السلام میں واپس لوٹیں تو آپسی تعلقات کو یکسر توڑ دیں اور رفاقت و محبت کا کوئی شائبہ نہ رہ جائے۔

اسی طرح عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جب ''رہا'' فتح ہوا تو بسر بن ابی ارطاۃ عامری کی قیادت میں شام سے ایک امدادی فوج آئی، اسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے بموجب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے یہاں بھیجا تھا۔ دار الحرب میں مقام جنگ میں پہنچ کر بسر اور عیاض رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ عیاض رضی اللہ عنہ کو امدادی فوج کی ضرورت نہ تھی، اس لیے بسر سے کہا کہ اپنی فوج لے کر واپس جاؤ، یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے عیاض رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اور ان سے طلب کیا کہ اس کی وجہ بتاؤ خاص طور سے اس لیے بھی کہ وہ لوگ تمہاری ہی مدد اور دشمن کو یہ بتانے گئے تھے کہ اسلامی فوجوں کا سلسلہ بند نہیں ہے تا کہ وہ سہم جائیں اور شکستہ دل ہو جائیں اور جلد سے جلد تمہاری اطاعت قبول کر لیں۔

عیاض رضی اللہ عنہ نے یہ خط پا کر عمر رضی اللہ عنہ کے نام جواب لکھا: ''میں ڈر گیا کہ کہیں ہمارے سپاہی سرکشی نہ کر جائیں اور ان میں اختلاف پیدا ہو جائے اور چونکہ مجھے مدد کی بھی کوئی خاص ضرورت نہ تھی اس لیے معذرت کر دی اور

---

❶ الاوائل، عسکری: ۲/ ۴۵۔
❷ وہ تلوار جس کی دھار نہ مڑے۔
❸ ہڈی میں گھس جانے والی تلوار۔

Marfat.com

انہیں لوٹ جانے کو کہا، ان کو واپس کر دینے کا میرا یہی مقصد تھا۔" ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کی رائے کو درست قرار دیا اور ان کے لیے دعا کی اور خاص کر ایسے وقت میں جب کہ فوج دشمن سے نبرد آزما تھی اگر ان کے درمیان اختلاف وافتراق رونما ہو جاتا تو آپس میں لڑ پڑتے اور پھر دشمن کے مقابلے میں شکست کھا جاتے۔ ❷

۵: اقامت اور کوچ کے وقت فوج پر پہرے دار مقرر کرنا:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوجیوں کی حفاظت کے لیے پہرے داری کا کافی اہتمام کیا اور اپنے قائدوں کو حکم دیا کہ دشمن کے اچانک حملے سے ہمیشہ چوکنے رہیں، فوجوں کی اقامت اور کوچ کے وقت ان کی حفاظت کے لیے پہرے دار مقرر کر دیں، چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ اپنی فوج پر پہرے دار مقرر کر دو اور حتی الامکان شب خون سے چوکنے رہو، اگر کوئی ایسا قیدی جسے امان نہ دی گئی ہو تمہارے پاس لایا جائے تو اس کی گردن مار دو تا کہ دشمن کے دل میں ڈر بیٹھ جائے۔ ❸

آپ قائدین لشکر کو حکم دیتے تھے کہ جب وہ دشمن کی زمین میں پہنچیں تو مخبروں اور فوجی دستوں کو علاقے میں پھیلا دیں تاکہ دشمن کے حالات اور ان کے ارادوں سے واقف رہیں۔ اس سلسلے میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا:

"جب دشمن کے علاقہ میں پہنچو تو تحقیق حال کے لیے مخبر بھیجو اور دشمن کے حالات سے پوری طرح باخبر رہو، تمہارے پاس مخبری کے لیے ایسے عرب یا مقامی لوگ ہوں جن کی نیک نیتی اور حق گوئی پر تمہیں پورا اعتماد ہو، کیونکہ عادتاً جھوٹے کی رپورٹ کا کچھ حصہ اگر صحیح بھی ہو تو اس سے تمہیں فائدہ نہیں پہنچے گا اور دھوکے باز تمہارے خلاف جاسوسی کرے گا، تمہارے حق میں نہیں۔ دشمن کے علاقہ کے قریب پہنچ کر رسالے اور دستے اپنے اور دشمن کے درمیان پھیلا دو۔ یہ دستے فوجی ضرورت کی چیزیں اور سامان رسد دشمن تک نہ پہنچنے دیں۔ رسالے دشمن کے فوجی راز معلوم کریں، رسالوں کے لیے ایسے لوگ منتخب کرو جو بڑے بہادر اور صائب الرائے ہوں، ان کو تیز رفتار گھوڑے دو، پس اگر دشمن سے ان کا مقابلہ ہو تو تمہاری رائے سے ان کو قوت ملے۔" ❹

اس قیمتی نصیحت سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف دشمنوں کی پوزیشن معلوم کرنے کے لیے آپ نے مخبر نہیں استعمال کیے، بلکہ گورنران ریاست، افسران، قائدین لشکر اور فوجیوں سمیت پورے اسلامی لشکر پر اداری نگرانی کے لیے مخبر مقرر کیے، تا کہ ان کے حالات، چال چلن، معاملات اور فوجی کارگزاری کی رفتار

---

❶ فتوح الشام، ابن اعثم: ۱/ ۲۵۳۔ ۲۵۵

❷ الإدارة العسکریة: ۱/ ۱۸۸.

❸ نہایة الأرب: ٦/ ۱۷۰.

❹ نہایة الأرب: ٦/ ۱٦۹.

Marfat.com

سے اچھی طرح واقف رہیں چنانچہ ہر فوجی چھاؤنی اور ہر لشکر میں آپ کے مخبر ہوتے تھے، جو آپ کو وہاں کی تفصیلی رپورٹ دیتے تھے۔ ❶

عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ شام کے ایک علاقہ کے حاکم تھے، وہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو شکایت کرتے ہوئے کہا: امیر المومنین! ہمارے اور روم والوں کے درمیان ''عرب سوس'' نامی ایک شہر ہے، وہاں کے لوگ ہمارے راز کی باتیں ہمارے دشمن کو بتا دیتے ہیں، لیکن ان کا راز ہمیں نہیں بتاتے۔ ان کے بارے میں ہم کیا کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم ان کے پاس جاؤ تو انہیں اختیار دو کہ ہم تمہیں ایک بکری کی جگہ دو بکری، ایک اونٹ کی جگہ دو اونٹ، اسی طرح ہر چیز کا دوگنا دیں گے۔ (لیکن تم لوگ ایسا نہ کرو) اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انہیں یہ چیزیں دیتے رہو اور وہ شہر اجاڑ دو اور اگر نامنظور کریں تو انہیں ایک سال کی مہلت دو پھر وہ شہر اجاڑ دو۔ ❷

چنانچہ جب آپ ان کے پاس واپس آئے تو ان کے سامنے یہی بات رکھی، لیکن انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا، پھر عمیر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک سال کی مہلت دی اور بالآخر شہر کو اجاڑ دیا۔ ❸

٦: فوج اتارنے کے لیے مناسب جگہ کا انتخاب:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے تھے کہ جب تک میدان جنگ کی جغرافیائی حالت، وہاں پہنچنے اور واپس ہونے کے راستے اور پانی اور شادابی کی وافر مقدار میں موجودگی کا تمہیں علم نہ ہو جائے، جنگ نہ چھیڑو۔ ❹ جیسے کہ معرکہ قادسیہ سے قبل آپ نے ان کے نام خط لکھا تھا کہ تمہاری فوج صحرائے عرب میں خیمہ زن ہو، اس لیے کہ ایسی صورت میں تمہارے فوجی دشمن سے بچ نکلنے کے راستے سے واقف ہوں گے۔ اگر ہزیمت ہوئی تو اپنی فوج لے کر حدود عرب میں سمٹ سکو گے اور چونکہ تم دشمن کی نسبت اس علاقہ سے زیادہ واقف ہو گے اس لیے وہ بزدل اور تم باہمت ہو گے۔ ❺ مزید برآں آپ نے سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کو فوج کے پڑاؤ ڈالنے اور اقامت کرنے کے لیے مناسب مقام کے انتخاب کی ذمہ داری سونپی تھی، ❻ اس طرح آپ نے قائدین لشکر میں جنگ سے متعلق اہم اداری امور تقسیم کر دیے تھے اور مناسب مقام کے انتخاب کے وقت قائدین کو واجبی حکم دیتے تھے کہ جس جگہ کو پڑاؤ ڈالنے کے لیے منتخب کریں اور جہاں فوجی صدر دفتر بنائیں وہاں سے دار الخلافہ کی اعلیٰ فوجی قیادت کے درمیان کوئی سمندری راستہ حائل نہ ہو، اس لیے کہ جنگی منصوبہ بندی، فوجوں کی امداد رسی اور انہیں سامان رسد کی فراہمی میں اس کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ❼

❶ الإدارة العسكرية ۱/ ۳۹۶.
❷ فتوح البلدان، بلاذری: ۱/ ۱۸۵.
❸ فتح البلدان، بلاذری: ۱/ ۱۸۵، الإدارة العسكرية: ۱/ ۳۹۷.
❹ نهاية الأرب: ٦/ ۱۷۰۔ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۰۵
❺ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۰۵.
❻ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۰٦.
❼ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۰۷.

Marfat.com

اسی طرح ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کسی مقام پر لشکر لے کر اترنے سے پہلے وہاں کے تمام راستوں اور چراگاہوں اور دریاؤں کے بارے میں اچھی طرح معلومات حاصل کر لو۔ ❶

۷: فوج کے لیے سامان رسد اور گھوڑے کے لیے چارہ کا انتظام:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ محاذ عراق پر نبرد آزما ہونے والی فوج کے لیے مدینہ سے بکریوں اور اونٹوں کی شکل میں رسد بھیجتے تھے ❷ اور جو گھوڑے اور چوپائے جہاد کے لیے استعمال ہوتے تھے ان کے لیے نقیع اور ربذہ ❸ کی چراگاہ کو خاص کر دیا۔ ناگہانی حالات سے نمٹنے کے لیے بڑے بڑے شہروں میں احتیاطی طور پر جنگی گھوڑے تیار رکھتے تھے۔ چنانچہ بصرہ میں چار ہزار اور کوفہ میں بھی چار ہزار، اسی طرح دوسرے شہروں میں بھی اپنے اندازے کے مطابق گھوڑوں کو پالنے کا حکم دیا تھا۔ ❹ اور جب بیت المقدس کے باشندوں سے مصالحت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے تو "دار الاھراء" ❺ کے نام سے فوجوں کی غذا، خوراک اور ان کے سامان رسد کے لیے ایک گودام بنایا اور عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ اس گودام کے سب سے پہلے ذمہ دار بنائے گئے۔ ❻

۸: فوجوں کو جنگ پر ابھارنا:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو جہاد پر ابھارنے کے لیے یہ خط لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے امین الامت ابوعبیدہ بن جراح کے نام! السلام علیکم میں ظاہر و باطن میں اللہ کا شکر گزار ہوں اور تمہیں اللہ کی معصیت کرنے سے ڈراتا ہوں اور تمہیں اس بات سے بھی ڈراتا اور روکتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے بارے میں اللہ کہتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۴﴾ (التوبة: ٢٤)

"آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ

---

❶ الإدارة العسكرية: ١/ ٢٠٧ . بحواله تاريخ الطبرى ❷ فتح البلدان ، بلاذرى: ٢/ ٣١٤ .

❸ مدینہ سے تقریباً تین دنوں کی مسافت پر حجاز کے راستے پر ایک گاؤں ہے۔

❹ الإدارة العسكرية: ١/ ٢١٧ . ❺ "اھراء" یہ ھری کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ بڑا گھر جس میں ملکی سامان رسد رکھا جائے۔

❻ الإدارة العسكرية: ١/ ٢١٧ .

Marfat.com

حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

آخر میں اللہ کی رحمت نازل ہو خاتم النّبیین اور امام المرسلین پر، اور ہر قسم کی تعریف بس اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔" ❶

جب یہ خط ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے سب کو پڑھ کر سنایا، لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس خط کے ذریعے سے امیر المومنین ہمیں جہاد پر ابھار رہے ہیں ان کی دلی تمنا ہے اور حکم بھی ہے کہ ہم فضائل اعمال کو لازم پکڑیں اور معصیتوں کے ارتکاب سے منع کر رہے اور نفرت دلا رہے ہیں۔ ❷ اتنا ہی نہیں بلکہ "امرائے اعشار" ❸ کی ذمہ داریوں میں یہ بات شامل تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں کو جنگ پر ابھاریں۔ ❹

۹: ثواب الٰہی اور شہادت کی فضیلت بیان کرنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جنگ قادسیہ کے موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو ثواب الٰہی اور مجاہدین اسلام کے لیے آخرت کی نعمتوں کے حصول کی طرف رغبت دلائی، انہیں جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے دین اسلام کی فتح اور اس کی سربلندی کا وعدہ کیا ہے اور عنقریب ان کے ہاتھ اموال غنیمت سے بوجھل ہوں گے، ممالک پر فتح کا پرچم لہرائے گا، نیز آپ نے حفاظ قرآن کو سورۂ جہاد (انفال) تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ ❺

اسی طرح ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ شامی فوج کے درمیان کھڑے ہوئے اور اسے اللہ کا ثواب یاد دلایا، اس کی نعمتوں کا ذکر کیا، انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ ❻

اسی طرح عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت بھی مشہور ہے جو انہوں نے فلسطینی فوجوں کو کی تھی: "آج جو قتل کر دیا گیا وہ شہید ہوگا اور جو زندہ رہا وہ بھی خوش بخت ہے۔" پھر آپ نے فوج کو قرآن پڑھتے رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کی، اللہ کے ثواب اور اس کی تیار کردہ جنت کو حاصل کرنے کی رغبت دلائی۔ ❼

۱۰: حقوق اللہ کی ادائیگی پر زور دینا:

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کی تمام افواج کو ان لفظوں میں نصیحت

---

❶ فتوح الشام، الواقدی: ۱/ ۱۱۷. ❷ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۳۹.

❸ ہر دس فوجیوں پر ایک امیر مقرر ہوتا تھا، اس طرح جتنی دہائیاں تھیں اتنے امراء تھے، انہیں کو امراء الاعشار کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

❹ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۳۹. ❺ تاريخ الطبري: ٤/ ۳٥٦.

❻ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲٤۳. ❼ فتوح الشام: ۱/ ۱۸، ۲۰.

Marfat.com

کی تھی: حمد وصلاۃ کے بعد! میں تمہیں اور تمہاری فوج کو ہر حال میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اللہ کا تقویٰ دشمن کو زیر کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور جنگ میں سب سے کامیاب چال ہے، تمہیں اور تمہاری فوجوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے دشمن سے جتنا بچ کر رہنا ہے اس سے کہیں زیادہ معاصی سے بچنے کی کوشش کرنا ہے، کیونکہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا خود اپنے گناہوں سے پہنچتا ہے۔ ❶

۱۱: تجارت وزراعت جیسی تمام مصروفیات سے انہیں الگ رکھنا:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امرائے لشکر کے نام یہ حکم نامہ بھیجا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو بتا دیں کہ ان کی سرکاری تنخواہ جاری ہے، ان کے اہل وعیال کے وظیفے اور ضروریات زندگی دیے جارہے ہیں، انہیں چاہیے کہ کاشتکاری میں مشغول ہوں، اس مسئلہ میں آپ نے سختی کرتے ہوئے بعض اوقات مخالفت کرنے والوں کو سزا بھی دی۔ ❷

یہ اور اس طرح کی تمام پابندیاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لیے نافذ کی تھیں کہ اسلامی فوج جہاد اور مذہب اسلام کی نشرواشاعت کے لیے ہمہ وقت تیار رہے اور کھیتی باڑی میں مشغول ہو کر صرف زمین سے چمٹ کر نہ رہ جائے کہ ہر وقت اس کا دل اسی میں اٹکا ہوا ہو۔ اور اسی حکمت کے پیش نظر آپ نے ریزرو فوجیں بھی تیار کر رکھی تھیں تاکہ ناگہانی حادثات (مثلاً ملکی بغاوت) میں انہیں لڑائی پر لگایا جاسکے۔ چنانچہ کاشتکاری، خرید وفروخت اور باغوں کی نگرانی جیسی مصروفیات سے آپ نے انہیں مکمل طور سے دور رکھا۔ ❸

ملکی سرحدوں کی حفاظت کا اہتمام:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں پر دشمن کے حملوں کے خوف، اسلامی سلطنت کی حدود میں وسعت ہو جانے کی وجہ سے اس کی دراندازی کے اندیشے اور رومیوں سے لڑنے سے طبعی گریز کی وجہ سے جب رومیوں سے معرکہ آرائی کا ذکر چھڑتا تو کہتے: اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان (رومیوں) کے درمیان آگ کے انگاروں کی سرحد قائم ہو جائے اور اس پار جو کچھ ہے وہ ہمارا اور اس پار جو کچھ ہے وہ ان کا ہو جائے۔ ❹ سلطنت فارس سے ملنے والی اسلامی سرحد کے بارے میں بھی آپ نے ایسی ہی خواہش کا اظہار کیا، آپ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ پہاڑ اور سواد عراق کے درمیان ایسی سرحدی دیوار قائم ہو جائے کہ وہ ہم تک نہ آسکیں اور نہ ہم ان تک جاسکیں ہمیں عراق کے دیہاتوں کی سرسبز زراعتی زمینیں کافی ہیں، میں غنیمت ملنے کے مقابلے میں مسلمانوں کی حفاظت کو ترجیح دیتا ہوں۔ ❺

چنانچہ آپ نے سلطنت اسلامیہ کے لیے فوجی اڈے قائم کرنے کا حکم دیا، انہیں مخصوص ذمہ داریاں ا

---

❶ الفاروق عمر بن الخطاب، محمد رشید رضا، ص: ۱۱۹.
❷ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۵۶.
❸ الإدارة العسكرية: ۱/ ۲۵۷.
❹ تاريخ اليعقوبی: ۲/ ۱۵۵.
❺ تاريخ الطبری بحوالة الإدارة العسكرية: ۱/ ۳۵۲.

Marfat.com

فرائض سونپے گئے، جن میں سے چند ایک کا ذکر پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ اسلامی سلطنت اور مفتوحہ ممالک کی سرحدوں پر جو جگہیں اہمیت کی حامل تھیں وہاں دشمن کے خارجی حملوں اور دراندازیوں کے دفاع کی خاطر ان فوجی اڈوں کو صدر فوجی مقامات (ہیڈ کوارٹر) کے کام میں لایا جاتا۔ نیز انہیں فوجی اجتماعات کے مرکز اور اشاعت اسلام کے ادارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ جن بڑے شہروں میں یہ فوجی اڈے قائم تھے ان میں بصرہ اور کوفہ سرفہرست ہیں، ان کی سرحدیں فارسی مملکت سے ملتی تھیں۔ اسی طرح مصر میں فسطاط میں بھی فوجی اڈا قائم تھا۔ ❶ شام اور مصر کے ساحلی علاقوں میں رومیوں کے بحری حملے کے دفاع کی خاطر فوجی چھاؤنیاں بنائی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ نے چار بڑی فوجی چھاؤنیاں قائم کیں جنہیں جند حمص، جند دمشق، جند اردن اور جند فلسطین کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، کیونکہ ان فوجوں کا یہی رہائشی مرکز ہوتا تھا اور ان مقامات کی چھاؤنیوں سے ان کا اتنا گہرا ربط ہو گیا کہ یہی نسبت نسب اور قبیلے پر مستزاد ان کے تعارف کی ایک علامت بن گئی۔ فوجی مہمات میں کسی کارروائی کو منظم کرتے وقت یا ان کے ذاتی حالات وضروریات کی رعایت (مثلاً تنخواہ تقسیم کرنے) کے وقت ان کے امراء انہیں انہی جگہوں کی طرف منسوب کر کے بلاتے تھے۔ ❷ سرحدی حفاظت کے یہ انتظامات صرف فوجی اڈوں پر اور چھاؤنیوں تک محدود نہ تھے، بلکہ دشمن کے ملک سے متصل سرحدوں پر سرحدی پولیس چوکیوں کے ساتھ وہ مضبوط قلعے بھی حفاظتی انتظامات کے کام میں لائے جاتے تھے جو دشمنوں سے چھین کر مسلمانوں کے قبضے میں آئے تھے۔ مسلمانوں نے ایسے قلعوں کو فوجی اڈا بنا لیا اور اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اس میں اپنی فوجیں ٹھہرائیں۔ ❸

اس طرح جوں جوں مسلمان کسی ملک کو فتح کر کے آگے بڑھتے مفتوحہ ملک کی آخری سرحد متعین کرتے اور کسی باصلاحیت فوجی قائد کی نگرانی میں وہاں مستقل حفاظتی فوج مقرر کر دیتے جو ہمہ وقت چاق و چوبند رہتی اور پہرے داری کرتی۔ ❹

عراق اور مشرق (بلادِ عجم) میں آپ نے سرحدی حفاظت سے متعلق سب سے اہم کارروائی یہ کی کہ فارس سے متصل اسلامی سلطنت کی سرحد پر مسلح فوجی دستے پھیلا دیے، چنانچہ جب مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کو خبر ملی کہ فارسی لوگ یزدگرد کی حکومت پر متفق ہو چکے ہیں اور اب وہ ہمارے خلاف جنگی تیاری میں مشغول ہیں تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خط کا جواب اس طرح دیا:

"حمد وصلاۃ کے بعد! عجمیوں کے بیچ سے نکل جاؤ اور عراق کی سرحدوں پر پہنچ کر عجمیوں (ایرانیوں) کے قریبی ساحل پر پھیل جاؤ۔"

---

❶ الإدارة العسكرية: ١/ ٤٥٢. ❷ فتوح البلدان: ١/ ١٥٦.

❸ تاريخ التمدن، جرجي زيدان: ١/ ١٧٩. ❹ الإدارة العسكرية: ١/ ٤٥٣.

مثنی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ❶

اسی طرح سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے معرکہ قادسیہ سے قبل سعد رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی تھی:

''جب تم قادسیہ پہنچو تو وہاں کے تمام چھوٹے بڑے راستوں پر اپنے مسلح دستوں کو پھیلا دو۔'' ❷

معرکہ جلولاء میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مہران اور انطاق کی دونوں فوجوں کو شکست سے دوچار کرتا ہے تو مسلمانوں کی ایک فوج قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے انہیں حلوان کی سرحد پر بھیج دو تاکہ اس علاقہ کو داخلی وخارجی فتنوں سے محفوظ رکھیں اور وہاں جو غازی مسلمان ابھی موجود ہیں یا جو خود جہاد میں جا چکے ہیں اور ان کے اہل وعیال موجود ہیں ان کی طرف سے دفاع کریں۔ ❸

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ عراقی محاذ کے جنرل کمانڈر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کو جنگ پر ابھارتے، فارسیوں سے زبردست ٹکر لینے کی انہیں ترغیب دلاتے اور کہتے رہے کہ: تم پیش قدمی کرو، ہماری ملکی سرحدیں بالکل محفوظ ہیں، تمہاری پشت سے تم پر دشمن کے حملہ آور ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، فاتح دوراں مجاہدین اسلام تمہارے لیے کافی ہیں، اپنی سرحدوں کو دشمن سے محفوظ کر دیا ہے اور اسی میں اپنی زندگیاں کھپا دی ہیں۔ ❹

سرحدی حفاظت کی اس فاروقی سیاست پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانے میں مسلح فوجی مراکز اس وقت تک قائم نہیں کیے جاتے تھے جب تک کہ فوجی اعلیٰ قیادت (ہائی کمان) سے اس کی اجازت نہ مل جائے، چنانچہ ان مسلح فوجی مراکز کے قائدین کے نام آپ نے جو حکم نامہ جاری کیا تھا اس میں یہ چیز نمایاں طور سے دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ کا حکم تھا کہ فارسیوں کو اپنے بھائیوں کی طرف آنے سے مشغول رکھو، اس کے ذریعے سے مسلمانوں اور اپنے ملک کی حفاظت کرو، فارس اور اہواز کی سرحد پر مسلح دستوں کو پھیلا دو اور جب تک میرا حکم نہ آ جائے وہیں جمے رہو۔ ❺

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں صرف کوفہ کی سرحدیں چار بڑی سرحدوں پر مشتمل تھیں: حلوان کی سرحد: اس کی حفاظت ونگرانی کے اعلیٰ ذمہ دار اور سرحدی فوج کے قائد قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ تھے۔ ماسبذان کی سرحد: اس کے ذمہ دار وقائد ضرار بن خطاب فہری تھے۔ قرقیسیا ❻ کی سرحد: یہاں کے قائد وذمہ دار عمر بن مالک زہری تھے۔ اور چوتھی موصل کی سرحد تھی جس کے قائد وذمہ دار عبداللہ بن معتم عبسی تھے۔ ان قائدین میں سے اگر کوئی کسی مہم پر چلا جاتا تو دوسرا اس کی نیابت کرتا اور سرحدی امور انجام دیتا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کے یہ فوجی لشکر جب بھی سرحدی علاقوں میں حفاظتی قلعے بناتے یا کوئی شہر بساتے تو سب سے پہلے وہاں مسجد تعمیر

❶ الإدارة العسکریة: ١/ ٤٥٣ .
❷ الإدارة العسکریة: ١/ ٤٥٣ .
❸ الإدارة العسکریة: ١/ ٤٥٣ .
❹ الإدارة العسکریة: ١/ ٤٥٤ .
❺ الإدارة العسکریة: ١/ ٤٥٤ .
❻ مالک بن طوق کے قریب دریائے خابور پر ایک شہر کا نام ہے جہاں دریائے خابور فرات سے جاملتا ہے۔

Marfat.com

کرتے، اس لیے کہ مسلم معاشرے میں اس کا اپنا منفرد دعوتی، تربیتی اور جہادی کردار ہے۔ ❶ جہاں تک آپ کے دور میں شامی محاذ پر رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان سرحدی حدود کی حفاظت کا تعلق ہے تو اس کی طرف آپ نے اسی وقت سے اپنی توجہ مرکوز کر دی تھی جب سے شامی ممالک اسلامی فتح کے دائرہ میں داخل ہو رہے تھے، چنانچہ آپ نے سرحدی علاقوں کی حفاظت کے لیے مختلف ومتعدد دفاعی اقدامات کیے، مثلاً سرحد نگراں چوکیاں قائم کیں، پہرے دار متعین کیے، جگہ جگہ مسلح فوجی چھاؤنیاں اور مراکز بنائے، ساحلی علاقوں کی حفاظت کا انتظام کیا، فوجی رباط قائم کیے، مزید برآں جو قلعے وہاں پہلے سے موجود تھے، سب کو باقی رکھا، دشمن سے چھینے ہوئے ان قلعوں کو برباد نہ کیا، بلکہ اس میں قیام کرنے والی فوجوں کو منظم کیا، یعنی کون سی جماعت جنگی محاذ پر ہوگی اور کون جائے گی، کون آئے گی، اس طرح شام کے پورے ساحلی علاقوں کو ایک متحدہ فوجی ادارے سے جوڑ دیا۔ جس سال آپ نے باشندگان بیت المقدس سے صلح مصالحت کرنے کے لیے بلاد شام کا دورہ کیا تو شام کی بعض سرحدوں کا جائزہ لیا، پھر وہاں محافظوں اور مسلح فوجیوں کو تیار کیا اور امراء وقائدین کو منظم کیا، اس طرح آپ نے سرحد کو دشمن کی دراندازیوں سے بالکل محفوظ کر دیا، خود سرحدوں کا دورہ کیا تاکہ ان کی دفاعی ضروریات کا اندازہ کر سکیں۔ ❷ پھر آپ مدینہ لوٹ آئے، البتہ لوٹنے سے پہلے لوگوں میں یہ خطبہ دیا: ''میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں، تمہارے جن معاملات کو اللہ نے میرے ذمہ کیا ہے میں اسے پورا کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ۔ ہم نے تمہارے درمیان تمہارے اموال غنیمت، اقامت اور غزوہ پر نکلنے والی جماعت کو عدل وانصاف سے برابر برابر تقسیم کر دیا ہے۔ ہم نے تمہارے لیے اسلامی فوج مہیا کر دی ہے، سرحدوں کو محفوظ کر دیا ہے اور تمہیں وہاں ٹھہرا دیا ہے۔ شامی محاذ پر جنگ کے ذریعے سے تم نے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا اسے تمہیں زیادہ سے زیادہ دے دیا ہے۔ تمہاری تنخواہیں مقرر کر دی ہیں اور تمہیں عطیات ووظائف، خوراک اور اموال غنیمت دینے کا حکم دے دیا ہے۔ اگر کسی کو نظم ونسق کی اس سے بہتر کوئی معلومات ہوں جو قابل عمل ہو، تو وہ ہمیں ضرور بتا دے، ہم ان شاء اللہ اسے ضرور بالضرور روبہ عمل لائیں گے۔ اللہ ہی کی قوت وتوفیق پر مکمل اعتماد ہے۔ ❸

اسی طرح جب ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے شام کے شمالی حدود سے متصل انطاکیہ کی سرحد کو فتح کر لیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نام خط لکھا: ''صالح اور مخلص مسلمانوں کی ایک جماعت کو سرحد کی حفاظت پر مامور کر دو اور ان کے وظیفے اور عطیے بند نہ کرو۔'' ❹ چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص اور بعلبک کے مخلص ونیکوکار افراد پر مشتمل ایک جماعت تیار کی اور دشمن کے خارجی حملوں کے دفاع کے لیے اسے سرحد کی حفاظت پر مامور کر دیا اور حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کو ان کا اعلیٰ ذمہ دار بنا دیا۔ پھر انہوں نے اسلامی سلطنت کے حدود کے ماورائی علاقوں میں فوجی

❶ الإدارة العسكرية: ١/ ٤٥٥ . ❷ الإدارة العسكرية: ١/ ٤٥٧ .

❸ تاريخ الطبري: ٤/ ٤٠ . ❹ فتوح البلدان: ١/ ١٧٥ .

Marfat.com

کارروائی کے لیے انطاکیہ کی سرحد پر ایک فوجی اڈا قائم کیا، جہاں سے رومی محاذ کی سرحدی پٹی پر لڑنے والی مسلم فوجوں کے لیے مدد بھیجی جاتی تھی، یہیں سے جرجومہ ❶ پر چڑھائی ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ مسلمانوں کے مددگار ہوں گے، ان کے لیے مخبری کریں گے اور ''لکام'' کے کوہستانی علاقے میں رومیوں کے خلاف ہمیشہ مسلح رہیں گے۔ ❷

اسی طرح جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ''بالس'' ❸ کی سرحد پر گئے تو وہاں بھی جنگجوؤں کی ایک جماعت بنائی اور وہاں شام کے ان نومسلم عربوں کو ٹھہرایا جو رومی حملوں سے سرحدی علاقوں کی حفاظت کی خاطر آئے ہوئے مسلمانوں کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے۔ ❹

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایام حکومت میں شام کے گورنر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے بھی شام کی ساحلی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دفاعی وسائل استعمال کیے۔ سرحدی علاقوں میں اطرسوس، ❺ مرقیہ، ❻ بلنیاس، ❼ اور بیت سلیمہ کے نام سے متعدد حفاظتی قلعے تعمیر کرائے۔ مزید برآں سواحل شام کے جن قلعوں کو اسلامی فوجوں نے فتح کیا تھا انہیں جدید ترقی دی اور پھر وہاں مقاتل فوجوں کو کافی تعداد میں ٹھہرایا، سرحد پر نگراں چوکیاں بنا کر ان کی نگرانی کا دائرہ وسیع کر دیا، پہرے دار متعین کیے جو ہمہ وقت اس چیز پر نگاہ رکھتے کہ دشمن سرحد کے قریب نہ آنے پائے، اگر دشمن کہیں سے حملہ آور ہوتے یا دراندازی کی کوشش کرتے تو وہاں کی نگراں چوکی آگ جلا کر اپنے قریب کی چوکی والوں کو اور وہ اپنے قریب والوں کو دشمن کی حرکتوں سے آگاہ کر دیتی اور مختصر سی مدت میں یہ خبر فوجی اڈوں، مسلح دستوں اور شہروں میں عام ہو جاتی۔ پھر سارے لوگ دشمن کی دراندازی روکنے اور اسے دور بھگانے کے لیے بیک وقت سرحدی محاذ پر روانہ ہو جاتے۔ ❽

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوسری اسلامی سرحدوں کی طرح روم اور اسلامی مصر کی سرحدی حدود کی حفاظت پر بھی خاص توجہ دی۔ چنانچہ اس علاقہ میں مسلم فوجوں کو ٹھہرانے کے لیے آپ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پہلی فوجی چھاؤنی کے طور پر شہر فسطاط آباد کریں تاکہ اس علاقے میں مسلم فوجوں کو رکھا جائے۔ ہر فوجی قبیلے پر ایک پہرے دار اور عریف مقرر کر دیا اور یہیں سے شمالی افریقہ میں اسلامی فتوحات کے لیے فوجی کارواں روانہ ہونے لگا۔ مزید برآں یہی مصری سرحد کا اہم دفاعی اڈہ تھا اور دوسری کئی ملکی وفوجی ضروریات کی تکمیل بھی اسی سے ہوتی تھی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر فوجی اڈوں کے محل وقوع کے لیے جو شرطیں لگائیں یہاں بھی وہی شرط لگائی، یعنی اس

❶ یہاں کے باشندوں کو جراجمہ کہا جاتا ہے، شامی سرحد پر ''لکام'' کے کوہستانی علاقہ میں یہ شہر آباد ہے۔
❷ معجم البلدان: ۲/ ۱۲۳.
❸ حلب اور رقہ کے درمیان شام کا ایک شہر ہے۔
❹ فتوح البلدان، بلاذری: ۱/ ۲۲٤.
❺ شام کے سمندری ساحل کا ایک شہر ہے۔
❻ حمص کے ساحلی علاقوں میں ایک مضبوط قلعہ ہے۔
❼ حمص کے سمندری ساحل پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔
❽ فتوح البلدان: ۱/ ۱۵۰ تا ۱۵۸.

Marfat.com

کے اور مدینہ کی اعلیٰ فوجی مرکز قیادت (جس کی باگ ڈور خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے) کے درمیان کوئی سمندری راستہ حائل نہ ہوتا کہ دونوں کے درمیان رابطے کا سلسلہ آسان اور برابر باقی رہے۔ ❶ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ آپ لوگوں کا مصر میں قیام کرنا سرحدی حفاظت کے لیے رباط ہے۔ فرماتے ہیں: جان لو کہ تم لوگ قیامت تک کے لیے اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے ہو (اس کا ثواب تمھیں ہمیشہ ملتا رہے گا) اس لیے کہ تمہارے ہر چہار جانب دشمنوں کی کثرت ہے، وہ تمھیں اور تمہارے وطن کی طرف، جہاں اموال، زمینی پیداوار اور روز افزوں خیر و برکت کا خزانہ ہے، للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

مصری فتوحات کے جس مرحلے میں اسلامی فوج نے قدیم مصری سرحد کے حفاظتی قلعوں اور اسلحہ خانوں پر قبضہ کیا تھا انہیں ترمیم و تجدید کے بعد اس لائق بنا دیا کہ اس میں اسلامی فوجیں مستقل طور سے قیام کر سکیں اور پھر اس میں اسلامی فوجیں ٹھہرائی گئیں۔ چنانچہ مصر کے سرحدی شہر ''عریش'' میں سب سے پہلے مسلح فوجی چوکی قائم کی گئی ❷ اور پھر مصر کے تمام ساحلی حدود پر اس طرح کئی مسلح فوجی چوکیاں قائم کی گئیں۔ ❸

اسی طرح جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کی سرحد پر قبضہ کیا تو اپنے ایک ہزار مسلح ساتھیوں کو اس کی حفاظت و نگرانی پر مامور کیا، لیکن یہ تعداد ضرورت کے لیے ناکافی ٹھہری اور بحری راستے سے رومی فوجوں نے دوبارہ حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور کچھ لوگ سرحد چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان پر قابو پانے کے لیے دوبارہ سخت حملہ کیا اور سرحد پر قبضہ کر لیا اور اس کی حفاظت و نگرانی کے لیے اپنی ایک چوتھائی فوج لگا دی اور دوسری چوتھائی کو ساحلی علاقوں کی نگرانی پر مامور کر دیا۔ جب کہ بقیہ نصف فوج لے کر خود فسطاط میں مقیم رہے۔ ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اسکندریہ کی سرحد کی اہمیت کے پیش نظر ہر سال مدینہ نبویہ سے مجاہدین کی ایک جماعت اس کی حفاظت و نگرانی کے لیے بھیجتے تھے اور گورنروں کو خط لکھتے رہتے تھے کہ اس سے غافل نہ رہیں اور کثیر تعداد میں مسلح گشتی دستوں کو وہاں مامور رکھیں۔ ❺

اس طرح سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراقی، شامی اور مصری تینوں محاذوں پر سلطنت اسلامیہ کے بری حدود کو مکمل طور سے محفوظ کر کے اپنی دور اندیشی اور بالغ نظری کا مکمل ثبوت دیا۔ ❻

---

❶ فتوح مصر، ابن عبدالحکم، الإدارة العسكرى: ١/ ٤٦٢.

❷ تاريخ العيقوبى، ص: ٣٣٠.

❸ البداية والنهاية: ٧/ ١٠٣.

❹ البحرية فى مصر الإسلامية وآثارها الباقية، سعاد ماهر، ص: ٧٧.

❺ فتوح مصر، ص: ١٩٢، الخطط، مقريزى: ١/ ١٦٧.

❻ الإدارة العسكرية: ١/ ٤٦٤.

Marfat.com

سلطنت اسلامیہ کے ملکی حدود کی حفاظت کے لیے آپ نے صرف انہیں دفاعی وسائل پر اکتفا نہ کیا بلکہ موسم کے لحاظ سے سرما و گرما کے لیے مستقل فوجی نظام قائم کیا، جو گشتی دستوں کی شکل میں منظم تیاری کے ساتھ ہر سال موسم سرما و گرما میں سرحدوں کی حفاظت کے لیے روانہ کی جاتی تھیں۔ یہ فوجیں صرف شامی حدود کے لیے نہیں بلکہ سلطنت اسلامیہ کے مکمل سرحدی حدود پر انہیں اپنی مہم پر روانہ کیا جاتا تھا اور ابوعبیدہ بن جراح، معاویہ بن ابی سفیان اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہم جیسے بہت سارے عظیم قائدین ان کی قیادت کرتے تھے۔ ❶

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرحد پر جانے والی فوجوں کی تنخواہ اور بھتہ و خوراک میں اس وقت تک کے لیے اضافہ کر دیتے تھے جب تک کہ وہ سرحد کی نگرانی پر مامور ہوتی تھیں۔ ❷ اسی طرح آپ کے قائدین جنگوں کے مواقع پر غازیوں کے لیے اموال غنیمت تقسیم کرتے وقت ان سرحدی مسلح فوجی دستوں کے لیے معرکوں میں شریک ہونے والے مجاہدین کی طرح حصہ لگاتے تھے، اس لیے کہ جب مجاہدین اپنی مہموں پر روانہ ہو جاتے تھے تو یہی لوگ مسلمانوں کے محافظ ہوتے تھے، کہ مبادا کسی طرف سے دشمن ان پر حملہ کر دے۔ ❸ چنانچہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے جانشین کے لیے یہ وصیت کی:

''میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو فوجی محکمہ سے منسلک افراد کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس لیے کہ وہ اسلام کے پاسبان، مال کو درآمد کرنے والے اور دشمن کو چڑانے و مرعوب کرنے والے ہیں۔ ان سے ان کی ضروریات سے زائد چیزیں ہی لی جائیں اور ان کی خوشی سے ہی لی جائیں۔'' ❹

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بین الاقوامی تعلقات:

شاہان فارس کے ساتھ آپ کے ہمیشہ جنگی تعلقات رہے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کی فوجیں یزدگرد کو اسی کے ملک میں مات دے رہی تھیں اور اس کے شہر پر قبضہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھیں، جب کہ شاہ روم نے آپ سے اسی وقت مصالحت کر لی تھی جب آپ نے شام اور جزیرہ فتح کر لیا تھا۔ گویا دونوں ملکوں میں ایک گونہ دوستانہ تعلقات تھے۔ آپ اور شاہ روم کے درمیان خطوط کے تبادلے ہوتے تھے۔ عرب مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ آپ اور شاہ روم ہرقل کے درمیان خط و کتابت ہوتی تھی لیکن یہ صراحت نہیں ہے کہ جس ہرقل سے آپ نے ملک شام چھینا تھا یہ وہی ہرقل ہے یا اس کا لڑکا قسطنطین ہے جو ہرقل ثانی کہلاتا ہے، کیونکہ ہرقل اول کی موت ۶۴۱ء مطابق ۲۱ ہجری میں ہوئی اور اسی سال یعنی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے دو

---

❶ فتوح البلدان، بلاذری: ١/ ١٩٤، ١٩٥.

❷ الفن الحربی فی صدر الإسلامی، عبدالرؤف عون ص: ٢٠١. الإدارة العسكرية: ١/ ٤٦٥.

❸ تاريخ الطبری: ٤/ ١٣٤- الإدارة العسكريه: ٢/ ٤٦٥. ❹ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص: ٢١٩، ٢٢٠.

Marfat.com

سال قبل اس کے لڑکے ہرقل ثانی قسطنطین نے رومی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ بہرحال خط و کتابت کا یہ سلسلہ ہرقل اول کے ساتھ رہا ہو یا ثانی کے ساتھ لیکن یہ مسلم ہے کہ دونوں میں خط و کتابت ہوتی تھی اور ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے مدینہ آئے ہوئے رومی شہنشاہ ہرقل کے قاصد کے ہاتھ ہرقل کی بیوی کو مدینہ کا قیمتی تحفہ دیا تھا اور اس نے بھی بدلے اور شکریے میں جواہرات کا بنا ہوا ایک قیمتی ہار ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ہدیہ میں بھیجا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی بیوی سے لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ نے اسے بیت المال میں اس لیے جمع کرا دیا تھا کہ انہوں نے وہ ہدیہ عمر رضی اللہ عنہ کی ڈاک کے ساتھ بھیجا تھا۔ [1]

فاروقی فتوحات کے چند اہم نتائج:

۱: فارس کی ساسانی اور روم کی بازنطینی حکومتوں کا صفحہ ہستی سے نشان مٹ گیا اور ان دونوں کے زوال سے فارس اور روم کے درمیان زمانے سے چلی آ رہی جاہلی جنگ اور قتل و خونریزی جس نے دونوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا اور جن کا مقصد اقتدار پر قابض رہنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔

۲: مشرق میں حدود چین سے لے کر پچھم میں حدود مغرب تک اور جنوب میں بحیرۂ عرب سے لے کر شمال میں ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی کرۂ زمین کے قلب میں ایک عالمی قیادت وجود میں آئی، ایسی جدید اور لیاقت مند قیادت جسے دنیائے انسانیت نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

۳: تمام لوگوں پر ربانی منہج کی سرپرستی قائم ہوئی جب کہ عقیدہ و مذہب کی تبدیلی کے لیے کسی کو مجبور نہیں کیا گیا اور نہ کالے گورے کی کوئی تمیز کی گئی بلکہ سارے لوگوں کو اللہ کی شریعت کی نگاہ میں یکساں شمار کیا گیا، صرف تقویٰ معیار برتری قرار پایا اور لوگوں نے شریعت الٰہی کو اپنی زندگی میں نافذ کر کے امن و راحت، غلبہ و اقتدار، روزی میں وسعت اور زندگی میں خیر و برکت محسوس کی۔

۴: پوری دنیائے انسانیت میں ایک امتیازی شان کے ساتھ امت مسلمہ کا ظہور ہوا، یعنی توحید اور اسلامی شریعت نے سب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا، رنگ پرستی، نسل پرستی اور وطنیت پرستی جیسی غلامی کی بیڑیوں سے لوگوں کو آزاد کیا۔ ہر رنگ و نسل کے لوگ قائد بنے اور امت محمدیہ کی نگاہ میں ان کا اونچا مقام و مرتبہ رہا۔ عصبیت و تفریق کی بنیاد پر نہ کبھی ان پر انگلی اٹھائی گئی اور نہ ان کا مرتبہ کم ہوا۔ چنانچہ اخلاص اور عدل و مساوات کا یہی جذبہ تھا کہ وہ اپنے مقابل کی فوجوں سے کہا کرتے تھے: اگر تم نے ہمارا دین قبول کر لیا تو ہم تم میں اللہ کی کتاب قرآن مجید چھوڑ کر چلے جائیں گے اور جب تک تم اس کے احکامات کے مطابق عمل کرتے رہو گے تمہیں اپنے سارے معاملات میں اختیار ہوگا، تمہیں تمہارا ملک دے کر ہم واپس

[1] تاریخ الطبری: ۵/ ۲۵۹، أشهر مشاهير الإسلام: ۲/ ۳۵۹.

Marfat.com

چلے جائیں گے۔ ❶

:5 کامل، متوازن اور نظم ونسق سے بھرپور ربانی تہذیب کو دنیا میں نمایاں حیثیت ملی، ایسی تہذیب جس نے شریعت ربانی کو اوّلیت دیتے ہوئے تمام قوموں اور امتوں کے جذبات واحساسات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ نظام الٰہی اور شرعی احکام کی پابندی کی شرط پر بلا امتیاز رنگ ونسل دنیا کے تمام انسانوں کو اپنی رکنیت میں جگہ دی۔ اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ انسانی تہذیب کے کارواں کے مثالی قائد بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ آپ کی یہ قیادت ہمارے سامنے ایک ایسے انسان کے درخشندہ کارناموں کی تصویر کشی کرتی ہے جو قوی تھا، مومن تھا اور اسلامی شریعت کا عالم تھا، جس نے اللہ کی شریعت کو تقویت دینے، اس کے دین کو غالب کرنے، انسانوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لانے، انہیں دولت وانسانوں کی پرستش سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف بلانے، انسانیت کی خدمت کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی حکومت، فوج، رعایا، تجربات اور تمام تر وسائل واسباب کو میدان عمل میں جھونک دیا اور اس فرمان الٰہی کی دنیا میں سچی تصویر قائم کر دی:

﴿ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ ﴾ (الحج: ٤١)

"وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔"

اسلامی فتوحات نے دین اسلام کے سائے میں ایک اعلیٰ انسانی تہذیب کو جنم دیا، وہ تہذیب جسے ہم تہذیب ربانی کہتے ہیں اور اس کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں کہ زندگی، کائنات اور انسان کے بارے میں اسلامی نظریہ کو سامنے رکھ کر ہر دور میں روئے زمین پر اللہ کی حکومت باقی رکھنے کے لیے تمام تر انسانی سرگرمیوں کو ایک کے ماتحت متحرک بنانے کا نام ربانی تہذیب ہے۔ ❷

---

❶ دراسات فی عهد النبوة، الشجاع، ص: ۳۷۰.

❷ الإسلام والحضارة، الندوة العالمية للشباب الإسلامي: ۱/ ۹۰.

Marfat.com

(۵)

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری ایام

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک عادل مومن، پاک طینت وتقویٰ شعار مجاہد، قوی اور امانت دار خلیفہ کی زندہ مثال تھے، امت مسلمہ اور اسلامی عقائد کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعہ تھے۔ آپ نے دین وعقیدہ اور اس کے متبعین جس کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں تھی، کی خدمت کے لیے اپنی پوری خلافت وقف کر دی تھی۔ آپ بیک وقت پورے اسلامی لشکر کے قائد اعلیٰ (جنرل کمانڈر)، امت کے مجتہد فقیہ اور بے داغ انصاف پرور قاضی تھے۔ اپنی رعایا کے ہر چھوٹے بڑے، کمزور وطاقتور اور فقیر و مالدار کے لیے مشفق باپ کی طرح تھے، اللہ اور اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لائے تھے، آپ ایک منجھے ہوئے تجربہ کار سیاستدان، دور اندیش، حکیم ودانا اور منتظم کار تھے، آپ نے اپنی قیادت میں امت کے ڈھانچے کو مضبوط کیا۔ آپ کے دور حکومت میں اسلامی سلطنت کی بنیادیں مستحکم ہوئیں اور آپ ہی کی قیادت میں فارس اور دیگر جنگی محاذوں پر بڑی بڑی فتوحات ہوئیں، قادسیہ، مدائن، جلولاء اور نہاوند فتح کرنے کے ساتھ شام اور مصر جیسے بڑے ممالک کو روم کی بازنطینی حکومت سے چھینا گیا[1] اور جزیرۂ عرب کے پڑوس کے بیشتر شہروں میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ آپ کی خلافت فتنوں کے سدباب کے لیے ایک مضبوط ومستحکم دیوار تھی۔ فتنوں کو زیر کرنے کے لیے آپ بذات خود ایک بند دروازہ تھے، آپ کی زندگی میں شر پسندوں کو مسلم معاشرے میں فتنہ انگیزی کی طاقت نہ تھی، جب تک آپ کی حکومت رہی فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔[2]

فتنوں سے متعلق سیّدنا عمر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کے درمیان گفتگو:

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا: فتنے کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے یاد ہے اور حرف بحرف یاد ہے۔ آپ نے فرمایا: سناؤ! تم بڑے بہادر باپ کے بیٹے ہو، بہت ذہین فطین ہو۔ میں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ .))

---

[1] الخليفة الفاروق عمر بن خطاب، العاني، ص:١٥١ . [2] الخلفاء الراشدون، خالدي، ص:٧٧ .

Marfat.com

''آدمی گھر بار، مال و دولت، اپنے اہل وعیال، پڑوسی اور اپنی ذات سے متعلق جس فتنہ میں گرفتار ہوتا ہے اس کے لیے نماز، روزہ، صدقات وخیرات اور امر بالمعروف (بھلائیوں کا حکم دینا) ونہی عن المنکر (برائیوں سے روکنا) کفارہ بن جاتے ہیں۔''

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ (چھوٹے چھوٹے) فتنے نہیں پوچھتا بلکہ ان فتنوں کے بارے میں پوچھتا ہوں جو سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہے ہوں گے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو ان فتنوں سے کیا خوف ہے؟ آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان تو ایک بند دروازہ ہے۔ آپ نے پوچھا: بھلا یہ دروازہ توڑ ڈالا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں، بلکہ توڑ ڈالا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو وہ دروازہ کبھی بند نہ ہوگا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی ابووائل کہتے ہیں، میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کو جانتے تھے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، ایسے ہی جیسے کہ یقین ہے کہ آج کی رات کل کے دن سے پہلے ہے۔ (یقین کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی تھی جو اٹکل پچو نہ تھی۔ ابووائل کہتے ہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنے میں ہم ڈرے کہ وہ دروازہ کون تھا، اس لیے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم پوچھو۔ چنانچہ مسروق نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ [1]

اس حدیث میں حذیفہ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اطلاع دے رہے ہیں کہ آپ ہی وہ بند دروازہ ہیں جو مسلمانوں کو فتنوں کے تھپیڑوں سے بچاتا ہے اور یہ دروازہ عنقریب توڑ ڈالا جائے گا، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پھر قیامت تک یہ دروازہ بند نہ ہوگا، اور یہی عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھا بھی تھا کہ اب مختلف قسم کے فتنے مسلمانوں میں منتشر ہوں گے، فتنوں کے ان طوفانوں کو یکسر مٹا دینا تو دور کی بات ہے کچھ عرصے کے لیے بھی ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات من مانی نہ تھی اور نہ یہ ان کے ذاتی اندیشے تھے، بلکہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا تھا اور جس طرح سنا تھا اسی طرح اسے یاد رکھا تھا۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا: ''میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی تھی جو اٹکل پچو نہ تھی، یعنی صحیح اور سچی حدیث تھی، اس میں غلط بیانی اور جھوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس لیے کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے سنا تھا۔''

دوسری طرف سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس صدق بیانی کی حقیقت جانتے تھے، آپ کو بخوبی اندازہ تھا کہ میری خلافت ایک آہنی دروازہ ہے جو مسلمانوں کو فتنوں کے تھپیڑوں سے بچاتا ہے اور جب تک میری خلافت اور میری زندگی ہے فتنے مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ [2] بزبان رسالت آپ نے اپنے متعلق یہ پیشین گوئی سن لی تھی کہ آپ قتل کیے جائیں گے اور شہید بن کر اللہ سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

[1] صحیح البخاری مع الفتح، الفتن، حدیث نمبر ۷۰۹۶۔ [2] الخلفاء الراشدون، خالدی، ص: ۷۹۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے، پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور کہا:

((أُثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ .)) ❶

''اے احد پہاڑ! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔''

۱: ۲۳ھ میں زندگی کے آخری حج سے واپسی پر دعا:

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جب منیٰ سے روانہ ہوئے تو ابطح میں اپنا اونٹ بٹھایا اور سنگریزے جمع کر کے ایک چبوترہ بنایا اور اس پر اپنی چادر کا کنارہ ڈال دیا، پھر اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے: ''اے اللہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، قوتیں جواب دے رہی ہیں، رعایا روئے زمین پر پھیل چکی ہے، تو مجھے اب اٹھا لے، درآنحالیکہ میرا دامن عجز و ملامت سے پاک ہو۔'' پھر آپ مدینہ تشریف لائے۔ ❷

۲: شوقِ شہادت:

زید بن اسلم اپنے باپ سے اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی: ''اے اللہ! تو اپنے دین کی خاطر اپنے نبی کے شہر میں شہادت کی موت عطا فرما'' اور ایک روایت میں ہے کہ: ''اے اللہ! میری روح اس حالت میں پرواز کرے کہ تیرے راستے میں ہوں اور تیرے نبی کے شہر میں ہوں۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''پتہ نہیں میری یہ مراد کب پوری ہوگی؟'' پھر کہتے: ''جب اللہ چاہے گا مجھے ایسی ہی موت دے گا۔'' ❸

یوسف بن حسین بن عبدالہادی ان روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ''شہادت کی تمنا کرنا مستحب ہے، اسے موت کی تمنا کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب موت کی تمنا کرنا شرعاً حرام ہے تو پھر یہاں دونوں موتوں میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت کی تمنا کا مطلب ہے کہ وقت سے قبل موت کو جلدی طلب کرنا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ انسان کی درازی عمر اسے بھلائی کا موقع دیتی ہے اور شہادت کی تمنا قبل از وقت نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ عمر کے خاتمہ کے وقت شہادت نصیب ہو۔ گویا طلب شہادت میں وقت سے قبل موت کی طلب نہیں ہوتی بلکہ موت کے وقت شہادت کی فضیلت مطلوب ہوتی ہے۔'' ❹

---

❶ صحيح البخاري مع الفتح ، فضائل أصحاب النبي ﷺ حديث نمبر: ٣٦٧٥ .

❷ تاريخ المدينة ٣/ ٨٧٢ ، سعید بن مسیب تک اس کی سند صحیح ہے۔

❸ الطبقات الكبرىٰ ، ابن سعد ٣/ ٣٣١ اس کی سند حسن ہے۔ تاريخ المدينة: ٣/ ٨٧٢ .

❹ محض الصواب فی فضائل أمير المومنين عمر بن خطاب: ٣/ ٧٩١ .

Marfat.com

۳: عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ کا خواب:

عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں میں نے خواب دیکھا (1) کہ آسمان سے ایک رسی لٹک رہی ہے، لوگ آگے بڑھ بڑھ کر اسے پکڑنا چاہتے ہیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے تین گز سبقت لے گئے اور اسے پکڑ لیا۔ میں نے سوچا اس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے؟ پھر خیال آیا کہ وہ اس دنیا میں اللہ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوں گے، حق کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے اور شہادت کی موت مریں گے۔ عوف کہتے ہیں کہ صبح ہوئی تو میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور واقعہ کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا: اے لڑکے! جاؤ اور ابوحفص (عمر رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے کہا: اے عوف! تم نے جس طرح خواب دیکھا ہے ان سے بیان کرو۔ جب میں خواب بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا کہ ''اس دنیا میں وہ اللہ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوں گے'' تو عمر رضی اللہ عنہ بول پڑے کہ کیا سونے والا یہ سب دیکھ سکتا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنا خواب بتاتے رہو۔ (2) پھر جب عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ حکومت میں باب جابیہ پر آئے اور خطاب کر رہے تھے تو مجھے دورانِ خطاب میں بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا، جب خطاب سے فارغ ہوئے تو کہا: اپنا خواب مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: کیا آپ نے مجھے اسے بیان کرنے سے روک نہیں دیا تھا؟ آپ نے کہا: اے فلاں! میں نے تمہیں دھوکا دیا تھا۔ (3)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ نے اس خواب کا انکار نہیں کیا تھا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، بلکہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے شرمندہ ہونے کی وجہ سے ایسا کہا تھا۔ تم مجھے پورا خواب بتاؤ۔ (4) جب میں پورا خواب بتا چکا تو آپ نے کہا: جہاں تک خلافت کی بات ہے تو تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میں اس پر فائز ہوں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں حق کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتا، تو مجھے امید ہے کہ اس سلسلہ میں اللہ کو میرے موقف کی خبر ہوگی اور جہاں تک یہ بات ہے کہ میں شہادت کی موت مروں گا، تو کیسے ہوگی میری وہ شہادت جب کہ میں جزیرہ عرب میں ہوں۔ (5)

۴: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے متعلق ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا خواب:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، انہوں نے کہا کہ: میں نے خواب دیکھا کہ عمدہ نسل کے بہت سارے گھوڑوں کو میں لیے ہوئے ہوں، لیکن سب یکے بعد دیگرے کمزور اور سست ہوتے چلے گئے، صرف ایک اپنی حالت پر باقی رہا۔ میں اسے لے کر ایک پہاڑ کے پاس آیا جس پر کھڑا ہونا ممکن نہ تھا، میں نے دیکھا کہ وہاں

---

(1) النہایۃ: ۲/ ۳۲۹.   (2) محض الصواب: ۳/ ۸۶۹.

(3) تاریخ المدینۃ: ۳/ ۹۶۸، ۸۶۹ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن مسعوری کو چھوڑ کر بقیہ سب راوی صحیح ہیں اور یہ سند حسن ہے۔

(4) الطبقات الکبری، ابن سعد: ۳/ ۳۳۱۔ محض الصواب: ۳/ ۳۶۸.   (5) محض الصواب: ۳/ ۸۶۹.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، وہ عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کر کے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا: آپ اس خواب کی اطلاع عمر رضی اللہ عنہ کے نام لکھ کر کیوں نہیں بھیج دیتے؟ انہوں نے کہا: میں ان کو ان کی موت کی خبر نہیں دینا چاہتا۔ ❶

۵: مدینہ میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری خطبہ جمعہ:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۱ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو اپنی زندگی کا جو آخری خطبہ جمعہ دیا تھا اس کے کچھ حصے کو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے، اس میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں اپنے خواب کو لوگوں سے بیان کیا اور خود ہی اس کی تعبیر بھی بتائی۔ خطبہ کے دوران کہا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں اسے اپنی موت کا پیغام سمجھتا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مرغے نے مجھے دو ٹھونگیں ماری ہیں اور کچھ لوگ مجھ سے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کی نامزدگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین، خلافت اور اسلامی شریعت کو ضائع نہیں کرے گا، پس اگر میں جلد ہی اس دنیا سے چل بسوں تو ان چھ افراد کی شورائیت سے خلافت نافذ ہوگی جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک خوش تھے۔ ❷

۶: زخمی ہونے سے قبل سیّدنا عمر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے چار دن پہلے، یعنی ۲۳ ذی الحجہ بروز اتوار دو صحابہ یعنی حذیفہ بن یمان اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ عراق میں دریائے دجلہ کے پانی سے سیراب کی جانے والی کھیتیوں اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے پانی سے سیراب کی جانے والی کھیتیوں کا خراج متعین کرنے پر مقرر تھے۔ آپ نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں نے کیسے خراج کا اندازہ مقرر کیا ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ کہیں زمین کے خراج میں تم نے وہ اندازہ نہ مقرر کر لیا ہو جس کی اس میں صلاحیت نہیں؟ دونوں نے کہا: نہیں، بلکہ ہم نے اتنا ہی اندازہ لگایا ہے جتنی اس میں صلاحیت ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحیح سالم زندہ رکھا تو عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہ جائیں گی۔ لیکن اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا اس گفتگو کے چار دن بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ❸

۷: مدینہ میں جنگی غلاموں کی رہائش پر فاروقی پابندی:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ مفتوحہ علاقوں کے جنگی غلاموں کو دارالخلافہ مدینہ منورہ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ عراق اور فارس کے مجوسیوں اور شام و مصر کے نصاریٰ کو آپ مدینہ میں رہائش اختیار کرنے کی اس وقت

❶ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۳۳۲ اس کی سند صحیح ہے۔

❷ الموسوعة الحديثية، مسند أحمد، حديث نمبر: ۸۹ اس کی سند صحیح ہے۔

❸ الخلفاء الراشدون، خالدی، ص:۸۲، صحیح البخاری، حدیث نمبر ۳۷۰۰.

Marfat.com

تک اجازت نہ دیتے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ دراصل آپ کا یہ موقف آپ کی بالغ نظری اور حکمت و دور اندیشی کی بہت بڑی دلیل ہے، بلاشبہ اس مغلوب وشکست خوردہ قوم کے دل میں اسلام کی کوئی جگہ نہ ہوتی، وہ اسلام کے خلاف بغض و عداوت کو دل میں زندہ رکھتے اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف مکروفریب اور سازشیں کرتے۔ اس لیے آپ نے مدینہ منورہ میں ان کی رہائش قطعاً ممنوع قرار دی تھی تاکہ مسلمان ان کے شروفساد سے محفوظ رہیں۔ لیکن چند صحابہ کرام کے پاس انہی نصاریٰ اور مجوسیوں میں سے کچھ جنگی غلام تھے، انہوں نے آپ سے اصرار کیا کہ ہمارے ماتحت ان غلاموں کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دیجیے تاکہ ہم اپنے کاروبار اور ضروریات میں ان سے خدمت لے سکیں، چنانچہ آپ نے بادل ناخواستہ انہیں مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور اس کا انجام وہی ہوا جس کی آپ کو توقع تھی اور جس سے آپ خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ [1]

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور جدید قیادت کے لیے مجلس شوریٰ

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس دن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے میں فجر کی نماز میں صف بندی کیے کھڑا تھا، میرے اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ جب دو صفوں کے بیچ سے گزرتے تو فرماتے: صفیں درست کر لو۔ جب صفیں درست ہو جاتیں تو آپ آگے بڑھتے اور تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرتے۔ عموماً سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اسی طرح کی کوئی لمبی سورت پہلی رکعت میں تلاوت کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ پہلی رکعت پا لیں۔ (آج آپ نے) اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع ہی کی تھی کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا: کتے نے مجھے مار ڈالا، یا کہا: کھا لیا۔ پھر یہ مجوسی مردود اپنا دو دھاری چھرا لے کر بھاگا، دائیں بائیں جو مسلمان بھی ملا اسے زخمی کرتا ہوا بھاگتا رہا، یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا، ان میں سے سات لوگ مر گئے۔ یہ حال دیکھ کر ایک مسلمان شخص نے اس پر اپنا جبہ پھینک کر پھنسا لیا، جب اس نے سمجھا کہ اب میں پکڑ لیا جاؤں گا تو اس نے اپنے آپ کو ذبح کر لیا۔ ادھر عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو امام بنا دیا (کہ نماز پوری کریں) جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے، انہوں نے تو یہ سب حال دیکھا اور دور والے مقتدیوں کو یہ خبر ہی نہیں ہوئی، مگر قرأت میں انہوں نے جب عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنی تو سبحان اللہ کہنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی سے ہلکی پھلکی نماز پوری کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: دیکھو تو میرا قاتل کون ہے؟ کچھ دیر تک وہ گھومے (خبر لیتے رہے) پھر آئے اور کہنے لگے: مغیرہ کا غلام۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہی کاریگر غلام؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اسے غارت کرے، میں نے اس کے ساتھ

[1] الخلفاء الراشدون: خالدی، ص:۸۳.

Marfat.com

بھلائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے، اس نے مجھ کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل نہیں کرایا جو خود کو مسلمان کہتا ہو۔ اے ابن عباس! تم اور تمہارے والد یہ چاہتے تھے کہ یہ مجوسی غلمٹے مدینہ میں خوب آباد ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بہت زیادہ غلام تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر آپ کہیں تو ان سب غلمٹوں کو قتل کرا دوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یہ کیا غلطی کر رہے ہو، جب وہ تمہاری عربی زبان بولنے لگے، تمہارے قبلے کی طرف نماز پڑھنے لگے اور تمہاری طرح حج کرنے لگے تو پھر کیوں کر قتل کر سکتے ہو؟ پھر عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر اٹھا کر لائے گئے، ہم بھی ان کے ساتھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مسلمانوں پر اس سے پہلے کوئی مصیبت ہی نہیں گزری۔ کوئی کہتا تھا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی کہتا تھا: مجھ کو تو ڈر ہے (وہ جان بر نہ ہوں گے)۔ پھر آپ کو کھجور کا شربت پلایا گیا۔ آپ نے اسے پیا تو پیٹ سے باہر نکل گیا، پھر دودھ لایا گیا، آپ نے اسے بھی نوش کیا، لیکن وہ بھی زخم سے باہر نکل پڑا۔ اب سب نے جان لیا کہ آپ بچنے والے نہیں، عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس گئے، اور لوگ بھی آئے، سب ان کی تعریف کر رہے تھے...... آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور کہا: عبداللہ! دیکھو کہ میرے اوپر قرض کتنا ہے؟ لوگوں نے حساب کیا تو چھیاسی ہزار درہم یا کم و بیش کچھ ایسا ہی قرض نکلا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میری اولاد کا مال اس قرض کو کافی ہے تو ان کے مالوں میں سے یہ قرض ادا کر دینا، ورنہ (میری قوم) بنی عدی بن کعب سے سوال کرنا، اگر ان سے بھی یہ قرض ادا نہ ہو سکے تو قریش کے لوگوں سے مانگنا، بس قریش کے سوا اوروں سے نہ مانگنا۔ اس طرح میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور (اے عبداللہ) تم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے، یہ نہ کہنا کہ امیر المومنین سلام کہتے ہیں۔ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں۔ پھر ان سے یہ کہنا کہ عمر آپ سے اجازت مانگتا ہے۔ اگر اجازت دیجیے تو وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ حجرے میں دفن ہو۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ گئے اور سلام کر کے اندر جانے کی اجازت مانگی، پھر اندر گئے تو دیکھا کہ وہ خود عمر رضی اللہ عنہ کے غم میں رو رہی تھیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کیے جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ جگہ تو میں نے اپنے لیے رکھی تھی مگر آج میں ان کو اپنی ذات پر مقدم رکھوں گی۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ لوٹ کر آئے تو لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ عبداللہ آ گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ کو ذرا اٹھاؤ۔ ایک شخص نے ان کو اٹھا کر اپنے اوپر ٹیک دے دی۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہو، کیا خبر لائے ہو؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہی جو آپ کی آرزو تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: الحمد للہ، میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ اہم نہ تھی اب جب میں مر جاؤں تو میرا جنازہ اٹھا کر لے جانا تو ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو سلام کہنا اور کہنا: خطاب کا بیٹا عمر آپ سے اجازت چاہتا ہے۔ اگر وہ اس وقت بھی اجازت دیں تو میری لاش حجرے میں لے جانا اور دفن کر دینا، ورنہ مسلمانوں کے مقبرے (بقیع غرقد) میں دفن کر دینا۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ: جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم

Marfat.com

آپ کی میت لے کر نکلے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو سلام عرض کیا اور کہا: عمر، خطاب کا بیٹا آپ سے اجازت چاہتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: لے جاؤ، حجرے میں دفن کر دو۔ چنانچہ آپ حجرے میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کر دیے گئے۔ ❶

بعض دوسری روایات میں کچھ مزید تفصیلات ملتی ہیں جن کا ذکر عمرو بن میمون کی اس روایت میں نہیں ہے۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سحری کے وقت زخمی کیے گئے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے آپ کو خنجر مارا تھا، وہ ایک مجوسی غلام تھا۔ ❷

اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابولؤلؤ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مجوسی غلام تھا اور آٹا تیار کرنے والی چکی کا کاریگر تھا، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس سے روزانہ چار درہم وصول کرتے تھے۔ ابولؤلؤ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اے امیر المومنین! مغیرہ نے مجھ پر محصول کافی گراں کر دیا ہے، آپ ان سے کہیں کہ کم کر دیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ سے ڈرو اور اپنے مالک کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس سے یہ کہنے کے باوجود آپ کی نیت تھی کہ مغیرہ سے ملیں گے اور محصول کم کرنے کے لیے ان سے کہیں گے، لیکن غلام، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات پر سخت غصہ ہو گیا، اور کہا: میرے علاوہ پوری دنیا کے لیے آپ کا انصاف ہے؟ اور اسی وقت آپ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ پھر اس نے ایک خنجر بنایا، جس کے بیچ میں دستہ اور دونوں طرف نیزے کے پھل تھے، اس کی دھار کو خوب تیز کیا، پھر اسے زہر آلود کیا اور ہرمزان کے پاس لایا اور اس سے کہا: اس خنجر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے خیال میں اس خنجر سے جس پر تم وار کرو گے اسے قتل ہی کر دو گے۔ پھر ابولؤلؤ، عمر رضی اللہ عنہ کی تاک میں رہنے لگا۔ ایک دن فجر کی نماز میں وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہوا، عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے معمول کے مطابق آج بھی نمازیوں سے کہا: اپنی اپنی صفیں درست کر لو۔ صفوں کی درستی سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع ہی کی تھی کہ اسی لمحہ ابولؤلؤ نے خنجر سے ایک وار آپ کے کندھے پر اور دوسرا وار پہلو پر کیا، پھر آپ زمین پر گر گئے۔ ❸ عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب آپ کو خنجر کی ضرب لگی تو میں نے آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۝٣٨﴾ (الاحزاب: ۳۸)

"اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیے ہوئے ہیں۔"

اپنے بعد انتخاب خلیفہ کے لیے جدت طرازی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات تک امت مسلمہ کی وحدت اور اس کے بہترین مستقبل کی فکر دامن گیر تھی۔ حالانکہ آپ اس وقت کاری زخموں کی تکلیفوں سے دوچار تھے، بلاشبہ یہ یادگار لمحات ہیں اور ان لمحات

❶ صحیح البخاری، فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۳۷۰۰.

❷ صحیح التوثیق فی سیرة حیاة الفاروق، ص:۳۶۹. ❸ صحیح التوثیق فی سیرة حیاة الفاروق، ص:۳۶۹.

Marfat.com

میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گہرا ایمان، سچا ایثار اور کامل اخلاص نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے۔ ❶ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے موت وحیات کی کشمکش اور زندگی کے نازک ترین مرحلے میں نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے ایسا جدید طریقہ ایجاد کیا جس کی ماقبل میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ انتخاب خلیفہ کے باب میں آپ کی یہ جدت طرازی اس بات کی غماز ہے کہ اسلامی سلطنت کو چلانے میں آپ کو عمیق سیاسی بصیرت کا ملکہ تھا۔ آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے لیکن صریح لفظوں میں کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ممتاز و بزرگ صحابہ سے مشورہ لینے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امت مسلمہ کا خلیفہ نامزد کر دیا۔ لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بستر مرگ پر تھے اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو آپ نے کچھ دیر خاموشی سے غور وفکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ وقت کا تقاضا ہے کہ نامزدگی کا کوئی دوسرا اصول وضع کیا جائے، جو اس تقاضے کو پورا کر سکے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت تمام مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور اسلام لانے میں ان کی سبقت وقربانی کے معترف تھے، ان کی خلافت پر اختلاف رونما ہونے کا احتمال بہت ہی کم تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے امت محمدیہ کو یہ رہنمائی کر دی تھی کہ میرے بعد ابوبکر ہی میرے خلیفہ بننے کے زیادہ مستحق ہیں اور جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کیا تو آپ کو بخوبی اندازہ تھا کہ تمام صحابہ اس بات پر قانع و متفق ہو جائیں گے کہ عمر رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ قوی، با صلاحیت، افضل اور اس لائق ہیں کہ ذمہ داری کو نبھا سکیں۔ اس لیے ممتاز و بزرگ صحابہ سے مشورہ لینے کے بعد انہیں خلیفہ نامزد کر دیا اور کسی نے مخالفت نہیں کی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت پر سب کا اجماع ہو گیا۔ ❷

رہے عمر رضی اللہ عنہ، تو آپ نے نئے خلیفہ کے انتخاب کا یہ طریقہ ایجاد کیا کہ چھ صحابہ کی ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی، وہ سب صحابہ بدری تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی کے آخری لمحات تک ان سے خوش تھے اور معمولی تفاوت کے ساتھ سب کے سب قائدانہ صلاحیت کے مالک تھے۔ آپ نے اس کمیٹی کے سامنے واضح کر دیا کہ انتخاب کا طریقہ کیا ہو گا، کتنے دنوں میں انتخاب کر لینا ضروری ہے اور یہ کہ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے کتنے ووٹ کافی ہوں گے۔ نیز یہ بتا دیا کہ ووٹ برابر ہو جائیں تو فیصل اور مرجح کون ہو گا؟ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے چند پاک طینت وتقویٰ شعار لوگوں کو مجلس شوریٰ کی نگرانی پر مقرر کر دیا کہ وہ ان لوگوں کی انتخابی کارروائی پر نظر رکھیں گے اور جو جماعت کی مخالفت کرے گا اسے سزا دیں گے۔ آپ نے ہنگامہ آرائی کے تمام دروازوں کو یہ کہہ کر بند کر دیا کہ اہل حل وعقد کی مجلس شوریٰ میں جو کچھ باتیں ہوں وہ باہر نہ جائیں اور نہ کوئی اندر جا کر انہیں سنے۔ ❸

---

❶ الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب/ العاني ص:١٦١ . ❷ أوليات الفاروق ، ص:١٢٢ .

❸ اوليات الفاروق ، ص:١٢٤ .

اب مذکورہ چند جملوں میں مختصراً جن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل بتائی جا رہی ہے:

الف: مجلس شوریٰ کے اراکین اور ان کے نام:

یہ مجلس چھ ارکان پر مشتمل تھی، ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں: عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں شامل نہیں کیا، حالانکہ آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ چونکہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انہیں شامل نہیں کیا۔ ❶

ب: خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ:

آپ نے مجلس شوریٰ کے اراکین کو حکم دیا تھا کہ ان کے انتقال کے بعد کسی ایک کے گھر میں جمع ہو جائیں اور مشورہ کریں۔ اس مجلس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی بحیثیت مشیر کے شریک کر لیں، لیکن خلافت میں حصہ دار بننے کا انہیں کوئی حق نہ ہوگا۔ خلیفہ کے انتخاب تک صہیب رومی رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کریں گے، مقداد بن اسود اور ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہما کو اس بات پر مامور کیا کہ انتخابی کارروائی کی نگرانی کریں۔ ❷

ج: انتخاب اور مشاورت کی مدت:

آپ نے انتخابی مدت تین دن مقرر کی تھی اور یہ مدت اپنے مقصد کے لیے کافی تھی کیونکہ انتخاب مدت میں زیادہ موقع دینا اختلاف کو ہوا دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ آپ نے سختی سے کہا: تین دن کے بعد چوتھا دن نہ آنے پائے کہ تمہارا امیر مقرر ہو جانا چاہیے۔ ❸

د: خلیفہ کے انتخاب کے لیے کتنے ووٹ کافی ہیں:

عام طور سے مشہور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کی چھ رکنی کمیٹی مقرر کرتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ وہ سب یکجا ہوں اور باہم مشورہ کریں اور یہ تحدید کر دی کہ اگر ان میں سے پانچ کسی پر متفق ہو جائیں اور ایک انکاری ہو تو اس کی گردن مار دی جائے اور اگر چار لوگ کسی ایک پر متفق ہو جائیں اور دو انکار کریں تو ان دونوں کی گردن مار دی جائے۔ ❹

لیکن یہ روایت غیر مستند روایات میں سے ہے، اس کا تعلق ان غیر معقول اور انوکھی روایات سے ہے جنہیں ابومخنف (رافضی) نے صحیح نصوص اور صحابہ کی بے داغ و پاک باز سیرتوں کے برخلاف ذکر کیا ہے۔ یہ روایت بالکل جھوٹی اور منکر ہے۔ کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے بارے میں ایسا کیوں کر کہہ سکتے ہیں جب کہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ پاک باز ہیں اور آپ ہی نے ان کی افضلیت اور مقام و

---

❶ البداية والنهاية: ٧/ ١٤٢، یہ آپ کے بہنوئی بھی تھے۔ (مترجم)

❷ أشهر مشاهير الإسلام فی الحرب والسياسة، ص: ٦٤٨.

❸ الطبقات الكبرٰی، ابن سعد: ٣/ ٣٦٤.

❹ تاريخ الطبری: ٥/ ٢٢٦.

Marfat.com

مرتبہ کو دیکھتے ہوئے یہ عظیم کام سونپا تھا۔ ❶

ابن سعد کی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انصار سے کہا: ان لوگوں کو تین دنوں کے لیے ایک گھر میں چھوڑ دو اگر کوئی بہتر نتیجہ لے کر نکلتے ہیں تو بہتر ہے ورنہ سب کی گردن مار دو۔ ❷ یہ روایت بھی سنداً منقطع ہے، نیز اس کی سند میں سماک بن حرب ہے جو ضعیف ہے اور آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ❸

اس باب میں ابن سعد کی وہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اس میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے کہا: تین دن لوگوں کی امامت کرو اور اس چھ نفری جماعت کو ایک گھر میں چھوڑ دو، یہ لوگ جسے خلیفہ منتخب کر لیں (اس کی اطاعت کرو) اور جو ان کی مخالفت کرے اسے قتل کر دو۔ ❹ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس اثر میں اس آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں جو ان منتخب اراکین کے انتخاب کی مخالفت کرے، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑے اور ان میں گروہ بندی پیدا کرے اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں کہی تھی:

((مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ .)) ❺

''جو شخص تمہارے پاس آئے، اس حال میں کہ تم اپنے میں سے کسی ایک کی امارت پر متفق ہو چکے ہو اور وہ آ کر تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہو اور تمہاری جماعت کو گروہوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہو تو اسے قتل کر دو۔''

ھ: اختلاف کے وقت فیصل کون ہو؟

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نصیحت کی تھی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان چھ لوگوں کے ساتھ مجلس شوریٰ میں شریک ہوں گے، البتہ انہیں خلافت کے سلسلہ میں کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اور ان سب سے کہا کہ اگر تین آدمی اپنے کسی ایک کو، اور تین اپنے کسی ایک کو خلافت کے لیے منتخب کر لیں تو عبداللہ بن عمر کو فیصل بنانا۔ جس کے حق میں وہ فیصلہ دے دیں اسے چاہیے کہ اپنے آدمی کو امیر منتخب کر لے اور اگر عبداللہ بن عمر کا فیصلہ منظور نہ ہو تو ان لوگوں کے ساتھ ہو جانا جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں گے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی نیکی اور تقویٰ شعاری کا ذکر کرتے ہوئے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف کیا ہی بہتر رائے دینے والے ہیں، نیک اور ہدایت یاب ہیں، اللہ کی طرف سے ان کی محافظت ہو رہی ہے، تم ان کی باتیں مانو۔ ❻

و: پاک طینت و تقویٰ شعار جماعت کے ذریعے سے انتخابی کارروائی کی نگرانی اور ہنگامہ آرائی پر قدغن:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان سے کہا: اے ابوطلحہ! اللہ نے تم لوگوں کے ذریعہ اسلام

❶ مرویات أبی مخنف من تاریخ الطبری، د/ یحییٰ الیحییٰ، ص:۱۷۵ .

❷ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۴۲. ❸ مرویات أبی مخنف من تاریخ الطبری، ص:۱۷۶ .

❹ الطبقات الکبریٰ ۳/ ۳۴۲. ❺ صحیح مسلم: ۳۔ ۶۰/ ۱۸۵۲ . ❻ تاریخ الطبری: ۵/ ۲۲۵ .

Marfat.com

کو سر بلند کیا، اپنے قبیلہ کے پچاس انصاری صحابہ کو ساتھ لے کر اس جماعت (مجلس شوریٰ) کی نگرانی کرو، یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔ ❶ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم لوگ مجھے میری قبر میں رکھ دو تو اس چھ رکنی جماعت کو ایک گھر میں بند کر دینا، یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔ ❷ الغرض آپ زندگی کے آخری لحات میں بھی جب کہ زخموں سے چور اور جان کنی کے عالم میں تھے، مسلمانوں کے معاملات کو بہتر سے بہتر بنانے سے غافل نہ ہوئے اور ایسے شورائی نظام کی بنیاد رکھی جسے آپ سے پہلے کسی نے انجام نہ دیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شورائی نظام کا ثبوت قرآن اور سنت میں موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی معاشرہ میں اس کا عملی نفاذ کیا ہے، اس لیے اصل دلیل کی رو سے عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے، البتہ آپ کی جدت طرازی یہ رہی کہ آپ نے شورائی نظام کو ایک اصولی شکل دے دی کہ اسی بنیاد پر خلیفہ کا انتخاب عمل میں آئے گا اور اصولی شکل یہ تھی کہ شورائیت کے لیے مخصوص تعداد میں مخصوص (اصحاب حل وعقد) لوگوں کو منتخب کیا۔ پس یہی جدت طرازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی میں نہ تھی، بلکہ سب سے پہلے اسے عمر رضی اللہ عنہ نے انجام دی اور یہ اقدام بہت ہی بہتر رہا کیونکہ اس وقت صحابہ کرام کے جو حالات تھے ان کے لیے اس سے بہتر اور کوئی مناسب طریقہ نہیں تھا۔ ❸

اپنے بعد کے خلیفہ کے لیے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد امت مسلمہ کی قیادت کرنے والے خلیفہ کو کافی اہم وصیت کی، آپ نے فرمایا:

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اولین مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی سبقت الی الاسلام کے حقوق کو پہچاننا، انصار کے ساتھ بھلائی کرنا، ان کی اچھائیوں کی قدر کرنا اور کوتاہیوں سے چشم پوشی کرنا، مفتوحہ ممالک کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ یہ دشمنوں کو دفع کرنے والے اور مال غنیمت جمع کرنے والے ہیں۔ صرف وہی کچھ لینا جو ان کی ضرورت سے زائد ہو، دیہات کے عرب باشندوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا کیونکہ یہی لوگ اصل عرب اور مادہ اسلام ہیں، ان کے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے محتاجوں میں تقسیم کر دینا، ذمیوں سے اچھا برتاؤ کرنا، ان کی طرف سے دفاع کرنا جب تک وہ خوشی خوشی یا زیردست بن کر مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہیں، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، گناہ کی پاداش میں اس کی پکڑ اور غصہ سے ڈرتے رہو، لوگوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، لیکن اللہ کے معاملے میں لوگوں سے نہ ڈرو، رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرنا، ان کی ضروریات کی تکمیل میں لگے رہنا، سرحدوں کی حفاظت کرنا،

❶ تاريخ الطبرى ٥/ ٢٢٥. ❷ تاريخ الطبرى ٥/ ٢٢٥. ❸ أوليات الفاروق، السياسية: ص١٢٧.

Marfat.com

مال داروں کو محتاجوں پر ترجیح نہ دینا، اسی میں ان شاء اللہ تمہارے دل کی سلامتی، گناہوں کی معافی اور انجام کی بہتری ہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں تم اس ہستی (اللہ) تک پہنچ جاؤ جو تمہارے بھیدوں سے واقف ہے اور تمہارے اور تمہارے دل کے مابین حائل ہے۔ میرا حکم ہے کہ اللہ کے حقوق، حدود اور اس کے مجرموں کے تئیں ہمیشہ سخت رہنا، خواہ وہ قریبی ہوں یا اجنبی۔ اس سلسلے میں کسی کے لیے تمہارے دل میں اس وقت تک کوئی نرم گوشہ نہ ہو جب تک کہ جرم کے مطابق اسے سزا نہ دے دو، رعایا کا ہر فرد تمہاری نگاہ میں یکساں ہو۔ حق کو حق دار تک پہنچانے میں کوئی تردد نہ کرو، اللہ کے دین کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔ مومنوں کے جس مال کا اللہ نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے اس کی تقسیم میں جانب داری نہ کرنا کہ کسی پر ظلم و زیادتی کرنے لگو اور اس چیز سے اپنے آپ کو محروم کر لو جس کے سلسلہ میں اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے۔ تم دنیا اور آخرت کے عظیم منصب پر فائز ہو، کشادگی اور اسباب دنیا کی فراوانی کے باوجود اگر تم نے دنیا میں عدل وانصاف اور پاک دامنی سے کام لیا تو اپنے ایمان کو مضبوط کیا اور اللہ کی رضا پائی اور اگر نفس پرستی کا تم پر غلبہ ہو گیا تو اللہ کے غیظ وغضب کو دعوت دی۔ ذمیوں پر خود یا کسی دوسرے کو ظلم کرنے کی قطعاً اجازت نہ دو۔ میں نے تمہیں جو کچھ نصیحتیں اور وصیتیں کیں ان کے ذریعے سے اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی بہتری تلاش کرو۔ میں نے تمہاری انہی چیزوں کی طرف رہنمائی کی ہے جس پر خود اپنے وجود اور اپنے لڑکے کو مائل کرتا ہوں۔ لہٰذا جو کچھ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے اسے اگر تم نے اچھی طرح یاد کر لیا اور عمل پیرا ہوئے تو اپنی خوش قسمتی اور اچھے بدلے کا پورا پورا حصہ لیا اور اگر تم نے اسے قبول نہ کیا، اس کو کوئی اہمیت نہ دی اور اللہ کی مقررہ حدود پر رکنے پر اکتفا نہ کیا تو تمہاری ناقدری ہو گی اور اس میں تمہاری اپنی رائے کا دخل ہو گا۔ کیونکہ خواہشات سارے انسانوں کے درمیان مشترک ہیں اور تمام غلطیوں کی جڑ ابلیس ہے جو ہر مہلک چیز کی طرف بلاتا ہے، اس نے تم سے پہلے کی گزشتہ قوموں کو گمراہ کر دیا، انہیں جہنم میں داخل کرایا اور جہنم کتنی بری جگہ ہے، اور انسان کی یہ کتنی بری کمائی ہے کہ اس کی قسمت میں اللہ کے دشمن کی دوستی آئے جو اللہ کی نافرمانیوں کی طرف ہمہ وقت دعوت دیتا ہے۔ حق پر جمے رہو، زندگی کی آخری سانس اسی پر بند ہو، اپنے آپ کو نصیحت کرتے رہو۔ اللہ کے واسطے مسلمانوں پر رحم کرنا، بڑوں کا احترام کرنا، چھوٹوں پر مہربانی کرنا اور علماء کی عزت وتوقیر کرنا، مسلمانوں کو مارنے اور ذلیل کرنے سے پرہیز کرنا، خود ان سے زیادہ مال فے نہ لینا، ورنہ انہیں ناراض کر دو گے۔ جب عطیات دینے کا وقت آ جائے تو انہیں واپس نہ لوٹاؤ ورنہ انہیں محتاج بنا دو گے۔ سرحدوں پر انہیں زیادہ دن نہ روکنا ورنہ خدشہ ہے کہ ان کی نسل ہی ختم ہو جائے۔ دولت صرف مالداروں

Marfat.com

کے ہاتھوں میں نہ گردش کرتی رہے، کمزوروں اور محتاجوں کے لیے اپنا دروازہ بند نہ رکھنا کہ طاقتور کمزور کو نگلنے لگے۔ یہ میری وصیت ہے اور اس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو السلام علیکم عرض کرتا ہوں۔'' ❶

اس وصیت کا ایک ایک کلمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت وسیاست کے تمام مسائل پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گہری نظر تھی اور آپ کی حکومت ایک نظام اور بہترین طریقہ عمل کی پابند تھی۔ ❷ یہ وصیت انتہائی اہم امور پر مشتمل ہے۔ اسے ایک گرانقدر دستاویزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اس میں ایک کامیاب حکومت کے ایسے بنیادی اصول وضوابط بتائے گئے ہیں جو دینی، سیاسی، فوجی، اقتصادی اور معاشرتی ہر پہلو سے مکمل ہیں۔ ان میں اہم ترین یہ ہیں:

ا: مذہبی پہلو:

مذہبی پہلو میں چند باتیں نمایاں ہیں، مثلاً:...

ا: ہمہ وقت اللہ کے تقویٰ، ظاہر و باطن اور قول وعمل میں خشیت الٰہی کے شدید اہتمام کی وصیت کی گئی ہے، اس لیے کہ جس آدمی کے دل میں اللہ کا تقویٰ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکتوں سے بچائے گا اور جس کے دل میں خشیت الٰہی ہوگی اس کی وہ حفاظت کرے گا اور گناہوں سے دور رکھے گا۔ چنانچہ کہا: ''میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔'' اور ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، گناہوں کی پاداش میں اس کی پکڑ اور غصہ سے ڈرتے رہو۔'' اور کہا: ''لوگوں کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو۔''

ب: اس بات کی وصیت ہے کہ ''حدود الٰہی کی تنفیذ میں قریبی اور اجنبی میں کوئی تفریق نہ کرنا۔'' ''حق کو حق دار تک پہنچانے میں کوئی تردد نہ کرو۔'' اور کہا: ''اللہ کے دین کے لیے کسی ملامت گر کی پروا نہ کرنا۔'' اس لیے کہ الٰہی حدود کی وجوبی تنفیذ پر شرعاً حکم آیا ہے، یہ دین کا ایک حصہ ہیں۔ اسلامی شریعت ہی حجت ہے، لوگوں کے اعمال و افعال کو اسی پر پرکھا جائے گا، شریعت سے غفلت برتنا گویا دین اور معاشرے کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

ج: اس وصیت میں استقامت اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، کیونکہ یہ چیز دین و دنیا کی ان اہم ضروریات میں سے ہے جسے سب سے پہلے حاکم وقت کو اپنے قول وعمل سے ثابت کرنا چاہیے، پھر یہ ذمہ داری رعایا کی ہے۔ ''اپنے آپ کو نصیحت کرتے رہو۔'' اور کہا: ''ان اعمال سے اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی بھلائی کے طالب بنو۔''

❶ الطبقات، ابن سعد: ۳/ ۳۳۹، البیان والتبیین، جاحظ: ۲/ ۴۶؛ جمهرة خطب العرب: ۱/ ۲۶۳، الکامل فی التاریخ: ۲/ ۲۱۰، الخلیفة الفاروق عمر بن خطاب، عانی، ص:۱۷۱، ۱۷۲.

❷ الإدارة الإسلامية فی عصر عمر بن الخطاب، ص:۳۸۱.

۲: سیاسی پہلو:

ا: عدل و انصاف کو لازم پکڑنے کی نصیحت ہے، اس لیے کہ یہی حکومت کی بنیاد ہے۔ رعایا میں عدل وانصاف کی تنفیذ حکومت کی مضبوطی، رعب و دبدبہ اور سیاسی و معاشرتی سنجیدگی عطا کرتی ہے۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں ایک طرف حاکم کا خوف اور دوسری طرف اس کا احترام جاگزیں ہوتا ہے۔ نصیحت کرتے ہوئے آپ نے کہا: ''رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرنا۔'' اور کہا: ''رعایا کا ہر فرد تمہاری نگاہ میں یکساں ہو۔''

ب: اولین مہاجرین وانصار پر خصوصی توجہ کی نصیحت ہے، اس لیے کہ انہی لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، اسلامی عقیدہ اور اس کی بنیادوں پر جو سیاسی نظام وجود میں آیا اسے انہی کے کندھوں نے سہارا دیا۔ یہی اس کے پاسبان اور محافظ رہے۔ پس وہ اس خصوصی اعزاز کے مستحق ہیں۔ آپ نے نصیحت میں فرمایا: ''اولین مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کے سبقت الی الاسلام کے حقوق پہچاننا، انصار کے ساتھ بھلائی کرنا، ان کی اچھائیوں کی قدر کرنا۔''

۳: فوجی پہلو:

ا: اس وصیت میں اسلامی فوج پر خصوصی توجہ دینے، اسے مناسب ڈھنگ سے تیار کرنے، ملکی امن وسلامتی کو برقرار رکھنے میں ان کے موثر کردار اور عظیم ذمہ داری کا انہیں احساس دلانے اور فوجیوں کی تکمیلِ ضروریات کی اہمیت کو نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ ''ان کی ضروریات کی تکمیل میں لگے رہنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا۔''

ب: حاکم وقت کو تعلیم دی گئی ہے کہ مجاہدین کو ان کے اہل وعیال سے دور سرحدوں پر لمبی مدت تک ٹھہرانے سے اجتناب کریں، اس لیے کہ اہل وعیال سے لمبی غیر حاضری کے نتیجے میں جنگجوؤں کو اکتاہٹ و بے چینی اور مقصد کے حصول میں ناکامی لاحق ہوسکتی ہے، چنانچہ مخصوص ایام میں متعینہ دنوں کے لیے انہیں چھٹی دینا ضروری ہے، تاکہ ایک طرف وہ آرام کرسکیں اور دوبارہ نئے عزم اور نئی قوت کے ساتھ میدان میں اتریں اور دوسری طرف اپنی بیویوں سے تعلقات قائم کر کے قلبی سکون حاصل کریں اور افزائش نسل کا سلسلہ باقی رکھیں۔ آپ کی نصیحت میں یہ بات تھی کہ ''انہیں سرحدوں پر زیادہ دن نہ روکنا ورنہ خدشہ ہے کہ ان کی نسل ہی ختم ہوجائے۔'' اور کہا: ''مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ وہ دشمنوں کو دفع کرنے والے ہیں۔''

ج: مال غنیمت اور عطیہ ووظیفہ میں ہر فوجی کا جتنا حق ہے اسے وقت پر دیتے رہنا ضروری ہے تاکہ اسے یہ احساس رہے کہ ہماری اور ہماری آل واولاد کی ایک مستقل آمدنی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دل لگا کر

Marfat.com

جہاد کرے گا اور مالی پریشانیوں سے بے فکر ہوگا۔ آپ نے نصیحت میں کہا ہے: ''خود ان سے زیادہ مال نہ لینا ورنہ انہیں ناراض کر دو گے، جب وہ عطیات لینے آئیں تو دے دینا ورنہ انہیں محتاج بنا دو گے۔''

۴: مالی واقتصادی پہلو:

ا: ملکی اموال کو لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ترازو سے تقسیم کرنا لازم ہے اور ان تمام طریقوں کا تدارک کرنا ضروری ہے جن سے صرف کسی ایک طبقہ میں دولت سمٹ کر رہ جاتی ہو اور دوسرے لوگ محروم رہتے ہوں۔ یہی مفہوم ہے آپ کی اس وصیت کا کہ ''دولت صرف مال داروں کے ہاتھوں میں نہ گردش کرتی رہے۔''

ب: ذمی لوگ جب تک مقررہ جزیہ وخراج ملک کو دیتے رہیں ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا جائز نہیں۔ فرمایا: ''ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا۔''

ج: رعایا کے مالی حقوق کی ضمانت لی جائے، اس میں انتہا پسندی سے اجتناب کیا جائے۔ وصیت میں کہا گیا ہے کہ: ''مفتوحہ ممالک کے باشندوں سے وہی کچھ لینا جو ان کی ضرورت سے زائد ہو۔'' اور کہا: ''دیہات کے عرب باشندوں میں ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لے کر انہی کے محتاجوں میں تقسیم کر دینا۔''[1]

۵: معاشرتی پہلو:

ا: رعایا کا اہتمام، اس کی خبر گیری، ضروریات کی تکمیل اور عطیات ووظائف سے ان کے مالی حقوق کی پوری پوری ادائیگی ضروری ہے۔ دوران وصیت میں آپ نے فرمایا تھا: ''جب عطیات دینے کا وقت آجائے تو انہیں واپس نہ لوٹاؤ۔''

ب: ذاتی ترجیحات، طرف داری اور خواہشات کی پیروی سے اجتناب لازم ہے، کیونکہ اس سے رعایا کی کج روی، معاشرتی فساد اور انسانی تعلقات میں بے چینی وبگاڑ کا قوی اندیشہ ہے۔ اسی لیے آپ نے کہا تھا: ''مومنوں کے جس مال کا اللہ نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے اس کی تقسیم میں جانب داری نہ کرنا۔'' اور ''مال داروں کو محتاجوں پر ترجیح نہ دینا۔''

ج: رعایا کے چھوٹے بڑے ہر فرد کا احترام کرنا اور اس کے سامنے خاکساری برتنا۔ اس لیے کہ اس سے انسانی ومعاشرتی تعلقات میں بھلائی وبرتری کا ظہور ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے رعایا کے دل میں اپنے قائد وحاکم کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ آپ کا کہنا تھا: ''اللہ کے لیے مسلمانوں پر رحم کرنا، بڑوں کا احترام کرنا، چھوٹوں پر مہربانی کرنا اور علماء کی عزت وتوقیر کرنا۔''

د: رعایا کے سامنے کشادہ ظرفی کا ثبوت دینا۔ بایں طور کہ ان کی شکایتیں سنی جائیں، اور انہیں انصاف دلایا جائے۔ ورنہ رعایا کے تعلقات کے درمیان اضطراب رونما ہوگا اور معاشرہ مختلف قسم کی پیچیدگیوں میں الجھ کر

[1] الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب ، عانی ، ص: ١٧٤ ، ١٧٥ .

Marfat.com

رہ جائے گا۔ ''کمزوروں اور محتاجوں کے لیے اپنا دروازہ بند نہ رکھنا کہ طاقتور کمزور کو نگلنے لگے۔''

ھ: حق بات پر جمے رہنا اور ہر حال میں معاشرہ میں حق کو عام کرنے کی پوری کوشش کرنا حاکم وقت کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسی معاشرتی ضرورت ہے جسے انسانی سماج میں نافذ کرنا قطعاً ضروری ہے۔ ''حق پر جمے رہو، زندگی کی آخری سانس اسی پر بند ہو۔'' اور کہا: ''رعایا کا ہر فرد تمہاری نگاہ میں یکساں ہو، حق کو حق دار تک پہنچانے میں کوئی تردد نہ کرو۔''

و: ظلم کی ہر شکل اور ہر نوعیت سے اجتناب لازم ہے، خاص طور سے ذمیوں کے ساتھ اس کی رعایت بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ اسلامی ملک میں بسنے والے مسلمان ہوں یا ذمی، سب کے ساتھ عدل وانصاف کرنا شرعی ذمہ داری ہے تاکہ پوری انسانیت اسلامی عدل کا سبق سیکھ سکے۔ آپ کی نصیحت تھی: ''ذمیوں پر خود یا کسی دوسرے کو ظلم کرنے کی قطعاً اجازت نہ دو۔''

ز: دیہاتی باشندوں کو نظر انداز کرنا قطعاً درست نہیں، ان کی دیکھ بھال اور ان پر توجہ دینا حکومتی ذمہ داری ہے۔ آپ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ''دیہات کے عرب باشندوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، کیونکہ وہی اصل عرب اور مادۂ اسلام ہیں۔'' [1]

ح: مذکورہ وصیت کے ساتھ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کے خلیفہ کے لیے ایک وصیت یہ بھی کی تھی کہ ''میرا مقرر کیا ہوا کوئی بھی عامل آئندہ ایک سال سے زیادہ اپنے عہدہ پر باقی نہ رہے، البتہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو چار سال تک باقی رہنے دینا۔'' [2]

زندگی کے آخری لمحات:

ابن عباس رضی اللہ عنہما، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات کے حالات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: حملے کے بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا: اے امیر المومنین! جنت کی بشارت قبول کیجیے، جب لوگوں نے کفر کیا تو آپ اسلام لائے، جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑا تو آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ سے خوش تھے، آپ کی خلافت پر کسی نے اختلاف نہ کیا اور اب آپ رخصت ہو رہے ہیں تو شہادت کی موت پا رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ پھر دوبارہ کہو! میں نے اپنی بات پھر دہرائی۔ آپ کہنے لگے: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں! اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں قیامت کی ہولناکی سے نجات پانے کے لیے زمین کے سارے خزانے نچھاور کر دیتا۔ [3]

---

[1] الخليفة الفاروق عمر بن خطاب، العانی، ص: ۱۷۳-۱۷۵. [2] عصر الخلفاة الراشدة، ص:۱۰۲.

[3] صحيح التوثيق فی سيرة وحياة الفاروق، ص:۳۸۳.

Marfat.com

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے میری مصاحبت اور آپ کی رضامندی کے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے جس سے اس نے مجھے نوازا اور جو میری بے چینی اور غم دیکھ رہے ہو وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہو تو عذاب الٰہی کو دیکھنے سے پہلے اس سے نجات پانے کے لیے اسے فدیہ دے دوں۔ ❶

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے عذاب سے اس قدر لرزاں تھے باوجودیہ کہ نبی ﷺ انہیں اسی دنیا میں جنت کی بشارت دے چکے تھے اور خود آپ نے حکومت اسلامیہ کے قیام، عدل، زہد اور جہاد جیسے اعمال صالحہ کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کر دی تھی، لہٰذا مقام عبرت ہے تمام مسلمانوں کے لیے کہ وہ اللہ کے سخت عذاب اور روز قیامت کی ہولناکیوں کو یاد کریں اور خوف کھائیں۔ ❷

آپ کی زندگی کے آخری لمحات کی منظر کشی عثمان رضی اللہ عنہ اس طرح کرتے ہیں: ''میں جان کنی کے وقت آخری لمحات میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ان کا سر ان کے فرزند عبداللہ کے زانو پر تھا۔ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا: میرا رخسار زمین پر رکھ دو، عبداللہ نے کہا: کیا میرے زانو اور زمین میں کوئی فرق ہے؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں نہ رہے، میرا رخسار زمین پر رکھ دے۔ آپ نے دوسری یا تیسری مرتبہ یہ بات کہی۔ پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں آپس میں ملا لیے۔ اس وقت آپ کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا کہ: ''بربادی ہے میری اور میری ماں کی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف نہ کیا۔'' آپ یہی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ روح جسم سے جدا ہوگئی۔ ❸

یہ ہے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی کی ایک مثال کہ دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل جانے کے باوجود موت کے وقت زبان سے جو آخری کلمہ ادا کرتے ہیں اس میں کہتے ہیں کہ: ''اگر اللہ کی مغفرت سے محرومی ہوئی، اور اے نفس! تیری بربادی ہو۔'' آپ ایسی بات کیوں نہ کہتے جب کہ آپ کو اللہ کی معرفت حاصل تھی اور جس شخص کو جتنا زیادہ اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اتنی ہی اللہ کی خشیت اس کے دل میں پنہاں ہوتی ہے۔ آپ کا اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اصرار کرنا کہ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، یہ بھی اللہ کی تعظیم اور دعا کی جلد از جلد قبولیت کے لیے کسر نفسی کی ایک علامت تھی، جو ہمیں بتاتی ہے کہ آپ کا تعلق الٰہی کس قدر مضبوط اور مستحکم تھا۔ ❹

ا: تاریخ وفات اور زندگی کے سال:

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ''۲۶ یا ۲۷ ذی الحجہ بروز بدھ ۲۳ ہجری میں عمر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا، صحیح

❶ صحيح البخاري، مع الفتح، فضائل الصحابة، حديث نمبر ٣٦٩٢.

❷ التاريخ الإسلامي: ١٩/ ٣٣.

❸ صحيح التوثيق فی سيرة وحياة الفاروق، ص:٣٨٣.

❹ التاريخ الإسلامي: ١٩/ ٤٤. ٤٥.

روایت کے مطابق اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ❶ آپ کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے اور کچھ دن ہے۔ ❷ جریر بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت آپ تریسٹھ (۶۳) سال کے تھے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو وہ تریسٹھ سال کے تھے اور جب عمر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو اس وقت ان کی عمر بھی تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ ❸

۲: غسل، نماز جنازہ اور تدفین:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''آپ غسل دیے گئے، کفنائے گئے اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ شہید تھے۔'' ❹

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جائے تو کیا وہ شہید کے حکم میں ہوگا کہ اسے غسل نہ دیا جائے یا عام میت کے حکم میں ہوگا کہ اسے غسل دیا جائے؟

پہلا قول:...... اس کو غسل دیا جائے گا۔ اس قول کی دلیل عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مذکورہ واقعہ ہے۔ ❺

دوسرا قول:...... نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ مظلوم مقتول سے قطع نظر وہ شہید بھی جو معرکہ جہاد میں لڑتے ہوئے زخمی ہو اور اسے اتنا موقع مل جائے کہ کھا پی سکے یا کچھ دن تک زندہ رہے تو اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ پس اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو اس کے بعد آپ دیر تک زندہ رہے، اتنی دیر کہ طبیب نے آپ کو دودھ اور شربت پلایا، اسی لیے آپ کو غسل دلایا گیا اور آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ❻

۳: نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

امام ذہبی کا کہنا ہے کہ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ❼

اور ابن سعد کا کہنا ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب سے پوچھا: عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ انہوں نے جواب دیا: صہیب رضی اللہ عنہ نے۔ علی نے سعید سے پوچھا: کتنی تکبیریں کہیں؟ انہوں نے کہا: چار۔ پھر پوچھا: کہاں نماز جنازہ پڑھی گئی؟ انہوں نے کہا: قبر اور منبر رسول اللہ کے درمیان۔ ❽

---

❶ محض الصواب: ۳/ ۸۴۰، التہذیب: ق، ۱۷۷، ب۔ ❷ سیر السلف، ابو القاسم أصفهانی، ۱/ ۱۶۰۔

❸ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۲۳۵۲، محض الصواب: ۳/ ۸۴۳۔

❹ الطبقات الکبرٰی، ابن سعد: ۳/ ۳۶۶، اس کی سند صحیح ہے۔

❺ الإنصاف، مرداوی: ۲/ ۵۰۳، محض الصواب: ۳/ ۸۴۴۔ ❻ محض الصواب: ۳/ ۸۴۵۔

❼ محض الصواب: ۳/ ۸۴۵۔

❽ الطبقات الکبرٰی، ابن سعد: ۳/ ۳۶۶، اس کی سند میں خالد بن الیاس نامی متروک راوی ہیں۔

Marfat.com

اور ابن مسیّب کا کہنا ہے کہ: جب مسلمانوں نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے صہیب رضی اللہ عنہ فرض نمازوں میں ان کی امامت کرتے تھے تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بھی صہیب رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا، پھر انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ❶

فاروقی تدبیر وسیاست کا ایک پہلو یہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ خلافت کی نامزدگی کے لیے جن چھ افراد کی مجلس شوریٰ بنائی تھی ان میں کسی کو اپنی جگہ امامت کا حق نہیں دیا تھا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز کی امامت استحقاق خلافت کی علامت بن جائے اور عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی نگاہ میں صہیب رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت مسلم تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''صہیب کتنا اچھا آدمی ہے، اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے کہ وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔'' ❷

۴: تدفین:

امام ذہبی کا قول ہے کہ ''عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین حجرۂ نبویہ میں ہوئی۔'' ❸ اور ابن الجوزی نے جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر میں عثمان، سعید بن زید، صہیب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اترے۔ ❹

اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ ولید بن عبدالملک ❺ کے زمانے میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر پر دیوار گر گئی تھی تو لوگ اسے بنانے لگے، انہیں ایک پاؤں دکھائی دیا، وہ گھبرا گئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ شاید یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں ہے، کوئی اس کی شناخت نہیں کر پا رہا تھا، یہاں تک کہ عروہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں نہیں ہے، بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ❻

اور تدفین سے متعلق یہ بات گزر چکی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ تدفین کی اجازت طلبی کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، تو آپ نے اجازت دی تھی، جب کہ ہشام بن عروہ بن زبیر کہتے ہیں: صحابہ کرام میں سے اگر کوئی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ پیغام بھیجتا کہ حجرۂ نبویہ میں ہمیں تدفین کی اجازت دے دیں تو کہتی تھیں: اللہ کی قسم اس سلسلے میں کسی کو اپنے اوپر ترجیح نہ دوں گی۔ ❼ چنانچہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مسجد نبوی سے متصل اس حجرہ نبویہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں۔ ❽

۵: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے تختے پر رکھے گئے، جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے لوگوں

❶ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۳٦۷، محض الصواب: ۳/ ۸٤۵.
❷ الفتاوٰی: ۱۵/ ۱٤۰.
❸ محض الصواب: ۳/ ۸٤٦.
❹ ابن مروان الاموی خلفاء بنی امیہ میں سے ہیں۔
❺ صحیح البخاری، الجنائز: ۱۳۲٦.
❻ صحیح البخاری، الاعتصام: ۲٦۷۱، ٦۸۹۷.
❼ محض الصواب: ۳/ ۸٤۷.
❽ محض الصواب: ۳/ ۸٤۷.

نے آپ کو گھیر لیا، وہ سب آپ کے لیے دعائے خیر کرنے لگے، میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا۔ اچانک ایک آدمی نے پیچھے سے میرا کندھا پکڑا جس سے میں گھبرا گیا، مڑ کر دیکھا تو وہ علی رضی اللہ عنہ تھے، کہنے لگے: عمر! اللہ تم پر رحم فرمائے، تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جسے دیکھ کر مجھے یہ تمنا ہوتی کہ اس جیسا عمل کرتے ہوئے اللہ سے ملوں۔ اللہ کی قسم! مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ میرا یہ یقین اس وجہ سے تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے یہ کہتے ہوئے سنتا تھا: میں گیا اور ابوبکر و عمر گئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر باہر آئے۔ ❶

٦: مسلمانوں پر آپ کی شہادت کا اثر:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی، کیونکہ کسی طویل بیماری کے بعد آپ کی وفات نہ ہوئی تھی، بلکہ یہ حادثہ اچانک پیش آیا تھا۔ یہ حادثہ اس وجہ سے اور بھی دل دوز ہو گیا کہ اس کا ظہور مسجد میں ہوا تھا اور اس وقت ہوا تھا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس حادثہ کے بعد مسلمانوں پر کیا گزری اس کا نقشہ عمرو بن میمون رحمہ اللہ اس طرح کھینچتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے یہ ایسا جانکاہ حادثہ تھا کہ ایسا لگتا تھا جیسے اس سے پہلے ایسی مصیبت ان پر کبھی نہ آئی ہو۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زخم خوردہ ہونے کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے نکلے تاکہ آپ کو مطلع کر دیں، جب لوٹ کر آئے تو کہنے لگے: جن لوگوں سے بھی میری ملاقات ہوئی، میں نے انہیں غم سے نڈھال روتا ہوا پایا، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ ❷

چونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ رشد و ہدایت کا ایک مینار تھے، حق اور باطل کے درمیان جدائی کرنے والے تھے، اس لیے فطری بات تھی کہ لوگ آپ کی وفات سے متاثر ہوتے۔ ❸ لوگوں کے شدید رنج و غم کا یہ عالم تھا کہ احنف بن قیس کے بقول جب عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا تو آپ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کی امامت کریں اور تین دن ان کے کھانے پینے کا بندوبست کریں یہاں تک کہ مجلس شوریٰ کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لے۔ چنانچہ جب دستر خوان پر کھانا رکھا گیا تو لوگوں نے (اظہار غم میں) کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے کھانا پینا بند نہیں کیا اور جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو بھی ہم نے کھانا پینا بند نہیں کیا، پس آج بھی ضروری ہے کہ کھاؤ پیو، پھر آپ نے کھانا شروع کیا اور بعد میں لوگوں نے بھی کھایا۔ ❹

---

❶ صحیح البخاری، فضائل الصحابة، حدیث نمبر ٣٤٨٢. ❷ العشرة المبشرون بالجنة، محمد صالح عوض، ص:٤٤.
❸ العشرة المبشرون بالجنة، محمد صالح عوض، ص:٤٤. ❹ محض الصواب: ٣/ ٨٥٥.

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے جب عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو آپ شدت غم سے اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو جاتی، پھر فرماتے: عمر اسلام کا قلعہ تھے، لوگ اس میں داخل ہوتے تھے نکلتے تھے اور جب وہ وفات پا گئے تو قلعہ میں شگاف پڑ گیا اور لوگ اسلام سے نکلنے لگے۔ ❶

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے: عمر کی وفات کے بعد اسلام کمزور ہو جائے گا اگر کائنات کا پورا خزانہ مل جائے اور عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مجھے زندہ رہنا پڑے تو میں اسے ہرگز پسند نہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں؟ آپ نے جواب دیا: اگر آپ لوگ زندہ رہیں گے تو میری بات کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والا خلیفہ نے آپ ہی کی طرح سخت مواخذہ کیا تو لوگ اس کی اطاعت نہیں کریں گے اور نہ اسے برداشت کریں گے اور اگر وہ کمزور پڑا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ ❷

اہم دروس وعبر اور فوائد

ا: کافروں کے دلوں میں مومنوں کے خلاف عداوت وحسد کی آگ سے آگاہی:

کافروں کے دلوں میں مومنوں کے خلاف عداوت وحسد کی آگ ہمیشہ لگی رہتی ہے، اس کی واضح دلیل ابولؤلؤ مجوسی کے ہاتھوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ ہر دور اور ہر جگہ کفر اور کفار کی یہی فطرت رہی ہے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بغض، حسد اور نفرت ہوتی ہے، ان کی روحیں مومنوں کو تکلیف پہنچانے اور ہلاک و برباد کرنے کے لیے بے چین رہتی ہیں، ان کی بس ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ مسلمانوں سے ان کا مذہبی شعور چھین لیں اور انہیں اسلام سے کفر میں لوٹا دیں۔ ❸

اگر کوئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت اور آپ کے قاتل بدبخت ابولؤلؤ کے حاقدانہ کردار کا بغور جائزہ لے تو دو اہم باتیں اس کے سامنے کھل کر آئیں گی جو اس کافر کے دل میں عمر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کے خلاف بغض، نفرت اور حسد کی طرف صاف صاف اشارہ کرتی ہیں:

ا: ابن سعد نے امام زہری تک بسند صحیح اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں لکھا ہے۔ ❹ کہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے اس مجوسی سے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم ایسی چکی بنانے کا دعویٰ کر رہے ہو جو ہوا سے چلے گی۔ مجوسی ترش رو ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: میں آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کا چرچا ہر جگہ ہوگا۔ اس کی بات سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔

❶ الطبقات الکبری، ابن سعد: ۳/ ۲۸٤. ❷ البطقات الکبرٰی: ۳/ ۲۸٤، العشرة المبشرون بالجنة، ص: ٤٤.

❸ سیر الشهداء دروس و عبر، عبدالحمید السحسیانی، ص:۳٦.

❹ الطبقات الکبرٰی: ۳/ ۳٤٥، اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

ب: جس وقت مجوسی نے عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا، اس وقت مزید تیرہ (۱۳) صحابہ پر بھی وار کیا، جن میں سے سات اسی وقت فوت ہوگئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کے بعد دو دھاری خنجر لے کر (ابولؤلؤ) مجوسی فرار ہوا، دائیں بائیں جو بھی ملتا اس پر وار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تیرہ (۱۳) لوگوں کو زخمی کر دیا، ان میں سات کی موت ہوگئی۔ ❶ پس بفرض محال (معاذ اللہ) مجوسی کے لیے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بروقت سفارش نہ کر کے عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ظلم کیا تھا اور وہ ظالم تھے تو بقیہ تیرہ (۱۳) صحابہ کرام کا کیا قصور تھا، جن پر اس نے خنجر چلایا؟

بلاشبہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی ظلم نہ کیا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو آپ نے کہا: اے ابن عباس! دیکھو میرا قاتل کون ہے؟ وہ ادھر ادھر کچھ دیر گھومتے اور خبر لیتے رہے، پھر واپس لوٹے اور آپ کو بتایا کہ: مغیرہ کا غلام۔ آپ نے پوچھا: کیا وہی کاری گر۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اس کو ہلاک کرے، میں نے اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے کسی کلمہ گو کے ہاتھوں مجھے موت نہیں دی۔ ❷

اسی ابولؤلؤ مجوسی شیدائی کے لیے اعدائے اسلام (شیعوں) نے ایران میں گم نام فوجی کے طرز پر ایک یادگار مزار بنایا ہے، نجف کے عالم سید حسین موسوی لکھتے ہیں کہ ''ایران کے شہر کاشان میں، باغی فین کے علاقہ میں ایک گم نام فوجی کے طرز پر مزار پایا جاتا ہے، اس میں خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابولؤلؤ فیروز فارسی مجوسی کی وہمی قبر ہے، اس کو بابا شجاع الدین کا مزار کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ (شیعہ) ابولؤلؤ مجوسی کو بابا شجاع الدین کا لقب دیتے ہیں، اس لیے کہ اس نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس مزار کی دیواروں پر فارسی زبان میں لکھا ہوا ہے: ''مرگ بر ابوبکر، مرگ بر عمر، مرگ بر عثمان۔'' یہ مزار ایرانی شیعوں کی ایک اہم زیارت گاہ ہے۔ وہاں روپیوں پیسوں کے نذرانے چڑھائے جاتے ہیں، میں نے اس مزار کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایرانی وزارت مذہبی امور نے حکومتی خرچ پر اس میں تجدید و توسیع کی ہے۔ مزید برآں اس مزار کی تصویر پر ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔ ❸

۲: عاجزی و فروتنی اور خوف و خشیت الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی وصف:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر خشیت الٰہی کا کتنا زبردست غلبہ تھا اس کا اندازہ آپ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ آپ کا قاتل ابولؤلؤ مجوسی ہے، فرمایا:

---

❶ صحیح البخاری، فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۳۷۰۰.

❷ صحیح البخاری، فضائل الصحابه، حدیث نمبر: ۳۷۰۰.

❸ لله، ثم للتاریخ، کشف الاسرار و تبرئة الأئمة الأطهار، ص:۹۴.

Marfat.com

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ مَنِیَّتِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یَدَّعِیْ الْاِسْلَامَ .)) ❶

''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری موت ایسے آدمی کے ہاتھوں سے نہیں دی جو اسلام کا دعویٰ کر رہا ہو۔''

پس باوجود یہ کہ ہر قریبی و اجنبی، عربی اور عجمی آپ کے عدل و انصاف کا معترف تھا اور آپ خود عدل و انصاف کے لیے سب کچھ قربان کر دینے والے تھے، تاہم آخری دم تک آپ کو فکر دامن گیر تھی کہ کہیں مسلمانوں میں سے کسی پر کبھی میں نے ظلم نہ کیا ہو جس کا بدلہ آج اس نے میرے قتل کے ذریعے سے لیا ہو اور وہ قیامت کے دن بھی اللہ کے سامنے مجھے رسوا کرے، جیسا کہ ابن شہاب زہری کی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ قَاتِلِیْ یُحَاجُّنِیْ عِنْدَ اللّٰہِ بِسَجْدَۃٍ سَجَدَھَا لَہٗ قَطُّ))

''اس اللہ واحد کا شکر ہے جس نے میرا قاتل کسی ایسے آدمی کو نہیں بنایا جس نے کبھی اس کے لیے سجدہ کیا ہو جو اپنے اس سجدہ کے ذریعے سے بروز قیامت اللہ کے سامنے میرے خلاف حجت قائم کرے گا۔''

اور مبارک بن فضالہ کی روایت ہے کہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے ذریعے سے میرے خلاف حجت قائم کرے۔ ❷

یہ ہے ایک ربانی امام کی خشیت الٰہی اور انکساری کی تعجب خیز داستان کہ جس سے داعیان اسلام و مصلحین امت کو سبق سیکھنا چاہیے۔ تواضع وانکساری ہی ان کے تعارف کی سب سے بڑی علامت ہو، تاکہ ان کے کردار وعمل سے اللہ تعالیٰ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچا اور سب کی زبان پر یہی جاری رہنا چاہیے کہ:

واحسـرتـی واشـقـوتـی
مـن یـوم نشـر کتـابیـہ

''ہائے افسوس! ہائے میری بدبختی! جس دن ہمارا نامہ اعمال کھولا جائے گا۔''

واطـول حـزنـی إن أکـن
أوتیتـہ بشـمـالیـہ

''ہائے میرا طویل غم! اگر میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔''

وإذا سئـلـت عـن الـخـطـا
مـاذا یـکـون جـوابیـہ

''جب میری غلطیوں اور گناہوں کا حساب وکتاب ہوگا تو میرا کیا جواب ہوگا؟''

---

❶ صحیح البخاری، فضائل الصحابہ، حدیث نمبر: ۳۷۰۰.

❷ سیر الشھداء، دروس و عبر ص: ۴۰.

Marfat.com

واحـــر قــلــبــی أن یــکــون
مــع الــقــلــوب الــقــاسیــه

''ہائے افسوس! میرے دل کی تپش، مبادا وہ سخت دِلوں کے ساتھ نہ ہو۔''

کــلا ولا قــدمــت لــی
عــملا لیــوم جســابیــه

''ہرگز نہیں (کہیں ایسا تو نہیں کہ) روز جزا کے لیے میں نے کچھ نہیں کیا۔''

بــل إنــنــی لشــقــاوتــی
وقســاوتــی وعــذابیــه
بــارزت بــالــزلات فــی
أیــام دهــر خــالیة

''بلکہ میں نے اپنی بدبختی، سنگ دلی اور خود کو عذاب کے حوالے کرنے کے لیے گذشتہ ایام اور عیش ومستی کے دِنوں میں میں نے کھلے عام غلطیاں کیں۔''

مــن لیــس یــخــفــی عنــه من
قبــح الــمــعــاصــی خــافیــه ❶

''اس ہستی کے سامنے جس کی نظروں سے کوئی بھی گناہ اور لغزش پوشیدہ نہیں ہے۔''

۳: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایثار:

الف: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم تواضع:

واقعۂ شہادت میں آپ کی تواضع کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے جان کنی کے وقت اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ام المومنین عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو: عمر آپ کو سلام کہتا ہے، یہ نہ کہنا کہ امیر المومنین آپ کو سلام کہتے ہیں، اس لیے کہ اس وقت میں مومنوں کا امیر نہیں ہوں۔ ❷

اسی طرح جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دی تو آپ نے اپنے بیٹے سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے چلنا، پھر (باہر سے) ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ عمر بن خطاب اجازت مانگ رہا ہے۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے حجرۂ نبویہ میں قبر میں اتارنا، ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں مجھے دفن کر دینا۔ ❸ اللہ کی ہزار بار رحمتیں نازل ہوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر۔ اللہ

---

❶ الرقائق، محمد أحمد الراشد، ص: ۱۲۱، ۱۲۲۔ ❷ صحیح البخاری مع الفتح، فضائل الصحابة، حدیث نمبر ۳۷۰۰.
❸ صحیح البخاری مع الفتح، فضائل الصحابة، حدیث نمبر ۳۷۰۰.

Marfat.com

ہمیں انہیں جیسا اخلاق و کردار اور تواضع عطا فرمائے اور اپنے متقی و متواضع بندوں کو جس اجر و ثواب سے نوازے گا اس سے بہتر اجر و ثواب سے انہیں نواز دے۔ "اِنَّ رَبِّی قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ" ❶

ب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایثار عظیم:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایثار عظیم کی دلیل یہ ہے کہ ان کی دلی تمنا تھی کہ اپنے شوہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو اور اپنے والد محترم کے پاس دفن ہوں، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے پیشکش کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور اپنی ذات پر ان کو ترجیح دی اور کہا: میں اسے اپنے لیے چاہتی تھی لیکن آج میں عمر کے مطالبہ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ ❷

۴: بستر مرگ پر بھی بھلائی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے رہے:

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ موت کے آلام و شدائد کو جھیلتے ہوئے بھی فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل نہ ہوئے۔ جب آپ پر حملہ ہوا تو آپ کی تعزیت میں اور آپ کو تسلی دینے کے لیے ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المومنین! بشارت قبول فرمایے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، پہلے اسلام لائے، پھر آپ حاکم بنائے گئے تو عدل و انصاف سے کام لیا اور اب شہادت کی موت مر رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا: میں چاہتا ہوں کہ برابر برابر چھوٹ جاؤں، نہ مجھ پر کسی کا حق نکلے نہ میرا کسی پر۔ پھر وہ نوجوان واپس جانے لگا تو آپ نے دیکھا کہ اس کی ازار زمین پر گھسٹ رہی ہے۔ آپ نے کہا: اس نوجوان کو میرے پاس بلاؤ، وہ آیا تو آپ نے کہا: اے میرے عزیز! اپنی ازار اوپر کر لو، اس سے تمہارا کپڑا صاف اور تمہارا رب خوش رہے گا۔ ❸ اس طرح عالم موت میں بھی آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا۔ اسی لیے عمر بن شبہ کی روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ عمر پر رحمت نازل کرے، عالم نزع میں بھی آپ حق بات کہنے سے غافل نہ ہوئے۔ ❹

اسی طرح زندگی کے آخری لمحات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر خصوصی توجہ دینے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب آپ کی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی زیارت کو آئیں تو کہنے لگیں: ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر، ہائے امیر المومنین۔ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر برداشت نہ ہوا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عبداللہ! مجھے بٹھاؤ، میں جو کچھ سن رہا ہوں، اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے ٹیک دے کر بٹھا دیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: سن لو! اگر اب اس کے بعد تم نے میری خوبیوں کا ذکر کر کے نوحہ کیا تو اپنی وراثت سے تمہیں تمہارا مالی حق نہیں دوں گا۔ رہیں تمہاری

❶ سیر الشهداء، ص: ٤١.
❷ صحيح البخاري، فضائل الصحابة، حديث نمبر ٣٧٠٠.
❸ صحيح البخاري، فضائل الصحابة، حديث نمبر ٣٧٠٠.
❹ فتح الباري: ٧/ ٦٥، سير الشهداء، ص: ٤٤.

آنکھیں تو میں انہیں آنسو بہانے سے نہیں روک پاؤں گا۔ ❶

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو خبر ملتے ہی اُمّ المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا چیخنے لگیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً حفصہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا: اے حفصہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا:

((اِنَّ الْمُعَوَّلَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ .))

''جس کی موت پر نوحہ کیا گیا وہ عذاب دیا جائے گا۔''

پھر صہیب رضی اللہ عنہ آئے اور روتے ہوئے کہا: ہائے عمر! آپ نے کہا: اے صہیب تیرا برا ہو، کیا تجھے یہ حدیث نہیں پہنچی: ''جس کی موت پر نوحہ کیا گیا وہ عذاب دیا جائے گا۔'' ❷

حق پر ثابت قدمی کی ایک زندہ مثال یہ دیکھیے کہ جب آپ پر حملہ ہوا اور آپ خون میں لت پت تھے، کسی نے کہا: عبداللہ بن عمر (اپنے بیٹے) کو خلیفہ بنا دیجیے آپ نے فرمایا: تو چاپلوسی کرتا ہے، اللہ کی رضا کے لیے تو نے یہ بات نہیں کہی۔ ❸

۵: منہ پر تعریف کرنے کا جواز بشرطیکہ موصوف کے فتنے میں واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوا، چند صحابہ جنہیں یقین تھا کہ منہ پر تعریف کرنے سے عمر رضی اللہ عنہ فتنے میں نہیں پڑیں گے، انہوں نے آ کر سامنے آپ کی تعریف کی، علماء میں عالم ربانی اور فقہائے اسلام میں بہت بڑے فقیہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب سارے مسلمان مکہ میں ڈرے سہمے رہتے تھے تو کیا اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا نہیں کی تھی کہ اللہ آپ کے ذریعے سے دین اسلام اور مسلمانوں کو غالب کر دے؟ اور ایسا ہی ہوا کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کا اسلام معزز رہا اور مذہب اسلام کا غلبہ ہوا،...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے تمام مسلمانوں کے گھروں میں ان کے دین کو وسعت دی، روزیوں میں برکت دی اور اب آپ کی موت شہادت پر کر رہا ہے، پس قابل مبارک باد اور خوش قسمت ہیں آپ! ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سب کچھ کہا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور نہ آپ خوش ہوئے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے جواب دیا کہ ''بے شک جسے تم لوگ دھوکا دے دو وہ دھوکا میں پڑ گیا۔'' ❹

۶: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بارے میں کعب احبار کے موقف کی حقیقت:

کعب احبار سے مراد کعب بن ماتع حمیری ہیں، ان کی کنیت ابو اسحٰق ہے، کعب احبار کے نام سے شہرت پائی

---

❶ مناقب أمير المومنين، ص: ۲۳۰، الحسبة، د/ فضل إلٰهی، ص: ۲۷.

❷ صحيح مسلم، كتاب الجنائز: ۲۱/ ۹۲۷۔ مسند أحمد: ۱/ ۳۹.

❸ سير الشهداء، ص: ۴۳. ❹ سير الشهداء، دروس و عبر، ص: ۴۵.

ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اس وقت بڑے ہو چکے تھے، ۱۲ ہجری میں عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام لائے۔ ❶ اسلام لانے سے پہلے یمن کے ممتاز علمائے یہود میں سے تھے، اسلام لانے کے بعد صحابہ کرام سے کتاب وسنت کی تعلیمات سیکھیں، صحابہ اور دوسرے لوگوں نے ان سے امت محمدیہ سے پہلے کی امتوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں، آپ شام چلے گئے تھے، حمص میں مقیم رہے اور وہیں وفات ہوئی۔ ❷

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں کعب احبار کو بھی متہم کیا گیا ہے، چنانچہ طبری نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں ان کی شرکت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ: ''پھر عمر رضی اللہ عنہ لوٹ کر اپنے گھر آئے، دوسرے دن صبح ہوئی تو ان کے پاس کعب احبار آئے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ تین دنوں میں آپ مر جائیں گے۔ آپ نے پوچھا: تم کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اللہ کی کتاب تورات میں اسے پڑھا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یقیناً تم تورات میں عمر بن خطاب کا ذکر پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، بلکہ آپ کے اوصاف اور جسمانی حلیہ کو میں نے پڑھا ہے اور اس حساب سے اب آپ کی عمر ختم ہو رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ کوئی غم۔ دوسرے دن پھر صبح کے وقت کعب احبار آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین! ایک دن تو ختم ہو چکا، اب صرف ایک دن اور ایک رات باقی ہے اور یہ رات بھی صرف صبح تک آپ کا ساتھ دے گی۔ راوی کا کہنا ہے کہ: تیسرے دن جب صبح ہوئی تو آپ نماز فجر کے لیے نکلے، آپ کی عادت تھی کہ نماز شروع ہونے سے پہلے کچھ لوگوں کو صفیں درست کرنے کے لیے مکلّف کر رکھا تھا اور جب صف برابر ہو جاتی تو آپ آتے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے۔ چنانچہ آج بھی ایسا ہی کیا، (نماز شروع ہوئی تو) ابولؤلؤ مجوسی لوگوں میں گھس گیا، اس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا اس کے دوسرے تھے، پکڑنے کی جگہ درمیان میں بنائی گئی تھی۔ اسی خنجر سے اس نے عمر رضی اللہ عنہ پر چھ وار کیے۔ ایک ضرب تو زیر ناف لگی اور وہ اتنی کاری تھی کہ وہی جان لیوا ثابت ہوئی۔ ❸

اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض جدید مفکرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں کعب احبار برابر کے شریک تھے، مثلاً ڈاکٹر جمیل عبداللہ مصری نے اپنی کتاب ''اثر اهل الكتاب فى الفتن والحروب الأهلية فى القرن الأول الهجرى'' میں، اسی طرح عبدالوہاب نجار نے ''الخلفاء الراشدون'' میں اور غازی محمد فریح نے اپنی کتاب ''النشاط السرى اليهودى فى الفكر والممارسة'' میں یہی بات لکھی ہے۔ ❹ لیکن ڈاکٹر احمد بن عبداللہ بن ابراہیم الزغیبی نے کعب احبار کی طرف

❶ جولة تاريخية فى عصر الخلفاء الراشدين، محمد السيد الوكيل: ۲۹۴ .

❷ سير أعلام النبلاء: ۳/ ۴۸۹۔ ۴۹۴ . ❸ تاريخ الطبرى: ۵/ ۱۸۲، ۱۸۳ .

❹ العنصرية اليهودية وآثارها فى المجتمع الإسلامى: ۲/ ۵۱۸، ۵۱۹ .

Marfat.com

منسوب کی جانے والی اس تہمت کا ردّ کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: اس پیچیدہ واقعہ کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ اس باب میں کعب احبار سے متعلق جو روایت امام طبری نے نقل کی ہے وہ کئی اسباب و وجوہ کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔

ان میں چند اہم وجوہات یہ ہیں:

ا: اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ توقع کرنا بالکل بجا ہے کہ آپ صرف کعب کی بات پر اکتفا نہ کرتے بلکہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے دوسرے لوگ جنہوں نے یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا اور انہیں تورات کا بہترین علم تھا، آپ ان لوگوں کو اکٹھا کرتے اور اس واقعہ کے بارے میں ان سے پوچھتے، پھر حقیقت سامنے آنے کے بعد کعب رضی اللہ عنہ کی بے عزتی ہوتی، لوگوں کی نگاہ میں وہ جھوٹے مانے جاتے اور عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی یہ بات واضح ہو جاتی کہ آپ کے قتل کی جو سازش کی گئی ہے کعب بھی اس میں شریک ہیں یا کم از کم انہیں اس کا علم ضرور ہے اور اس وقت عمر رضی اللہ عنہ بھی مختلف وسائل و ذرائع سے حقیقت کا پتہ چلاتے، سازش کرنے والوں کو سخت سزا دیتے، ان میں کعب کو بھی سزا ملتی۔ ایسے واقعہ میں ہر حال میں یہی توقع ہے چہ جائے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی بات ہو، جو کمال دانائی، ذہن کی سرعت اور حقائق کی تہ تک پہنچنے میں کافی شہرت یافتہ تھے، لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ سراسر من گھڑت ہے۔ [1]

ب: اگر اس واقعہ کا ذکر تورات میں آیا ہوتا تو صرف کعب رحمہ اللہ ہی کو اس کا علم نہ ہوتا، بلکہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے جن لوگوں کو بھی تورات کی معلومات تھیں وہ سب اسے جانتے۔ [2]

ج: اگر اس واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کعب اس سازش میں برابر کے شریک تھے اور اپنی ہی سازش کو خود عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کر دیا۔ حالانکہ یہ بات عقل اور واقع کے بالکل خلاف ہے، جو شخص کسی حادثہ کی سازش میں شریک ہوتا ہے وہ حادثہ پیش آ جانے کے بعد بھی اسے مکمل طور پر پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ حادثہ کار کے برے انجام سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔ گویا حادثہ پیش آنے سے پہلے کسی سازش کا راز فاش کر دینا عقل مند کا نہیں بلکہ حد درجہ بے وقوف اور مغفل انسان کا کام ہے اور کعب ایسے نہ تھے، ان کی ذکاوت اور فہم و فراست بھی لوگوں میں مسلم تھی۔ [3]

د: تورات الٰہی شریعت کی کتاب تھی، لوگوں کی عمر کی تحدید سے اس کا کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو بھی کتابیں نازل فرمائیں ان کا مقصد لوگوں کو ہدایت یاب کرنا تھا، اس قسم کی واہی تباہی خبریں بیان کرنا نہیں۔ [4]

---

[1] الحديث والمحدثون، أوعناية الأمة الإسلامية بالسنة، محمد أبو زهو، ص:١٨٢.

[2] الحديث والمحدثون، أوعناية الأمة الإسلامية بالسنة، محمد أبو زهو، ص:١٨٣.

[3] الحديث والمحدثون، أوعناية الأمة الإسلامية بالسنة، محمد أبو زهو، ص:١٨٢. [4] العنصرية اليهودية: ٢/ ٥٢٤.

Marfat.com

و: تورات اب بھی ہمارے درمیان موجود ہے، لیکن اس میں ایسا کوئی واقعہ قطعاً نہیں ہے۔ ❶

مذکورہ بالا چار اعتراضات کو ذکر کرنے کے بعد شیخ محمد ابوزہو فرماتے ہیں:

''ان تمام وجوہات پر غور کرنے کے بعد ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ واقعہ بالکل جھوٹا ہے، اس کے جھوٹ ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں ہے اور کعب پر یہ تہمت لگانا کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلام کے ساتھ غداری کی، یا تورات کی طرف غلط بات منسوب کرنا یہ سب جھوٹی تہمتیں ہیں ان کی کوئی دلیل اور سند نہیں ہے۔'' ❷

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس واقعہ کو ابن جریر طبری کا نقل کرنا اس کی صحت کی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ ابن جریر کے بارے میں ہر ذی علم یہ جانتا ہے کہ تمام روایات کے نقل کرنے میں وہ صحت کا التزام نہیں کرتے، اگر ان کی تفسیر کا تحقیقی مطالعہ کریں گے تو ایسی بہت سی باتیں ملیں گی جو صحیح نہیں ہیں۔ ❸ یہی حال ان کی تاریخی روایات کا بھی ہے۔ تمام واقعات کے بارے میں یہ بات قطعی طور سے نہیں کہی جا سکتی کہ صحیح ہیں یا غلط، صرف طبری ہی نہیں، بلکہ تمام تاریخی کتابوں میں جو روایات منقول ہیں ❹ ان کے بارے میں کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس میں ساری روایات صحیح اور ثابت ہیں۔ ❺

پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کعب احبار کی دینداری، اخلاق و کردار، امانت و صداقت اور عموماً صحیح روایات کا اہتمام کرنے والوں کی طرف سے ان کی توثیق کی بنیاد پر ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں ❻ کہ اس واقعہ کی ان کی طرف نسبت سراسر غلط ہے اور ہم انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش یا سازش کرنے والوں کی جانکاری سے بالکل بری مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم انہیں کذب و افترا پردازی سے پاک و صاف سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بات کو مستند بنانے کے لیے تورات کے حوالے کا ڈھونگ رچا ہوگا یا اسے اسرائیلی روایت کے قالب میں ڈھالا ہوگا۔ ❼ اس مسئلہ میں کعب مظلوم ہیں، انہیں ہم ثقہ اور دیانت دار سمجھتے ہیں، آپ ایک عالم تھے، آپ کے نام کا غلط استعمال ہوا ہے اور آپ کی طرف ایسی روایات منسوب کر دی گئی ہیں جو سراسر خرافات اور جھوٹ ہیں، اعدائے اسلام انہیں عوام میں رواج دینا چاہتے ہیں اور نرے گنوار و جاہل لوگ انہیں قبول بھی کر لیتے ہیں۔'' ❽

---

❶ العنصرية اليهودية: ٢/ ٥٢٤. ❷ الحديث والمحدثون، ص:١٨٣. ❸ العنصرية اليهودية: ٢/ ٥٢٥.

❹ العنصرية اليهودية: ٢/ ٥٢٥. ❺ الاسرائيليات فى التفسير والحديث، ص:٩٩.

❻ الإسرائيليات فى التفسير والحديث، ص:٩٦. ❼ الإسرائيليات فى التفسير والحديث، ص:٩٩.

❽ الإسرائيليات فى التفسير والحديث، ص:٩٩.

Marfat.com

ڈاکٹر محمد سید الوکیل لکھتے ہیں: اس واقعہ کی صداقت معلوم کرنے کے لیے ایک محقق کو سب سے پہلے عبیداللہ بن عمر کے موقف پر نگاہ ڈالنی چاہیے کہ ابھی انہوں نے اپنے باپ پر قاتلانہ حملہ کی تفصیلی خبر سنی ہی تھی کہ غصہ سے تلوار اٹھا لی اور جنگی شیر کی طرح بپھر گئے، ہرمزان، جفینہ اور ابولؤلؤ کی چھوٹی بچی کو موت کے گھاٹ اتار دیا، آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ ابولؤلؤ کی چھوٹی بچی کو قتل کر دیں گے اور کعب احبار کو جو مکمل شک وشبہ کے دائرے میں ہوں انہیں چھوڑ دیں گے؟ یقیناً اگر کوئی محقق اس واقعہ کی علمی تحقیق کرے گا تو یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوگا۔ مزید برآں ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے کہ جمہور مورخین نے اس واقعہ کو اپنی تاریخ میں جگہ دینا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ چنانچہ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں پورا واقعہ تفصیل سے اور کافی دقت سے لکھا ہے، لیکن اس واقعہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا، کعب احبار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات لکھی ہے وہ یہ کہ کعب، عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے پاس کھڑے رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم اگر امیر المومنین دل کی گہرائیوں سے اپنی موت کی تاخیر کے لیے اللہ سے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ موت موخر کر دیتا۔ [1] آپ کے قریب اس وقت گئے جب طبیب نے بتا دیا کہ اب آپ کی موت بالکل قریب ہے۔ آپ نے اس وقت کہا: کیا میں کہتا نہیں تھا کہ آپ شہادت کی موت مریں گے اور آپ کہتے تھے کہ بھلا جزیرہ عرب میں رہ کر یہ کہاں ممکن ہے۔ [2]

ابن سعد کے بعد، ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں شہادت کا پورا واقعہ لکھا ہے، لیکن اس میں کعب احبار کے اس واقعہ کو کہیں نہیں ذکر کیا۔ [3] رہے حافظ ابن کثیر تو ان کا کہنا ہے کہ ابولؤلؤ نے منگل کی شام دھمکی دی تھی اور ۲۶ ذی الحجہ بدھ کی صبح اس نے حملہ کیا۔ [4] گویا ابولؤلؤ کی دھمکی اور اس کی قاتلانہ کارروائی کے درمیان چند محدود گھڑیوں کا فاصلہ تھا، لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کعب احبار عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کیسے اور کب گئے؟ اور جا کر کہا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ تین دنوں میں آپ مر جائیں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ آج ایک دن گزر گیا، صرف دو دن اور باقی ہیں۔ پھر کہا: آج دو دن گزر گئے اب ایک دن اور ایک رات باقی ہے۔ اگر دھمکی شام کو دی اور صبح قاتلانہ کارروائی کر بیٹھا تو کعب کو یہ تین دن کہاں سے مل گئے؟ اس کے بعد سلسلہ وار متاخرین نے مثلاً سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں، عصامی نے "سمط النجوم العوالی" میں، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ نے "مختصر سیرۃ الرسول" میں اور حسن ابراہیم حسن نے "تاریخ الإسلام السیاسی" میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کو ذکر کیا ہے لیکن کسی نے دور و نزدیک کسی اعتبار سے بھی کعب کا واقعہ نہیں چھیڑا۔ اگر اس کو جھوٹ تسلیم نہ کریں تو کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ محققین کے نزدیک اس واقعہ کا ذکر قطعاً اطمینان بخش نہیں ہے اور بعض لوگوں نے کعب کے خلاف لوگوں کے

---

[1] الطبقات الکبرىٰ: ۳/ ۳۶۱۔ [2] الطبقات الکبرىٰ: ۳/ ۳۴۰۔

[3] جولة عصر الخلفاء الراشدین، ص:۲۹۶۔ [4] البدایة والنهایة: ۷/ ۱۳۷۔

Marfat.com

دلوں میں نفرت ڈالنے کے لیے یہ سازش کی ہے۔ یہی بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے اور اسی پر دل کو اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے۔ خاص طور سے اس لیے کہ وہ بہترین مسلمانوں میں سے تھے اور بہت سارے صحابہ کی نگاہوں میں ان کو بہت بڑا اعتماد حاصل تھا، یہاں تک کہ بعض صحابہ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کی ہے۔ ❶

۷: صحابہ اور اسلام کی طرف سے مدح ومنقبت اور تعزیتی کلمات:

ا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تعلیم وتکریم کا اتنا اہتمام کیا کہ انہی کے بقول:

''میں اپنے حجرہ میں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون ہیں (بغیر کسی پردہ کے) داخل ہوتی تھی، لیکن جب وہاں ان دونوں کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہوگئے تو اللہ کی قسم! میں جب بھی داخل ہوئی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لحاظ میں پردے ہی سے داخل ہوئی۔'' ❷

اور قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

''جس نے ابن خطاب کو دیکھ لیا اسے معلوم ہے کہ وہ اسلام کو تقویت دینے کے لیے پیدا کیے گئے تھے، اللہ کی قسم! آپ بے حد واقف کار تھے، علم وہنر میں یگانہ روزگار تھے، ہر فن وضرورت کے مطابق افراد کو تیار کر دیا تھا۔'' ❸

عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''جب تم عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑتے ہو تو مجلس میں تازگی آجاتی ہے۔'' ❹

ب: سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رہے تھے، لوگوں نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: اسلام کے نقصان پر۔ بے شک عمر رضی اللہ عنہ کی موت سے اسلام کی عمارت میں ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہوسکتا۔ ❺

ت: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور پوری روئے زمین والوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ ❻

اور ایک مرتبہ کہا: میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی موت سے علم کا ۹/۱۰ حصہ اس دنیا سے چلا گیا۔ ❼

اور فرمایا: ''عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا نوید فتح، آپ کی ہجرت مسلمانوں کے لیے نصرت اور آپ کی حکومت خلق

❶ جولة فی عصر الخلفاء الراشدین، ص: ۲۹۶۔ ❷ محض الصواب: ۳/ ۸۵۲۔

❸ محض الصواب: ۳/ ۸۵۳۔ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، صرف عبدالواحد بن ابی عوف ایسے صدوق ہیں جو کبھی غلطی کرتے ہیں۔

❹ محض الصواب: ۳/ ۸۵۳ بحوالة مناقب أمیر المؤمنین، ص: ۲۴۹۔

❺ الطبقات الکبری، ابن سعد: ۳/ ۳۷۲، أنساب الإشراف الشیخان، ص: ۳۸۷۔

❻ مصنف ابن أبی شیبة: ۱۲/ ۳۲، اس کی سند صحیح ہے۔

❼ المعجم الکبیر، الطبرانی: ۹/ ۱۷۹، ۱۸۰، اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

الٰہی کے لیے رحمت ثابت ہوئی۔'' ❶

ث: ابوطلحہ انصاری نے فرمایا کہ اہل عرب کا کوئی گھر ایسا نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی موت سے اس کے دین و دنیا میں کمی نہ واقع ہوئی ہو۔ ❷

ج: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام کی مثال آگے بڑھنے والے کی طرح تھی جو مسلسل آگے ہی بڑھتا رہا، (عروج پر رہا) اور آپ کی شہادت کے بعد اس کی مثال پیچھے رہنے والے کی سی ہوگئی جو مسلسل پیچھے ہی ہوتا چلا گیا یعنی تنزلی کا شکار ہوگیا۔ ❸

ح: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ختم ہونے کے بعد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو کہنے لگے: ''نماز جنازہ پڑھنے میں تو آپ لوگ مجھ سے سبقت لے گئے، لیکن آپ کی مدح و منقبت کرنے میں مجھ سے آگے نہیں نکل سکے۔ پھر کہا: اے عمر! تم کتنے بہترین مسلمان بھائی تھے، حق کے لیے بے مثال سخی اور باطل کے لیے بخیل، خوشی کے وقت خوش ہوتے تھے اور غضب کے وقت غضبناک، نہ بے جا تعریف کرتے تھے، نہ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہتے تھے، آپ پاک نظر و عالی ظرف تھے۔ ❹

خ: سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا، میں نے ان سے بہتر کسی کو نہ دیکھا، آپ نے اپنی راتیں نماز کے لیے اور دن روزہ اور لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے وقف کر دیے تھے۔ جب آپ کی وفات ہوگئی تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دکھا دے۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مدینہ کے بازار سے جسم پر تلوار لٹکائے ہوئے واپس آرہے ہیں، میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے ان سے خیریت پوچھی، تو آپ نے کہا: میں خیریت سے ہوں، میں نے پوچھا: آپ کو وہاں کیا ملا؟ انہوں نے کہا: اب جب کہ میں حساب دے چکا ہوں راحت میں ہوں، ورنہ اگر میرا رب رحیم نہ ہوتا تو میرا معاملہ الٹا ہونے والا تھا۔ ❺

د: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''نہ ابوبکر دنیا کے طلب گار ہوئے نہ دنیا ان کی طلب گار ہوئی۔ رہے عمر، تو ان کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اسے نہیں چاہا۔ اور رہے ہم (تو ہماری دنیا طلبی کا یہ حال ہے کہ) ہم دنیا میں دنیا کے لیے لوٹ پوٹ رہے ہیں۔'' ❻

---

❶ معجم الکبیر، الطبرانی: ۹/ ۱۷۸۔ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے۔

❷ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۳۷۴۔ ❸ الطبقات الکبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۳۷۳، اس کی سند صحیح ہے۔

❹ الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۶۹۔ ❺ تاریخ المدینۃ: ۳/ ۳۴۵، اس کی سند منقطع ہے۔ الحلیۃ: ۱/ ۵۴۔

❻ تاریخ الإسلام فی عہد الخلفاء الراشدین، ذہبی، ص: ۲۶۷۔

Marfat.com

ذ: ابن ابی حازم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ علی بن حسین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ تھا؟ انہوں نے کہا: جو مقام آج ہے، کہ وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں مدفون ہیں۔ ❶

ر: شعبی سے روایت ہے کہ میں نے قبیصہ بن جابر کو فرماتے ہوئے سنا: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے ان سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والا، دین کا علم وفہم رکھنے والا اور دینی مذاکرہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ❷

ز: حسن بصری کا قول ہے کہ: اگر تم اپنی مجلس میں تازگی لانا چاہتے ہو تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عادات وخصائل اور کارناموں کا تذکرہ کرو۔ ❸

اور کہا: جس گھرانے میں عمر رضی اللہ عنہ کی کمی نہ محسوس کی گئی وہ گھرانہ برا گھرانہ ہے۔ ❹

س: علی بن عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ: ایک مرتبہ میں سخت سردی کے دن عبدالملک بن مروان کے پاس گیا، دیکھا تو وہ ایک سائبان کے نیچے بیٹھے تھے، وہ نیچے سے سرخ و رو اون اور اوپر سے موٹا اون لگا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد چار انگیٹھیاں جل رہی تھیں، ❺ جب شدید سردی سے میرے دانتوں کے بجنے کی آواز سنی تو کہا: مجھے لگتا ہے کہ آج شدید سردی ہے۔ میں نے کہا: اللہ آپ کا بھلا کرے! شام والوں کو کیا معلوم کہ ان پر اس سے بھی زیادہ سخت سرد دن آ سکتا ہے۔ پھر دنیا کی چمک دمک کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مذمت کی اور کہا: معاویہ یہاں چالیس سال رہے بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ بن کر رہے، واقعتاً ابن حنتمہ (یعنی عمر رضی اللہ عنہ) بہت زیرک اور دنیا کے کی سیاست سے واقف تھے۔ ❻

۸: عمر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی دور حاضر کے علماء وادباء کی زبانی:

الف: ازہر یونیورسٹی مصر کے سبق شیخ الازہر ڈاکٹر محمد محمد الفحام کہتے ہیں: ''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے آپ کی سیاسی برتری کا لوہا منواتے ہیں، مختلف خداداد صلاحیتوں اور ہمیشہ باقی رہنے والی بے مثال عبقریت کو نمایاں کرتے ہیں، جو آپ کی خلافت کی زندگی میں پیش آنے والے مشکلات وحوادث کی طرح ہماری زندگی کی مختلف مشکلات وحوادث سے نمٹنے میں ہمارے سامنے چراغ راہ بنتے ہیں۔'' ❼

---

❶ محض الصواب: ۳/ ۹۰۸.

❷ المعرفة والتاريخ، فسوی: ۱/ ۴۵۷ ، اس کی سند میں مجالد بن سعد ایک راوی ہے، جس کا حافظہ آخری عمر میں کمزور ہو گیا تھا۔

❸ مناقب أمير المومنين، ابن الجوزی، ص:۲۵۱.

❹ الطبقات الكبریٰ، ابن سعد: ۳/ ۳۷۲.

❺ محض الثواب، ص: ۳/ ۹۱۱.

❻ محض الصواب: ۳/ ۹۱۱، مناقب امیر المومنین، ص: ۲۵۲.

❼ الإدارة فی الإسلام فی عهد عمر بن الخطاب، ص:۳۹۱.

Marfat.com

ب: مصر کے ایک نامور ادیب عباس محمود عقاد کہتے ہیں: ''نامورانِ اسلام پر نقد و تبصرہ کے سلسلہ میں اس عظیم شخصیت (عمر فاروق) پر تنقید و تبصرہ کرنا میری زندگی کا مشکل ترین کام رہا ہے اور مزید خصوصیت یہ ہے کہ فرطِ تحقیق اور فرطِ اعجاب آپ کے خلاف یا آپ کے حق میں حکم لگانے میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ میری کتاب ''عبقرية عمر'' ان تاریخی کتابوں کے طرز پر عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت اور آپ کے دور کی تاریخ کی کتاب نہیں ہے جس کا مقصد صرف واقعات و حوادث کو بیان کرنا ہوتا ہے، بلکہ یہ کتاب آپ کی صفت کی عکاس ہے۔ اس میں آپ کی حکومت کے مختلف مراحل پر تحقیقی تبصرہ ہے اور آپ کی عظمت و بڑائی کی خصوصیات اور نیز علم نفس، علم اخلاق اور زندگی کے حقائق میں ان خصوصیات سے استفادہ کرنے کا لائحہ عمل ہے۔

اس وقت ہم جس دور سے گزر رہے ہیں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بالکل اسی جیسے دور کا آدمی شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ آج بھی ظالمانہ قوت و اقتدار کی پوجا عام ہو چکی ہے اور کمزور عقیدہ کے بزدل لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ طاقت اور حق اکٹھے نہیں ہو سکتے، لہٰذا اگر ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے ایک عظیم اور طاقتور حاکم، قائد و سپہ سالار کو سمجھ لے گئے تو اس بنیاد پر ظالمانہ اقتدار و قوت کو توڑنے میں یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ ہم نے ایک ایسی عظیم شخصیت کو سمجھا ہے جو بے حد طاقتور ہونے کے ساتھ مثالی عدل پرور اور بے انتہا شفیق و مہربان تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی معرفت موجودہ دور کی تباہی و بیماری کے لیے تریاق ہے کہ جس سے شفا کی آخری امید لگائے ہوئے ہر بیمار کو شفا مل سکتی ہے۔''❶

ت: ڈاکٹر احمد شلبی کہتے ہیں: ''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت میں جو نت نئے احوال و حوادث سے بھری ہوئی ہے، اجتہادی کارنامے آپ کی زندگی کے سب سے نمایاں پہلو ہیں۔ آپ نے دین کی حفاظت کی، جہاد کا پرچم بلند کیا، ممالک کو فتح کیا، عدل و انصاف کو رواج دیا، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے وزارت خزانہ کی بنیاد رکھی، ملکی دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے منظم فوجی نظام قائم کیا، فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کیں، وظیفے جاری کیے، ہر شعبہ کے لیے رجسٹر تیار کرائے، گورنران، افسران اور قاضیوں کو عہدوں پر فائز کیا، زندگی کو بہتر اور ہموار بنانے کے لیے سکے جاری کیے، ڈاک کا نظام وضع کیا، محکمہ قائم کیا، ہجری تاریخ کی بنیادی ڈالی، مفتوحہ زمینوں کو ذمیوں کے ہاتھ میں باقی رکھا، اسلامی شہروں کی خاکہ بندی کی اور انہیں بسایا، لہٰذا حق کا تقاضا ہے کہ آپ کو امیر المومنین اور اسلامی سلطنت کا موسس کہا جائے۔''❷

ث: علی علی منصور کا کہنا ہے کہ: ''آج سے چودہ سو سال پہلے عدلیہ کے باب میں عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے

❶ الإدارة فی الإسلام فی عهد عمر بن الخطاب، ص:۳۹۲.

❷ الإدارة فی الإسلام فی عهد عمر بن الخطاب، ص:۳۹۲، التاريخ الإسلامی: ۱/۶۰۹.

Marfat.com

نام جو خطوط لکھے تھے وہ عدل و قضا اور منصفی کے محکموں کے لیے آج بھی دستور کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ خطوط عدلیہ کی خود مختاری اور فوجداری کے قوانین کی کامل ترین شکل ہیں۔'' ❶

ج: محمود شیت خطاب کا کہنا ہے: ''اسلامی فتوحات کی وسعت کے اگرچہ کئی اسباب ہیں، لیکن ان میں اہم اور سرفہرست عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی منفرد اوصاف کی حامل قیادت کا حصہ ہے، جو آپ کے علاوہ پوری تاریخ میں نظر نہیں آتی اس کا وجود نادر ہے۔ ❷

ح: ڈاکٹر صبحی محمصانی کا قول ہے کہ ''خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہونے کے ساتھ ایک وسیع و مستحکم اسلامی سلطنت کے بانی کا دور ختم ہوجاتا ہے۔ آپ ایک فاتح قائد، باشعور و عالی ہمت امیر، ذمہ دار نگراں، مہربان، نرم دل، انصاف پسند اور قوی حاکم تھے، آپ نے فرض منصبی کی ادائیگی اور سچائی و نیکی کی چوکھٹ پر خود کو قربان کر دیا، اللہ کے برگزیدہ بندوں، صدیقین اور صالحین کی فہرست میں آپ نے بھی اپنا نام درج کروالیا، (ان شاء اللہ)۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام انسانی تہذیب وتمدن اور فقہ وبصیرت اور تمدن کی تاریخ میں ہمیشہ چمکتا ہوا باقی رہے گا۔'' ❸

س: علی طنطاوی کہتے ہیں: ''عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت وخصائص کے بارے میں جوں جوں میری معلومات میں اضافہ ہوتا گیا آپ کے ساتھ میری دلچسپی اور عقیدت بڑھتی گئی، میں نے مسلم اور غیر مسلم ہزاروں عظیم شخصیتوں کی سیرتوں کا مطالعہ کیا، تو دیکھا کہ کوئی فکر و دانائی میں بلند ہے، کوئی زبان و بیان میں، کسی کو اخلاقیات میں برتری حاصل ہے تو کسی کے نقوش و کارنامے سب سے اعلیٰ ہیں۔ گویا سب کی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ لیکن جب میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھا تو دیکھا کہ ہر چہار جانب سے ان پر عظمتوں کا تاج ہے۔ آپ بلندیٔ فکر کے حامل ہیں اور اخلاق و بیان کے بھی شہ سوار ہیں۔ اگر آپ نامور فقہائے امت وعلمائے اسلام کو شمار کرنا شروع کریں تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سرفہرست پائیں گے، اگر خطباء و بلغاء کی فہرست دیکھیں تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے دیکھیں گے، اگر قانون دانی کے ماہروں، فوجی سپہ سالاروں کے ممتاز دانش وروں اور کامیاب حکمرانوں کے سرکردہ افراد کا ذکر چھیڑیں تو عمر رضی اللہ عنہ کو ہر گروہ میں پیش پیش اور ان کا امام پائیں گے اور اگر حکومت ومملکت آباد کرنے والے اور زمین میں اپنے آثار ونقوش چھوڑنے والے دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کو تلاش کریں تو ان میں عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر بلند مقام اور شرف وعظمت والا کوئی نظر نہ آئے گا۔ مزید برآں آپ اخلاق کے دھنی اور تواضع کے شہنشاہ تھے۔'' ❹

❶ الإدارة فی الاسلام فی عهد عمر بن الخطاب، ص: ۳۹۲.

❷ الإدارة فی الإسلام فی عهد عمر بن خطاب، ص: ۳۹۳.

❸ تراث الخلفاء الراشدين فی الفقه والقضاء، ص: ۴۶، ۴۷.

❹ أخبار عمر، ص: ۵.

Marfat.com

۹: عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض مستشرقین کے اقوال:

الف: ولیم میور اپنی کتاب ''الخلافہ'' میں لکھتا ہے: ''سادگی اور فرض منصبی کی ادائیگی عمر (رضی اللہ عنہ) کے اہم اصولوں میں شامل تھی، غیر جانبداری اور اخلاص آپ کی حکومت کی نمایاں خصوصیت تھی، آپ ذمہ داری کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے، عدل کا احساس ہمیشہ غالب رہتا تھا، افسران کے انتخاب میں کبھی بے جا طرف داری نہ کی، باوجود یہ کہ آپ اپنا درہ ہمیشہ ساتھ رکھتے اور مجرم کو بروقت سزا دیتے اور جس درہ کے بارے میں یہاں تک کہا گیا کہ دوسروں کی تلوار کے مقابلے میں عمر (رضی اللہ عنہ) کا درہ کافی ہوتا تھا، آپ نرم دل تھے، شفقت و مہربانی سے بھرپور آپ کے کارنامے رہے۔ اس کی مثال بیواؤں اور یتیموں پر آپ کی بے انتہا شفقت ہے۔''❶

ب: برطانوی دائرۃ المعارف کی شہادت ہے کہ ''عمر (رضی اللہ عنہ) عقل مند اور دور اندیش حاکم تھے، آپ نے اسلام کے لیے بہت عظیم خدمات انجام دی ہیں۔''❷

ت: واشنگٹن اِرونگ اپنی کتاب ''محمد اور ان کے خلفاء'' میں لکھتا ہے:

''عمر (رضی اللہ عنہ) کی اول تا آخر پوری زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بڑی ذہنی صلاحیتیوں کے مالک تھے، استقامت وعدالت پر سختی سے کاربند تھے، آپ نے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمناؤں کو پورا کیا اور مستحکم انداز میں انہیں نافذ کیا، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مختصر سی مدت خلافت میں اپنے مشورہ اور نصیحتوں سے ان کی تائید کی اور اسلامی سلطنت کے زیر نگیں تمام مفتوحہ ممالک میں کامیاب اور پر حکمت نظام کے لیے نہایت مضبوط اصول وضع کیے، دور دراز ملکوں میں فتح وغلبہ کے وقت اسلامی فوجوں کے محبوب نظر بڑے بڑے جرنیلوں اور قائدوں پر شفقت کا مضبوط ہاتھ رکھنا اور انہیں تمام تائیدات سے نوازنا آپ کی فرماں روائی کی معجزانہ صلاحیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ آپ نے اپنی اخلاقی سادگی وتواضع کے اظہار، دنیوی چمک دمک اور عیش وعشرت کی تحقیر میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر کو اپنے لیے نمونہ بنایا اور فاتح قائدین اور جرنیلوں کے نام خطوط لکھنے، نیز انہیں ہدایات وتعلیمات دینے میں انہیں دونوں کے نقش قدم پر چل کر دکھایا۔''❸

ج: ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کا کہنا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے نقوش یقیناً اثر انداز ہونے والے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اسلام کی نشر واشاعت میں آپ کی شخصیت کا اہم مرکزی کردار رہا۔❹ آپ کی فتوحات کی تیز رفتاری کو اگر تسلیم نہ کیا جائے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ آج جتنے وسیع رقبہ میں اسلام موجود ہے اس حد تک اسلام کیسے پھیلا، جب کہ بیشتر علاقے جنہیں مسلمانوں نے فتح کیا تھا وہ آج بھی عرب ہیں اور ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں۔

---

❶، ❷ الفاروق عمر بن خطاب، محمد رشید، رضا، ص: ٥٤، ٥٥.

❸ الفاروق عمر بن خطاب، محمد رشید، رضا، ص: ٥٥.

❹ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مائیکل ہارٹ صاحب کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے اچھی طرح واقفیت نہیں ہے۔

ایک بات جو بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی نشر و اشاعت کے میدان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا سب سے بڑا ہاتھ ہے، لیکن اس موقع پر اگر ہم عمر (رضی اللہ عنہ) کے دور حکومت اور ان کی زندہ قیادت سے چشم پوشی کرتے ہیں تو یہ ہماری کھلی غلطی ہوگی۔''[1]

۱۰: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات پر مرثیہ کے چند اشعار:

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل العدویہ رضی اللہ عنہا[2] نے آپ کی موت پر یہ مرثیہ کہا:

فجعني فيروز لا در دره
بأبيض تال للكتاب منيب

''اللہ برا کرے فیروز (ابولؤلؤ دیلمی) کا، اس نے گورے چٹے، قرآن کی تلاوت کرنے والے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرکے) مجھے بہت بڑی تکلیف دی ہے۔''

رؤوف على الأدنى غليظ على العدا
أخي ثقة في النائبات مجيب

''وہ کمزوروں پر مہربان اور دشمنوں پر سخت تھے، آفات و مصائب میں دوسروں کے کام آنے والے تھے۔''

متى ما يقل لا يكذب القول فعله
سريع إلى الخيرات غير قطوب

''جب کوئی بات کہتے تو اسے کر دکھاتے (قول و عمل میں تضاد نہ تھا) خیر و بھلائی کے کاموں میں بے دریغ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔''[3]

اور یہ بھی کہا:

عين جودي بعبرة ونحيب
لا تملي على الإمام النجيب

''سسکیاں لے لے کر آنسوؤں کی بارش کرتی ہوئی آنکھ ستودہ صفت امام پر رونے سے اکتاتی نہیں ہے۔''

فجعتني المنون بالفارس
المعلم يوم الهياج والتلبيب

---

[1] وفات نبوی کے بعد دور فاروقی ہی نہیں بلکہ دور صدیقی اور ان کی بیدار قیادت سے چشم پوشی کرنا بھی کھلی غلطی ہے۔

[2] یہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بہن، بہن، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی، حسن و جمال کی پیکر شاعرہ اور مہاجرات میں سے تھے۔ مترجم

[3] المائة الأوائل، ترجمة خالد عيسىٰ اور احمد سبانو، ص: ۱۶۳.

Marfat.com

''لڑائی کے دن اور سخت معرکہ کے وقت، نمایاں مردِ میدان (کو ہم سے چھین کر) گردشِ دوراں نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔''

عصمة الناس والمعين على
الدهر وغيث المنتاب المنتاب والمحروب

''وہ لوگوں کی پناہ گاہ، حادثات کے مواقع پر مدد کرنے والے، ملاقاتیوں (فریادیوں) کی فریاد رسی کرنے والے اور ناداروں کی ضرورت پوری کرنے والے تھے۔''

قل لأهل السراء والبؤس موتوا
قد سقته المنون كأس شعوب ❶

''خوش حالوں اور مصیبت زدوں سے کہہ دو کہ وہ بھی مر جائیں، (عمر کو) حاثۂ دہر نے موت کا جام پلا دیا ہے۔''

الغرض خلیفہ راشد و عادل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کو ذکر کرتے ہوئے گویا میں انسانی عظمت کی تاریخ کا ایک تابناک باب بند کر رہا ہوں، انسانی تاریک نے آپ کو منفرد منہج کا منفرد آدمی شمار کیا ہے۔ آپ کی تگ و دو مال جمع کرنے کے لیے نہ تھی، شیطان کی چالیں آپ کو بہکا نہ سکیں، نہ ہی اقتدار کا نشہ آپ کو راہِ حق سے بھٹکا سکا اور نہ ہی اقرباء پروری وخاندان نوازی آپ کو ظالم بنانے میں کامیاب ہوئی، بلکہ آپ کی پوری کوشش یہ تھی کہ اسلام کو سربلندی ملے اور سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ اسلامی شریعت کی قیادت ہو اور پوری رعایا عدل وانصاف کی نعمت سے مالا مال ہو۔ چنانچہ اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے نہایت مختصر سی مدت میں یہ ساری چیزیں دیکھنے کو ملیں۔ ❷

بابرکت و مہکتی ہوئی سیرت کا مطالعہ نئی نسل کے ایمانی قالب میں ان فاروقی عزائم کی روح پھونکتا ہے جو انسانی زندگی میں ماضی کے خوبصورت ایام کی شان وشوکت اور تازگی وخوشنمائی کو دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ امت کے نوجوانوں کو رہنمائی کرتی ہے کہ اس دین کے آخری ایام اس وقت تک درست ہونے والے نہیں ہیں جب تک کہ ان اصولوں کو نہ زندہ کیا جائے جن کے ذریعہ اس دین کے اوائل ایام درست وکامیاب ہوتے تھے، آپ کی سیرت داعیان اسلام ومبلغین شریعت اور علمائے کرام کی مدد کرتی ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے اصولوں کی پابندی کریں، اس کی منفرد ونمایاں خصوصیات، خلفائے راشدین کے اوصاف اور عالم انسانیت کو سدھارنے میں ان کے منہج کی معرفت حاصل کریں پھر یہی چیز امت مسلمہ کے لیے دوبارہ اس کی ماضی کی تہذیب واپس لانے میں معاون ثابت ہوگی۔

---

❶ تاريخ الطبرى، :٥/ ٢١٤، الأيام الأخيرة فى حياة الخلفاء، إيلى منيف شهلة، ص: ٤٠ .

❷ جولة فى عصر الخلفاء الراشدين، ص:٢٩٧ .

Marfat.com

آخر میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ الٰہی میری اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت عطا فرما اور اس سے استفادہ کرنے کے لیے اپنے بندوں کا سینہ کشادہ کر دے اور اپنے کرم واحسان سے اس میں برکت عطا فرما:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲﴾ (فاطر: ۲)

''اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔''

اللہ کے فضل وکرم اور جود وسخا کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے اس کے سامنے لرزاں دل وزبان سے دست بدعا ہوں، وہی احسان کرنے والا، عزت دینے والا، مددگار اور توفیق سے نوازنے والا ہے، ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں، اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفات علیا کا واسطہ دے کر اللہ سے عرض کناں ہوں کہ اللہ مجھے اس عمل میں اپنی رضا کا طالب بنا، اسے اپنے بندوں کے لیے نفع بخش ثابت کر، ہر حرف کے بدلے مجھے بہتر بدلہ عطا فرما، اسے میری نیکیوں کے ترازو میں رکھنا اور اس حقیر کوشش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میرے جن احباب نے میری مدد کی ہے انہیں ثواب سے نواز دے، اپنے تمام قارئین بھائیوں سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ اپنے اس بھائی کو اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں گے۔

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۹﴾ (النمل: ۱۹)

''اے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر، اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل لے۔''

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بندۂ ناچیز

علی محمد محمد الصلابی

۱۳، رمضان ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸ نومبر ۲۰۰۱ء

مراجع ومصادر

١: أباطيل يجب أن تمحى من التاريخ، إبراهيم شعوط المكتب الإسلامي، الطبعة السادسة ١٤٠٨هـ ١٩٨٨م.
٢: أبوبكر رجل الدولة، مجدي حمدي، دار طيبة الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ.
٣: أبوعبيدة عامر بن الجراح، محمد شراب، دار القلم، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م.
٤: أبو موسى الأشعري الصحابي العالم المجاهد، عبد الحميد محمود طهمار، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤١١هـ ١٩٩١م.
٥: إتمام الوفاء في سيرة الخلفاء، محمد الخضرمي، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ١٩٩٦م.
٦: أخبار القضاة لوكيع، وكيع محمد بن خلف بن حيان، الطبعة الأولى، مطبعة الاستقامة بالقاهرة ١٣٦٦هـ ١٩٤٧م.
٧: أخبار عمر وأخبار عبد الله بن غمر، تأليف علي الطنطاوي، ناجي الطنطاوي، المكتب الإسلامي، الطبعة الثامنة، ١٤٠٣هـ ١٩٨٣م.
٨: أدب الإملاء والاستملاء لأبي سعيد عبد الكريم بن محمد السمعاني، دار الكتب العلمية- بيروت ١٤١٠هـ ١٩٨١م.
٩: أدب صدر الإسلام د. واضح العمد.
١٠: أشهر مشاهير الإسلام في الحرب والسياسة، رفيق العظم، دار الرائد العربي، بيروت، لبنان، الطبعة السادسة ١٤٠٣هـ ١٩٨٣م.
١١: أصحاب الرسول ﷺ، محمود المصري، مكتبة أبي حذيفة السلفي، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م.
١٢: أصول التربية، للنحلاوي.
١٣: إعلام الموقعين عن رب العالمين، لشمس الدين أبي عبد الله محمد بن أبي بكر بن القيم، تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد المكتبة العصرية صيدا- بيروت، طبعة ١٤٠٧هـ.
١٤: أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، الخليفة المتجهد للعمراني ١٤٠٦هـ ١٩٨٦م، طبعة من اللجنة المشتركة لنشر إحياء التراث.
١٥: أنس بن مالك الخادم الأمين والمحب العظيم، عبد الحميد طهمار، دار القلم، دمشق، الطبعة الرابعة ١٤٠٧هـ ١٩٨٧م.
١٦: اهل الذمة في الحضارة الإسلامية حسن المّي، دار الغرب الإسلامي، ١٩٨٨م الطبعة

Marfat.com

الأولى .
۱۷: أهل الفسطاط ، د: صالح أحمد العلي ، شركة المطبوعات للتوزيع والنشر ، بيروت لبنان ، الطبعة الأولى ۲۰۰۰م .
۱۸: أوليات الفاروق ، د: غالب عبد الكافي القرشي ، المكتب الإسلامي بيروت ، مكتبة الحرمين الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٣هـ-۱۹۸۳م .
۱۹: استخلاف أبي بكر الصديق ، جمال عبد الهادي ، الدكتورة وفاء محمد رفعت جمعة ، دار الوفاء المنصورة ، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ- ١٩٨٦م .
۲۰: إقتصاديات الحرب في الإسلام - د: غازي مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١١هـ- ١٩٩١م .
۲۱: الأبعاد السياسة لمفهوم الأمن في الإسلام ، مصطفى منجود ، المعهد العالمي للفكر الإسلامي ، ١٤١٧هـ- ١٩٩٦م .
۲۲: الإتقان في علوم القرآن ، لجلال الدين عبد الرحمن السيوطى ، دار ابن كثير ، دمشق بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٧ه - ١٩٨٧م .
۲۳: الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، علاء الدين علي بن بلبان الفارسي ، مؤسسة الرسالة بيروت الطبعة الأولى ١٤١٢هـ- ١٩٩١م .
٢٤: الأحوال الشخصية لأبي زهرة .
٢٥: الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية نشأتها وتطورها حتى منتصف القرن الثالث الهجري ، د: سليمان بن صالح بن سلميان آل كمال ، منشورات جامعة أم القرى .
٢٦: الإدارة العسكرية في عهد عمر بن الخطاب ، د: فاروق مجد لاوي ، روائع مجد لاوي ، الأردن لبنان ، قطر ، الطبعة الثانية ١٤١٨هـ- ١٩٩٨ .
۲۷: الأدب في الإسلام في عهد النبوة وخلافة الراشدين ، د: نايف معروف دار النفائس ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ- ١٩٩٠م .
۲۸: الاستيعاب في معرفة الأصحاب لأبي عمر بن عبد البر ، دار الكتب العربي ، بيروت .
۲۹: الإسرائيليات في التفسير والحديث ، محمد حسين الذهبي ، دار الإيمان دمشق ، الطبعة الثانية ١٤٠٤هـ- ١٩٨٥م .
۳۰: الإسلام والحضارة ، للندوة العالمية للشباب ، أبحاث وقائع اللقاء الرابع للندوة العالمية للشباب الإسلامي المنعقد في الرياض ۲۷ ربيع الثاني ١٣٩٩هـ ، الناشر شركة دار العلم للطباعة بالسعودية - الطبعة الثانية .
۳۱: الإسلام وحركة التاريخ ، أنور الجندي ، دار الكتاب المصري - الطبعة الأولى ۱۹۸۰م .

Marfat.com

سلسلۂ تاریخ الخلفاء الراشدین (۳)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

شخصیت اور کارنامے

تالیف

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی

مترجم

شمیم احمد خلیل السلفی — عبد المعین بن عبد الوہاب مدنی

AL-FURQAN TRUST

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

Marfat.com